بسم الله الرحمن الرحيم

خطبہ کتاب وتمہید

الحمد لله رب العالمين، و الصلاة والسلام على المرسلين خصوصا على محمد رسول الله وخاتم النبيين، وعلى آله وأصحابه وأتباعه أجمعين. **أما بعد:**

۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء میں "اللمحات" کی چوتھی جلد شائع ہوئی تو اس کے آخر میں یہ اعلان بھی کر دیا گیا تھا کہ ناظرین کرام پانچویں جلد کے منتظر رہیں جو ان شاء اللہ تعالی بہت جلد شائع ہوگی، مگر سولہ سال سے زیادہ کا عرصہ ہو رہا ہے کہ پانچویں جلد وعدہ واعلان کے باوجود شائع نہیں ہو سکی، اس کا اصل سبب قضا وقدر کا معاملہ تھا کہ ایسے حالات پیش آتے گئے جو ہمارے لیے نہایت ناساز گار ونا موافق بھی تھے اور دوسرے مشاغل نے بھی ہم کو اس طرح اپنے گھیرے میں لے لیا کہ اس کتاب کی تکمیل کے لیے چاہنے کے باوجود بھی کوئی وقت وموقع نہیں مل پا رہا تھا، دوسرے مشاغل کے ساتھ خود اپنی صحت بھی معمول سے زیادہ خراب رہنے لگی، ہم ظاہری تدابیر کے ساتھ دعائیں بھی جاری رکھے ہوئے تھے کہ اگست ۱۹۹۷ء میں بیک وقت ہم پہ ہارٹ اٹیک کا حملہ ہوا اور ہوش وحواس گم ہو گئے، جس دن مجھ پر یہ حملہ ہوا اسی دن میرے دوست حضرت مولانا عبد الوحید رحمانی رحمہ اللہ شیخ الجامعہ السّلفیہ بنارس پر بھی ہارٹ اٹیک کا حملہ ہوا، تھوڑے تھوڑے وقفہ سے ان پہ یکے بعد دیگرے تین بار یہ حملے ہوئے، تیسری بار والے حملے میں وہ اللہ کو پیارے ہوگئے اور دار فانی سے عالم برزخ میں منتقل ہوگئے۔ رحمه الله وأدخله الجنة۔

اتنے ہی عرصے میں میرے اوپر بھی تین بار ہارٹ اٹیک کا حملہ ہوا مگر میں بچ گیا، اللہ جانے کب تک زندگی رہے۔ طبیعت جب کسی قدر سنبھلنے لگی تو اہل علم کی طرف سے مطالبہ ہونے لگا کہ "اللمحات" کی تکمیل ہونی چاہیے۔ جامعہ سلفیہ بنارس کی طرف سے ہم کو ایک صاحب علم مساعد ومعاون بھی فراہم کیے گئے اور میرا یہ کام دوبارہ ستمبر ۱۹۹۸ء سے جاری ہوگیا مگر درمیان میں بہر حال مختلف قسم کے موانع پیش آتے رہے، پھر بھی کسی نہ کسی طرح یہ کام آگے بڑھتا رہا اور اس کی پانچویں جلد پوری ہونے کو آئی۔

ہمارا اندازہ یہ ہے کہ "مقدمہ انوار" کی دونوں جلدوں کا اچھی طرح پوسٹ مارٹم اور رد بلیغ چھ جلدوں میں پورا ہوگا، اس پانچویں جلد کے بعد چھٹی جلد پر مقدمہ انوار الباری کی تردید کا کام مکمل ہو جائے گا ان شاء اللہ العزیز۔ اس کے بعد اگر اللہ تعالی نے چاہا تو شرح بخاری کے نام سے لکھی جانے والی تردید صحیح بخاری پر اس کتاب کا بھی مکمل تحقیقی جائزہ ہم ضرور لیں گے۔ ہمارا اندازہ تھا کہ کتاب انوار الباری کوئی ساٹھ سال میں مکمل ہوگی مگر تیرہ چودہ جلدیں ہی چھپوانے کے بعد کئی سال پہلے مصنف انوار الباری کا انتقال ہوگیا، امید ہے کہ یہ کتاب چالیس جلدوں میں مکمل ہوگی مگر پتہ نہیں کہ فرقۂ دیوبندیہ یہ کام اب کس دیوبندی صاحب قلم اور ان کے معاونین ومساعدین کے حوالے کرنے والا ہے، ہماری زبان وصحت اور قلم جب تک ساتھ دے گی ہم بھی

اس دیوبندی کتاب کی حقیقت واضح کرنے کی اپنی کوشش جاری رکھیں گے۔

اب ناظرین کرام "اللمحات إلى ما في أنوار الباري من الظلمات" کی پانچویں جلد کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ فرقہ دیوبندیہ وکوثریہ محدثین کرام خصوصاً امام بخاری اور مذہب محدثین وتصانیف محدثین کے خلاف کس طرح منظّم منصوبہ بند سازش کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کوشاں ہے تاکہ حقائق پر پردہ ڈال کر مرجی وجہمی مذہب کی تقلید پرستی کے چنگل میں بندگانِ خدا کو پھنسا دے۔ اللہ تعالی ہماری اس کتاب کی بدولت فرقہ دیوبندیہ کی اس مذموم سازش کو بے نقاب کرکے حقائق سامنے لے آئے اور ہمارے لیے اس کام کو ذخیرۂ آخرت اور دین ودنیا کے لیے مفید وکارآمد بنائے۔ جس کسی نے ہمارے اس کام میں کسی بھی طرح کی مساعدت کی ہے اس کے تناسب سے اللہ تعالی اسے زیادہ سے زیادہ اجر جزیل سے بہرہ ور کرے۔ آمین یا رب العالمین!

معذرت:

ہمارے پاس مقدمہ انوار الباری جلد اول کا جو نسخہ ہے اس میں امام ابو حنیفہ ؒ کے فضائل ومناقب، اصل ونسل، مولد ومنشاء، تعلیم وتربیت، تابعیت، معدوم الوجود مکذوبہ چہل رکنی مجلس تدوین کے فضائل ومحامد، مدائح ومناقب، پھر اس معدوم الوجود چہل رکنی مجلس کے معدوم الوجود فرضی اراکین کے تراجم وفضائل بیان کیے گئے ہیں، پھر امام مالک وامام شافعی اور امام احمد کے تراجم ذکر کیے گئے ہیں، ان کے بعد بہت سارے معاصرین وغیر معاصرینِ امام صاحب کے احوال لکھے گئے ہیں مگر "اللمحات" کی چار جلدوں کی طباعت کے بعد ہم نے مقدمہ انوار الباری کے بعض دوسرے نسخے بھی دیکھے جن کی ترتیب ہمارے پاس والے نسخے سے مختلف ہے، امام صاحب کے تعارف وفضائل اور سیر وسوانح کے بعد ان میں ترتیب وار بقیہ ائمہ ثلاثہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد ؒ کا ذکر ہے، پھر مجلس تدوین اور ان کے چہل ارکان کا ذکر ہے، پھر متعدد حضرات کے تراجم ہیں۔

ہم نے جب محسوس کیا کہ یہ نسخہ ہمارے والے نسخے سے مختلف ہے تو ہم نے مقدمہ انوار کے صفحات کی ترتیب پر نظر ڈالی تو ترتیبِ صفحات کی نمبرنگ میں گڑبڑ دیکھی، جس سے معلوم ہوا کہ اس مقدمہ کی بائنڈنگ میں صفحات کی ترتیب الٹ دی گئی ہے، بعض اوراق مکرر ہو گئے ہیں اور بہت سارے اوراق اس میں ہیں ہی نہیں، ہم نے ان اوراق کو کسی طرح حاصل کیا۔ بہر حال اپنے پاس والے مقدمہ انوار جلد اول کے غائب شدہ اوراق کے فوٹو اسٹیٹ کرا کے اور مکررہ اوراق جلد سے نکلوا کر پھر سے تجلید کرائی، مگر ہم اسی ترتیب سے چار جلدیں "اللمحات" کی لکھ چکے تھے جو شائع بھی ہوگئیں، اس لیے بوجہ مجبوری یہ چار جلدیں جوں کی توں ہی رہیں گی، اس کی پانچویں جلد میں پہلے امام مالک، پھر امام شافعی ؒ اور پھر امام احمد ؒ کا ترجمہ ہوگا، بعد ازیں دیگر حضرات کے جو تراجم پہلی جلد میں مصنف انوار الباری نے لکھے ہیں ان پر تبصرہ ہوگا۔ مقدمہ انوار الباری کی دوسری جلد امام بخاری کے ترجمہ سے شروع ہوتی ہے، امام بخاری سے لے کر اپنے دور تک کے جن حضرات کے تراجم مصنف انوار نے جس ترتیب سے لکھے ہیں ہم بھی ان کی ترتیب جلد دوم کے مطابق ہی تبصرہ لکھیں گے۔

اس پانچویں جلد میں امام مالک کا ترجمہ پہلے مذکور ہوگا، پھر امام شافعی، پھر امام احمد کا اور بعد ازاں مصنف انوار کے ذکر کردہ دوسرے حضرات کے تراجم پر تبصرہ ہوگا، اور اسی جلد میں موصوف کے مقدمہ کی دوسری جلد میں مرقوم ترجمہ امام بخاری پر

بھی ہمارا بھرپور تبصرہ ہوگا۔ مصنف انوار نے اپنی پوری کتاب خصوصاً ترجمہ امام بخاری میں امام بخاری اور ان کی تصانیف کے خلاف اپنے ہم مزاج تقلید پرستوں کی طرح زیادہ زور بیاں صرف کیا ہے، ہم نے اس کا بھرپور جائزہ پوری تحقیق کے ساتھ لے کر حقیقت امر واضح کی ہے۔ ناظرین کرام اس جلد کے مطالعہ سے حامیانِ مسلک اہل سنت وجماعت کے خلاف جہمیت زدہ مرجیت ومسلک رائے پرستی وکوثریت ودیوبندیت کے راز ہائے سربستہ سے واقف ہوسکیں گے اور مسلک اہل سنت وحامیان اہل سنت کے کارناموں سے بھی واقف ہوں گے۔ فقط

محمد رئیس ندوی
جامعہ سلفیہ، بنارس
۷؍ستمبر ۱۹۹۸ء

گزشتہ مباحث کا خلاصہ اور اس پر بعض اضافات

یہ تفصیل گزر چکی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ خراسان میں پیدا ہوئے، جوان ہونے تک وہیں رہے، ان کے گھر والوں کی تعلیم وتربیت زوجہ جہم کے ذریعہ ہوئی، جو اس بات کی دلیل ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے والدین جہمی المذہب ومرجی المشرب تھے، تب ہی ان کے والدین نے اپنے گھر والوں کی تعلیم وتربیت کے لیے جہم کی زوجہ کو بطور اتالیق ومعلّمہ مقرر کیا۔ اس کا واضح مطلب ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جوان ہونے تک خراسانی زندگی میں مرجی وجہمی تھے، جوان ہونے پر موصوف اپنے والدین کے ساتھ جب اپنے آبائی وطن بابل یعنی عراق آئے تو یہاں کی فضا کو مذہب ارجاء وتجہم کے لیے ناموافق پایا، اگرچہ وہ بعض کلامی موضوعات پر بحث ونظر کرتے رہتے تھے مگر عقیدۂ ارجاء وتجہم کے اظہار کے لیے اس ماحول کو سازگار نہ پایا، پھر انھوں نے اپنے مصالح کے پیش نظر ۱۰۲ھ میں درسگاہِ حماد میں حصول فقہ کے لیے داخلہ لیا، ابتداءً وہ درسگاہِ حماد میں متکلمانہ انداز کے اظہار سے بچتے رہے، پھر رفتہ رفتہ موصوف درسگاہِ حماد میں ایسی متکلمانہ موشگافی کرتے رہے کہ حماد کو ان کے بدعقیدہ ہو جانے کا خطرہ محسوس ہونے لگا، اور حماد کے اندازے کے مطابق ایسا ہوا بھی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کوثریہ بشمول مصنف انوار کی متدل روایت کے مطابق حماد کو چالیس ہزار درہم دیکر مرجی بھی بنا لیا مگر اس زمانے میں ان کا اظہارِ ارجاء زیادہ خطرناک نہیں تھا، پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ رفتہ رفتہ غالیانہ قسم کے ارجاء پر کھل کر بحث ونظر کرنے لگے جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

مندرجہ ذیل روایت معتبرہ سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے:

> "قال الإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل: حدثني أبو الفضل نا سفيان بن وكيع عن أبيه قال: لما تكلم أبو حنيفة في الإرجاء، وخاصم فيه، قال سفيان الثوري: ينبغي أن ينفى من الكوفة أو يخرج منها." [1]

> ''امام وکیع نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ارجاء پر بحث ونظر کرنے لگے اور اس کی حمایت میں جدال ومناظرہ بازی کرنے لگے تو امام سفیان ثوری کہنے لگے کہ مناسب ہے کہ انھیں کوفہ سے جلا وطن کر کے نکال باہر کیا جائے۔''

کتاب السنہ پر تعلیق وتحقیق اپنے مشرف ومناقش کی زیر نگرانی مکمل کر کے پی، ایچ، ڈی کی سند حاصل کرنے والے ڈاکٹر محمد بن سعید بن سالم قحطانی (خریج جامعہ اُمّ القریٰ مکہ مکرمہ سعودیہ عربیہ ۱۴۰۶ھ بمطابق ۱۹۸۶ء) نے مندرجہ بالا روایت پر یہ تعلیق و تحشیہ آرائی کی ہے کہ "إسناده حسن" [2] یعنی یہ روایت معتبر ہے۔ امام سفیان ثوری سے اس روایت کے ناقل امام وکیع بن جراح (مولود ۱۲۸/ ۱۲۹ھ ومتوفی ۱۹۸ھ) کا ثقہ ہونا محقق ہے، انھیں مصنف انوار اور فرقۂ کوثریہ و دیوبندیہ نے معدوم الوجود فرضی

---

[1] كتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل روايت نمبر (٣٨٤، ١/ ٢٢٢)

[2] السنة روايت نمبر (٣٨٤، ١/ ٢٢٢)

چہل رکنی مجلس تدوین فقہ حنفی کا رکن رکین کہا ہے، اور ہر رکن مجلس کو بہت زیادہ ثقہ وفقیہ ومحدث وجملہ علوم کا ماہر بتایا ہے۔❶ ان سے ان کے صاحبزادے سفیان بن وکیع نے روایت کی ہے جو ثقہ وصدوق ہیں، آخری عمر میں ان پر غفلت طاری ہونے لگی تو ان کی کتابوں میں ان کے ناخدا ترس ورّاق نے بعض الحاقات کرائے، مگر اپنے باپ سے نقل کردہ ان کی روایات میں اس کا کوئی اثر نہیں۔ عام کتب رجال ملاحظہ ہوں۔ سفیان بن وکیع سے اس روایت کے ناقل امام ابو الفضل محرز بن عون ہلالی بغدادی (متوفی ۲۳۱ھ) ثقہ ہیں۔❷

اس روایتِ معتبرہ کا لازمی طور پر واضح مطلب ہے کہ عراق خصوصاً کوفہ کی ابتدائی زندگی میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنے مذہبِ ارجاء کا اظہار ومظاہرہ کرنے لگے تو امام سفیان ثوری جیسے اہلحدیث امام کو اور نہ جانے کتنے سلفی المذہب ائمہ کو اتنا غصہ آیا کہ وہ چاہتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو جلاوطن وملک بدر کر دیا جائے۔ ابتدائے امر میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ غالیانہ ارجاء کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے، انھوں نے اپنے استاد حماد کو بھی مرجی بنا لیا تھا، اس لیے حماد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مناظرہ بازی پر خاموش رہا کرتے تھے مگر جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ زیادہ غالیانہ ارجاء کا مظاہرہ کرنے لگے حتی کہ قرآن مجید کو مخلوق بھی کہنے لگے تو خود حماد بھی ان پر بے حد ناراض ہوئے، انھوں نے ان سے ترکِ تعلق کر لیا اور اپنے تلامذہ کو بھی ایسا ہی کرنے کا حکم دیا، اور سفیان ثوری ہی سے امام ابوحنیفہ کو کہلوا دیا کہ خلق قرآن کا معتقد ہونے کی بنا پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مشرک وکافر ہو گئے ہیں، اس لیے وہ اب میرے پاس نہ آئیں۔ پھر حماد نے بہت سارے معتبر گواہوں کے ساتھ سرکاری عدالت میں جا کر اس معاملے میں امام ابوحنیفہ کے خلاف مقدمہ بھی دائر کر دیا۔ سرکاری وعوامی رخ کو دیکھتے ہوئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے اس عقیدہ سے رجوع کر لیا مگر انھیں کے صاحبزادے نیز دوسروں کا کہنا ہے کہ یہ رجوع محض مصلحتاً وتقیۃً تھا ورنہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اندرونی طور پر خلق قرآن کے معتقد اور جہمی ہی رہے اور اسی پر فوت بھی ہوئے۔

کیا امام ابوحنیفہ عقیدۂ خلق قرآن پر فوت نہیں ہوئے؟

ہمیں افسوس ہے کہ بعض روایات کی بنا پر ہمیں یہ حسن ظن قائم ہو گیا تھا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جہمی عقائد میں سے ایک نہایت فتنہ خیز عقیدۂ خلق قرآن سے رجوع کر لیا تھا مگر "اللمحات" کی چاروں جلدوں کی طباعت کے طویل زمانہ بعد ۱۴۰۶ھ بمطابق ۱۹۸۶ء یعنی تیرہ سالوں کے بعد جب ہم پانچویں جلد کی ترتیب وتصنیف میں مصروف ہوئے تو اس عرصہ میں بہت ساری نئی کتابیں ہمارے مطالعہ میں آئیں جو ۱۴۰۶ھ بمطابق ۱۹۸۶ء تک ہمارے لیے پردۂ غیب میں تھیں، انھیں دیکھ کر ہم کو اپنی رائے بدلنی پڑی، کیونکہ واضح طور پر محسوس ہوا کہ امام صاحب اس پرفتن اور ہلاکت خیز نظریہ سے بظاہر ایک سے زیادہ بار رجوع کرتے رہے اور بظاہر اس رجوع پر وہ فوت بھی ہوئے مگر درحقیقت وہ دل وجان سے اپنے اسی نظریہ پر قائم رہے، ان کا رجوع محض ظاہری طور پر عوامی وسرکاری اور خواص وغیر خواص کے خوف سے تقیۃً تھا، ہم پانچویں جلد کی ابتدا ہی میں اس کی وضاحت مناسب سمجھتے ہیں۔

ہم کئی جگہ صراحتاً واشارتاً کہہ آئے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے جس پوتے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ پر فرقۂ حنفیہ خصوصا فرقۂ کوثریہ ودیوبندیہ بشمول مصنف انوار کو بڑا اعتماد واعتبار ہے وہ جہمی مرجی معتزلی حنفی حکومت کی طرف سے عقائدِ جہمیت

❶ مقدمہ انوار (۱/ ۲۰۷)　❷ تقريب التهذيب وتهذيب التهذيب و تهذيب الكمال وعام كتب رجال.

ومرجیت وحنفیت خصوصاً عقیدۂ خلق قرآن کو سرکاری طور پر بزور طاقت منوانے کی تحریک چلانے سے بہت پہلے علی الاعلان اپنی مجلسوں خصوصاً دربارِ مامون الرشید اور سرکاری عدالت میں کہتے پھرتے تھے کہ عقیدۂ خلق قرآن میرا اور میرے باپ دادا کا عقیدہ ہے۔ اسی طرح کی ایک معتبر روایت ناظرین کرام یہاں بھی ملاحظہ کرتے چلیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پوتے کا یہ بیان کہ ہمارے آباء واجداد کا عقیدہ خلق قرآن تھا:

"قال الإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل: حدثني إسحاق بن إبراهيم ابن عم أحمد بن منيع أخبرني غير واحد، منهم أبو عثمان سعيد بن صبيح، أخبرني أبو عمرو الشيباني قال: لما ولي إسماعيل بن حماد بن أبي حنيفة القضاء، قال: مضيت حتى دخلت عليه فقلت: بلغني أنك تقول: القرآن كلام الله وهو مخلوق؟ فقال: هذا ديني ودين آبائي، فقيل له: متى تكلم بهذا قبل أن يخلقه أو بعد ما خلقه أو حين خلقه؟ قال: فما رد علي حرفا، فقلت: يا هذا اتق الله، وانظر ما تقول، وركبت حماري ورجعت."[1]

''اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ جب قاضی بنائے گئے تو میں (ابوعمرو شیبانی) ان کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ خلقِ قرآن کے معتقد ہیں؟ اس کے جواب میں اسماعیل نے کہا کہ جی ہاں، یہی میرا دین وایمان اور عقیدہ ونظریہ ہے اور میرا ہی نہیں بلکہ میرے باپ اور میرے تمام آباء واجداد کا بھی یہی دین وایمان اور مذہب ومسلک ہے، اسماعیل کی اس بات کے متعلق سوال کیا گیا کہ یہ کلام الٰہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی تخلیق کے پہلے یا بعد یا بوقت تخلیق صادر ہوا؟ امام ابوعمرو شیبانی نے کہا کہ میری اس بات اور معارضہ کے جواب میں اسماعیل ایک لفظ بھی نہ بول سکے۔ بنابریں میں نے اسماعیل سے کہا: اے حضرت! اللہ تعالیٰ سے ذرا ڈرو اور اتنی غلط بات زبان سے نکالنے پر غور کرو۔ یہ کہہ کر میں (یعنی ابوعمرو شیبانی) اپنے گدھے پر سوار کر واپس چلا گیا۔''

توضیح:

امام ابوحنیفہ کے پوتے اسماعیل کا مذکورہ بالا بات کہنا متحقق ہے کیونکہ اسماعیل سے اس بات کے ناقل امام ابوعمرو شیبانی پختہ کار ثقہ ہیں اور امام ابوعمرو شیبانی تک اس روایت کی سند صحیح ہے، جیسا کہ اس سند کے ہر راوی کا حال کتب رجال سے بآسانی معلوم کر کے تحقیق کی جا سکتی ہے، یہ سند متصل اور صحیح ہے۔ اپنے اس بیان میں اسماعیل نے صراحت کر رکھی ہے کہ عقیدۂ خلق قرآن میرا اور میرے تمام آباء واجداد کا عقیدہ ودین اور مذہب ومسلک ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ بقول اسماعیل، اسماعیل خود اور ان کے باپ حماد اور ان کے دادا ابوحنیفہ اور پردادا ثابت اور ثابت کے اوپر والی نسلوں کی ہر پیڑھی والے اجدادِ اسماعیل کا یہی عقیدہ ونظریہ اور مذہب ومسلک رہا ہے، اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ جس وقت امام ابوحنیفہ اپنے والدین کے گھر خراسانی شہر نساء یا اس کے مضافات کے کسی دیہات یا قصبہ میں پیدا ہوئے اس وقت والدین ابی حنیفہ نصرانی المذہب ومسیحی المشرب وعیسائی العقائد والنظریات تھے، اور عیسائیوں ویہودیوں اور اس طرح کے مذہب والوں کا عقیدہ اور ایمان ومذہب بھی یہی ہے کہ کلام

[1] كتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل روايت نمبر (٤٠٦، ١/ ٢٢٨) ولسان الميزان ترجمة إسماعيل (١/ ٣٩٩)

اللہ مخلوق ہے۔ معلوم نہیں کہ اسماعیل کے آباء واجداد میں سے کس پیڑھی والے دادا عیسائی المذہب ہوئے کیونکہ اسماعیل کے آباء واجداد سے صرف ان کے پر دادا ثابت کا قبول اسلام ثابت ہے، ان سے اوپر والے اجدادِ اسماعیل سے کسی کا قبول اسلام ثابت نہیں، مگر بعض احناف بشمول کوثری ومصنف انوار کا دعوی ہے کہ ثابت جب پیدا ہوئے تو ان کے والدین مسلمان تھے، یہ دعوی اگر چہ از روئے تحقیق باطل اور خالی از دلیل معتبر ہے مگر اس سے بیش از بیش امام ابوحنیفہ کے دادا کا مسلمان ہونا ثابت ہوتا ہے اور مسلمان ہونے سے پہلے امام ابوحنیفہ کے دادا بہر حال عیسائی المذہب تھے، اگر چہ کوثری وکوثریہ اور دیوبندی ودیوبندیہ بشمول مصنف انوار انھیں قبول اسلام سے پہلے مجوسی المذہب مانتے ہیں، اور مجوسی مذہب کا بھی عقیدہ ہے کہ کلام اللہ مخلوق ہے۔ اگر چہ امام ابوحنیفہ کے دادا کا مجوسی المذہب ہونا از روئے تحقیق بے دلیل ہے۔

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ امام ابوحنیفہ نبطی الاصل ہیں جن کا مذہب بہت زمانے سے نصرانی وعیسائی چلا آ رہا تھا، اور نصرانی وعیسائی ہونے سے پہلے یہ خاندان، جو درحقیقت بخت نصر ونماردۂ بابل کا ہم مذہب تھا جو بذات خود مدعیان الوہیت یا مدعیان جزءِ الٰہی تھے، کلامِ الٰہی یعنی اپنے ہی کلام کے مخلوق ہونے کے معتقد تھے، بعض لوگوں نے امام ابوحنیفہ کو سندھی الاصل یعنی ہندوستانی یا کابلی بھی کہا ہے اور کابل اس زمانے میں ہندوستان میں شامل تھا۔ ہندوؤں کے مذاہب اگر چہ مختلف ہیں مگر اس پر سب متفق ہیں کہ کلام الٰہی تخلیق الٰہی ہے جیسا کہ ہم نے مذاہب ہنود سے متعلق اپنے ایک غیر مطبوع محاضرہ میں واضح کیا ہے، اس لیے اسماعیل کا یہ بیان اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہے کہ ان کے آباء واجداد کا دین وایمان، مذہب ومسلک، عقیدہ ونظریہ خلقِ کلام اللہ تھا، اگر چہ اسماعیل کا غیر ثقہ بلکہ کذاب ہونا ہم گزشتہ صفحات میں واضح کر آئے ہیں مگر "قد یصدق الکذوب" کے محاورہ ومثال کے مطابق بہت بڑے کذاب بھی کبھی کبھار کوئی بات سچ بول دیا کرتے ہیں، یہ مثل متواتر المعنی حدیث نبوی کے مطابق ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابلیس لعین اگر چہ کذوب (بہت بڑا کذاب و دروغ باف) ہے، پھر بھی اس نے آیت الکرسی کا خاصہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بتلانے میں سچ بول دیا، بالکل یہی معاملہ اسماعیل کی اس زیر بحث بات کا بھی ہے۔

ولادتِ ابی حنیفہ کے وقت والدین ابی حنیفہ خراسان ہی میں تھے اور وہیں خراسان ہی میں قرائن قویہ کے مطابق ائمۂ جہمیہ ومبلغین مذہبِ جہم میں سے کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے، اور ظاہر ہے کہ انھیں جہمیہ کے عقائد ونظریات اپنے نصرانی مذہب یا مجوسی یا قدیم نبطی مذہب یا ہندو مذہب سے زیادہ موافق محسوس ہوئے، اس لیے انھوں نے جہمی مرجی مذہب کسی جہمی امام ومبلغ کے ہاتھ پر قبول کیا اور انھیں کی متابعت میں ان کے گھر والے بشمول امام ابوحنیفہ بھی مسلمان ہوئے اور اپنے اس نئے اسلامی مذہب کی تعلیم وتربیت کی خاطر انھوں نے جہم بن صفوان کی کسی زوجہ (جو کبھی اس کی لونڈی بھی رہ چکی تھی) کو بطور اتالیق ومعلّمہ ومؤدبہ ومدرسہ اپنے گھر میں رکھ لیا، جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

یہ اس بات کی دلیلِ صریح ہے کہ والد ابی حنیفہ نصرانی یا مجوسی یا قدیم نبطی یا ہندو مذہب سے منتقل ہو کر جب وابستۂ اسلام ہوئے تو مذہبِ جہم کے متبع وپیرو بنے اور اپنے والدین کی متابعت میں امام ابوحنیفہ کا بھی یہی حال ہوا، چونکہ امام ابوحنیفہ جواں سال ہونے تک خراسان ہی میں متوطن وسکونت پذیر رہے اس لیے خراسانی لوگوں کو بھی امام ابوحنیفہ کے اس مسلک ومذہب وعقیدہ ونظریہ کی خبر تھی اسی بنا پر پورے خراسان میں یہ صدا گشت کر رہی تھی کہ امام ابوحنیفہ جہمی المذہب خصوصاً جہمی مذہب کے

امتیازی وخصوصی عقیدۂ خلق قرآن کے معتقد ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب امام ابو یوسف شاگرد ابی حنیفہ وفاتِ ابی حنیفہ کے کچھ دنوں بعد ولی عہد حکومت مہدی کے ساتھ خراسان گئے تو وہاں کے بعض لوگوں نے کسی بھی خراسانی کو مستثنیٰ کیے بغیر کہا کہ تمام اہل خراسان کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ جہمی المذہب نیز خلق قرآن کے معتقد تھے۔ امام ابو یوسف کے لیے تمام اہل خراسان کی اس بات کی تردید کے لیے کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا اور چار و ناچار انھوں نے تسلیم کیا کہ ہاں امام ابوحنیفہ فی الواقع جہمی ومعتقد خلق قرآن تھے اور اسی مذہب ومسلک وعقیدہ ونظریہ پر امام ابوحنیفہ فوت بھی ہوئے۔[1]

اس سلسلے کی ایک اور روایت ملاحظہ ہو:

"قال الإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل: حدثني عبد الله بن عون بن الخزاز أبو محمد، وكان ثقة، ثنا شيخ من أهل الكوفة قيل لعبد الله بن عون هو أبو الجهم؟ فكأنه أقر أنه هو، قال: سمعت سفيان الثوري يقول: قال له حماد بن أبي سليمان: اذهب إلى الكافر، يعني أبا حنيفة، وقل له: إن كنت تقول: إن القرآن مخلوق، فلا تقربنا."[2]

''ابوجہم نے کہا کہ میں نے سفیان ثوری کو کہتے سنا کہ مجھے حماد نے حکم دیا کہ ابوحنیفہ کافر سے کہہ دو کہ جب وہ خلق قرآن کے معتقد ہو گئے ہیں تو اب میرے قریب بھی نہ آئیں یعنی مجھ سے کوئی ربط وتعلق نہ رکھیں نہ میری درسگاہ میں پڑھیں، نہ مجھ سے ملیں۔''

اس روایت کی سند بہت پختہ اور صحیح ہے اور گذشتہ صفحات میں ہماری ذکر کردہ اس معنی کی روایات میں سب سے قوی ہے، حماد سے اس کے راوی امام سفیان ثوری نہایت پختہ کار ثقہ متفق علیہ معتبر امام ہیں، اور ان سے اس روایت کے ناقل امام ابوجہم ازرق بن علی یمامی ثقہ امام ہیں، جیسا کہ عام کتب رجال میں مسطور ہے، اور ابوجہم سے اس کے ناقل امام ابو محمد عبداللہ بن عون الخزاز ہلالی بھی نہایت پختہ کار ثقہ امام ہیں، ان کا ترجمہ عام کتب رجال میں موجود ہے، اور ابو محمد ہلالی سے اسے امام عبداللہ بن احمد بن حنبل نے اپنی کتاب السنۃ میں نقل کیا جو متفق علیہ ثقہ امام ہیں، لہٰذا یہ روایت بہت صحیح ہے اور اپنی معنوی شواہد ومتابعات سے مل کر اس کی قوت بہت بڑھ جاتی ہے۔

اس کے باوجود کتاب السنۃ کے محقق ومحشی نے کہا ہے:

''اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے، نیز اس کے لیے آنے والی روایت نمبر (۲۴۱) پر ہماری تعلیق دیکھیے، آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ اس کی سند میں کیا علت ہے؟ اور یہ ہو سکتا ہے کہ یہ بات اوہامِ حماد میں سے ہو۔''

ہمیں بہت افسوس ہے کہ اس طرح کے دکاترہ اور پی۔ ایچ۔ ڈی حضرات بھی نہایت معروف جامعات سے اسانید دکتورہ لے کر نکلتے ہیں جو اس طرح کی غیر علمی وغیر تحقیقی باتیں لکھتے ہیں۔ ہم نے اس روایت کی سند کے تمام رواۃ کا تعارف کرا دیا ہے کہ وہ سب ثقات ہیں اور یہ سند بالکل متصل اور ہر طرح کی علت قادحہ سے محفوظ ہے، پھر معلوم نہیں محقق پی۔ ایچ۔ ڈی

[1] اللمحات (٤/ ١٤٦۔ ١٥٧) نیز اللمحات (٢/ ١٦۔ ٧٥)

[2] كتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل روایت نمبر (٢٩، ١/ ١٨٤)

صاحب کو اس کی سند کا کوئی راوی کیسے مجہول نظر آ گیا؟ اور جب اس کی سند میں انھیں کوئی مجہول راوی نظر آ گیا تو اس کے غیر معتبر ہونے کے لیے یہ بات بہت کافی تھی، پھر انھیں یہ کہنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی کہ یہ بات ''اوہامِ حماد'' میں سے ہے جب کہ یہ معلوم ہے کہ سفیان ثوری، شعبہ اور ہشام دستوائی کا حماد سے سماع اختلاطِ حماد سے پہلے کا ہے، لہٰذا اسے اوہامِ حماد میں سے کہنا بالکل غلط روی ہے، اور پی - ایچ - ڈی صاحب کا یہ کہنا کہ اس سلسلے میں روایت نمبر (۲۴۱) دیکھیے تو روایت نمبر (۲۴۱) ایک ہی روایت کے بعد اس طرح ہے:

"قال الإمام عبد الله: حدثني إسحاق بن أبي يعقوب الطوسي حدثنا أحمد بن عبد الله بن يونس عن سليم المقرئ عن سفيان الثوري قال: سمعت حمادا يقول: ألا تعجب من أبي حنيفة يقول: القرآن مخلوق قل له: يا كافر يا زنديق!"[1]

''سفیان ثوری نے حماد سے کہتے ہوئے سنا کہ کیا یہ تعجب خیز بات نہیں کہ ابوحنیفہ خلق قرآن کے معتقد ہیں؟ ان سے جا کر کہو کہ اے کافر و زندیق!'' (تم نے یہ کون سا عقیدہ اختیار کر لیا ہے؟)

یہ روایت تو اوپر والی روایت نمبر (۱۳۹) کی معنوی شاہد ومتابع ہے، دونوں روایتوں میں کوئی معنوی فرق نہیں، اسے سفیان ثوری سے نقل کرنے والے سلیم بن عیسٰی مقری کا ثقہ ومعتبر ہونا ہم واضح کر آئے ہیں، ان کی بابت پی - ایچ - ڈی صاحب نے بقلم خود لکھا ہے کہ انھیں امام عقیلی کے "مجهول وحديثه منكر" کہنے کو امام ذہبی نے یہ کہہ کر ردّ کر دیا ہے کہ "بل إمام في القراءة، جائز الحديث" یعنی ان پر تجریح عقیلی غیر صحیح ہے کیونکہ موصوف مجہول ہونے کے بجائے تجوید وقراءت کے معروف امام ہیں اور ان کی حدیث منکر نہیں بلکہ وہ جائز الحدیث یعنی ثقہ ومعتبر ہیں۔[2]

نیز ہم مزید کہتے ہیں کہ جس سلیم بن عیسٰی کو امام عقیلی نے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے وہ سلیم بن عیسی قاری یا مقری نہیں ہے کیونکہ اسے امام عقیلی نے لفظ قاری یا مقری سے متصف نہیں کیا ہے نیز اس کی کنیت ابو یحییٰ بتلائی گئی ہے جب کہ سلیم بن عیسی قاری یا مقری کی کنیت غایۃ النہایۃ وغیرہ میں ابوعیسی یا ابومحمد بتلائی گئی ہے، لہٰذا مجہول والے سلیم بن عیسی ابو یحییٰ قطعی طور پر سلیم بن عیسی قاری مقری ابوعیسی ابومحمد سے مختلف کوئی فی الواقع مجہول ومنکر الحدیث راوی ہے، اور یہ بہت مستبعد بات ہے کہ سلیم بن عیسٰی قاری مقری جیسے مشہور ومعروف امام القراء سے امام عقیلی ناواقف ہوں اور اس ناواقفیت کے باعث انھیں مجہول ومنکر الحدیث کہیں جب کہ سلیم بن عیسٰی قاری مقری ابوعیسٰی ابومحمد کا ثقہ وجائز الحدیث راوی ہونا عام اہل علم کے یہاں متحقق ہے، یہی وجہ ہے کہ حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں دونوں سلیم بن عیسی کے درمیان تفریق کی ہے ایک کو قاری ومقری کے وصف سے متصف بتلایا ہے جن پر کوئی جرح وقدح نہیں بلکہ اپنی دوسری کتاب المغنی فی الضعفاء میں انھیں معروف امام جائز الحدیث کہا اور دوسرے کو لفظ قاری ومقری سے متصف نہیں بتلایا اور انھیں مجہول ومنکر الحدیث کہا نیز کہا کہ ان سے صرف ایک ہی منکر وباطل روایت مروی ہے۔[3]

---

[1] كتاب السنة للإمام عبد الله (١/ ١٨٤ـ ١٨٥) [2] تعليق محقق المغني في الضعفاء (١/ ٢٨٥)

[3] ميزان الاعتدال (١/ ٢٣١، ترجمة: ٣٥٤)

ہم کہتے ہیں کہ اس مجہول سلیم بن عیسی ابو یحییٰ کی طرف اس ایک عدد منکر روایت کا انتساب بھی غیر صحیح ہے کیونکہ سلیم سے یہ روایت کا تب لیث بن سعد ابو صالح عبداللہ بن صالح بن محمد بن مسلم جہنی نے نقل کی ہے جو کثیر الغلط صدوق راوی ہیں، اور ان کثیر الغلط کا تبِ لیث سے اس کے راوی یحییٰ بن عثمان بن صالح مصری بھی مجروح ہیں۔[1] لہٰذا اس ایک عدد منکر روایت کی ذمہ داری بھی موصوف سلیم بن عیسی ابو یحییٰ پر عائد نہیں ہوتی، اور ہمارے زیر نظر سلیم بن عیسی قاری مقری تو بہر حال ان ابو یحییٰ سلیم بن عیسی سے مختلف راوی ہیں، ان کا ترجمہ مصنف میزان الاعتدال امام ذہبی نے اپنی دوسری کتاب سیر اعلام النبلاء (۹/ ۳۷۵، ۳۷۶) میں لکھا ہے کہ موصوف سلیم بن عیسی بن سلیم بن عامر ابو عیسیٰ ابو محمد حنفی شیخ القراء اور مشہور قاری حمزہ زیات کے جانشین ہیں، ان کے اساتذہ وتلامذہ فلاں فلاں ہیں، یہ ۱۸۸ یا ۱۸۹ھ میں فوت ہوئے۔

بہر حال سلیم بن عیسی مقری ثقہ ومعتبر راوی ہیں ان سے زیر نظر روایت متعدد رواۃ نے نقل کی ہے، ان میں سے ایک راوی ابونعیم ضرار بن صرد بھی ہیں، ان کی روایت کا ذکر امام بخاری نے اپنی تاریخ کبیر (۴/ ۱۲۷) زیر نظر ترجمہ سلیم قاری میں بھی کیا ہے، نیز سلیم قاری سے یہ روایت دوسرے رواۃ نے نقل کی ہے جس کی اچھی خاصی تفصیل ہم بیان کر آئے ہیں، اور یہ سارے رواۃ اسے سلیم قاری سے نقل کرنے میں ایک دوسرے کے متابع ہیں، سلیم قاری سے اس کی نقل میں ایک دوسرے کی متابعت کرنے والوں میں زیر نظر روایت کی سند کے مطابق امام احمد بن عبداللہ بن یونس بھی ہیں جو بہت زیادہ ثقہ ومعتبر ہیں، اور احمد بن عبداللہ بن یونس سے اس کے ناقل سند مذکور کے مطابق اسحاق بن ابی یعقوب طوسی ہیں جن کا ترجمہ موصوف پی - ایچ - ڈی کو اگر چہ نہیں مل سکا لیکن اس سے لازم نہیں آتا کہ ان سے کوئی واقف ہی نہیں کیونکہ ان سے اسے روایت کرنے والے امام عبد اللہ بن احمد بن حنبل جیسے ثقہ امام ضرور واقف تھے تب ہی انھوں نے اسے نقل بھی کیا، نیز پی - ایچ - ڈی صاحب ہی معترف ہیں کہ امام عبداللہ کو ان کے باپ امام احمد جس سے نقل روایت کا حکم دیتے تھے اسی سے امام احمد کے صاحبزادے عبداللہ روایت نقل کرتے تھے، اور یہ معلوم ہے کہ امام احمد معتبر شیخ ہی سے روایت نقل کرتے اور اجازت دیتے تھے، صرف یہی بات حافظ ابن حبان اور ان جیسے ائمہ کے اصول سے طوسی کے ثقہ ہونے کے لیے کافی ہے، خصوصاً اس لیے کہ سلیم قاری سے اس روایت کا منقول ہونا ہماری گزشتہ تفصیل کے مطابق متحقق ہے، امام سفیان ثوری سے اسے نقل کرنے میں سلیم کے بھی کئی متابع ہیں جن میں سے ایک ابوجہم ازرق یمامی جیسے ثقہ امام بھی ہیں، لہٰذا یہ متحقق ہے کہ درسگاہِ حماد میں تحصیلِ علم کے زمانے میں امام ابوحنیفہ نے اپنے اس عقیدۂ خلق قرآن کا اظہار کرنا شروع کر دیا تھا، جس کا اظہار موصوف نے خراسان سے عراق آنے کے بعد کچھ دنوں تک کے لیے مصالح کے پیش نظر بند کر دیا تھا، چنانچہ عقیدۂ خلق قرآن کے اظہار پر واقف ہو کر امام ابوحنیفہ کے استاذِ خاص حماد بہت برافروختہ ہوئے، انھوں نے اپنی درسگاہ میں آنے اور کسی قسم کا ربط وضبط کرنے پر امام ابوحنیفہ کے لیے پابندی لگادی، اس پر بھی جب امام ابوحنیفہ اپنے عقیدۂ خلق قرآن سے تائب ورجوع کنندہ نہ ہوئے تو انھوں نے ثقہ شاہدین کی بھاری جماعت کے ساتھ سرکاری عدالت میں ان کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا اور سرکاری عدالت کی نہایت خوفناک تہدید وتوعید سے خائف ہو کر تقیۃً ومصلحتاً یا سرکاری وضاحت سے اپنے اس عقیدۂ خلق قرآن کے بطلان پر واقف ہو کر حقیقتاً واخلاصاً امام ابوحنیفہ نے اپنے

[1] ميزان الاعتدال ترجمة يحى بن عثمان بن صالح مصري وعام كتب رجال.

اس عقیدہ سے رجوع کر لیا جیسا کہ دونوں طرح کی روایات اس سلسلے میں موجود ہیں، جن کی کسی قدر تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر بھی چکی ہے۔

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہا:

"حدثني سفيان بن وكيع قال: سمعت عمر بن حماد بن أبي حنيفة قال: أخبرني أبي حماد بن أبي حنيفة قال: أرسل ابن أبي ليلى إلى أبي فقال له: تب مما تقول في القرآن: إنه مخلوق، و إلا أقدمت عليك بما تكره، قال: فتابعته، قلت: يا أبت كيف فعلت ذا؟ قال: يا بني خفت أن يقدم علي فأعطيت تقية." [1]

''امام ابوحنیفہ کے لڑکے حماد نے کہا کہ قاضی ابن ابی لیلی نے میرے باپ ابوحنیفہ کو بلا کر کہا کہ آپ اپنے عقیدۂ خلق قرآن سے توبہ کر لیجیے ورنہ میں آپ کے خلاف ایسی کارروائی کروں گا جو آپ کے لیے ناپسندیدہ ہوگی (متعدد روایات میں ہے کہ قاضی ابن ابی لیلی نے امام ابوحنیفہ کے رجوع نہ کرنے کی صورت میں قتل کی سزا دیگر لاشۂ ابی حنیفہ کو نذر آتش کرنے کی دھمکی دی تھی) لہٰذا میں نے اپنے اوپر اقدامِ ابن ابی لیلی والی دھمکی سے خائف ہو کر بطور تقیہ عقیدۂ خلق قرآن سے توبہ کر لی۔''

مذکورہ بالا روایت مصنف انوار وفرقۂ دیوبندیہ وکوثریہ وحنفیہ مرجیہ کے اصول کے مطابق صحیح ہے کیونکہ اس واقعہ کے راوی حماد صاحب زادۂ ابی حنیفہ کو یہ لوگ ثقہ، معدوم الوجود چہل رکنی مجلس تدوین کا رکن اور اس مجلس کے ہر رکن کو ثقہ قرار دیتے ہیں۔ (کما تقدم) اور صاحب زادۂ ابی حنیفہ سے اس کے راوی صاحبزادۂ حماد عمر بن حماد بن ابی حنیفہ کو کوثری نے بحث نسب ابی حنیفہ میں ثقات میں شمار کیا ہے۔[2]

اور کوثری کی اس بات سے سارے کوثریہ و دیوبندیہ حنفیہ متفق ہیں، کسی نے بھی اس کی تردید وتغلیط نہیں کی اور کسی بھی حنفی نے امام ابوحنیفہ کے اس پوتے عمر بن حماد بن ابی حنیفہ کو غیر ثقہ ومجروح ومجہول نہیں کہا ہے، اور عمر بن حماد بن ابی حنیفہ سے اس روایت کے ناقل چہل رکنی مجلس تدوین کے رکن رکین امام وکیع کے صاحبزادے سفیان ہیں جو اصول کوثریہ دیوبندیہ حنفیہ کے مطابق ثقہ ہیں، اور عام ائمہ حدیث نے بھی ان کی توثیق کی ہے، آخری عمر میں ان پر غفلت طاری ہونے کے سبب ان کی کتابوں میں ان کے ناخدا ترس وراق نے الحاق کر دیا، اس لیے اس غفلت کے بعد کی روایات پر اہل علم کو کلام ہے مگر امام عبداللہ بن احمد بن حنبل سے یہ بہت مستبعد ہے کہ وہ سفیان پر غفلت طاری ہونے کے بعد سفیان بن وکیع سے روایت کرنے کے روادار ہوئے ہوں، مزید یہ کہ سفیان سے یہ بات نقل کرنے میں کئی رواۃ نے امام عبداللہ بن احمد بن حنبل کی معنوی متابعت کی ہے جیسا کہ گزرا، لہٰذا یہ روایت اصول مصنف انوار سمیت کوثریہ دیوبندیہ حنفیہ صحیح ہے اور اس معنی کی اور بھی روایات ہیں جن کے مفصل ذکر کو ہم پسند نہیں کرتے۔

الغرض امام ابوحنیفہ خراسان سے عراق آنے کے بعد کچھ دنوں تک عقیدۂ خلق قرآن کے اظہار سے خاموش رہے، پھر

---

[1] كتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل روايت نمبر (٢٣٨، ١/ ١٨٣، و أخرجه ايضا ابن حبان والخطيب بمعناه)

[2] تانيب الخطيب و متعدد تعليقات وحواشي كوثري.

اپنے استاذ حماد ہی کی زندگی میں ۱۱۹ھ یا ۱۲۰ھ سے پہلے فرطِ جذبات میں آ کر اس کا اظہار کرنے لگے جس کے خلاف اپنے استاذ حماد اور ان کے تلامذہ و معتقدین کے ردعمل، نیز حماد کی شکایت پر سرکاری عدالت کی تہدید سے خوف زدہ ہو کر یا اس عقیدہ کے بطلان پر اہل علم خصوصاً سرکاری عدالت کے دلائل سے واقف ہو کر حقیقتاً و اخلاصاً اپنے عقیدۂ مذکورہ سے تائب ہو گئے مگر تھوڑے ہی دنوں بعد یکے بعد دیگرے امام صاحب کی تحقیق ورائے بدل جاتی رہی اور وہ بار بار اس عقیدہ سے تائب یا اس کے معتقد ہوتے رہے، آخر موصوف اسی عقیدہ و مذہب پر روایت معتبرہ کے مطابق فوت ہوئے۔

ہم امام ابوحنیفہ کے پوتے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ والی یہ روایت معتبرہ نقل کر آئے ہیں کہ عقیدۂ خلق قرآن میرا اپنا عقیدہ و مذہب وایمان بھی ہے اور میرے آباء واجداد کا بھی۔ اس روایت کو ہم نے جس سند سے (ص: ۸) نقل کیا ہے، اس کے سارے رواۃ اگرچہ ثقات ہیں اور ان کی یہ سند متصل بھی ہے اور اس میں کوئی علت قادحہ نہیں پائی جاتی مگر ناظرین کرام کی تسکین خاطر واطمینان کے لیے ہم یہاں پر اس کے رواۃ کا تعارف وترجمہ پیش کر رہے ہیں۔ ناظرین کرام بغور وبنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں۔

اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ کا تذکرہ:

الحاصل امام ابوحنیفہ موروثی طور پر جہمی المذہب ومعتقد خلق قرآن رہے اور ان کے صاحبزادے حماد کا بھی یہی مذہب ومسلک وعقیدہ رہا اور یہی مذہب ومسلک وعقیدہ ونظریہ موروثی طور پر اسماعیل کو بھی ملا، لہٰذا انھوں نے جو صاف صاف علی الاعلان کہا کہ میرا اور میرے باپ دادا وآباء واجداد کا مذہب وعقیدہ ودین وایمان یہی ہے تو اسے بیان کرنے میں اسماعیل حق بجانب اور صادق القول ہیں۔

اسماعیل موصوف سب سے پہلے محمد امین الرشید کے دور خلافت میں بغداد کے ایک حصہ رصافہ کے قاضی ۱۹۴ھ میں بنائے گئے۔[1] جب اسماعیل ۱۹۴ھ میں قاضئ رصافہ بنائے گئے تو اگرچہ وہ پہلے ہی سے موروثی طور پر جہمی المذہب، معتقد خلق قرآن تھے مگر اب زیادہ وضاحت وصراحت کے ساتھ اسے اپنا دین ومذہب، نیز اپنے تمام آباء واجداد کا مذہب وعقیدہ بتلانے لگے۔

روایت مذکورہ کی تصحیح (ترجمہ ابوعمرو شیبانی)

اسماعیل سے اس بات کے ناقل امام ابوعمرو شیبانی اسحاق بن مرار صدوق، ثقہ، معتبر، وسیع العلم اور صحیح الحدیث راوی ہیں، ان کے سال وفات میں اختلاف ہے، کسی نے ۲۰۶ھ بتلایا، کسی نے ۲۱۰ھ، تہذیب التہذیب ترجمہ ابوعمرو الشیبانی میں بحوالۂ احمد بن کامل ان کا سال وفات ۹۲ھ چھپا ہوا ہے، اور ہم بتلا چکے ہیں کہ حیدر آباد ہند کے طبع میں بہت ساری غلطیاں وتصحیفات واقع ہوئی ہیں، اس لیے زیادہ قرین صحت قول یہ ہے کہ موصوف ۲۱۰ھ میں فوت ہوئے، حافظ خطیب نے صرف یہی ایک قول ان کے سال وفات کی بابت نقل کیا ہے، موصوف ابوعمرو الشیبانی نے طویل عمر پائی، بعض نے کہا کہ موصوف نے ایک سو بیس سال عمر پائی، بعض نے نوے سال سے زیادہ، بعض نے ایک سو سال سے کچھ زیادہ ان کی عمر بتلائی، ہمارے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ موصوف نے ایک سو سال سے کہیں زیادہ عمر پائی اور ۲۱۰ھ میں وفات پائی۔ اس اعتبار سے موصوف کا سال ولادت لگ بھگ ۱۱۰ھ قرار پاتا ہے۔[2]

---

[1] خطیب ترجمة إسماعيل بن حماد بن أبي حنيفة (٦/ ٢٣٤) اور عام کتب تاریخ.

[2] ان کے ترجمہ کے لیے تاریخ بغداد للخطیب (٦/ ٣٢٩- ٣٣٢) وتهذيب التهذيب (١٢/ ٢٠١، ٢٠٢) ملاحظہ ہوں۔

امام ابوعثمان سعید بن صبیح کا ترجمہ:

ابوعمرو الشیبانی سے اسے نقل کرنے والے بقول اسحاق بن ابراہیم بن عم احمد بن منیع کئی افراد ہیں، جن میں سے ایک کا نام ہماری ذکر کردہ سند میں ابوعثمان سعید بن صبیح بتلایا گیا ہے، یعنی کہ اسے ابوعمرو شیبانی سے نقل کرنے میں ابوعثمان سعید بن صبیح کی متابعت متعدد رواۃ نے کی ہے، نیز یہ روایت کئی دوسری سندوں سے بھی معنوی طور پر مروی ہے، ابوعثمان بن صبیح سے مراد امام الشیخ ابو عثمان سعید بن محمد بن صبیح بن الحداد المغربی (مولود ۱۱۸/ ۱۱۹ھ ومتوفی ۲۲۳ھ) ہیں جو بہت بڑے اہل حدیث امام تھے اور ثقہ بھی۔[1]

ترجمہ اسحاق بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن منیع بغوی:

امام ابوعثمان سعید بن محمد بن صبیح بن الحداد مغربی سے اسے نقل کرنے والے امام اسحاق بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن منیع بغوی (متوفی ۲۵۶ھ) صحیح البخاری کے رواۃ میں سے ہیں، ان کا ثقہ ہونا متفق علیہ ہے۔[2]

یہی بات اسماعیل موصوف سے امام عبداللہ بن احمد بن حنبل نے دوسری سند کے ساتھ اس طرح نقل کی ہے:

"حدثني أبو موسى الأنصاري سمعت إسماعيل بن حماد بن أبي حنيفة يقول هو دينه ودين آبائه، يعني القرآن مخلوق"[3]

''ابوموسیٰ انصاری اسحاق بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن یزید الخطمی المدنی (متوفی ۲۴۴ھ) نے کہا کہ میں نے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ کو کہتے سنا کہ ان کا اپنا دین ومذہب وعقیدہ ونظریہ ومسلک یہی ہے کہ قرآن مخلوق ہے اور یہی میرے آباء واجداد کا بھی عقیدہ ہے۔''

ابوموسیٰ انصاری نہایت پختہ کار ثقہ، صدوق ومتقن امام ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ اسماعیل کی یہ بات نقل کرنے میں امام ابوعمرو الشیبانی وامام ابوعثمان سعید بن محمد بن صبیح واسحاق بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن منیع بغوی تینوں ثقہ ائمہ کی متابعت اتنے پختہ کار امام موسیٰ انصاری نے کر رکھی ہے۔

محقق کتاب السنۃ للامام عبداللہ بن احمد بن حنبل سے متعلق وضاحت:

ہمارے پاس کتاب السنۃ للامام عبداللہ بن احمد بن حنبل کا جو نسخہ ہے اس پر تحقیق وتحشیہ آرائی کسی محمد بن سعید قحطانی نے پی - ایچ - ڈی (دکتورہ) کی سند حاصل کرنے کے لیے کی ہے اور اپنا مشرف استاذ دکتور برکات کو اور مناقش فضیلۃ الشیخ عبد الرزاق عفیفی واستاذ دکتور محمود خفاجی کو بتلایا ہے۔ موصوف نے روایت نمبر (۴۰۶) یعنی زیر نظر روایت سے پہلے ہماری نقل کردہ روایت پر یہ تحشیہ آرائی کی ہے:

---

[1] ملاحظہ تفصیل کے لیے سیر أعلام النبلاء (۱۴/ ۲۰۵- ۲۱۴) ومعالم الإيمان في رجال قيروان (۲/ ۹۵- ۳۱۵) وطبقات النحويين واللغويين (ص: ۲۳۹- ۲۴۳) وأنباه الرواة (۲/ ۵۳- ۵۴) والوافى بالوفيات (۱۵/ ۱۷۹، ۱۸۰ و ۳۵۶) ومرآة الجنان (۲/ ۲۴۰) وشذرات الذهب (۲/ ۲۳۸) والعبر للذهبى (۲/ ۱۲۲)

[2] تهذيب التهذيب ورجال الصحيحين.

[3] كتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل روايت نمبر (۲۳۵، ۱/ ۱۸۲)

"في سنده من لم أقف له على ترجمة، وهو أبو عثمان سعيد بن صبيح."

''اس کی سند میں واقع راوی ابوعثمان سعید بن صبیح کے ترجمہ پر میں واقف نہیں ہوسکا۔''

لیکن ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ ہم نے موصوف کا ترجمہ مع حوالجاتِ کثیرہ نقل کردیا ہے، اور زیرنظر ابوموسی انصاری والی روایت کی سند کے بنیادی راوی ابوموسی کو ثقہ کہا ہے اور یہ بہت ظاہر بات ہے کہ ابوموسی انصاری نے (۴۰۶) نمبر والی روایت کے سبھی رواۃ کی متابعت کر رکھی ہے، اس لیے یہ روایت اسماعیل تک صحیح ہے، مزید برآں اسماعیل سے معنوی طور پر اسے نقل کرنے والے دوسرے متعدد ثقہ افراد ہیں۔

محقق ومحشی موصوف نے (۲۳۵) نمبر والی روایت پر ایک حاشیہ یہ لکھا ہے:

"زاد ابن عبد البر: قال بشر بن الوليد أما رأيك فنعم، وأما رأي آبائك فلا."

''اس روایت میں حافظ ابن عبدالبر نے یہ اضافہ کیا ہے کہ اسماعیل کی اس بات کو سن کر بشر بن الولید نے اسماعیل کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ عقیدہ مذکورہ تمھارا تو ضرور ہے ہی مگر تمھارے آباء واجداد کا نہیں ہے۔''

اس سے ناظرین کرام یہی سمجھتے ہوں گے کہ کتاب السنۃ والی روایت نمبر (۲۳۵) کی جو سند ہے وہی حافظ ابن عبدالبر کی بیان کردہ سند بھی ہے اور اسی میں بشر بن الولید کا اضافۂ مذکورہ منقول ہے، حالانکہ یہ بات صحیح نہیں کیونکہ بشر بن الولید والی جو روایت حافظ ابن عبدالبر نے الانتقاء (ص: ۱۶۶) میں نقل کی ہے وہ کتاب السنۃ والی زیرنظر روایت سے سنداً ومتناً مختلف ہے۔ چنانچہ بشر والی سند یہ ہے:

"قال (أي أبو يعقوب يوسف بن أحمد الصيدلاني المكي) وأنا أبو حامد أحمد بن إبراهيم قال: نا سهيل بن عامر قال: سمعت بشر بن الوليد يقول: كنا عند أمير المؤمنين المأمون، فقال إسماعيل بن حماد بن أبي حنيفة: القرآن مخلوق، وهو رأيي و رأي آبائي، قال بشر: أما رأيك فنعم، وأما رأي آبائك فلا."

''بشر بن الولید نے کہا کہ ہم امیر المؤمنین مامون الرشید کے پاس موجود تھے کہ اتنے میں اسماعیل بولے کہ قرآن مخلوق ہے یہی میرا دین وایمان ہے اور میرے آباء واجداد کا بھی، بشر نے یہ سن کر کہا کہ تمھارا دین وایمان تو یہ ضرور ہے مگر تمھارے آباء واجداد کا نہیں۔''

اس روایت میں جو بات مذکور ہے وہ خلیفہ مامون الرشید کے دور خلافت کی ہے، ابوعمرو الشیبانی وابوموسی انصاری والی روایت کا تعلق خلافت مامون سے بہت پہلے مامون کے بھائی امین محمد الرشید کے زمانہ خلافت سے متعلق ہے، دونوں کا فرق بہت واضح ہے مگر محقق ومحشی مذکور نے دونوں کو ایک میں ملا کر بالکل غلط طور پر اسے ابوعمرو الشیبانی وابوموسی انصاری والی روایت سے جوڑ دیا ہے۔ پھر بشر والی روایت کی سند بھی صحیح ومعتبر نہیں، اس کے راوی ابو یعقوب یوسف صیدلانی مکی مجہول ہیں اور سہل بن عامر کذاب اور غیر ثقہ ہیں، پھر معتبر روایت کا غیر معتبر سے کیا واسطہ؟ اس میں شک نہیں کہ بشر بن ولید بذات خود خلق قرآن کے معتقد ہونے کے بجائے عام اہل حدیث کا موقف رکھتے تھے، پھر موصوف اس سے بدل گئے اور اس معاملہ میں توقف والا

مسئلہ موصوف نے اختیار کر لیا، پھر بھی موصوف بشر محدثین کے حامی تھے مگر انھوں نے اسماعیل کے آباء کی طرح اسماعیل کے منسوب کردہ عقیدہ کی جونفی کی ہے وہ ان کی اپنی معلومات کے مطابق ہے اور ان کی یہ معلومات امر واقع کے خلاف ہیں۔ (كما لا يخفى) اور اسماعیل اگر چہ غیر ثقہ ہیں مگر ان کے بیان کی تائید وتصدیق دوسرے موثق ذرائع سے موجود ہے۔

یہ طے شدہ بات ہے کہ امام ابوحنیفہ خلق قرآن کے معتقد ضرور تھے، البتہ بات صرف اتنی ہے کہ متعدد روایاتِ معتبرہ میں اپنے اس عقیدۂ خلق قرآن سے موصوف کا رجوع وتوبہ مذکور ہے، اب صرف سوال یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اپنے اس رجوع وتوبہ پر دل وجان سے آمادہ تھے یا تقیۃً آمادہ ہوئے تھے؟ تو ہم دیکھتے ہیں کہ رجوع وتوبہ کے بعد بھی متعدد روایات میں موصوف امام ابو حنیفہ کے دوبارہ معتقد خلق قرآن ہونے کا ذکر معتبر طور پر موجود ہے، جس کے بعد پھر موصوف کو سرکاری وغیر سرکاری عوام وخواص کے دباؤ سے اس عقیدۂ خلق قرآن سے رجوع کرنا پڑا اور اسی قسم کی روایات سے ہمارا بھی یہ حسن ظن قائم ہو گیا تھا کہ امام ابو حنیفہ اپنے اس رجوع وتوبہ پر آخری بار تا حیات قائم رہے اور اسی پر فوت ہوئے، لیکن متعدد روایات معتبرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عقیدۂ خلق قرآن سے امام ابوحنیفہ کا رجوع وتوبہ محض تقیۃً تھا ورنہ وہ حقیقتاً عقیدۂ خلق قرآن اور تجہم وارجاء سے وابستگی کی حالت ہی میں فوت ہوئے جیسا کہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد خاص امام ابو یوسف نے کہا اور اس کی تصدیق دوسرے معتبر ذرائع سے بھی موجود ہے، لہٰذا جس کسی نے امام ابوحنیفہ کے معتقد خلقِ قرآن ہونے کی نفی کی ہے وہ اس کے اپنے علم کے مطابق ہے، اور یہ بہت واضح بات ہے۔ اہل علم کا یہ متفقہ اصول ہے کہ اس طرح کے امور میں نفی پر اثبات مقدم ہوتا ہے۔

بعض روایت میں وارد ہے کہ امام ابوحنیفہ نے خود جہم بن صفوان اور اس کے مذہب وعقائد سے براءت وبیزاری ظاہر کی مگر اس معنی ومفہوم کی کوئی بھی روایت امام ابوحنیفہ سے بسند معتبر مروی نہیں ہے۔

روایاتِ تقیہ پر نظر:

بعض روایات سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ عقیدۂ خلق قرآن کے اظہار کے خلاف جب امام ابوحنیفہ پر سرکاری وغیر سرکاری عوام وخواص کی طرف سے تہدید، توعید، شورش اور ہنگامہ آرائی ہوتی تھی تو امام صاحب مصلحتاً وتقیۃً اپنے اس عقیدہ ومذہب سے رجوع وتوبہ کر لیا کرتے تھے، پھر وہ کچھ دنوں بعد جذبات پر قابو نہ پا کر اس عقیدہ کا اظہار کر بیٹھتے تو انھیں پھر سرکاری وغیر سرکاری خوف سے مصلحتاً وتقیۃً رجوع وتوبہ کرنے پر مجبور ہونا پڑتا تھا، اس معنی ومفہوم کی کئی روایات معتبرہ وغیر معتبرہ کا ذکر گزشتہ صفحات میں آ چکا ہے۔[1] ظاہر ہے کہ اس سلسلے کی روایات غیر معتبرہ روایات معتبرہ کے شواہد ومتابع کے طور پر مقبول ہیں نہ کہ مردود کیونکہ اہل علم کے یہاں یہی طریقۂ عمل رائج ہے۔ جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ ممکن ہے کہ عقیدۂ خلق قرآن سے تقیۃً ومصلحتاً بخوف اقدام سرکاری وغیر سرکاری کے بجائے دلائل اہل علم سے مطمئن ہو کر امام ابوحنیفہ فی الواقع حقیقتاً واخلاصاً اس عقیدہ سے رجوع کر لیا کرتے رہے ہوں، پھر تحقیق بدل جانے کے سبب ان کا عقیدہ بھی بدل جایا کرتا رہا ہو۔ دونوں قسم کی روایات میں تطبیق کی یہ صورت بہتر ہے کہ یہ مانا جائے کہ کبھی تو موصوف محض خوف کے سبب تقیۃً ومصلحتاً عقیدۂ مذکورہ سے رجوع کرتے تھے اور اس عقیدہ کے بطلان پر ائمہ کرام نیز عدالت کے دلائل قاہرہ سے مطمئن ہو کر حقیقتاً واخلاصاً رجوع کرتے تھے،

---

[1] اللمحات (٢/ ١٦، ٥٨ و ٤٦٣- ٥٠٠)

پھر تحقیق بدل جانے سے عقیدۂ مذکورہ کے معتقد ہو جایا کرتے تھے اور یہ سلسلہ برابر قائم رہا، ائمہ کرام نے بکثرت اس کی تصریحات کی ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے عقائد ونظریات اور آراء وخیالات میں بکثرت رد وبدل ہوا کرتا تھا حتی کہ ایک ہی دن میں دس دس بار موصوف کے عقائد ونظریات بدل جایا کرتے تھے، اس طرح کی متعدد روایات معتبرہ امام عبد اللہ بن احمد بن حنبل کی کتاب السنۃ اور دوسری کتب میں موجود ہیں، شائقین ان کا مطالعہ کریں۔

امام ابوحنیفہ کے خلق قرآن کا معتقد نہ ہونے سے متعلق ایک روایت:

یہاں پر ایک اور روایت ملاحظہ ہو:

"قال الإمام البيهقي وأنبأني أبو عبد الله الحافظ إجازة أنا أبو سعيد أحمد بن يعقوب الثقفي ثنا عبد الله بن أحمد بن عبد الرحمن بن عبد الله الدستكي قال: سمعت أبي يقول: سمعت أبا يوسف القاضي يقول كلمت أبا حنيفة سنة جرداء في أن القرآن مخلوق أم لا؟ فاتفق رأيه و رأيي على من قال: القرآن مخلوق فهو كافر. قال أبو عبد الله: رواة هذا كلهم ثقات." [1]

''احمد بن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ الدستکی نے کہا کہ میں نے ابو یوسف قاضی کو کہتے سنا کہ میرا اور ابوحنیفہ کا عقیدۂ خلق قرآن پر پورا سال بھر مکالمہ ومباحثہ چلتا رہا۔ آخر ان کا اور میرا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ معتقد خلقِ قرآن کافر ہے۔ امام ابوبیہقی ابوعبد اللہ سے ناقل ہیں کہ اس روایت کے سبھی رواۃ ثقہ ہیں۔''

اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ دونوں استاذ وشاگرد کے موضوعِ مذکور پر مکالمہ ومباحثہ سے ایسے دلائل قاہرہ سامنے آئے کہ عقیدۂ خلق قرآن کو کفر قرار دینے پر امام ابوحنیفہ آمادہ ہو گئے، پھر بھی یہ روایت اس پر دلالت نہیں کرتی کہ امام ابوحنیفہ اپنے اس موقف پر بعد والے زمانے میں بھی قائم رہے اور روزانہ بکثرت بدلتے رہنے والے اپنے جملہ نظریات کی طرح اس نظریہ سے بھی اپنی تحقیق جدید وتدقیق مزید سے بدل کر معتقد خلق قرآن نہیں ہو گئے، پھر اس روایت سے یہ بھی واضح نہیں ہوتا کہ دلائل قاہرہ سے مجبور ومقہور ہوکر محض مصلحتاً ہی معتقد خلق قرآن کو کافر کہنے لگے، بہر حال معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ بار بار یکے بعد دیگرے عقیدۂ مذکورہ کے معتقد بھی اپنے آپ کو ظاہر کرتے اور مصلحتاً اس کے منکر بھی بن جاتے۔ اس سند کے مدار علیہ راوی ابو یوسف کو امام ابوحنیفہ اور بعض دوسرے ائمہ نے کذاب کہا ہے۔ (کما مر) پھر اس کے سبھی رواۃ ثقات کہاں ہوئے؟

امام ابوحنیفہ اور بعض اصحابِ ابی حنیفہ کے معتقد خلق قرآن نہ ہونے سے متعلق بعض مزید روایات:

"قال الإمام البيهقي: أخبرنا أبو سعد عبد الملك بن أبي عثمان الزاهد أنا إسماعيل بن أحمد الجرجاني حدثنا عبد الملك بن محمد الفقيه ثنا سليمان بن الربيع بن هشام النهدي الكوفي قال: سمعت كادح بن رحمة يقول سمعت أبا بكر بن عياش يقول: من قال: القرآن مخلوق فهو زنديق، قال: وسمعت سليمان يقول: سمعت الحارث بن إدريس يقول: سمعت محمد بن الحسن الفقيه يقول: من قال: القرآن مخلوق فلا تصل خلفه،

[1] الأسماء والصفات للبيهقي طبع بيروت لبنان ١٤٠٥هـ= ١٩٨٤ء (ص: ٢٢١، ٣٢٢)

وقرأت في كتاب أبي عبد الله محمد بن محمد بن يوسف إبراهيم الدقاق بروايته عن القاسم بن أبي صالح الهمداني عن محمد بن أبي أيوب الرازي قال: سمعت محمد بن سابق يقول: سألت أبا يوسف فقلت: أكان أبو حنيفة يقول: القرآن مخلوق؟ قال: معاذ الله، ولا أنا أقوله، فقلت أكان يرى رأي جهم، فقال: معاذ الله ولا أنا أقوله، رواته ثقات."[1]

یعنی ابو بکر بن عیاش کہتے تھے کہ خلقِ قرآن کا معتقد زندیق ہے اور محمد بن الحسن شاگرد ابی حنیفہ کہتے تھے کہ خلق قرآن کے معتقد کے پیچھے نماز نہ پڑھو اور قاضی ابو یوسف کہتے تھے کہ نہ ابوحنیفہ معتقد خلق قرآن تھے نہ میں ہوں، نہ وہ متبع مذہبِ جہم تھے نہ میں ہوں۔

ہم کہتے ہیں کہ پہلی والی روایت کی سند میں کادح بن رحمۃ واقع ہیں جنھیں امام حاکم وابونعیم نے راویٔ موضوعات اور کذاب کہا، نیز انھیں ازدی وابن عدی نے بھی مجروح کہا۔[2] اور ان سے اس کا ناقل سلیمان بن ربیع بن ہشام نہدی کوفی متروک ہے۔[3]

البتہ ابو بکر بن عیاش کا خلق قرآن کے معتقد کو زندیق وکافر کہنا اسانید معتبرہ سے ثابت ہے۔ اسی سلیمان متروک از حارث بن ادریس سے امام محمد شاگرد ابی حنیفہ رحمہ اللہ کا فتوی منقول ہے کہ معتقد خلق قرآن کے پیچھے نماز نہ پڑھو، لہٰذا یہ روایت ساقط الاعتبار ہے اور محمد شاگرد ابی حنیفہ کا جہمی ومعتقد خلق قرآن ہونا بدلائل واضحہ ثابت ہے۔ امام ابو یوسف وابی حنیفہ والی بات کی بابت معلوم ہو چکا ہے کہ اس معاملہ میں امام ابوحنیفہ کے موقف میں آئے دن تغیر ہوا کرتا تھا اور ابو یوسف ہی کا بیان ہے کہ امام ابوحنیفہ جہمی مذہب اور عقیدہ خلقِ قرآن پر فوت ہوئے، البتہ ابو یوسف سے اختلافی قول منقول نہیں مگر وہ بذات خود غیر ثقہ ہیں جس روایت میں وہ منفرد ہوں وہ حجت نہیں، پھر ہمیں تعجب ہے کہ امام بیہقی نے اس کی سند کے رواۃ کو ثقہ کیسے کہہ دیا؟ نیز ابو یوسف سے اس روایت کے ناقل محمد بن سابق سے روایت کنندہ محمد بن ابی ایوب رازی کو بتلایا گیا ہے، اس نام کے کسی راوی کا کتب رجال میں پتہ نہیں، محمد کے باپ کو اگر چہ اس سند میں ابی ایوب کہا گیا ہے مگر درحقیقت یہ ابی ایوب نہیں ایوب ہیں، ان کے نام کے ساتھ ''ابی'' کا لفظ نساخ وکاتب وطابع کی غلطی ہے، بہر حال محمد کے باپ ایوب ہیں اور ایوب کے باپ کا نام ہشام رازی ہے اور محمد بن ایوب بن ہشام رازی کذاب ہیں۔[4] اور کذاب راوی کو بیہقی کا ثقات میں شمار کر لینا قطعا خلاف تحقیق ہے، اس کذاب سے اس روایت کے ناقل قاسم بن ابی صالح ہمدانی کی بابت امام صالح کی صراحت ہے:

"كان صدوقا متقنا لحديثه، وكتبه صحاح بخطه، فلما وقعت الفتنة ذهبت عنه كتبه، فكان يحدث من كتب الناس، وكف بصره وسماع المتقدمين عنه أصح، وقال عبدالرحمن الأنماطي، كنت أتهمه بالميل إلٰى التشيع، توفي سنه ٣٦٨هـ."[5]

''قاسم صدوق وپختہ کار راوی حدیث تھے، ان کے اپنے خط کی لکھی ہوئی کتابیں صحیح ہیں لیکن وقوع فتنہ کے بعد موصوف کی کتابیں ضائع ہوگئیں، لہٰذا وہ دوسروں کی کتابیں دیکھ کر پڑھاتے تھے، پھر وہ اندھے بھی ہو گئے۔ ان

[1] الأسماء والصفات للبيهقي (ص: ٣٢١)
[2] لسان الميزان (١٤/ ٤٨٠، ٤٨١) وعام كتب تراجم ضعفاء.
[3] لسان الميزان (٣/ ٩١)
[4] لسان الميزان (٥/ ٨٦، ٨٧)
[5] لسان الميزان (٤/ ٤٦٠)

سے متقدمین کی روایات اصح ہیں یعنی غیر متقدمین کی روایات مشکوک ہیں۔ عبدالرحمٰن انماطی کا کہنا ہے کہ میں انھیں شیعی جانتا رہا، یہ ۳۶۵ھ میں فوت ہوئے۔''

پتہ نہیں کہ ان سے روایت مذکورہ ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن ابراہیم دقاق نے کب سنی؟ الحاصل یہ روایت بھی سنداً غیر معتبر ہے۔ یہ روایت کتاب السنۃ للالکائی (۲/ ۲۶۹) میں منقول ہے، اس کی سند میں بھی محمد بن ایوب بن ہشام رازی کذاب موجود ہے اور اس سے اس روایت کا ناقل محمد بن مہرویہ بن عباس رازی ہے جو متہم بالکذب قرار دیا گیا ہے۔[1] ظاہر ہے ایسی مکذوب وموضوع روایت، جو روایاتِ معتبرہ کے خلاف ہو، حجت نہیں ہوسکتی۔

اس معنی ومفہوم کی ایک اور روایت السنۃ لالکائی (نمبر: ۴۷۱-۴۷۲، ۲/ ۲۶۹، ۲۷۰) میں منقول ہے اور دونوں میں مکرم موجود ہیں جن کی کتاب مناقبِ ابی حنیفہ مکذوب ہے۔ (کما مر) اور اپنے جس استاذ ابن عطیہ المعروف بابن المغلس سے مکرم نے اسے نقل کیا ہے وہ کذاب ہے۔ (کما تقدم مرارا) نیز نمبر (۴۷۲) والی روایت کا مفہوم واضح نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہ نے جہم کی فی الواقع مذمت کی ہے۔ یہی حال اسی طرح کی روایتِ خطیب (۱۳/ ۳۷۷) کا بھی ہے اور اس معنی ومفہوم کی روایات سنداً باطل ہونے کے ساتھ روایات معتبرہ کے معارض بھی ہیں۔

روایتِ خطیب:

"قال الخطيب: أخبرنا محمد بن أحمد بن رزق حدثنا علي بن أحمد بن محمد القزويني حدثنا أبو عبد الله محمد بن شيبان الرازي العطار قال: سمعت أحمد بن الحسن البرمكي قال سمعت الحكم بن بشير يقول: سمعت سفيان بن سعيد الثورى والنعمان بن ثابت يقولان: القرآن كلام الله غير مخلوق."[2]

یعنی حکم بن بشیر نے کہا کہ میں نے سفیان ثوری ونعمان بن ثابت ابوحنیفہ کو کہتے سنا کہ قرآن غیر مخلوق ہے۔

یہ بہت ظاہر بات ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنی زندگی کے بعض مراحل میں سرکاری وغیر سرکاری کارروائی کے خوف سے یا اہل علم سے مناظرہ میں لا جواب ہوکر مصلحتاً وتقیتاً یا حقیقتاً واخلاصاً قرآن کے غیر مخلوق ہونے کا اظہار کر دیا کرتے تھے، اسی زمانے کی بات اس روایت میں منقول ہے لیکن متعدد روایات معتبرہ میں کہا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہ خلقِ قرآن کے معتقد تھے اور بار بار سرکاری وغیر سرکاری کارروائی کے نتیجہ میں قرآن کو غیر مخلوق کہہ دیا کرتے تھے، پھر کچھ دنوں بعد معتقد خلق قرآن ہو جاتے۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ موصوف کے عقیدۂ خلق قرآن ومذہب جہم کی وابستگی کی حالت میں فوت ہونے کی نا قابل تردید شہادتیں موجود ہیں، نیز یہ سند غیر معتبر بھی ہے، اس کے ایک سے زیادہ رواۃ کے تراجم نہیں ملتے اور حنفیہ کے امامِ وقت کوثری نے محمد بن احمد بن رزق کو بذات خود مجروح کہا ہے۔

نیز امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے جو یہ مروی ہے کہ "صنفان من شر الناس بخراسان الجهمية و المشبهة، وربما قال: والمقاتلية"[3] تو اس کے بنیادی راوی ابو یوسف غیر ثقہ ہیں اور ان سے ناقل بشر بن الولید پر بھی بحیثیت راوی کلام ہے

[1] لسان الميزان (٥/ ٣٩٨)　[2] خطيب (٢/ ٣٨٣)　[3] خطيب (١٣/ ٣٨٢)

راجح یہ ہے کہ موصوف بشر غیر معتبر ہیں۔

محمد بن علی بن عفان سے جو یہ مروی ہے:

"حدثنا یحییٰ بن عبد الحمید بن عبد الرحمان عن أبیه سمعت أبا حنیفة یقول: جهم بن صفوان كافر." ❶

''عبدالحمید بن عبدالرحمان نے کہا میں نے ابوحنیفہ سے جہم کو کافر کہتے سنا۔''

تو اوّلاً یہ متحقق ہے کہ کبھی کبھار امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کسی مصلحت سے جہم کو کافر کہتے اور اس کے مذہب سے اظہار بیزاری بھی کرتے مگر اپنے اس موقف پر قائم رہنے کے بجائے وہ دوبارہ جہم سے وابستگی ظاہر کرتے اور اس حال میں وہ فوت بھی ہوئے۔

ثانیًا: امام ابوحنیفہ سے اس بات کے راوی عبدالحمید بن عبدالرحمان پر بعض ائمہ کا یہ کلام ہے کہ وہ ضعیف الروایۃ اور داعی قسم کے مرجی تھے مگر وہ بطور راجح ثقہ ہیں، البتہ ان سے روایت کرنے والے ان کے بیٹے یحییٰ بن عبدالحمید پر بہت ساری تجریحات ہیں جن کے باعث وہ مجروح ہیں۔ ابو یوسف کا ایک بیان یہ ہے کہ میں نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے چھ ماہ تک اس موضوع پر مناظرہ کیا حتی کہ وہ کہہ پڑے کہ خلق قرآن کا معتقد کافر ہے۔❷

مگر ان کا یہ قول ان کے دوسرے قول کے معارض ہے کہ میں نے سال بھر اس موضوع پر امام صاحب سے مناظرہ کیا تو وہ بول پڑے کہ معتقدِ خلقِ قرآن کافر ہے۔ ان دونوں روایات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امام صاحب اپنے اس موقف پر تاحیات قائم رہ کر فوت ہوئے، علاوہ ازیں اس کی سند میں واقع محمد بن شجاع بلخی غیر ثقہ ہیں۔❸ اس طرح کی بعض اور بھی غیر معتبر روایات مروی ہیں۔ امام احمد بن حنبل سے جو یہ مروی ہے کہ "لم یصح عندنا أن أبا حنیفة كان یقول: القرآن مخلوق" ❹ یعنی ہمارے نزدیک یہ صحیح طور پر ثابت نہیں کہ امام ابوحنیفہ خلق قرآن کے معتقد تھے تو یہ اس زمانے کی بات ہے جب امام احمد کو صرف وہ روایات معلوم ہوئی تھیں کہ امام ابوحنیفہ معتقد خلق قرآن نہیں تھے، پھر جب انھیں وہ روایات بھی معلوم ہوئیں جن کا مفاد ہے کہ اس معاملہ میں امام ابوحنیفہ کے نظریہ میں آئے دن تغیر ہوتا رہتا تھا تو وہ امام ابوحنیفہ کی بابت سخت کلام کرتے تھے، جس کی تفصیل امام احمد کے صاحب زادے امام عبداللہ کی کتاب السنۃ میں موجود ہے۔ اور ابوسلیمان جوزجانی ومعلیٰ بن منصور کا یہ بیان کہ "ما تكلم أبو حنیفة وأبو یوسف ولا زفر ولا محمد ولا أحد من أصحابهم في القرآن ...الخ." ❺ تو یہ بات ثابت شدہ حقائق کے بالکل خلاف ہے۔ (كما لا یخفی)

ہم اوپر نقل کر آئے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے پوتے اسماعیل تک پہنچنے والی متعدد اسانید معتبرہ سے ثابت ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے آباء واجداد خلق قرآن کے معتقد تھے، یہ بات اسماعیل کے علاوہ بھی متعدد ائمہ سے اسانید معتبرہ کے ساتھ معنوی طور پر منقول ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ حقیقتاً خلق قرآن ابتدا سے انتہائے عمر تک خلق قرآن کے معتقد رہے مگر کبھی کبھار سرکاری وغیر سرکاری دباؤ سے مجبوراً اس سے رجوع کر لیا کرتے اور کبھی کبھی انشراحِ صدر سے اہل علم کے دلائل سے متاثر ہو کر رجوع کرتے مگر بار بار اپنی تحقیق ومیلان کے باعث اپنے اس موقف سے ہٹ جاتے اور معتقدِ خلق قرآن ہونے کا اعلان

❶ خطیب (١٣/ ٣٨٢) ❷ خطیب (١٣/ ٣٨٣) ❸ میزان الاعتدال ترجمة محمد بن شجاع.
❹ خطیب (١٣/ ٣٨٤) ومتعدد كتابیں. ❺ خطیب (ص: ٣١٣ و ٣٨٤)

کرتے۔ اپنے اسی موقف پر موصوف امام ابوحنیفہ فوت ہوئے جیسا کہ بہت ساری روایات سے بطور خلاصہ ظاہر ہوتا ہے اور روایاتِ معتبرہ مختلفہ میں تطبیق کی یہی صورت بھی ہے۔ امام مالک سے بھی اس طرح کی بعض روایات معتبرہ منقول ہیں کہ امام ابو حنیفہ معتقدِ خلق قرآن تھے مگر ہم زیادہ تفصیل میں پڑنا مناسب نہیں سمجھتے۔

تنبیہ بلیغ وایضاح:

ہم نے اس روایتِ اسماعیل کی تصحیح اسماعیل پر اعتماد کے سبب نہیں بلکہ تمام اہل خراسان کے بیان پر اعتماد کرتے ہوئے کی ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ کسی بھی خراسانی کو مستثنی کیے بغیر جو بات تمام کے تمام اہل خراسان کہتے ہوں اس کی تصدیق ناقابل اعتبار ہو، اور یہ بھی ممکن نہیں کہ اتنی مشہور ومعروف بات جس کا ہر چہار جانب شہرہ ہو اس کی خبر امام مالک کو نہ ہوئی ہو۔ اس عقیدہ کے خلاف امام مالک کے تأثرات وتصریحات کتبِ اسلام میں مدون ومنقول ہیں۔ اسماعیل کی اس بات کے رد میں امام ابوعمرو شیبانی نے جو معارضہ پیش کیا تھا اس کا کوئی حل پورے فرقۂ مرجیہ اور سارے جہمیہ کے پاس نہیں ہے، اس کے جہمی عقیدے کے باطل ومکذوب قرار پانے کے لیے اتنی ہی بات بہت کافی ہے، چہ جائیکہ اہلِ سنت وجماعت کے پاس اپنے موقف عدم خلق قرآن پر دلائل قاہرہ کے انبار موجود ہیں مگر افسوس کہ اتنی واضح بات اس فرقہ کی سمجھ میں نہیں آتی۔

عقیدۂ خلق قرآن میں امام ابوحنیفہ کا موقفِ توقف:

مذکورہ بالا تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ اپنی زندگی کے مختلف مراحل میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کبھی معتقد خلق قرآن ہونے کے ظاہر کنندہ رہے اور کبھی اس کے خلاف نفی خلقِ قرآن کا موقف ظاہر کرتے اور آخر کار نظریہ خلق قرآن ومذہب جہم پر ابوحنیفہ فوت بھی ہوئے تو یہ طویل روایت ناظرین کرام کے لیے یقیناً باعث حیرت ہوگی جس میں امام صاحب سے یہ بھی منقول ہے:

"احفظوا عني وصيتي لا تكلموا فيها، ولا تسئلو عنها أبدا، انتهوا إلى أنه كلام الله عز وجل بلا زيادة حرف واحد ما أحسب هذه المسئلة تنتهي حتى توقع أهل الإسلام في أمر لا يقومون له ولا يقعدون، أعاذنا الله وإياكم من الشيطان الرجيم."[1]

''اے میرے تلامذہ! تم میری وصیت یاد رکھو کہ مسئلہ خلقِ قرآن میں تم کبھی کوئی کلام کرو نہ اس کی بابت پوچھ گچھ کرو بلکہ بالکل توقف وسکوت اختیار کیے رہو اور اسے اللہ عزوجل کا کلام کہنے پر اکتفا وتوقف کرو، اس پر ایک حرف کا بھی اضافہ نہ کرو کہ یہ مخلوق ہے یا غیر مخلوق ہے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسئلہ اہل اسلام کو ایسے فتنہ میں ڈال کر رہے گا جس کا مقابلہ اہل اسلام کسی طرح کر سکیں گے نہ اس معاملہ میں کھڑے رہ سکیں گے نہ بیٹھے رہ سکیں گے، اللہ تعالی ہم کو اور تم کو سب کو شیطان سے پناہ میں رکھے۔''

ہم دیکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ بذات خود اپنی اس وصیت ونصیحت پر عمل پیرا نہ رہ سکے، انھوں نے اس توقف والے موقف سے آگے بڑھ کر کبھی بالصراحة قرآن مجید کو مخلوق کہا اور کبھی غیر مخلوق کہا، یہ سلسلہ ان کی زندگی کے مختلف مراحل میں جاری رہا، انھوں نے اس مسئلہ کے جس فتنہ سے اپنے تلامذہ کو بچے رہنے کی وصیت کی وہ خود اس فتنہ میں پڑ گئے اور عقیدۂ خلق قرآن کے

[1] الإنتقاء لابن عبد البر (ص: ١٦٥، ١٦٦)

اظہار کے باعث وہ اتنے بڑے فتنے میں پڑے کہ اس کا مقابلہ بالکل نہ کر سکے، اپنے اس عقیدہ کے خلاف انھیں جان کا خطرہ تک لاحق ہوا، مجبوراً انھوں نے اس کے سامنے ہتھیار ڈالے اور عدم خلقِ قرآن کے اظہار پر مجبور ہوئے، پھر اپنی مجبوری یا غیر مجبوری والے اس موقف پر بھی قائم نہ رہ سکے اور خلق قرآن کے عقیدہ کی حقانیت وصداقت ان کے رگ و پا میں ایسی سمائی اور دل ودماغ پر چھا گئی کہ مغلوبِ جذبات ہو کر پھر اظہار عقیدۂ خلق قرآن کا اظہار کرتے رہے، اس کا سلسلہ برابر جاری رہا تا آنکہ عقیدۂ خلق قرآن پر وہ فوت ہو گئے۔ ان کے تلامذہ میں سے بہت سارے لوگ اس عقیدہ کے معتقد رہے۔

امام ابوحنیفہ کے جہمی المذہب ہونے سے متعلق ایک اور روایت:

”قال الإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل: حدثني أحمد بن إبراهيم ثنا خالد بن خداش عن عبد الملك بن قريب الأصمعي عن حازم الطفاوي قال، وكان من أصحاب الحديث: أبو حنيفة إنما كان يعمل بكتب جهم تأتيه من خراسان.“[1]

یعنی امام ابوحنیفہ جہم کی کتابوں کے مطابق عمل کرتے تھے جو خراسان سے ان کی خدمت میں آیا کرتی تھیں۔

امام عبداللہ نے یہ روایت احمد بن ابراہیم دورقی سے نقل کی جو ثقہ ہیں۔[2] دورقی نے اسے خالد بن خداش سے نقل کیا ہے وہ بھی ثقہ ہیں۔[3] خالد نے اسے امام اصمعی سے نقل کیا وہ بھی ثقہ ہیں۔[4] امام اصمعی جیسے ثقہ نے اسے حازم طفاوی سے نقل کیا جو اصول ابن حبان اور ان جیسے ائمہ کے مطابق ثقہ ہیں اور بہت ساری روایات معتبرہ اس کی معنوی شواہد ومتابعات میں موجود ہیں، اس لیے یہ اپنے شواہد ومتابعات سے ملا کر صحیح ہے۔ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ امام ابوحنیفہ خراسان میں پیدا ہوئے، وہیں جہمی اساتذہ کے ذریعہ ان کی تعلیم وتربیت ہوئی، امام صاحب اپنے امام جہمی کی بیوی اور لونڈی تک کی اونٹنی کی لگام لے کر چلنے کی سعادت حاصل کرتے رہتے تھے۔

امام اسماعیل بن عرعرہ کا یہ بیان گزر چکا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ ہمارے یہاں زوجۂ جہم نے آ کر ہمارے گھر کی عورتوں کو تعلیم وتربیت دی۔ ظاہر ہے کہ جب امام ابوحنیفہ کے گھر کی عورتوں کو زوجۂ جہم نے تعلیم وتربیت دی تو انھیں اور ان کے گھر کے نومسلم مردوں کو جہم کے گھر کے کسی فرد نے یا اس کے تلامذہ میں سے کسی نے تعلیم وتربیت دی، یہی وجہ ہے کہ امام ابو حنیفہ جہم کی بیوی ہی نہیں اس کی لونڈی کی سواری والی اونٹنی کی نکیل لے کر سعادت مند شاگرد کی طرح چلا کرتے تھے۔ (کما مر)

امام اسماعیل بن عرعرہ کے تعارف سے متعلق ایک روایت صحیحہ:

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہا:

”حدثني عباس بن عبد العظيم العنبري قال: سمعت أبا الوليد، وإسماعيل بن عرعرة وعلي (هو ابن المديني) قاعدان، يقول: القرآن كلام الله، وكلام الله ليس بمخلوق، فقال له علي إنما نتعلم منك كيف نقول؟“[5]

---

[1] كتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل روايت نمبر (٢٣٧، ٣١ ١٨٣)

[2] تقريب التهذيب وعام كتب رجال.　[3] تقريب التهذيب وعام كتب رجال.

[4] تقريب التهذيب وعام كتب رجال.　[5] كتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل روايت نمبر (١٧٠، ١ / ١٦١)

''امام عباس بن عبد العظیم عنبری نے کہا کہ اسماعیل بن عرعرۃ وعلی بن المدینی کی موجودگی میں امام ابو الولید ہشام بن عبد الملک باہلی طیالسی (مولود ۱۳۱/ ۱۳۲ھ ومتوفی ۲۲۷ھ) نے فرمایا کہ قرآن مجید کلام اللہ غیر مخلوق ہے، اس پر امام ابن المدینی (متوفی ۲۳۴ھ) نے کہا کہ آپ ہمارے استاذ ہیں ہم آپ سے حصول علم کرتے ہیں، آپ کے اس فرمان کے خلاف بھلا ہم دوسرا موقف کیونکر اختیار کر سکتے ہیں؟''

اس روایت کی سند بہت زیادہ صحیح ہے۔ اس کا مفاد ہے کہ امام اسماعیل بن عرعرۃ امام ابو الولید ہشام بن عبد الملک باہلی طیالسی کے ہم نشینوں میں سے تھے، اور یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ عرعرۃ بن برند والد اسماعیل ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے تھے، اور سرزمین عرب میں دس گیارہ سال کے لڑکے بھی بالغ ہو جاتے ہیں، اگر فرض کیا جائے کہ اپنے باپ کی پندرہ سالہ عمر میں اسماعیل پیدا ہوئے تو لازم آتا ہے کہ امام اسماعیل ۱۲۵ھ میں پیدا ہوئے اور مصنف انوار وکوثریہ ودیوبندیہ متفقہ طور پر مدعی ہیں کہ ۱۲۵ھ کے بعد پیدا ہونے والے بہت سے لوگ امام ابو حنیفہ کی معدوم الوجود چہل رکنی مجلس تدوین فقہ کے ارکان تھے، اگر ۱۲۵ھ کے بعد پیدا ہونے والوں کی روایتِ ابی حنیفہ منقطع نہیں ہوتی تو ۱۲۵ھ میں پیدا ہونے والے بصری امام اسماعیل بن عرعرۃ کی امام ابو حنیفہ سے متعلق روایت بدرجۂ اولی متصل ہوگی۔ اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ امام اسماعیل بن عرعرۃ سے روایت کرنے والوں میں امام بخاری بھی ہیں اور امام بخاری صرف ثقہ رواۃ سے روایت کا التزام کرتے ہیں، لہٰذا اسماعیل بن عرعرۃ کا ثقہ ہونا متحقق ہے اور ان کی اہمیت وعظمت کا اندازہ صرف اتنی سی بات سے بھی ہوتا ہے کہ وہ امام ابو الولید ہشام بن عبد الملک باہلی کے ہم نشینوں میں سے تھے، اس لیے امام ابو حنیفہ سے متعلق روایت مذکورہ جو اسماعیل بن عرعرۃ سے مروی ہے اس کے بہت زیادہ صحیح ومتصل ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں مگر ''خوئے بدرا بہانہ بسیار'' کی مثل کے مصداق کوثری اور ان کے چیلے مصنف انوار ودیوبندیہ سمیت اس روایت صحیحہ متصلہ کو غیر متصل کہتے اور اسماعیل بن عرعرۃ کو مجہول کہتے ہیں۔

معتقدین خلق قرآن کی سازش:

گزشتہ تفصیل سے ظاہر ہے کہ عقیدۂ خلق قرآن کے موجدین ومخترعین، مثلاً جعد بن درہم، جہم وصفوان اور ان کے اصحاب کو اموی دور حکومت میں بری طرح قتل وقید وبند کیا جاتا رہا، اس سلسلے میں امام ابو حنیفہ بھی اموی حکومت کے عتاب کے شکار ہوئے اور بظاہر اس عقیدہ سے توبہ ورجوع کر کے قتل ہونے سے بچ تو گئے مگر ان کے درس وتدریس وسیاسی ومذہبی اور فتوی نویسی وفقہی مسائل بیان کرنے پر اموی حکومت نے پابندی لگا دی تھی، پھر بڑی سفارشات کی بدولت انھیں درس وتدریس وفتوی وفقہ سے اشتغال کی اجازت مل سکی، اواخر دور اموی میں بعض روایات کے مطابق امام موصوف کوفہ سے فرار ہو کر حجاز میں ایک اچھے خاصے زمانے تک روپوشی کی زندگی گذارتے رہے، ۱۳۴ھ میں اموی حکومت کی جگہ پر عباسی حکومت قائم ہونے کے بعد موصوف کوفہ آئے، عباسی دور حکومت میں بھی موصوف بار بار اپنے آپ کو معتقد خلقِ قرآن ظاہر کرتے اور عتاب سرکاری کے شکار ہوتے رہے اور توبہ ورجوع کی بدولت سزائے موت سے بچتے رہے، ان امور نیز حکومت کے خلاف خروج وبغاوت میں حصہ لینے اور خروج وبغاوت کی سرگرم حمایت کے باعث بالآخر عباسی حکومت کے ذریعہ زہر خورانی کے ذریعہ پندرہ دن محبوس رہ کر ہلاک کر دیے گئے۔ اپنے ائمہ معتقدین خلق قرآن کے ساتھ حکومت کے اس برتاؤ پر جہمی لوگ خصوصا امام ابو حنیفہ کے تلامذہ وموافقین کی

سازش سے خود جہمیوں کی اپنی حکومت عباسی خلفاء میں سے ایک خلیفہ مامون کے ذریعہ قائم ہوگئی جس نے بزور شمشیر وسرکاری وسائل اپنے قتل کیے جانے والے جہمی ائمہ کا نہایت شرم ناک خونخوار بدلہ وابستگانِ مذہب اہل حدیث سے لیا۔

جہمی قانون کا نفاذ:

ہم بیان کر آئے ہیں کہ جہمی حکومت کا بانی مامون الرشید اگر چہ ۱۹۸ھ میں تخت خلافت پر بیٹھ گیا تھا مگر اس نے ۲۱۲ھ کے بعد اپنے جہمی خیالات کا اظہار شروع کیا، اس سے پہلے بھی اگر چہ وہ جہمیت کی حوصلہ افزائی کرتا تھا مگر بزور طاقت جہمی قوانین کا نفاذ باقاعدہ ۲۱۸ھ سے شروع ہوا۔[1]

۲۱۸ھ میں خلافت اسلامیہ کے قضاۃ وولاۃ اور امراء وحکام کے نام پر سرکاری فرمان جاری کیا گیا کہ معتقدین خلق قرآن کے علاوہ کسی کو سرکاری عہدہ دیا جائے، نہ غیر معتقدین خلق قرآن کو کسی سرکاری عہدہ پر برقرار رہنے دیا جائے، اور اہل حدیث مسلک والوں کو سخت سزائیں دی جائیں، ان کے درس وتدریس پر پابندی لگائی جائے، انھیں فتوی دینے اور تعلیم فقہ سے بھی منع کر دیا جائے۔[2]

یہ سلسلہ جاری رہا حتی کہ ۲۲۷ھ میں جب الواثق باللہ خلیفہ ہوا تو اس قانون اور سرکاری کارروائی میں مزید تشدد اختیار کیا۔ یہ فتنہ بھڑکتی ہوئی آگ کی طرح تمام عالم اسلام میں پھیل گیا، ہر اہل حدیث فقیہ ومحدث وامام مسجد ومؤذن ومعلم ومدرس سے جیل خانوں کو بھر دیا گیا، صرف وہ لوگ بچ سکے جو روپوش یا کہیں فرار ہوگئے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنائی گئیں مسجدوں پر "لا إله إلا الله القرآن المخلوق" لکھ دیا گیا۔ غیر حنفی جہمی معتزلی فقہائے مالک وشوافع کو بھی درس دینے کے لیے مدارسوں اور مسجدوں کے قریب آنے سے روک دیا گیا، بعض بڑے بڑے ائمہ اہل حدیث خلق قرآن کی بات کہنے پر مجبور کیے گئے، انھیں تمام آبادیوں کا گشت کرایا گیا، جہمی شاعروں نے جہمی حکومت کی حمایت ومدح وثنا خوانی میں قصائد کہے جو برسر عام پڑھے گئے۔ بعض اشعار ناظرین کرام بھی ملاحظہ کریں ؎

ولقد بجست العلم في طلابه	وفجرت منه منابعا لم تفجر
فحميت قول أبي حنيفة بالهدى	ومحمد واليوسفي الأذكر
وفتى أبي ليلى وقول قريعهم	زفر القياس أخي الحجاج الأنظر
وحطمت قول الشافعي وصحبه	ومقالة ابن علية لم تصحر
ألزقت قولهم الحصير فلم يجز	عرض الحصير فإن بدا لك فاشبر
والمالكية بعد ذكر شائع	أحملتها فكأنما لم تذكر
أين ابن هرمز أو ربيعة لا يرى	ماذا تقول بالمقال الأجور
كسرته فهو برأيك كسرة	لبثت على قدم المدى لم تجبر
كل ينادي بالقرآن وخلقه	فشهرتهم بمقالة لم تشهر
لم ترض أن نطقت بها أفواههم	حتى المساجد خلقه لم تنكر

[1] اللمحات (١/ ٧٠ـ ٧٣ وما بعدها) [2] كتاب الولاة والقضاة، واقعات ٢١٨ھ (ص: ٤٤٩ـ٤٤٦) و عام كتب تاريخ.

یہ قصیدہ بہت طویل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اے جہمی حکومت! تو نے طلبائے علم کی خاطر علوم کے چشمے جاری کر دیے اور حنفی اماموں ابوحنیفہ ومحمد وابو یوسف وزفر وغیرہم کے مذہب کی کامیاب حمایت وحفاظت کی، امام شافعی اور ان کے اصحاب، امام مالک اور ان کے اصحاب اور امام ابن ھرمز وربیعہ کے مذاہب توڑ پھوڑ اور کچل کر انھیں چٹائیوں تک محصور کر دیا، مخالفینِ مذہب حنفی اہل حدیثوں کو چور چور کر کے رکھ دیا، اب سارے لوگ خلق قرآن کا عقیدہ رکھنے لگے جو حنفی مذہب گوشۂ خمول میں تھا اسے تو نے شہرت بخشی حتی کہ مسجدیں بھی خلق قرآن کے عقیدہ کی منکر نہیں رہیں۔[1]

ان اشعار میں اس کا اعتراف موجود ہے کہ جہمی حکومت کی اس درندگی سے پہلے حنفی مذہب کی لوگوں میں کوئی پذیرائی وشہرت نہیں تھی مگر جہمی حکومت نے تمام ائمہ اہل حدیث کو تہس نہس کر کے رکھ دیا، نیز امام شافعی رحمہ اللہ کو پامال کر کے رکھ دیا۔ ان اشعار میں یہ اعتراف بھی جھلکتا ہے کہ جہمی حنفی حکومت کے اہل حدیث کے خلاف مظالم شروع ہونے سے پہلے مذہب اہل حدیث ہی عالم اسلام میں رائج وسائد تھا، اس سے مصنف انوار اور ان کے فرقۂ کوثریہ دیوبندیہ کے اس پروپیگنڈہ کے مکذوب محض ہونے کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ مذہب حنفی جہمی حنفی حکومت قائم ہونے سے پہلے بھی عوام وخواص میں شہرت پذیر تھا، معاصرین وغیر معاصرین ابی حنیفہ کے تبصروں اور اقوال سے نہایت واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کے اہل علم اور عوام وخواص میں حنفی مذہب بہت مبغوض وناپسندیدہ سمجھا جاتا تھا اور غیر مقبول وغیر مروج بھی۔

اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ناظرین کرام آنے والے مباحث کا مطالعہ بغور واخلاص غیر جانب دارانہ طور پر کریں، ہمارے پاس والے نسخۂ مقدمہ انوار الباری کی پہلی جلد کے صفحات غالبًا بائنڈنگ کرنے والوں کی کارفرمائی سے الٹ پلٹ گئے تھے، کچھ صفحات مکرر اور حذف وساقط ہو گئے تھے، اس کا خیال کیے بغیر ہم اس نسخہ کی ترتیب کے مطابق اس پر تبصرہ کرتے آ رہے تھے، اب باقی ائمہ ثلاثہ سے متعلق ہفواتِ انوار الباری پر ہم تبصرہ اور نقد ونظر کریں گے۔

ترجمۂ امام مالک سے متعلق تمہید:

اب ہمیں امام مالک کے متعلق مصنف انوار اور ان کے فرقہ والوں کے اکاذیب وتلبیسات، دجل وفریب اور مکر وعیاری پر تبصرہ کرنا ہے۔ ہم اوائل کتاب ہی میں کہہ آئے ہیں کہ امام مالک سے متعلق تلبیساتِ کوثریہ مرجیہ جہمیہ دیوبندیہ پر بحث ونظر خصوصاً امام مالک کے شاگردِ ابی حنیفہ ہونے کے دعوی پر تحقیق پیش کریں گے۔ ہم بطور تمہید یہیں بتلا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ امام مالک نے امام ابو حنیفہ اور ان کے ہم مذہب تلامذہ پر کافی جرح ونقد کیا ہے، اور امام مالک اپنے مجروح قرار دیے ہوئے راوی سے تلمذ اختیار نہیں کرتے۔

امام مالک مع دیگر ائمہ امام ابوحنیفہ کی گمراہی کے معتقد تھے:

امام ابو داود سجستانی صاحب السنن کے کثیر التصانیف صاحبزادے امام ابو بکر عبد اللہ بن سلیمان بن الاشعث (مولود ۲۳۰ھ ومتوفی ۳۱۶ھ) نے اپنے تلامذہ اور دیگر اہل علم کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

”ما تقولون في مسئلة اتفق عليها مالك وأصحابه، والشافعي وأصحابه، و الأوزاعي وأصحابه، والحسن بن صالح وأصحابه، وسفيان الثوري وأصحابه، وأحمد بن حنبل

[1] الولاة والقضاة (ص: ٤٥٢۔ ٤٥٥) وعام كتب تاريخ.

وأصحابه، فقالوا له: يا أبا بكر لا تكون مسئلة أصح من هذه، فقال: هولاء كلهم اتفقوا على تضليل أبي حنيفة"[1]

''امام ابوبکر عبداللہ بن سلیمان بن الاشعث نے اپنے تلامذہ سے کہا کہ جس مسئلہ پر امام مالک اور ان کے اصحاب، امام شافعی اور ان کے اصحاب، امام اوزاعی اور ان کے اصحاب، امام حسن بن صالح اور ان کے اصحاب، امام سفیان ثوری اور ان کے اصحاب اور امام احمد بن حنبل اور ان کے اصحاب متفق ہوں، اس مسئلہ کی بابت تم کیا کہتے ہو؟ سب تلامذہ ابی بکر نے متفق اللسان ہو کر کہا کہ اس مسئلہ سے زیادہ صحیح کوئی اور مسئلہ ہو ہی نہیں سکتا۔ امام ابوبکر عبداللہ بن سلیمان بن اشعث نے فرمایا کہ یہ سارے کے سارے ائمہ کرام امام ابوحنیفہ کو ضال وگمراہ قرار دینے پر متفق ہیں۔''

روایت مذکورہ کی تصحیح وترجمہ امام عبداللہ بن ابی داود سلیمان:

یہ روایت بالکل صحیح ومعتبر ہے، اس بات کے کہنے والے امام ابوبکر عبداللہ بن سلیمان بن اشعث نے یہ بات اپنی تصانیف میں سے کسی تصنیف میں ضرور لکھی ہے، ان پر کوثری وکوثریہ نے بہت کچھ کلام کیا ہے مگر کوثری وکوثریہ اور دیوبندیہ کی تولید وتخلیق سے سیکڑوں سال پہلے حافظ ذہبی نے ان تمام تجریحات کی تردید وتکذیب ونفی کرکے انھیں "من أوثق الحفاظ" کہا ہے جنھیں کوثری وکوثریہ ودیوبندیہ بیان کرتے یا کر سکتے ہیں۔[2]

ان کا ترجمہ الکامل لابن عدي (ص: ٤٥٤) أخبار أصبهان لأبي نعيم (٢/ ٦٦، ٦٧) والفهرست لابن نديم (مقاله: ٦، فن: ٦) و خطيب (٩/ ٤٦٤- ٤٦٨) و طبقات حنابله (٢/ ٥١- ٥٥) و تاريخ ابن عساكر مخطوط (٩/ ١٨٥) والمنتظم (٦/ ٢١٨، ٢١٩) ووفيات الأعيان (٢/ ٤٠٤، ٤٠٥) وطبقات الشافعية للسبكي (٣/ ٣٠٧- ٣٠٩) و تذكرة الحفاظ (٢/ ٧٦٧- ٣٧٣) وميزان الاعتدال (٢/ ٤٣٣- ٤٣٦) والعبر للذهبي (٢/ ٢٩٣- ٢٩٧) والنجوم الزاهرة (٣/ ٢٢٢) وطبقات الحفاظ للذهبي (ص: ٣٢٢- ٣٢٤) وطبقات المفسرين (١/ ٢٢٩- ٢٣٢) وشذرات الذهب (٢/ ٢٧٣) وغیرہ میں ہے۔ سبھی مترجمین نے ان کی طرف سے دفاع کرکے ان پر وارد شدہ تجریحات کو رد کر دیا ہے جیسا کہ ہم نے عرض کیا۔ یہ روایت امام ابوبکر عبداللہ بن سلیمان بن اشعث کی کتاب میں بالیقین موجود ہے لیکن اسے عبداللہ بن سلیمان سے روایت کرنے والے امام ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد بن صالح اسدی ابہری ہیں۔

ترجمہ امام ابہری:

امام ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد بن صالح اسدی ابہری فقیہ مالکی (مولود ۲۹۰ھ ومتوفی ۳۷۵ھ) نے اس روایت معتبرہ کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے، یہ بہت بڑے محدث فقیہ مناظر مصنف ثقہ مامون گزرے ہیں۔[3]

[1] خطيب (١٣/ ٣٩٤، ٣٩٥)　[2] ملاحظہ ہو: سير أعلام النبلاء (١٣/ ٢٣٣، سطر: ١٠)

[3] ترتيب المدارك (٤/ ٤٦٦- ٤٧٣) والديباج المذهب (٢/ ٢٠٦- ٢١٠) وسير أعلام النبلاء (١٦/ ٣٣٢-٣٣٤) و خطيب (٥/ ٤٦٢، ٤٦٣ وغیرہ)

ترجمہ امام محمد بن علی بن مخلد وراق:

ان سے یہ روایت محمد بن علی بن مخلد وراق (متوفی ۴۲۲ھ) نے اپنی کتاب میں نقل کی جو صدوق وثقہ امام ہیں۔[1] وراق موصوف سے یہ روایت حافظ خطیب نے اپنی تاریخ میں نقل کی ہے۔

کوثریہ کی لغو ولایعنی چیخ و پکار:

اس روایت معتبرہ صحیحہ پر کوثریہ نے تاریخ خطیب میں طویل حاشیہ آرائی کی اور امام عبداللہ بن سلیمان پر وہ جرحیں نقل کیں جنھیں کوثریہ دیوبندیہ کی تولید وتخلیق سے بہت پہلے حافظ ذہبی اور دوسرے ائمہ اسلام رد کر چکے ہیں۔ پھر کوثریہ نے کہا کہ اس روایت کی تکذیب کے لیے وہ روایات کافی ہیں جو خطیب نے امام ابوحنیفہ کی تقریظ وثنائے ائمہ اعلام میں نقل کی ہیں، حالانکہ خطیب نے ان تقریظات وثناء خوانیوں کو مردود قرار دیا ہے۔ ہر صاحب علم ان کی اسانید پر نظر ڈال کر اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ وہ تقریظات وثناء خوانیاں میدان تحقیق میں کار آمد نہیں کیونکہ وہ روایات صحیحہ کے معارض ہونے کے باوصف جروح قادحہ کا مقابلہ نہیں کر سکتیں، مثلاً امام شافعی سے کوثریہ نے جو یہ نقل کیا ہے کہ جسے فقہ میں تبحر حاصل کرنا ہو وہ امام ابوحنیفہ کا محتاج ہے، حالانکہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ قول شافعی میں فقہ سے مراد رائے ہے، اور کوئی شک نہیں کہ رائے وقیاس میں امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب ماہر تھے مگر امام شافعی کے سامنے امام ابوحنیفہ کے شاگرد خاص امام محمد بن حسن شیبانی نے اقرار کیا تھا کہ علوم کتاب، سنت، اجماع، آثار صحابہ اور اقوال سلف کی معرفت میں امام مالک کے بالمقابل امام ابوحنیفہ کمتر ہیں اور ان علوم میں کمزور رائے وقیاس میں ماہر ہو کر بھی کسی کام کا نہیں ہوسکتا۔ امام شافعی کے اسی قول میں کہا گیا ہے کہ تفسیر میں لوگ مقاتل بن سلیمان کے عیال ہیں، اور یہ معلوم ہے کہ تفسیر میں وسیع العلم ہونے کے باوجود مقاتل بن سلیمان بدعقیدہ، گمراہ گر، غیر ثقہ اور غیر معتبر تھے، بالکل یہ معاملہ امام ابوحنیفہ کا بھی ہے۔ کوثریہ کا یہ کہنا کہ خطیب نے امام مالک سے ثنائے ابی حنیفہ نقل کی ہے تو اوّلاً اس کی سند غیر صحیح وساقط الاعتبار ہے۔

ثانیاً: بعض امور میں ثناء خوانی وبدعقیدہ اور غیر معتبر ہونے سے مانع نہیں جیسا کہ مقاتل بن سلیمان کی مثال سے واضح ہے۔

ثالثاً: مالک سے باسانید صحیحہ امام ابوحنیفہ پر جروح قادحہ منقول ہیں، دونوں میں تطبیق کا منصفانہ ومعتدل طریق کیا ہے؟

رابعًا: زیر نظر روایت صحیحہ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ امام مالک ہی نہیں بلکہ تمام ائمہ کرام تجریحِ ابی حنیفہ پر متفق ہیں، جیسا کہ خود کوثریہ اس روایت معتبرہ کے اسی مفاد کے معترف ہیں۔ کوثریہ کا یہ کہنا کہ امام ابوحنیفہ نے اگر دوسرے ائمہ سے فقہی مسائل میں اختلاف کیا ہے تو صحابہ کے درمیان بھی فقہی مسائل میں اختلاف رہا ہے، حالانکہ یہ کوثریہ کی فریب کاری وعیاری ہے، معاملہ فقہی اختلاف کا نہیں بلکہ امام ابوحنیفہ کے عقائد واصول تخریج فقہی مسائل کا ہے، روایت زیر بحث کا مفاد یہ ہے کہ اس معاملہ میں ائمہ اسلام تضلیل ابی حنیفہ پر متفق ہیں اور یہ بات بأدنیٰ تأمل ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ کو ائمہ اسلام متفقہ طور پر جہمی، مرجی، نصوص کے خلاف رائے پرست کہتے ہیں۔ کوثریہ کا یہ کہنا کہ حق کا اثبات دلیل سے ہوتا ہے نہ کہ کثرت قائلین سے تو کثرت قائلین کے ساتھ ان باتوں کا اثبات بالدلیل واضح طور پر ثابت ہے۔ حاصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ پر قادح تجریح کرنے میں امام مالک تمام ائمہ اسلام سے متفق ہیں بلکہ امام مالک ان ائمہ کے سرخیل لوگوں میں سے ہیں۔

---

[1] خطیب (۳/ ۹٤، ۹٥)

بتصریح حافظ خطیب مناقب ابی حنیفہ خصوصاً توثیق ابی حنیفہ والی روایات غیر محفوظ وغیر معتبر ہیں:

حافظ خطیب خود معترف ہیں کہ ہم نے بہت سارے ائمہ اسلام سے بہت ساری روایات امام ابوحنیفہ کی ثناء خوانی ومدح سرائی پر مشتمل نقل کر رکھی ہیں مگر وہ محفوظ ومعتبر نہیں اور محفوظ ومعتبر ائمہ اسلام سے منقول در بارۂ امام ابوحنیفہ وہ روایات ہیں جو تجریحاتِ قادحہ پر مشتمل ہیں۔

حافظ خطیب سے بہت پہلے اس معنی کی بات امام ابار نے کہی:

امام ابو العباس احمد بن علی بن مسلم ابار نے اپنی مستقل کتاب میں بشمول امام مالک عام ائمہ اسلام سے قدح وجرح ابی حنیفہ پر مشتمل روایات کثیرہ نقل کر رکھی ہیں۔[1]

خطیب کے اس بیان کی بنا پر قدح وجرح ابی حنیفہ میں مروی روایات صحیحہ کو کوثریہ نے افتراءات واکاذیب قرار دیا اور انھیں حاسدین ومعاندین وکاذبین کہا جو کوثریہ ہی کا دل گردہ ہوسکتا ہے۔ بہر حال ہم سمجھتے ہیں کہ دنیا حقیقت پرستوں، حقائق بینوں اور تحقیق پسندوں سے خالی نہیں ہوگی، ان کی تعداد خواہ کتنی کم ہو مگر وہ ضالین وظالمین وجائرین وکذابین ومفترین وتلبیس کاروں وعیاروں پر تحقیق وعلمی اعتبار سے غالب رہیں گے، جس طرح قلتِ تعداد کے باوجود حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام نیز دوسرے اہل حق غالب رہے۔

امام مالک امام ابوحنیفہ کو امور اسلام کا الٹنے پلٹنے والا کہتے تھے:

کوفہ کے مشہور اہل حدیث امام محدث وفقیہ حضرت عبد اللہ بن ادریس (جن کو مصنف انوار نے معدوم الوجود چہل رکنی مجلس تدوین فقہ کا رکن کہا ہے) نے امام مالک کے سامنے کوفہ کی عظمت شان بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے یہاں کوفہ میں امام علقمہ واسود جیسے عظیم المرتبت محدثین تابعین بھی تھے، اس پر امام مالک نے کہا کہ ہاں مگر تمھارے یہاں ایک شخص ابوحنیفہ بھی تھے جنھوں نے "قلب الأمر هكذا، وقلب بطن كفه علی ظاهرها يعني أبا حنيفه" یعنی تمام اسلامی امور کو الٹ پلٹ کر اس طرح رکھ دیا، امام مالک نے اپنے ہاتھ کو سیدھی جانب سے الٹ پلٹ کر دکھلایا کہ امام ابوحنیفہ نے امور اسلام کو بالکل ہی الٹ پلٹ کر رکھ دیا ہے۔[2]

ائمہ احناف سے بہت عقیدت رکھنے والے کتاب السنۃ کے معلق ومحقق نے اس روایت پر یہ حاشیہ آرائی کی ہے کہ "رجاله ثقات" یعنی اس سند کے سارے رواۃ ثقہ ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ سند بالکل متصل ہے، اس میں کوئی بھی علت قادحہ نہیں، اسے امام عبد اللہ نے اپنے باپ امام احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے، امام احمد اور امام مالک کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے، امام احمد نے بھی تجریح ابی حنیفہ ہی کی خاطر امام مالک سے اسے نقل کیا اور اپنی درسگاہ میں بیان کیا۔ ائمہ اہل حدیث کی اسی طرح کی باتیں اہل الرای حنفیہ جہمیہ کو بہت ناگوار معلوم ہوتی تھیں، اسی لیے سازش کر کے ان لوگوں نے تمام اہل حدیث عوام

[1] ماحصل از تاریخ خطیب (۱۳/ ۳۶۹۔ ۳۷۱)

[2] کتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل روایت نمبر (۳۷۷، ۱/ ۲۲۰)

وخواص سے بذریعہ جہمی حنفی حکومت نہایت ہوش ربا انتقام لیا۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل امام ابوحنیفہ کو خلق قرآن کا معتقد نہیں مانتے تھے وہ ذرا امام احمد کی معرض استدلال میں پیش کردہ وامام مالک والی مذکورہ بالا بات دیکھتے ہوئے یہ بھی دیکھیں کہ امام احمد کے صاحبزادے امام عبداللہ ناقل ہیں:

"سمعت أبي يقول أظن أنه استتيب في هذه الآية ﴿سبحان ربك رب العزة عما يصفون﴾ قال أبو حنيفة: هذا مخلوق. فقالوا له: هذا كفر، فاستتابوه." [1]

''میرے والد محترم امام احمد نے کہا کہ میرا ظن غالب ہے کہ امام ابوحنیفہ نے آیتِ مذکورہ کو مخلوق کہا تو اس پر تمام لوگوں نے کہا کہ یہ کفر والا کلمہ ہے، لہٰذا سب نے مل کر امام ابوحنیفہ سے اس عقیدۂ خلق قرآن سے توبہ کرائی۔''

اس روایت پر محقق کتاب السنۃ نے یہ حاشیہ آرائی کی کہ "لا يقام حكم بظن" یعنی ظن غالب پر کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ مگر احناف پورے ذخائر احادیث ہی کو ''ظن'' کہتے ہیں، پھر کسی بھی حدیث پر وہ عمل کیسے کرتے ہیں۔ اس روایت سے پہلے امام عبداللہ اپنے باپ امام احمد بن حنبل سے ناقل ہیں:

"قلت لأبي: كأن أبا حنيفة المستتيب؟ قال: نعم." [2]

''کیا امام ابوحنیفہ سے دو مرتبہ کفر سے توبہ کرائی گئی؟ امام احمد نے کہا کہ ہاں۔''

محشی صاحب یا ان کا کوئی حامی بتلائے کہ جس کفر سے امام ابوحنیفہ سے سفیان ثوری اور امام احمد نے توبہ کرانے کا ذکر کیا ہے اس سے عقیدۂ خلق قرآن کے علاوہ اور کیا مراد ہے؟ اس کی سند یا متن پر محشی صاحب نے کوئی حاشیہ نہیں چڑھایا صرف یہ کہا ہے کہ "إسناده صحيح" اس کے بعد والی روایت پر محشی نے یہ حاشیہ آرائی کی:

"قال الخطيب في تاريخه (١٣/ ٣٨٤): قال النخعي: حدثنا أبو بكر المروزي قال: سمعت أحمد بن حنبل يقول: لم يصح عندنا أن أبا حنيفة كان يقول: القرآن مخلوق... الخ."

حالانکہ ہم اس طرح کی روایات کا معنی ومطلب بتلا آئے ہیں۔

امام ابوحنیفہ پر تجریحِ امام مالک:

امام ابو یوسف یعقوب بن سفیان فسوی (متوفی ۲۷۷ھ) نے کہا:

"حدثني الحسن بن الصباح حدثنا إسحاق بن إبراهيم الحنيني قال: قال مالك: ما ولد في الإسلام مولود أضر على أهل الإسلام من أبي حنيفة، وكان يعيب الرأي، ويقول: قبض رسول الله ﷺ وقد تم هذا الأمر، واستكمل، فإنما ينبغي أن تتبع آثار رسول الله ﷺ وأصحابه، ولا تتبع الرأي، وإنه متى اتبع الرأي جاء رجل آخر أقوي منك فاتبعته فأنت كلما جاء رجل غلبك اتبعته، أرى هذا الأمر لا يتم." [3]

---

[1] كتاب السنة روايت نمبر (٢٦٥، ١/ ١٩٢) [2] كتاب السنة روايت نمبر (٢٦٤، ١/ ١٩٢)

[3] المعرفة والتاريخ للفسوى (٢/ ٧٨٩، ٧٩٠) وخطيب (١٣/ ٤١٥، ٤١٦)

''امام مالک نے کہا کہ اہل اسلام کے لیے امام ابوحنیفہ سے زیادہ ضرر رساں کوئی تاریخ اسلام میں پیدا ہی نہیں ہوا، امام مالک رائے کو معیوب قرار دیتے اور فرماتے کہ وفات نبوی کے ساتھ ہی دین اسلام کامل ومکمل ہوگیا ہے، اب ہمیں کوئی شخص بذریعہ رائے کوئی فتویٰ دے گا تو اس سے رائے میں قوی تر آدمی اگر بذریعہ رائے اسے مغلوب کردے تو وہ اسی رائے پرست کے تابع بن جائے گا، پھر اسے بھی اگر رائے میں قوی تر آکر کوئی بذریعہ رائے مغلوب کردے تو وہ پہلے والے رائے پرست کے اتباع کو چھوڑ کر دوسرے والے رائے پرست کا تابع ہو جائے گا، پھر رائے پرستی والا یہ مذہب کبھی مکمل نہ ہو سکے گا جب کہ اسلام کو قرآنی بیان ہی میں کامل ومکمل قرار دے دیا گیا ہے۔''

روایت مذکورہ کی تصحیح:

مذکورہ بالا روایت چونکہ امام فسوی کی کتاب میں مروی ہے، اس لیے جن حضرات نے امام فسوی کے بعد اسے نقل کیا ہے ان کی اور فسوی کی درمیانی سند کا کوئی راوی مجروح ہو تو اس کا کوئی اثر فسوی سے نیچے والی سند کے غیر معتبر ہونے کے سبب نہیں پڑ سکتا، امام فسوی نے اسے امام حسن بن الصباح ابوعلی واسطی (متوفی ۲۴۹ھ) سے نقل کیا ہے جو ثقہ وصدوق ہیں، ان سے امام بخاری نے صحیح بخاری میں بھی روایت کی ہے، لہٰذا ان کا ثقہ ومعتبر ہونا متحقق ہے۔ امام فسوی ثقہ راوی سے ہی روایت کرتے ہیں۔

ترجمہ امام اسحاق بن ابراہیم حنینی:

حسن بن صباح نے یہ روایت امام اسحاق بن ابراہیم ابو یعقوب حنینی مدینی نزیل طرسوس (متوفی ۲۱۶ھ یا ۲۱۷ھ) سے نقل کی، انھیں امام ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور مقدمہ ثقات میں صراحت کر دی ہے کہ جن رواۃ کا ذکر اس کتاب میں ہے وہ معتبر وحجت ہیں، ان کی بیان کردہ روایات معتبر ہیں، امام عبد اللہ بن یوسف تنیسی نے کہا: ''كان مالك يعظمه ويكرمه'' یعنی امام مالک موصوف حنینی کی تعظیم وتوقیر کرتے تھے، امام مالک کا کسی کی تعظیم وتوقیر ایک غیر معمولی چیز ہے۔ امام بزار نے کہا: ''كف بصره فاضطرب حديثه'' یعنی موصوف حنینی کی بصارت وقوتِ بینائی جاتی رہی جس کے بعد ان کی بیان کردہ روایات واحادیث میں اضطراب ہونے لگا۔[1]

اس کا مفاد یہ ہے کہ بصارت زائل ہونے سے پہلے موصوف ثقہ ومعتبر تھے، اس لیے ان کی تجریح میں وارد ہونے والی باتیں زوالِ بصارت کے بعد والی روایات پر منطبق ماننی چاہیے اور زوالِ بصارت سے پہلے والی روایات کو علی الاطلاق معتبر ماننا چاہیے، جتنی بھی تجریحات موصوف پر کی گئی ہیں وہ کفِ بصر وزوالِ بینائی کے بعد سے متعلق ہیں۔ زوال بصارت کا سلسلہ جاری ہونے پر رفتہ رفتہ ان کی حالتِ اعتبار گرتی گئی اور ائمہ جرح وتعدیل کے کلمات بھی اسی تناسب سے خفیف سے ثقیل تر ہوتے گئے، امام حاکم ابواحمد نے کہا: ''في حديثه بعض المناكير'' یہ خفیف ترین تجریحات سے ہے، امام ابن عدی نے کہا: ''ضعيف، ومع ضعفه يكتب حديثه''[2] یہ بھی خفیف تجریحات سے ہے۔ امام ابوزرعہ رازی نے انھیں ''صالح'' کہا۔[3] یہ خفیف درجہ کی توثیق ہے جو بلند درجہ کی توثیق کے منافی نہیں، اسے توثیق ابن حبان کے ساتھ ملانے سے موصوف حنینی قوی اور معتبر راوی

[1] تهذيب التهذيب (١/ ١٩٥ ترجمة إسحاق بن إبراهيم حنيني)

[2] الكامل لابن عدي (١/ ٣٣٥)   [3] الجرح والتعديل (٢/ ٢٠٨)

قرار پاتے ہیں۔ کتاب الجرح والتعدیل کے اس کلمۂ توثیق کی تفسیر کسی نامعلوم شخص نے "یعني في دینه إلا في حدیثه" کے الفاظ سے کی ہے، یعنی کہ دینی اعتبار سے حمینی صالح ہیں، روایت کے اعتبار سے نہیں۔[1] قول ابی زرعہ کی یہ تفسیر ہمارے نزدیک غیر صحیح ہے کیونکہ خلاف ظاہر ہے اور خلاف ظاہر اس قول کا قائل نہ معلوم ہے، اگر یہ حافظ ابن حجر کی اپنی تفسیر ہے تو خالص غلط فہمی پر مبنی ہے کیونکہ انھوں نے دیکھا کہ اکثر لوگوں نے ان پر تجریح کی ہے، لہٰذا یہ لفظ روایت کے معاملہ میں نہیں دین کے معاملہ ہی میں ہوسکتا ہے، حالانکہ یہ صحیح نہیں کیونکہ ظاہر سے عدول دلیل کے بغیر ناجائز ہے، ابوالفتح ازدی نے انھیں "أخطأ في الحدیث" کہا۔[2]

أوّلاً: یہ خفیف سی تجریح ہے۔

ثانیاً: ابوالفتح ازدی خود مجروح ہیں جیسا کہ اوائل کتاب میں ہم بیان کر آئے ہیں۔

ثالثاً: یہ تجریح صحیح مان لی جائے تو حمینی کے زوال بصر کے بعد سے متعلق ہے، اسی طرح امام نسائی کے قول "لیس بثقة" امام بخاری کے قول "في حدیثه نظر" نیز بعض دیگر حضرات کی تجریح کا حال ہے، ہمارے نزدیک موصوف کی جس روایت کا غلط ہونا بدلائل واضحہ ثابت نہ ہو اسے معتبر ہی ماننا چاہیے اور زیر بحث روایت کا غلط ہونا بہت دور کی بات ہے، اس کی بکثرت متابعت موجود ہے، لہٰذا یہ معتبر ہے۔ یہ روایت اس امر کی دلیل ہے کہ امام مالک امام ابوحنیفہ کو بہت زیادہ مجروح ومبغوض وناپسندیدہ جانتے تھے۔

امام مالک کی دوسری روایت:

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل نے اس روایت طویلہ کا صرف اتنا حصہ نقل کیا ہے:

"قال مالك: ما ولد في الإسلام مولود أضر علی أهل الإسلام من أبي حنیفة، وکان یعیب الرأي".[3]

دوسری جگہ حافظ خطیب نے بھی اسے مختصراً ہی نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے۔[4] کوثریہ نے اس روایت کی سند کے فسوی سے نیچے کے بعض رواۃ پر کلام کر کے سمجھا کہ ہم نے بڑا تیر مارا ہے، حالانکہ ان کا یہ کلام بے معنی ہے۔ (کما تقدم) نیز حمینی پر بھی ان کا کلام بے معنی ہے، جیسا کہ ہماری مذکورہ بالاتفصیل نیز اس روایت کی کثرتِ متابعات معنویہ سے ظاہر ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ کوثریہ خانہ ساز اکاذیب یا دوسرے پرداختہ اکاذیب کو اپنے موافقِ مطلب پا کر نصوص کتاب وسنت کی طرح حجت بناتے چلے جاتے ہیں اور اپنے خلاف نصوص تک کو اپنی کوثریت کا نشانہ بناتے اور روایات صحیحہ معتبرہ کو اپنی لایعنی بکواسات کے ذریعہ رد کر کے مطمئن ہو جاتے ہیں کہ ہم نے اپنے معتقدین، مریدین، متوسلین اور متلمذین کو خوش کر دیا، حالانکہ ان کی یہ قبیح وشنیع چال بازی اہل نظر پر مخفی نہیں رہ سکتی۔ حمینی کا ترجمہ "التنکیل بما في تانیب الکوثري من الأباطیل" میں بھی دیکھنا چاہیے۔

امام مالک کی تیسری روایت:

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل ناقل ہیں:

"حدثني أبو الفضل الخراساني ثنا إسماعیل بن أبي أویس قال: قال لي خالي مالك بن

---

[1] تهذیب التهذیب (۱/ ۱۹۵)
[2] تهذیب.
[3] کتاب السنة نمبر (۲۹۶، ۱/ ۲۰۰)
[4] خطیب (۱۳/ ۴۲۲)

أنس: أبو حنيفة من الداء العضال، وقال مالك أبو حنيفة ينقض السنن![1]"

''امام مالک نے کہا کہ حضرت عمر فاروق ؓ نے جو یہ فرمایا کہ عراق میں داء عضال یعنی دین کے لیے تباہ کن و ہلاکت خیز لاعلاج پیچیدہ بیماری ہے تو اس سے مراد جو لوگ ہیں ان میں امام ابو حنیفہ داخل ہیں جو سنن نبویہ کو توڑنے پھوڑنے اور پامال کرنے کا مشغلہ رکھتے تھے۔''

روایت مذکورہ کی تصحیح:

یہ سند صحیح ہے، اسے امام مالک سے نقل کرنے والے ان کے بھانجے اسماعیل بن ابی اویس اصبحی صحیحین کے راوی ہیں، یعنی کہ موصوف متفق علیہ طور پر ثقہ ہیں، ان کی بابت کتاب السنۃ کے محشی کا یہ بیان "صدوق يخطئ" خلاف تحقیق ہے۔ ان سے اس کے راوی ابوالفضل حاتم بن لیث جوہری نزیل بغداد (متوفی ۲۶۲ھ) ثقہ ہیں۔[2]

روایت مذکورہ کی دوسری سند اور متابعت:

یہ روایت حافظ خطیب نے بایں سند نقل کی ہے:

"أخبرنا إبراهيم بن مخلد المعدل حدثنا محمد بن أحمد بن إبراهيم الحكيمي حدثنا القاسم بن المغيرة الجوهري حدثنا مطرف أبو مصعب الأصم قال: سئل مالك بن أنس عن قول عمر في العراق: الداء العضال؟ قال: الهلكة في الدين، وفيهم أبوحنيفة.[3]"

''امام مالک سے فرمان فاروقی "في العراق الداء العضال" کی بابت پوچھا گیا تو امام مالک نے فرمایا کہ اس سے مراد عراقی باشندے ہیں جو دین کو تباہ و برباد کرنے والے ہیں انھیں میں سے ابوحنیفہ بھی ہیں۔''

زیر نظر روایت کی تصحیح وتوثیقِ مطرف ابومصعب:

امام مالک سے اس کے راوی مطرف بن عبداللہ بن مطرف یساری ابومصعب مدنی امام مالک کے بھانجے (متوفی ۲۲۰ھ) ثقہ ہیں جو صحیح بخاری کے رواۃ میں سے ہیں۔[4] کوثر یہ نے مطرف کو کسی دلیل قوی کے بغیر مجروح قرار دیا ہے جس کی بھرپور تکذیب التنکیل (۱/ ۴۸۰۔۴۸۳) میں کر دی گئی ہے، مصنف انوار اور ان کے شیخ انور صحیح بخاری کے رواۃ کو صحیح الروایۃ مانتے ہیں۔ کما تقدم۔

قاسم بن عبداللہ بن مغیرہ جوہری کی توثیق:

اور مطرف سے اسے روایت کرنے والے قاسم بن مغیرہ جوہری سے مراد قاسم بن مغیرہ ابو محمد جوہری (مولود ۱۹۵ھ ومتوفی ۲۷۵ھ) ہیں، ان کے نسب سے بعض رواۃ ان کے باپ کا نام حذف کر کے دادا کا نام بول دیتے ہیں، یہ ثقہ وصدوق ہیں۔[5]

---

[1] كتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل نمبر (۲۹۵، ۲/ ۱۹۹)

[2] خطيب (۸/ ۲٤٥) وتعجيل المنفعة (ص: ۷٥) وفضائل الصحابة (۱/ ۹٤) وثقات ابن حبان.

[3] خطيب (۱۳/ ٤۲۱)　[4] الجمع بين رجال الصحيحين وتهذيب التهذيب و عام كتب رجال)

[5] خطيب (۱۲/ ٤۳۳، ٤۳٤) وعام كتب رجال.

امام حکیمی کی توثیق:

اور قاسم سے اسے نقل کرنے والے محمد بن احمد بن ابراہیم حکیمی (مولود ۲۵۲ھ متوفی ۳۳۶ھ) ثقہ ہیں۔[1] ان پر کوثریہ نے بے معنی لغو کلام کیا ہے۔ یہی کوثر یہ کہتے ہیں کہ توثیق کے بالمقابل تجریح غیر مفسر کالعدم ہے لیکن حسنِ ضرورت اپنی خواہش کے مطابق اپنے ہی اصول کو توڑ ڈالتے ہیں۔ ان سے اسے روایت کرنے والے حافظ خطیب کے شیخ ابراہیم بن مخلد معدل ثقہ ہیں۔[2] یہ معتبر روایت اپنے پہلے والی روایتِ معتبرہ کی معنوی متابع ہے، نیز اس کی متابعت معنویہ پہلے والی روایت سے بھی ہو رہی ہے، اس لیے اس پر صحیح ہونے کا حکم لگانا اور بھی زیادہ صحیح ہے۔ یہ روایت بھی اس امر کا قوی ثبوت ہے کہ امام مالک امام ابوحنیفہ کو بہت زیادہ مجروح ومبغوض، ناپسندیدہ اور دین کے لیے مہلک سمجھتے تھے۔

امام مالک کی چوتھی روایت:

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہا:

"حدثني منصور بن أبي مزاحم سمعت مالك بن أنس، ذكر أبا حنيفة فذكره بكلام سوء، و قال: كاد الدين، ومن كاد الدين فليس من الدين، حدثني منصور مرة أخرى قال: سمعت مالكاً يقول في أبي حنيفة قولا يخرجه من الدين، ويقول: ما كاد أبو حنيفة إلا الدين."[3]

"امام مالک نے امام ابوحنیفہ کا ذکر برے کلمات کے ساتھ کیا، پھر کہا کہ انھوں نے دین کے ساتھ کید ومکر وعیاری کی اور جو ایسا کرے وہ دین سے خارج ہے، یہی بات منصور نے مجھ سے دوسری مرتبہ معنوی طور پر یوں بیان کی کہ امام مالک امام ابوحنیفہ کو اسلام سے خارج قرار دیتے ہوئے کہتے تھے کہ ان کا کام اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ دین اسلام کے خلاف کید ومکر اور فریب وعیاری کریں۔"

محشی کتاب السنۃ نے اس کے رجال کو صرف ثقات کہہ کر خاموشی اختیار کی ہے حالانکہ کسی سند کے رواۃ کا ثقات ہونا صحت سند کو مستلزم نہیں لیکن یہ سند نہایت درجہ کی پختہ وصحیح ہے، اس میں کسی قسم کی علت قادحہ نہیں۔ یہ روایت اسی صحیح سند کے ساتھ حافظ خطیب نے بھی نقل کی ہے۔[4] امام مالک کی امام ابوحنیفہ پر یہ جرح بہت زیادہ قادح، سخت اور قوی ہے، اس میں بالصراحت امام مالک نے امام ابوحنیفہ کو دین اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔

امام مالک کی پانچویں روایت:

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل نے ایک سند سے اور حافظ خطیب نے دو سندوں سے نقل کیا ہے:

"قال الوليد بن مسلم: قال لي مالك بن أنس: أيذكر، وفي رواية: أيتكلم برأي أبي حنيفة عندكم؟ قلت: نعم، قال: ما ينبغي لبلدكم أن تسكن."[5]

---

[1] خطيب (١/ ٢٦٧- ٢٦٩) ومتعدد كتب رجال.　[2] خطيب (ج: ٦) ومتعدد كتب رجال.

[3] كتاب السنة نمبر (٢٩٢، ١/ ١٩٩)　[4] خطيب (١٣/ ٤٢١، ٤٢٢)

[5] كتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد رقم الحديث (٢٩٤، ١/ ١٩٩) وخطيب (١٣/ ٤٢١)

''مجھ سے امام مالک نے پوچھا کہ کیا تمھارے ملک میں رائے ابی حنیفہ یا ذاتِ ابی حنیفہ کا تذکرہ ہوتا ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں ہوتا ہے۔ امام مالک نے کہا کہ تب تمھارے ملک میں سکونت پذیری نا مناسب ہے۔''

روایت مذکورہ کی تصحیح:

اس روایت کی سند صحیح ہے، امام مالک سے اسے روایت کرنے والے امام ولید بن مسلم (متوفی ۱۹۴ھ یا ۱۹۵ھ) امام مالک کے شاگرد اور ثقہ ہیں، البتہ یہ مدلس ہیں، کوثریہ نے حاشیۂ خطیب میں کہا ہے کہ امام ابن عدی نے کہا کہ ولید بن مسلم اوزاعی کے ضعیف تلامذہ کو چھوڑ کر براہ راست تدلیس کرتے ہوئے امام اوزاعی سے روایت کرتے ہیں، معنوی طور پر یہ بات محشی کتاب السنۃ نے بھی کہی ہے مگر اس روایت میں تدلیسِ ولید بالکل نہیں ہے، اس میں تو باقاعدہ امام مالک سے امام ولید کا مکالمہ مذکور ہے، پھر اس میں کوثریہ کو علتِ تدلیس کہاں سے نظر آ گئی؟

ولید بن مسلم سے اسے نقل کرنے والے عبداللہ بن عمرو بن ابی الحجاج منقری ابو معمر صحیحین کے رواۃ میں سے ثقہ ہیں، اور ان سے یہ روایت امام عبداللہ بن احمد بن حنبل نے اپنی کتاب السنۃ میں اور حافظ خطیب نے دو سندوں سے اپنی تاریخ میں نقل کی ہے، اس کے صحیح ہونے میں اصول کے اعتبار سے کوئی شک نہیں، ورنہ کوثریہ تو نصوص تک کی معنوی تحریف وتکذیب کر ڈالتے ہیں!!

امام مالک کے اس فرمان میں بھی امام ابوحنیفہ پر بہت سخت تجریح ہے، اس تجریح کی شدت سے فرقہ کوثریہ جہمیہ مرجیہ حنفیہ دیوبندیہ نہایت مضطرب و بے چین ہے اور اس کی تکذیب کر کے سخن سازی کرنے میں مصروف ہے، لیکن پھر بھی یہ روایت معتبرہ اور اس کے پہلے والی روایات معتبرہ اس کی نیند حرام کیے ہوئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان پر مراق وجنون اور دیوانگی کی سی کیفیت طاری ہے، یہ لوگ اس شعر کی تصویر بنے ہوئے ہیں ؎

بک رہا ہوں جنون میں کیا کیا　　کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

امام مالک کی چھٹی روایت:

کئی اسانید صحیحہ سے امام ابن ابی حاتم کی کتاب ''مناقب الشافعي و آدابه'' میں منقول ہے کہ امام مالک نے امام شافعی سے کہا کہ میں امام ابوحنیفہ کو خوب جانتا ہوں، وہ بلا دلیل وحجت دھاندلی بازی سے کام لے کر لکڑی کو سونے کا کھمبا کہتے پھرنے کے عادی ہیں، اسی روایت کو امام خطیب نے بھی اپنی سند سے نقل کر دیا ہے۔[1] اس ثابت شدہ فرمانِ امام مالک سے فرقہ جہمیہ مرجیہ اہل الرای حنفیہ کوثریہ دیوبندیہ غیظ وغضب سے اپنے ہوش وحواس کھو چکا ہے، اس روایت صحیحہ کے بالمقابل اس کا دعوی ہے کہ مستفیض ومشہور اسانید سے ثابت ہے کہ امام مالک نے امام ابوحنیفہ کے بے پناہ علم وفضل اور عقل و دانش کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ ان میں اتنی زبردست قوت مناظرہ ودانش مندی ہے کہ لکڑی کے ستون کو بھی اپنے قوی دلائل اور قوت گویائی کی بدولت سونا ثابت کر سکتے ہیں، کوثریہ کے زعیم کوثری نے یہ لغو طرازی تانیب الخطیب اور متعدد کتابوں کے حواشی میں کی ہے ان اکاذیب پرستوں نے سب سے پہلے مناقب ابی حنیفہ للکردی کا حواصہ دیا اس کتاب کی اسانید حذف کر دی گئیں ہیں، پھر بھی بدحواسی میں اس دیوانہ قوم کو کردری کے اکاذیب دلائل معتبرہ نظر آتے ہیں۔ دوسرے نمبر پر اس قوم نے مناقب ابی حنیفہ

[1] خطیب (۱۳/ ٤٢١)

لابن الموفق کا حوالہ دیا ہے جو رافضی شیعی اور معتزلی تھا، یعنی کہ اس کا شیوہ وشعار اور دین وایمان ہی اکاذیب پرستی اور اہل اسلام میں اشاعت اکاذیب ہے، اس کذاب نے صحابہ سے براہ راست امام ابوحنیفہ کی مکذوبہ روایات کو صحیح قرار دیکر اس مکذوب کتاب میں نقل کر دیا ہے اسی طرح کردری نے بھی کیا، نیز خوارزمی کذاب نے جامع مسانید ابی حنیفہ میں یہی کام کیا، یعنی کہ یہ پوری قوم اہل اسلام میں اکاذیب کی اشاعت کو اپنا فریضۂ زندگی بنائے ہوئے ہے اور اکاذیب پرستی کی ترویج میں بھی منہمک ومعروف ہے۔ تیسرے نمبر پر یہ کذاب قوم تاریخ خطیب (۱۳/۴۳۴، ۴۳۵ و ۴۳۶، ۴۳۷) کا حوالہ دیے ہوئے ہے جبکہ یہی قوم خطیب کو غیر معتبر وغیر ثقہ قرار دینے کا تہیہ کیے ہوئے ہے ۔

ہائے کم بخت کو کس وقت خطیب یاد آیا

حالانکہ حافظ خطیب نے ان ساری روایات کو غیر محفوظ وغیر ثابت قرار دیا ہے اور ہر شخص ان کی اسانید دیکھ کر بآسانی ان کے مکذوبہ ہونے پر یقین کرسکتا ہے۔ ہم اس اجمال پر اکتفا کرتے ہیں کیونکہ ان روایات کا مکذوبہ ہونا ہم بڑی حد تک واضح کر آئے ہیں۔

امام مالک کی ساتویں تا سترہویں روایت:

دولابی نے کہا:

”حدثنا محمد بن عبد اللّٰه بن عبد الحكم قال: أنا أشهب بن عبد العزيز قال: قال مالك: أقام الناس نحو بيت المقدس ستة عشر شهرا، ثم أمروا بالبيت الحرام، فقال اللّٰه تعالى: ﴿وما كان الله ليضيع إيمانكم﴾ أي صلاتكم إلى بيت المقدس، قال مالك: وإني لأذكر بهذه الدية قول المرجية: إن الصلوة ليست من الإيمان.“[1]

”امام مالک نے کہا کہ لوگ اوائلِ مدنی زندگی میں سولہ مہینوں تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے، پھر حکم دیے گئے کہ بیت الحرام (خانہ کعبہ) کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں، بیت المقدس کی طرف منہ کر کے سولہ مہینوں والی اس نماز کو اللہ تعالی نے ایمان قرار دیا۔ دریں صورت میں فرقہ مرجیہ کے اس دعوی کو یاد کرتا ہوں کہ نماز ایمان کا جزو نہیں۔“

”قال: وسمعت مؤمل بن إهاب يقول: سمعت عبد الرزاق بن همام يقول: سمعت ابن جريج وسفيان الثوري ومعمر بن راشد وسفيان بن عيينة ومالك بن أنس يقولون: الإيمان قول وعمل، يزيد وينقص.“[2]

”عبد الرزاق نے کہا کہ میں نے امام ابن جریج، سفیان ثوری، معمر بن راشد، سفیان بن عیینہ اور مالک بن انس سے سنا کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ایمان قول وعمل سے مرکب ہے اور گھٹتا بڑھتا ہے۔“

امام عبدالرزاق بن ہمام کا بھی یہی عقیدہ تھا جیسا کہ ان کے ترجمہ میں آیا ہے، وہ بھی اس کے خلاف عقائد امام ابوحنیفہ کو

---

[1] الإنتقاء (ص: ٣٤)

[2] الإنتقاء (ص: ٣٤) وكتاب السنة للألكائي (١٥٤١، ٤/ ٨٣٢ و ١٥٨٤، ٤/ ٨٤٧، ٨٤٨ و ١٥٨٦، ١٥٨٧)

عقائدِ مرجیہ وعقائدِ بدعیہ کہتے تھے۔ تفصیل کا انتظار کریں۔

کتاب السنہ للامام عبداللہ بن احمد بن حنبل (۳۹۶، ۱/ ۲۲۵) میں بسند صحیح مروی ہے کہ "وقيل له (لعبد الرزاق): أبو حنفية مرجئ فقال: أتى حقا" یعنی امام عبدالرزاق سے کہا گیا کہ امام ابوحنیفہ مرجی ہیں تو امام عبدالرزاق نے فرمایا کہ ابو حنیفہ کو جن لوگوں نے مرجی کہا وہ صحیح اور حق بات ہے کیونکہ فی الواقع امام ابوحنیفہ مرجی ہیں۔ محشی کتاب السنۃ نے غلط فہمی یا نہ جانے کس چیز کا شکار ہوکر "قيل له: أبو حنيفة مرجئ" والے فقرہ پر سوالیہ نشان (؟) لگا دیا ہے جو قطعاً غلط ہے، پھر حاشیہ میں کہا کہ جو لوگ ابوحنیفہ کو مرجی کہتے ہیں تو ابوحنیفہ کا مرجی ہونا امام عبدالرزاق نے راہ حق بتلایا ہے۔ یہ بیحد غلط اور خلاف واقع بات ہے، خود محشی نے کہا کہ ارجاء کو عبدالرزاق کا حق کہنا تلاش بسیار کے باوجود میں نہیں پاسکا، اور ہم کہتے ہیں کہ امام عبد الرزاق بھی عام ائمہ اسلام کی طرح ارجاء کو بدعت کہتے تھے۔ (كما سيأتي)

"قال عبد الله بن أحمد بن حنبل: حدثني أبي قال نا سريج بن النعمان قال أخبرني عبد الله بن نافع قال: كان مالك بن أنس يقول من قال: القرآن مخلوق. يوجع ضربا، ويحبس حتى يموت، وكان مالك يقول: الله في السماء، وعلمه في كل مكان لا يخلو منه شيء."[1]

مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہے کہ امام مالک بھی تمام ائمہ کی طرح ایمان کو قول وعمل سے مرکب مانتے اور اس کے گھٹنے بڑھنے کا عقیدہ رکھتے تھے، جو لوگ ایمان میں عمل کو داخل نہیں مانتے اور اس کے گھٹنے بڑھنے کے معتقد نہیں وہ انھیں مرجیہ کہتے تھے، نیز خلق قرآن کے معتقدین کو سخت سزا دینے اور تاحیات محبوس رکھنے کا فتوی دیتے تھے۔ نیز یہ عقیدہ رکھتے کہ ذات الٰہی آسمان میں عرش پر مستوی ہے، اس کا علم ہر جگہ موجود ہے، اس کے برخلاف جہمیہ ومرجیہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جس طرح اس سے کوئی جگہ خالی نہیں اسی طرح ذات الٰہی سے بھی کوئی جگہ خالی نہیں۔ ابتدائی مکتب میں ہم سب کو جہمیہ مرجیہ حنفیہ کی لکھی ہوئی کتاب ''ابر رحمت'' داخل نصاب ہونے کے باعث پڑھائی جاتی تھی جس کا ایک شعر اسی جہمی مرجی حنفی عقیدہ کی نمائندگی کرتا ہے ۔

تو ہر جگہ موجود ہے ساجھی نہیں کوئی ترا
اپنی بھلائی کے لیے تجھ سے نہ مانگیں کیوں دعا؟

اس تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ امام مالک تمام ائمہ اہل اسلام کی طرح امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب اصحاب کو جہمی مرجی قرار دیتے اور انھیں سخت مجروح ومعتوب بتلاتے تھے، ان ساری باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ناظرین کرام اپنا مطالعہ پوری توجہ سے جاری رکھیں۔

عقیدۂ خلق قرآن کی ابتدا اور جعد بن درہم کے قتل کا واقعہ:

ہم یہ بات تفصیل سے بتلا آئے ہیں کہ عقیدۂ خلق قرآن کے مسئلہ پر اہل اسلام میں اگرچہ بطور اجمال پہلی صدی ہجری ہی میں بحث وتمحیص ہونے لگی تھی مگر صراحت کے ساتھ خلق قرآن کے عقیدہ کا اظہار جعد بن درھم نے دوسری صدی کے اوائل

[1] الإنتقاء (ص: ٣٥) وكتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل نمبر (٢١٣، ١/ ١٧٣، ١٧٤ و نمبر ٦١٢، ١/ ٣١١ و نمبر ٦٣٨، ١/ ٣١٧ ونمبر ٣٣٦، ١/ ٣٣٦)

میں کیا، اور اس بات پر اجماع ہے کہ جعد بن درہم کو ۱۱۹ھ یا ۱۲۰ھ میں یا اس سے بھی پہلے گورنر عراق خالد قسری نے عقیدۂ مذکورہ کے سبب قتل کیا تھا، اور یہ متحقق ہے کہ خالد قسری کو ۱۲۰ھ میں ہمیشہ کے لیے عراق کی گورنری سے معزول کر کے مقید و مسجون کر دیا گیا تھا اور بڑی سخت اذیت رسانیوں کے ساتھ وہ ۱۲۶ھ میں یا اس کے لگ بھگ کئی سالوں تک محبوس و مقید رکھنے کے بعد قتل کیا گیا۔ ۱۲۰ھ یا ۱۲۱ھ میں خالد قسری کی جگہ پر یوسف بن عمر ثقفی کا گورنر مقرر کیا جانا متحقق ہے، اس لیے یہ بھی متحقق ہے کہ ۱۲۰ھ سے پہلے ہی عقیدہ مذکورہ کے سبب جعد بن درھم مقتول ہوا۔ خالد قسری کو ۱۰۶ھ میں عراق کا گورنر بنایا گیا تھا، لہٰذا یہ متعین ہے کہ ۱۰۶ھ اور ۲۲۰ھ کے درمیانی زمانہ کے کسی سال جعد بن درہم عقیدۂ مذکورہ کے باعث مقتول ہوا، اس کے بہت سے چیلے اس کے عقائد کے معتقد تھے مگر زیادہ شہرت جہم بن صفوان کو ہوئی جو اسی مذہب کا متبع ہونے کے سبب اموی حکومت کے ہاتھوں ۱۲۸ھ میں مقتول ہوا، دریں صورت بعض لوگ جو اس بات کے قائل ہیں کہ جعد بن درہم ۱۲۰ھ کے بعد ۱۲۴ھ، ۱۲۵ھ یا ۱۲۶ھ میں مقتول ہوا وہ قطعاً و یقیناً غلط ہے۔[1]

زمانۂ صحابہ میں عقیدۂ خلق قرآن:

صحابہ کرام کے زمانے میں اس مسئلہ کے ظہور پر مندرجہ ذیل روایت دلالت کرتی ہے:

”قال الإمام اللالكائي: أخبرنا الشيخ أبو حامد أحمد بن أبي طاهر الفقيه أخبرنا عمرو بن أحمد الواعظ حدثنا محمد بن هارون الحضرمي قال: حدثنا أبو القاسم بن العباس الشيباني حدثنا سفيان بن عيينة عن عمرو بن دينار قال: أدركت تسعة من أصحاب رسول الله ﷺ يقولون: من قال: القرآن مخلوق. فهو كافر.“[2]

”عمرو بن دینار نے کہا کہ میں نے صحابہ کرام میں سے نو افراد کو یہ کہتے پایا کہ جو خلق قرآن کے کا معتقد ہے وہ کافر ہے۔“

ترجمہ شیخ ابو حامد اسفرائنی:

امام لالکائی نے جس شیخ ابو حامد احمد بن ابی طاہر اسفرائنی (مولود ۳۴۴ھ و متوفی ۴۰۶ھ) سے یہ روایت نقل کی وہ ثقہ وصدوق محدث وفقیہ اور بقول بعض چوتھی صدی ہجری کے مجدد اور کئی کتابوں کے مصنف تھے۔[3]

ترجمۂ امام ابن شاہین:

غالباً یہ روایت شیخ ابو حامد اسفرائنی کی کتاب سے منقول ہے اور روایتاً بھی ان سے صحیح طور پر مروی ہے، انھوں نے یہ

---

[1] ملاحظہ ہو: اللمحات (۲/ ٤ـ ۱٥)

[2] كتاب السنة للألكائي حديث نمبر (۳۸۰، ۲/ ۲۳۲، ۲۳۳)

[3] سير أعلام النبلاء (۱۷/ ۱۹۳ـ ۱۹۷) وطبقات عبادي (ص: ۱۰۷) وطبقات الشيرازي (ص: ۱۰۳) وخطيب (٤/ ۳٦۸) وأنساب سمعاني (۱/ ۲۳۷ـ ۲۷۸) والمنتظم (۷/ ۲۷۷، ۲۷۸) ومعجم البلدان (۱/ ۱۸۷) وطبقات ابن الصلاح (ص: ۳۷) و التهذيب الأسماء واللغات (۲/ ۲۰۸ـ ۲۱۰) ووفيات الأعيان (۱/ ۷۲ـ ۷٤) والمختصر في أخبار ابشر (۲/ ۱٥۲) والعبر للذهبي (۳/ ۹۲) ودول الإسلام للذهبي (۱/ ۲٤۳) والوافي بالوفيات (۷/ ۲٥۸ـ ۳٥۹) ومرأة الجنان (۳/ ۱٥) وطبقات الشافعية الكبرى للسبكي (٤/ ٦۱) وطبقات الأسنوي (۱/ ٥۷) والبداية والنهاية (۲/ ۲، ۳) والنجوم الزاهره (٤/ ۲۳۹) وطبقات ابن هداية الله (ص: ۱۲۷، ۱۲۸) وشذرات الذهب (۳/ ۱۷۸، ۱۷۹) وتاج العروس (۹/ ۲۳٦)

روایت امام عمر بن احمد واعظ بن عثمان بن احمد بن احمد بن محمد بن ایوب بن اذ داد بغدادی واعظ المعروف بابن شاہین (مولود ۲۹۷ھ ومتوفی ۳۸۵ھ) سے نقل کی ہے جو صاحب تصانیف کثیرہ بہت بڑے اہل حدیث ثقہ امام تھے۔[1]

ترجمہ امام محمد بن ابراہیم حضرمی:

یہ روایت امام ابن شاہین نے امام محمد بن ہارون حضرمی (متوفی ۳۲۱ھ) سے نقل کی ہے۔ یہ پختہ کار ثقہ محدث وفقیہ اور مصنف کتب تھے۔[2]

ترجمہ قاسم بن عباس شیبانی:

امام ابن شاہین نے اسے جس قاسم بن عباس شیبانی سے نقل کیا ہے وہ اصول ابن حبان کے مطابق ثقہ ہیں انھوں نے جس امام ابن عیینہ سے اور انھوں نے جس عمرو بن دینار سے نقل کیا ان کی ثقاہت معلوم ومعروف ہے۔

روایت مذکورہ کے معنوی متابع:

اس روایت کی تائید عمرو بن دینار کے اس قول سے ہوتی ہے کہ "أدركت أصحاب النبي ﷺ فمن دونهم منذ سبعين سنة يقولون: الله الخالق، وما سواه مخلوق، والقرآن كلام الله، منه خرج وإليه يعود."[3]

عقیدۂ خلق قرآن کے کفر ہونے پر اجماعِ صحابہ:

اس سے معلوم ہوا کہ عقیدۂ خلق قرآن کو کفر والحاد قرار دینے پر صحابہ کرام کا اجماع تھا، اس اجماع صحابہ کے خلاف خوفِ حکومت وخوفِ عوام وخواص کے باعث لوگوں کو خلق قرآن کی صراحت کرنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی مگر دوسری صدی کے اوائل میں جعد بن درھم کے عقیدۂ خلق قرآن کے اظہار کے خلاف سرکاری پیمانے پر چارہ جوئی ہوئی، اموی حکومت کے خلاف جعد بن درھم نے بڑے پیمانے پر جنگ بھی کی تھی۔ (کما تقدم) جعد کے چیلوں میں سے جن جن لوگوں نے عقیدۂ خلق قرآن کا اظہار کیا تھا ان پر قابو ملنے پر حکومتِ وقت نے انھیں قتل کیا تھا۔

جعد بن درہم کے معتقدینِ خلقِ قرآن تلامذہ:

جعد کے معاصرین ہی میں سے امام ابوحنیفہ نے بھی عقیدۂ خلق قرآن کا اظہار کیا تھا، امام ابوحنیفہ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ موصوف مذہب جہم کے متبع بھی تھے، بعض روایات کے مطابق عقیدۂ خلق قرآن سے امام ابوحنیفہ اگر چہ یکے بعد دیگرے توبہ کرتے رہے لیکن بعض روایات معتبرہ کے مطابق وہ اسی عقیدہ نیز مذہبِ جہم پر فوت ہوئے، جہم کا مرکزِ تبلیغ خراسان

---

[1] سير أعلام النبلاء (١٦/ ٤٣١- ٤٣٥) وخطيب (١١/ ٢٦٤- ٢٦٨) والمنتظم (٧/ ١٨٢، ١٨٣) وتذكرة الحفاظ (٣/ ٩٨٧- ٩٩٠) والعبر للذهبي (٣/ ٢٩، ٣٠) ودول الإسلام للذهبي (١/ ٢٣٤) ومرأة الجنان (٢/ ٤٢٦) والبداية والنهاية (١١/ ٣١٦، ٣١٧) وغاية النهاية (١/ ٥٨٨) ولسان الميزان (٤/ ٢٨٣- ٢٨٥) والنجوم الزاهرة (٤/ ١٧٢ وغيره)

[2] سير أعلام النبلاء (١٥/ ٢٥) وخطيب (٣/ ٣٥٩، ٣٥٨) والعبر للذهبي (٣/ ١٨٨) والوافي بالوفيات (٥/ ١٤٨) وشذرات الذهب (٢/ ٣٠٥)

[3] كتاب الرد على المريسي للدارمي (ص: ١١٦، ١١٧) والرد على الجهمية للدارمي (ص: ٣٤٠) والإبانة للأشعري (٢/ ٥٤٨)

ہی تھا اور خراسان ہی میں امام ابوحنیفہ جوان ہونے تک جہمیہ کے ذریعہ تعلیم وتربیت پاتے رہے حتی کہ بقول اسماعیل بن عرعرہ بن برندنعمان سامی زوجۂ جہم کا امام ابوحنیفہ اتنا احترام کرتے تھے کہ اس کی سواری کی نکیل ولگام پکڑ کر چلا کرتے تھے۔ (کما تقدم) اسماعیل بن عرعرہ کے چار لڑکوں سعید، نعمان، محمد اور احمد کا ذکر امیر ابن ماکولا نے کیا ہے۔[1]

عقیدۂ خلق قرآن اور امام ابوحنیفہ:

"حدثنا أحمد بن سنان الواسطي قال: لما امتحن أبو نعيم الفضل بن دكين، و أحمد بن يونس و أصحابه، ثبت أبو نعيم، وقال: لقيت سبعمائة شيخ، ذكر الأعمش وسفيان وجماعتهم، ما سمعت أحدا قال ذا القول إلا رجل واحد."[2]

''احمد بن سنان واسطی نے کہا کہ جب امام ابونعیم فضل بن دکین، احمد بن یونس اور ان کے اصحاب کی بابت حکومت کی طرف سے پوچھ گچھ ہوئی تو امام ابونعیم فضل بن دکین ثابت قدم رہے، انھوں نے کہا کہ میں سات سو اساتذہ بشمول امام اعمش وسفیان ثوری کا شاگرد ہوں، میرے ان سارے اساتذہ میں سے ایک کے علاوہ کوئی بھی خلقِ قرآن کا معتقد نہیں تھا۔''

امام ابونعیم فضل بن دکین (مولود ۱۳۰ھ ومتوفی ۲۱۸ھ یا ۲۱۹ھ) کے سات سو اساتذہ میں سے صرف ایک استاذ جو عقیدۂ خلق قرآن رکھتے تھے وہ دوسری روایات کے مطابق امام ابوحنیفہ تھے۔ (كما قدمنا تفصيله) اس روایت کی سند بہت قوی و صحیح ہے اور اس کے متعدد معنوی متابع بھی موجود ہیں۔

مصنف انوار نے امام ابوحنیفہ اور ان کی معدوم الوجود افسانوی اختراعی مکذوبہ چہل رکنی مجلس تدوین فقہ حنفی اور اس کے چہل ارکان کے اکاذیب پر مشتمل فضائل ومناقب کے ضمن میں محدثین کرام، مسلکِ محدثین کرام اور جملہ اہل حدیث کے خلاف جو دشنام طرازی، بیہودہ گوئی، بہتان واتہام بازی، بدزبانی، بدتمیزی، ہجوسرائی اور اس نوع کی باتیں لکھی ہیں ان کی حقیقت ہم واضح کر چکے ہیں، بعض باتوں کا تعلق آنے والے مباحث سے ہے، اس لیے انھیں بعد والے مباحث تک کے لیے موخر رکھے۔ اب ہم ان کے باقی ماندہ اکاذیب کے حقائق، ان کی تلبیسات وتدلیسات، ہذیانیات، بہتان بازیوں، لغوطرازیوں، بیہودہ گوئیوں وغیرھا کا حال منکشف کرنے جارہے ہیں، اصولی طور پر ہم ابتدائے مباحث میں ائمہ حنفیہ رائے پرستوں پر ائمہ کرام کے تبصرے مختصر انداز میں اس لیے بیان کرنا مناسب سمجھ رہے ہیں کہ آئندہ مباحث سمجھنے میں زیادہ سہولت ہو۔

عقیدۂ خلق قرآن کے سبب حماد بن ابی سلیمان کی برہمی کی مزید ٹھوس دلیلیں:

ہم امام ابوحنیفہ کے عقیدۂ خلق قرآن وغیرہ کے اظہار سبب انھیں ان کے استاذ خاص حماد کے کافر ومشرک، نہایت مجروح ومبغوض اور ناپسندیدہ قرار دینے کی کئی روایاتِ معتبرہ کا ذکر تفصیل سے کر آئے ہیں۔[3] بعض روایات کا ذکر مزید کر رہے ہیں۔

[1] اکمال لابن ماکولا (۱/ ۲۵۲، ۲۵۳)

[2] كتاب السنة للألكائي نمبر (۳۹۵، ۲/ ۲٤۰) نیز ملاحظہ ہو: كتاب السنة للألكائي نمبر (٤۰٦، ۲/ ۲٤٤) و متعدد كتب حديث.

[3] اللمحات (۲/ ۱٦۔ ۳۰)

"قال الإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل: حدثني عبد الله بن عون بن الخزاز أبو محمد، وكان ثقة، ثنا شيخ من أهل الكوفة، قيل لعبد الله بن عون: هو أبو الجهم؟ فكأنه أقرأنه قال: سمعت سفيان الثوري يقول: قال لي حماد بن أبي سليمان: اذهب إلى الكافر يعني أبا حنيفة فقل له: إن كنت تقول: إن القرآن مخلوق فلا تقربنا."[1]

''امام سفیان ثوری نے کہا کہ مجھ سے حماد استاذ ابی حنیفہ نے کہا کہ تم ابوحنیفہ کافر کے پاس جا کر کہو کہ جب تم معتقد خلق قرآن ہو گئے ہو تو ہمارے پاس اب ہرگز ہرگز مت آنا۔''

ترجمہ ابو الجہم العلاء بن موسیٰ باہلی:

یہ روایت بہت زیادہ صحیح الاسناد والمتن ہے، اسے امام سفیان سے نقل کرنے والے امام ابو الجہم العلاء بن موسی بن عطیہ باھلی کوفی بغدادی (مولود ۱۴۷ یا ۱۴۸ھ ومتوفی ۲۲۸ھ) ثقہ محدث ہیں۔[2]

ترجمہ عبد اللہ بن عون خزاز ابو محمد ہلالی:

امام ابو الجہم سے اسے نقل کرنے والے امام عبد اللہ بن عون الخزاز ابو محمد ھلالی بلند پایہ ثقہ ہیں۔[3] امام عبد اللہ بن عون ھلالی سے اس کے ناقل امام عبد اللہ بن احمد بن حنبل ہیں جنھوں نے اسے اپنی کتاب السنۃ میں نقل کیا ہے، یہ متفق علیہ ثقہ ہیں۔[4]

ایضاح:

کتاب السنۃ للامام عبد اللہ کے محقق نے کہا کہ اس روایت کی سند میں ایک راوی مجہول ہے حالانکہ یہ قطعاً غلط بات ہے، شاید موصوف کو سند میں واقع لفظ "حدثنا شيخ من أهل الكوفة" سے دھوکہ ہوا ہے حالانکہ اسی سند میں یہ تصریح موجود ہے کہ ان "شيخ من أهل الكوفة" کی بابت تلامذۂ امام عبد اللہ بن عون سے کہا گیا کہ یہ "شيخ من أهل الكوفة" امام ابو الجہم العلاء بن موسی بن عطیہ باہلی ہیں؟ یعنی کہ یہ روایت اتنی زیادہ اہل علم کے درمیان مشہور تھی کہ تلامذۂ ابن عون کو بھی معلوم تھا کہ ابن عون جس شیخ سے یہ روایت نقل کر رہے ہیں وہ امام ابو الجہم ہیں تو امام ابن عون نے اس کی تصدیق کی، لہٰذا جن "شيخ من أهل الكوفة" کو محقق نے مجہول کہا وہ معروف وثقہ ہیں، اس لیے یہ روایت صحیح ہے اور اس معنی کی جو روایاتِ متعددہ معتبرہ ہم نقل کر آئے ہیں ان کی یہ بہت قوی متابع ہے۔

ہمارے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ امام ابوحنیفہ جہم بن صفوان یا کسی بھی جہمی امام کے ہاتھ پر ایمان لائے اور انھیں جہمی لوگوں کی تعلیم وتربیت سے جہمی عقائد ومسلک کے معتقد ومتبع رہے مگر جب وہ اپنے والدین کے ساتھ گھومتے پھرتے ہوئے اپنے اصل ملک بابل یعنی عراق آنے لگے اور پوری دنیائے اسلام میں جہمیہ کے خلاف زور دار تحریک سرکاری وغیر

[1] كتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل (١/ ١٨٤)

[2] خطيب (١٢/ ٢٤٠، ٢٤١) والعبر للذهبي (١/ ٤٠٣) ودول الإسلام للذهبي (١/ ١٣٨) وسير أعلام النبلاء (١٠/ ٥٢٥، ٥٢٦) وشذرات الذهب (٢/ ٦٥٢) وهداية العارفين (١/ ٦٦٦)

[3] تقريب التهذيب وعام كتب رجال. [4] عام كتب رجال.

سرکاری طور پر چل رہی تھی اور جہمیہ کا قتل ہو رہا تھا، انھیں سخت سزائیں دی جا رہی تھیں تو مصلحت کے پیش نظر امام ابوحنیفہ اور ان کے اہل خاندان نیز بہت سارے جہمیہ نے اپنے عقائدِ جہمیہ ومسلک جعدیہ کے اظہار سے خاموشی اختیار کی اور اس طرح کا رہن سہن اختیار کیا کہ لوگوں پر ان کا جہمی العقیدہ وجہمی المذہب ہونا ظاہر نہ ہو سکا، پھر اظہارِ جہمیت کے لیے حالات کو سازگار سمجھ کر موصوف امام ابوحنیفہ نے اپنے اس مذہب ومسلک کے ایک عقیدہ کا اظہار کر دیا جس کے خلاف سوادِ اعظم اہلسنت میں بڑا شور برپا ہوا اور لوگوں نے اس کی شکایت امام ابوحنیفہ کے استاذ خاص حماد کو بھی پہنچائی جو مصنف انوار وکوثری کی متدل روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب رفقاء کی کوشش اور مالی ضرورت وخواہش سے مرجی المذہب اور مرجی مذہب کے صدر وسرپرست اور مبلغ بن گئے تھے۔

ہم بتلا آئے ہیں کہ بقول امام وکیع بن جراح (جن کو مصنف انوار وکوثریہ مرجیہ دیوبندیہ معدوم الوجود مجلس تدوین فقہ حنفی کا رکن کہتے ہیں) فرقۂ مرجیہ ہی نے جہمیت کو جنم دیا تھا اور یہ کہ جہمیہ از روئے حقیقت کفار ہیں۔ [1] مرجیہ ہی اگرچہ جہمیت کے جنم داتا ہیں اور مرجیہ سے حماد وفاتِ نخعی کے کچھ دنوں بعد وابستہ ہو گئے تھے مگر وہ عقیدۂ خلق قرآن کے سخت خلاف تھے، لہٰذا جیسے ہی انھیں یہ خبر ہوئی کہ میرے شاگرد اور مجھے سنی المسلک واہل حدیث مذہب سے برگشتہ کر کے مرجی بنانے والے امام ابوحنیفہ جہمیہ کے اس عقیدہ کا اظہار کرنے لگے ہیں تو اسی وقت فوراً انھوں نے امام ابوحنیفہ سے بیزاری کا اعلان کر دیا اور لوگوں سے کہہ دیا کہ انھیں خبر کر دو کہ وہ مجھ سے کوئی ربط وضبط نہ رکھیں کیونکہ یہ خطرہ بھی تھا کہ اس عقیدہ کے اظہار کنندہ سے ربط وضبط استادی وشاگردی کے تعلق کے سبب کہیں ان پر بھی سرکاری دست اندازی وگرفت اور باز پرس نہ ہو، اور کوئی سرکاری کارروائی نہ ہو، انھیں اس کی خبر ہو چکی ہوگی کہ مسلک جہم کے اصل بانی کو سرعام عیدالاضحیٰ کے روز علی الاعلان حکومت کے ایک ذمہ دار خالد قسری نے ذبح کر دیا، لہٰذا ذبح سے بچنے کے لیے بھی جہمیہ ومرجیہ اپنے بنیادی عقائد کے اظہار سے اجتناب کرتے رہے ہوں گے بلکہ اندرونی وباطنی طور پر جہمی مرجی ہونے کے باوجود عوام وخواص وحکام کے سامنے جہمی مرجی عقائد کے خلاف زور دار آواز میں شور وغل کرتے ہوں گے، لیکن جو لوگ اس طرح کے مصلحت بیں دور اندیش نہ تھے اور جذباتِ تجہم وارجاء سے مغلوب ہو کر بے خود ہو جاتے تھے وہ بہت کچھ دبانے کے باوجود اس کا اظہار کر بیٹھتے تھے۔

عقیدۂ خلق قرآن کو حماد بن ابی سلیمان نے کفر وزندقہ کہا:

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہا:

”حدثني إسحاق بن أبي يعقوب الطوسي حدثنا أحمد بن عبد الله بن يونس عن سليم المقرئ عن سفيان الثوري قال: سمعت حمادا يقول: ألا تعجب من أبي حنيفة يقول: القرآن مخلوق؟ قل له: يا كافر يا زنديق.“ [2]

''حماد استاذ ابی حنیفہ نے امام سفیان ثوری سے کہا کہ کیا یہ تعجب خیز بات نہیں کہ ابوحنیفہ خلقِ قرآن کے معتقد ہیں، تم ان سے جا کر کہو کہ اے کافر! اے زندیق! (اس طرح کے عقیدہ سے تم کافر وزندیق یعنی ملحد ودہریہ ہو گئے ہو)۔''

[1] اللمحات (٢/ ٥، ٦)

[2] كتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل نمبر (٢٤١، ١/ ١٨٤، ١٨٥)

ایک غلطی کی اصلاح:

اس روایت کے سبھی رواۃ ثقہ ہیں، صرف اسحاق بن ابی یعقوب الطّوسی کو محقق کتاب السنۃ نے مجہول کہا ہے مگر یہ امام ابن حبان اور ان جیسے ائمہ کا اصول رکھنے والوں کے نزدیک ثقہ ہیں، نیز ان کی معنوی مطابقت "أبو محمد شيخ لهم" نے کی ہے۔[1] ہم نے اللمحات (۲/ ۴۵) میں یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ ابومحمد سے مراد شاید ''حجاج بن یوسف ثقفی شاعر'' ثقہ ہوں مگر زیادہ صحیح بلکہ متعین یہ ہے کہ ابومحمد سے مراد عبداللہ بن عون بن ابی عون عبد الملک بن یزید ہلالی ابومحمد کوفی بغداد (متوفی ۲۳۱ھ یا ۲۳۲ھ) ہیں جو بلند پایہ ثقہ ہیں، اس طرح اس روایت صحیحہ سے معلوم ہوا کہ اس روایت کا احمد بن عبداللہ بن یونس سے مروی ہونا متحقق ہے، اس لیے اگر اسحاق بن ابی یعقوب طوسی مجہول بھی ہوں تو اس روایت کی صحت میں کوئی خلل نہیں پڑتا، نیز اسحاق طوسی موصوف کے کئی معنوی متابع اور بھی ہیں، نیز احمد بن عبداللہ بن یونس نے اسے جس سلیم المقری سے نقل کیا انھیں حافظ ذہبی نے المغنی فی الضعفاء (۲/ ۲۸۵) میں ''جائز الحدیث'' کہا۔ ان کے ثقہ ہونے پر ہم تفصیلی بحث کر آئے ہیں۔[2] یعنی کہ سلیم مقری ثقہ ومعتبر راوی ہیں اور انھوں نے یہ روایت امام سفیان ثوری سے نقل کی۔ حاصل یہ کہ اس سند کے ساتھ بھی اپنے معنوی متابع وشواہد سے مل کر یہ روایت صحیح ہے۔

معتقدِ خلقِ قرآن پر حماد بن ابی سلیمان کا سب وشتم:

نیز امام عبداللہ بن احمد بن حنبل نے مزید کہا:

"حدثنا أبو الفضل الخراساني ثنا علي بن مهران الرازي ثنا جرير عن محمد بن جابر قال: سمعت حماد بن أبي سليمان يشتم أبا حنيفة."[3]

''محمد بن جابر یمامی نے کہا کہ میں نے سنا کہ حماد بن ابی سلیمان اپنے شاگرد خاص ابوحنیفہ کو گالی دے رہے تھے۔''

اس سند کے سبھی رواۃ ثقہ ہیں، اس کے ایک راوی محمد بن جابر یمامی پر محقق کتاب السنۃ نے کلام کیا ہے مگر ہم بیان کر آئے ہیں کہ موصوف یمامی صدوق ہیں، ان سے جریر بن عبدالحمید کی روایت معتبر ہوتی ہے اور یہ روایت جریر ہی نے یمامی سے نقل کی ہے، نیز اس کے متعدد معنوی متابع ہیں۔ حماد کا ابوحنیفہ کو مشرک، کافر، زندیق، ملحد ودہریہ کہنا ثابت ہے، اس سے بڑھ کر گالی کیا ہوسکتی ہے کہ کسی شخص کو کافر، مشرک، زندیق، ملحد اور دہریہ کہا جائے؟

یہ بات گزر چکی ہے کہ جہمیت ومرجیت کا تبلیغی مرکز امام ابوحنیفہ کے زمانۂ تعلیم وتربیت میں خراسان رہا اور خراسان ہی میں امام ابوحنیفہ پیدا ہوئے، پلے بڑھے، نشو نما پائی اور وہیں ان کی تعلیم وتربیت ہوئی، خراسان کے عام لوگوں میں اس کا شہرہ و چرچا تھا کہ امام ابوحنیفہ جہمی، مرجی اور خانہ جنگی کے معتقد ہیں، جب امام ابوحنیفہ کے مشہور شاگرد خاص قاضی ابو یوسف خراسان گئے تو وہاں کے لوگوں نے کہا کہ یہاں خراسان میں مشہور ہے کہ امام ابوحنیفہ جہمی مرجی مذہب کے متبع ہیں، امام ابو یوسف نے خراسانیوں کی اس بات کی تصدیق کی جیسا کہ ہماری اس کتاب میں تفصیل موجود ہے۔

[1] اللمحات (۲/ ٤٤، ٤٥)　[2] اللمحات (۲/ ۹۱-۲۰)　[3] كتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل.

حازم طفاوی اور کئی اہل حدیث اہل علم نے کہا کہ امام ابوحنیفہ جہمی مرجی تھے، امام ابو یوسف نے کہا کہ اسی مذہبِ جہمیت پر امام ابوحنیفہ فوت ہوئے جیسا کہ اسی کتاب میں تفصیل گزر چکی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ امام ابوحنیفہ نے ایک سے زیادہ مرتبہ حکومت اور عوام وخواص کے دباؤ سے اپنے مذہبِ تجہم سے توبہ کی مگر وہ پھر یہ توبہ توڑ دیا کرتے تھے اور بقول ابو یوسف امام ابو حنیفہ مذہبِ تجہم پر فوت ہوئے۔

قاضی شریک معتقدِ خلقِ قرآن کو کافر کہتے تھے:

مصنف انوار اور عام جہمیت زدہ مرجیہ کوثریہ دیوبندیہ حنفیہ نے قاضی شریک کو چہل رکنی مجلس تدوین فقہ حنفی کا رکن کہا ہے ان سے مروی ہے:

”قال الإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل: حدثني هارون بن سفيان حدثني الوليد بن صالح قال: سمعت شريكا يقول استتيب أبو حنيفة من كفره مرتين من كلام جهم ومن الإرجاء.“[1]

”قاضی شریک نے کہا کہ امام ابوحنیفہ اپنے کفر سے دو مرتبہ توبہ کرائے گئے ایک مرتبہ جہمیت سے دوسری مرتبہ مرجیت سے۔“

ہم بتلا آئے ہیں کہ یہ روایت معنوی طور پر متواتر ہے، شریک کو اگر صرف اتنا ہی معلوم تھا کہ امام ابوحنیفہ سے دو مرتبہ کفر سے توبہ کرائی گئی ہے تو لازم نہیں آتا کہ اس سے زیادہ مرتبہ موصوف سے توبہ نہیں کرائی گئی۔ گزشتہ صفحات میں ہم تفصیل سے بیان کر آئے ہیں کہ دو سے زیادہ بار موصوف سے توبہ کرائی گئی۔ امام عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہا:

”حدثني أبو الفضل الخراساني نا سلمة بن شبيب نا الفريابي قال: سمعت سفيان الثوري يقول: استتيب أبو حنيفة من كلام الزنادقة مرارا.“[2]

”سفیان ثوری نے کہا کہ امام ابوحنیفہ سے زندیق لوگوں کا طریق قول وعمل اختیار کرنے کے سبب کئی مرتبہ توبہ کرائی گئی۔“

اس روایت کی سند صحیح ہے، یہ روایت اس امر کی دلیل ہے کہ امام ابوحنیفہ بار بار ایسے امور کے مرتکب ہوتے رہے جن سے ان پر کفر لازم آتا رہا اور بار بار ان سے توبہ کرائی گئی لیکن اس سے لازم نہیں آتا کہ وہ کسی مرتبہ توبہ پر قائم بھی رہے کیونکہ جہمیت کے کسی ایک عقیدہ سے توبہ کر لینے سے لازم نہیں آتا کہ اس عقیدہ سے توبہ کرنے والے نے پورے مذہب جہم ہی سے توبہ کر لی۔ جہم سے مروی ہے کہ اس نے علم الٰہی کے حادث ہونے والے اپنے عقیدہ سے توبہ ورجوع کر لیا تھا۔[3] مگر اس سے لازم نہیں آتا کہ اس نے اپنے پورے جہمی مذہب سے رجوع اور توبہ کر لی تھی بلکہ اس پر اجماع ہے کہ اپنے اسی مذہب جہمی وجعدی کے پیرو ہونے کے سبب وہ قتال میں مارا گیا۔

کشفِ احوال:

متعدد اسانید معتبرہ سے امام ابوحنیفہ کا خلقِ قرآن کا معتقد ہونا ثابت ہے، اس کے خلاف بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے

[1] كتاب السنة حديث نمبر (٣٠٩، ١/ ٢٠٤) [2] كتاب السنة، نمبر (٢٦٩، ١/ ١٩٣)
[3] مسائل إمام أحمد (ص: ١٠) ومقدمه كتاب السنة للألكائي از محقق (١/ ٣١)

کہ وہ اس سے تائب ہو گئے تھے مگر یہ روایات اُولاً: معتبر نہیں، ثانیاً: اس قسم کی روایات کے خلاف متعدد روایات ایسی ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ موصوف توبہ پر قائم نہیں رہے اور اپنے مذہب جہم بشمول عقیدۂ خلق قرآن پر فوت ہوئے۔ ہم بھی بعض ظاہری روایات کی بنا پر یہ حسن ظن قائم کر بیٹھے تھے کہ موصوف تائب ہو کر تا زندگی اسی توبہ پر قائم رہے اور فوت ہوئے، لیکن حقیقت حال منکشف ہو جانے کے بعد ہمارا یہ حسن ظن قائم نہیں رہا۔

امام لالکائی نے اصول اعتقاد اهل السنة میں یہ روایت نقل کی ہے کہ امام ابو یوسف سے عقیدۂ خلق قرآن کی بابت محمد بن سعید بن سابق نے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ میں اس کا معتقد ہوں نہ میرے شیخ ابو حنیفہ۔[1] لیکن اس کی سند میں واقع ایک راوی ابو بکر محمد بن مہرویہ بن عباس رازی متہم یعنی کذاب ہیں۔[2] اس کذاب نے جس محمد بن ایوب سے یہ روایت نقل کی ہے ان کے نام میں اختلاف ہے، کوئی محمد بن ابی ایوب کہتا ہے، کوئی محمد بن ایوب کہتا ہے جیسا کہ کتاب السنة کے محقق کے بیان سے معلوم ہوتا ہے، لہٰذا یہ راوی غیر متعین ہونے کے سبب نیز اس نام کے بعض رواۃ کے وضاع وکذاب کی حد تک غیر معتبر ہونے کے سبب یہ روایت غیر معتبر ہے، نیز امام لالکائی نے ابو الحسن علی بن محمد بن عمر فقیہ سے نقل کیا کہ ان کے ترجمہ پر مجھے واقفیت نہ ہو سکی، نیز اس روایت کے مرکزی راوی ابو یوسف کا حال معلوم ہو چکا ہے کہ ان کی کسی بھی بات کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ اس معنی کی ایک روایت امام بیہقی کی کتاب اسماء وصفات (ص: ۲۵۱) میں بھی مروی ہے جس کے رواۃ کو بیہقی نے ثقات کہا، حالانکہ رواۃ کے ثقہ ہونے سے سند ومتن کا معتبر ہونا لازم نہیں آتا اور اس روایت کا دار ومدار بھی ابو یوسف ہی پر ہے جن کا حال معلوم ہوا، لہٰذا یہ روایت ساقط الاعتبار بلکہ مکذوب اور روایات صحیحہ کے خلاف ہے، اس کا روایات صحیحہ کے خلاف ہونا ہی اس کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔ ہم گذشتہ صفحات میں بیہقی والی روایت کا ساقط الاعتبار ہونا بیان کر آئے ہیں۔

امام ابن المبارک کیا فرماتے ہیں؟

امام لالکائی ہی نے امام ابن مبارک سے نقل کیا ہے کہ "والله ما مات أبو حنيفة، وهو يقول بخلق القرآن، ولا يدين الله به"[3] اس روایت کا معنی صرف یہ ہے کہ عقیدۂ خلقِ قرآن رکھنے اور اسی کو دین سمجھنے کی حالت میں امام ابو حنیفہ فوت ہوئے۔ یہ روایت تو مرتے دم تک امام ابو حنیفہ کے معتقد خلقِ قرآن ہونے پر دال ہے، نیز متعدد روایات سے ابن المبارک سے یہی مروی بھی ہے، پھر بھی اس کی سند میں احمد بن عطیہ المعروف بابن المغلس واقع ہے جس کا بہت بڑا کذاب ہونا اوائلِ کتاب میں بیان ہو چکا ہے، اور احمد بن عطیہ سے اس کے ناقل مکرم کی کتاب مناقب ابی حنیفہ بقول اہل علم مکذوبہ ہے۔ (کما تقدم کرارا ومرارا) لہٰذا یہ روایت مکذوبہ ہے۔ لالکائی کی کتاب نمبر میں (۴۷۲) کے تحت یہ روایت منقول ہے کہ اپنی مجلس میں جہم کا ذکر سن کر امام ابو حنیفہ نے ﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا﴾ والی آیت پڑھی۔[4] اس روایت سے جہم کے ساتھ امام ابو حنیفہ کی عقیدت ہی ظاہر ہوتی ہے نہ کہ اس پر نکیر، پھر بھی اس کی سند میں احمد بن عطیہ المعروف بابن المغلس ومکرم موجود ہیں، لہٰذا یہ روایت بھی مکذوبہ ہے اور روایات صریحہ کے خلاف ہے۔

---

[1] كتاب السنة للألكائي نمبر (٤٧٠، ٢/ ٢٦٩)   [2] لسان الميزان (٥/ ٣٩٨)
[3] السنة للألكائي نمبر (٢٧١، ٢/ ٢٧٩، ٢٧٠)   [4] السنة للألكائي (٢/ ٢٧٠)

معتقد خلقِ قرآن کے معتقد پر فتویٰ ابی یوسف:

اس کے بعد لالکائی نے ایک روایت یہ نقل کی ہے کہ ابو یوسف نے خلق قرآن کے معتقد سے کلام کو حرام اور ترکِ تعلق کو فرض بتلایا ہے۔❶ مگر ابو یوسف کے معتقدِ خلقِ قرآن پر نکیر سے امام ابوحنیفہ کا منکر ہونا لازم نہیں آتا، پھر بھی اس کی سند میں احمد بن عطیہ المعروف بابن المغلس ومکرم موجود ہیں، لہٰذا یہ روایت بھی مکذوب ہے اور بہت ساری روایاتِ معتبرہ کے خلاف بھی۔

امام محمد بن حسن شیبانی کی طرف منسوب ایک روایت کی تکذیب:

اس کے بعد لالکائی نے امام محمد سے بھی عقیدۂ خلق قرآن کا انکار نقل کیا ہے۔❷ مگر اس کی سند میں بھی احمد بن عطیہ المعروف بابن المغلس ومکرم ہیں لہٰذا یہ بھی مکذوبہ ہے۔ لالکائی نے اس کے بعد نمبر (۴۷۵) کے تحت ایک روایت نقل کی جس میں امام محمد بن حسن شاگرد ابی حنیفہ کا فتوی ہے کہ خلق قرآن کے معتقد کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔❸

أولاً: امام محمد کے خلق قرآن کے منکر ہونے سے امام ابوحنیفہ کا بھی خلق قرآن کا منکر ہونا لازم نہیں آتا۔

ثانیاً: یہ روایت امر واقع کے خلاف ہے، عام ائمہ نے محمد کو جہمی مرجی وکذاب کہا ہے، کذاب قسم کے لوگ عوام وخواص اور حکومت کے ڈر سے بھی اس طرح کی مصلحت پر مبنی باتیں ضمیر کے خلاف کہتے پھرتے ہیں۔ اس کی سند میں واقع ابوعصمہ سعد بن معاذ دورقی کا حال ہمیں معلوم نہیں نہ اس کے کئی رواۃ کا پتہ ہے، یہ روایت بالکل ہی کنڈم ہے۔

الغرض کسی بھی معتبر روایت سے امام ابوحنیفہ یا ان کے شاگرد محمد بن حسن کا خلق قرآن کا معتقد نہ ہونا ثابت نہیں، اگر حکومت اور عوامی خوف سے اسے غیر مخلوق کہہ بھی دیا تو دلائلِ اثبات زیادہ ہیں۔

امام ابوحنیفہ کے دو اساتذہ اعمش ومغیرہ نے قسم کھا کر کہا کہ ہمیں معلوم ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے جدال وخصام سے ہمیں اسلام پر فساق سے کہیں زیادہ خطرہ رہا، بعض نے کہا کہ یہ خطرہ ان کے مرجی المذہب ہونے کی بنا پر ہے؟ کہا کہ نہیں خواہ مرجی بن کے رہیں یا غیر مرجی رہیں، ہر حال میں ان سے اسلام کو خطرہ لاحق ہے۔❹

امام حازم طفاوی سے مروی ہے کہ امام ابوحنیفہ خراسان سے جہم کی کتابیں منگا کر انھی جہمی کتابوں پر عمل کرتے تھے۔❺ یہ روایت اپنے متابع سے مل کر صحیح ہے، اسی کتاب میں ہم نے اس پر پُر تحقیق بحث کی ہے، کئی روایات سے ثابت ہے کہ امام ابو یوسف نے کہا کہ امام ابوحنیفہ جہمی المذہب مرجی المسلک تھے۔❻ امام ابو یوسف کی اس بات کی تصدیق امام ابن المبارک نے بھی کی ہے۔❼ بسند معتبر سفیان ثوری سے مروی ہے کہ امام ابوحنیفہ نبطی تھے اور امور دینیہ کا استنباط محض رائے وقیاس سے کرتے تھے۔❽ قاضی شریک کہتے تھے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب اصحاب کا طریق کار یہ تھا کہ احادیث نبویہ کو رد کرکے قیاسی

---

❶ السنة للألكائي (٢/ ٢٧٠)　❷ السنة (٢/ ٢٧)　❸ السنة للألكائي (٢/ ٢٧٠، ٢٧١)

❹ السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل نمبر (٢٥٨، ٢/ ١٩٠ ـوسنده صحيحـ)

❺ كتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل (٢/ ١٨٣)

❻ كتاب السنة لعبد الله بن أحمد بن حنبل (١/ ١٨١ـ ١٨٤) وتاريخ جرجان (ص: ٢١٨، ٢١٩) وخطيب (١٣/ ٤٤٧، ٤٤٨)

❼ كتاب السنة للإمام عبد الله نمبر (٢٣٣، ١/ ١٨١، ١٨٢)

❽ كتاب السنة للإمام عبد الله نمبر (٢٨٤، ١/ ١٩٥٧)

مسائل سے کام لیں۔[1] امام حفص بن غیاث نے کہا کہ ایک ہی دن میں ایک مسئلہ میں امام ابوحنیفہ یکے بعد دیگرے دس فتاوی دیتے اور ہر ایک سے رجوع کر کے دوسرا فتوی اختیار کرتے ہیں۔[2]

قول (کلمۂ اسلام) میں فعل (عام احکام اسلامیہ) ہی کو داخل نہ ماننے اور ان افعال اسلامیہ میں کمی وبیشی کے سبب ایمان میں کمی بیشی نہ ماننے کو تو ائمہ اہل سنت وجماعت مرجیہ کا بنیادی عقیدہ قرار دیتے ہیں، اور مرجیہ کے اسی بنیادی عقیدہ کو مصنف انوار اور ان کی پارٹی والے اہل سنت وجماعت والا سنی عقیدہ کہتے ہیں، اس دھاندلی کی بھی کوئی انتہا ہے؟ ان امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے ناظرین کرام اس جلد کے مشتملات ومندرجات وحقائق پر گہری نظر ڈالیں۔

امام مالک کے شاگرد خاص محمد بن مسلمہ کی امام ابوحنیفہ پر تجریح:

امام بخاری نے اپنی تاریخ کبیر ترجمہ محمد بن مسلمہ ابو ہشام مخزومی مدنی (متوفی ۲۱۶ھ) میں فرمایا:

"قال لي عبد الرحمن بن شيبة: حدثنا محمد بن مسلمة المدني سمع مالكا عن نافع عن ابن عمر نهى النبيﷺ عن القزع، وقيل لمحمد بن مسلمة: ما لرأي فلان (وفي نسخة: ما لرأى أبي حنيفة، كذا في هامش التاريخ الكبير المطبوع بحيدر آباد الهند) دخل البلاد كلها إلا المدينة؟ فقال: إنه دجال من الدجاجلة، وقال النبي ﷺ: لا يدخلها الطاعون ولا الدجال."[3]

''محمد سے (امام بخاری سے) عبدالرحمٰن بن شیبہ نے کہا کہ ہم سے محمد بن مسلمہ مدنی ابو ہشام مخزومی فقیہ ومحدث نے حدیث بیان کی کہ انھوں نے امام مالک سے سنا کہ وہ امام نافع سے روایت کرتے تھے اور نافع حضرت ابن عمر سے روایت کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے قزع (سر کے کچھ حصہ کے بال کٹوانا یا چھلانا) سے منع فرمایا، اور عبدالرحمٰن بن شیبہ نے یہ بھی کہا کہ امام محمد بن مسلمہ سے پوچھا گیا کہ کیا سبب ہے کہ تمام ممالک اور بلاد وشہروں میں رائے وقیاس پر مشتمل مذہب ابی حنیفہ داخل ہو گیا ہے مگر مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہوا؟ اس کا جواب محمد بن مسلمہ نے یہ دیا کہ امام ابو حنیفہ دجالوں میں سے ایک دجال ہیں اور فرمان نبوی ہے کہ مدینہ منورہ میں دجال اور طاعون داخل نہیں ہو سکتے۔''

ترجمہ محمد بن مسلمہ مخزومی:

یہ حدیث نہایت پختہ اور ٹھوس وصحیح سند والی ہے، امام محمد بن مسلمہ مخزومی امام مالک کے خصوصی تلامذہ میں سے بلند پایہ ثقہ محدث فقیہ ہیں۔[4] مصنف انوار کے امام کوثری نے اتنے بلند پایہ ثقہ فقیہ جنھیں بعض نے افقہ بھی کہا ہے اور معتبر محدث بھی امام مالک کے اس شاگرد خاص کو مجہول کہا ہے۔[5] حالانکہ اگر کوثری نے مذکورہ بالا مراجع نہیں دیکھے تو حافظ ابن عبد البر کی کتاب

[1] كتاب السنة للإمام عبد الله نمبر (٣٠٨، ١/ ٢٠٤ ۔سنده صحيح۔)
[2] كتاب السنة للإمام عبد الله نمبر (٣٧٦، ١/ ٢٢٠)
[3] تاريخ كبير للإمام البخاري (١/ ٢٤٠) وترتيب المدارك (١/ ٣٥٨)
[4] الانتقاء لابن عبد البر (ص: ٥٦) والديباج المذهب (٢/ ٢٢٧) وترتيب المدارك (١/ ٣٥٨) والجرح والتعديل (٨/ ٧١) وثقات ابن حبان طبقه اتباع تابعين)
[5] تانيب الكوثري (ص: ١٠٣)

الانقاء پر موصوف کوثری نے تعلیق وتحشیہ چڑھایا ہے جس کے صفحہ (۵٦) پر امام ابو حاتم رازی سے موصوف کا ثقہ ہونا نقل کیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ ایسے ثقہ امام کو کوثری نے محض اکاذیب پرستی والے اپنے مذہب وملت اور شعار وشیوہ کی بنیاد پر مجہول کہہ کر تمام لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ناپاک ومذموم وقبیح کوشش کی، اور کوثری کا دین وایمان بھی یہی ہے کہ اس طرح کی دھاندلی بازی کر کے اپنی شیطنت کی اشاعت کی جائے۔

ترجمۂ عبدالرحمٰن بن شیبہ:

امام محمد بن مسلمہ مخزومی کے سامنے سوالِ مذکور اور ان کا جواب نقل کرنے والے امام عبدالرحمٰن بن شیبہ، جن کو عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن شیبہ حزامی مدنی بھی کہا جاتا ہے، صحیح بخاری کے رواۃ میں سے ہیں۔[1] اور عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن شیبہ سے یہ روایت امام بخاری نے اپنی تاریخ کبیر میں نقل کی ہے، امام بخاری اپنی کتاب میں صرف ثقہ راوی ہی سے روایت نقل کرتے ہیں جیسا کہ فرقہ دیوبندیہ کی مشہور کتاب "قواعد في علوم الحديث للتهانوي" (ص: ۲۱٦، ۲۲۷) میں صراحت ہے، نیز اس کی صراحت "التنكيل بما في تانيب الكوثري من الأباطيل" میں متعدد مقامات پر کی گئی ہے، بہر حال جب موصوف رواۃِ صحیح بخاری میں سے ہیں تو ان کے ثقہ ومعتبر ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

اس قسم کی باتیں امام بخاری کی تاریخ کبیر اور دوسری تصانیف میں بہت ہیں، اسی بنا پر مصنف انوار تاریخ کبیر للبخاری کا بہت مذاق اڑاتے اور اس کی ہجو سرائی کرتے ہیں، اور اس پر تنقید وتبصرہ نہایت بدتمیزی والے انداز میں اس لیے کرتے ہیں کہ یہ فرقہ جہمیہ مرجیہ حنفیہ رائے پرست کوثریہ دیوبندیہ کا شیوہ وشعار ہے مگر ہم اوائلِ کتاب ہی میں مصنف انوار کی تکذیب کرنے والی مصنف انوار کی عبارت نقل کر آئے ہیں کہ امام بخاری اور ان کی تصانیف بشمول تاریخ کبیر پر جو نقد ونظر کیے ہوئے ہیں اس سے سینکڑوں گنا زیادہ بھی اگر نقد ونظر کیا جائے تو امام بخاری اور ان کی تصانیف کی اہمیت پر ہرگز کوئی اثر نہیں پڑنے والا ہے۔

اس روایت صحیحہ میں امام محمد بن مسلمہ مخزومی نے امام ابو حنیفہ کو مطعون کیا ہے اور یہ بات انھوں نے اپنے استاد امام مالک سے اخذ کی ہے، امام مالک نے بھی امام ابو حنیفہ کو بہت مطعون کیا ہے، حدیث نبوی میں ہے کہ قیامت آنے سے بہت پہلے بہت سارے دجاجلہ کا ظہور ہوگا، ان میں سے دجال اعظم سے پہلے بڑے بڑے دجالوں کی تعداد تیس ہوگی۔ عام طور پر امام مالک اور ان کے تلامذہ اور دوسرے اہل علم نے امام ابو حنیفہ کو مطعون کیا ہے، ہم اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے کہ امام مالک اور دوسرے ائمہ کرام امام ابو حنیفہ کو مجروح کہنے میں حق بجانب ہیں یا نہیں؟ ہم نے یہ روایت صرف یہ ثابت کرنے کے لیے نقل کی ہے کہ امام محمد بن مسلمہ شاگرد خاص امام مالک نے اپنے شیخ کے اتباع میں امام ابو حنیفہ کو مجروح کہا جس کا مفاد یہ ہے کہ امام مالک کی وفات کے بعد بھی ایک خاصے عرصے تک مذہب حنفی اور نظریات ابی حنیفہ کو مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لیے باریابی نہیں حاصل ہو سکی تھی، البتہ امام ابو حنیفہ کا مدینہ منورہ میں حیاتِ مالک میں داخل ہونا ثابت ہے۔ بایں ہمہ ان روایات سے امام ابو حنیفہ کی بابت امام مالک اور ائمہ اسلام کے خیالات کی عکاسی ہوتی ہے۔

ہماری تحقیق یہ ہے کہ صرف دجال اعظم مدینہ منورہ میں ارشاد نبوی کے مطابق داخل نہ ہو سکے گا۔ ورنہ دوسرے دجاجلہ،

---

[1] الجمع بين الرجال الصحيحين لابن قيسراني الشيباني (١/ ٢٩٢، ترجمة ١١٠٤) وعام كتب رجال .

خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے، ان کے دخولِ مدینہ کی نفی احادیث نبویہ میں نہیں ہے، مدینہ منورہ کے باشندے امام المغازی محمد بن اسحاق کو بھی امام مالک نے ایک بارطیش میں آ کر "دجال من الدجاجلة" کہہ دیا تھا، حالانکہ ان کی ولادت ونشو ونما، تعلیم وتربیت، تحدیث وروایت، تصنیف وتالیف مدینہ منورہ میں ہوئی۔ بعض احادیث صحیحہ میں ابن صیاد کو رسول اللہ ﷺ کا دجال کہنا ثابت ہے جو مدینہ منورہ ہی میں پیدا ہوا، پلا بڑھا، اس کے والدین بھی مدینہ منورہ کے باشندے اور مذہباً یہودی تھے، بعض معتبر روایات کے مطابق ابن صیاد مسلمان بھی ہو گیا تھا اور حج کرنے مکہ مکرمہ بھی گیا، مسجد نبوی میں نماز پڑھتا، اسے بعض اہل علم نے صحابہ میں شمار کیا ہے، خصوصاً اصابہ میں اس کا مفصل ترجمہ موجود ہے۔ مدینہ منورہ میں امام ابو حنیفہ کے داخل ہونے نیز کسی زمانے میں ان کے فقہی مذہب کے داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انھیں امام مالک اور دوسرے ائمہ نے اس طرح مجروح نہیں کیا جس طرح ابن صیاد کے واقعہ حرہ تک یعنی ۶۳ھ تک مدینہ منورہ میں سکونت پذیر رہنے سے لازم نہیں آتا کہ ہمارے رسول اللہ ﷺ نے ابن صیاد کو دجال نہیں کہا حتی کہ ابن صیاد کی بابت بہت ساری باتیں زبان نبوی سے سن کر حضرت عمر فاروق اور بعض صحابہ نے اسے قتل کر دینے کا ارادہ بھی کیا مگر رسول اللہ ﷺ نے ان سب کو اسے قتل کرنے سے روک دیا۔ ابتداء میں وہ آپ ﷺ کو صرف رسول الأمیین یعنی صرف حجازی عربوں کا رسول مانتا تھا، پھر وہ آپ ﷺ پر پوری طرح ایمان لے آیا اور اسلامی احکام ادا کرنے لگا، بہر حال اس روایت صحیحہ سے کم از کم اتنا ثابت ہوتا ہے کہ امام محمد بن مسلمہ نے امام ابو حنیفہ پر سخت تجریح کی، اس سے بعض لوگوں بشمول حافظ ابن عبدالبر کے اس دعوی کی تغلیط ہوتی ہے کہ امام مالک کے صرف محدث تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ امام ابو حنیفہ پر تجریح کرتے تھے، فقہائے اصحابِ مالک نہیں کیونکہ خود امام ابن عبدالبر نے محمد بن مسلمہ کو فقیہ اور اصحاب امام مالک میں "أفقہ" کہا ہے۔[1]

حدیث سابق کی ایضاح تائید مزید کرنے والی دو روایاتِ معتبرہ:

مذکورہ بالا روایت صحیحہ کو حافظ خطیب نے حسب ذیل دو سندوں ومتن کے ساتھ نقل کیا ہے:

"أخبرنا ابن الفضل حدثنا علي بن إبراهيم بن شعيب الغازي حدثنا محمد بن إسماعيل البخاري حدثنا صاحب لنا عن حمدويه قال قلت لمحمد بن مسلمة: ما لرأي النعمان دخل البلدان كلها إلا المدينة؟ قال إن رسول اللهﷺ قال: لا يدخلها الدجال، ولا الطاعون، وهو دجال من الدجاجلة، أخبرني محمد بن الحسين الأزرق أخبرنا محمد بن الحسن بن زياد المقرئ أن أبا رجاء المروزي أخبرهم قال: قال حمدويه بن مخلد قال محمد بن مسلمة المديني، وقيل له: ما بال رأي أبي حنيفة دخل هذه الأمصار كلها ولم يدخل المدينة ؟ قال: لأن رسول اللهﷺ قال: على كل نقب من أنقابها ملك، يمنع الدجال من دخولها، وهذا من كلام الدجالين فمن ثم لم يدخلها"[2]

"ان دونوں سندوں سے مروی ہے کہ امام محمد بن مسلمہ سے کہا گیا، ایک سند کے مطابق امام حمدویہ نے کہا کہ میں

---

[1] الانتقاء لابن عبد البر (ص: ٥٦) [2] خطيب (١٢/ ٤١٥)

نے امام محمد بن مسلمہ سے پوچھا کہ امام ابوحنیفہ کا فقہی مذہب تمام شہروں میں تو داخل ہو گیا مگر کیا سبب ہے کہ مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہوا؟ امام محمد بن مسلمہ نے جواب دیا کہ حدیث نبوی میں وارد ہے کہ مدینہ منورہ میں دجال وطاعون داخل نہیں ہوسکتا اور امام ابوحنیفہ ان میں سے ایک ہیں، اس لیے ان کا مجموعۂ رائے پر مشتمل مذہب مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہوسکتا، اور دوسری روایت میں ہے کہ امام محمد بن مسلمہ نے کہا کہ مدینہ منورہ کی ہر گزرگاہ پر ایک ایک فرشتہ مقرر ہے جو مدینہ منورہ میں دجال کو داخل نہیں ہونے دیتا، اور امام ابوحنیفہ کا مجموعۂ رائے وقیاس والا مذہب انھیں کے کلام کا مجموعہ ہے، بنابریں وہ مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہوسکتا۔"

مذکورہ بالا دونوں روایات کی تصحیح اور فرقہ کوثریہ کذابہ کی فریب کاری:

ان دونوں سندوں والی روایات پر کوثری اور ارکان تحریک کوثری نے اپنے اکاذیب کے زور پر بڑی طبع آزمائی کی ہے پہلی سند والی روایت پر کوثری کے روحانی چیلوں نے بذریعہ اکاذیب یہ زور آزمائی کی کہ امام محمد بن مسلمہ جیسے بلند پایہ مشہور ومعروف ثقہ ومعتبر امام کو مجہول کہا۔[1]

تاریخ خطیب پر حواشی لکھنے والے کوثری کے چیلوں نے انھی امام محمد بن مسلمہ کے مجہول ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"فيها مجهول ليسقط الاحتجاج بها، وإن كان الحديث عن النبيﷺ صحيحا من جهة أخرى"

یعنی اس کی سند میں ایک مجہول راوی (محمد بن مسلمہ) واقع ہے جس کی وجہ سے یہ روایت ساقط الاعتبار ہے، اگرچہ اس میں مذکورہ حدیث نبوی دوسری سند سے صحیح طور پر منقول ہے۔

کوثری وکوثریہ کذابہ حرافہ کی جہالت مرکبہ کا یہ حال ہے کہ اتنے بڑے ثقہ معتبر اور بلند پایہ امام کی معرفت سے محروم ہے، اور اس جہل مرکب کے باوصف حافظ خطیب جیسے علم وفضل وتقوی وطہارت وثقاہت وعدالت والے امام پر اپنے جہل، ضلال وزیغ اور اکاذیب پرستی کے زور پر طعن وتشنیع کرکے اپنی حیثیت عرفی اجاگر کرتا ہے۔

ترجمہ امام حمدویہ:

پہلی سند کے مطابق امام محمد بن مسلمہ سے اسے نقل کرنے والے امام حمدویہ محمد بن ابان بن وزیر بلخی ہیں جو ابوبکر بن ابراہیم مستملی کے نام سے بھی معروف ہیں، یہ دس سال سے زیادہ امام وکیع کے مستملی رہے، یہ صحیح بخاری ودیگر متعدد کتب حدیث کے بلند پایہ ثقہ راوی اور صاحبِ تصانیف امام ہیں۔[2]

صاحب امام بخاری کی توثیق:

امام حمدویہ سے امام بخاری اگرچہ براہ راست بلا واسطہ بکثرت نقلِ روایت بکثرت کرتے ہیں مگر خطیب والی روایت کے

---

[1] تانیب الخطيب (ص: ١٠٣ مع الحاشيه) وعام كتب كوثريه.

[2] سير أعلام النبلاء (١١/ ١١٥ـ ١١٧) وتهذيب الكمال (ص: ١١٧) وشذرات الذهب (٩/ ٧٦ و٧٧ وغيره)

مطابق انھوں نے یہ روایت بواسطہ "صاحب لنا" نقل کی ہے، اور کوثری پارٹی کی طرف سے اصول حدیث پر لکھی گئی کتاب "قواعد في علوم الحديث" (۱۶/ ۲۷) میں کہا گیا ہے کہ امام بخاری صرف ثقہ راوی ہی سے نقلِ روایت کا التزام کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ فرقہ کوثریہ کذابہ حرافہ کے کسی فرد نے اس "صاحب لنا" پر کوئی کلام نہیں کیا جو اگر چہ مجہول الاسم ہیں مگر امام بخاری جس سے بھی روایت کرتے ہیں وہ ثقہ ہوتا ہے، خواہ وہ مجہول الاسم ہی کیوں نہ ہو۔ ان مجہول الاسم راوی سے امام بخاری نے یہ روایت نقل کی ہے جن کی ثقاہت محتاجِ وضاحت نہیں۔

ترجمہ علی بن ابراہیم بن شعیب غازی:

امام بخاری سے یہ روایت ان کے شاگرد علی بن ابراہیم بن شعیب غازی نے نقل کی۔

ترجمہ امام محمد بن حسین بن محمد بن فضل قطان ازرق:

اور علی بن ابراہیم بن شعیب غازی سے اس کے ناقل محمد بن الحسين بن محمد بن الفضل بن يعقوب بن يوسف بن سالم ابو الحسين ازرق قطان متوثی الاصل (مولود ۳۳۵ھ ومتوفی ۴۱۵ھ) ہیں جو حافظ خطیب کے ثقہ شیخ الحدیث ہیں، انھیں حافظ خطیب اختصار کے پیش نظر بسا اوقات ابن الفضل کے لفظ سے بیان کرتے ہیں۔[1]

ترجمہ امام حمید بن مخلد بن قتیبہ ازدی:

محمد بن حسین بن فضیل سے اسے حافظ خطیب نے نقل کیا ہے۔ اس کی دوسری سند کے اعتبار سے امام محمد بن مسلمہ سے اس کے ناقل امام حمید بن مخلد بن قتیبہ بن عبید اللہ ازدی بن زنجویہ نسائی (متوفی ۲۴۷ھ یا ۲۵۱ھ) صاحبِ تصانیف کثیرہ ثقہ ثبت حجۃ اہل حدیث امام ہیں۔[2]

ترجمہ ابو رجاء مرجی بن رجاء یشکری مروزی:

اور ان سے نقل کرنے والے امام ابو رجاء مرجی بن رجاء یشکری بصری مروزی مختلف فیہ ہیں، انھیں ابو زرعہ رازی ودارقطنی نے ثقہ کہا، امام ابو داود نے ایک قول میں ''صالح'' دوسرے میں ''ضعیف'' کہا ہے، امام بخاری نے ان سے تعلیقا بالجزم روایت کی جو دلیلِ توثیق ہے، امام ابن معین نے بعض اقوال میں تضعیف اور بعض میں قدرے توثیق کی، حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں بتصریح خویش معتدل ترین قول اختیار کرنے کی تصریح کی ہے اور انھوں نے تقریب میں ان کی بابت کہا کہ "صدوق ربما وهم" ظاہر ہے کہ "ربما وهم" والی علت متابعت سے دور ہو جاتی ہے، اور اس روایت کی ایک سے زیادہ متابع وشواہد ہیں، ان کے صاحبزادے رجاء کے ترجمہ سیر اعلام النبلاء میں حافظ ذہبی نے انھیں مروزی کہا اور انھیں رجاء کی مناسبت سے مرجی بن رجاء کی کنیت ابو رجاء ہوتی ہے، اس لیے یہ بھی مروزی ہوئے۔

---

[1] خطيب (۲/ ۲۴۹، ۲۵۰) وسير أعلام النبلاء (۱۷/ ۳۳۲) أنساب سمعاني (۱/ ۱۸٦ و ۱۸۷) والمنتظم (۸/ ۲۰) والعبر للذهبي (۳/ ۱۲۰) وشذرات الذهب (۳/ ۲۰۲)

[2] تهذيب التهذيب (۳/ ٤۲ و ٤۳) وسير أعلام النبلاء (۱۲/ ۱۹)

ترجمہ محمد بن حسن بن زیاد نقاش:

ان سے یہ روایت محمد بن حسن بن زیاد مقری امام المقرئین نقاش (متوفی ۳۵۱ھ) نے نقل کی جن کا بطور راجح معتبر ہونا ہم ثابت کر آئے ہیں، البتہ ان کی جس روایت میں نکارت ہو اور اس کی متابعت نہ پائی جائے اسے مقبول نہیں مانا جائے گا، اور اس زیر بحث روایت کی تو ایک سے زیادہ متابعت موجود ہے، اس لیے یہ روایت معتبر ہے۔

اس روایت صحیحہ سے صاف طور پر ثابت ہے کہ امام محمد بن مسلمہ مخزومی نے فقہ حنفی و مذہب حنفی کو مجموعۂ تلبیسات قرار دیکر کہا کہ یہی وجہ ہے کہ مذہب حنفی کا مدینہ منورہ میں گزر نہیں کیونکہ دجال کی بابت حدیث نبوی ہے کہ وہ مدینہ منورہ میں داخل نہ ہو سکے گا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ وفاتِ محمد بن مسلمہ تک یعنی ۲۱۶ھ تک فقہ حنفی کو مدینہ منورہ میں باریابی نہ مل سکی، پھر اس سے بہت پہلے امام مالک علومِ ابی حنیفہ سے استفادہ کر کے اپنے علوم کیونکر مرتب کرنے لگے؟ یہ بات ناظرین کرام ذہن نشین رکھیں۔

ایک خصوصی وضاحت ...کتب ومسائل ابی حنیفہ سے استفادۂ امام مالک کا قصہ:

مصنف انوار نے فرقہ کوثریہ اور اس سے پہلے پیدا ہونے والے مدعیان پیروی فقہ حنفی میں سے کذابین اور اکاذیب پرستوں کی تقلید میں بڑے زور سے دعوی کیا ہے کہ امام مالک نے علوم ابی حنیفہ سے مستفید ہو کر ہی اپنے علوم مرتب و مدون کیے مگر اس دعویٔ باطلہ کی تکذیب و تردید کے لیے امام مالک کے شاگرد خاص محمد بن مسلمہ ابو ہشام مخزومی (متوفی ۲۱۶ھ) سے منقول مذکورہ بالا صرف ایک ہی قولِ معتبر کافی ہے۔

امام مالک بن انس:

مصنف انوار نے ''نام ونسب'' کے زیر عنوان کہا:

''مالك بن أنس بن مالك بن أبي عامر بن عمرو بن الحارث غيمان بن خشيل.''[1]

''حارث کا لقب ذو اصبح تھا، اس لیے امام مالک کو اصبحی بھی کہتے ہیں..الخ''[2]

مصنف انوار کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اصابہ نامی کتاب سے موصوف نے امام مالک کا مذکورہ بالا نسب نامہ لکھا ہے، حالانکہ یہ سو فیصدی مکذوب بات ہے، اصابہ نامی مشہور کتاب حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف ہے جو صحابہ کرام کے تراجم پر مشتمل ہے، اس میں مخضرم تابعین کا بھی تذکرہ آ گیا ہے، نیز اس کے چوتھے طبقہ میں بعض ایسے اشخاص کا تذکرہ بھی آ گیا ہے جنھیں بعض لوگوں نے توہم و غلطی کا شکار ہو کر صحابی کہہ دیا ہے مگر معاملہ یہ ہے کہ امام مالک کو کسی نے وہم و غلط فہمی کا شکار ہو کر بھی صحابی نہیں کہا ہے، نیز مخضرم تابعی بھی نہیں کہا اور خود مصنف انوار نے اپنی مذکورہ بالا تحریر کے بعد لکھا:

''آپ تبع تابعین کے طبقہ میں ہیں۔''[3]

جب بتصریح مصنف انوار امام مالک تبع تابعین کے طبقہ میں ہیں، یعنی کہ موصوف امام مالک تابعی بھی نہیں نہ مخضرم نہ غیر مخضرم تو اصابہ میں امام مالک کا ترجمہ و تذکرہ اور نام ونسب کہاں سے آ گیا؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف انوار کے اس بیان

---

[1] أصابه.　[2] مقدمه انوار (۱/ ۱۲۹)　[3] مقدمه انوار (۱/ ۱۲۹)

کا ایک جزو موصوف کے دوسرے جزوِ بیان کی تکذیب کر رہا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مصنف انوار نے اصابہ ہی کے حوالے سے امام مالک کے آباء واجداد میں سے پانچویں نمبر والے دادا الحارث بن غیمان کا لقب ذو اصبح بتلایا ہے، حالانکہ یہ بھی سو فیصد مکذوب بات ہے جس اصابہ کے حوالے سے مصنف انوار نے یہ بات کہی ہے اسی میں امام مالک کے پر دادا ابو عامر کا ترجمہ طبقۂ سوم میں یعنی مخضرم تابعین میں کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ امام مالک کے پردادا عہد نبوی کو پائے ہوئے ہیں مگر زیارت نبوی سے بہرہ ور نہیں ہو سکے۔ امام مالک کے انھیں پر دادا کے ترجمہ میں حافظ ابن حجر نے اصابہ میں کہا ہے:

امام مالک کے پردادا ابو عامر بن عمرو:

"أبو عامر بن عمرو بن الحارث بن غيمان، بفتح الغين وسكون التحتانية المثناة الأصبحي، ذكره الذهبي في التجريد، وقال: لم أر من ذكره في الصحابة، وقد كان في زمن النبي ﷺ، ولابنه مالك رواية عن عثمان وغيره."[1]

امام مالک کے پردادا ابو عامر بن عمرو بن الحارث بن غیمان ("غیمان" کا پہلا حرف نقطہ والا غین اور اس کے بعد والا لفظ "ی" ہے) موصوف ابو عامر اصبحی ہیں، ان کا ذکر حافظ ذہبی نے تجرید میں کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں نے کسی کو بھی ابو عامر کا ذکر طبقہ صحابہ میں کرتے نہیں دیکھا، البتہ موصوف ابو عامر عہد نبوی میں موجود تھے اور ان کے صاحب زادے مالک (یعنی امام مالک کے دادا) کی روایت حضرت عثمان بن عفان وغیرہ جیسے کبار صحابہ سے موجود ہے۔"

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر سے صدیوں پہلے فوت ہونے والے کثیر التصانیف ومحقق امام بکر بن محمد بن علاء قشیری (مولود ۲۶۳ھ متوفی ۳۴۴ھ) نے موصوف ابو عامر بن عمرو کو زمرۂ صحابہ میں ذکر کرتے ہوئے کہا کہ غزوۂ بدر کے علاوہ تمام غزوات نبویہ میں موصوف ابو عامر نافع شریک ہوئے۔[2] البتہ جس دلیل کی بنا پر امام قشیری نے ابو عامر کو صحابی کہا ہے اس کا ہم کو علم نہیں ہو سکا کہ وہ معتبر ہے یا غیر معتبر اس لیے قطعی بات کہنے سے ہم توقف کرتے ہے۔

ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ اصابہ میں امام مالک کا ترجمہ نہ ہونے کے بجائے ان کے پردادا ابو عامر کا تذکرہ ہے اور اس میں بھی امام مالک سے متعلق وہ بات مذکور نہیں جو مصنف انوار نے لکھ رکھی ہے، جس کا مفاد یہ ہے کہ امام مالک کے اجداد میں پانچویں نمبر والے دادا حارث کا لقب "ذو اصبح" تھا بلکہ مصنف انوار کی تحریر کردہ یہ بات کسی بھی کتاب میں نہیں ہے، البتہ اصابہ کے مصنف حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی مشہور ومعروف دوسری کتاب تہذیب التہذیب میں کہا ہے:

"مالك بن أنس بن مالك بن أبي عامر بن عمرو بن الحارث بن غيمان بن جشيل بن عمرو بن الحارث وهو ابن غيمان ذو أصبح الحميري... الخ."[3]

---

[1] أصابه (٤/ ١٤٤، ترجمة نمبر: ٨٣٩) امام مالک کے دادا امام مالک بن ابی عامر کا ترجمہ تہذیب التہذیب اور عام کتب رجال میں بھی موجود ہے۔

[2] ترتيب المدارك (١/ ١٠٧) و الديباج المذهب (١/ ٨٥ وغیرہ)

[3] ملاحظہ ہو تفصیل کے لیے: أنساب سمعاني (١/ ٢٨١ لفظ الأصبحي) ولباب الأنساب وعام كتب تراجم خصوصا سير أعلام النبلاء (جلد: ٨ ترجمه امام مالك بن انس) والانتقاء (ص: ١٠ و ١١) وتكمله طبقات ابن سعد بتحقيق ←

یعنی امام مالک کے سلسلہ اجداد کے نویں نمبر والے دادا حارث کا لقب ذو اصبح تھا، امام مالک کے سلسلہ نسب کے نویں نمبر والے دادا الحارث الملقب بذی اصبح کے باپ کا نام عوف بن مالک تھا، یہی بات عام تراجم نگاروں خصوصا نساب لوگوں نے لکھی ہے اگر چہ بعض افراد کے تلفظ میں بعض اختلافات بھی ہیں مثلا غیمان کو بعض نے عثمان اور جثیل کو خثیل یا خثیل کہا ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مصنف انوار نے اس غیر اختلافی معاملہ میں بھی کذب بیانی چھوڑنی گوارانہیں کی۔

امام مالک کے اہل خاندان شاہی خاندان والے تھے:

واضح رہے کہ بعض اہل علم نے امام مالک کے پردادا ابو عامر کا اصل نام ''نافع'' بتلایا ہے۔[1] ذو اصبح حارث کی اولاد نے قبیلہ کی شکل اختیار کر لی، چنانچہ قبیلہ ذو اصبح ایک مستقل قبیلہ کے نام سے موسوم ہو گیا، ذو اصبح کے اجداد میں سے ایک کا نام حمیر تھا اور حمیر کی نسل نے بھی قبیلہ کی شکل اختیار کر لی، یہ دونوں قبائل ذو اصبح وحمیر یمن کے باشندے اور اصلاً عربی النسل تھے، اس لیے امام مالک خالص عربی النسل یمنی اصبحی حمیری امام ہیں، حمیر اور ذو اصبح کے ہاتھوں میں ایک طویل عرصہ تک حکومت وسلطنت رہی، اس لیے امام مالک شاہانِ یمن کے خاندان سے بھی ہیں، اس کی تفصیل ترتیب المدارک ودیباج المذہب وغیرہ میں موجود ہے۔

خاندانِ امام مالک کا قریشی قبیلہ بنوتمیم بن مرہ سے رشتۂ ولاء:

امام یعقوب بن سفیان ابو یوسف فسوی (متوفی ۲۷۷ھ) نے بسند صحیح امام مالک کے ایک چچا ابوسھل نافع بن مالک بن ابی عامر سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہم لوگ یمنی قبیلہ بنو اصبح کے افراد ہیں اور ہمارے دادا یعنی ابو عامر جب یمن سے مدینہ منورہ آئے، اس وقت ان کا حال کمزور وخفیف تھا، انھوں نے قریشی قبیلہ بنوتیم کی ایک لونڈی سے شادی کر لی، انھوں نے اپنے لیے اس قبیلہ میں شادی کی بدولت تحفظ حاصل کر لیا اور بنوتیم قبیلہ کے ساتھ رہنے سہنے لگے، بنا بریں ہم اسی قبیلہ بنوتیم کی طرف منسوب ہو گئے، ہم پر احسان وکرم فرمائی کر کے قبیلہ بنوتیم نے کوئی نوازش کی نہ اور ہی کوئی دوسری بات ہوئی۔[2] یعنی یہ رشتہ ولاء شادی کی بنیاد پر قائم ہوا۔

یہ روایت صحیحہ امام مالک کے چچا سے بسند صحیح مروی ہے جس کا ذکر عام علماء رجال نے اپنی کتب رجال میں کیا ہے، اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قبیلۂ بنوتیم میں شادی کرنے کی مناسبت سے امام مالک کے پردادا کو اور ان کی اولاد کو موالی بنو تیم کہا جانے لگا۔

انھیں ابوسھیل نافع سے مروی ہے کہ قبیلہ بنوتیم کے عبدالرحمٰن بن عثمان بن عبداللہ التیمی نے نافع کے سامنے مخالفہ کی تجویز پیش کی تھی مگر کوثری کی تحقیق سے شائع شدہ کتاب الانتقاء لابن عبدالبر میں اس تجویز کا کیا جواب نافع نے عبدالرحمٰن تیمی کو دیا وہ منقول نہیں، اور صحیح بات یہ ہے کہ کتاب انتقاء کوثری کی تعلیق وتصحیح اور زیرنگرانی شائع ہوئی ہے، اور کوثری کا تحریف کا اور گھپلا باز

← وتعليق زياد محمد منصور طبع اول جامعة إسلامية مدنية منوره ١٤٠٣ھ (ص: ٤٣٣) وثقات ابن حبان (٣/ ١٤١ وغيره)

[1] الإمام مالك بن أنس امام دار الهجرة از عبد الغني الوكر (ص: ٢٧) وجمهرة الأنساب لابن حزم (ص: ٤٣٦)

[2] المعرفة والتاريخ للإمام الفسوي (١/ ٦٨١)

ہونا واضح ہے، اس روایت میں کوثری نے ضرور حسب عادت تحریف وگھپلا بازی کی ہے، وہ یہ کہ اس روایت میں عبد الرحمان کا تجویز مذکور کو امام مالک کے سامنے رکھنے کی بات کوثری کی تحریف کاری کا نتیجہ ہے، تجویز مذکور عبد الرحمٰن یا ان کے باپ عثمان نے امام مالک کے دادا کے سامنے رکھی تھی جسے قبول کیا گیا۔ دونوں قبائل کے درمیان محالفہ ہوجانے والی بات کا ذکر جن روایات میں ہے وہ عبد الرحمٰن تیمی اور ان کے باپ عثمان بن عبید اللہ تیمی اور نافع اصبحی حمیری کے ذریعہ یا دونوں کے ذریعہ طے پا گیا تھا، اس لیے بھی کوثری کی کارفرمائی یہاں ضرور کارگر ہوئی ہے۔

امام المغازی محمد بن عمر واقدی کا کہنا ہے کہ خاندانِ مالک کا اصبحی حمیری ہونا، محالفہ کی بنیاد پر بنوتیم کی طرف منسوب ہونا اور امام مالک کا اپنی ماں کے پیٹ میں دو سال تک حالتِ حمل میں رہنا ایک امر واقع ہے۔❶ مگر واقدی حد درجہ کے غیر ثقہ آدمی ہیں، ان کی بات کا اعتبار اس وقت ہی کیا جا سکتا ہے کہ دوسرے اہل علم ان کی تصدیق وتائید کریں، محالفہ والی واقدی کی بات کی تائید بہت سارے لوگوں نے کی ہے۔ حافظ ابن عبد البر کا دعوی ہے کہ میرے علم کی حد تک کسی نے بھی امام مالک کے خاندان والوں کے بنوتیم کے حلیف ہونے کا انکار نہیں کیا، اس سے صرف امام المغازی محمد بن اسحاق بن یسار نے اختلاف کرتے ہوئے امام مالک اور ان کے آباء واجداد کو بنوتیم کا موالی کہا ہے۔ محمد بن اسحاق کی اسی غلط بات کے سبب امام مالک نے ان کی تکذیب کی ہے۔❷

صاحب التنکیل علامہ معلّمی نے کہا کہ محمد بن اسحاق خاندانِ امام مالک کو موالی بمعنی آزاد کردہ غلام نہیں کہتے تھے بلکہ انھیں بنوتیم کے حلیف ہونے ہی کی بنا پر موالی کہتے تھے لیکن اندازِ بیان کچھ ایسا تھا کہ لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو سکتی تھی کہ وہ خاندانِ امام مالک کو بنوتیم کا آزاد کردہ غلام کہتے ہیں، کیونکہ امام مالک اور ابن اسحاق میں معاصرانہ چشمک تھی۔❸

امام ابن عبد البر نے عامر بن عبد اللہ بن زبیر سے بسند معتبر نقل کیا ہے کہ مالک بن ابی عامر شکوۂ ظلم لے کر یمن سے مدینہ منورہ آئے اور قبیلہ بنوتیم بن مرہ سے انھوں نے محالفہ کر لیا۔❹ یہ کوئی مستبعد اور متضاد بات نہیں کہ امام مالک کے پردادا ابو عامر نے بنوتیم میں شادی کر لی ہو، اس لیے وہ اور ان کی اولاد بنوتیم کی طرف منسوب ہوگئی اور ابو عامر نے بنوتیم سے محالفہ کر لیا ہو، بنا بریں یہ لوگ بنوتیم کی طرف منسوب ہو گئے ہوں۔ الحاصل امام مالک کے دادا مالک بن ابی عامر یا پردادا ابو عامر نافع بن عمرو نے قبیلۂ قریش کی مشہور شاخ بنوتیم سے رشتۂ محالفہ ومعاہدہ قائم کیا تھا، اس رشتہ کو رشتہ ولاء بھی کہا جاتا ہے، بنوتیم ہی کے ایک فرد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد بھی تھے، اس قبیلۂ بنوتیم کے ایک با اثر آدمی عثمان بن عبید اللہ برادر طلحہ بن عبید اللہ (طلحہ بن عبید اللہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) سے ایک روایت کے مطابق رشتۂ محالفہ ورشتۂ ولاء قائم کیا تھا۔ صحیح البخاری کتاب الصوم میں منقول ایک حدیث کی سند بیان کرتے ہوئے امام زہری نے امام مالک کے چچا ابو سہیل نافع بن ابی انس مالک بن ابی عامر کو ''**مولی التیمیین**'' اسی رشتۂ محالفہ کی بنا پر کہا ہے۔❺

والدۂ امام مالک محترمہ عالیہ بنت بکار بھی یمن کے مشہور قبیلہ بنو ازد کی خاتون تھیں۔❻ یعنی ماں اور باپ دونوں کی طرف

---

❶ الانتقاء (ص: ١١) وتكملة طبقات ابن سعد (٣٧٢ و٣٧٣ مع حواشي)
❷ الانتقاء (ص: ١١) وعام كتب رجال.　❸ التنكيل ترجمة إمام مالك.
❹ الانتقاء (ص: ١٤) وعام كتب رجال.　❺ صحيح البخاري مع فتح الباري حديث نمبر (١٨٩٩، ٤/ ١١٢ و ١١٣)
❻ ترتيب المدارك (١/ ١٠٧) وعام كتب تراجم.

سے امام مالک یمنی الاصل ہیں، بعض نے کہا کہ امام مالک کے پردادا نے بنو تیم میں شادی کر لی تھی اور اس شادی والے رشتہ کی بنا پر بھی بعض لوگ خاندان مالک کو بنو تیم کا موالی کہتے ہیں کیونکہ عربوں میں اس کا بھی رواج تھا کہ رشتۂ ازدواج کے سبب بھی موالی کہنے لگتے تھے۔[1] مولی کا معنی کئی معانی کے لیے آتا ہے، سوتیلی ماں کو بھی لوگ ''سوتیلی'' کا لفظ حذف کر کے ''ماں'' کہہ دیا کرتے ہیں، حضرت ابو عامر کو کچھ لوگوں نے مخضرم تابعی کہا ہے، یعنی زمانۂ نبوی میں وہ مسلمان ہو گئے تھے مگر دیدارِ نبوی سے مشرف نہ ہوئے تھے، اور کچھ لوگوں نے انھیں صحابی بھی کہا ہے۔ (کما مر)

امام مالک کے دادا مالک بن عامر کا کبار تابعین اور رواۃِ حدیث میں سے ہونا متحقق ہے، خلیفہ راشد حضرت عثمان غنی نے مالک بن ابی عامر کو بعض غزوات میں بھیجے جانے والے لشکر کا امیر بنایا تھا، جب باغیوں نے حضرت عثمان بن عفان کو شہید کر ڈالا تو صرف چار آدمیوں نے خفیہ طور پر ان کی لاش کو کسی طرح دفن کیا تھا، ان چاروں میں امام مالک کے دادا مالک بن ابی عامر بھی تھے، مصحف شریف (قرآن مجید) لکھنے کی دیکھ بھال انھیں مالک بن ابی عامر کے ذمہ تھی۔[2] اسی طرح امام مالک کے مزید تین چار چچا ہیں، وہ بھی رواۃ حدیث میں سے ہیں نیز امام مالک کے والد انس سے بھی روایات موجود ہیں، تفصیل عام کتبِ مناقبِ امام مالک میں موجود ہے۔

امام مالک کے قبیلۂ حمیر کی مدح نبوی:

امام ابو حنیفہ کی فضیلت میں "لو كان العلم معلقا بالثريا... الخ" والی حدیث نبوی اور "أبو حنيفه سراج أمتي" والی موضوع ومکذوب روایت کو غلط طور پر دلیل و حجت بنانے والے مصنف انوار نے یمن کی فضیلت میں مروی احادیث نبویہ صحیحہ کا کوئی ذکر نہیں کیا، ان احادیث میں بعض کا ذکر ہم ترجمۂ ابی ہریرۃ میں کر آئے ہیں۔[3] جس قبیلہ حمیر کی اصل ونسل سے امام مالک ہیں اس کی فضیلت میں ایک حدیث نبوی اس طرح مروی ہے:

"قال الإمام أحمد بن حنبل: حدثنا عبد الرزاق أخبرني أبي أخبرنا ميناء عن أبى هريرة رضي الله عنه قال: كنت جالسا عند النبي صلى الله عليه وسلم فجاء رجل فقال: يا رسول الله اِلعن حمير، فأعرض عنه، ثم جاءه من ناحية أخرى فأعرض عنه، وهو يقول: العن حمير، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: رحم الله حمير، أفواههم سلام، وأيديهم طعام، أهل أمن و إيمان."[4]

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی نے آکر کہا کہ یا رسول اللہ حمیر قبیلہ پر لعنت کیجیے تو آپ نے اس سے اپنا منہ پھیر لیا، پھر وہ آدمی دوسری طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی پہلی والی بات دہرانے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی حمیر پر رحم فرمائے، اس کے منہ میں اسلام وسلامتی ہوا کرتی ہے، وہ اپنے ہاتھوں سے ضرورت مندوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور وہ امن وایمان والے لوگ ہیں۔''

---

[1] ترتيب المدارك (ص: ١٠٦) و عام كتب تراجم.

[2] ترتيب المدارك (١/ ١٠٦ و ١٠٧) اور عام کتب تراجم.   [3] اللمحات (١/ ٢٥٠)

[4] مسند أحمد مع تعليق علامه أحمد شاكر (١٤/ ١١٦ و ١٦٧، حديث نمبر: ٧٧٣)

مذکورہ بالا حدیث کو علامہ احمد شاکر نے صحیح الاسناد قرار دیا ہے اگر چہ اس کے ایک راوی پر کسی قدر کلام ہے، حقیقت یہ ہے کہ فضیلتِ حمیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے متعدد صحابہ سے احادیث مروی ہیں، مثلاً عمرو بن عنبسہ[1]، معاذ بن جبل۔[2] نیز قبیلہ خثعم کے ایک اور صحابی سے بھی فضیلتِ حمیر پر مرفوعاً حدیث مروی ہے۔[3] متعدد صحابہ سے متعدد طرق کے ساتھ مروی حدیث مذکورہ مجموعی اعتبار سے صحیح ومعتبر قرار پاتی ہے۔

مدحِ امام مالک سے متعلق احادیثِ نبویہ:

مشہور ومعروف ایک حدیث نبوی اس طرح مروی ہے:

"ليضربن الناس أكباد الإبل في طلب العلم فلا يجدون أعلم من عالم المدينة."[4]

''طلب علم کے لیے لوگ دور دراز کا سفر کریں گے مگر مدینہ منورہ کے ایک عالم سے بڑا کہیں کوئی دوسرا عالم نہیں پائیں گے۔''

مذکورہ بالا حدیث نبوی بھی متعدد صحابہ سے متعدد سندوں کے ساتھ مروی اور صحیح ہے، عام اہل علم حتی کہ تابعین کرام نے بھی اس عالمِ مدینہ کا مصداق امام مالک ہی کو بتلایا ہے۔[5] مگر مصنف انوار نے اس حدیث نبوی کا ذکر بھی فضیلتِ امام مالک میں نہیں کیا۔ کیا مصنف انوار اسی روش کو علمی ودینی وتحقیقی خدمت کہتے ہیں؟ ائمہ احناف کے متعلق مکذوبہ وموہومہ فضائل واحوال کا ذکر کرنے کو مصنف انوار پسند کرتے ہیں، مصنف انوار نے محدثین کرام کو حاسد ومعاند ومتعصب کہا ہے۔ (کما تقدم) مگر امام مالک وغیرہ جیسے اماموں کی بابت واقعی فضائل کا ذکر نظر انداز کر کے مصنف انوار اور ان کے ہم مزاج لوگوں نے کیا کارنامہ انجام دیا ہے؟ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ ہر زمانہ وصدی پر اس حدیث کا انطباق ہوتا ہے کہ ہر دور میں مدینہ منورہ کا کوئی نہ کوئی ایسا زبردست عالم ضرور ہوگا کہ لوگ حصول علم کے لیے اسے مرجع بنائیں گے اور اس سے بڑا کوئی دوسرا عالم دنیا میں کہیں نہیں پائیں گے، امام مالک کے زمانہ میں امام مالک سے بڑھ کر کوئی صاحب علم نہیں تھا، ترتیب المدارک وغیرہ کے اوائل میں اس طرح کی بات مرقوم ہے۔ میری نظر میں یہی سب سے اچھی توجیہ ہے۔

ولادتِ امام مالک:

مصنف انوار نے امام مالک کے سالِ ولادت، سالِ وفات اور عمر بتلانے میں اپنی عادت کے مطابق بہت تضاد بیانی اور اضطراب وتعارض سے کام لیا ہے جس کا جائزہ ہم نے اللمحات (۴/ ۱۸۶۔ ۱۹۶) میں لیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ وعدہ کیا ہے کہ ہم بیان کریں گے کہ امام مالک بقول خویش ۹۰ھ میں پیدا ہوئے تھے، اس اعتبار سے امام مالک عمر میں امام ابوحنیفہ سے دو سال چھوٹے

---

[1] رواه أحمد بن حنبل متصلا ومرسلا و رواه الطبراني ورجال الجميع ثقات مجمع الزوائد (١٠/ ٤٣)

[2] رواه الطبراني ورجاله ثقات إلا خالد بن معدان لم يسمع من معاذ ولمجمع الزوائد (١٠/ ٤٤)

[3] رواه أحمد فيه أبو همام الشعباني ولم أعرفه وبقية رجاله رجال الصحيح، مجمع الزوائد (٠/ ٥٦)

[4] مسند أحمد (٢/ ٢٩٩) وجامع ترمذي، رقم الحديث (٢٦٨٢) وصحيح ابن حبان، رقم الحديث (٢٣٠٨) ومستدرك حاكم (١/ ١١٩) وسنن البيهقي (١/ ٣٩٦) والانتقاء (ص: ١٩۔ ٢٢) ومتعدد كتب حديث.

[5] عام كتب مناقب إمام مالك وعام كتب تراجم.

ہیں جب کہ مصنف انوار کا ایک بیان یہ ہے کہ امام مالک امام ابوحنیفہ سے تئیس (۲۳) سال چھوٹے ہیں، دوسرا بیان یہ ہے کہ پندرہ سال چھوٹے ہیں، اور تیسرا بیان یہ ہے کہ پچیس سال چھوٹے ہیں۔ دوسرے بیان سے دوسری متعارض باتیں ظاہر ہوتی ہیں تفصیل اللمحات جلد چہارم کے ترجمہ ابو یوسف وترجمہ حماد بن ابی حنیفہ میں دیکھیں، نیز یہ تفصیل گذر چکی ہے کہ امام ابوحنیفہ کا ۸۰ھ میں پیدا ہونا باعتراف ائمہ احناف اجماعی ومتفقہ بات ہے اور اس سے پہلے موصوف کی ولادت ظاہر کرنے والی روایات مکذوبہ ہیں۔

امام مالک کے مناقب میں لکھی گئی مشہور ومعروف کتاب "تزيين الممالك بمناقب سيد الإمام مالك" میں مرقوم ہے:

"وقال مالك: قدم علينا أبو جعفر أمير المؤمنين سنة خمسين ومائة، قدخلت عليه، فقال لي: يا مالك! كثر شيبك؟ قلت: يا أمير المؤمنين من أتت عليه الستون كثر شيبه فقال لي: يا مالك... الخ."[1]

''امام مالک نے کہا کہ ہمارے یہاں مدینہ منورہ میں خلیفہ ابوجعفر منصور ۱۵۰ھ میں آیا، میں خلیفہ سے ملنے گیا تو اس نے کہا کہ اے مالک آپ کے بال بہت زیادہ سفید ہو گئے ہیں، میں نے کہا کہ اے امیر المومنین! جس پر ساٹھ سال کا زمانہ گزر جائے، یعنی جس کی عمر ساٹھ سال ہو جائے اس کے بال بکثرت سفید ہو ہی جاتے ہیں۔''

یہ بہت واضح بات ہے کہ ۱۵۰ھ میں جس کی عمر ساٹھ سال ہوگی اس کا سال ولادت ۸۹ یا ۹۰ھ میں ہوگا، تزیین المما لک کا جو نسخہ ہمارے سامنے ہے اس نسخہ کے بعد طبع ہونے والے تقدمۃ الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم اور سیر اعلام النبلاء ترجمۂ مالک میں "ستون" میں ''ت'' کی جگہ پر ''ن'' لکھا ہے جس کے معنی ہو جاتے ہیں کہ جس کی عمر بہت سارے سالوں کی ہو جائے اس کے بال سفید ہو جاتے ہیں، ہم تزيين الممالك والی عبارت کو راجح سمجھتے ہیں، اس لیے کہ امام المغازی محمد بن عمر واقدی نے بھی امام مالک کا سال ولادت ۹۰ھ ہی بتلایا ہے۔[2] اور کئی ثقہ معاصرینِ امام مالک نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ امام المغازی واقدی اگر چہ غیر ثقہ ہیں لیکن ان کے بیان کی تائید اگر دوسرے ذرائع سے ہو جائے تو ان کی بات مقبول ہوگی، اور تزيين الممالك والی مذکورہ بالا بات سے واقدی کی تائید ہوتی ہے لیکن تزيين الممالك والی روایت مذکورہ بعض دوسری کتبِ رجال میں چونکہ امام مالک کا سالِ ولادت ۹۰ھ ظاہر نہیں کرتی اس لیے اسے مشکوک سمجھنا ہوگا لیکن واقدی اور تزیین المما لک والی روایت کی تائید امام مالک کے ہم وطن ومعاصر وشاگرد سے مروی مندرجہ ذیل روایت سے بھی ہوتی ہے۔

امام مالک کے سالِ ولادت کی بابت امام محمد بن فلیح کا بیان:

"وقال إبراهيم (ابن المنذر): قال محمد بن فليح: ولد أبي سنة ثلاث وسبعين، ومالك أكبر من أبي بثلاث سنين، كان مولد مالك سنة تسعين... الخ."[3]

امام ابراہیم بن منذر نے کہا کہ محمد بن فلیح بن سلیمان مدنی نے کہا کہ میرے والد فلیح بن سلیمان ۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور امام مالک میرے والد سے تین سال بڑے ہیں، امام مالک کی ولادت ۹۰ھ میں ہوئی۔''

---

[1] تزيين الممالك (ص: ٢٥) [2] طبقات ابن سعد وعام كتب تراجم.

[3] المعرفة والتاريخ للإمام أبي يوسف يعقوب بن سفيان متوفى ٢٧٧هـ (١/ ١٤٦ و ١٧١)

دوسرے اہل علم کے بیانات:

نیز امام ابومسہر عبدالاعلی بن مسہر غسانی دمشقی نے بھی امام مالک کا سال ولادت ۹۰ھ بتلایا ہے۔[1] امام ابومسہر بھی امام مالک کے شاگرد ہیں، اور امام ابوموسی مدینی نے بھی امام مالک کا سالِ ولادت ۹۰ھ ہی بتلایا ہے۔[2]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام مالک کی اپنی ایک روایت کے مطابق نیز ان کے تین شاگردوں کے مطابق اور امام ابو موسی مدینی کے مطابق امام مالک ۹۰ھ میں پیدا ہوئے، اور ہمارے نزدیک یہی راجح ہے، لیکن ایک روایت یہ ہے کہ امام مالک ۹۳ھ میں پیدا ہوئے، اسے بعض اہل علم نے خود امام مالک کا قول کہا ہے اور امام ذہبی وغیرہ نے اس کو ''أصح'' کہا ہے۔[3] اس لیے ان دونوں روایتوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ نوے کے اوپر تین زائد والے عدد کو حسب عادت حذف کر دیا گیا ہے ورنہ ہمارے نزدیک راجح بہر حال یہ ہے کہ امام مالک ۹۰ھ میں پیدا ہوئے، امام مالک سے ۹۳ھ میں پیدا ہونے والی روایت کی سند ہم کو نہیں ملی، اس کے علاوہ بھی امام مالک کے سال ولادت میں دیگر کئی اقوال مروی ہیں مگر ہم کہہ چکے ہیں کہ زیادہ راجح ہمارے نزدیک ۹۰ھ والا قول ہے، اگر چہ ہم ۹۳ھ والے قول کو تطبیق مذکور کے مطابق بالکل ہی غیر معقول نہیں مانتے۔ امام فلیح بن سلیمان کے صاحبزادے نے جس تفصیل کے ساتھ بات کہی ہے اس کے اعتبار سے متعین طور پر امام مالک کا سال ولادت ۹۰ھ قرار پاتا ہے۔

یہ بات کتب مناقب میں مرقوم ہے کہ امام مالک تین سال یا دو سال اپنی ماں کے پیٹ میں یعنی زمانۂ حمل میں رہے مگر تحقیق جدید سے اس مشہور بات کی تائید نہیں ہوتی۔ مصنف انوار کے اس دعوی کی حقیقت گزشتہ صفحات میں تفصیل سے بیان کی جا چکی ہے کہ امام مالک امام اعظم سے تقریباً ۲۳ سال چھوٹے تھے کیونکہ امام صاحب کی ولادت اصح قول میں ۷۰ میں ہوئی۔[4]

جب بدعوی مصنف انوار موصوف کے ایک قول کے مطابق امام مالک ۹۵ھ میں پیدا ہوئے تو ۷۰ھ میں پیدا ہونے والے امام ابوحنیفہ سے پچیس سال چھوٹے قرار پاتے ہیں، پھر مصنف انوار کا یہ دعوی کیا معنی رکھتا ہے کہ امام مالک امام صاحب سے تقریباً تئیس سال چھوٹے تھے؟ مصنف انوار جن کذابِ زمانہ کوثری کی تقلید میں تحریک ترویجِ اکاذیب چلائے ہوئے ہیں ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ ۵۴ یا ۵۵ھ سے پہلے پیدا ہوئے۔

مصنف انوار نے کہا ہے:

> ''صاحبِ مشکوۃ نے جو اکمال میں امام مالک کو زماناً وقدراً مقدم اور امام الائمہ کہا ہے، وہ خلاف واقعہ ہے، امام اعظم ان سے عمر میں بڑے، قدر ومرتبہ میں زیادہ اور وہی استاذ الائمہ اور تابعی ہیں، امام مالک ان سے مستفید ہوئے بلکہ حسب تحقیق علامہ ابن حجر مکی وشارح مشکوۃ وغیرہ امام اعظم کے تلمیذ ہیں۔''[5]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار کی اس تلبیس و بدعنوانی کی تحقیق آگے آرہی ہے، چودھویں صدی میں پیدا ہونے والے نومولود فرقۂ دیوبندیہ کا یہ سمجھ لینا کہ وہ ہر طرح کی بے راہ روی وبدعنوانی کے لیے آزاد ہے، اس پر کوئی گرفت ومواخذہ کرنے والا نہیں انتہائی درجہ کی حماقت وبلادت اور جہالت مرکبہ ہے۔

---

[1] الديباج والمذهب (١/ ٨٨) [2] ترتيب المدارك للقاضي عياض (١/ ١١٠)

[3] تذكرة الحفاظ وغيره تذكرة امام مالك. [4] مقدمه انوار. [5] مقدمه انوار (١/ ١٢٩)

امام مالک کی تعلیم وتربیت:

گذشتہ تفصیل سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ امام مالک کا خاندان ہمارے رسول ﷺ وتابعین عظام کے زمانہ ہی سے ایک مشہور ومعروف علمی خاندان رہا ہے، اس کے پر دادا ابو عامر کے صحابی ہونے اور غزوات نبویہ میں شریک ہونے کی بھی روایات ہیں جن میں تحقیقی نقطۂ نظر سے ہم کو تأمل ہے مگر ان کا عہد نبوی میں موجود ہونا، عہد نبوی میں مسلمان ہونا، صحابہ کرام کی خدمات بابرکات میں حاضر ہونا اور ان کا مخضرم تابعی ہونا متحقق ہے، اور یہ بات بھی بڑی فضیلت والی ہے۔ صحابہ کرام سے جس مخضرم تابعی کا لگاؤ ہو اس کا علومِ کتاب وسنت سے بہرہ ور ہونا عین قرین قیاس ہے۔ اس طرح امام مالک کے دادا مالک بن ابی عامر کا بھی مخضرم تابعی ہونا، متعدد صحابہ سے روایتِ حدیث کرنا، خلیفہ راشد حضرت عثمان کا مشیر ہونا، ان کے حکم سے بعض جہادی مہموں میں سپہ سالار کی حیثیت سے شریک ہونا اور حضرت عثمان کی تجہیز وتکفین کرنا موصوف کے مقام عالی اور علمی لگاؤ کی روشن دلیل ہے۔

امام مالک کے باپ اور چچا بھی علوم کے ماہرین میں سے ہیں اور ان سے امام مالک کی روایات بھی ہیں، اپنے باپ کی فرمائش اور والدہ کی توجہ ہی سے امام مالک میں تحصیل علم کے ذریعے امامت پر پہنچنے کے جذبات موجزن ہوئے خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے وقت امام مالک کی عمر گیارہ سال تھی، بعض روایات میں منقول ہے کہ ان کے چچا انھیں خلیفۂ راشد کے دربار میں لے کر گئے اور خلیفہ سے بولے کہ ان کا وظیفہ مقرر کر دیجیے، خلیفہ راشد نے کہا کیا یہ بالغ ہو چکے ہیں؟ حجاز کی آب وہوا میں گیارہ سالہ لڑکوں کا بالغ ہونا کوئی مستبعد بات نہیں ہے۔ حضرت عمرو بن العاص پیدا ہوئے تو ان کے باپ کی عمر دس سال تھی، اسی طرح ان کے صاحب زادے عبداللہ بن عمرو پیدا ہوئے تو ان کی عمر بھی دس سال تھی، روایت میں مذکور نہیں کہ خلیفہ راشد کے دربار میں امام مالک کے بالغ ہونے کی بات متحقق ہوئی یا نہیں؟ صرف اتنا مذکور ہے کہ موصوف کے چچا نے کہا کہ ان کے بالغ ہونے کا صحیح علم ان کے باپ انس بن مالک کو ہوسکتا ہے، اس کے بعد روایت میں سکوت ہے۔

اس سے یہ بات متحقق ہے کہ خلیفہ راشد کے دربار میں حضرت امام مالک کو حاضری کا شرف حاصل ہوا، بڑی کم سنی ہی کی عمر میں امام مالک مدینہ منورہ جیسی علمی آب و ہوا وفضا میں بڑی سرگرمی سے پڑھتے رہے، ان کی والدہ نے خاص طور پر انھیں ہدایت کی کہ امام ربیعہ فروخ کی درسگاہ میں حاضر ہو کر علم وادب حاصل کریں، اس وقت اکابر تابعین سے مدینہ منورہ بھرا ہوا تھا، ان کے والدین اور چچا حضرات بھی کبار تابعین میں سے اعلی مقام ومرتبہ رکھتے تھے، اکابر تابعین اور اپنے گھر والوں کی صحبت اور تعلیم وتربیت سے بڑی کم عمری ہی میں امام مالک فارغ التحصیل عالم ہو گئے، امام نافع کی زندگی ہی میں امام مالک مسند درس وتدریس پر اپنے ستر (۷۰) اساتذہ کی ہدایت کے مطابق رونق افروز ہو گئے تھے، وفاتِ نافع کے وقت امام مالک کی عمر لگ بھگ ستائیس سال تھی، عام اہل علم کے بیانات متفق نظر آتے ہیں کہ امام مالک سترہ سال کی عمر میں یعنی ۱۰۷ھ میں معلم اور مفتی بن گئے تھے اور مرجع خلائق بھی، یہ ساری باتیں عام کتبِ مناقبِ مالک کا خلاصہ ہیں۔

اہل اسلام میں ترویج اکاذیب کے لیے چلائی گئی تحریک کوثری اور اراکین تحریک کوثری کبھی کبھار بھی کوئی بات سچ بولنے اور لکھنے کا ذرہ برابر پاس ولحاظ نہیں رکھتے، وہ صرف اپنے ہوائے نفس اور مزاعمِ تقلید ہی کو تحقیق اور دینی وعلمی خدمات سے موسوم کرنے کی عادت رکھتے ہیں۔ امام شافعی پندرہ سال ہی کی عمر میں مسند درس وافتا پر جلوہ افروز ہو گئے اور حجاج بن ارطاۃ بھی، پھر

یہ ماننے میں کون سی بات مانع ہے کہ امام مالک سترہ سال کی عمر میں مسند درس وافتا پر رونق افروز ہوئے؟ امام مالک کے سالِ ولادت میں ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶ اور ۹۷ھ کے اقوال مندرج ہیں اگر آخری قول ۹۷ھ کو ہی قبول کیا جائے تو لازم آتا ہے کہ امام مالک ۱۱۴ھ میں مدرس ومفتی بن گئے تھے، وہ بھی اس شان سے کہ مدینہ کے ستر اکابر اساتذہ نے انھیں درس وافتا کا حکم دیا۔

ہم کہتے ہیں کہ اہل اسلام میں اکاذیب وتلبیسات، مکائد ومفاسد اور مکاریوں وعیاریوں کو دین وایمان، نظریات و دلائلِ تفوق ائمہ احناف اور براہین عظمت مذہب حنفی قرار دینے کا بیڑہ اٹھانے والی تحریک کوثری کے چیف سالار کوثری اور تحریک کوثری کے جملہ اراکین بشمول مصنف انوار کی ساری مکذوبہ وتلبیس کاری وعیاری وملمع سازی پر مشتمل جعل سازیوں کی حقیقت ہماری کتاب ''اللمحات'' کی چاروں جلدوں سے آشکارا وظاہر ہوتی جارہی ہے۔ ہم صاحبِ مشکوۃ کے خلاف مصنف انوار کی لغویات وہذیانات کا تذکرہ کرتے ہوئے وعدہ کرآئے ہیں کہ تذکرہ صاحبِ مشکوۃ میں اس امر پر ہم تحقیقی بحث پیش کریں گے۔ إن شاء اللّٰه العزیز و هو المستعان!

امام ابوحنیفہ کا باعتبار زمانۂ ولادت وموت امام مالک سے پہلے ہونا متحقق بات ہے مگر اتنی بات ذرہ برابر بھی باعث فضیلت نہیں ہوسکتی جیسا کہ بہت ظاہر وباہر ہے، بہت سارے لوگ جو امام ابوحنیفہ سے زماناً بہت مقدم ہیں، جیسے امام صاحب کے اساتذہ جابر جعفی، ابان بن ابی عیاش، جراح بن منہال، نصر بن طریف بن جزء، عطاء بن عجلان بصری، عمرو بن عبید، محمد بن سائب کلبی، محمد بن زبیر وغیرہ کا کذاب ودروغ باف لوگوں میں سے ہونا متحقق ہے۔[1] مگر ان کذابین وزائغین اور مبتدعین کو امام ابوحنیفہ پر محض تقدم زمانی کے سبب مقدم و فائق وہی مانے گا جو ارکان تحریک کوثری بشمول مصنف انوار کی طرح ظاہری وباطنی بصیرت وبصارت سے محروم ہوگا اور دائیں بائیں کی بھی سدھ بدھ نہیں رکھتا ہوگا۔

ہم امام ابوحنیفہ کے تابعی ہونے کے دعویٔ کذابین ارکان کوثری کے باطل ومکذوب ہونے پر مفصل تحقیقی بحث کر آئے ہیں، ان کذابین ارکانِ تحریک کوثری کا اس کے باوجود بھی اپنے اس دعویٔ مکذوبہ پر اڑیل بیل کی طرح ڈٹے رہنا بھی کوئی اچھی بات ہے؟ اور قدراً امام ابوحنیفہ کے امام مالک پر مقدم ہونے کے مکذوبہ دعاوی ارکان کوثری کی حقیقت بھی ظاہر ہو چکی ہے، اور آگے مزید ظاہر ہوگی۔

امام ابوحنیفہ کے فی الواقع استاذ الائمہ ہونے سے مصنف انوار جیسے کذابین کو حقائق کا انکار نہیں ہوسکتا اور کتنے کذاب وبدعت پرست تابعین مثلاً عبد اللہ بن سبا، جعد بن درہم، غالی ترین خوارج، روافض، قدریہ، مرجیہ، جہمیہ وغیرہم کے تابعین ہونے سے مصنف انوار واراکین کوثری جیسے غالی ترین کذابین حقائق کو بھی انکار نہیں ہوسکتا تو کیا یہ کذاب وبدعت پرست تابعین زماناً وقدراً بعد والے ائمہ اہل سنت سے بڑھ کر ہیں، ان دونوں سوالوں کے جواب سے ارکان تحریک کوثری جیسے کذابین کی اس تلبیس کاری وملمع سازی وعیاری کا راز فاش ہو کر رہ جائے گا۔ استاذ الائمہ ایک اعتباری چیز ہے، امام ابوحنیفہ کے صحیح المذہب اساتذہ کرام میں سے ہر ایک اپنے دور کا استاذ الائمہ تھا، امام ابوحنیفہ کے ہم سبق صحیح المزاج حضرات مسند درس پر بیٹھے تو ان میں سے ہر ایک استاذ الائمہ قرار پایا، امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کے بہت سارے شاگرد استاذ الائمہ کے منصب پر سرفراز

---

[1] اللمحات (۱/ ۱۶۰)

ہوئے۔اس سے امام ابوحنیفہ کی عظمت شان میں کتنا اضافہ ہوسکتا ہے جب کہ امام ابوحنیفہ کے استاذ خاص حماد نے (جو بذات خود بھی استاذ الائمہ تھے) بہت سارے لوگوں کے ساتھ اسلامی عدالت میں امام ابوحنیفہ کے معتقد خلقِ قرآن ہونے کا مقدمہ دائر کیا اور امام ابوحنیفہ کو اپنے اس عقیدہ سے توبہ بھی کرنی پڑی، جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ہمیں تو محسوس ہوتا ہے کہ تحریک کوثری کے جملہ کذاب ارکان اس طرح کے امور کا معنی ومطلب ہی نہیں سمجھتے۔ صاحبِ مشکوۃ کے خلاف مصنف انوار کی بیہودہ گوئی کا تذکرہ ہم کرتے آئے ہیں لیکن ناظرین کرام اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے تھوڑا مزید انتظار کریں۔

استاذ الائمہ ہونا ایک اعتباری چیز ہے:

کسی معروف ومشہور امام کا استاذ الائمہ ہونا ایک اعتباری چیز ہے، امام ابوحنیفہ کے کتنے اساتذہ وشیوخ مثلاً امام عطا بن ابی رباح، یحیٰی بن سعید انصاری، ہشام بن عروہ وغیرہم بھی بہت سارے اماموں کے استاذ ہونے کے اعتبار سے استاذ الائمہ ہیں مگر امام ابوحنیفہ کا اپنے اساتذۂ مذکورین کا شاگرد ہونے کے باوجود بہت سارے اماموں کا استاذ الائمہ ہونا بہت واضح ہے۔امام مالک بذات خود امام ابوحنیفہ کے متعدد اساتذہ کے استاد ہیں، مثلاً امام سفیان ثوری، ابراہیم بن طهمان، امام شعبہ، امام اوزاعی وغیرہم، اس لیے امام مالک کا امام الائمہ اور استاذ الاساتذہ ہونا متحقق ہے۔تفصیل آگے آ رہی ہے اور کچھ باتیں ہم اس سلسلے میں عرض بھی کر آئے ہیں۔

کیا امام ابوحنیفہ صحابہ کے شاگرد تھے؟

امام ابوحنیفہ کا تابعی ہونا غیر صحیح ہے، جن مکذوبہ روایات کی بدولت مصنف انوار نے امام ابوحنیفہ کو صحابہ کا شاگرد کہا ہے ان کی حقیقت "اللمحات" (۱/ ۱۱۷ و ۲/ ۲۴۳۔ ۴۰۵) میں واضح کر دی گئی ہے۔

جس طرح غیر معتبر باتوں کی بنیاد پر امام ابوحنیفہ کو تابعی کہا گیا ہے اسی طرح مصنف انوار کے ممدوح ومعتمد علیہ کردری کا اعتراف ہے کہ بعض لوگوں نے امام مالک کو بھی تابعی کہا ہے۔[1] اگر غیر معتبر روایتوں کی بنیاد پر امام مالک کو تابعی کہنا غلط ہے تو غیر معتبر باتوں کی بنیاد پر امام ابوحنیفہ کو تابعی کہنا بھی مصنف انوار کے اصول سے غلط ہے، انتقاء لابن عبدالبر کے حاشیہ پر اپنی تحریف کاری ودسیسہ کاری کی بنیاد پر کوثری نے امام ابوحنیفہ کو تابعی اور امام مالک کو تبع تابعی اپنی عادتِ کذب بیانی کے سبب بیان کیا، مصنف انوار کا یہ دعوی کہ امام مالک امام ابوحنیفہ سے مستفید ہوئے اور حسب تحقیق علامہ ابن حجر مکی شارح مشکوۃ (ابن حجر مکی حافظ ابن حجر عسقلانی شارح صحیح البخاری یعنی صاحب فتح الباری کے علاوہ دوسرے آدمی ہیں) امام مالک امام ابوحنیفہ کے تلمیذ ہیں۔ بالکل مکذوبہ دعوی ہے کیونکہ ابن حجر مکی نے حسب عادت کسی تحقیق کے بغیر یہ بات کہی ہے، اولاً انھیں ابن حجر مکی نے اس کتاب الخیرات الحسان میں امام ابوحنیفہ کو امام مالک کا شاگرد کہا ہے مگر مصنف انوار کی دیانت داری قابل داد ہے کہ اس کا ذکر اشارۃً بھی اپنی طویل کتاب میں نہیں آنے دیا، اس طرح کے کذابین، تلبیس کاروں اور مکر بازوں کی پردہ دری کرنے والوں سے دنیا ابھی خالی نہیں ہوئی ہے کہ ان کے اکاذیب کے سحر وجادو کا اثر تادیر باقی رہ سکے، سچ بتلانے میں حامیانِ انوار الباری

---

[1] ملاحظہ ہو تفصیل کے لئے اللمحات (۲/ ٤٠٢ و ٤٠٣)

نے کتنی بھاری تلبیس کاری کی ہے، امام ذہبی، حافظ ابن حجر اور بہت سارے اہل علم نے امام ابوحنیفہ کو امام مالک کے تلامذہ کی فہرست میں داخل کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ امام مالک کے شاگردوں کے شاگرد ہیں:

ہم "اللمحات" (۱/ ۱۱۷ و ۱۱۸) میں بسند صحیح نقل کر آئے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نہایت بے قراری کے ساتھ امام مالک کے علوم سے مستفید ہونے کے لیے مضطرب رہا کرتے تھے اور امام ابوحنیفہ امام مالک کے شاگرد امام ابراہیم بن طہمان سے علومِ مالک حاصل کر کے مستفید ہوئے۔[1] امام بہلول بن راشد ابوعمر صیر فی مغربی قیروانی (مولود ۱۲۸ھ ومتوفی ۱۸۳ھ) امام مالک کے مشہور ومعروف ثقہ شاگرد ہیں۔[2] اور مصنف انوار کی معتبر کتاب مناقب ابی حنیفہ للموفق (۱/ ۴۰) میں بہلول موصوف کو امام ابوحنیفہ کا شاگرد کہا گیا ہے، نیز مصنف انوار نے جامع المسانید کو امام ابوحنیفہ کی تصنیف کردہ کتابِ حدیث کہا ہے۔[3] اور مصنف انوار کی تصنیف ابی حنیفہ قرار دی ہوئی کتاب جامع المسانید میں صراحت ہے کہ امام ابوحنیفہ نے امام مالک کے اس شاگرد یعنی بہلول کے واسطے سے امام مالک سے روایتِ حدیث کر رکھی ہے۔[4]

مصنف انوار نے بار بار یہ ظاہر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے جن تلامذہ سے بعد والے محدثین نے بلا واسطہ ابی حنیفہ روایتِ حدیث کی ہے ان سارے تلامذۂ ابی حنیفہ سے روایت کرنے والے محدثین امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں، مصنف انوار کے اس اصول سے لازم آتا ہے کہ امام ابوحنیفہ امام مالک کے بہت سے شاگردوں کے شاگرد ہیں کیونکہ امام ابوحنیفہ نے امام مالک کے متعدد شاگردوں سے روایت کر رکھی ہے جس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں، امام سفیان بن سعید بن مسروق ثوری (مولود ۹۷ھ ومتوفی ۱۶۱ھ) بھی امام مالک کے شاگردوں میں سے ہیں۔[5] اور مصنف انوار کی تصنیف ابی حنیفہ قرار دی ہوئی کتاب جامع مسانید الامام الاعظم میں امام سفیان ثوری سے امام ابوحنیفہ کی روایتِ حدیث منقول ہے۔[6] امام یحییٰ قطان بھی امام مالک کے شاگرد ہیں مگر یحییٰ قطان کے شاگرد خود امام ابوحنیفہ بھی ہیں۔[7]

امام ابو یوسف فسوی نے کہا:

"قال: وسمعت ابن عبد الوهاب الثقفي صاحب الرأي قال: كان أبو حنيفة تابعا لأبي، وسمع من سفيان مع أبي، وأخذ سماعه مني بعد موت أبي."[8]

---

❶ ملاحظہ ہو: تقدمة الجرح والتعديل (ص: ۳ و ٤)
❷ ترتيب المدارك للقاضي عياض (١/ ٣٣٠- ٣٣٩) والديباج المذهب (١/ ٣١٥ و ٣١٥) وطبقات المدارك (١/ ٣٣٠- ٣٣٩) ومعالم الإيمان (١/ ٢٦٤- ٢٧٩) وميزان الاعتدال (١/ ٣٥٥) ولسان الميزان (٢/ ٦٦) وشجرة النور (١/ ٦٠) والجرح والتعديل (١/ ٤٢٩) وتزئين الممالك بالإمام مالك (١/ ٢٠)
❸ مقدمه أنوار الباري (١/ ١٣ و ٥٤ و ٧٨ و ١٥٥ و ١٢٥ و ١٢٦ و ١٢٨ وغيره.
❹ جامع المسانيد (٢/ ٣٠٥) نیز اللمحات (١/ ١١٨)
❺ ترتيب المدارك (١/ ٢٥٦) وعام كتب رجال.
❻ ملاحظہ ہو: جامع المسانيد الباب الثاني والثلاثون في الأضحية (٢ / ٢٤٦)
❼ اللمحات ذكر قطان.
❽ ملاحظہ ہو: المعرفة والتاريخ للإمام الفسوي (١/ ٧١٧ و ٧١٨) وكفاية الرواية للخطيب البغدادي.

''عبدالوہاب ثقفی صاحب الرای کے صاحب زادے نے کہا کہ امام ابوحنیفہ میرے باپ عبدالوہاب ثقفی کے تابع تھے اور موصوف امام ابوحنیفہ میرے والد عبدالوہاب کے ساتھ امام سفیان ثوری سے سماع کرتے تھے اور میرے والد کی وفات کے بعد موصوف امام ابوحنیفہ مجھ ہی سے سماع کرتے تھے۔''

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ امام سفیان ثوری کے شاگرد تھے، اس سے ثابت ہوا کہ امام ابوحنیفہ مصنف انوار کی تصنیف ابی حنیفہ قرار دی ہوئی کتاب جامع المسانید کی تصریح کے مطابق امام مالک کے شاگرد ہیں۔ یہ بات گزر چکی ہے کہ امام سفیان ثوری نے کہا کہ امام ابوحنیفہ مجھ سے علمی استفادہ وسوالات کرتے تھے مگر میں ان سے کبھی کوئی بات نہیں پوچھتا تھا۔❶ نیز امام سفیان ثوری امام ابوحنیفہ پر سخت تجریح کرتے تھے۔❷

امام ابوحنیفہ امام مالک کے شاگرد امام اعمش اور امام اوزاعی کے شاگرد ہیں:

امام سلیمان بن مہران اعمش بھی امام مالک سے روایت حدیث کرنے والوں میں شامل ہیں۔❸ اور مصنف انوار معترف ہیں کہ امام اعمش امام ابوحنیفہ کے شیخ الحدیث اور استاد ہیں کیونکہ مصنف انوار کی تصنیف ابی حنیفہ قرار دی ہوئی کتاب جامع المسانید (۲/ ۲۸۴، باب: ۳۷) میں اعمش سے امام ابوحنیفہ کی روایت موجود ہے۔❹ امام اوزاعی بھی امام مالک سے روایت کرنے والوں میں داخل ہیں۔❺ مصنف انوار کی تصنیف ابی حنیفہ قرار دی ہوئی کتاب جامع المسانید (باب ۳۸ في الحظر والاباحة، ۲/ ۳۱۰) نیز دوسری کتبِ معتبرہ میں امام اوزاعی سے امام ابوحنیفہ کی روایت موجود ہے۔

امام ابوحنیفہ امام مالک کے شاگرد امام ایوب سختیانی کے شاگرد ہیں:

امام ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی (متوفی ۱۳۱ھ) بھی امام ابوحنیفہ کے استاد الحدیث ہیں، انھوں نے سختیانی سے جامع المسانید باب الخامس فی الصلوۃ (۱/ ۴۴۶) میں روایت کر رکھی ہے، اور موصوف سختیانی امام مالک سے روایت کرنے والوں میں ہیں۔❻ یہ صرف چند مثالیں یہ ظاہر کرنے کے لیے دی گئی ہیں کہ مصنف انوار کی تصنیف ابی حنیفہ قرار دی ہوئی نیز دوسری کتبِ معتبرہ سے امام ابوحنیفہ امام مالک کے شاگرد اور علوم مالک سے استفادہ کرنے والے معلوم ہوتے ہیں۔ اب ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ امام مالک سے امام ابوحنیفہ کی براہ راست روایات بھی ہیں، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جس علامہ ابن حجر مکی کی کتاب ''الخیرات الحسان'' کے حوالے سے مصنف انوار نے لکھا ہے کہ امام مالک امام ابوحنیفہ کے تلمیذ ہیں اسی میں یہ صراحت بھی ہے کہ امام ابوحنیفہ امام مالک کے تلمیذ ہیں، نیز جن امام ذہبی کو مصنف انوار نے مداح ابی حنیفہ کہا ہے انھوں نے امام ابوحنیفہ کو امام مالک کا شاگرد قرار دیا ہے۔❼ نیز عام کتبِ مناقبِ ابی حنیفہ میں یہ صراحت موجود ہے۔

---

❶ اللمحات (٤/ ١٥٢ و ١٥٣) ❷ اللمحات (٤/ ١٤٧۔ ١٥١ و ٤/ ١٥٤۔ ١٥٨) ❸ ترتيب المدارك (١/ ٢٥٦)

❹ نیز ملاحظہ ہو: جامع المسانيد (باب: ٨ في الحج (١/ ٥٢٥) وجامع المسانيد باب السابع في الصوم (١/ ٤٨٧) وجامع المسانيد باب الخامس في الصلوة (٣١/ ٤٥٤)

❺ ترتيب المدارك (١/ ٢٥٦) ❻ ترتيب المدارك (١/ ٢٥٥)

❼ سير أعلام النبلاء (٧/ ٥٢) نیز ملاحظہ ہو: ترتيب المدارك (١/ ٢٥٧) والديباج المذهب (١/ ١٣٨)

چوری چھپے امام ابوحنیفہ نے امام مالک کی بیان کردہ بعض روایات پڑھی ہیں:

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مصنف انوار کی تصنیف ابی حنیفہ قرار دی ہوئی جامع المسانید میں امام مالک سے امام ابو حنیفہ کی روایت اس طرح منقول ہے:

"أبو حنيفة عن مالك بن أنس عن نافع عن ابن عمر قال: إذا صليت الفجر والمغرب ثم أدركتهما فلا تعدهما."[1]

روایت مذکورہ مصنف انوار کی تصنیف ابی حنیفہ قرار دی ہوئی کتاب جامع المسانید میں منقول ہے، اس لیے مصنف انوار اور ان کے ہم مزاج لوگوں پر ضروری ہے کہ اس روایت کی بنیاد پر امام ابوحنیفہ کو امام مالک کا شاگرد مانیں۔ یہ تفصیل آ رہی ہے کہ امام مالک اپنی درسگاہ میں امام ابوحنیفہ جیسے طلبہ کو داخل کرنے کے روادار نہیں تھے، اسی جامع المسانید میں مندرجہ ذیل روایت بھی منقول ہے:

"أبو حنيفة عن مالك بن أنس عن عبد الله بن الفضل عن نافع بن جبير بن مطعم عن ابن عباس عن النبي ﷺ أنه قال: الأيم أحق بنفسها من وليها، والبكر تستأمر في نفسها، وصماتها إقرارها"[2]

اس روایت کی مختلف سندوں پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک سے امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبزادے حماد بن ابی حنیفہ دونوں نے یہ روایت نقل کر رکھی ہے یا پھر جن سندوں میں امام مالک سے روایت کرنے والا حماد بن ابی حنیفہ کا ذکر ہے، ان کی بابت یہ کہا جا سکتا ہے کہ حماد اور امام مالک کے درمیان امام ابوحنیفہ کا نام کاتب ونساخ کی غلطی سے چھوٹ گیا ہے، لیکن زیادہ معقول یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مانا جائے کہ امام مالک سے امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبزادہ حماد دونوں باپ بیٹوں سے روایت مذکورہ منقول ہے، البتہ امام مالک سے یہ روایت کرنے والے امام ابوحنیفہ کے صاحبزادے اور پوتے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ ہیں اور یہ دونوں کے دونوں ساقط الاعتبار ہیں جیسا کہ "اللمحات" میں گزر چکا ہے۔

مصنف انوار جس تکذیبِ حقائق والی تحریک کوثری کے رکن ہیں اس کے زعیم کوثری کی کذب بیانی:

اور حماد یا اسماعیل سے اس کے ناقل بکار بن حسن بن عثمان عنبری (متوفی ۲۳۳ھ) ہیں جن کا ترجمہ اخبار اصبہان لابی نعیم اصبہانی (۱/ ۲۳۷ و ۲۳۸) وطبقات محدثی اصبہان لابی الشیخ (۱/ ۱۳۱ و ۱۳۲) وجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ (۱/ ۴۵۷) میں مذکور ہے لیکن موصوف کی توثیق وتجریح میں کچھ منقول نہیں۔ طبقات محدثی الاصبہان کے تعلیق نگار نے بکار کی بابت کہا: "لا أعرفه"[3] اس کا حاصل یہ کہ بکار موصوف مجہول ہیں، اور اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ بکار سے اس روایت کا ناقل عمران بن عبدالرحیم

---

[1] جامع مسانيد الإمام الأعظم، باب الخامس في الصلوة (١/ ٤٤٠)

[2] جامع المسانيد الباب الثالث والعشرون في النكاح (٢/ ١١٩ و١٢٠ وتاريخ خطيب ترجمة قاسم بن هارون بن جمهور بن منصور أبو محمد الأصبهاني (١٢/ ٤٤٥) وتاريخ خطيب ترجمة محمد بن الضحاك شيباني (٥/ ٣١٣) وسير أعلام النبلاء يعني طبع سادس بيروت ١٩٨٩ء (٨/ ١٢٤ و ١٢٥بحواله إمام حاكم و تعليق الكوثري على الانتقاء (ص: ١٢ و ١٣) وتانيب الخطيب (ص: ٣١) نقد التنكيل (١/ ١٨٤- ١٨٧)

[3] طبقات محدثي أصبهان (١/ ٤٤٥)

ہے، جسے جامع المسانید کو شائع کرنے والوں نے حسب عادت عمران بن عبد الرحمان بتا دیا ہے، یہ ایک کذاب وضاع راوی ہے۔[1]
لیکن ان سب کے باوجود امام مالک سے ابوحنیفہ کو بڑا ثابت کرنے کے لیے تانیب الخطیب (ص: ۳۱) وتعلیق الکوثری علی الانتقاء لابن عبد البر (ص: ۱۲ و۱۳) میں اسے دلیل و حجت بنا کر معتبر کہہ رکھا ہے۔ اس لیے کوثری گروپ خصوصاً مصنف انوار کو اس روایت کی بنیاد پر امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبزادے حماد کو امام مالک کا شاگرد ماننا ضروری ہے۔

امام ابوحنیفہ کے شاگردِ امام مالک ہونے پر دلالت کرنے والی ایک اور روایت:

مذکورہ بالا روایت کے ساتھ کوثری نے بحوالہ "الفانيد في حلاوة الأسانيد للسيوطي" ایک اور روایت اس طرح نقل کی ہے:

"أخرج الخطيب عن محمد بن علي الصلحي الواسطي ثنا أبو زرعة أحمد بن الحسين حدثنا علي بن محمد بن مهروية ثنا المجبر بن الصلت ثنا القاسم بن الحكم العرفي ثنا أبو حنيفة عن مالك عن نافع قال: أتى كعب بن مالك النبيﷺ... الخ."[2]

مذکورہ بالا روایت کی بنا پر بھی مصنف انور وکوثری گروپ کو امام ابوحنیفہ کو امام مالک کا شاگرد ماننا چاہیے، اگرچہ اس کی سند بھی مقال سے خالی نہیں، امام ابوحنیفہ سے اس کا ناقل جس قاسم بن حکم بن کثیر ابواحمد کوفی قاضیٔ ہمدان (متوفی ۲۰۸ھ) کو ظاہر کیا گیا ہے وہ اگرچہ از روئے تحقیق حسن الحدیث درجہ کے معتبر راوی ہیں مگر قاسم مذکور سے اس کا ناقل جس المجبر بن الصلت یعنی ابوالحسن احمد بن محمد بن موسی (مولود ۳۱۴ھ ومتوفی ۴۰۵ھ) کو ظاہر کیا گیا ہے وہ قاسم بن الحکم عرفی کی وفات پر سو سال سے بھی زیادہ گزر جانے پر پیدا ہوئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاسم عرفی اور مجبر کے درمیان کا کوئی راوی کوثری کی کوثریت کی بنا پر ساقط ہو گیا ہے، نیز اس کی سند کے ایک راوی محمد بن علی الصلحی الواسطی، جن سے یہ روایت حافظ خطیب نے نقل کی، مجروح ہیں، اس لیے اسے از روئے تحقیق اس بات کی دلیل بنانا صحیح نہیں کہ امام ابوحنیفہ امام مالک کے شاگرد ہیں لیکن مصنف انوار کے اصول سے بہر حال صحیح ہے، بہر حال امام ابوحنیفہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ امام مالک کے شاگردوں کے شاگرد ہیں اور موصوف امام ابوحنیفہ تلامذۂ امام مالک کے فیض یافتگان میں سے ہیں، البتہ افسوس یہ ہے کہ اپنے ان استاذ الاساتذہ امام مالک کا امام ابوحنیفہ کی زندگی اور فقہی کارکردگی پر کوئی خوشگوار اثر نہیں پڑ سکا بلکہ امام ابوحنیفہ کو فقہ اہل مدینہ سے اس قدر انحراف رہا کہ ان کے تلامذہ سے کئی ایک خصوصاً امام محمد بن الحسن نے امام مالک کا تین سال تک شاگرد رہنے کے باوجود بھی اہل مدینہ خصوصاً امام مالک کے رد میں ایک مستقل کتاب چار ضخیم جلدوں پر مشتمل بنام "كتاب الحجج على أهل المدينة" یا "كتاب الحجة على أهل المدينة" لکھی، جس میں کوفی طرز طعن وتشنیع اور طریق وخصام کی انتہاء کر دی، نیز امام مالک کی کتاب موطأ ہی کے نام پر امام محمد نے موطأ نامی ایک کتاب لکھی لیکن یہ موطأ محمد درحقیقت امام مالک کی موطأ پر نہایت رکیک ولایعنی اور مخاصمانہ انداز کا رد وقدح ہے۔ (كما سيأتي)
کوئی تحریر خواہ کتنی ہی زیادہ مکذوبہ کیوں نہ ہو اگر تحریک کوثری کے کذاب اراکین اسے اپنے مطلب کا محسوس کریں تو اسے

---

[1] ميزان الاعتدال (٣/ ٢٣٨) ولسان الميزان (٤/ ٣٤٧) والتنكيل (١/ ١٨٦)
[2] تعليق الكوثري على الإنتقاء (ص: ١٣)

وحی الٰہی کے طور پر دلیل وحجت بنا لیتے ہیں جیسا کہ ان کذاب اراکین تحریک کوثری اور ان کے سرخیل کوثری کی تصانیف سے ظاہر ہے۔تحریک کوثری کے کذاب اراکین کا ایک جھوٹا پروپیگنڈہ یہ بھی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے تلامذہ کی فہرست میں امام مالک کا نام بھی لکھ دیا ہے۔[1] اس زعیم تحریک کوثری نے تقریباً چار صفحات کی حاشیہ آرائی کرکے اپنے ممدوح حافظ ابن عبدالبر کی تردید کی اور بزعم خویش امام مالک کو شاگردِ امام ابی حنیفہ بنا کر دم لیا مگر کہیں اکاذیب کے ذریعہ بھی کوئی علمی وتحقیقی کام بنتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کذابین کے مکر وفریب کے ابطال کا ذمہ لیے ہوئے ہے۔

اساتذۂ امام مالک:

یہ بات گزر چکی ہے کہ محض کذب بیانی اور خالص دروغ بافی کرتے ہوئے مصنف انوار نے امام ابوحنیفہ کی عظمتِ شان بڑھانے کے لیے امام ابوحنیفہ کے اساتذۂ تابعین کی تعداد چار ہزار بتلائی ہے اور غیر تابعی اساتذہ کی تعداد بھی چار ہزار بتلائی ہے۔[2] اس طرح کے اکاذیب سے بھی بھلا کسی شخص کی شان وعظمت بڑھ سکتی ہے؟

امام مالک کے صرف نوسو یا اس سے کچھ زائد اساتذہ کا پتہ چلتا ہے۔[3] مگر دنیا جانتی ہے کہ کوفہ کے جملہ ائمہ اہل الرای، جو امام مالک کے معاصر تھے، امام مالک کے پاسنگ کے برابر بھی نہیں ہیں۔

اَصح الاسانید:

مصنف انوار اور جملہ کوثری گروپ کو اس بات پر بڑا غم وغصہ ہے کہ امام مالک کی مختلف تابعین سے مرویات کو ''اصح الاسانید'' خصوصاً نافع عن ابن عمر کی سند کو سلسلۃ الذہب کیوں کہا گیا؟ امام ابوحنیفہ کا ذکر شاید باید ہی رواۃِ حدیث میں پایا جاتا ہے، اس کا اصل سبب یہ رائے پرست جانتے نہیں یا جانتے ہیں تو متجاہل بنے اناپ شناپ کہتے اور لکھتے رہتے ہیں، امام مالک کا بلند ترین ثقہ وصحیح العقیدہ اہل سنت وجماعت والا امام ہونا اجماعی بات ہے اور امام ابوحنیفہ کا غیر ثقہ اور عقیدہ اہل سنت سے منحرف ہونا اور مرجی المذہب ومرجی العقیدہ ہونا متحقق ہے، پھر امام ابوحنیفہ کی سند کو محدثین کرام کیونکر صحیح ومعتبر قرار دے سکتے ہیں؟ ان کی سند کا اصح الاسانید ہونا اور سلسلۃ الذہب ہونا تو محال سے بھی محال تر اور ناممکن سے بھی زیادہ ناممکن ہے۔اس نقطے کو ملحوظ رکھنے سے یہ مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے، مصنف انوار اور گروپ کوثری اس کے لیے اس قدر پریشان کیوں ہیں؟

اکاذیب کی بنیاد پر ابوحنیفہ عن نافع عن ابن عمر، ابوحنیفہ عن عطاء عن ابن عباس اور ابوحنیفہ عن مقسم عن ابن عباس وغیرہ اسانید کو مصنف انوار اور ان کے ہم مزاج لوگ چاہتے ہیں کہ اصح الاسانید کہا جائے۔[4] مگر پہلے مصنف انوار اور ان کے ہم مزاج امام ابوحنیفہ پر ہونے والی ان جرحوں کا دفاع کر کے موصوف کا ثقہ ہونا ثابت کریں جن کی مختصر فہرست ہم نے ''اللمحات'' (۳/ ۲۳ ـ ۱۶۰) میں دی ہے، پھر وہ توہم پرستی کو اپنا دین وایمان بنائیں کہ امام ابوحنیفہ کی روایات بھی اصح الاسانید ہیں۔ مصنف انوار اس شکوہ کے آخر میں لکھتے ہیں: ''والله المستعان وإليه المشتكى''[5] ان کذابین کو یہ بھی خبر نہیں کہ جھوٹے شکوے وبالِ جان ہوا کرتے ہیں!

---

[1] الإنتقاء (ص: ۱۲)　[2] اللمحات (۲/ ۹۶۔ ۱۰۲)　[3] شرح زرقاني موطأ (۱/ ۲ و ۳)
[4] مقدمه أنوار الباري (۱/ ۱۲۹)　[5] مقدمه انوار الباری (۱/ ۱۲۹)

اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی:

مصنف انوار نے کہا کہ خلیفہ ہارون رشید نے امام مالک سے کہا کہ آپ کی کتاب میں میں نے حضرت علی اور ابن عباس کا ذکر نہیں دیکھا، امام مالک نے جواب دیا کہ ''یہ دونوں میرے شہر میں نہیں تھے، نہ میں ان کے اصحاب سے مل سکا'' پھر بے خودی میں بدمست ہوکر مصنف انوار فرماتے ہیں کہ یہ فخر امام ابوحنیفہ کو حاصل ہے۔ [1]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار کے اس دعویٰ مکذوبہ کی تکذیب امام مالک کی جملہ کتابوں موطأ وغیرہ سے ہوتی ہے، اس کا مشاہدہ ہر شخص کتبِ مالک کی طرف مراجعت کرکے کرسکتا ہے۔ ہارون رشید کی ولادت سے بہت پہلے امام مالک کی کتب منظر شہود پر آچکی تھیں۔ یہ بات امر واقع کے کس قدر خلاف ہے کہ حضرت علی وابن عباس رضی اللہ عنہما کی زندگی کا بیشتر حصہ مدینہ منورہ میں گذرا وہیں ان کے تلامذہ بھی زیادہ تھے مگر مصنف انوار کی بے نور آنکھیں اس حقیقت امر کے مشاہدہ سے محروم ہیں۔ اب مصنف انوار جیسے کذابین میں دم ہے تو اپنی نقل کردہ اس بات اور ہمارے ذکر کردہ حقائق میں تطبیق دیں، عام اہل علم کا یہ کہنا ہے کہ کتبِ امام مالک میں روایاتِ علی وابن عباس کی جتنی کثرت ہونی چاہیے تھی وہ نہیں ہے، اسی بات کا ذکر ہارون رشید نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ ہارون رشید کے مورث منصور نے امام مالک سے کہا تھا کہ آپ اپنی پالیسی پر قائم رہیے حضرت علی وابن عباس کا ذکر کرنا ضروری نہیں ہے۔

مصنف انوار نے بحوالہ ابن فرحون کہا کہ امام مالک بواسطہ سلیمان بن یسار، حضرت عمر (خلیفہ راشد) کا قول اختیار کرتے تھے۔ [2]

ہم کہتے ہیں کہ حضرت عمر خلیفہ راشد تھے اور عام طور سے وہ اتباع نصوص واتباع خلیفہ راشد ابی بکر صدیق کرتے تھے، اور خلفائے راشدین کے اقوال وافعال اگر خلاف نصوص نہ ہوں تو شریعت نے ہم کو ان کے اتباع کا حکم دیا ہے، یہی کام حضرت امام مالک کرتے تھے۔

مصنف انوار نے کہا کہ تہذیب میں ابن معین سے منقول ہے کہ امام مالک جس سے روایت کریں باستثناءِ عبدالکریم سب ثقہ ہیں۔ [3]

ہم کہتے ہیں کہ امام مالک عموماً ثقہ ہی سے روایت کرتے ہیں مگر امام ابوحنیفہ بذات خود غیر ثقہ ومجروح تھے، اور زیادہ تر مجروحین وغیر ثقہ رواۃ سے روایت کرنے کے عادی تھے وہ بھی بہت تھوڑی مقدار میں۔ مصنف انوار نے کہا:

> ''دین، فقہ اور علم امت میں اصحاب ابن مسعود، اصحاب زید بن ثابت، اصحاب ابن عمر اور اصحاب ابن عباس سے پھیلا، لہٰذا اکثر کا علم ان ہی چار کے اصحاب سے ماخوذ ہے، پھر اہل مدینہ کا علم اصحاب زید بن ثابت اور ابن عمر سے، اہل مکہ کا اصحاب ابن عباس سے، اہل عراق کا اصحاب ابن مسعود سے۔'' [4]

ہم کہتے ہیں یہ بات تو ٹھیک ہے مگر اہل الرای کا صحابہ کے اصحاب سے فیض یاب ہونا بہت دور کی بات ہے، وہ تو رائے وقیاس ہی کو اپنا دین وایمان اور علم وفن بنائے ہوئے تھے۔ (کما مر تفصیلہ)

---

[1] مقدمہ انوار (۱/ ۱۳۹) [2] مقدمہ انوار (۱/ ۱۲۹)
[3] مقدمہ انوار (۱/ ۱۲۹) [4] مقدمہ انوار (۱/ ۱۲۹)

امام اعظم شیوخِ امام مالک ہیں:

مصنف انوار اور ان کے ہم مزاج لوگوں کی بدمستی کا یہ حال ہے کہ مذکورہ بالا عنوان انھیں کا قائم کردہ ہے، فرد واحد امام اعظم یعنی امام ابوحنیفہ کے لیے لفظ ''شیوخ'' جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے، معلوم نہیں کہ اس تقلیدی بدمستی سے کون سا فائدہ حاصل کرنا ان کا مقصد ہے؟ اس بدمستی والے عنوان کے تحت مصنف انوار نے کہا:

''بعض روایات غلطی سے اس طرح روایت ہوئیں کہ ان سے کچھ حضرات نے یہ سمجھا کہ امام صاحب نے امام مالک سے روایت کی، مثلاً مسند ابن شاہین میں ایک روایت اسماعیل بن حماد عن ابی حنیفہ عن مالک روایت ہوئی جو درحقیقت حماد بن ابی حنیفہ عن مالک تھی، بلکہ حماد کو بھی اکابر میں شمار کیا گیا ہے، اس خیال سے کہ ان کی وفات امام مالک سے تین سال قبل ہوئی۔ غالب یہ ہے کہ ان کی ولادت بھی امام مالک سے قبل ہوئی ہوگی، تانیب الخطیب میں کوثری صاحب نے اس پر بحث کی ہے۔''[1]

دعوئ مصنف انوار اور کوثری کی تکذیب:

ہم کہتے ہیں کہ جس مسانید ابی حنیفہ کو مصنف انوار نے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر کے بار بار کی تکرار سے یہ مکذوبہ بات کہی ہے کہ یہ کتاب امام ابوحنیفہ کی تصنیف کردہ ہے، اسی تصنیف ابی حنیفہ (۲/ ۱۱۹، باب: ۲۳ فی النکاح) میں یہ حدیث موجود ہے، پھر یہ کس طرح کی تضاد بیانی اور دروغ بافی ہے؟ مصنف انوار کی یہ بات کہ تصنیفِ ابی حنیفہ میں جو حدیث بدعوی مصنف انوار امام ابوحنیفہ نے بقلم خود لکھی ہے اسے مصنف انوار اپنی مندرجہ بالا جھوٹی وخانہ ساز اختراعی بات کے ذریعہ مشکوک کہہ رہے ہیں۔ کیا مصنف انوار کذاب ودروغ باف ہونے کے ساتھ اتنے بڑے بے حیا اور بے باک ہیں کہ اپنی تصنیف ابی حنیفہ قرار دی ہوئی کتاب میں امام ابوحنیفہ کی لکھی ہوئی حدیث کو انتہائی بے حیائی سے کچھ سے کچھ کہہ رہے ہیں؟ جب بدعوئ مصنف انوار یہ کتاب تصنیفِ ابی حنیفہ ہے تو امام ابوحنیفہ تک پہنچنے والی اس کی سند کی کیا ضرورت ہے؟ ہم مصنف انوار اور ان کے جملہ فرقۂ دیوبندیہ کو چیلنج کر رہے ہیں کہ وہ ہمارے اس سوال کا جواب حدود شریعت میں رہتے ہوئے دیں، نیز ہم یہی اعلان کر رہے ہیں کہ حدود شریعت میں رہتے ہوئے یہ قوم تا قیامت اس کا جواب نہ دے سکے گی۔

یہ روایت تاریخ خطیب ترجمۂ محمد بن الضحاک بن عمر بن ابی عاصم النبیل (۵/ ۳۷۶) میں بھی مروی ہے، اس کی سند میں امام ابوحنیفہ سے روایت کرنے والے امام صاحب کے پوتے اسماعیل بن حماد ظاہر کیے گئے ہیں جن کا کذاب وغیر ثقہ ہونا ہم واضح کر آئے ہیں، نیز اس کی سند میں عمران بن عبدالرحیم ابوسعید اصبہانی واقع ہے جو کذاب اور وضاع ہے اور رافضی بھی، اور روافض کا شیوہ وشعار ہی کذب وافتراء ہے۔[2] عمران تک پہنچنے والی سند بھی مشکوک ہے۔

خوارزمی کذاب سے متعلق ایک بات:

جامع المسانید کو اگرچہ مصنف انوار تصنیف ابی حنیفہ مانتے ہیں مگر حقیقت امر یہ ہے، جیسا کہ ہم بتلا آئے ہیں، کہ اس کا

---

[1] مقدمه انوار (۱/ ۱۲۹ و ۱۳۰)

[2] لسان الميزان (٤/ ٣٤٧) وميزان الاعتدال ترجمة عمران بن عبد الرحيم.

مصنف جامع اکاذیب محمد بن محمود خوارزمی (متوفی ۶۶۵ھ) ہے، یعنی یہ کذاب شخص ساتویں صدی ہجری کا آدمی ہے، اس نے سینکڑوں مکذوبہ وموضوعہ احادیث کو احادیث نبویہ کہہ ڈالا ہے۔ اتنے بڑے کذاب کو تمام احناف خصوصا مصنف جواہر المضیہ (۳/ ۳۶۵) ''الامام'' کہتے ہیں، اس طرح کے دجاجلہ وکذابین جب احناف کے امام وپیشوا اور قائد ہیں تو ان نبوی پیش گوئیوں پر کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے جن میں دجال اعظم کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کے دعویٰ الوہیت پر بہت سارے لوگ ایمان لائیں گے اور اس کو معبود کہیں گے۔ جواہر المضیہ میں اس کذاب کا سال وفات ۶۵۵ھ بتلایا گیا ہے جبکہ جامع المسانید اور دوسرے مراجع میں اس کذاب نے جامع مسانید الامام الاعظم کی تصنیف دو جلدوں میں کی جس میں پندرہ تصانیف یعنی مجموعہ روایات ابی حنیفہ کو جمع کر دیا ہے، مگر مصنف انوار اور ان کے ہم مزاج لوگوں نے اس کذاب خوارزمی کی مکذوبہ کتاب کو تصنیف ابی حنیفہ کہا ہے۔

اس کذاب خوارزمی نے اس مکذوبہ روایت کی تخریج کرتے ہوئے کہا کہ ابن خسرو کذاب نے اسے بطریق محمد بن مخلد عن حماد بن ابی حنیفہ عن مالک نقل کیا ہے، اس میں امام مالک سے روایت کنندہ ابوحنیفہ کو نہیں کہا ہے مگر زیر نظر روایت تو ابن شاہین اور دارقطنی سے نقل کی گئی ہے اس کی سند کا ذکر خوارزمی نے کذاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ بطریق اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ عن ابی حنیفہ عن مالک مروی ہے، نیز اسی سے یہ روایت قاضی ابوبکر عبدالباقی انصاری کی کتاب مسند ابی حنیفہ میں مروی ہے۔

خوارزمی کی اس بات سے احناف کے امام الائمہ کوثری کی بھی تکذیب بخوبی ہوتی ہے کیونکہ کوثری نے اس کی وہی سند بیان کی ہے جس کا ذکر ہم بحوالہ حاشیہ الانتقاء کر آئے ہیں، گویا اس قوم کے عام ائمہ کذابین ہی کذابین ہیں۔

خوارزمی کذاب نے اس سند میں واقع راوی عمران بن عبدالرحیم کو عمران بن عبدالرحمٰن لکھ کر بھی فراڈ کیا ہے تاکہ اس کذاب عمران بن عبدالرحیم کا ترجمہ تحقیق پسند لوگ نہ پاسکیں یا پھر خوارزمی کی اس کتاب کے شائع کرنے والوں نے یہ کارستانی دکھلائی ہے، جس ادارے نے خوارزمی کی یہ کتاب شائع کی ہے وہ اس طرح کی باتیں بکثرت کیے ہوئے ہے، جو لوگ اکاذیب ہی کی بنیاد پر مناقب ابی حنیفہ کا گھروندا بنائے ہوں ان کا کیا پوچھنا؟

امام مالک سے امام ابوحنیفہ کی دوسری روایت پر بحث:

مصنف انوار کے کذب بیانی وتلبیس کاری میں استاذ وامام کوثری نے کہا:

"أخرج الخطيب البغدادي في رواة مالك عن محمد بن علي الصلحي الواسطي ثنا أبو زرعة أحمد بن الحسين ثنا علي بن محمد بن مهرويه ثنا المجبر بن الصلت ثنا القاسم بن الحكم العرفي ثنا أبو حنيفة عن مالك عن نافع عن ابن عمر قال: أتى كعب بن مالك النبي ﷺ فسأله عن راعية له كانت ترعى غنما... الحديث."[1]

اسے بھی کوثری نے غیر معتبر اور تصحیف زدہ روایت کہا۔ درحقیقت یہ روایت ہے بھی مکذوبہ جیسا کہ اس کی سند سے ظاہر ہے۔ لیکن ان دونوں روایات کو مصنف انوار وکوثری کا غیر معتبر قرار دینا کسی اصول کی بنا پر نہیں بلکہ یہ محض اس لیے ہے کہ امام مالک امام ابوحنیفہ کے استاذ نہ قرار پائیں مگر ہم بتلا آئے ہیں کہ اپنے کسی مقصد والی مکذوبہ تر روایت کو یہ لوگ حجت بنا کر چھوڑ

[1] تعليق الكوثري على الإنتقاء (ص: ١٣ بحواله الفائيد في حوالة الأسانيد للسيوطي)

دیتے ہیں اور حقائق کی تکذیب کے عادی ہیں۔ حماد بن ابی حنیفہ خواہ امام مالک سے عمر میں ایک سو سال بھی زیادہ بڑے ہوں مگر وہ کذاب اور وضاع ہیں۔[1]

ہم تذکرہ حماد میں بتلا آئے ہیں کہ مصنف انوار کے اصول سے لازم آتا ہے کہ ولادتِ حماد کے وقت حماد کے باپ امام ابوحنیفہ کی عمر سات سال تھی یا دس سال۔[2] مصنف انوار نے تقلید کوثری میں کہا کہ وفاتِ حماد وفاتِ امام مالک سے تین سال قبل ہوئی، اس لیے غالب ہے کہ حماد کی ولادت بھی امام مالک سے قبل ہوئی ہو۔[3] یہ لغو ولایعنی کذب بیانی سے آخر کوثری دیوبندی تحریک مسخِ حقائق کو کتنا فائدہ پہنچے گا؟ کتنے بچے اپنے باپ کی وفات سے بہت پہلے مر جاتے ہیں تو کیا اس سے لازم آتا ہے کہ باپ اپنے بچوں کے بہت بعد پیدا ہوا؟ اس طرح کے افسانوی اور ناممکن الوجود اکاذیب سے آخر اس تحریک مسخِ حقائق کو کیا فائدہ پہنچ رہا ہے؟

کیا امام ابوحنیفہ کا امام مالک کے تلامذہ کا شاگرد ہونا غلط ہے؟:

اکاذیب کو اپنا دین وایمان بنا لینے والے کوثری گروپ بشمول مصنف انوار نے کہا:

”ابن ابی حاتم نے جرح وتعدیل کے مقدمہ میں جو لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ امام مالک کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے وہ بھی غلط ہے جس کو ہم آگے لکھیں گے۔“[4]

ہم کہتے ہیں کہ خدمتِ دین اور علم وتحقیق کے سو فیصدی جھوٹے دعوی کے ساتھ مصنف انوار کا مذکورہ بالا بیان بھی سو فیصدی خالص سفید جھوٹ اور دروغ بے فروغ ہے، مقدمہ جرح وتعدیل کی طرف مصنف انوار نے جو یہ خانہ ساز جھوٹی بات منسوب کی ہے کہ امام ابوحنیفہ امام مالک کی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے وہ مصنف انوار کے خالص اکاذیب میں بھاری مکذوبہ واختراعی وپرفریب ودجل وتلبیس ومکر ودھوکہ بازی والی بات ہے کیونکہ تقدمۂ جرح وتعدیل میں یہ نہیں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کتبِ امام مالک کا مطالعہ کرتے تھے۔ مصنف انوار کی یہ کتنی بڑی عیاری ومکاری ودروغ بافی ہے کہ تقدمۂ جرح وتعدیل کی یہ بات غلط ہے جس کو ہم آگے چل کر لکھیں گے، مصنف انوار نے ایک تو پوری عیاری ودغابازی سے کام لے کر مقدمۂ جرح وتعدیل کی طرف خود ساختہ جھوٹی بات لوگوں کو بتلائے فریب کرنے کے لیے منسوب کی، دوسرے اپنی اس مکذوبہ بات کی خود ہی تغلیط کر کے (حالانکہ وہ صرف غلط بات نہیں بلکہ عیاری ومکاری والی خالص جھوٹی بات ہے) کہا کہ اس کو ہم آگے چل کر لکھیں گے، حالانکہ یہ بھی مصنف انوار نے اپنے ہم مزاج فرقۂ مقلدہ کی طرح محض جھوٹ ہی جھوٹ کہا، ان کے اور ان جیسے کذابین کے بس میں یہ ہے ہی نہیں کہ جو بات فی الواقع تقدمۃ الجرح والتعدیل میں لکھی ہے اسے غلط ثابت کر سکیں، وہ کیا ان کی کذابہ سات پشتوں کے بس سے بھی یہ بات باہر ہے۔

امام ابوحنیفہ شاگرد اِن امام مالک کے شاگرد ہیں:

ہم ”اللمحات“ (۱/ ۱۱۷۔ ۱۲۱) کے اوائل ہی میں تقدمۃ الجرح والتعدیل والی وہ بات مع سند ومتن لکھ آئے ہیں اور

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: اللمحات (٤/ ٦٠۔ ٤٧)
[2] اللمحات (٤/ ٦٠ و ٦١)
[3] مقدمه انوار (١/ ١٣٠)
[4] مقدمه انوار (١/ ١٣)

سند کے ہر راوی کا متفق علیہ ثقہ ہونا، سند کا متصل اور ہر طرح کی علت قادحہ سے پاک ہونا ظاہر کر آئے ہیں، بھلا ایسی ٹھوس، پختہ اور صحیح بات کی تغلیط کرنے والا بذات خود کذاب اعظم ہونے کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے؟

اب ہم تقدمۃ الجرح والتعدیل والی اس بات کو مع عربی سند و متن اور اس کا معنی و مطلب نقل کر رہے ہیں:

”قال الإمام عبد الرحمن بن أبي حاتم: نا أبو بكر الجارودي محمد بن النضر النيسابوري قال: سمعت أحمد بن حفص يقول: سمعت أبي يقول: سمعت إبراهيم بن طهمان يقول: أتيت المدينة فكتبت بها، ثم قدمت الكوفة فأتيت أبا حنيفة في بيته فسلمت عليه، فقال لي: عمن كتبت هناك؟ فسميت عليه، فقال: هل كتبت عن مالك بن أنس شيئا؟ فقلت: نعم، فقال: جئني بما كتبت عنه فأتيته به، فدعا بقرطاس ودواة، فجعلت أملي عليه، وهو يكتب، قال أبو محمد (يعني عبد الرحمن بن أبي حاتم): ما كتب أبو حنيفة عن إبراهيم بن طهمان عن مالك بن أنس إلا وقد رضيه ووثقه، ولاسيما إذ قصد من بين جميع من كتب عنه بالمدينة مالك بن أنس، وسأله أن يملي عليه حديثه فقد جعله إماما لنفسه ولغيره.“[1]

”سند مذکور سے مروی ہے کہ امام ابراہیم بن طہمان نے کہا کہ میں مدینہ منورہ تحصیل علم کے لیے اور حاصل شدہ علم کو لکھنے کے لیے گیا، میں نے وہاں کے عام شیوخِ حدیث سے احادیث پڑھ کر لکھیں، پھر کوفہ واپس آیا تو امام ابوحنیفہ کے گھر جا کر انھیں سلام کیا، امام ابوحنیفہ نے مجھ سے پوچھا کہ تحصیلِ علم کے لیے جو آپ مدینہ منورہ گئے تو کن اساتذہ سے علوم حدیث پڑھ کر آپ نے قلم بند کیا؟ میں نے انھیں ان مشائخ علوم کے نام بتائے مگر امام مالک کا نام لینا بھول گیا، امام ابوحنیفہ نے نہایت بے قراری سے پوچھا کہ آپ نے امام مالک بن انس سے احادیث پڑھ کر کچھ احادیث نہیں لکھیں؟ میں نے کہا کہ ہاں امام مالک سے بھی احادیث پڑھ کر لکھیں، امام ابو حنیفہ نے کہا کہ امام مالک سے پڑھ کر لکھی ہوئی احادیث آپ میرے پاس لائیے، میں لے آیا تو امام ابوحنیفہ نے فوراً کاغذ و قلم سنبھالا اور ابراہیم بن طہمان سے درخواست کی کہ علوم مالک کو آپ مجھے بطور املا پڑھائیے اور لکھائیے، چنانچہ میں امام ابوحنیفہ کو بطور املاء علومِ مالک پڑھاتا رہا اور امام ابوحنیفہ میرے بطور املا پڑھائے ہوئے علومِ مالک کو لکھتے رہے۔ امام ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے بواسطۂ ابراہیم بن طہمان علوم مالک اس لیے بطور املا پڑھے اور لکھے، وہ بھی جبکہ امام مالک ابھی بقید حیات تھے، کہ امام ابوحنیفہ امام مالک کو اپنا پسندیدہ وثقہ استاذ الاساتذہ سمجھتے تھے، خصوصا اس لیے کہ تمام مشائخ مدینہ منورہ کو چھوڑ کر امام ابوحنیفہ نے اپنے استاذ ابراہیم سے علوم مالک کی بابت درخواست کی کہ وہ انھیں یعنی امام ابوحنیفہ کو علوم مالک بطور املا پڑھائیں اور لکھائیں، اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ نے امام مالک کو اپنا نہ صرف استاذ و شیخ بنایا بلکہ امام بھی بنایا اور اپنے اس طرز عمل سے انھوں نے واضح کر دیا کہ دوسرے لوگوں کو امام مالک کو بھی اپنا استاذ و امام بنانا چاہیے۔“

---

[1] ملاحظہ ہو: تقدمة الجرح والتعديل مطبوع حيدر آبادهند ١٣٧١هـ/ ١٩٥٢ء (ص: ٣ و ٤)

روایت مذکورہ کی تصحیح:

پہلے ناظرین کرام اس روایت کی سند کی بابت اطمینان کر لیں۔ ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ اس روایت کے ناقل امام ابن ابی حاتم اور ابوحنیفہ کے درمیان کل چار رواۃ ہیں اور سبھی نے اپنے اپنے استاذ سے سماع ولقا کی پوری صراحت کر رکھی ہے، یعنی کہ پوری سند متصل ہے، اس میں وقوعِ انقطاع وتدلیس کا ذرہ برابر بھی شبہ نہیں، اور امام ابن ابی حاتم کا متفق علیہ ثقہ ہونا متحقق ہے، جیسا کہ موصوف کے ترجمہ سے ظاہر ہے۔ انھوں نے جس راوی ابوبکر جارودی محمد بن نضر نیسابوری (متوفی ۲۹۱ھ) سے یہ روایت نقل کی ہے وہ حنفی المذہب ثقہ امام تھے، بنا بریں ان کا اور ان کے باپ دادا کا ذکر جواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ (۳/۳۲۲ ترجمہ نمبر ۱۵۵۶) میں موجود ہے۔ جواہر المضیہ میں کہا: "كان هو وأبوه وجده وجد أبيه كلهم رائييون" محمد بن نضر بن مسلمہ ابن جارود یعنی باپ، بیٹے، دادا اور پردادا سبھی رائے پرست یعنی حنفی المذہب لوگ تھے۔ اسی جواہر المضیہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ محمد بن نضر موصوف کا ترجمہ جرح وتعديل (٤ /١١١، ق: ٢) و الأنساب سمعاني (٣/ ١٦٥- ١٦٧) واللباب (١/ ٢٠٣) وتذكرة الحفاظ (٢/ ٦٧٣ و ٦٧٤) والعبر (٢/ ٩٠) وتهذيب التهذيب (٩/ ٤٩٠ و ٤٩١) و تقريب التهذيب (٢/ ٢١٣) وخلاصة تذهيب تهذيب الكمال (ص: ٣٦١ و ٣٦٢) وطبقات السنة، نمبر (٢٣٥٠) وشذرات الذهب (٢/ ٢٠٨) میں ہے۔ ان تمام محولہ کتابوں میں موصوف کو متفقہ طور پر ثقہ کہا گیا ہے۔ اس سے مصنف انوار اور ان کے ہم مزاج جملہ تقلید پرست حنفیہ کی بھرپور تکذیب ہوتی ہے، جو محض اکاذیب کے زور پر یہ عیاری والا جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اہل حدیث احناف سے تعصب کی بنا پر احناف کو مجروح قرار دینے کے عادی ہیں کیونکہ جواہر المضیہ کے علاوہ ساری محولہ کتابیں غیر حنفی محدثین کی تصنیف ہیں اور ان میں متفقہ طور پر محمد بن نضر حنفی کو ثقہ کہا گیا ہے۔

محمد بن نضر جارودی نے یہ روایت احمد بن حفص بن عبداللہ سلمی سے نقل کی اور احمد بن حفص نے اسے اپنے باپ حفص سے نقل کیا، یہ دونوں باپ بیٹے عام کتب رجال میں ثقہ کہے گئے ہیں، ان پر کوئی کلام نہیں۔ ابراہیم بن طہمان بھی ثقہ ہیں اور انھیں امام ابوحنیفہ کا استاذ اور امام مالک کا شاگرد کہا گیا ہے۔[1] یہ بھی عجیب بات ہے کہ امام ابوحنیفہ کے ان استاذ وشیخ الحدیث کو بھی احناف نے حنفی المذہب مقلد بنا کر چھوڑا اور جواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ (۱/ ۸۵ و ۸۶) میں انھیں داخل کیا، بہر حال یہ سند پختہ وٹھوس ہے اور اسے اور اس سے مروی روایت کی تغلیطِ مصنف انوار محض کذابین ہی کا کارنامہ ہوسکتا ہے۔

اس روایت میں یہ بات منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اپنے استاذ ابراہیم بن طہمان سے بطریق املا علومِ امام مالک پڑھے اور لکھے مگر اس بات میں یہودیوں والی تحریف کاری، جو مصنف انوار کے ابنائے جنس کا پیشہ، ذریعہ معاش اور نہایت پسندیدہ کاروبار ہے، مصنف انوار نے بڑی فراخ دلی سے انجام دی ہے۔

اس روایت کا مطلب تو امام ابن ابی حاتم نے یہ بتلایا کہ بالواسطہ علوم مالک پڑھ، کر وہ بھی جملہ مشائخ مدینہ منورہ کو نظر انداز کر کے، یہ ظاہر کر دیا کہ امام ابوحنیفہ اُولا: امام مالک کے شاگرد ہیں۔

[1] خطیب (٥/ ١٠٥، ١١١)

ثانیاً: امام ابوحنیفہ نے امام مالک کو علوم مذکورہ میں اپنا امام بنایا اور دوسروں کو بھی انھیں اپنا امام بنانے کی عملی طور پر ترغیب دی۔

ثالثاً: مصنف انوار اور ان کے ابنائے جنس تقلید پرست جو یہ جھوٹا ومکذوبہ وعیاری والا پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اہل الرای اور اہلحدیث دو متحارب وباہم مخالف گروہ قیدم ایام سے رہے ہیں وہ محض جھوٹ کا پوٹ اور دروغ بے فروغ ہے، کیونکہ ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ اہل الرای کے اپنے دور کے سرغنہ امام ابوحنیفہ اپنے زمانہ کے امام اہل حدیث امام مالک سے نہایت والہانہ طور پر روحانی تعلق اس انداز کا رکھتے تھے کہ ان کے علوم سے بہرہ ور ہونے کے لیے بہت مضطرب و بے قرار رہا کرتے تھے۔

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ اس روایت کا مفاد کیا ہے جس میں تحریف وترمیم کر کے مصنف انوار نے اسے کیا سے کیا بنا دیا ہے؟ اور نہایت بے حیائی کے ساتھ اپنے ابنائے جنس کی طرح کہہ دیا کہ اس روایت کا غلط ہونا ہم آگے چل کر لکھیں گے، حالانکہ یہ محض مکذوبہ دعوی ہے، امام ابراہیم بن طہمان نے اپنے تلامذہ کو تحریری حکم دیا: "امحوا ما کتبتم عن أبي حنیفة" امام ابو حنیفہ سے جو علوم بھی تم نے لکھے ہوں انھیں مٹا دو۔ [1]

امام ابراہیم بن طہمان کا امام مالک کا شاگرد اور استاذ ابی حنیفہ ہونا متحقق ہے۔ خود کوثری کی تحریک اکاذیبِ کے جملہ ارکان مل کر بھی اس روایت صحیحہ کا غیر صحیح ہونا ثابت نہ کر سکیں گے، مصنف انوار کیا ان کی پوری پارٹی قیامت تک ایسا نہ کر سکیں گی۔ ہم نے "اللمحات" میں اسی جگہ مزید ایسی تفاصیل پیش کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ دس سال بڑے ہونے کے باوجود امام مالک کے متعدد تلامذہ کے شاگرد تھے۔ امام ابوحنیفہ کے فخر ومباہات کے لیے یہی بات بہت کافی ہے کہ وہ تلامذۂ امام مالک کی شاگردی سے شرف یاب تھے۔

امام ابوحنیفہ نے براہ راست امام مالک سے کیوں نہیں پڑھا؟

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب امام ابوحنیفہ کو علومِ مالک سیکھنے پڑھنے اور لکھنے کے لیے اتنی بے قراری وبے تابی تھی تو وہ امام مالک کی خدمت میں براہ راست حاضر ہو کر کیوں ان کی درسگاہ میں داخل ہو کر نہیں پڑھ سکے؟

اس سوال کا جواب بہت آسان ہے، وہ یہ کہ امام مالک کے زمانۂ طالب علمی اور اوائل مدرسی ومعلّمی ہی میں امام ابوحنیفہ کا عقائد اہل سنت اور مذاہب اہل سنت کا مخالف ہونا اور ائمہ اہل سنت سے ان کا مسلسل خصام وجدال رہنا بہت مشہور ومعروف ہو چکا تھا، امام ابوحنیفہ کے عقیدۂ خلق قرآن کے سبب امام ابوحنیفہ کے استاد خاص حماد اور ان کے حامیوں کا اسلامی عدالت میں امام ابوحنیفہ کے خلاف مقدمہ قائم کرنا اور ان کے عقائد مرجیہ کے سبب ان پر طرح طرح کی سرکاری پابندی کا بہت شہرہ تھا اور امام مالک کسی طرح بھی اس بات کے روادار نہیں تھے کہ اس طرح کے نظریات وعقائد والے طلباء ان کی درسگاہ میں داخل ہو کر ان سے پڑھ سکیں، امام ابوحنیفہ کو امام مالک کے اس طرز عمل کی بخوبی خبر تھی اور امام ابوحنیفہ اپنے اہل الرای والا رجاء والے ان عقائد ونظریات سے دست بردار بھی نہیں ہونا چاہتے تھے جن کے سبب انھیں خطرہ تھا کہ مجھے درسگاہِ مالک میں داخلہ میسر نہ آ سکے گا۔ بنابریں موصوف امام ابوحنیفہ اس کی ہمت وجرأت نہ کر سکے کہ درسگاہِ مالک میں داخل ہو کر پڑھتے لکھتے۔ چوری چھپے چند منٹ

[1] المجروحین (۳/ ۷۱)

کے لیے امام ابوحنیفہ کا درسگاہِ امام مالک میں بیٹھ جانا مستبعد بھی نہیں، جیسا کہ عام لوگ اس بات سے واقف ہیں۔ امام ابوحنیفہ کا مرجی المذہب ہونا بہت مشہور ومعروف تھا اور ائمہ اہل سنت وجماعت بشمول امام مالک غیر اہل سنت وجماعت کو "أهل الأهواء" (نفس پرست وبے راہ رو) کہا کرتے تھے۔ حافظ ابن عبدالبر نے بسند صحیح نقل کیا ہے:

"قال مالك: أهل الأهواء بئس القوم، لا يسلم عليهم، واعتزالهم أحب إلي، وقال مالك: أقام الناس يصلون نحو بيت المقدس ستة عشر شهرا، ثم أمروا المقدس، قال مالك: وإني لأذكر بهذه الآية قول المرجئة إن الصلوة ليست من الإيمان، قال: وسمعت مؤمل بن إهاب يقول: سمعت عبد الرزاق بن همام يقول: سمعت ابن جريج وسفيان الثوري ومعمر بن راشد وسفيان بن عيينة ومالك بن أنس يقولون: الإيمان قول وعمل، يزيد وينقص." [1]

''امام مالک کہا کرتے تھے کہ ہوا پرست لوگ (جن میں مرجیہ بھی شامل ہیں) اتنے برے اور خراب لوگ ہیں کہ انھیں سلام کرنا ناجائز ہے اور ان سے بائی کاٹ رکھنا میرے نزدیک بہتر سے بہتر ہے، تمام صحابہ اور اہل ایمان لگ بھگ سولہ مہینے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے، پھر انھیں بیت اللہ الحرام خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا، اس آیت کریمہ ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾ میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھی ہوئی نماز کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کہا ہے، یعنی ایک فعل شرعی کو ایمان کا جزو قرار دیا ہے، میں جب یہ آیت پڑھتا ہوں تو مجھے مرجی لوگ یاد آتے ہیں جو کہتے ہیں کہ نماز جزوِ ایمان نہیں۔ امام عبدالرزاق نے کہا کہ میں نے امام ابن جریج، سفیان ثوری، معمر بن راشد، سفیان بن عیینہ اور مالک بن انس کو سنا کہ وہ ایمان کو قول وعمل سے مرکب مانتے ہیں اور اس کے گھٹنے بڑھنے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔''

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک بشمول جملہ اہل سنت نماز اور دوسرے اعمال کے قرآنی آیات کی تعمیل کرتے ہوئے اجزائے ایمان ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے اور اس عقیدہ کے مخالفین کو اہل بدعت، ہوا پرست اور باطل فرقۂ مرجیہ کے افراد مانتے تھے، جن سے سلام وکلام کے بھی امام مالک روادار نہیں تھے، اور ان کا بائیکاٹ ضروری سمجھتے تھے۔ جب یہ معاملہ ہے تو امام مالک اپنی درسگاہ میں امام ابوحنیفہ کا بیٹھنا کیوں کر روا اور جائز مان سکتے تھے؟ امام مالک کی انھیں باتوں کے پیش نظر امام ابو حنیفہ کی ہمت درسگاہِ مالک میں داخل ہو کر پڑھنے کی نہ ہوئی کہ مجھے تو اس درسگاہ میں داخلہ ہی نہ مل سکے گا، پھر میں براہ راست امام مالک سے کیوں کر فیض یاب ہوسکوں گا؟ امام مالک کو آئے دن یہ خبر ملتی رہتی تھی کہ عقیدۂ خلق قرآن رکھنے کے باعث امام ابوحنیفہ کو ان کے استاد خاص حماد تک نے اپنی درسگاہ سے خارج کر دیا اور حکم دیا کہ امام ابوحنیفہ میری درسگاہ میں ہرگز نہ آنے پائیں اور اپنے تلامذہ سے کہا کہ ان سے سلام وکلام تک بھی نہ رکھو حتی کہ حماد نے اسی عقیدۂ خلق قرآن کے باعث امام ابوحنیفہ کے خلاف اسلامی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا اور اس پر جو سرکاری کارروائی سرکار نے امام ابوحنیفہ کے ساتھ کی اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

---

[1] الإنتقاء لابن عبد البر (ص: ٣٤) وعام كتب سيرت امام مالك.

امام مالک کا ارشاد ہے کہ عقیدۂ خلق قرآن رکھنے والے کی بہت دردناک پٹائی اور ضرب کاری کرو۔[1] بسند صحیح مروی ہے کہ امام مالک نے کہا کہ امام ابوحنیفہ نے دین اسلام کے خلاف مکر وفریب سے کام لیا اور جو ایسا کرے وہ اہل اسلام ہی میں سے نہیں۔[2] کوثری نے یا کوثری کے کسی چیلے نے اس روایت پر حاشیہ حلیۃ الاولیاء میں کلام کیا ہے جو محض مکذوب ہے۔ یہ روایت معتبرہ صرف حلیۃ الاولیاء ہی میں منقول نہیں بلکہ کتاب السنۃ للامام عبداللہ بن احمد بن حنبل وخطیب وغیرہ میں بسند صحیح منقول ہے۔ (كما قدمنا تفصيله)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام مالک امام ابوحنیفہ کو مسلک اہل سنت وجماعت سے خارج مرجی وجہمی عقیدہ کا معتقد قرار دیتے اور انھیں قید وبند اور زد وکوب کی سزائے طویل کا مستحق مانتے تھے، پھر ان کی درسگاہ میں جانے کا ابوحنیفہ کس دل گردہ سے ہمت وحوصلہ رکھتے؟

ہم نے نہایت احتیاط واقتصار سے یہ بات بطور اشارہ لکھی ہے، تفصیل وتصریح حالات کی نزاکت کے سبب مناسب نہیں، امام مالک کے شاگرد امام ابراہیم بن طہمان کے تصنیف وتحریر کردہ علومِ مالک کو امام ابوحنیفہ کا حاصل کرنا تقدمۃ الجرح والی روایت صحیحہ کے مطابق بالکل متحقق اور شک وشبہ سے بالاتر ہے، اس روایت صحیحہ سے پہلے تقدمۃ الجرح والتعدیل میں یہ روایت منقول ہے کہ امام سفیان ثوری کا یہ قول ہے کہ میں امام ابوحنیفہ سے کسی علمی بات پوچھنے کا کبھی روادار نہیں تھا، وہ مجھ سے مل کر اپنے اشکالات حل کرنے کے لیے سوالات کرتے رہتے تھے، اس مفہوم کی کئی روایات معتبرہ کتاب السنۃ وغیرہ میں موجود ہیں۔ امام ابوحنیفہ امام سفیان ثوری کو بھی اپنے اور دوسروں کے لیے امام بنانے کو پسندیدہ موقف قرار دیتے تھے۔[3] امام یحییٰ قطان سے بھی یہی بات بسند صحیح مروی ہے، جیسا کہ ان کے ترجمہ میں ذکر ہو چکا ہے، صرف اس اشارہ سے اہل عقل وخرد آسانی سمجھ سکتے ہیں کہ ائمہ اہل سنت وجماعت سے امام ابوحنیفہ کوئی خاص استفادہ نہیں کر سکے اور امام مالک کا مقام تو اہل سنت میں بہت اونچا تھا۔ امام مالک کو امام ابوحنیفہ سے اس قدر کبیدگی تھی کہ وہ کہا کرتے تھے کہ اہل اسلام کے لیے ابوحنیفہ سے بڑھ کر ضرر رساں کوئی پیدا ہی نہیں ہوا۔ امام مالک امام ابوحنیفہ والے مذہبِ رائے کی بڑی مذمت کیا کرتے تھے۔[4] اس طرح کے بہت سارے اقوال گزشتہ صفحات میں آچکے ہیں، ظاہر ہے کہ ان باتوں کی خبر امام ابوحنیفہ کو لازمی طور پر ہوتی رہتی تھی، بنا بریں وہ درسگاہِ مالک میں داخل نہیں ہو سکے۔

ہم کو یقین ہے کہ ناظرین کرام اس تحقیقی تفصیل سے یہ سمجھ گئے ہوں گے کہ امام ابوحنیفہ بلا واسطہ تلمذ سے بہرہ ور کیوں نہیں ہو سکے؟

مصنف انوار کے اکاذیب دربارۂ تلمذ ابی حنیفہ عن مالک:

کوثری گروپ کے ہر رکن بشمول مصنف انوار تمام تر کی کوشش یہ رہا کرتی ہے کہ بھول کر بھی کوئی صحیح سچی بات ان کی زبان وقلم سے نہ نکلنے پائے کیونکہ اہل اسلام میں ترویجِ اکاذیب کا انھوں نے بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ چنانچہ مصنف انوار نے اسی جذبے کے تحت کہا:

---

[1] الإنتقاء (ص: ٣٥) وعام كتب سيرت امام مالك. [2] حلية الأولياء (٦/ ٣٢٥)

[3] تقدمة الجرح والتعديل (ص: ٣) وجاءت هذه الرواية بأسانيد صحاح في عامة كتب التراجم.

[4] المعرفة والتاريخ للفسوي (٢/ ٧٨٩ و ٧٩٠) وكتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل بسند قوى.

''امام مالک نے موطأ سے پہلے کوئی تالیف نہیں کی اور یہ تالیف بھی انھوں نے اواخر عہد منصور عباسی میں وفات امام اعظم ابوحنیفہ کے بعد کی، پھر یہ امام مالک کے عروج وارتقاءِ شان کا دور ان کے ابتلا ۱۴۶ھ کے بعد شروع ہوا اور اس کے بعد ان کا اجتماع امام ابوحنیفہ کے ساتھ ثابت نہیں اور امام ابوحنیفہ وامام مالک کی وفات کے درمیان انتیس (۲۹) سال کا فاصلہ ہے۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار نے یہ بات اپنی تحریک کوثری کے زعیم وقائد کی تقلید میں کہی ہے بلکہ مصنف انوار اور جملہ اراکین تحریک کوثری اپنے زعیم اکبر وامام اعظم کوثری کے جمع کردہ انبار اکاذیب ہی میں سے حسب ضرورت اکاذیب کا استعمال کرکے اہل اسلام میں پھیلاتے ہیں۔

ابھی اوپر ناظرین کرام ہماری تحریر پڑھ آئے ہیں کہ نہایت صحیح وپختہ وٹھوس سند سے مروی ہے کہ علوم مالک پر مشتمل کتاب کو امام مالک کے ایک شاگرد امام ابراہیم بن طہمان سے نہایت بے قراری واضطراب کے عالم میں امام ابراہیم سے خوشامد کے ساتھ بطور املا امام ابوحنیفہ نے پڑھا اور اسے نقل بھی کر لیا کیونکہ امام ابوحنیفہ کا اتنا دل گردہ ہی نہیں تھا کہ درسگاہِ مالک میں داخل ہو کر علومِ مالک سے مستفید ہوتے، اتنی بڑی حقیقت ثابتہ کی تکذیب وتغلیط کرتے ہوئے مصنف انوار نے اپنی مذکورہ بالا جھوٹی تحریر میں کوثری کی تقلید کرتے ہوئے جو کذب بیانی کی ہے اس کذب مکشوف کا حال تو ہماری مذکورہ بالا تحریر ہی سے ظاہر ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ نے امام مالک کے ایک شاگرد سے علوم مالک پر مشتمل کتاب پڑھ کر اور نقل کرکے اپنے مضطرب وبے قرار دل کو کسی قدر تسکین وتسلی پہنچائی، نیز اس سے کوثری وارکان تحریکِ کوثری بشمول مصنف انوار کا بہت بڑا کذاب وعیار اور تکذیب حقائق ومسخ وقائع کرنے والا ہونا ظاہر ہو گیا۔

اہل اسلام میں ترویج اکاذیب والی تحریک کوثری کے کذاب اراکین خصوصاً مصنف انوار اور ان کے چیف کوثری کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ امام مالک نے موطأ سے پہلے کوئی تالیف نہیں کی اور موطأ بھی انھوں نے اواخر عہد منصور عباسی میں وفات ابی حنیفہ کے بعد لکھی؟ ان بصیرت وبصارت سے محروم کذابین کو یہ نظر نہیں آتا کہ علوم مالک پر مشتمل جو کتاب امام مالک کے شاگرد اور اپنے استاذ ابراہیم بن طہمان سے امام ابوحنیفہ نے بڑی بے قراری کے ساتھ پڑھی وہ بھی امام مالک نے وفات ابی حنیفہ کے بعد لکھی، اگر ہاں تو کیا امام ابوحنیفہ اپنی وفات کے تقریباً دس سال بعد امام مالک کی وہ کتاب جو ان کے شاگرد ابراہیم بن طہمان نے لکھی تھی ابراہیم سے پڑھنے کے لیے اپنی قبر سے اٹھ کر چلے آئے؟ بہر حال اراکین تحریک کوثری کے یہاں مناقب ابی حنیفہ سے تعلق رکھنے والی محال سے محال ترین باتیں بھی سچی حقیقتیں سمجھی جاتی ہیں۔

مصنف انوار جس تحریک اکاذیب کے رکن ہیں اس کے چیف وزعیم کوثری نے تو یہ کہا ہے کہ موطأ امام مالک منصور کی وفات کے بعد زمانۂ خلافتِ مہدی میں تیار ہوئی اور کوثری نے یہ بھی کہا کہ موطأ منصور کے آخری زمانہ میں وفاتِ ابی حنیفہ کے بعد امام مالک نے لکھنی شروع کی۔

---

[1] مقدمه انوار الباری (ص: ۱۳۰ بحواله أقوم المسالك للكوثري)

اکاذیب مصنف انوار وکوثری وارکان تحریک کوثری کی وضاحت:

ہم کہتے ہیں کہ اہل اسلام میں ترویج اکاذیب واشاعت جہمیت وارجاء کے لیے چلائی گئی تحریک کوثری کے جملہ کذاب ارکان بشمول مصنف انوار نے اپنے کذاب زعیم کوثری کی تقلید میں مذکورہ بالا جو باتیں لکھی ہیں اور دعوی کیا ہے کہ امام مالک کی بلند شان وعظمت ۱۴۶ھ کے بعد اجاگر ہوئی ہے اور موطأ مالک خلیفۂ منصور کے حکم سے وفات ابی حنیفہ کے بعد لکھی گئی، یہ نہایت خالص اکاذیب ہیں، گزشتہ صفحات میں ہم بتلا آئے ہیں کہ امام مالک اپنے استاذ خاص حضرت نافع مولی حضرت ابن عمر کی زندگی ہی میں مسند درس پر روایات صحیحہ وعدیدہ کے مطابق رونق افروز ہو چکے تھے، امام نافع کا ۱۱۷ھ میں فوت ہونا متحقق ہے۔[1] روایات صحیحہ اس بات پر متفق ہیں کہ امام مالک اپنے ستر اساتذۂ کبار کے حکم سے مسند درس وافتا پر بیٹھے تھے، ظاہر ہے کہ امام مالک کے یہ ستر اساتذۂ کبار تابعین عظام ہیں اور صرف یہی بات اہل اسلام میں اکاذیب کی ترویج کے لیے چلائی گئی تحریک کوثری کے زعیم اور ارکان کے اس مکذوبہ دعوی کی تکذیب کے لیے کافی ہے کہ ۱۴۴ھ کے بعد ہی لوگوں میں امام مالک کی شہرت وتعظیم ہونے لگی تھی۔

روایات معتبرہ اس پر بھی متفق ہیں کہ امام مالک سترہ سال کی عمر میں مفتی وشیخ الحدیث بن گئے تھے، امام مالک کی ولادت ہمارے نزدیک متحقق طور پر ۹۰ھ میں ہوئی مگر اس سے اختلاف والی باتیں ۹۳/ ۹۴/ ۹۵/ ۹۷ھ تک کہی گئی ہیں اگر ہم تنازل اختیار کرکے اسی آخری قول یعنی ۹۷ھ کو امام مالک کا سال ولادت مانیں تو لازم آتا ہے کہ امام مالک ۱۱۴ھ میں ستر اساطین تابعین واہل علم کے حکم سے مسند درس وافتا پر جلوہ افروز ہوئے، ورنہ صحیح ترین بات یہ ہے کہ امام مالک ۱۰۷ یا ۱۰۸ھ ہی میں مسند درس وافتا پر رونق افروز ہو چکے تھے۔ کیا یہ کوئی معمولی قسم کا اعزاز واکرام وشہرہ ہے کہ مدینہ منورہ جیسے مقدس شہر کے منتخب ستر اکابر اہل علم نے امام مالک کو ۱۱۴ یا ۱۱۵ھ میں مفتی وشیخ الحدیث بنایا؟

ہم یہ روایت صحیحہ نقل کر آئے ہیں کہ امام مالک نے بتصریح خویش اپنی شہرہ آفاق کتاب ساٹھ سال میں لکھی۔[2] جس سے لازم آتا ہے کہ امام مالک نے موطأ ۱۱۴ یا ۱۱۵ھ میں لکھنی شروع کر دی تھی۔[3] یہ بالکل واضح بات ہے کہ درس حدیث امام مالک کتاب دیکھ کر دیتے تھے، اس لیے یہ ماننا بھی لازم ہے کہ مسند نشین درس وافتا ہونے کے وقت انھوں نے موطأ کو لکھ کر تیار کر لیا تھا، اس زمانہ میں موطأ کی ضخامت موجودہ موطأ سے کئی گنا زیادہ تھی، عام روایات کے مطابق امام مالک کے پاس ایک لاکھ احادیث کا ذخیرہ تھا جن میں سے صرف دس ہزار یا اس سے کچھ زیادہ احادیث کو پہلے امام مالک نے موطأ میں جمع کیا تھا اور بعض روایات کے مطابق موطأ ابتدا میں بارہ ہزار احادیث پر مشتمل تھی۔[4] امام مالک ہمیشہ اس کی تنقیح اور تحقیق وتلخیص کرتے رہتے تھے، امام مالک نے جو یہ کہا کہ میں نے موطأ کو ساٹھ سال میں لکھا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت انھوں نے یہ بات کہی تھی اس کے ساٹھ سال پہلے موطأ اگرچہ لکھ کر تیار کی جا چکی تھی مگر مسلسل اس میں ساٹھ سالوں تک امام مالک تنقیح وترمیم وتلخیص کرتے رہتے تھے اسی بات کو انھوں نے الفاظ مذکورہ کے ساتھ تعبیر کر دیا ہے۔

بلفظ دیگر عباسی خلافت قائم ہونے سے بہت پہلے یعنی لگ بھگ بیس سال پہلے موطأ امام مالک لکھی جا چکی تھی اور اس کی

---

[1] سير أعلام النبلاء (٥/ ١٠١) واللمحات طبع دوم (١/ ١١٨ و ١١٩)

[2] اللمحات (١/ ١١٩)　[3] اللمحات (١/ ١١٩)　[4] مدارك وديباج المذهب وعام كتب مناقب امام مالك.

تعلیم وتدریس کا بہت شہرہ تھا، یہی وجہ ہے کہ امام مالک کے شاگرد ابراہیم بن طہمان کا نقل کردہ نسخۂ موطأ کے بعض اجزاء یا کل کا کل امام ابوحنیفہ نے ابراہیم بن طہمان سے پڑھا۔ جس وقت امام مالک کے درس حدیث وافتا اور علمی شان بان عالم اسلام کے ہر چہار جانب بہت زیادہ شہرت پذیر ہورہی تھی اسی وقت بلا شک وشبہ امام ابوحنیفہ کوفہ کی درسگاہِ حماد میں معمولی سے طالب علم تھے اور ان کا معمولی سا یہ تلمذ بھی درسگاہِ حماد میں بالآخر امام ابوحنیفہ ہی کے طرزِ عمل کے سبب بری طرح معرضِ خطرہ میں پڑ گیا، حماد نے اپنے تمام شاگردوں کو ہدایت کردی کہ امام ابوحنیفہ سے سلام وکلام تک کا ربط اس لیے نہ رکھیں کہ وہ اپنے عقائد کے سبب حماد کی نظر میں مشرک ہو گئے تھے۔ حتی کہ حماد نے امام ابوحنیفہ کے خلاف اموی دور خلافت کی عدالت میں نہایت زور دار مقدمہ پیش کیا اور اموی حکومت نے نہایت وضاحت سے کہہ دیا کہ امام ابوحنیفہ اپنے ان عقائد سے توبہ کریں ورنہ انھیں سزائے قتل دی جائے گی کیوں کہ اسی قسم کے عقیدہ کے سبب اموی حکومت نے عید الاضحیٰ کے دن ہزاروں آدمیوں کی موجودگی میں جعد بن درھم کو ذبح کر دیا تھا مگر خیریت یہ ہوئی کہ امام ابوحنیفہ نے اپنے اس عقیدہ سے عدالت کے سامنے توبہ کرلی، اس کی پوری تفصیل ہم "اللمحات" کے گزشتہ صفحات میں تحقیق کے ساتھ لکھ آئے ہیں حتی کہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد امام ابوحنیفہ درس وفتوی دینے لگے تھے تو ان پر درس وفتوی دینے کی سرکاری پابندی لگا دی گئی تھی، ادھر امام ابوحنیفہ کے عقائد ونظریات کے خلاف اموی حکومت اور عوام وخواص میں الجھن پائی جارہی تھی ادھر مدینہ منورہ کی مسجد نبوی اور قبر نبوی شریف کے قریب ہی امام مالک کا درس حدیث اور سلسلۂ افتا زور وشور سے جاری تھا۔ کسی بھی اموی عامی یا حکمراں طبقہ کو امام مالک کی علمی سرگرمی سے ذرہ برابر بھی کسی قسم کی کوئی خلش نہیں تھی بلکہ حالات وقرائن بتلاتے ہیں کہ حکمراں طبقہ اور عوام وخواص کا طبقہ سب امام مالک کی کارکردگی سے مطمئن اور خوش تھا۔

اموی دار الخلافۃ دمشق سے بھی بڑی تعداد میں طلبائے علومِ دین کھنچے ہوئے درسگاہِ مالک میں فیض یاب ہونے کے لیے چلے آتے تھے خصوصاً اندلس میں تو خلافت امویہ کے خاتمہ کے بعد بھی اموی حکومت تھی، جہاں سے طلبہ بڑی کثرت سے درسگاہِ مالک میں داخلہ لے کر پڑھنے آتے تھے تحریک کوثری کے زعیم واراکین کے یہ مزاعم فاسدہ خالص جھوٹ ہیں کہ امام مالک کو ۱۴۶ھ کے بعد شہرت حاصل ہونے لگی۔

خلافت بنو امیہ کا خاتمہ اور خلافتِ عباسیہ کی تاسیس:

یہ معلوم ہے کہ ربیع الآخر ۱۳۲ھ میں خلافت بنو امیہ کا خاتمہ ہو گیا اور اس کی جگہ پر جمعہ ۱۳/ ربیع الآخر ۱۳۲ھ میں خلافت عباسیہ قائم ہوئی، جس کا پہلا حکمران ابوالعباس سفاح عبد اللہ بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس، یعنی ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس کا پرپوتا تختِ خلافت پر رونق افروز ہوا، جیسا کہ عام کتب تاریخ میں مذکور ہے، ۱۳۶ھ کے اواخر تک ابوالعباس سفاح خلیفہ رہا، اس سال بھی ابوالعباس سفاح کا بھائی منصور حج پر گیا ہوا تھا، منصور حج سے فارغ ہورہا تھا کہ ادھر اس کے بھائی سفاح کا چیچک کی موذی بیماری میں انتقال ہو گیا، خلیفہ ابوالعباس سفاح اپنی زندگی ہی میں اپنے بھائی منصور کو اپنا ولی عہد بنا گیا تھا، اس لیے منصور بعجلت تمام دار الخلافہ کوفہ پہنچا، یعنی کہ ۱۳۶ھ کے بالکل اواخر میں منصور خلیفہ ہوا اور منصور نے اپنا ولی عہد اپنے لڑکے کو بنا دیا۔ امام مالک کی علمی شہرت وعظمت حکمراں طبقے کی مرہون منت ہرگز نہیں، البتہ روایات صحیحہ پر غور کرنے سے اتنی بات معلوم

ہوتی ہے کہ اہل اسلام میں فقہی اختلافات سے بھی چونکہ اچھی خاصی الجھن حکومت اور عوام وخواص کو ہوا کرتی ہے، اس الجھن سے امتِ اسلامیہ کو نجات دلانے کے لیے منصور اور اس کے جانشینوں کی سمجھ میں ایک بات یہ آتی تھی کہ اگر عالم اسلام کی کسی متفق علیہ قسم کی عظیم المرتبت شخصیت کی لکھی ہوئی کتاب کو سرکاری پیمانے پر پورے عالم اسلام اور اہل اسلام کا فقہی مسلک قرار دے دیا جائے تو امت فقہی اختلاف ونزاع والے فتنے سے نجات پاجائے اور حکومت کو بھی اس معاملہ میں عافیت حاصل ہو جائے۔

ظاہر ہے کہ خلفاءِ عباسیہ کے ذہن میں آئی ہوئی اس بات کا ادنی سا تعلق بھی امام مالک کی علمی عظمت سے نہیں ہے، البتہ ان خلفائے عباسیہ کے ذہن میں اس بات کا آنا کہ پورے عالم اسلام میں امام مالک ہی کی کتابیں اس لائق ہیں کہ انھیں سرکاری مذہب کی بنیاد قرار دیا جا سکتا ہے اس بات کا شاہد عدل ہے کہ امام مالک اور ان کی کتابیں اس قدر بلند وبالا درجہ والی تھیں کہ اتنی بڑی حکومت بھی ان کا لوہا ماننے پر مجبور تھی، کتبِ اہل الرای کی طرف ان خلفاء نے ذرہ برابر بھی نظر التفات نہیں ڈالی کیونکہ وہ خود بھی عالم تھے اور فقہ اہل الرای کی حقیقت سے واقف بھی، اموی وعباسی حکومت کی طرف سے امام ابو حنیفہ کو قاضی بنائے جانے کی پیش کش والی روایات مکذوبہ ہیں۔ (کما مر)

کوثری سمیت تحریکِ کوثری کے جملہ کذاب ومفتری ارکان یہ کیسے جان گئے کہ منصور نے ۱۴۸ھ میں یا اس کے لگ بھگ امام مالک کی خدمت میں موطأ لکھنے کی تجویز رکھی تھی اور منصور کی اس تجویز کے مطابق ہی امام مالک نے اپنی کتاب موطأ لکھنی شروع کی جو ۱۵۸ھ میں وفاتِ منصور کے بعد تیار ہوسکی؟ ان کذابین کو اختراعِ اکاذیب میں ذرہ برابر اللہ وآخرت کا خوف محسوس ہوتا ہے نہ دنیا میں اپنی رسوائی وذلت کا خدشہ لاحق ہوتا ہے۔ یہ سارے جھوٹے وکذاب وافاک ارکان تحریک کوثری مع اپنے کذاب زعیم وقائد بتلائیں کہ کس صحیح ومعتبر روایت سے ان کذابین کو یہ بات معلوم ہوئی ہے؟

کتبِ امام مالک کو سرکاری مذہب قرار دینے کی عباسی حکومت کی طرف سے کوشش:

بات دراصل یہ ہے کہ خلیفہ منصور کے ذہن میں کتبِ امام مالک کو سرکاری مذہب بنانے کی جو بات آئی تھی وہ اس کے پہلے والے خلیفہ اور اس کے بھائی ابوالعباس سفاح کی باتوں سے منصور کے ذہن میں آئی تھی، اور وہی بات اس کے جانشینوں کے ذہن میں ازخود یا وصیت منصور کے سبب آتی رہی، اس لیے اپنے اپنے دور خلافت میں یہ خلفاء امام مالک سے یہ درخواست کرتے رہے مگر امام مالک کا یہ کارنامہ البتہ بہت بڑا کارنامہ ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بڑی بڑی حکومتوں کی ایسی تجویز بھی وہ بلا جھجک ٹھکرا دیا کرتے تھے جو بظاہر ان کی عظمتِ شان میں مزید درمزید اضافہ کرنے والی تھی لیکن ان کی اپنی نظر میں مناسب نہیں ہوتی تھی۔

کوثری وارکان تحریک کوثری کے اکاذیب کا شکوہ:

اپنے اختراعی اکاذیب وتلبیسات سے الانتقاء لابن عبد البر کو اپنے مکذوبہ ومبنی بر تلبیس باتوں سے بھر دینے والے کوثری تو اپنے عقائد جہمیت وارجاء ودرجۂ شرک تک پہنچنے والی نہایت غالی تقلید پرستی اور سادہ لوح مسلمانوں میں اکاذیب پرستی کے بیج بوکر عالم برزخ کو سدھارے۔ معلوم نہیں کہ ان کے ان قبیح ورذیل کارناموں کا کیا بدلہ انھیں عالم برزخ میں مل رہا ہو اور آخرت میں کیا ملے مگر ان کی تحریک اکاذیب پرستی کے اراکین جو زندہ ہیں وہ زور لگا کر یہ ثابت کریں کہ امام مالک نے ۱۴۸ھ میں یا اس کے لگ بھگ تجویزِ منصور کی تعمیل میں اپنی شہرۂ آفاق کتاب موطأ لکھنی شروع کی۔

خلیفہ عباسی ابوجعفر منصور کی نظر میں روئے زمین پر امام مالک سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں تھا:

مندرجہ ذیل روایت صحیحہ کو ناظرین کرام بغور پڑھیں:

"قال الإمام أبو حاتم الرازي: نا أبو يوسف محمد بن أحمد بن الحجاج الصيدناني الرقي أبو خليد يعني عتبة بن حماد القارئ عن مالك بن أنس قال: قال لي أبو جعفر، يعني عبد الله بن محمد بن علي بن عبد الله بن عباس يوما: أ على ظهرها أحد أعلم منك؟ قلت: بلى، قال: فسمهم لي، قلت: لا أحفظ أسماءهم، قال: قد طلبت هذا الشأن في زمن بني أمية فقد عرفته، أما أهل العراق فأهل كذب وباطل وزور، وأما أهل الشام فأهل جهاد وليس عندهم كبير علم، وأما أهل الحجاز ففيهم بقية علم، وأنت عالم الحجاز فلا تردن على أمير المؤمنين قوله، قال مالك: ثم قال لي: قد أردت أن أجعل هذا العلم علما واحدا، فأكتب به إلى أمراء الأجناد وإلى القضاة فيعملون به فمن خالف ضربت عنقه، فقلت له: يا أمير المؤمنين أو غير ذلك؟ قلت إن النبي ﷺ كان في هذه الأمة، وكان يبعث السرايا، وكان يخرج فلم يفتح من البلاد كثيرا حتى قبضه الله عز وجل، ثم قام أبو بكر رضي الله عنه بعده، فلم يفتح من البلاد كثيرا، ثم قام عمر رضي الله عنه بعدهما ففتحت البلاد على يديه فلم يجد بدا من أن يبعث أصحاب محمد ﷺ معلمين، فلم يزل يؤخذ عنهم كابرا عن كابر إلى يومهم هذا، فإن ذهبت تحولهم مما يعرفون إلى ما لا يعرفون رأوا ذلك كفرا، ولكن أقر أهل كل بلدة على ما فيها من العلم، وخذ هذا العلم لنفسك، فقال لي: ما أبعدت القول اكتب هذا العلم لمحمد."[1]

''امام مالک نے فرمایا کہ مجھ سے خلیفہ ابوجعفر منصور نے ایک دن کہا کہ کیا روئے زمین پر آپ سے بھی بڑھ کر کوئی عالم ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں، خلیفہ نے کہا اپنے سے بڑھ کر علم رکھنے والوں کے آپ مجھے نام بتلایئے، امام مالک نے کہا کہ مجھے ان کے نام معلوم نہیں، خلیفہ نے کہا کہ میں نے یہ بات زمانۂ خلافت بنوامیہ ہی میں جاننے کی جستجو کی تو مجھ پر واضح ہوا کہ اہل عراق جھوٹے کذاب اور باطل پرست ہیں اور اہل شام کی زیادہ تر توجہ جہاد کی طرف رہا کرتی ہے، ان کے یہاں زیادہ علم نہیں، بس اہل حجاز میں البتہ موروثی علم ہے اور آپ حجاز کے سب سے بڑے عالم ہیں، آپ میری درخواست کو رد نہ کیجیے گا، میں یہ چاہتا ہوں کہ صرف ایک قسم کا علم مراد فقہی مذہب برقرار رکھوں اور دوسرے فقہی مذاہب کا خاتمہ کردوں، میں تمام سالارانِ عساکر اسلامی اور قاضی صاحبان کو لکھ دوں کہ صرف اسی ایک فقہی مذہب پر عمل کریں جو میرے اس حکم کی خلاف ورزی کریں ان کی گردن مار دوں، میں نے (امام مالک نے) کہا بس اتنی ہی بات آپ کو (خلیفہ کو) مجھ سے کہنی تھی تو سنیے! نبی کریم ﷺ جب تک زندہ

[1] تقدمة الجرح والتعديل (ص: ٢٨ و ٢٩) والمنتخب من ذيل المزيل للطبري (ص: ٦٥٩ و ٦٦٠) والإنتقاء لابن عبد البر.

موجود رہے کوئی زیادہ ممالک مفتوح نہیں ہو سکے، آپ ﷺ کے بعد خلافت صدیقی کا بھی یہی حال رہا، البتہ خلافت صدیقی کے بعد خلافتِ فاروقی میں زیادہ ممالک مفتوح ہوئے، دریں صورت انھیں اس کارروائی کے بغیر کوئی چارۂ کار نظر نہیں آیا کہ صحابہ کرام کو مختلف ممالک میں معلم دین بنا کر بھیجیں، چنانچہ اس طرح کا سلسلہ آج تک جاری ہے کہ بڑے بڑے اہل علم سے لوگ علومِ دین حاصل کرتے آرہے ہیں، اگر آپ (خلیفہ) تمام ممالک کے لوگوں کو ان کے اس فقہی مذہب سے پھیر کر صرف ایک فقہی مذہب کی طرف لانا چاہیں گے، یعنی کہ جن فقہی مذاہب سے وہ واقف ہیں ان کے بجائے صرف ایک فقہی مذہب کی طرف لانا چاہیں گے جس سے لوگ واقف نہیں، تو لوگ اسے ایک طرح کا کفر قرار دے کر حکومت کے خلاف ہنگامہ آرائی کریں گے، اس لیے میں (امام مالک) آپ کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ تمام لوگوں کو اپنے اپنے فقہی مذہب پر کار بند رہنے دیں، البتہ آپ کو اگر میرا فقہی مذہب بہت پسند ہے تو اسے ذاتی طور پر اپنا مذہب قرار دے لیں۔ خلیفہ نے امام مالک کی اس نصیحت کے جواب میں کہا کہ آپ کی بات بعید از صواب نہیں، لہٰذا آپ سے میری درخواست ہے کہ اپنے فقہی مذہب کے علوم آپ میرے لڑکے محمد مہدی کے لیے لکھ دیں۔"

مذکورہ بالا روایت کی سند بہت پختہ ٹھوس اور صحیح ومعتبر ہے، اس میں مذکور ہے کہ منصور نے عباسی خلافت سے پہلے اموی دور خلافت سے اپنی خلافت تک تمام فقہی مذاہب کے علوم کا جائزہ لیا تو اس پر یہ نمایاں ہوا کہ اہل عراق کا خاص کردار کذب وجھوٹ اور باطل پرستی ہے، وہ نا قابل التفات ہیں، اور اہل شام کی تمام تر توجہ جہاد پر رہا کرتی ہے، ان میں علوم سے کوئی خاص لگاؤ نہیں، البتہ علوم اسلامیہ موروثی طور پر اہل حجاز میں پائے جاتے ہیں اور اہل حجاز میں اس دور کے سب سے بڑے عالم بلکہ پوری روئے زمین کے سب سے بڑے عالم امام مالک ہیں، لہٰذا معلوم نہیں کتنے زمانے سے شاید زمانۂ بنو امیہ ہی سے اس کے دل میں یہ عزم مصمم موجزن رہا کہ اگر زمامِ خلافت میرے ہاتھ میں آئے تو میں دنیا میں پھیلے ہوئے سارے فقہی مذاہب کا خاتمہ کر کے صرف حجازی فقہی مذہب کے علوم کو باقی رہنے دوں گا اور اس کے علاوہ تمام فقہی مذاہب کو ختم کر دیے جانے کا حکم نافذ کروں گا، جو شخص بھی میرے اس حکم کی خلاف ورزی کرے گا اس کی گردن مار دی جائے گی، جس حجازی فقہی مذہب کے علوم کو خلیفہ برقرار رکھنا چاہتا تھا اس سے مراد صاف طور پر واضح ہے کہ امام مالک کے مدون کردہ علوم ہیں، خلیفہ نے نہایت لجاجت اور منت وسماجت سے اس کی درخواست خدمتِ امام مالک میں پیش کی مگر امام مالک نے خلیفہ کو جو مذکورہ نصیحت کی اس نے اسے قبول کیا اور امام مالک سے ایک درخواست یہ کی کہ اس حجازی فقہی مذہب، یعنی اپنے فقہی مذہب کے علوم امام مالک بذریعہ نقل اس کے اپنے لڑکے محمد مہدی بن ابو جعفر منصور عبد اللہ بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس کے واسطے لکھوا دیں، اپنے بیٹے کے لیے علوم مالک لکھوانے کی درخواست محض شاہانہ طرز گفتگو ہے ورنہ درحقیقت وہ خود مدونہ علوم مالک کا مطالعہ کرنے کے لیے بے قرار تھا۔

یہ روایت تکملۂ طبقات ابن سعد (ص: ۴۴۰ و ۴۴۱) میں بھی منقول ہے اور سیر اعلام النبلاء والانتقاء میں بھی، اسے راوی ابن سعد کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے مگر اس کی سند میں محمد بن عمر واقدی ساقط الاعتبار راوی ہیں لیکن جب اس روایت کی دوسری معتبر وصحیح سندیں موجود ہیں تو بطور متابع واقدی والی یہ روایت بھی مقبول ہے اور اپنے معنوی شواہد سے مل کر خود بھی معتبر

ہو جاتی ہے۔ اس روایت صحیحہ میں یہ مذکور نہیں کہ خلیفہ منصور نے امام مالک کی خدمت میں اپنے بیٹے محمد مہدی (مولود ۱۲۶/ ۱۲۷ھ ومتوفی ۱۶۱ھ) کے ساتھ حاضری دیگر درخواست مذکور کس سن وسال میں کی تھی مگر احوال وقرائن سے پتہ چلتا ہے کہ اپنے دل میں آئی ہوئی اس بات کا تذکرہ اس نے اپنے سے پہلے والے عباسی خلیفہ ابو العباس سفاح سے بھی ضرور کیا ہوگا جو منصور کا بڑا بھائی اور خلافت عباسیہ کا پہلا خلیفہ تھا، ابو العباس سفاح نے منصور کی یہ بات وتجویز پسند کی اور اس مقصد سے اس نے اس زمانے کے متعدد حجازی ائمہ کرام کو اپنے یہاں اشاعتِ علوم حجازی کے لیے طلب بھی کیا تھا، امام مالک کے متعدد اساتذہ کرام کوفہ گئے بھی تھے جیسا کہ کتب تاریخ وتراجم سے ظاہر ہے، ابو العباس سفاح کی مدت خلافت بہت تھوڑی مدت تک رہی اور وہ بھی مسلسل مختلف قسم کی سیاسی وغیر سیاسی الجھنوں کا شکار رہی، وہ خود دربارِ مالک یا کسی بھی حجازی امام کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ درخواست نہیں کر سکا، بالکل اواخر ۱۳۶ھ میں ابو العباس سفاح کا انتقال ہوا، اس وقت منصور حج کے لیے حجاز گیا تھا، ہم تو اسی بات کے قائل ہیں کہ مرگِ سفاح کی خبر پاتے ہی منصور نے خدمت امام مالک میں یہ درخواست پیش کی تھی، وہی سفاح کا ولی عہد بھی تھا اس لیے وفات سفاح کے بعد آٹو میٹک طور پر وہ خلیفہ وامیر المومنین کے لقب کا مستحق بھی ہو گیا۔

۱۳۶ھ کے اواخر میں خبر مرگِ سفاح سنتے ہی وہ خدمت امام مالک میں یہ درخواست اس لیے بھی جلد از جلد کرنے کے لیے مضطرب وبے چین تھا کہ بہت زمانہ پہلے ہی سے یہ منصوبہ وجذبہ اس کے دل میں تھا، اور یہ بالکل قرین قیاس بات ہے کہ یہ جہاں دیدہ وماہر علوم دینیہ وفقہیہ شخص زمانۂ خلافت بنو امیہ ہی میں درسگاہِ مالک کا جائزہ لے کر سمجھ گیا ہو کہ انھیں کے علوم مدونہ پر مشتمل فقہی مذہب کو ہمیشہ کے لیے تن تنہا سرکاری مذہب قرار دیکر دوسرے فقہی مذاہب کے سبب پیدا ہونے والی الجھنوں سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے، کیونکہ امام مالک کا مقام عباسی خلافت قائم ہونے سے بہت پہلے عالمِ اسلام میں بہت بلند وبالا ہو چکا تھا، یہ معلوم ہو چکا تھا کہ عباسی خلافت قائم ہونے سے بہت پہلے ہی امام مالک اپنے ان اساتذہ کرام کے لیے بھی مرجع علوم بن چکے تھے جن سے پڑھ کر امام مالک کو اتنا بڑا اعلیٰ اعزاز حاصل تھا کہ حجازی مذہب کے خصوصی حریف ومخالف امام ابو حنیفہ بھی علوم مالک سے فیض یاب ہونے کے لیے بہت بے قرار رہا کرتے تھے اور یہ کہ امام مالک ہی اس حدیث نبوی کے مصداق ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ مدینہ منورہ کے ایک عالم مرجع خلائق ہوں گے اور پوری دنیائے اسلام کے لوگ انھیں کی درسگاہ سے اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے آئیں گے۔ اور یہ کہ حدیث نبوی میں جن امام مالک کو مرجع خلائق عالم کہا گیا ہے وہ عراقی فقہی مذہب اور طور وطریق کے بہت زیادہ مخالف ہیں، خصوصاً حماد بن ابی سلیمان اور ان کے خصوصی شاگرد امام ابو حنیفہ اور ان سے وابستگی رکھنے والوں سے۔ علوم اسلامیہ پر کافی دسترس رکھنے کے سبب منصور کو از خود معلوم تھا کہ امام حماد بن ابی سلیمان، امام ابو حنیفہ اور ان کے ہم مسلک وہم مشرب لوگوں کا فقہی موقف اور فقہی اصول وضابطہ خالص نصوص کتاب وسنت والے مذہب سے بہت زیادہ مختلف ہے۔ منصور کو معلوم تھا کہ اموی خلافت کو امام ابو حنیفہ اور ان کے ہم خیال لوگوں کے سبب بہت ساری پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا رہا ہے، ہماری اس کتاب کے گزشتہ صفحات پر گہری نظر ڈال کر ہر صاحب علم وتحقیق اس بات کی بآسانی تصدیق کر سکتا ہے۔

افسوس کہ کوثری تحریک اور اراکین تحریک کوثری کی فتنہ سامانیاں دور حاضر میں بھی بہت عروج وارتقا پر ہیں، اس باطل و

دروغ بےفروغ تحریک سے وابستگی رکھنے والے اس زمانے میں بڑی ڈینگیں ہانک رہے ہیں، مسلک اہل سنت و جماعت بلفظ دیگر مسلک اہل سنت یا مسلک اہلحدیث ومسلک سلف کے خلاف خاص طور سے اراکین تحریک کوثری نے اپنی سازش سے ایک خاص نومولود فرقہ کو ہندوستان کے ایک معمولی سے شہر غازی پور میں جنم دیا ہے جس کی مساعدت کوثری تحریک کے سارے لوگ دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح سے کر رہے ہیں۔

تحریک کوثری کے ارتقا اور زور آزمائی سے اہلحدیث اور وابستگانِ مذہب اہلحدیث ہراساں نہیں:

ہم کہتے ہیں کہ تحریک کوثری کے قائد اور اس کے سبھی ارکان اہل اسلام میں ترویج اکاذیب پر کمربستہ ہیں کیونکہ یہ لوگ جہمی ومرجی مذہب کے پیرو ہیں جو اکاذیب کو کارِ ثواب کہہ کر لوگوں میں پھیلائیں تو ان کے مذہبی عقیدہ کے مطابق ایمان پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ حافظ ابن عبدالبر کی کتاب الانتقاء کے حواشی کو اپنی دوسری تحریروں کی طرح اکاذیب سے بھر دینے والے کوثری تو اپنا کام کر کے اور ترویج اکاذیب کی تحریک ہمیشہ چلائے رہنے والی تنظیم قائم کر کے دنیائے فانی سے عالم برزخ میں چلے گئے مگر اس کے کذاب ارکان میں سے مصنف انوار بھی ایک رکن خاص ہیں، اور ان کے بہت سارے ہمدم وہمقدم خصوصاً غازی پور کا مولود فرقۂ کوثریہ ہے جو اپنے کو فرقۂ دیوبندیہ بھی کہتا ہے۔ موجودہ فرقہ دیوبندیہ تحریک کوثری میں ضم ہو کر رہ گیا ہے، تحریک کوثری میں ضم ہونے سے پہلے بھی وہ بڑے پیمانے پر وہی کام کرتا تھا جو تحریک کوثری کا شیوہ وشعار ہے۔

تحریک کوثری کے سامنے کوثری شکن ایک سلفی سوال اور کوثریت کی بنیادیں ہلا دینے والا معاملہ:

ان اراکین کوثری کے پاس لوگ الانتقاء لابن عبدالبر کو لے جائیں جس کے حواشی کو اپنے مکذوبہ مبنی بر تلبیسات اختراعات وافتراءات سے کوثری نے بھر دیا ہے اور جس قدر بھی ممکن ہو سکا ہے اس کتاب میں تحریف وترمیم بھی اس طرح کی جس طرح دوسری کتابوں میں کی ہوئی۔ لوگ اسی کتاب (ص:۴۱، سطر:۱۲ تا ۱۶) کو ان کذابین کے سامنے کھولیں جس میں یہ روایت صحیحہ اس طرح منقول ہے:

”ذكر الزبير بن بكار قال: نا يحيىٰ بن مسكين ومحمد بن مسلمة قالا: سمعنا مالكاً يذكر دخوله على أبي جعفر، وقوله في انتساخ كتبه في العلم وحمل الناس عليها، قال مالك: فقلت له يا أمير المؤمنين: قد رسخ في قلوب أهل كل بلد ما اعتقدوه وعملوا به، ورد العامة عن مثل هذا عسير.“

”زبیر بن بکار نے اپنی تصنیف میں لکھا کہ یحییٰ بن مسکین ومحمد بن مسلمہ نے کہا کہ ہم نے امام مالک سے خلیفہ ابو جعفر منصور کے دربار میں جانے اور منصور کے اس عزم وارادہ کا ذکر کرتے سنا کہ میں آپ یعنی امام مالک کی کتاب کی نقول تیار کرا کے انھیں کو اپنا لائحہ عمل بنانے پر تمام اہل اسلام کو آمادہ کرنا چاہتا ہوں، تو امام مالک نے خلیفۂ منصور کی اس تجویز کو رد کرتے ہوئے کہا کہ تمام اہل اسلام کے دلوں میں اپنے اپنے فقہی مذاہب وعقائد کا نظریہ جما ہوا ہے، اس سے تمام لوگوں کو پھیر کر صرف میری تصنیف کردہ کتابوں کو لائحہ عمل بنانے والے عزم کو عملی جامہ پہنانے میں بہت دشواری ہو گی اور اسلامی حکومت ایک بھاری پریشانی میں اس لیے مبتلا ہو جائے گی کہ ہر چہار طرف سے اس کے خلاف بغاوت وزور آزمائی شروع ہو جائے گی۔“ (یہ اس روایت صحیحہ کا ماحصل ہے)

کوثری اور اراکین تحریک کوثری کی ایک تحریف بازی کی نشاندہی:

ہمیں افسوس ہے کہ الانتقاء کے اصل نسخے تک ہماری رسائی نہیں ورنہ ہم کو یقین ہے کہ کوثری نے اس کی سند میں واقع راوی یحییٰ بن مسکین میں حسب عادت تحریف وترمیم کردی ہے، لفظ مسکین دراصل ''السکن'' ہے یعنی کہ اس لفظ ''س'' کے پہلے میم نہیں ہے اور نہ اس کے بعد ''ی'' ہے، کوثری نے اس نام میں تحریف کرکے اسے یحییٰ بن مسکین بنا دیا ہے تاکہ تحقیق کرنے والے لوگوں کو اصل راوی کا پتہ نہ چل سکے اور وہ غلط فہمی میں گرفتار ہو جائیں، نیز کوثری نے محمد بن مسلمہ کو مجہول کہا ہے تاکہ اس روایت صحیحہ کا روایت صحیحہ ہونا معلوم ہونے کے بجائے اسے ساقط الاعتبار مجہول کہا جا سکے کیونکہ کوثری کے جذباتِ جہمیت والارجاء وغالی تقلیدی عزائم کی تسکین اس طرح کی تحریفات کے بغیر ممکن نہیں۔ ❶ یحییٰ بن السکن بصری کو لسان المیز ان کے ترجمہ ابراہیم بن احمد بن عثمان بغدادی میں امام مالک کا شاگرد کہا گیا ہے اور ترجمہ یحییٰ بن السکن میں کہا گیا ہے کہ انھیں امام ابن حبان نے ثقات میں داخل کیا اور ان سے امام احمد بن حنبل بھی روایت حدیث کرتے ہیں۔ ❷ اور یہ معلوم ہے کہ امام احمد ثقہ رواۃ سے روایت کا التزام کرتے ہیں۔ ❸ نیز انھیں امام ابن حبان نے ثقہ کہا ہے، بعض ائمہ نے ان پر غیر مفسر ومبہم تجریح بھی کی ہے، اگر یہ ساقط الاعتبار راوی ہی فرض کر لیے جائیں تو ان کی متابعت کرنے والے امام محمد بن مسلمہ مخزومی تن تنہا ثقہ اور روایت کے معتبر ہونے کے لیے کافی ہیں، نیز ہمارے نزدیک یحییٰ بن السکن کا حال یہ ہے کہ اگر یہ صحیح الحدیث نہیں تو حسن الحدیث ضرور ہیں اور حسن حدیث بھی معتبر ہوا کرتی ہے خصوصاً جبکہ ان کی متابعت امام محمد بن مسلمہ نے کر رکھی ہے، یہ وہ محمد بن مسکین نہیں جن کا ذکر طبقات رجال مالک میں ہے کیونکہ وہ وفات امام مالک کے عرصہ بعد ۲۱۷ھ یا ۲۱۰ھ میں پیدا ہوئے، یہ مطلقاً ثقہ قرار دیے گئے ہیں۔ ❹

زیر بحث روایت میں یحییٰ بن السکن اور محمد بن مسلمہ نے امام مالک سے تصریح سماع کیا ہے اس لئے قطعی طور پر اس سے مراد یحییٰ بن السکن ہی ہیں۔

امام محمد بن مسلمہ مخزومی کی بابت کوثری عیاری کی پردہ دری:

محمد بن مسلمہ کو کوثری نے دروغ بافی کرتے ہوئے اگرچہ مجہول کہا ہے مگر حقیقت امر یہ ہے کہ جس کتاب الانتقاء لابن عبدالبر کو اپنے مشتمل براکاذیب سے کوثری نے بھر دیا ہے، اس (ص:۵۶) کے پہلے ہی پیراگراف میں ان کا ترجمہ مع نسب نامہ دیا ہوا ہے، یعنی محمد بن مسلمہ بن محمد بن ھشام بن اسماعیل بن ھشام بن الولید بن المغیر ہ ابو ھشام مخزومی فقیہ مدنی (متوفی ۲۱۶ھ) لکھا ہوا ہے، اور امام ابو حاتم رازی سے نقل کیا گیا ہے کہ موصوف محمد بن مسلمہ مدینہ منورہ کے فقہاء میں سے امام مالک کے شاگرد اور ثقہ ہیں۔ جس صفحۂ الانتقاء میں محمد بن مسلمہ مخزومی کا ترجمہ دیا ہوا ہے اسی صفحہ کے ایک راوی عبداللہ بن نافع الصائغ پر حاشیہ بھی کوثری نے چڑھا رکھا ہے اور انھیں حسب عادت بدعنوانی وبے راہ روی اختیار کرتے ہوئے ضعیف قرار دیا ہے۔ ❺

---

❶ ملاحظہ ہو: تانيب الخطيب للكوثري (ص: ۸۷، ۸٦ مع حواشي) و طليعة التنكيل للعلامة معلمي يماني.

❷ لسان الميزان (٦/ ٢٥٩)

❸ دراسات في الجرح والتعديل (ص: ٢١١) قواعد في علوم الحديث للتهانوي (ص: ٢١٦ و ٢١٧)

❹ ترتيب المدارك (٢/ ٢٢٨ و ٢٢٩) و عام كتب رجال مالكيه وكتب رجال أفريقه. ❺ حاشيه كوثري بر الانتقاء (ص: ٥٦)

حالانکہ عبد اللہ بن نافع صائغ کو تقریب التہذیب میں اعدل الاقوال واصح الاقوال کے طور پر "ثقة صحيح الكتاب" کہا گیا ہے اور اسی الانتقاء میں امام ابن معین وابو زرعہ رازی سے موصوف کی توثیق منقول ہے، اور بعض سے جرح مبہم وغیر مفسر منقول ہے اور یہ معلوم ہے کہ توثیق کے بالمقابل جرح مبہم کالعدم ہوتی ہے خصوصاً جبکہ ان کی احادیث صحیح مسلم اور عام کتب حدیث میں منقول ہیں۔ تہذیب (٦/ ٤٧ و ٤٨) میں ہے کہ انھیں امام شافعی وابن معین وعجلی ونسائی وابن عدی وابن حبان نے ثقہ کہا ہے مگر اپنی ہوی پرستی وکذب پرستی کی بنیاد پر انھیں کوثری نے ضعیف کہا ہے۔

ابھی اوپر بیان ہوا کہ محمد بن مسلمہ مخزومی کو الانتقاء میں ثقہ کہا گیا ہے، نیز دیباج المذہب لابن فرحون (٢/ ١٥٦) میں ہے:

"وهو ثقة مأمون حجة، جمع العلم والورع".

کتاب الجرح والتعدیل (٤/ ٧١، ق: ٢) میں امام ابو حاتم رازی سے ان کا أفقہ اصحاب مالک اور ثقہ ہونا منقول ہے۔

ان تمام امور کے باوجود کوثری کا انھیں مجہول کہنا محض تلبیس کاری وعیاری پر مبنی ہے۔ ان دونوں حضرات سے امام زبیر بن بکار جیسے کثیر التصنیف ثقہ امام نے اس روایت صحیحہ کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے، امام زبیر بن بکار نے سیرت امام مالک پر ایک کتاب لکھی ہے جیسا کہ کتب رجال میں مذکور ہے، افسوس کہ اس کتاب تک ہماری رسائی نہیں ہوسکی۔

اس روایت صحیحہ سے نمایاں طور پر واضح ہوتا ہے کہ منصور نے امام مالک کے سامنے جب یہ تجویز رکھی تھی اس وقت امام مالک کی تصنیف کردہ کتابیں عوام وخواص ہی نہیں حکمراں خاندان حتی کہ خود خلیفۂ وقت میں بہت زیادہ شہرت پذیر ہو چکی تھیں، ان کی مقبولیت وہر دل عزیزی کا یہ حال تھا کہ ان کتابوں کو سرکاری مذہب قرار دینے کے لائق اور دوسرے فقہی مذاہب پر پابندی لگا دینے کا عزم مصمم حکمراں طبقہ کر چکا تھا، مگر امام مالک کا عزم وحوصلہ اور حکیمانہ طرز عمل بھی بہت زیادہ لائق مدح ہے کہ انھوں نے اتنی زبردست حکومت کے عزم وحوصلہ کو عملی جامہ پہنائے جانے کی مخالفت کی اور حکومت وقت ان کی یہ بات ماننے پر مجبور ہوگئی۔

اس تفصیل سے اہل اسلام میں اکاذیب وجہمیت پھیلانے والی تحریک کوثری اور اس کے جمیع ارکان مع مصنف انوار وزعیم تحریک کوثری کی ساری کوثریت یعنی مکاری وعیاری وفریب کاری وکذب بیانی عیاں ہوتی ہے کہ موطأ مالک حکم منصور کے مطابق ١٤٨ھ سے لکھی جارہی تھی بلکہ ان کوثریات یعنی اکاذیب کے بالکل برخلاف ہمارا دعوی ہے کہ منصور نے ١٣٦ھ ہی میں امام مالک کی خدمت میں تجویز مذکور پیش کی تھی، حج تو منصور کا ایک بہانہ تھا، سفر حج کا اصل مقصد یہ تھا کہ امام مالک کی کتب کو قرآن مجید کی طرح تمام اہل اسلام کے لیے لائحۂ عمل اور قانون بنا دیا جائے، منصور اس وقت ولی عہد سے امیر المومنین بن چکا تھا، دراصل منصور یہ تجویز امیر المومنین ابو العباس سفاح یعنی اپنے بڑے بھائی کے حکم ومشورہ سے پیش کرنے کے لیے خدمتِ امام مالک میں بھیجا گیا تھا، اگر اس موقع پر امام مالک نے منصور کے لیے امیر المومنین کا لفظ استعمال کر لیا ہو تو منصور کے لیے اس کا استعمال غلط بھی نہیں تھا، تجویز مذکور ظاہر ہے کہ خلیفہ، اس کے ولی عہد اور ارکانِ خلافت کے مشورہ ہی سے پیش کی گئی تھی۔ امام مالک کی عظمتِ شان کی بلندی کا اندازہ اگر ارکان تحریک کوثری کو بصیرت وبصارت سے محروم ہونے کے سبب نہ ہو سکے تو اللہ تعالی کی بہت ساری مخلوقات کا یہی حال ہے کہ انھیں دن میں کچھ نظر آتا ہے نہ رات میں، نیز کسی چیز کا احساس تک ان کے مردہ دلوں میں نہیں ہوتا۔

تجویز مذکور کے سلسلے کی روایات مختلفہ میں صورتِ تطبیق:

تجویز مذکور کے سلسلے میں روایات کا مختلف ہونا کسی قسم کے خلجان وخلش کا باعث نہیں کیونکہ یہ تجویز بار بار خلافت کی طرف سے اس امید پر پیش کی جاتی رہی کہ اگر گذشتہ زمانے میں امام مالک نے یہ تجویز ٹھکرائی تو یہ ضروری نہیں کہ امام مالک اپنی ضد پر ہمیشہ قائم رہیں، ہوسکتا ہے کہ ان کی رائے بدل جائے۔

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ یہ تجویز بار بار کسی نہ کسی قسم کی ترمیم کے ساتھ پیش کی جاتی تھی، ایک بار اگر یہ کہا گیا کہ کتبِ امام مالک کی نقول کو پورے اسلامی ممالک میں بھیج کر انھیں قانونی حیثیت دے کر دوسری فقہی یا غیر فقہی کتابوں پر پابندی لگا دی جائے، تو کبھی اس تجویز میں یہ ترمیم کی گئی کہ اگر موجودہ کتبِ مالک، جو عالم اسلام میں پھیلی ہوئی ہیں، انھیں سرکاری قانونی کتابیں ماننے پر امام مالک راضی نہ ہوں تو کوئی دوسری کتاب اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر لکھ دیں جسے قانونی کتاب قرار دے دیا جائے، اس قسم کی روایات اور تجویزات پیش کرنے کے سنین میں ظاہری اختلاف کی تطبیق کی صورتیں موجود ہیں، البتہ حلیۃ الاولیاء کی ایک روایت میں ہے کہ اسی طرح کی تجویز ہارون کے لڑکے مامون نے بھی امام مالک کے سامنے رکھی تھی، مگر مامون وفاتِ مالک کے بعد خلیفہ ہوا، ہمارے خیال سے کسی راوی نے وہم کا شکار ہوکر اس روایت میں مامون کا نام لے لیا ہے ورنہ یہ تجویز ہارون، ہادی اور مہدی ومنصور سبھی خلفاء امام مالک کے سامنے پیش کر چکے تھے۔

کوثریت پرستوں کو ہمارا چیلنج:

ہم نے اوپر جو بات کہی ہے اس کی تردید میں تمام امکاناتِ کوثریت کو کام میں لاکر بھی کوئی معتبر وقابل قبول بات تا قیامت پیش نہیں کی جا سکے گی۔

امام زہری (متوفی ۱۲۳/۱۲۴ھ) کی زندگی میں بعض کتب امام مالک کو شہرۂ آفاق چرچہ حاصل ہو چکا تھا:

امام یحییٰ بن سعید قطان سے ایک طویل روایت بسند صحیح مروی ہے:

”قال الإمام الفسوي: حدثني محمد بن عبد الله بن عبد الرحيم بن سعية المصرى ابن البرقي قال: سمعت علي بن المديني يقول: قال يحيىٰ بن سعيد القطان: قال عبيد الله بن عمر (بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب): لما قدم ابن شهاب أتيته فلم يجبني، فقلت: ما كان آبائي يصنعون بك هكذا فقال: من أنت؟ فانتسبت له، فقال: نعم، فأتيت مالكاً فأخذت كتابه، فقال: لا بد من سمعه، فسمعنا بعضا وبقي بعض“[1]

”عبید اللہ بن عمر نے کہا کہ جب امام ابن شہاب زہری مدینہ منورہ آئے تو میں بھی ان کی خدمت میں گیا مگر معلوم نہیں وہ میری باتوں کا جواب کیوں نہیں دیتے تھے تو میں نے ان سے کہا کہ میرے آباء واجداد تو آپ کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں کرتے تھے، اس پر امام زہری نے میرا تعارف چاہا، میں نے انھیں اپنا نسب نامہ بتلایا تو انھوں نے

[1] المعرفة والتاريخ للإمام الفسوي (٣/ ١٥٧ و ١٥٨)

کہا کہ ہاں، میں آپ کو جان گیا ہوں پھر میں امام مالک کے پاس گیا اور ان سے ان کی تصنیف کردہ کتاب مانگ کر حاصل کی، امام مالک نے فرمایا کہ اس کتاب کا بذریعہ سماع آپ کے لیے پڑھنا ضروری ہے تو میں نے اسی دم اس کتاب کا کچھ حصہ امام مالک سے پڑھ کر سماع کیا اور کچھ باقی رہ گیا۔''

امام زہری کا انتقال ۱۲۳ یا ۱۲۴ھ میں ہوا جیسا کہ عام معتبر روایات سے ثابت ہوتا ہے اور اس روایت صحیحہ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ میں امام زہری جب آئے تھے اس وقت امام مالک کی تصانیف حاصل کر کے انھیں امام مالک سے پڑھا بھی۔ ہمیں قطعیت کے ساتھ یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ یہ کس سال و سن کا واقعہ ہے مگر یہ بات متحقق ہے کہ امام زہری کی وفات سے چند سالوں پہلے کا واقعہ ضرور ہے۔ فرض کیجیے کہ وفاتِ زہری سے نو دس سال پہلے کا یہ واقعہ ہے تو اس سے لازم آتا ہے ۱۱۳ یا ۱۱۴ھ میں امام مالک صاحب تصنیف بن چکے تھے اور ان کی کتابوں کو خود انھیں سے پڑھنے کا شوق اکابر حضرات کو تھا، حضرت عبید اللہ بن عمر وہ عظیم المرتبت آدمی ہیں کہ کچھ اہل علم حدیث نبوی "يوشك أن يضرب الناس أكباد الإبل في طلب العلم... الحديث" کا مصداق انھیں عبید اللہ عمری کو مانتے ہیں، ان کا امام مالک کی تصنیف کردہ کتاب حاصل کر کے امام مالک سے سماع کرنا اس بات کی دلیل صریح ہے کہ ۱۱۳/ ۱۱۴ھ ہی میں امام مالک کی تدریسی و تصنیفی خدمات کا شہرہ تھا اور امام مالک کی کتابوں کے سماع و حصول کی بڑے بڑے اہل علم کو شدید خواہش رہا کرتی تھی۔

اس واقعہ صحیحہ سے بھی ان اکاذیب کوثری و تحریک ارکان کوثری کا راز فاش ہوتا ہے کہ امام مالک نے خلیفہ منصور عباسی کے حکم سے ۱۴۸ھ کے بعد کتاب لکھنی شروع کی جو وفات ابی حنیفہ کے بہت بعد یعنی منصور کی موت کے بعد خلیفہ مہدی کے زمانے میں تیار ہو سکی، بھلا ایسے دل و دماغ و بصیرت و بصارت کے اندھوں کو کون بتلائے کہ ۱۱۳/ ۱۱۴ھ ہی میں امام مالک کی تدریس اور تصنیف کردہ کتابوں کا بہت شہرہ ہو چکا تھا اور بڑے بڑے اہل علم اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے درسگاہِ مالک میں حاضر ہوتے اور ان کی تصنیف کردہ کتاب پڑھا کرتے تھے۔

عباسی خلفاء کے وزراء و امراء کے یہاں کتبِ امام مالک کا شہرہ:

امام فسوی نے بسند صحیح نقل کیا ہے:

"حدثني أحمد بن خليل قال: حدثنا إسحاق (ابن راهويه) قال: أبنأ يحيىٰ (هو يحيىٰ بن آدم) قال: قال ابن إدريس: كنا عند مالك بن أنس فقيل له أن محمد بن إسحاق قال كان عبد الله بالري (الصحيح أبو عبيد الله معاوية بن عبيد الله بن يسار الأشعرى الوزير كاتب المهدي أمير المؤمنين) وذكر كتبك عنده، فقال: اعرضها علي فإني أنا بيطارها، فقال مالك: دجال من الدجاجلة تعرض كتبي عليه! قال ابن إدريس: فلم أسمع أحدا يذكر جمع الدجال: الدجاجلة غيره." [1]

''عبد اللہ بن ادریس اودی نے کہا کہ ہم لوگ امام مالک کے پاس تھے کہ موصوف امام مالک سے یہ بات کہی گئی

[1] المعرفة والتاريخ للفسوي (٣/ ٣٢)

کہ منصور کے ولی عہد محمد مہدی کے مشیر خاص و پرائیویٹ سیکرٹری ابو عبید اللہ معاویہ بن عبید اللہ بن یسار اشعری (مولود ۱۰۰ھ و متوفی ۱۶۹/ ۱۷۰ھ) کے پاس امام مالک کی موجود کتابوں کا ذکر چل پڑا، اس مجلس میں امام المغازی محمد بن اسحاق (متوفی ۱۵۰ھ) بھی موجود تھے، محمد بن اسحاق نے کہا کہ کتبِ امام مالک کو میرے پاس لاؤ تا کہ میں ان پر نقد و نظر اور رد و قدح کر کے ان کے کھرے کھوٹے کو الگ الگ کر دکھاؤں، کیوں کہ میں اس کا ماہر ہوں، یہ سن کر امام مالک کو اس قدر غصہ آیا کہ انھوں نے امام المغازی کی بابت کہا کہ یہ دجالوں (دجاجلہ) کا دجال اس لائق ہو گیا ہے کہ میری کتابوں پر نقد کرے اور کھرے کھوٹے کو الگ کر دکھانے کے لیے اس کی خدمت میں انھیں پیش کیا جائے۔''

حیاتِ امام المغازی محمد بن اسحاق میں کتب امام مالک کو شہرہ حاصل ہو چکا تھا:

امام خطیب نے متصل و معتبر سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"وقال إبراهيم بن المنذر: حدثني عبد الله بن نافع قال: كان ابن أبي ذئب وعبد العزيز بن الماجشون وابن أبي حازم ومحمد بن إسحاق يتكلمون في مالك بن أنس، وكان أشد هم فيه كلاما محمد بن إسحاق، كان يقول: ائتوني ببعض كتبه حتى أبين عيوبه، أنا بيطار كتبه."[1]

''عبد اللہ بن نافع نے کہا کہ ابن ابی ذئب، عبد العزیز بن ماجشون، ابن ابی حازم اور محمد بن اسحاق امام مالک پر کلام کرتے تھے، ان پر سب سے سخت کلام محمد بن اسحاق کا ہوا کرتا تھا، وہ کہا کرتے تھے کہ امام مالک کی کتابوں کا اصل نقاد اور ان کے کھرے کھوٹے کی تحقیق کرنے والا میں ہوں، ان کی کتابوں میں سے کوئی کتاب میرے پاس لاؤ تا کہ میں ان کی کتابوں کے عیوب تم پر ظاہر کر دوں۔''

اس روایت کی سند خطیب سے لے کر ابراہیم بن المنذر تک معتبر ہے، اس متصل سند کو خود حافظ خطیب نے اس کے پہلے بیان کر دیا ہے جو یہ ہے:

"أخبرني البرقاني قال: حدثني محمد بن محمد بن عبد الملك الآدمي قال: أنبأنا محمد بن علي الأيادي قال أنبأنا زكريا الساجي قال: حدثني أحمد بن محمد البغدادي قال: أنبأنا إبراهيم بن المنذر."[2]

اس روایت کی سند معتبر ہے، اسی معنی و مفہوم کی روایت تقدمۃ الجرح والتعدیل میں معتبر سند سے مروی ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ وزراء، امراء اور ارکانِ سلطنت بھی امام مالک کی کتابوں کو بہت اعزاز و اکرام سے رکھتے تھے۔ یہ واقعہ بہر حال محمد مہدی کی ولی عہدی اور زمانۂ خلافت منصور کا ہے، اور منصور ۱۳۶ھ کے اواخر میں خلیفہ ہوا اور اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد اپنے لڑکے محمد مہدی کو ولی عہد بنا کر بہت سارے امور سلطنت اس کے حوالے کر دیے تھے۔ کتبِ امام مالک پر محمد بن اسحاق کا تبصرہ بتلا رہا ہے کہ اس زمانے میں کتبِ امام مالک کو بہت شہرت حاصل تھی، محمد بن اسحاق کے سال وفات میں اختلاف ہے بقول امام ابن المدینی ان کی

[1] تاريخ خطيب (١/ ٢٢٣ و ٢٢٤)　[2] خطيب (١/ ٢٢٣)

وفات ۱۴۴ھ میں ہوئی، کچھ روایات میں ان کا سال وفات ۱۵۰/ ۱۵۱/ ۱۵۲/ ۱۵۳ھ بتلایا گیا ہے۔[1] اس سے بہر حال اکاذیبِ کوثریات کی تکذیب ہوتی ہے کہ کتبِ امام مالک وفاتِ منصور کے بعد خلافتِ محمد مہدی یعنی ۱۴۸ھ کے بعد منظرِ عام پر آئیں۔

ان روایات کے مجموعہ سے بہر حال یہ مستخرج ہوتا ہے کہ کتبِ امام مالک ۱۴۰ھ سے پہلے ۱۱۴/ ۱۱۵ھ میں منظرِ عام پر آ گئی تھیں جن کو تمام اہل اسلام میں مقبولیت وشہرت حاصل ہوگئی تھی، عام روایات سے تو یہی ظاہر ہے کہ موطأ امام مالک ۱۱۴/ ۱۱۵ھ میں بلکہ اس سے بھی پہلے متداول ہو چکی تھی مگر تقدمۃ الجرح والتعدیل (ص:۱۲) وغیرہ میں خالد بن نزار بن مغیرہ ایلی (متوفی ۲۲۲ھ) سے مروی ہے:

"بعث أبو جعفر إلى مالك حين قدم، فقال له: إن الناس قد اختلفوا بالعراق فضع للناس كتابا تجمعهم عليه فوضع الموطأ"

''ابو جعفر منصور نے امام مالک سے کہا کہ اہل عراق میں اختلاف ہے انھیں اختلاف سے روکنے اور متفق بنانے کے لیے آپ ایک کتاب لکھ دیجئے تو امام مالک نے موطأ لکھی۔''

مگر اختلاف تو پورے عالم اسلام حتی کہ مدینہ منورہ میں بھی تھا اور عام روایات میں تصنیفِ موطأ کا مقصد رفع اختلاف بتلایا بھی نہیں گیا ہے، دراصل اس کی سند میں خالد بن نزار کو صدوق ہونے کے باوصف تقریب التہذیب میں "یخطيء" سے متصف کیا گیا ہے، اسی طرح امام ابن حبان نے انھیں "يغرب ويخطيء" کے وصف سے متصف کیا ہے۔[2] بس در اصل روایت میں خالد کا یہی وصف کارفرما ہے کہ اسے بیان کرنے میں ان سے غلطی وغرابت واقع ہوگئی ہے۔

امام ابو الاسود محمد بن عبد الرحمٰن بن نوفل کی مدحِ امام مالک:

۱۳۱ھ میں ابو الاسود محمد بن عبد الرحمٰن بن نوفل سے پوچھا گیا کہ مدینہ منورہ کے دونوں مفتی ربیعہ الرائے ویحییٰ بن سعید انصاری عراق میں سکونت پذیر ہو گئے ہیں تو مرکز اسلام مدینہ منورہ میں کون فتوی دیا کرتا ہے؟ ابو الاسود محمد بن عبد الرحمٰن بن نوفل نے بتلایا کہ یمنی قبیلہ ذو اصبح حمیر کے جواں سال امام مالک مدینہ منورہ کا منصب فتوی سنبھالے ہوئے ہیں۔[3] اس روایت سے تحریک جہمیت واکاذیب کوثری کو معلوم نہیں کیا لینا دینا تھا کہ زعیم تحریک کوثری نے اس پر بھی الانتقاء میں اپنا ایک حاشیہ چڑھایا ہے۔

۱۱۷ھ سے پہلے امام مالک مسند درس وافتا پر رونق افروز ہو چکے تھے:

مذکور بالا روایت سے لازم نہیں آتا کہ ۱۳۱ھ کے پہلے امام مالک مدینہ منورہ کے منصب افتا ودرس وتدریس پر سرفراز نہیں تھے، چنانچہ حافظ ابن عبد البر اور دوسرے اہل علم نے صراحت کی ہے کہ ربیعہ الرائے اور یحییٰ بن سعید انصاری ہی نہیں بلکہ امام نافع مولی ابن عمر کی موجودگی ہی میں امام مالک منصب افتا اور مسند درس وتدریس پر سرفراز ہو گئے تھے، یعنی کہ ۱۱۴/ ۱۱۵ھ ہی میں۔ ظاہر ہے کہ اس وقت امام ابو حنیفہ درسگاہِ حماد کے معمولی سے طالب علم تھے اور موقع کی تلاش میں رہتے تھے کہ کوئی صاحب علم امام مالک سے پڑھ کر اور ان کی کتابیں لے کر کوفہ آئے تو اس سے علوم مالک پڑھیں۔ امام نافع مولی ابن عمر ۱۱۷ھ میں فوت ہوئے اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام مالک ۱۱۷ھ سے پہلے مسند درس وافتا پر سرفراز ہو چکے تھے۔

---

[1] تاريخ خطيب (١/ ٢٣٣، ٢٣٤) وتهذيب التهذيب.　[2] ثقات ابن حبان ترجمة خالد بن نزار.

[3] الإنتقاء لابن عبد البر (ص: ٢٦) وتقدمة الجرح والتعديل (ص: ١١) وعام كتب مناقب مالك.

امام مالک کا ایک خصوصی وصف:

جب خلفاء کے دربار میں خصوصاً منصور کے دربار میں علماء وخواص حاضر ہوتے تو ان کے ہاتھوں کا سب لوگ بوسہ دیتے مگر امام مالک نے کبھی ایسا نہیں کیا۔[1]

امام زہری (متوفی ۱۲۳ھ/۱۲۴ھ) کی زندگی میں امام مالک مسند افتا پر فائز ہو چکے تھے:

۱۲۳ھ میں امام زہری مدینہ منورہ آئے تو امام مالک منصب افتا پر فائز ہو چکے تھے۔[2] ظاہر ہے کہ جب حیاتِ نافع مولی ابن عمر ہی میں ۱۱۷ھ سے اچھا خاصا زمانہ پہلے امام مالک رونق افروز مسند درس وافتا ہو چکے تھے تو ۱۲۳ھ میں تو ان کی یہ سرگرمی مزید درمزید بڑھ گئی ہوگی، نیز ان کی درسگاہ میں طلباء کا، جن میں سلاطین کی اولاد بھی ہوتی تھی، بڑا ازدحام ہوتا تھا مگر امام مالک کا رعب لوگوں پر اس قدر غالب ہوتا کہ شور وغل بالکل نہیں ہوتا تھا بلکہ مکمل سکوت طاری رہتا اور طلباء ان کے مستملی سے احادیث سن کر زیبِ قرطاس کرتے جاتے تھے۔[3] امام مالک کی اسی درسگاہ سے پڑھ کر جانے والے بعض کوفی فارغین سے امام ابو حنیفہ علومِ مالک کا درس بڑی بے قراری کے ساتھ لیتے۔ کاش امام ابوحنیفہ کو درسگاہِ امام مالک میں دو چار دن پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہوتی تو مسجد میں درس ابی حنیفہ کے وقت جونہایت ہنگامہ خیز شور وشغب ہوا کرتا تھا اسے امام ابوحنیفہ بھی اپنی درسگاہ میں نہ ہونے دیتے۔

ہم بتلا آئے ہیں کہ بعض اہل علم نے مسجد میں شور وہنگامہ کے ساتھ مسائل رائے وقیاس پر شورش کرنے سے حدیث نبوی پر عمل کرتے ہوئے احترامِ مسجد کا لحاظ کرتے ہوئے انھیں روکا مگر امام ابوحنیفہ نے یہ عجیب جواب دیا کہ اس طرح کا شور وہنگامہ بہت ضروری کام ہے کیونکہ اس کے بغیر مسائل رائے وقیاس حل نہ ہوسکیں گے، اس پر تفصیلی بحث گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

ارکان تحریک کوثری کی تقلید کوثری میں جھوٹی اختراعی وافترائی تعلی بازیاں:

تقلید کوثری میں مذکورہ بالا اکاذیب کو قلم بند کرنے کے بعد بڑی شانِ کوثریت اور مباہات دیوبندیت کے ساتھ مصنف انوار نے کوثری کی تقلید میں کہا:

> ''یہ تو غلط اور غیر ثابت روایات کا تذکرہ تھا، اس کے بعد صحیح واقعات پڑھیے (۱) امام شافعی نے کتاب الام (۷/ ۳۴۸) میں فرمایا کہ میں نے دراوردی سے پوچھا کہ مدینہ میں کوئی اس کا قائل تھا کہ مہر ربع دینار سے کم نہ ہونا چاہیے؟ کہا نہیں واللہ مجھے معلوم نہیں کہ امام مالک سے قبل کوئی اس کا قائل ہوا ہو اور میرا خیال ہے کہ امام مالک نے اس کو امام ابوحنیفہ سے لیا ہوگا.. الخ۔''[4]

ہم کہتے ہیں کہ یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ امام مالک ۱۱۴/ ۱۱۵ھ میں یا اس سے پہلے ہی مسجد نبوی میں اپنے ستر (۷۰)

---

[1] تقدمة الجرح والتعديل (ص: ٢٥) وتاريخ بغداد ترجمة منصور وعام كتب تاريخ ورجال.

[2] تقدمة الجرح والتعديل (ص: ٢٦، ٢٧ وعام كتب رجال.

[3] تقدمة الجرح والتعديل (ص: ٢٦) و عام كتب رجال.

[4] مقدمه انوار (١/ ١٣٠)

اساتذہ کے حکم سے مسند درس وافتا پر جلوہ افروز ہو چکے تھے، اس وقت وہ اپنی کتاب موطأ بھی لکھ چکے تھے جس کی ضخامت موجودہ موطأ سے کہیں زیادہ تھی، اس وقت موطأ دس ہزار سے بھی زیادہ احادیث پر مشتمل تھی جس میں وہ برابر تنقیح اور کاٹ چھانٹ کرتے رہتے، یعنی کہ موطأ مالک اس زمانہ میں لکھی جا چکی تھی جبکہ امام ابوحنیفہ کوفہ کی درسگاہِ حماد میں زیر تعلیم تھے اور وہ بھی بہت معمولی درجہ کے طالب علم تھے، پھر امام ابوحنیفہ کے اندر عقائد شرعیہ کے خلاف درجۂ شرک تک پہنچے ہوئے عقائد دیکھ کر حماد نے امام ابوحنیفہ کا اپنی درسگاہ میں آنا بند کرا دیا، ان پر پابندی عائد کر دی کہ ہماری درسگاہ میں پڑھنے نہ آئیں اور اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ امام ابوحنیفہ کا اس درجہ کا بائیکاٹ کرو کہ ان سے سلام وکلام تک کے روادار نہ رہو، پھر معاملہ اسی پر ختم نہیں ہو گیا بلکہ حماد نے بہت سارے لوگوں کی معیت میں اسلامی عدالت میں جا کر امام ابوحنیفہ کے خلاف مقدمہ دائر کیا اور حکومت نے امام ابو حنیفہ کے ساتھ سخت کارروائی کی، توبہ ومعافی کے بعد بھی امام ابوحنیفہ پر یہ پابندی رہی کہ وہ کسی قسم کا فتوی اور علمی مذاکرہ نہیں کر سکتے، ان کی نگرانی کے لیے پولیس مقرر کر دی گئی کہ وہ سرکاری پابندی کے خلاف کوئی اقدام نہ کرنے پائیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ ۱۲۰ھ میں طالبِ علمی کے وصف سے خارج ہو کر فارغ التحصیل عالم بنے ورنہ مصنف انوار کے اصول سے تو یہ بھی لازم آتا ہے کہ ۱۲۰ھ کے کافی عرصہ بعد تک امام ابوحنیفہ طالب علمی کی زندگی گزارتے رہے، اور یہ معلوم ہے کہ امام ابوحنیفہ کے فارغ التحصیل ہونے سے کم سے کم چھ سات سال پہلے امام مالک کی کتاب موطأ کی تعلیم وتدریس عالم اسلام میں ہونے لگی تھی اور امام مالک کے فتاوی بھی عالم اسلام میں پھیلتے جا رہے تھے، جب امام ابوحنیفہ بہت معمولی درجہ کے طالب علم تھے تو اپنی کتاب موطأ میں امام مالک یہ لکھ چکے تھے:

"قال مالك: لا أرى أن تنكح المرأة بأقل من ربع دينار، وذلك أدنى بما يجب فيه القطع."[1]

''امام مالک کا یہ فتوی ہے کہ میں ربع دینار مہر سے کم پر عورت کے نکاح کا قائل نہیں ہوں اور مہر کی یہ کم سے کم مقدار وہی ہے جس مقدار کی چوری پر چور کے ہاتھ کٹتے ہیں۔''

یہ فتوی تحریری طور پر اپنی مشہور عالم کتاب موطأ میں امام مالک اس زمانے میں لکھ چکے تھے اور اپنے اسی موقف پر موصوف تاحیات قائم رہے جب کہ امام ابوحنیفہ کوفہ کی درسگاہِ حماد میں معمولی طالب علم کی حیثیت سے زیر تعلیم تھے، پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ امام ابوحنیفہ سے سیکھ کر امام مالک نے موقف مذکور اختیار کیا ہو؟ یہ تو محال سے بھی محال تر بات ہے، ایسی محال بات امر واقع کے خلاف ہونے کے علاوہ کچھ نہیں مگر اہل اسلام میں اکاذیب کی ترویج کی تحریک چلانے والے ارکان تحریک کوثری بشمول مصنف انوار بزعم خویش یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ اکاذیب وتلبیسات کی اصل اشاعت دینی وعلمی وتحقیقی خدمت ہے، اور اسی طرح کی باتوں کے استعمال کی کثرت سے ہی تقلید جہمیت وحنفیت والی تحریک کامیاب سے کامیاب تر ہوتی رہے گی، کیونکہ زمانۂ قیامت قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے جس کی بابت نبوی پیش گوئی ہے کہ جہل وضلال کے متوالے دینی قائد وپیشوا بنا لیے جائیں گے۔ بہر حال یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ مذکورہ بالا مصنف انوار کا ذکر کردہ موقف امام مالک نے امام ابوحنیفہ سے سیکھا ہو۔

البتہ دراوردی (امام عبدالعزیز بن محمد بن عبید بن ابی عبید ابومحمد مدنی متوفی ۱۸۷/ ۱۸۹ھ) بہت ممکن ہے کہ امام مالک کے

---

[1] موطأ كتاب النكاح.

مذکورہ فتوی کے صادر ہونے کے وقت پیدا ہی نہ ہوئے ہوں یا اس وقت وہ شیر خوار بچے ہوں یا زیادہ سے زیادہ طفل مکتب رہے ہوں۔ موصوف دراوردی اگرچہ راجح طور پر ثقہ وصدوق ہیں مگر انھیں ائمہ جرح وتعدیل نے کثیر الوہم، کثیر الغلط اور سئ الحفظ کہا ہے۔❶ انھوں نے اپنے طور پر یہ خیال قائم کر لیا کہ امام مالک نے یہ مسئلہ امام ابوحنیفہ سے سیکھا ہے، مصنف انوار نے امام شافعی کی کتاب الام (۷/ ۳۴۸، ہمارے پاس والے نسخۂ امام کے مطابق (۷/ ۲۶۷) میں دراوردی کی یہ بات منقول ہے) سے تو نقل کر دیا مگر اسی جگہ امام مالک کے اس فتوی کے رد میں امام شافعی نے امام مالک کی ہی کتاب موطأ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوہے کی ایک انگوٹھی کو ایک عورت کے نکاح کا مہر مقرر کیا حتی کہ بعض قرآنی سورتوں کی تعلیم کو بھی آپ ﷺ نے مہر مقرر کیا اور حضرت عمر فاروق خلیفہ راشد نے تین مٹھی کشمش کو مہر مقرر کیا اور امام ربیعہ استاذ امام مالک نے کہا کہ آدھا درہم بھی مہر مقرر کیا جا سکتا ہے۔ حتی کہ ایک مٹھی گیہوں بلکہ ایک دانہ گیہوں بھی مہر مقرر کر سکتے ہیں، اور امام سعید بن المسیب نے کہا کہ محض ایک کوڑا بھی مہر مقرر کر سکتے ہیں۔❷

امام شافعی نے کتاب الام (۷/ ۲۲۳) میں دراوردی کی بات کی بنیاد پر تو خود بھی یہی خیال قائم کر لیا تھا، حالانکہ دراوردی ہوں یا امام شافعی کسی معاملہ کی حقیقت سمجھنے میں وہم کے شکار ہو سکتے ہیں، یہاں پر امام شافعی نے کہا ربع دینار اقل مہر قرار دینے والوں نے ہماری اپنی سمجھ کی حد تک امام ابوحنیفہ سے یہ بات سیکھی ہے مگر یہ لوگ امام ابوحنیفہ سے اس بات کو لکھنے میں غلطیوں کے شکار ہو گئے ہیں کیونکہ امام ابوحنیفہ تو اقل مہر ایک دینار مانتے ہیں اور یہ لوگ ربع دینار مانتے ہیں، یہاں پر امام شافعی نے امام ابوحنیفہ اور اس معاملہ میں ان کی ہم نوائی کرنے والوں کو کتاب وسنت، قیاس اور منقول وآثار سب کا مخالف قرار دیا ہے، اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ بات امام مالک نے لغزش اور اجتہادی خطا کے سبب نصوص پر دھیان دینے سے غافل ہو کر اپنے ذاتی اجتہاد سے اس زمانے میں لکھی تھی جب امام ابوحنیفہ درسگاہِ حماد میں زیر تعلیم تھے۔ امام مالک کے نقطۂ نظر اور اجتہاد کی امام ابو حنیفہ کے شاگرد امام محمد بن حسن نے مذکورہ موقف مالک پر اپنی موطأ اور کتاب الحجہ میں نقد ونظر کیا ہے اور ان کی بھرمار اپنی تائید اور مخالفین کی تردید میں کر رکھی ہے مگر ہم اگر ان لغویات پر تبصرہ کریں تو ضخامتِ کتاب بہت بڑھ جائے گی، اس لیے ہم صرف اتنی ہی بات پر اکتفا کرتے ہیں جو اکاذیب تحریک کوثری کا بھانڈا پھوڑ دے، آگے چل کر شرح صحیح بخاری میں اگر زندگی اور حالات نے ساتھ دیا تو ان شاء اللہ یہ معاملہ خوب محقق ومنقح کر دیا جائے گا۔ ہم غیر نبی کو معصوم نہیں سمجھتے ہیں جیسا کہ مصنف انوار اور ان کے ابنائے جنس سمجھتے ہیں اور یہ قوالی گاتے ہیں ؎

فلعنة ربنا أعداد رمل　　　على من رد قول أبي حنيفة

امام ابوحنیفہ کو غیر معصوم سمجھنے والوں پر جو بے شمار لعن وطعن فرقۂ مقلدہ کرتا ہے وہ سب اسی پر منطبق ہوتا ہے اور بروز قیامت ان سارے کذاب مقلدین کو اپنے اس عقیدۂ باطلہ اور عام اہل اسلام کو بلاوجہ وسبب ملعون ومطعون کرنے کی جواب دہی جب کرنی ہوگی تو کوئی شک نہیں کہ ان کی حالت قبیحہ قابل دید ہوگی۔ امام مالک نے تو خود کہہ دیا ہے کہ کتاب وسنت اور اجماع امت کے خلاف بھول چوک سے جو بات میرے قلم یا زبان سے نکل گئی ہے میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔❸

---

❶ عام کتب رجال.　❷ ملاحظہ ہو: کتاب الأم (۷/ ۲۶۷) نیز ملاحظہ ہو: کتاب الأم (۷/ ۲۲۳)

❸ عام کتب مناقب امام مالك.

اپنے ہزاروں اکاذیب کے بعد یہاں اپنی مندرجہ بالا بات ختم کر کے مصنف انوار نے نمبر (۲) کا عنوان قائم کیا ہے حالانکہ یہ ان کے اکاذیب میں سے ہزارویں نمبر لگانے کا مستحق ہے، مصنف انوار نے جہاں اتنے اکاذیب کے ہزارویں نمبر لگانے کی ضرورت تھی وہاں صرف نمبر (۲) لگا کر اپنے اصول اکاذیب پرستی کی خلاف ورزی کی ہے۔

تذکرۂ امام مالک میں مصنف انوار کا ایک اور بھاری جھوٹ:

اپنی اس نمبر دو والی بدعنوانی و دروغ بافی کے تحت مصنف انوار نے یہ اکاذیب نوازی کی ہے:

''علامہ مسعود بن شیبہ نے امام طحاوی کی کتاب اخبار ابی حنیفہ سے نقل کیا ہے کہ دراوردی نے امام مالک سے سنا کہ میرے پاس امام ابوحنیفہ کے فقہ سے ستر ہزار مسائل ہیں، اسی طرح کی ایک روایت موفق (۱/ ۹۶) میں ہے۔''[1]

مسعود بن شیبہ ایک فرضی وخیالی راوی ہے:

ہم کہتے ہیں کہ اراکین تحریک کوثری بشمول مصنف انوار نے اپنی تلبیس کاری و دروغ بافی سے کام لیتے ہوئے جس معدوم الوجود خیالی وفرضی ''علامہ مسعود بن شیبہ'' کے حوالے سے یہ بات لکھی ہے اس کا ذکر کتب رجال میں ''مسعود بن شیبہ بن الحسن السندی عماد الدین الحنفی'' بتلایا گیا ہے مگر اراکین تحریک کوثری اس کے نام میں تحریف کر کے نہایت عیاری ومکاری سے بندگان خدا کو اپنے دام تزویر میں پھنسانے کی جان توڑ محنت میں لگے ہوئے ہیں۔ اس معدوم الوجود افسانوی وخیالی آدمی کے نام سے کسی کذاب نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ''التعلیم'' رکھا، حافظ ابن حجر نے اس معدوم الوجود فرضی وخیالی شخص کی مکذوبہ وملعونہ کتاب کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے:

''مجهول لا يعرف عمن أخذ العلم، ولا من أخذ عنه، له مختصر سماه التعليم، كذب فيه على مالك وعلى الشافعي كذبا قبيحا، فيه: وقال: لا يعرف للشافعي مسئلة اجتهد فيها، ولاحادثة استنبط فيها حكمها غير مسائل معدودة تفرد بها. كذا قال.''[2]

''اس مجہول شخص کے کسی استاذ کا پتہ ہے نہ کسی شاگرد کا، اس کی مختصر سی کتاب التعلیم ہے جس میں اس نے امام مالک وامام شافعی پر بہت قبیح قسم کی دروغ بافی وکذب آفرینی کی ہے، اس کذاب ومفتری نے کہا ہے کہ امام شافعی کا کوئی بھی اجتہادی مسئلہ واستنباط کردہ معاملہ معلوم نہیں کہ اس میں انھوں نے پختہ بات کہی ہو، امام شافعی بہت سارے مسائل میں منفرد ہیں۔ اس کذاب ومجہول نے اس طرح کی بے پروائی باتیں اڑائیں ہیں۔''

اپنے ہی طرح کے کسی کذاب آدمی کی کسی معدوم الوجود خیالی آدمی کی طرف منسوب کردہ کتاب التعلیم کے حوالے سے مصنف انوار اور ان جیسے افتراء پرداز اراکین تحریک کوثری اپنی مہم اکاذیب پرستی کو بڑی سرگرمی سے چلا رہے ہیں، اگر کبھی کوئی سچ بات، جو تلبیس وعیاری سے محفوظ ہو، اراکین کوثری لکھنی یا کہنی جائز سمجھتے ہوں تو اس افسانوی کذاب آدمی کی کتاب التعلیم میں جو بات بحوالہ کتاب ''أخبار أبي حنيفة للطحاوي'' لکھی گئی ہے اس کا حوالہ طحاوی کی کتاب مذکور سے یہ لوگ ضرور دیں

[1] مقدمه أنوار الباري (١/ ١٣٠)　　[2] لسان الميزان (٦/ ٢٦)

کیونکہ اکاذیب میدان تحقیق میں بالکل ہی غیر کار آمد ہیں، اسی طرح کی بات موفق (۱/ ۹۶) میں جو لکھی ہوئی ہے تو موفق کا رافضی کذاب ہونا ہم واضح کر آئے ہیں۔ مصنف انوار اور ان کے ہم مزاج لوگ معتبر مراجع ومصادر کا حوالہ دیں اور معتبر حوالے میں عیاری وتلبیس کاری نہ کریں۔

مصنف انوار اور ان کے ہم مزاج اسلاف نے کہیں یہ دیکھ لیا ہے کہ امام ابو العباس محمد بن اسحاق بن مہران السراج (مولود ۲۱۶ھ ومتوفی ۳۱۳ھ) امام بخاری ومسلم کے شیخ واستاذ کے پاس امام مالک کے ستر ہزار مسائل موجود تھے۔[1] اس سے کوثری اور تحریک کوثری کے جملہ ارکان بشمول مصنف انوار کے ہم مزاج اسلاف کے سینے پر سانپ لوٹنے لگے کہ ہمارے امام ابو حنیفہ کے بالمقابل اتنی زیادہ فوقیت امام مالک کو کیسے حاصل ہوگئی، لہٰذا ان کذابین نے یہ مکذوبہ واختراعی جھوٹ لوگوں میں تحریری و تقریری طور پر پھیلانے کی مجرمانہ تدبیر کی کہ امام مالک کے پاس جو یہ ستر ہزار مسائل موجود تھے وہ امام ابو حنیفہ سے حاصل کیے گئے تھے۔ ان کذابین میں جب خوف خدا وآخرت ہے نہ خوف رسوائی وذلت ہے تو اپنی مطلب برآری کے لیے وہ ہر قسم کے مجرمانہ اقدامات کر سکتے ہیں اور کرتے آئے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

کیا امام ابو حنیفہ کے ستر ہزار مسائل امام مالک کے پاس موجود تھے؟

مذکورہ بالا ستر ہزار والی روایت کو ارکانِ تحریک کوثری نے قاضی عیاض کی کتاب ترتیب المدارک میں دیکھا، لہٰذا ان کذابین نے مدارک قاضی عیاض ہی کے حوالے سے لکھا:

> ''قاضی عیاض نے اوائل مدارک میں نقل کیا کہ لیث بن سعد نے فرمایا کہ میں امام مالک سے مدینہ میں ملا اور کہا کہ میں دیکھتا ہوں آپ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں؟ فرمایا ہاں، امام ابوحنیفہ کے ساتھ بحث کرنے میں پسینہ آ گیا وہ بہت بڑے فقیہ ہیں، پھر میں خدمت ابی حنیفہ میں گیا اور بولا کہ امام مالک کیسی قدر ومنزلت کے ساتھ آپ کی باتوں کو قبول کرتے ہیں؟ امام ابوحنیفہ بولے کہ میں نے ان سے زیادہ جلد صحیح جواب دینے والا اور پوری پرکھ والا نہیں دیکھا، امام ابوحنیفہ نے امام مالک کی سمجھ، تفقہ، ذکاوت کے ساتھ نقد تام یعنی حدیث کی پوری پرکھ اور پہچان کی بھی داد دی، اگر امام ابوحنیفہ بقول حمیدی وغیرہ فنِ حدیث میں کامل نہیں تھے تو امام مالک جیسے مسلم امام حدیث کی داد کیونکر دے سکے.. الخ۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ ترتیب المدارک (۱/ ۱۳۱) میں صرف یہ مذکور ہے کہ امام مالک نے امام ابوحنیفہ کو فقیہ کہا اور امام ابوحنیفہ نے امام مالک کو صحیح وسریع الجواب ونقد تام والا کہا، اور یہ معلوم ہے کہ امام مالک نے امام ابوحنیفہ کے ان عقائد ومسائل کا ابطال ورد اپنی عادت کے مطابق صرف دو تین جملہ میں کر کے مذہب ابی حنیفہ کے باطل اور فاسد ہونے کا اثبات کیا، کیونکہ ہم ذکر کر آئے ہیں کہ امام مالک خصوصی طور پر امام ابوحنیفہ کے عقائد ومسائل اور فقہی باتوں کو دین اسلام کے خلاف کید ومکر سے تعبیر کرتے

---

[1] ملاحظہ ہو: تاريخ خطيب ترجمة أبو العباس محمد بن إسحاق السراج (۱/ ۲۵۱) وسير أعلام النبلاء ترجمة سراج (۱٤/ ۳۹۲) وترتيب المدارك (۱/ ۲۰۷) وعام كتب تراجم.

[2] مقدمه انوار (۱/ ۱۱۳)

تھے، شدت غضب کی حالت میں امام ابوحنیفہ کو صرف دو تین جملوں میں نشانۂ عتاب بنانے کے سبب گرمی کے موسم میں پسینہ آ جانا بعید نہیں۔ صرف اتنی سی بات میں تحریف وعیاری کر کے مصنف انوار نے کیا گل کھلایا ہے؟ اس عبارتِ مدارک میں اس کا اشارہ تک نہیں کہ امام مالک نے امام ابوحنیفہ کی ذکر کردہ احادیث پر نقد ونظر کیا تھا بلکہ صحیح بات یہی ہے کہ امام مالک نے امام ابوحنیفہ کے عقائد ونظریات اور مسائل فقہ پر حسب عادت نہایت مختصر الفاظ میں زور دار نقد بڑی سرعت سے کیا اور چلتے ہوئے۔

لفظ فقیہ کا اطلاق اس زمانے میں قیاس ورائے پرست پر ہوتا تھا اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ امام ابوحنیفہ نے اپنے تمام عقائد ومسائل کو مجموعۂ رائے وقیاس کہا ہے، بس اسی مجموعۂ رائے وقیاس کو امام ابوحنیفہ کے اپنے دین ومذہب بنا لینے پر امام مالک نے نہایت تیز وتند انداز میں سخت ملامت کی اور انھیں مطعون کیا بشرطیکہ یہ روایت صحیح مان لی جائے ورنہ اس طرح کی بات امام مالک کے مزاج کے خلاف تھی، امام ابوحنیفہ جیسے لوگوں سے وہ کسی قسم کی بات کے روا دار ہی نہیں تھے، اگر مصنف انوار اور امام حمیدی ہی نہیں عام محدثین کرام امام ابوحنیفہ کو بہر لحاظ سخت مطعون ومجروح قرار دیتے ہیں تو مصنف انوار اور ارکان تحریک کوثری مع کوثری کی سخن سازی وافتراء پردازی سے میدان تحقیق میں کچھ ہونے والا نہیں ہے۔

امام مالک پر مصنف انوار اور ان کے ہم مزاج لوگوں کی افتراء پردازی:

مصنف انوار نے اپنے ہم مزاج لوگوں کی طرح کہا:

> ''امام صیمری نے اپنی کتاب مناقب الامام میں ابن دراوردی سے نقل کیا کہ میں نے امام ابوحنیفہ وامام مالک کو مسجد نبوی میں بعد نماز عشاء تا نماز فجر مدارسہ ومذاکرہ کرتے دیکھا، ان میں جو دوسرے کی بات سے مطمئن ہو جاتا اسے قبول کر لیتا۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ اس کی سند میں واقع مکرم بن احمد مناقب ابی حنیفہ پر ایک کتاب لکھے ہوئے ہیں، ان کی یہ کتاب مجموعۂ اکاذیب ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں، نیز اس مکذوبہ روایت کی سند کے کئی رواۃ مجہول ہیں، نہ ابن الدراوردی کا حال معلوم ہے، نہ یوسف بن عمرو کا، نہ محمد بن رشید کا، نہ ایوب العراقی کا۔ یہ روایت مناقب ابی حنیفہ للصیمری (ص: ۷۳) میں موجود ہے، پھر اس مکذوبہ روایت کا مضمون بذات خود اپنے مکذوب ہونے پر دال ہے، امام مالک کا معمول نماز عشاء کے بعد سے فجر تک مذاکرہ کا نہیں تھا، پھر ایسے آدمی کے ساتھ جس کو وہ سخت بدعقیدہ ومجروح وناقابل التفات سمجھتے ہوں امام مالک بھلا جب ایسے شخص کو قابل التفات ہی نہ سمجھتے تھے تو رات بھر اس کے ساتھ وہ مذاکرہ کے روادار کیسے ہو سکتے تھے؟ یہ سراسر اکاذیب ہیں۔

کیا امام مالک بسا اوقات مسائل ابوحنیفہ کو معتبر سمجھتے تھے؟

مصنف انوار نے کہا:

> ''اور مناقب موفق (۲/۳۳) میں بسند صحیح مروی ہے کہ اسماعیل بن اسحاق بن محمد نے نقل کیا ہے کہ امام مالک بسا اوقات مسائل میں امام ابوحنیفہ کا قول معتبر سمجھتے تھے۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ موفق کی کتاب مناقب کا مجموعۂ اکاذیب ہونا ہم بیان کر آئے ہیں، ہر شخص امام مالک کی کتابوں سے فقہ

[1] ما حصل از مقدمه انوار (۱/ ۱۳۰)　[2] مقدمه انوار (۱/ ۱۳۱)

حنفی کا موازنہ کرکے دیکھ سکتا ہے کہ ''بسا اوقات'' تو بہت دور کی بات ہے امام مالک عقائد امام ابوحنیفہ کو مرجیہ کے عقائد باطلہ اور ان کے فقہی مسائل کو بھی مسائل فاسدہ کہتے تھے۔ مصنف انوار اور جملہ ارکانِ تحریک کوثری اصول اہل اسلام کے دائرہ میں رہ کر تا قیامت اس روایت مکذوبہ کو معتبر ثابت نہیں کر سکتے۔

کیا امام مالک اکثر اوقات رائے ابی حنیفہ پر عمل کرتے تھے؟

مصنف انوار نے کہا:

''موفق (۲/۲۳) میں محمد بن عمر واقدی سے نقل کیا کہ امام مالک اکثر اوقات رائے ابی حنیفہ پر عمل کرتے تھے۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ کہ موفق کی کتاب کا مجموعۂ اکاذیب ہونا ہم بیان کر آئے ہیں، واقدی بذات خود بہت مجروح راوی ہیں مگر وہ طبقات ابن سعد میں امام ابوحنیفہ کو دو مقامات پر ضعیف کہے ہوئے ہیں، جو امام مالک مذہب ابی حنیفہ کو مجموعۂ اباطیل کہتے ہوں وہ بسا اوقات رائے ابی حنیفہ پر عمل کے روادار کیسے ہو گئے؟

مصنف انوار کے دوسرے اکاذیب:

مصنف انوار نے مزید کہا:

''علامہ صیمری نے کہا ہے کہ ایک شخص نے امام مالک سے پوچھا: جس کے پاس دو کپڑے ہوں جن میں ایک تعیین کے بغیر پاک دوسرا ناپاک ہوتو نماز کس میں پڑھے؟ راوی کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے کہا کہ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ ہر ایک میں نماز پڑھے، امام مالک نے سائل کو بلایا اور امام ابوحنیفہ کی جو رائے تھی اسی کے مطابق مسئلہ بتلایا۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ مناقب موفق کا مجموعۂ اکاذیب ہونا ظاہر کیا جا چکا ہے اور موفق کی خود ساختہ سند میں بھی مکرم بن احمد ہے، نیز اس کی کتاب مناقب ابی حنیفہ کا مجموعۂ اکاذیب ہونا ظاہر ہو چکا ہے، موفق کی خانہ ساز سند میں کادح بن رحمۃ نامی راوی وضاع وکذاب ہے۔[3]

مصنف انوار نے کہا:

''ابن ابی العوام نے کہا کہ امام شافعی عن الدراوردی نقل کیا کہ امام مالک کتب ابی حنیفہ کا مطالعہ کرتے۔''[4]

ہم کہتے ہیں کہ ابن ابی العوام والی کتاب تین مجہول رواۃ نے ایک دوسرے سے نقل کی اور ابن ابی العوام مصر کی باطنی رافضی حکومت کا آلۂ کار تھا، اسے اس شرط پر قاضی بنایا گیا تھا کہ رافضی مسلک کے مطابق احکام جاری کرے، اس کی نگرانی کے لیے رافضی حکومت نے نگراں بھی مقرر کیے تھے، جیسا کہ تفصیل گزری، اس کا حاصل یہ ہے کہ جس کتاب کے حوالے سے یہ بات زعیم تحریک کوثری سے مصنف انوار نے نقل کی ہے وہ مجموعۂ اکاذیب ہے، مصنف انوار جن باتوں کو دلیل بناتے ہیں ان کا معتبر ہونا آخر کیوں نہیں ثابت کرتے؟

---

[1] مقدمه انوار (١/ ١٣١)　[2] مقدمه انوار (١/ ١٣١)

[3] المجروحين لابن حبان (٢/ ٢٢٩) وميزان الاعتدال (٣/ ٣٩٩) وعام كتب رجال ضعفاء.

[4] ماحصل از مقدمه انوار (١٣١/١ بحواله أقوم المسالك للكوثري)

امام مالک کے تلامذہ واصحاب:

مصنف انوار نے مذکورہ بالاعنوان کے تحت امام مالک کے کچھ تلامذہ واصحاب کا ذکر کیا ہے۔[1] ہم کہتے ہیں کہ کتب مناقب امام مالک میں جتنی لمبی فہرست تلامذہ واصحاب مالک کی دی گئی ہے اس کا عشر عشیر بھی مصنف انوار نے ذکر نہیں کیا، موصوف نے اپنی اس بات کے لیے امام ذہبی وزرقانی کا بھی حوالہ دیا ہے، ان دونوں نے امام ابوحنیفہ کو شاگرد امام مالک کی فہرست میں ذکر کیا ہے، آخر امام مالک سے حسد وبغض ہی کی بنا پر مصنف انوار نے یہ کاٹ چھانٹ کی ہے کیونکہ مصنف انوار نے یہی اتہام محدثین پر لگایا ہوا ہے۔

فضل وشرف ومعمولات:

مذکورہ بالاعنوان کے تحت اختصار کے ساتھ مصنف انوار نے فضل وشرف ومعمولاتِ امام مالک کے بعض فضل وشرف و معمولات ذکر کیے ہیں جس میں یہ اعتراف بھی موجود ہے کہ امام مالک سترہ سال کی عمر میں مسند نشین درس ہوئے۔ بہر حال خوشی کی بات ہے کہ مصنف انوار نے تحریک کوثری کے ضابطہ کے خلاف امام مالک کی مدح میں بعض باتیں کس دل سے لکھ دی ہیں۔

مادحینِ امام مالک:

مصنف انوار نے اس عنوان کے تحت بعض مادحین امام مالک کا ذکر کیا مگر اس میں بھی یہ نیش زنی کی کہ مالک عن نافع عن ابن عمر کی سند کو امام بخاری نے اصح الاسانید کہا مگر امام ابوحنیفہ کی سند کو نہیں کہا۔[2] حالانکہ ہم مصنف انوار کی اس بات کا جائزہ گزشتہ صفحات میں لے چکے ہیں، امام بخاری نے جب امام ابوحنیفہ کو "سكتوا عن رأيه وعن حديثه" جیسے بھاری بھرکم جرح قادح کے ساتھ مجروح کہا ہے تو وہ ان کی کسی سند کو "اصح الاسانید" کیسے کہہ سکتے ہیں؟

تالیفات:

اس عنوان کے تحت مصنف انوار نے بحوالۂ اوجز المسالک (جس کے مصنف مصنف انوار ہی جیسے غالی و بے راہ رو تقلید پرست ہیں) موطأ امام مالک کا ذکر کیا کہ پہلے اس میں امام مالک نے دس ہزار احادیث نقل کی تھیں، پھر برابر ان میں کاٹ چھانٹ کرتے رہے حتی کہ تعدادِ حدیث کم ہوگئی، موطأ کے علاوہ موصوف نے امام کی متعدد تالیفات کا ذکر کیا اور صرف اوجز المسالک کا حوالہ دیا ہے۔ کتب مناقب ابی حنیفہ کی تعداد بہت ہے جن سے مصنف انوار نے بہت استفادہ کیا ہے مگر تقلید پرستی میں اپنے ہم مشرب مقلد ہی کے حوالے سے موصوف نے ذکر تالیفاتِ مالک ضروری سمجھا۔ یہ سراسر جھوٹی بات مصنف انوار اور ان کے امام مصنف اوجز المسالک نے لکھی ہے کہ موطأ امام مالک کو ہزار اماموں نے روایت کیا ہے مگر امام محمد بن حسن شاگرد ابی حنیفہ کی موطأ سب سے زیادہ اہم واعظم ہے۔[3]

حالانکہ موطأ امام محمد بن حسن دراصل موطأ امام مالک کی روایت نہیں ہے بلکہ بزعم خویش امام محمد بن حسن نے دراصل اپنی موطأ کو امام مالک کی موطأ پر رد کے طور پر لکھا ہے، مگر ہم بتلا چکے ہیں کہ محمد بن حسن کو عام اہل علم نے کذاب کہا ہے۔

---

[1] مقدمه انوار (١/ ١٣١) بحواله اوجز المسالك (ص: ١٨)　[2] مقدمه انوار (١/ ١٣٢)

[3] خلاصه از مقدمه انوار (١/ ١٣٢ و ١٣٣)

بعض اقوال وکلماتِ امام مالک:

اس عنوان کے تحت مصنف انوار نے بعض اقوال وکلماتِ امام مالک نقل کیے ہیں مگر ان کے وہ اقوال نقل نہیں کیے جو عراقی اماموں خصوصاً اہل الرای احناف کی بابت امام مالک نے فرمائے ہیں۔ مصنف انوار نے ایک بات یہ لکھی ہے کہ امام مالک فرماتے تھے کہ علم کثرت روایت کا نام نہیں، امام ابوحنیفہ پر قلتِ روایت کا طعن کرنے والے اس مقولۂ امام مالک پر غور کریں۔[1] ہم اس مقولۂ امام مالک پر غور کر چکے ہیں اور ہم سے پہلے عام محدثین اور خود امام مالک بھی غور کر چکے ہیں اور غور کرنے کے بعد ہی عام اسلاف کرام نے امام ابوحنیفہ کو صرف قلتِ روایت کے سبب بہت زیادہ مجروح نہیں قرار دیا بلکہ اس کے اسباب کی وضاحت کردی ہے، امام مالک نے نہایت واضح طور پر کہا کہ امام ابوحنیفہ نے اسلام کے ساتھ کید وفریب کیا، بنابریں امام مالک نے امام ابوحنیفہ کو مجروح ہی نہیں سخت مجروح قرار دیا اور عام اسلاف نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔

تنبیہ: امام مالک کو ابوحنیفہ پر بہر طور امام محمد بن حسن شاگرد ابی حنیفہ نے ترجیح دی ہے:

مصنف انوار نے حسب عادت کوثری وارکانِ تحریک کوثری کی طرح امام مالک وشافعی واحمد کے خلاف ترجمہ محمد بن حسن وغیرہ میں اپنے امکان بھر لغویات واکاذیب کا بکثرت استعمال کیا ہے مگر اس روایت صحیحہ کا بھول کر بھی ذکر نہیں آنے دیا:

”قال ابن أبي حاتم: حدثنا محمد بن عبد الله بن عبد الحكم قال: سمعت الشافعي يقول: قال لي محمد بن الحسن: أيهما أعلم صاحبنا أو صاحبكم؟ يعني أبا حنيفة ومالكا، قلت: على الإنصاف؟ قال: نعم، قلت: فأنشدك الله من أعلم بالقرآن صاحبنا أو صاحبكم؟ قال: صاحبكم، يعني مالكا، قلت: من أعلم بالسنة صاحبنا أو صاحبكم؟ قال: اللهم صاحبكم، قلت: فأنشدك الله من أعلم بأقاويل الصحابة والمتقدمين ؟ قال: صاحبكم، قال الشافعي: فقلت: لم يبق إلا القياس، والقياس لا يكون إلا على هذه الأشياء، فمن لم يعرف الأصول فعلى أي شيء يقيس“؟[2]

”امام شافعی نے کہا کہ امام محمد بن حسن نے ایک دن مجھ سے کہا کہ آپ کے استاذ امام مالک زیادہ علم والے ہیں یا میرے استاذ ابوحنیفہ؟ امام شافعی نے کہا کہ آپ پر قسم رکھ کر میں پوچھتا ہوں کہ آپ ہی پورے انصاف سے بتلائیے کہ آپ کے استاذ ابوحنیفہ زیادہ قرآن مجید کا علم رکھتے تھے یا میرے استاذ امام مالک؟ محمد نے کہا کہ بخدا آپ ہی کے استاذ امام مالک امام ابوحنیفہ سے زیادہ علوم قرآن جانتے تھے، امام شافعی نے قسم رکھتے ہوئے ہی پوچھا کہ سنت نبویہ کا زیادہ علم آپ کے استاذ ابوحنیفہ کو زیادہ تھا کہ ہمارے استاذ امام مالک کو؟ امام محمد نے کہا کہ نہیں آپ ہی کے استاذ امام مالک کو امام ابوحنیفہ سے زیادہ سنت نبویہ کا علم تھا۔ امام شافعی نے پھر قسم رکھتے ہوئے پوچھا کہ اقوال صحابہ اور دیگر اسلاف کرام کا زیادہ علم امام ابوحنیفہ کو تھا یا امام مالک کو؟ امام محمد نے کہا کہ امام مالک ہی کو زیادہ علم تھا۔ امام شافعی نے فرمایا یہ تینوں چیزیں اصول وبنیادی باتیں ہیں، انھیں کی جانکاری پر قیاس کا

[1] مقدمہ انوار (۱/ ۱۳۳) [2] تقدمة الجرح والتعديل (ص: ٤) والجرح والتعديل وعام كتب رجال.

دارومدار ہے، جب آپ کے استاذ ابوحنیفہ ہمارے استاذ امام مالک سے ان تینوں اصول اور بنیادی امور میں کمتر تھے تو وہ صحیح طور پر قیاس کیا کر سکتے تھے؟''

اس روایت کی سند نہایت زیادہ صحیح ومعتبر ہے، اس کی دوسری کئی معتبر سندیں بھی ہیں ہم اختصار کے پیش نظر سب کے ذکر سے قاصر ہیں، اس روایت صحیحہ میں امام محمد بن حسن کو یہ اقرار واعتراف کرنا پڑا کہ امام ابوحنیفہ کے بالمقابل امام مالک تمام اسلامی علوم میں کہیں فائق تھے۔ اس روایت صحیحہ کو نقل کرکے امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں:

''فقد قدم محمد بن الحسن مالك بن أنس على أبي حنيفة، وأقر له بفضل العلم بالكتاب والسنة والآثار، وقد شاهد هما وروى عنهما.. الخ.''

یعنی اس روایت صحیحہ سے ثابت ہوا کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے شاگرد محمد بن حسن نے علومِ اسلامیہ کے اصول میں امام ابوحنیفہ پر امام مالک کو بہر طور فضیلت والا قرار دیا ہے، انھوں نے دونوں سے پڑھا اور دونوں کا مشاہدہ کیا ہے۔ بقول خویش انھوں نے امام مالک سے تین سال یا اس سے زیادہ پڑھا اور امام مالک سے سات آٹھ سو احادیث پڑھیں۔ امام محمد جب اعلان کرتے کہ میں فلاں دن احادیثِ مالک کا درس دوں گا تو درسگاہِ محمد خوب بھر جاتی اور لوگ بکثرت شریک ہوتے لیکن جس دن وہ کوفی اساتذہ امام ابوحنیفہ وابو یوسف کے علوم کے درس کا اعلان کرتے اس دن گنے چنے اقل قلیل دو چار آدمی درسگاہِ محمد میں حاضر ہوتے، یہ صورت حال دیکھ کر امام محمد نے لوگوں سے کہا کہ اگر کوئی آدمی تمھاری صرف اسی ایک پالیسی پر عیب گیری کرے تو وہ جس قدر بھی تمھاری عیب گیری کرے وہ کم ہے، جب میں کوفی اساتذہ کی روایات کا درس دیتا ہوں تو صرف دو چار آدمی آتے ہیں اور جب امام مالک کی احادیث کا درس دیتا ہوں تو پوری درسگاہ بہت زیادہ بھر جاتی ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے کہا کہ اس روایت صحیحہ سے ظاہر ہوا کہ امام مالک سے پڑھنے، ان سے وابستگی رکھنے اور ان کے علوم کی اشاعت کرنے سے معلوم ہوا کہ امام مالک کو انھوں نے امام وپسندیدہ قرار دینے میں موافقت کی ہے۔[1] اس کا مطلب یہ ہوا کہ صرف امام محمد ہی نہیں اپنے کوفی اساتذہ پر امام مالک کو بہر طور افضل وبرتر قرار دیتے تھے بلکہ تمام اہل کوفہ بھی یہی طرزِ عمل رکھتے تھے۔

اس روایت صحیحہ سے چونکہ ثابت ہوتا ہے کہ کوفہ کے سبھی اہل علم امام ابوحنیفہ اور ان جیسے لوگوں پر بہر طور امام مالک کو برتر قرار دیتے تھے اس لیے مصنف انوار نے اس کے ذکر ہی سے سکوت کیا، اور صرف یہی نہیں بلکہ ہم بہت سارے اس طرح کے دلائل کا تذکرہ ترجمہ امام شافعی میں کرنے والے ہیں، ناظرین کرام منتظر رہیں۔ خود زعیم اہل علم کوفہ امام ابوحنیفہ کا علوم مالک کے لیے مضطرب وبے قرار رہنا معلوم ہو چکا ہے، اگر موانع نہ ہوتے تو بیچارے خود ہی درسگاہِ مالک میں داخل ہو کر درس مالک سے بہرہ ور ہونے کی کوشش کرتے مگر بیچارے امام ابوحنیفہ ان موانع سے مجبور تھے، اندر ہی اندر تڑپ کر رہ گئے۔

امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے علم میں موازنہ:

اس بات کا تذکرہ آ چکا ہے کہ امام مالک اور دوسرے اہل علم امام ابوحنیفہ اور ان کے استاذ خاص حماد وحکم بن عتیبہ پر تجریح کرتے تھے، امام عبدالرحمٰن بن مہدی سے منقول ہے کہ ''مالك أفقه من الحكم وحماد'' امام مالک امام ابوحنیفہ کے ان

[1] تقدمة الجرح (ص: ٤ و٥)

دونوں اساتذہ سے کہیں زیادہ فقیہ ہیں۔❶ ایک روایت میں یہ ہے کہ "مالك أعلم من أستاذ أبي حنيفة يعني حمادا" یعنی امام مالک امام ابوحنیفہ کے استاذ خاص حماد سے کہیں زیادہ بڑے عالم تھے۔❷ اراکین تحریک کوثری کے زعیم و قائد کوثری نے انتقاء کے حاشیہ پر اپنی کوثریت دکھلاتے ہوئے کہا ہے کہ قولِ امام عبدالرحمٰن بن مہدی ان کے اپنے ذاتی معیار پر قائم ہے، پھر کوثری نے اسی سانس میں تضاد بیانی کرتے ہوئے کہا:

"لا ينكر فضل هذا الديلمي في الرواية، والكلام في الحديث ورجاله"

''ان عبدالرحمٰن بن مہدی دیلمی کی حدیث ورجالِ حدیث وروایت کی فضیلت نا قابل انکار ہے۔''

جب کوثری خود معترف ہیں کہ روایت وحدیث ورجال پر امام عبدالرحمٰن کی فضیلت نا قابل انکار ہے تو کیا حماد وحکم بن عتیبہ وامام ابوحنیفہ رجال میں سے نہیں تھے کہ ان کی اس بات پر کوثری قانع نہیں ہیں؟ کیا یہ تضاد بیانی کر کے کوثری نے اپنی تکذیب خود نہیں کی ہے؟ ناظرین کرام "اللمحات" کی گزشتہ چار جلدوں اور زیر نظر اس جلد نیز آنے والی جلدوں کے مطالعہ سے امام عبدالرحمٰن بن مہدی کی حقیقت گوئی معلوم کر سکتے ہیں۔ امام عبدالرحمٰن بن مہدی کیا کوئی معمولی صاحب علم وفضل اور صاحب نقد ونظر تھے؟ ان کا ترجمہ کتب رجال میں دیکھ کر ان کی عظمت شان بآسانی معلوم کی جاسکتی ہے، معنوی طور پر یہ بات عام اہل علم وفضل نے کہی ہے، اس میں امام عبدالرحمٰن بن مہدی منفرد بھی نہیں، حماد اور امام ابوحنیفہ پر جس طرح کے تجریحی کلمات ائمہ کرام سے منقول ہیں ان سے خود بخود حقیقت حال ظاہر ہے، ہم یہ روایت صحیحہ نقل کر آئے ہیں کہ امام ابوحنیفہ با ادب بچوں کی طرح کبھی کسی زمانے میں امام مالک کے سامنے بیٹھتے لیکن جب انھوں نے اپنے عقائد وخیالات خلاف اہل سنت ظاہر کیے اور ان پر امام مالک نے سخت ردعمل ظاہر کیا تو امام ابوحنیفہ خود خوف وخطر سے امام مالک کے سامنے جانے سے پرہیز کرنے لگے۔

مصنف انوار نے نہ جانے کس دل سے اعتراف کر لیا کہ امام مالک کی خدمت میں خلفاء ووزراء وحکام بھی حصول فیض وعلم کے لیے حاضر ہوا کرتے تھے۔❸ کوفہ اور بغداد بلکہ اس سے بھی دور دراز سے یہ سارے لوگ خدمت مالک میں حاضری کو اپنے لیے باعث فخر سمجھتے، اور اسی کوفہ اور اس کے قریب ہی بغداد میں خلفاء مقیم رہتے مگر کسی کو کوئی توجہ امام ابوحنیفہ سے حصولِ فیض کی نہ ہوئی، ہاں ان کے خلاف مختلف امور کے باعث کارروائی کے لیے انھیں یعنی ابوحنیفہ کو سرکاری عدالتوں اور خلفاء کی خدمت میں پیش کیا جاتا رہا۔

امام مالک کا ابتلا:

مصنف انوار نے عنوان مذکورہ کے تحت ابتلائے مالک کا ذکر کیا کہ شاید یہ واقعہ ۱۴۶ھ میں پیش آیا، کسی نے والی مدینہ جعفر بن سلیمان سے شکایت کر دی کہ امام مالک آپ لوگوں کی بیعت صحیح نہیں مانتے، اس پر والی مذکور نے امام مالک کو کوڑے لگوائے، دونوں ہاتھوں کو کھنچوا کر مونڈھے اتروا دیے، بعض اس کا سبب حضرت علی پر حضرت عثمان کی تقدیم بتلاتے ہیں، بعض نے طلاق مکرہ کے واقع نہ ہونے والے فتوی امام مالک کو اس کا سبب بتلایا، منصور کو اس کی خبر ہوئی تو مدینہ منورہ آیا اور امام مالک

❶ تقدمة الجرح والتعديل (ص: ١٢) و الإنتقاء لابن عبد البر (ص: ٢٩)

❷ تقدمة الجرح والتعديل (ص: ١١) والإنتقاء (ص: ٢٩)

❸ مقدمه انوار (١٣٣/١)

کے ساتھ ہونے والے اس برتاؤ کا والیٔ مدینہ سے بدلہ لینا چاہا مگر امام مالک نے منع کر دیا اور کہا کہ میں اسے معاف کر چکا ہوں، یہ بھی منقول ہے کہ کوڑوں کی ضرب سے امام مالک بیہوش ہوگئے، اسی حال میں اپنے گھر لائے گئے ہوش میں آئے تو تمام حاضرین کو گواہ بنا کر کہا کہ میں نے والیٔ مدینہ کو معاف کر دیا۔[1]

اس میں کوئی شک نہیں کہ حکمراں طبقہ اپنے مزاج ومصالح کے خلاف کسی بڑے سے بڑے عالم کے خلاف نہایت ظالمانہ کارروائی سے بھی نہیں چوکتا۔ امام ابن جریر طبری نے کہا ہے:

”حدثني العباس بن الوليد بن ذكوان عن مروان الظاهري أن أبا جعفر نهى مالكاً عن الحديث: ليس على مستكره طلاق، ثم أرسل إليه من يسأله فحدثه على رؤوس الأشهاد وضربه بالسياط.“[2]

''ابوجعفر منصور نے امام مالک کو حدیث ”ليس على مستكره طلاق“ کو بیان کرنے کے لیے بھیجا کہ امام مالک یہ حدیث بیان کرتے ہیں یا نہیں؟ امام مالک نے بر سر عام یہ حدیث بیان کی تو ابوجعفر نے امام مالک کوڑوں سے مارا۔''

اس روایت کی سند صحیح ہے مگر اس میں اجمال ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ امام مالک حدیث مذکور بیان کرتے اور پڑھاتے تھے، یہ حدیث امام مالک کی کتاب موطأ مع شرح زرقانی باب جامع الطلاق (۳/ ۲۱۷) میں موجود ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور خلیفہ راشد عبداللہ بن زبیر بن عوام زبردستی لی گئی طلاق کو واقع نہیں مانتے تھے بلکہ اس کے کالعدم ہونے کا فتوی دیتے تھے، یہ حدیث اگر چہ موقوف ہے مگر صحیح ابن حبان وسنن ابن ماجہ میں معنوی طور پر مرفوعاً بھی مروی ہے، اسی کے مطابق خلیفۂ راشد عمر بن الخطاب وعثمان غنی وعمر بن عبدالعزیز بھی فتوی دیتے تھے، جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ (۵/ ۴۸ و ۴۹) اور متعدد کتب حدیث میں مروی ہے، چار چار خلفاء راشدین ودیگر صحابہ جو فتوی مطابقِ حدیث دیتے ہوں بلکہ وہ مطابق قرآن بھی ہو تو اس کا حجت ہونا متحقق ہے، حدیث صحیح میں فرمان نبوی ہے کہ میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنے کو لازم پکڑو، نیز قرآن مجید میں بھی اطاعت اولوا العزم و اولوا الامر (خلفاء وامراء وحکام) کا حکم ہے، یعنی کہ خلفاء راشدین وحکام کے اس حکم کی تعمیل کرو جو خلاف نصوص نہ ہو، نیز معصیت نہ ہو مگر بقول امام المغازی واقدی ودیگر اہل علم امام مالک کی ہر دل عزیزی ومقبولیت ورفعت شان سے حاسدین کے دل جل اٹھے اور انھوں نے گورنر مدینہ جعفر بن سلیمان کے کان بھرے کہ امام مالک آپ لوگوں کی حکومت سے حلف وفاداری کو جبر واکراہ سے لیے جانے والا حلف بتلا کر حکومتِ عباسیہ کے خلاف بغاوت پھیلانا چاہتے ہیں۔[3] امام مالک کے خلاف حکومت عباسیہ سے وفاداری نہ کرنے والی آگ بھڑکانے میں اس وقت کا قاضیٔ مدینہ محمد بن

---

[1] ماحصل از مقدمه انوار (١/ ١٣٤)

[2] تاريخ طبري (٧/ ٥٦٠) وسير أعلام النبلاء (٨/ ٧٩ و ٨٠) وعام كتب سير وتراجم.

[3] تكمله طبقات ابن سعد ترجمة امام مالك والإنتقاء لابن عبد البر وعام كتب رجال.

عبدالعزیز بن عمر زہری پیش پیش تھا، اس نے حکومت کو مشورہ دیا کہ امام مالک پر خوب ضرب کاری ہونی چاہیے۔[1] اسی زمانے میں عباسی حکومت کے خلاف علوی تحریک بھی زوروں پر تھی جس کے سربراہ محمد بن عبداللہ بن حسن علوی تھے۔[2]

امام مالک کی ہمدردی علوی تحریک کے ساتھ تھی، پھر بھی وہ بغاوت کے حامی نہیں تھے مگر گورنر مدینہ کے کان اس قدر بھرے گئے کہ اس نے امام مالک سے متعلق منصور کو خط لکھا، منصور امام مالک کے مقام ومرتبہ سے واقف تھا، اس نے اپنا نام ظاہر کیے بغیر گورنر مدینہ کو امام مالک کے خلاف کارروائی کا فرمان جاری کیا تو گورنر مدینہ نے امام مالک کے ساتھ اتنا بڑا اقدام کیا، یہ کارروائی ۱۴۶/ ۱۴۷ھ میں ہوئی، جس سے عباسی حکومت کے خلاف امام مالک جیسے عظیم المرتبت امام کے ساتھ اس کارروائی سے عوام وخواص میں بددلی پیدا ہونے لگی تو منصور کوفہ سے چل کر مدینہ منورہ آیا، امام مالک کے خلاف گورنر مدینہ کی اس کارروائی پر سخت ردعمل کا اظہار کیا اور اسے بھرپور سزا دینے کا اعلان کیا، اس انداز میں رویہ اختیار کیا کہ گویا گورنر مدینہ نے اپنے طور پر امام مالک پر کوڑے برسائے، اس میں منصور کے حکم کا کوئی دخل نہیں تھا، اس پر امام مالک نے منصور سے کہا کہ میرا بدلہ گورنر سے لینے کی حاجت نہیں میں اسے معاف کر چکا ہوں۔

پھر منصور، دوسرے اعیانِ حکومت اور وزراء وامراء امام مالک کے ساتھ بڑے اکرام واعزاز نیز تحفے تحائف دینے کے برتاؤ کرتے رہے، اور ان سے یہ بھی کہتے رہے کہ آپ کی کتابوں کو ہم سنہرے پانی سے لکھوا کر پورے عالم اسلام کا دستور نامہ بنانے کا عزم رکھتے ہیں مگر جیسا کہ بیان ہوا امام مالک نے حکومت کو ایسا کرنے سے روک دیا۔ امام مالک کو زدوکوب کے بعد خود حکومت بھی بہت نادم وخوف زدہ ہوئی اور حکمراں طبقہ ان کے احترام میں بہت مبالغہ کرنے لگا اور عوام وخواص رعایا تو خیر امام مالک کی پہلے ہی سے گرویدہ تھی، اس وقت سے امام مالک کا اعزاز واکرام پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گیا اگر چہ پہلے بھی ان کا بہت زیادہ اکرام ہوتا تھا، جس حدیث کی تدریس وتحدیث سے حکومت روکنا چاہتی تھی اس کا درس بھی پوری موطأ سمیت جاری رہا اور آج تک بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ حکمراں طبقہ کو پورا احساس ہوگیا کہ اس حدیث کے درس سے ہماری حکومت کو کوئی خطرہ لاحق نہیں، البتہ حنفی مذہب کا فتوی اس حدیث کے خلاف ہے، حالانکہ یہ حدیث نص قرآنی اور خلفاء راشدین کے عمل کے عین مطابق ہے، اس کے باوجود امام ابوحنیفہ پوری طرح حکومت کے خلاف بغاوت پھیلانے میں سرگرم عمل رہے اور جیسا کہ ہم کہہ آئے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے سب سے زیادہ صاحب علم اور ہمدرد شاگرد امام زفر نے امام ابوحنیفہ کے اس طرز عمل پر سخت نکیر کی، پھر حکومت نے امام ابوحنیفہ کو مقید کر دیا اور جبراً وقہراً زہر ہلاہل پلا کر مار ڈالا، اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

تنبیہ:

امام مالک کے خلاف خصوصی طور پر مصنف انوار نے تذکرۂ امام محمد بن حسن شاگرد امام ابوحنیفہ میں نیز ترجمۂ امام شافعی میں بھی کوثریت والے مزاج سے بدمست ہو کر نہایت جارحانہ لغوطرازیاں کی ہیں اور ہم ایک سے زیادہ مرتبہ وعدہ کر آئے ہیں کہ

---

[1] لسان الميزان ترجمة محمد بن عبد العزيز بن عمر زهري (٥/ ٢٥٩ و٢٦٠) وتاريخ صغير للبخاري (ص: ١٩٠) وعام كتب رجال.

[2] تاريخ طبري (٦/ ٥٦٠)

اس کا جائزہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم تذکرۂ امام شافعی میں لیں گے۔اب آنے والے صفحات میں پہلے ہم امام شافعی کا تذکرہ کریں گے اور اس سلسلے میں مصنف انوار وارا کین تحریک کوثری کے اکاذیب وتلبیسات وتدلیسات ومکر وفریب وعیاریوں کا پردہ ان شاء اللہ تعالیٰ چاک ہوکر رہے گا۔واللّٰه المستعان على ما يصفون.

وآخر دعوانا أن الحمد للّٰه رب العالمين.

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ، بنارس

۲۵ر محرم ۱۴۲۰ھ/۱۰ر مئی ۱۹۹۹ء

❶

امام شافعی رحمہ اللہ

(مولود ۱۵۰ھ ومتوفی ۲۰۴ھ بعمر چون (۵۴) سال)

اسم ونسب:

مصنف انوار نے بعنوان ''اسم ونسب'' کہا:

''ابو عبداللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع القریشی، آنحضرت ﷺ کے جد اعلیٰ عبد مناف میں آپ (امام شافعی) کا نسب نامہ مل جاتا ہے۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار نے کوثری اور ارکان تحریک کوثری (جن میں وہ خود بھی شامل ہیں) کے مزاج وطریق کے بالکل برخلاف امام شافعی کا قریشی ہونا اور آپ ﷺ کے جد اعلیٰ عبد مناف میں نسبِ شافعی کا مل جانا اپنی اشاعت اکاذیب والی تحریک کا پر جوش وسرگرم کار پرداز ہونے کے باوجود اپنی مذکورہ بالا تحریر میں نہ جانے کس تقلیدی مصلحت سے تسلیم کر لیا ہے؟ کیونکہ ان کے قائد اعظم کوثری نے اپنی عادت کذب بیانی وفطرتِ دروغ بافی کے مطابق کہا:

"حتى أن الشافعي منهم من الموالي عند أهل العلم."

''امام شافعی بھی اہل علم کے نزدیک موالی (کسی کے آزاد کردہ یا غیر آزاد کردہ غلاموں) میں سے ہیں۔''[2]

اپنے اس خانہ ساز جھوٹ پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے کذاب کوثری نے کہا:

"كما ذكر الفخر الرازي في مناقب الشافعي عن الجرجاني أن أصحاب مالك لا يسلمون أن نسب الشافعي من قريش، بل يزعمون أن شافعا كان مولى لأبي لهب فطلب من عمر أن يجعله من موالي قريش فامتنع فطلب من عثمان ذلك ففعل، و منهم من يعده في عداد موالى عثمان كما في التعليم لمسعود بن شيبة، والجرجاني هو أبو عبد الله محمد بن يحيى بن مهدي شيخ شيخ الإسلام أبي الحسين القدوري، وكان الشافعي يعضه فقر مدقع في نشأته كما في كتب المناقب، والصليب في قريش كان يتناول من الديوان في ذلك العصر ما يقيم به أوده."[3]

---

[1] مقدمه انور (۱/ ۱۳۴)

[2] التنكيل بما في تانيب الكوثري من الأباطيل، مطبوع ۱۳۸۶ھ (۱/ ۳۹۷) بحواله تانيب الكوثري (ص: ۱۰۲)

[3] التنكيل (۱/ ۳۹۷) بحواله حاشيه تانيب الكوثري (ص: ۱۰۰)

''امام فخر الدین رازی نے مناقب شافعی میں بحوالۂ جرجانی ایسا ہی نقل کیا ہے کہ اصحاب امام مالک امام شافعی کا قریشی ہونا تسلیم نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ امام شافعی اپنے جس جد امجد کی طرف منسوب ہیں وہ ابولہب کے مولی تھے، اور ان شافع صاحب نے حضرت عمر فاروق سے مطالبہ کیا کہ وہ انھیں یعنی شافع کو موالیٔ قریش میں سے قرار دیدیں مگر حضرت عمر فاروق نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا، پھر شافع نے عہد عثمان میں حضرت عثمان غنی سے یہی مطالبہ کیا تو انھوں نے شافع کو موالیٔ قریش میں شمار کر لیا، اور اہل علم میں سے کچھ لوگ شافع کو موالیٔ عثمان میں شمار کرتے ہیں جیسا کہ مسعود بن شیبہ کی کتاب التعلیم میں مرقوم ہے اور جن جرجانی کے حوالے سے یہ بات کہی گئی ہے وہ ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن مہدی استاذ قدوری ہیں اور کتب مناقب میں منقول ہے کہ امام شافعی کی نشو ونما کمر توڑ فقر وفاقہ میں ہوئی، حالانکہ قریشی آدمی کو اس زمانے میں دیوان (بیت المال کے رجسٹرڈ) سے اتنا وظیفہ ملتا تھا جس کے ذریعہ سے وہ اپنی معاشی حالت درست رکھ سکتا تھا۔''[1]

ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ اکاذیب واباطیل پر مشتمل اپنے مذکورہ بالا بیان میں کوثری نے امام شافعی کو مولی قرار دینے کی بھرپور کوشش کی ہے اور اس مقصد کے لیے حسب عادت اکاذیب کا خوب استعمال کیا ہے، کذب بیانی و دروغ بافی کے عادی کوثری نے اپنے ہی مکذوبہ بیان میں اپنی جہالات مرکبہ کا بھی وسیع پیمانے پر ثبوت دیا ہے، کوثری نے علی الاطلاق تمام اہل علم کی طرف اپنی اختراعی جھوٹی بات کو منسوب کیا ہے جبکہ کسی بھی اہل علم نے یہ بات کہی یا لکھی نہیں ہے، بھلا کوئی صاحب علم بھی کوثری وارا کین تحریک کوثری کی طرح کا کذاب وجھوٹا اور لاف زن ہوسکتا ہے جو کوثری وارا کین تحریک کوثری کی طرح ہمہ وقت دروغ بافی پر مستعد وکمر بستہ رہنے کو اپنا پیشہ وشیوہ وشعار بنا لے؟ اپنی اس جھوٹی بات کے ثبوت میں تمام اہل علم نہیں کسی ایک ہی اہل علم سے بسند معتبر ارا کین تحریک کوثری اپنی اجتماعی کوشش صرف کر کے کوئی نقل پیش کر دیں تو ہم سمجھیں کہ کوثری وارا کین کوثری کبھی بھول کر بلا کسی مصلحت کے سچ بھی بول دیتے ہیں، ہمارا دعوی ہے کہ قیامت تک بھی ارا کین تحریک کوثری اپنی اجتماعی کوشش کے باوجود ایسا نہ کر سکیں گے۔

امام فخر الدین رازی نے اپنی کتاب مناقب شافعی میں جس جرجانی کی واضح الکذب بات کا ذکر کر کے اس کا مکذوب خالص ہونا ظاہر کیا ہے اس جرجانی حنفی مقلد کا نام کوثری نے ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن مہدی شیخ الاسلام القدوری بتلایا ہے، اس جرجانی کذاب کا کذاب ہونا صرف اس بات سے ظاہر ہے کہ اس کذاب نے علی الاطلاق تمام اصحاب مالک پر افتراء پردازی کی ہے، مالکی تراجم پر مشتمل ضخیم کتاب ''ترتيب المدارك وتقريب المسالك لمعرفة أعلام مذهب مالك'' للقاضی ابی الفضل عیاض بن موسی یحصبی (متوفی ۵۴۴ھ، ۱۱۴۹ء) اور ''الديباج المذهب في معرفة علماء المذهب'' (متوفی ۷۹۹ھ) اور دوسری کتب تراجم اصحاب مالک میں سے کسی میں بھی امام شافعی کو کسی بھی مالکی صاحب علم وقلم نے موالی میں شمار نہیں کیا اس جرجانی کذاب کے بہت پہلے فوت ہوجانے والے حافظ ابن عبدالبر جن کو مقلدین مالکی المذہب کہتے ہیں، انھوں نے ائمہ ثلاثہ امام مالک وشافعی وابوحنیفہ کی سیرت پر مستقل ایک کتاب الانتقاء لکھی ہے، انھوں نے نہایت واضح طور پر دوسرے

[1] التنكيل وتانيب الخطيب (ص: ١٠٠ وما بعدها)

اہل علم اور خود امام شافعی کے بیانات کے عین مطابق تمام اہل علم واہل سیر واہل نسب واہل حدیث واہل فقہ خصوصاً نسب قریش ونسب عرب کے ماہرین کا اجماع نقل کیا ہے:

”هو محمد بن إدريس بن عباس بن عثمان بن شافع بن السائب بن عبيد بن عبد يزيد بن هاشم بن المطلب بن عبد مناف بن قصي بن كلاب بن مرة بن كعب بن لؤي بن غالب بن فهر بن مالك بن النضر بن كنانة.“ [1]

نیز انھوں نے کہا ہے کہ امام شافعی کا نسب نبی کریم ﷺ سے عبد مناف بن قصی میں مل جاتا ہے، امام شافعی اپنے اجداد میں سے شافع بن السائب کی طرف منسوب ہونے کے باعث شافعی کہلاتے ہیں، اور مطلب کی طرف منسوب ہونے کے باعث مطلبی کہلاتے ہیں، اس لیے امام شافعی کو شافعی مطلبی بھی کہا جاتا ہے اور نبی کریم ﷺ کا نسب نامہ یہ ہے: ”محمد بن عبداللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف“ عبد مناف کے چار لڑکے تھے ہاشم ومطلب ونوفل وعبد شمس۔“

امام شافعی کے جس نسب نامہ پر اجماع ہے اس کے خلاف کوثری وارا کین تحریک کوثری کے معتمد علیہ جرجانی ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن مہدی شیخ القدوری کا بیان جھوٹ و دروغ بے فروغ کے علاوہ کیا ہوسکتا ہے؟ جس نے تمام مالکیہ پر یہ بہتان بازی واتہام تراشی وافتراء پردازی کی کہ تمام مالکیہ امام شافعی کو قریشی نہیں بلکہ مولی ابی لہب کہتے ہیں، یہی حال مسعود بن شیبہ سندھی کذاب ومفتری کا ہے کہ اس نے بھی اجماع کے خلاف یہ جھوٹ اختراع کیا کہ امام شافعی مولی ہیں۔ ان کذابین کی افتراء پردازی ان کی اس افتراء پردازی وبہتان تراشی سے بھی ظاہر ہے کہ امام شافعی کے جد امجد حضرت شافع بن السائب نے خلیفۂ راشد عمر فاروق سے کہا کہ وہ انھیں مولی قریشی قرار دے دیں، مگر حضرت عمر فاروق نے ایسا نہیں کیا کیونکہ ابولہب کا قریش میں سے ہونا اور ہمارے ﷺ کا چچا ہونا متحقق ہے، جو شخص مولی ابی لہب ہوگا وہ قطعی اور یقینی طور پر مولیٰ قریش بھی ہوگا، اس کا حضرت عمر فاروق سے یہ مطالبہ کہ اسے مولی ابی لہب کے بجائے مولی قریش قرار دے دیں ایک دیوانہ ومجنون ہی کا مطالبہ ہوسکتا ہے اور اس دیوانگی وجنون والے مطالبہ کو حضرت عمر فاروق صرف یہ کہہ کر مجنونانہ ودیوانگی قرار دے دیتے کہ جب تم مولی ابی لہب ہو تو قطعی طور پر تم مولی قریش بھی ہو، لہٰذا تمھارا یہ مطالبہ سراسر دیوانگی وکذب خالص اور سفید جھوٹ ہے۔ ان کذابین کی تکذیب کے لیے اتنی ہی بات کافی ہے مگر ان کذابین نے اپنی کذب بیانی پر مزید اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ دربار فاروقی سے مطالبۂ شافع کے مردود ہو جانے کے بعد عہد عثمانی میں بھی یہی مکذوبہ ومجنونانہ مطالبۂ شافع ہوا اور لطف یہ کہ خلیفۂ راشد عثمان غنی نے اس مطالبۂ مکذوبہ کو منظور کر لیا، کوثری اور اس کے ہم نوا لوگوں نے خلفائے راشدین عمر فاروق وعثمان غنی پر کذب بیانی کی اور انھیں اپنی طرح کا جاہل واحمق وبلید قرار دیا جو مولی ابی لہب ومولی قریش میں تفریق کے قائل تھے، اس طرح کے کذابین پر آخر کون سا شرعی حکم لگایا جائے؟

کسی قوم کا آزاد کردہ غلام اسی قوم کا فرد ہے:

پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ شریعت نے مولی کو وہی حقوق دیے ہیں جو حقوق اس کے آقا والی قوم کو دیے ہیں، امام بخاری نے ”صحيح البخاري، كتاب الفرائض، باب مولى القوم من أنفسهم وابن الأخت منهم“ میں

---

[1] الإنتقاء لابن عبد البر (ص: ٦٦)

حدیث نبوی نقل کی ہے:

"عن أنس بن مالك رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: مولى القوم من أنفسهم، وابن أخت القوم من أنفسهم." [1]

''آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی قوم کا مولیٰ خود اسی قوم کا فرد ہے اور بھانجے کا بھی یہی معاملہ ہے۔''

یہ حدیث نبوی صحیح البخاری میں متعدد مقامات پر متعدد اسانید سے مروی ہے اور دوسری کتب حدیث میں بھی موجود ہے، اس کی اسانید معنوی طور پر تواتر کا درجہ رکھتی ہیں۔

اپنی تضاد بیانی کے ذریعہ خود کوثری کی اپنی تکذیب:

ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ کوثری نے ایک طرف امام شافعی کو مولی ثابت کرنے پر زورِ بیان خوب صرف کیا، دوسری طرف اپنے ایجاد کردہ ان اکاذیب کی تکذیب کرتے ہوئے الانتقاء لابن عبد البر، جہاں امام شافعی کا اجماعی نسب نامہ مذکور ہے، وہیں حاشیہ آرائی کرتے ہوئے کہا:

"ومن زعم أن الشافعي كان مولى لأبي لهب فطلب من عمر أن يجعله من موالي قريش فامتنع فطلب من عثمان ذلك ففعل فقد بعد عن الصواب، وشذ عن الجماعة، والتعويل على بعض الحنفية والمالكية تعصب بارد، ولهم أن يناقشوه في علمه لا في نسبه." [2]

''جس نے یہ زعم باطل قائم کیا کہ شافعی ابولہب کے مولی تھے اور انھوں نے حضرت عمر فاروق سے مطالبہ کیا کہ انھیں موالیٔ قریش سے قرار دیں جس سے حضرت عمر فاروق باز رہے، تو عہد عثمان میں بھی شافع نے یہ مطالبہ حضرت عثمان غنی سے کیا جسے انھوں نے منظور کر لیا اس کا یہ زعم باطل صواب کے خلاف ہے، اور اس نے اجماع کی مخالفت کی اور اس زعم باطل کے لیے بعض حنفیہ و مالکیہ پر اعتماد کرنا تعصب بارد ہے، انھیں اس کا حق تو حاصل ہے کہ امام شافعی سے علمی معاملہ میں مناقشہ کریں مگر یہ حق نہیں کہ نسب میں ایسا کریں۔''

اپنے اس بیان کے ذریعہ کوثری کذاب نے تانیب والے اپنے بیان کی خود تکذیب کر لی اور جس مقصد کے حصول کے لیے تانیب میں سرگرمی دکھلائی اسے حاصل کرنے کو سر دتعصب بتلایا اور کسی کذاب کی تکذیب کے لیے یہ بات زیادہ مؤثر ہے کہ وہ خود اپنی بات کی تکذیب کرے اور کسی معاملہ میں متعارض ومتضاد رویہ اختیار کرے، بہر حال نسب امام شافعی پر تحریک تزویر و بہتان تراشی چلانے والے سارے کے سارے کذابین کی تکذیب دیوانہ پن والی احمقانہ باتوں وجہالات مرکبہ ہی سے ہو جاتی ہے۔

مصنف انوار درحقیقت اپنے زمانے کے اس کذاب اعظم کوثری کے مقلد جامد ہیں، اور محض جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ ہم مقلد ابی حنیفہ ہیں، البتہ چونکہ کذاب جہمی وغالی مرجی ہونے کے باوصف کوثری بھی ڈھونگ بازی کرتے ہوئے اپنے آپ کو مقلد ابی حنیفہ کہتے ہیں، اس لیے کوثری کی اس ڈھونگ بازی والی بات کی تقلید میں مصنف انوار بھی اپنے آپ کو مقلد ابی حنیفہ

---

[1] صحيح البخاري حديث نمبر (٦٧٦١، ٦٧٦٢، ١٢/ ٤٨، ٤٩) وعام كتب حديث.

[2] حاشيه الإنتقاء للكوثري (ص: ٦٦)

کہتے ہیں ورنہ وہ اور تمام اراکین تحریک کوثری اصلاً وحقیقتاً مقلد کوثری ہیں پھر متابعت کوثری میں ڈھونگ بازی کرتے ہوئے اپنے آپ کو مقلد ابی حنیفہ کہتے پھرتے ہیں۔

صاحب التنکیل علامہ معلّمی نے اکاذیبِ کوثریات کی بڑی حد تک تکذیب کر دی ہے، اور ہماری اس کتاب سے کوثری وار اکین کوثری بشمول مصنف انوار کی کوثریات کی مزید حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔

امام شافعی اور رسول اللہ ﷺ کے جد اعلیٰ اور عبدالمطلب بھائی تھے:

امام شافعی کے جد اعلیٰ مطلب بن عبد مناف ہمارے رسول اللہ ﷺ کے جد اعلیٰ عبد المطلب کے سگے بھائی تھے، مطلب کے اس بھائی کو شیبۃ الحمد ہاشم کہا جاتا ہے، ان کی پرورش بچپن میں ان کے ننھیال مدینہ منورہ میں ہوئی، یہ بڑے ہوئے تو انھیں ان کے سگے بھائی یعنی امام شافعی کے جد اعلیٰ مطلب مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ لے آئے۔

مختلف وجوہ سے ہمارے رسول ﷺ کے اس جد اعلیٰ شیبۃ الحمد ہاشم کو لوگوں نے عبد المطلب کہنا شروع کر دیا، ان دونوں سگے بھائیوں میں برادرانہ تعلق کے ساتھ دوستانہ اور والہانہ محبت والا تعلق بھی رہا، اور یہ سلسلہ دونوں کی اولاد میں بھی قائم رہا حتی کہ جب پورے اہل مکہ نے ہمارے نبی ﷺ کا بائیکاٹ کر کے شعب ابی طالب میں معنوی طور پر محصور ومحبوس کر دیا اور آپ ﷺ کے خاندان کے بھی کچھ افراد نے قریش مکہ ہی کا ساتھ دیا اس کٹھن گھڑی میں مطلب کی اولاد، یعنی امام شافعی کے اجداد نے، خواہ وہ مسلم ہوں خواہ غیر مسلم، سب نے آپ ﷺ کا ساتھ دیا اور شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے۔ بنابریں آپ ﷺ کا مشہور فرمان ہے:

"إنما بنو هاشم وبنو المطلب شيئ واحد منهم، لم يفارقونا في جاهلية ولا إسلام."[1]

''بنو ہاشم وبنو مطلب ایک ہی چیز ہیں، بنو المطلب نے نہ جاہلیت میں نہ اسلام میں ہمارا ساتھ چھوڑا۔''

امام شافعی کے اجداد میں سے چار حضرات عبد یزید وعبید وسائب وشافع صحابی ہیں جن کے تراجم کتب تراجم صحابہ میں موجود ہیں، عبد یزید کی صحابیت سے متعلق اچھی خاصی بحث ہماری کتاب "تنوير الآفاق في مسئلة الطلاق'' میں کی گئی ہے، امام شافعی اپنے پردادا شافع بن السائب کی طرف منسوب ہو کر شافعی اور جد اعلیٰ مطلب کی طرف منسوب ہو کر مطلبی کہلاتے ہیں، چونکہ امام شافعی کے اجداد کی چار پیڑھیاں صحابیت کے شرف سے مشرف ہیں جس سے امام شافعی کی بہت بڑی فضیلت ظاہر ہوتی ہے، اس لیے اس کے ذکر سے مصنف انوار نے احتراز کیا۔

خلافت عباسیہ کے پہلے خلیفہ سفاح نے چاہا کہ بنو المطلب کا نام دیوان اہل بیت سے خارج کر دے مگر امام شافعی کے پردادا عثمان بن نافع نے ایسا نہیں ہونے دیا، امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۱/ ۹) میں امام شافعی کے جد اعلیٰ شافع بن السائب کو صحابی کہا اور یہ کہا کہ ان سے زیادہ روایات کا راوی ہونا مجھے معلوم نہیں، امام شافعی کے دادا اور باپ کو علوی تحریک کا ساتھ دینے کی بنیاد پر بنو عباس نے نشانۂ ظلم وستم بنانا چاہا تھا اس لیے وہ اپنے اصل وطن مکہ مکرمہ سے بھاگ کر ملک شام وفلسطین میں

[1] صحيح البخاري مع فتح الباري حديث نمبر (٣١٤٠، ٦/ ٢٤٤- ٢٤٦ وحديث نمبر ٣٥٠٣، ٦/ ٥٣٢، ٥٣٧ وحديث نمبر ٤٢٢٩) و عام كتب حديث وسير.

روپوش ہوکر زندگی گزارنے لگے، اسی روپوشی کے زمانے میں شام کے شہر عسقلان کے پاس غزہ نامی آبادی میں امام شافعی ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے، یہی وجہ ہے کہ عسقلان کے ماتحت غزہ شہر میں پیدا ہونے والے امام شافعی کی جائے ولادت حسب عادت بعض لوگوں نے عسقلان شہر بتلایا ہے، یہ صرف ظاہری اختلاف ہے حقیقی اور معنوی نہیں، اور امام شافعی کی ابتدائی نشو ونما ان کے ننھیال یمن والوں میں ہوئی جو غزہ وعسقلان میں آباد تھے، اس لیے بعض لوگوں کو اشتباہ ہوا کہ یمن ہی میں امام شافعی کی ولادت و پرورش ہوئی۔ ہماری اس مختصر سی بات سے روایات مختلفہ میں تطبیق ہو جاتی ہے، یہ بات ہم نے عام کتب مناقب شافعی وکتب تراجم وسیر سے اخذ کی ہے، نیز "التنكيل بما في تأنيب الكوثري من الأباطيل" ترجمۂ امام شافعی سے بھی استفادہ کیا ہے۔

ہمارے رسول ﷺ اور خلفاء راشدین امام شافعی کے اجداد صحابہ کا بہت خیال رکھتے تھے جس کی تفصیل تراجم صحابہ کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے، چونکہ روپوشی کی زندگی میں امام شافعی کے والد ادریس بن عباس اپنے سسرال یمن بھی کچھ دن رہے، اس لیے بعض لوگوں نے حتی کہ بعض روایات کے مطابق امام شافعی نے بھی اپنے باپ کو یمن کے تبالہ نامی گاؤں کا باشندہ قرار دے دیا، اور یہ بہت ہوا ہے کہ مکہ مکرمہ کے بہت سارے باشندے مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مختلف مصالح کے تحت دور دراز والے مقامات کے باشندے بن گئے، یہ بھی واضح رہے کہ ددھیال کے اعتبار سے امام شافعی مطلبی تھے اور ننھیال کی طرف سے ہاشمی تھے۔[1] نیز امام شافعی کی والدہ یمنی قبیلہ بنو ازد کی خاتون تھیں، اس اعتبار سے امام شافعی کا ننھیال یمن کا قبیلہ ازد بھی ہے، احادیث نبویہ میں یمن اور بنو ازد کی بڑی فضیلت آئی ہے، خصوصا ایک حدیث میں بنو ازد کو جرثومۃ العرب کہا گیا ہے، یعنی عربوں کی جڑ وبنیاد۔[2] ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "الأزد أزد الله في الأرض"[3] یعنی یمنی قبیلۂ بنو ازد زمین میں اللہ تعالیٰ کا لشکر ہے۔

اوپر ہم کہہ آئے ہیں کہ امام شافعی کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی، بعض حضرات نے یہاں تک کہہ دیا کہ اسی سال جس دن امام ابوحنیفہ کی وفات قید خانۂ بغداد میں ہوئی اسی دن امام شافعی کی ولادت ہوئی۔[4]

امام شافعی کی نشو ونما اور تعلیم وتربیت:

امام شافعی کی عمر دو سال سے بھی کم تھی کہ ان کے والد ادریس بن عباس عسقلان یا غزہ میں فوت ہو گئے، جب امام شافعی دو سال کے ہوئے تو ان کے چچا انھیں ان کی والدہ سمیت مکہ مکرمہ لے آئے مگر ابھی مکہ مکرمہ میں تھوڑے ہی دن رہے تھے کہ حالات ومصالح کے پیش نظر والدۂ امام شافعی امام شافعی کو ان کے ننھیال اور اپنے میکے یمن میں لے گئیں، امام شافعی کی عمر کے دس سال پورے ہو رہے تھے کہ ان کی والدہ انھیں ان کے ددھیال مکہ مکرمہ لے کر آ گئیں، اسی دس سالہ زندگی میں امام شافعی بعمر سات سال حافظ قرآن ہو گئے اور کامیاب تیر اندازی، علم وادب اور لغت وشعر میں انھیں کافی مہارت ہو گئی، یہ کتب مناقبِ شافعی کا نہایت مختصر ملخص ہے۔

---

[1] مناقب الشافعي للرازي (ص: ۲۸ و ۲۹) تعليق توالی التأسيس (ص: ۳۹) وعام كتب مناقب شافعي.

[2] خطيب (۲/ ۵۸) وعام كتب مناقب شافعي.

[3] سنن الترمذي مع تحفة الأحوذي حديث نمبر (۴۱۹۵، ۴/ ۳۰۳ كتاب المناقب)

[4] توالی التأسيس للحافظ ابن حجر (ص: ۵۲ بحواله مناقب شافعي للحاكم والأكبري)

تنبیہ:

معلوم نہیں اپنی کوثریت وتقلید پرستی والی کس مصلحت کے پیش نظر مصنف انوار نے یہ جھوٹی بات لکھنے کی ضرورت سمجھی کہ ''دو سال کی عمر میں آپ (امام شافعی) کے والدین آپ کے ساتھ مکہ معظّمہ آ گئے۔'' [1] حالانکہ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا دو سال کی عمر ہونے سے پہلے ہی والدِ امام شافعی کا انتقال ہو گیا تھا اور وہ یتیم ہو گئے تھے، انھیں اور ان کی والدہ کو ان کے ایک چچا مکہ مکرمہ لائے تھے، والد تو کافی پہلے ہی فوت ہو گئے وہ ساتھ ساتھ مکہ مکرمہ کیسے آئے؟

امام شافعی کے لیے منامی (خواب والی) بشارتیں:

مصنف انوار اور اراکین تحریک کوثری نے اپنے قائد کوثری سمیت مکذوبہ خوابوں کے ذریعہ اپنے ائمہ اہل الرائے کے بہت سارے فضائل ومناقب بیان کر رکھے ہیں، یہاں ہم امام شافعی سے متعلق بعض سچے خوابوں کا ذکر کر رہے ہیں:

۱۔ امام شافعی کے خصوصی شاگردوں میں سے ایک شاگرد امام عبداللہ بن عبدالحکم بن اعین (متوفی ۲۱۴ھ) نے کہا کہ والدہ امام شافعی نے خواب میں دیکھا کہ ان کی شرمگاہ سے مشتری برآمد ہو کر اڑتا ہوا ملک مصر پہنچا، مصر میں اس کے بہت سارے ٹکڑے ہو گئے جو پوری روئے زمین کی ہر آبادی میں اڑ کر پہنچے۔ اس خواب کی تعبیر، تعبیر کے ماہر علماء نے یہ بتلائی کہ ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا علم وفضل پوری دنیا پر چھا جائے گا۔ [2]

اس روایت کو ظاہر ہے کہ امام شافعی نے اپنی ماں سے سنا اور اسے امام شافعی نے بہت سارے لوگوں سے بیان کیا، ان بہت سارے لوگوں میں ان کے شاگرد عبداللہ بن عبدالحکم نے اسے امام شافعی سے سن کر بیان کیا، لہٰذا اس کی سند متصل وصحیح ہے لیکن حافظ ذہبی نے اسے نہ جانے کیوں منقطع قرار دیا ہے۔ [3] حالانکہ حقیقتاً اس کی سند منقطع نہیں بلکہ متصل ہے۔ [4]

۲۔ امام شافعی سے بسند معتبر مروی ہے کہ بچپن میں میں نے خواب دیکھا کہ ایک آدمی لوگوں کو طریقۂ نماز کی تعلیم دینے کے لیے لوگوں کو اپنی امامت میں نماز پڑھا رہا ہے، میں اس امام کے قریب گیا اور بولا کہ مجھے بھی تعلیم دے دیجیے، اس امام نے اپنی آستین سے ایک ترازو نکال کر مجھے دیا اور کہا کہ یہ تمھارے لیے ہے، میں نے ایک معبر سے اس خواب کی تعبیر پوچھی، معبر نے بتلایا کہ آپ علم وفضل کے امام بنیں گے اور راہِ مستقیم وسنت پر قائم رہیں گے۔ [5]

۳۔ امام شافعی نے بحالت خواب نبی کریم ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ نے امام شافعی سے فرمایا: اے لڑکے! امام شافعی نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کس قبیلہ کے آدمی ہو؟ میں نے کہا کہ میں آپ ﷺ ہی کے قبیلے کا فرد ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے قریب آؤ، میں آپ کے قریب گیا، آپ ﷺ نے اپنا تھوک میری زبان، ہونٹوں اور منہ پر مل دیا اور فرمایا کہ اللہ تمھیں بابرکت بنائے اپنا رستہ لو، امام شافعی نے فرمایا کہ اس خواب کے بعد مجھ سے کوئی حدیث بیان کرنے اور شعر پڑھنے میں غلطی نہیں ہوئی۔ [6]

---

[1] مقدمه انوار (١/ ١٣٤)

[2] تاريخ خطيب (٢/ ٥٨ و٥٩)

[3] سير أعلام النبلاء (١/ ٩ و ١٠)

[4] نیز ملاحظہ ہو: مناقب الشافعی از امام فخر الدين للرازي (ص: ٣٥ و ٣٦)

[5] توالی التأسيس بحواله مناقب شافعي للحاكم (ص: ٦٠) ومناقب الشافعي للرازي (ص: ٣٦)

[6] توالی التأسيس بحواله بيهقي (ص: ٦٠ و ٦١ ومناقب الشافعي للرازي (ص: ٣٦)

۴۔ امام شافعی نے کہا کہ میں بغداد میں تھا تو میں نے خواب میں حضرت علی بن ابی طالب خلیفہ راشد کو دیکھا کہ وہ میرے پاس آئے اور میرے پاس ہی بیٹھ گئے، انھوں نے اپنے ہاتھ سے اپنی انگشتری نکال کر میرے ہاتھ میں رکھی، پوچھنے پر ایک معبر نے یہ تعبیر بتلائی کہ مشرق ومغرب میں جہاں جہاں حضرت علی مرتضی کا ذکر فرمایا جاتا ہے، وہاں وہاں آپ کا بھی ذکر خیر ہوگا یعنی پوری دنیا میں۔[1]

۵۔ امام زکریا ساجی نے اپنی سند سے نقل کیا کہ امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس ایک آدمی آیا، اس نے میری ساری کتابیں لے کر فضا میں اڑا دیں، میری ساری کتابیں فضا میں پرواز کرنے لگیں۔ میں نے معبرین کے سامنے اس خواب کا ذکر کیا، سب نے اس کی تعبیر یہ بتلائی کہ تمام عالم اسلام میں آپ کا علم وفضل پھیل جائے گا۔[2]

۶۔ امام ربیع شاگرد امام شافعی نے خواب میں حضرت آدم کی بابت دیکھا کہ انھیں موت آ گئی ہے اور لوگ ان کا جنازہ لے کر دفن کرنے کے لیے نکلنے والے ہیں، صبح ہوئی تو میں نے بعض علماء سے اس کی تعبیر پوچھی انھوں نے بتلایا کہ روئے زمین کے سب سے بڑے عالم کا انتقال ہو جانے والا ہے کیونکہ حضرت آدم کو اللہ تعالی نے تمام چیزوں کا علم بخشا تھا، جیسا کہ فرمایا: ﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا﴾ [سورة البقرة: ٣١] اس خواب کے تھوڑا عرصہ بعد ہی امام شافعی فوت ہوگئے۔ یعنی روئے زمین کے سب سے بڑے عالم اس زمانے میں امام شافعی ہی تھے۔[3]

ان سچے خوابوں اور اس طرح کے دیگر خوابوں کے مطابق امام شافعی فی الواقع اپنے زمانہ کے ممتاز و بلند ترین ائمہ دین میں سے ہوئے جیسا کہ آنے والی تفصیل سے مزید حقیقت ظاہر ہوگی۔ ناظرین کرام آنے والے مباحث کا بغور مطالعہ کریں۔

مناقب امام شافعی سے متعلق احادیث نبویہ: پہلی حدیث:

یہ معروف ومشہور حدیث نبوی متعدد کتب حدیث میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"إن الله يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها."[4]

"ہر صدی کے سرے پر اللہ تعالی امت محمدیہ کے دین محمدی کی تجدید کرنے والا کوئی نہ کوئی امامِ وقت ضرور مبعوث کرتا رہے گا۔"

دوسری حدیث:

حافظ ذہبی نے کہا:

"قال أحمد بن حنبل من طرق عنه: إن الله يقبض للناس في رأس كل مائة من يعلمهم

[1] مناقب الشافعي للآبري ومناقب الشافعي للحاكم وتوالى التأسيس (ص: ٦١) ومناقب الشافعي للرازي (ص: ٣٦) والإنتقاء لابن عبد البر (ص: ٨٨)

[2] توالى التأسيس (ص: ٦١ ومناقب الشافعي للرازي (ص: ٦٣) [3] مناقب الشافعي للرازي (ص: ٣٤)

[4] الأحاديث الصحيحة للألباني نمبر (٥٩٩) بحواله سنن أبي داود (٢/ ٤٢٤) و مستدرك حاكم مع تلخيص ذهبي (٤/ ٥٢٢) ومعرفة السنن والآثار للبيهقي (١/ ٥٢) وتاريخ خطيب (٢/ ٦١) وصححه الحاكم والذهبي وتعليق سير أعلام النبلاء ترجمة شافعي (١٠/ ٤٦ وصححوه)

السنن، وينفي عن رسول اللهﷺ الكذب، قال: فنظر فإذا في رأس المائة عمر بن عبد العزيز، وفي رأس المائتين الشافعي."[1]

''امام احمد بن حنبل نے کئی اسانید کے مطابق یہ حدیث نبوی نقل کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر صدی کے شروع میں کسی نہ کسی مجدد دین کو پیدا کرے گا جو لوگوں کو سنن نبویہ کی تعلیم دے گا اور ذات نبوی کی طرف منسوب اکاذیب کا اکاذیب ہونا واضح کرے گا۔ امام احمد نے فرمایا کہ ہم نے دیکھا کہ پہلی صدی کے مجدد دین خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز (مولود ۶۰ھ ومتوفی ۱۰۱ھ) ہیں اور دوسری صدی کے مجدد دین امام شافعی ہیں۔''

تیسری حدیث:

امام ابویعلی نے اپنی کتاب مسند میں کہا:

"حدثنا إبراهيم بن سعيد الجوهري ثنا أبو معاوية عن إسماعيل بن مسلم عن عطاء عن ابن عباس قال: قال رسول اللهﷺ: اللهم اهد قريشا فإن علم العالم منهم يسع طباق الأرض، اللهم أذقت أولها نكالا فأذق آخرها نوالا."[2]

''حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! قریش کو ہدایت دے، ان کے ایک عالم کا علم پوری روئے زمین پر چھا جائے گا، اے اللہ جس طرح تو نے اوائل قریش کو عبرت ناک سزا سے دوچار کیا ہے اسی طرح اواخر قریش کو اچھا مزہ چکھا۔''

حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو نقل کر کے کہا:

"رجاله رجال الصحيح إلا إسماعيل بن مسلم ففيه مقال."[3]

''اس کی سند کے سبھی رواۃ صحیح بخاری ومسلم کے رواۃ ہیں بجز اسماعیل بن مسلم کے کہ ان میں کلام ہے۔''

ہم کہتے ہیں کہ جن اسماعیل بن مسلم کی بابت حافظ ابن حجر نے کہا کہ ان میں مقال ہے وہ اس سند میں واقع نہیں بلکہ انھیں کے ہم عصر وہم طبقہ وہم وطن اسماعیل بن مسلم مکی مخزومی ثقہ ہیں۔[4] لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے۔ نیز اس کے متعدد معنوی متابع وشواہد ہیں جن سے مل کر یہ حدیث صحیحین کے درجہ کی حدیث بن جاتی ہے، یہ حدیث نبوی بلا شک وشبہ امام شافعی پر منطبق ہوتی ہے۔

چوتھی حدیث:

" قال الإمام أحمد بن عبد الرحمن: سمعت الربيع بن سليمان بقول: ناظر الشافعي محمد بن الحسن فبلغ الرشيد فقال: أما علم محمد أن النبى ﷺ قال: قدموا قريشا فإن

[1] سير أعلام النبلاء مع الحواشي (۷/ ٤٦) تاريخ بغداد (۲/ ٦٢) ومعرفة السنن والآثار للبيهقي (۱/ ۳۸) وحلية الأولياء (۹/ ۹۷ و ۹۸) وتاريخ ابن عساكر (۱٤/ ٤۱۲) وتوالي التأسيس (ص: ٤۸) مذکورہ بالا حدیث بھی اپنے کثرت طرق کی بنا پر صحیح ہے۔

[2] مسند أبي يعلى، توالي التأسيس (ص: ٤٤)　[3] توالي التأسيس (ص: ٤٤)

[4] ملاحظہ ہو ان کے ترجمہ کے لیے تهذيب الكمال وتهذيب التهذيب وتقريب التهذيب.

علم العالم منه يسع طباق الأرض؟"[1]

''امام شافعی کے شاگرد خاص ربیع بن سلیمان نے کہا کہ امام شافعی سے امام محمد بن حسن شاگرد ابی حنیفہ نے مناظرہ کیا جس میں امام محمد امام شافعی کے بالمقابل ہار گئے، اس پر خلیفہ ہارون الرشید نے کہا: کیا محمد بن حسن کو یہ معلوم نہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قریش کو مقدم مانو ان کے ایک عالم کا علم پوری روئے زمین پر چھا جائے گا؟''

اس سے معلوم ہوا کہ حدیث مذکور کی شہرت زیادہ تھی اور اس کی صحت عوام وخواص میں مسلم تھی، جسے ایک مسلم حقیقت کے طور پر ہارون الرشید نے دربار خلافت میں پیش کیا اور اس پر کسی نے نکیر نہیں کی۔ امام عبدالملک بن محمد نے اس حدیث کا مصداق نیز دوسرے اہل علم نے بھی امام شافعی ہی کو قرار دیا ہے۔[2]

مکذوبہ ومخترعہ فضائل والی روایات کو اپنے ائمہ اہل الرای کے مناقب میں بکثرت نقل کرنے کے عادی مصنف انوار اور ان کے ہم مزاج اراکین تحریک کوثری نے امام شافعی پر منطبق ہونے والی ان احادیث صحیحہ کی نقل کی طرف نظر التفات بھی نہیں ڈالی، کیا یہ دوغلی اور دورخی متناقض پالیسی نہیں ہے؟ ناظرین کرام دیکھ آئے ہیں کہ امام شافعی کو موالی میں سے ثابت کرنے کے لیے کوثری نے ایک اختراعی بات یہ کہی ہے کہ نہایت زیادہ کمرتوڑ فقر وفاقہ میں امام شافعی زندگی گزارتے تھے حالانکہ بنوالمطلب کو دفتر بیت المال سے وظیفہ ملتا تھا جس سے وہ اپنی کمر سیدھی رکھ سکتے تھے، حالانکہ اس وقت کے حکام بنوالمطلب اور دوسرے اہل حق کے حقوق خوب ہڑپ کر جاتے تھے جیسا کہ حقائقِ واضحہ کو کوثری اور ارکان تحریک کوثری ہڑپ کر جاتے ہیں اور ان کی جگہ پر خودساختہ اکاذیب کی بھرمار کر دیا کرتے ہیں۔ کیا تنگ دستی مولی ہونے کو مستلزم ہے؟

تقلیدِ کوثری میں امام شافعی کے موالی میں سے ہونے کے ثبوت میں مصنف انوار نے امام شافعی کے ''اسم ونسب'' کے عنوان کے تحت یہ بھی لکھا ہے:

''نہایت تنگ دستی میں آپ کی یعنی امام شافعی کی پرورش ہوئی یہاں تک کہ علمی یادداشتوں کے لیے کاغذ میسر نہ ہوتا تو ہڈیوں پر لکھ لیتے تھے۔''[3]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار کا لفظ ''نہایت تنگ دستی'' ''نہایت'' سے بھی زیادہ غور طلب ہے، کیونکہ امام شافعی نے یتیم اور بے مال ومنال ہونے کے باوجود بھی کسی دوسرے پر بارگراں بن کر پرورش نہیں پائی تھی، نہ ان کی والدہ وچچا اور ماموں حضرات ہی نہایت تنگ دست تھے، مصنف انوار کا یہ لفظ بہت زیادہ قبیح قسم کا جھوٹ اور دروغ بےفروغ ہے، البتہ "اللمحات'' کے گزشتہ صفحات میں یہ تفصیل گذر چکی ہے کہ کتب مناقب ابی حنیفہ کی جن روایات کو وحی الٰہی کی طرح اپنے اہل الرای اماموں کے فضائل میں مصنف انوار نقل کرتے چلے جاتے ہیں ان میں یہ روایات بھی ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے گھر والوں کی پرورش ان کے استاذ خاص امام حماد نے کی، معلوم نہیں کہ حماد اور ابوحنیفہ میں کیا رشتہ تھا جس کے سبب حماد نے بیس سال تک امام ابو حنیفہ اور ان کے گھر والوں کی کفالت وپرورش کی؟

---

[1] توالی التأسیس (ص: ٤٤ و ٤٥) بحواله مناقب الشافعي للبيهقي وتهذيب الكمال للمزي (٣/ ١١٦٢)

[2] ملاحظہ ہو: توالی التأسیس مع حواشي (ص: ٤٥) والتنكيل (١/ ٣٩٢-٣٩٥) وارواء الغليل للألباني حديث نمبر (٥١٢)

[3] مقدمه انوار (١/ ١٣٤)

ہمارے رسول ﷺ کا یتیم ہونا سب کو معلوم ہے مگر کیا اس کا بھی کوئی ثبوت ہے کہ آپ ﷺ کے گھر والوں کی کفالت بیس سال تک کسی اجنبی شخص نے کی؟ کیا یہ ثابت ہے کہ نہایت تنگ دستی میں آپ ﷺ کی پرورش ہوئی؟ یہ معلوم ہے کہ قرآن مجید کو ہمارے رسول ﷺ کا تبین وحی سے ہڈیوں، کھجور کے پتوں اور لکڑیوں وغیرہ پر لکھواتے تھے، کیا اس کا صرف یہی سبب تھا کہ آپ ﷺ اور کاتبین وحی بڑی تنگ دستی میں تھے؟

ہاں یہ صحیح ہے کہ آپ ﷺ کے اکثر کاتبین وحی اور اصحاب بڑے سرمایہ دار نہ تھے مگر اپنی کفالت کے لیے یہ لوگ کسی اجنبی کے دست نگر نہیں تھے، آپ ﷺ لاکھ سرمایہ دار نہ سہی مگر صحیح بخاری وعام کتب حدیث میں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبری کا یہ بیان دیکھیے کہ آپ ﷺ کو یتامی ومساکین وبیواؤں کا ماوی وملجا اور پریشان حال لوگوں کے ضائع ہونے والے حقوق کو بحال کرانے والا کہا گیا ہے۔

امام شافعی کے پردادا عثمان بن شافع تابعی کا ایک عظیم کارنامہ:

امام شافعی کے پردادا حضرت عثمان بن شافع نے عباسی خلیفہ سے اس بات پر پورے اعتماد کے ساتھ جرأت وجسارت سے بنو مطلب کا حق دلانے کے لیے زور دار گفتگو کے ذریعہ کامیابی حاصل کی، عین ممکن ہے کہ اس وقت امام شافعی کے والد صاحب ہوش گوش والی عمر کو پہنچے ہوں، کیا ایسے خاندان کا چشم وچراغ اسی طرح پرورش پائے گا جس طرح مصنف انوار نے اپنے زور تزویر وفن بیانی کے ذریعہ ظاہر کیا ہے؟ حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ امام شافعی کے پردادا سے زیادہ احادیث منقول نہیں ہیں۔[1] اس کا مطلب یہ ہے کہ موصوف عثمان بن شافع سے کچھ روایات ضرور منقول ہیں۔

امام شافعی کے باپ دادا اگر سیاسی حالات کے سبب روپوش ہو کر زندگی گزار رہے تھے تو مصنف انوار کی متدل روایات کے حوالے سے ہم بیان کر آئے ہیں کہ امام ابوحنیفہ ۱۳۰ھ سے لے کر عرصہ دراز تک یعنی تعمیر بغداد کے زمانہ تک حکومت اور قید وبند کے ڈر سے فرار ہو کر حجاز میں روپوشی کی زندگی گزار رہے تھے، اس روپوشی کے زمانے میں امام ابوحنیفہ کس کے زیر کفالت تھے؟ امام ابراہیم نخعی اور بڑے بڑے اکابر کو کسی نہ کسی سبب روپوشی کی زندگی گزارنی پڑی ہے، ہم بیان کر آئے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے والد اپنے وطن انبار سے حکومت کے مظالم سے پریشان ہو کر خراسان بھاگ گئے تھے اور وہیں امام ابوحنیفہ بھی پیدا ہوئے، یہ لوگ آخر کس کے زیر کفالت اور دست نگر بن کے رہے؟ یہ متحقق ہے کہ امام ابوحنیفہ کے باپ و دادا مملوک غلام تھے، کیا امام شافعی نے بھی غلامی میں زندگی گزاری تھی؟

والدۂ امام شافعی عالمہ فاضلہ تھیں:

امام شافعی کی والدہ ایک عورت اور مرد کے ساتھ مکہ مکرمہ کی عدالت میں شہادت دینے گئیں، قاضیٔ عدالت نے بہت چاہا کہ دونوں خواتین کے درمیان تفریق کرائے مگر والدۂ امام شافعی نے قاضی کے سامنے اس قرآنی آیت کی تلاوت کر کے ﴿اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى﴾ [البقرہ: ٢٨٢] قاضی کو خاموش کر دیا۔[2]

---

[1] سیر أعلام النبلاء.　　[2] توالی التأسیس (ص: ٤١)

والدۂ امام شافعی یمنی قبیلہ ''ازد'' کی خاتون تھیں اور یمنی قبائل بڑی کثرت سے امام شافعی کی ولادت گاہ غزہ نزد عسقلان میں آباد تھے، اس لیے اسے یمنی آبادی بھی کہا جاتا ہے حتی کہ مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ پر بھی یمنی ہونے کا اطلاق ہوتا ہے۔[1] اس سے معلوم ہوا کہ والدۂ امام شافعی بھی اپنے خاندان کی عام خواتین کی طرح عالمہ فاضلہ تھیں، اور یہ بات گزر چکی ہے کہ والدۂ امام ابو حنیفہ اپنے پیش آمدہ مسائل فرقۂ مرجیہ کے اماموں کے پاس اپنے صاحب زادے امام ابو حنیفہ کو بھیج کر حل کراتی تھیں، امام ابو حنیفہ کچھ بولتے تو فرماتیں کہ ہم کو تمھارے فتوی پر اعتماد واعتبار نہیں، نیز امام ابو حنیفہ کا فتوی یہ تھا کہ عورتیں مسجدوں میں جا کر نماز نہ پڑھیں مگر ان کی والدہ ذرا بھی امام ابو حنیفہ کے فتوی کا لحاظ نہ کرتیں اور امام ابو حنیفہ کو ہی اپنی والدہ کو تراویح کی نماز مرجی اماموں کے ساتھ پڑھانے کے لیے تین میل تک کا سفر کر کے روز لے جانا پڑتا تھا، کیا یہ باتیں یوں ہی نظر انداز کرنے کی ہیں؟ فرقہ کوثریہ دیوبندیہ کی معتبر کتاب جواہر المضیہ (۱/ ۵۷) میں صراحت ہے کہ امام ابو حنیفہ روزانہ صرف ایک ہی رکعت وتر پڑھتے تھے مگر یہ فرقہ ایک رکعت وتر پڑھنے پر اکتفا کرنے کو جائز تک نہیں کہتا، کیا یہ اس فرقہ کی انتہائی زیادہ بے راہ روی نہیں ہے؟

ایضاح:

سات سال کی عمر میں امام شافعی حافظ قرآن اور دس سال کی عمر میں حافظ موطأ ہو گئے۔ تمام روایات پر نظر ڈالنے سے مستخرج ہوتا ہے کہ اپنی دو سالہ عمر میں مکہ مکرمہ آنے کے جلد ہی بعد امام شافعی اور ان کی ماں کو ان کے ننھیال یمن والوں نے اپنے یہاں بلا لیا، جہاں وہ سات سال کی عمر ہی میں حافظ قرآن ہو گئے اور عرب کے فصیح ترین قبیلہ ہذیل سے ادب وشعر کی تعلیم پائی، دس سال کے ہونے لگے تو ان کی ماں انھیں مکہ مکرمہ لے آئیں، امام شافعی تحصیل علم اور تیر اندازی کی مشق میں مشغول رہتے تھے، بعض لوگوں نے روزی روٹی کے لیے کمائی کرنے کا مشورہ دیا مگر وہ تحصیل علم ہی میں لگے رہے، دس سال کی عمر میں وہ علوم دینیہ کی تحصیل میں مصروف ہو گئے اور دس سال کی عمر ہی میں موطأ امام مالک مکی اساتذہ سے پڑھ کر حافظ موطأ ہو گئے۔

امام شافعی کا گھر شعب خفیف (جسے شعب ابی طالب بھی کہا جاتا ہے جہاں امام شافعی کے اجداد خاندان نبوت کے ساتھ قریش کے بائیکاٹ کے سبب رہنے لگے تھے) میں تھا، موصوف علوم شعر وادب ولغت کے ماہر ہونے کے ساتھ امام سفیان بن عیینہ مکی اور امام مسلم بن خالد زنجی کی درسگاہ میں خصوصی طور پر فقہ وحدیث پڑھتے رہے، امام شافعی کی عمر کا تیرھواں سال چل رہا تھا کہ ان کے استاذ خاص مسلم بن خالد نے کہا: میں نے امام مالک کی درسگاہ میں داخل ہو کر اس زمانے میں موطأ پڑھی جب کہ بہت سارے تابعین کرام مدینہ منور میں موجود تھے۔ امام شافعی اپنی عمر کے تیرہ سال ہونے سے پہلے مکہ مکرمہ میں تحصیل علم کے زمانے میں اپنے سے نیچے درجہ کے طلبہ کو پڑھاتے تھے جس سے ان کے علم کو ظاہر ہے جلا ملتی تھی، امام شافعی کی اس کارکردگی کے سبب انھیں پڑھنے کے لیے فیس نہیں دینی پڑتی تھی، تیرہ سال کی عمر پوری نہیں ہوئی تھی کہ امام شافعی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جا کر درسگاہِ امام مالک میں داخل ہوئے اور موطأ پڑھنے لگے۔ یہ مناقب امام شافعی پر لکھی گئی کتابوں کی روایات معتبرہ کا خلاصہ ہے۔

حلیۃ الاولیاء (۹/ ۶۹) میں بسند معتبر مروی ہے کہ امام شافعی نے کہا کہ میں خدمتِ امام مالک میں آیا تو میری عمر بارہ سال تھی، اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ امام شافعی نے عربوں کے قاعدہ کے مطابق اس روایت میں بارہ سال سے زیادہ کسر والے مہینے حذف کر دیے ہیں۔

---

[1] معرفة السنن والآثار (۱/ ۵۱ و ۵۲)

علومِ امام ابن جریج میں امام شافعی کا حصول مہارت:

امام شافعی کے آبائی وطن مکہ مکرمہ میں امام ابن جریج کے علوم وفنون، کتابوں، تقوی وطہارت اور عبادت گزاری خصوصاً نماز کا بہت شہرہ تھا کہ ان کی نماز حضرت عبداللہ بن زبیر خلیفۂ راشد اور عبداللہ بن زبیر کے نانا خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق اور رسول ﷺ کی نماز کے عین مطابق ہوتی ہے، ہم نے اس بات کا مفصل تذکرہ اپنی مختلف کتابوں خصوصاً ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' میں تحقیق کے ساتھ کیا ہے، امام ابن جریج کی کتابوں اور ان کے علوم وفنون امام شافعی نے اپنے پانچ خصوصی اساتذۂ مکہ مکرمہ سے حاصل کیے ایک سفیان بن عیینہ، دوسرے امام عبداللہ بن حارث مخزومی، تیسرے امام عبدالمجید بن عبدالعزیز بن رواد، چوتھے امام مسلم بن خالد زنجی، پانچویں امام سعید بن سالم۔[1] امام ابن جریج کے علوم کی مہارت امام شافعی کو مدینہ منورہ جانے سے پہلے اپنی بارہ سالہ عمر میں ہو چکی تھی، نیز مکہ مکرمہ کے دیگر اساتذہ سے بھی موصوف امام شافعی نے بڑی توجہ سے علوم حدیث وفقہ اور خاص طور پر قرآن مجید کی تفسیر پڑھی، امام ابن جریج کی کتابوں میں تفسیر قرآن مجید پر بھی کتابیں موجود ہیں، اتنی کم عمری وکم سنی میں علم کے اتنے اونچے درجہ پر پہنچنے میں امام شافعی کو علمی شغف وتوجہ سے بڑی مدد ومعاونت ملی، امام شافعی کی کم سنی ہی میں علم کی بلند پروازیوں کا یہ حال تھا کہ امام سفیان بن عیینہ جیسے محدث وفقیہ ومفسر کی خدمت میں فقہ وفتوی وتفسیر سے متعلق جو سوالات آتے تھے ان کے جواب کا مکلّف موصوف امام سفیان بن عیینہ اپنے اسی شاگرد امام شافعی ہی کو بنایا کرتے تھے، امام سفیان بن عیینہ استاذ شافعی ہونے کے باوجود امام شافعی کی بہت توقیر وتعظیم کرتے تھے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ امام حمیدی سے ناقل ہیں:

''كان ابن عيينة ومسلم بن خالد وسعيد بن سالم و عبد المجيد بن عبد العزيز وشيوخ أهل مكة يصفون الشافعي ويعرفونه من صغره مقدما عندهم بالذكاء والعقل والصيانة لم يعرف له صبوة''[2]

''امام سفیان بن عیینہ ومسلم بن خالد وسعید بن سالم وعبدالمجید بن عبدالعزیز اور دیگر اساتذۂ مکہ مکرمہ اور مشائخ حضرات امام شافعی کا وصفِ جمیل بیان کرتے اور انھیں ان کے بچپن ہی سے علوم میں ترقی والا سمجھتے اور ان کی ذکاوت وعقل مندی وتقوی شعاری کی تعریف کرتے تھے، امام شافعی کے لیے بچپن ونوجوانی والی کوئی خامی وکمزوری معروف ومعلوم نہیں ہے۔''

ایک بار اپنے استاذ سفیان بن عیینہ کی درسگاہ میں کوئی رقت انگیز حدیث سن کر امام شافعی جیسے حساس نوخیز طالب علم کے دل پر اتنا اثر پڑا کہ وہ بیہوش ہو گئے، ان کی بیہوشی کی طوالت دیکھ کر لوگوں میں شور ہو گیا کہ امام شافعی کو موت آ گئی ہے، امام ابن عیینہ نے فرمایا کہ اگر محمد بن ادریس فوت ہو گئے تو اپنے زمانے کا افضل ترین شخص فوت ہو گیا۔[3] امام شافعی نے علومِ قراءت وتجوید وتفسیر مکہ مکرمہ کے ماہر علوم قرآن امام اسماعیل بن عبداللہ ابو اسحاق مخزومی سے حاصل کیا۔[4]

---

[1] توالی التأسيس (ص: ٧٢ و ٧٣) و عام کتب مناقب وسير وتراجم.

[2] ملاحظہ ہو: توالی التأسيس (ص: ٧٦ بحواله مناقب الشافعي للبيهقي)

[3] عام کتب مناقب شافعي. [4] مناقب الشافعي لابن أبي حاتم (ص: ١٤١ و ١٤٢ و ٣٤٣) و عام کتب مناقب.

الحاصل امام شافعی بارہ سال کی عمر میں جبکہ تیرہویں سال میں چل رہے تھے بہت سارے علوم وفنون کے ساتھ فقہ وحدیث اور تفسیر وفتوی کے ماہر ہو گئے تھے، اور ان پر خوف خدا اس قدر غالب تھا اور وہ اس قدر تقوی شعار وحساس تھے کہ رقت انگیز احادیث وآیات وتفسیرات سن کر بہت متأثر ہوا کرتے تھے، اور ظاہر ہے کہ جس میں یہ اوصاف ہوں گے وہ اللہ تعالی کی طرف بہت زیادہ توجہ دینے والا ہوگا، خاص طور سے عبادات اور حقوق العباد کے معاملات میں۔ اس کم عمری میں ان اوصاف سے بہرہ ور ہونا بہت زیادہ اہم بات ہے، اس پر مستزاد یہ کہ موصوف میں نظافت، صفائی وستھرائی اور ظاہری شکل وصورت اور جسمانی بناوٹ بہت اچھی تھی۔

بعض روایات صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یمن میں جا کر امام شافعی نے علوم قیافہ وعلوم فراست حاصل کیے اور ان علوم کو کتابوں میں مدون بھی کر لیا۔[1] ظاہر ہے کہ امام شافعی نے دس سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے یہ علوم حاصل کیے جب ان کے ننھیال والوں نے انھیں اپنے یہاں بلا لیا تھا، پھر جب موصوف امام شافعی دس سال کے ہو گئے تو اپنی ماں کے ساتھ اپنے آبائی وطن مکہ مکرمہ میں آ گئے، وہاں تیر اندازی میں مہارت حاصل کرنے کے ساتھ تحصیل علوم دین میں مصروف رہنے لگے، جیسا کہ تمام روایاتِ معتبرہ کا مفاد ہے۔

علوم قرآن مجید:

امام شافعی دس سال کی عمر میں جب اپنے ننھیال اہل یمن سے اپنے گھر مکہ مکرمہ آئے تو وہ حافظ قرآن اور اشعار قبیلۂ بنو ہذیل کے حافظ تھے اور علوم قیافہ وفراست کے ماہر بھی، اس زمانے میں علوم قرآن کے بہت ماہر استاذ امام اسماعیل بن عبداللہ ابو اسحاق مخزومی (متوفی ۱۷۰ھ) کی درسگاہ اوج کمال پر تھی وہ بڑے ثقہ وضابط تھے۔[2] ان کی درسگاہ میں امام شافعی علوم قرآن حاصل کرنے لگے۔[3] امام اسماعیل کی توجہ سے جلد ہی امام شافعی علوم قرآن تجوید، قراءت، تفسیر، معانی قرآن اور غرائب القرآن کے ماہر ہو گئے، یہ بات گذر چکی ہے کہ نہایت کم سنی میں طالب علمی کے دور میں امام شافعی اپنے اساتذہ کی درسگاہوں میں اپنے سے نیچے کلاس والے طلبہ کو پڑھاتے بھی تھے۔

امام حرملہ کا کہنا ہے کہ امام شافعی اپنی تیرہ سالہ عمر میں لوگوں کو پڑھانے لگے تھے اور بالغ ہونے سے پہلے موطأ امام مالک حفظ کر چکے تھے۔ سیر اعلام النبلاء (۱/۵۴) میں ہے:

"قال حرملة: قال الشافعي كنت أقرئ الناس وأنا ابن ثلاث وعشرة سنة، وحفظت الموطأ قبل أن أحتلم"

''امام حرملہ بن یحیٰ تجیبی نے کہا کہ میں نے امام شافعی کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں تیرہ سال کی عمر ہی میں پڑھنے پڑھانے لگا تھا اور بالغ ہونے سے پہلے موطأ امام مالک کو حفظ کر چکا تھا۔''

---

[1] مناقب الشافعي لابن أبي حاتم (ص: ۱۲۹ و ۱۳۰) وحلية الأولياء (۹/ ۱۴۳ و ۱۴۴) و توالی التأسيس (ص: ۵۱ و۵۲)

[2] طبقات ابن الخزاري (۱/ ۱۶۶)

[3] مناقب الشافعي (۱/ ۲۷۷) و آداب الشافعي لابن أبي حاتم (ص: ۱۴۲) وتاريخ ابن عساكر (۱۴/ ۴۰۲) وطبقات القراء (۱/ ۱۶۶) و البداية والنهاية (۱۰/ ۲۵۲)

یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ تیرہ سال کا لڑکا درس وتدریس کا بھی کام کرے اور مشاہیر روزگار اساتذہ کرام کی درسگاہوں میں تعلیم بھی حاصل کرے۔

ایضاح:

بقول حافظ ذہبی پوری ایک جماعت نے روایت بیان کی ہے:

"حدثنا الربيع سمعت الحميدي سمعت مسلم بن خالد الزنجي يقول للشافعي: أفت يا أبا عبد الله فقد والله آن لك أن تفتي، وهو ابن خمس عشرة سنة"[1]

''امام ربیع نے کہا کہ امام حمیدی عبداللہ بن زبیر قرشی اسدی مکی (متوفی ۲۱۹/ ۲۲۰ھ) نے کہا کہ میں نے سنا کہ امام مسلم بن خالد زنجی مکی (متوفی ۱۷۹/ ۱۸۰ھ) امام شافعی سے کہہ رہے تھے کہ اے ابوعبداللہ (امام شافعی کی کنیت) یعنی اے شافعی! آپ فتوی دینے کے اہل ہو گئے ہیں، اس لیے آپ اب فتوی دیا کریں۔ جس وقت امام مسلم بن خالد زنجی نے یہ بات کہی امام شافعی کی عمر پندرہ سال تھی۔''

امام حمیدی سے منقول اس روایت پر بعض حضرات نے یہ کلام کیا ہے کہ جس وقت حضرت امام شافعی کی عمر پندرہ سال تھی اس وقت امام حمیدی کی عمر ایسی نہیں تھی کہ وہ امام مسلم بن خالد زنجی سے اس بات کا سماع کر سکیں، اس لیے کسی راوی سے اس میں غلطی یا تصحیف ہوگئی ہے، مگر ہم کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند نہایت پختہ وصحیح ہے اور اس روایت میں وقوعِ خطا کا الزام اگر عائد ہوسکتا ہے تو امام حمیدی یا امام ربیع (کتب امام شافعی کے مرتب اور امام شافعی کے شاگرد خاص) پر عائد ہوسکتا ہے مگر یہ دونوں اس قدر پختہ کار ثقہ ہیں کہ ان میں سے کسی پر یہ الزام عائد کرنے پر ضمیر آمادہ نہیں ہوتا، اور تمام مراجع میں نساخ وکاتب کی غلطی سے اسقاط وتصحیف بھی نہیں مان سکتے لیکن ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ بعض حضرات کو اس روایت میں کیا پیچیدگی نظر آتی ہے؟ جبکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ امام مسلم بن خالد سے یہ بات حمیدی نے کہتے سنی کہ جب امام شافعی کی عمر صرف پندرہ سال تھی تو انھوں نے (امام مسلم بن خالد نے) امام شافعی سے یہ بات کہی تھی، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امام مسلم نے یہ بات امام حمیدی کے سامنے اس وقت کہی جس وقت امام شافعی کی عمر پندرہ سال تھی، اتنی واضح بات کو روایت صحیحہ کا مطلب مذکور بتلا کر اسے پیچیدہ کہنا ہمارے خیال سے عجوبہ ہے، پھر ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ ان بعض حضرات کی بات صحیح فرض کر کے کہا جا سکتا ہے کہ امام حمیدی کا سال وفات ۲۱۹/ ۲۲۰ھ ہے مگر سال ولادت کا پتہ نہیں لگتا، پھر یہ کیوں نہ مان لیا جائے کہ امام حمیدی کا سال ولادت وہی ہے جو امام شافعی کا ہے یا اس سے دو ایک سال بعد ہے، دریں صورت امام مسلم زنجی سے قول مذکور کا سماعِ حمیدی عین ممکن ہے اور یہ متحقق ہے کہ امام حمیدی امام شافعی کے شاگرد تھے، اور یہ معلوم ہے کہ بہت سے ہم عمر بلکہ زیادہ عمر والے اپنے ہم عمر یا کم عمر اساتذہ وشیوخ کے شاگرد ہوتے ہیں، لہٰذا ہمارے نزدیک یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ امام حمیدی نے امام مسلم کی یہ بات

[1] سير أعلام النبلاء ترجمة إمام شافعي (١٠/ ١٥ و ١٦) ومناقب الشافعي للبيهقي (٢/ ٢٤٣) ومعرفة السنن والآثار (١/ ١٢٤) و تاريخ ابن عساكر (١٤/ ٤٠٠٥) و آداب الشافعي لابن أبي حاتم (ص: ٣٩ و ٤٠) وتاريخ خطيب (٢/ ٦٤) وحلية الأولياء (٩/ ٩٣) ومناقب الشافعي للرازي (ج: ٨) وتوالى التأسيس (ص: ٥٤) وعام كتب مناقب وسير و رجال.

اپنی پندرہ سالہ یا چودہ سالہ عمر میں سنی تھی، اس اعتبار سے بوقتِ وفات حمیدی کی عمر انہتر وستر سال ہو گی اور بوقت وفات امام شافعی کی عمر ترپن و چون سال تھی۔ ہمارے نزدیک یہی بات صحیح ہے اور اسے مان لینے سے تمام مراجع، نیز ثقہ رواۃ پر کوئی الزام اسقاط وتصحیف لازم نہیں آتا، امام مسلم بن خالد سے امام حمیدی کی روایت حدیث کے بہت سے اسباب ہو سکتے ہیں۔

ترجمہ امام مسلم بن خالد زنجی مکی:

امام مسلم بن خالد بن فروہ ابو خالد زنجی مکی (متوفی ۱۷۹/۱۸۰ھ) متعدد تابعین کے شاگرد ہیں، ان کے تلامذہ کی فہرست میں امام حمیدی کا نام بھی ہے، یہ نسلاً زنگی یعنی حبشی نہیں تھے، نہ ان کا رنگ کالا تھا بلکہ یہ گورے سرخی مائل تھے یہ بکثرت کھجور کھاتے تھے، سعودیہ کی کھجور عموماً سیاہ رنگ کی ہوتی ہیں، کھجوروں سے ان کی شدید رغبت دیکھتے ہوئے ان کی ایک باندی نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ زنگی یعنی حبشی ہیں، اسی بنا پر انھیں زنجی کہا جانے لگا، امام ابن عدی نے انھیں "حسن الحديث وأرجو أنه لا بأس به" کہا، امام ابن حبان نے انھیں ثقات میں داخل کیا اور کہا "يخطئ أحيانا" امام ابن معین نے انھیں "ثقة صالح الحديث" کہا، امام دارقطنی نے انھیں ثقہ کہا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں امام شافعی بھی ہیں بلکہ امام شافعی ان کے خاص شاگرد اور یہ امام شافعی کے استاذ ہیں اور امام شافعی صرف ثقہ رواۃ سے روایت کرنے کا التزام کرتے تھے۔[1]

اس توثیق کے بالمقابل بعض نے تجریحِ خفیف اور بعض نے تجریح قادح کی ہے تمام اقوال جرح وتعدیل وتوثیق پر نظر رکھنے سے محسوس ہوتا ہے کہ موصوف حسن الحدیث تھے، یہ الفاظ حاشیہ میں کتابوں سے پہلے رکھیں۔[2] اس بات پر سب متفق ہیں کہ یہ مکہ مکرمہ کے فقیہ اور علوم ابن جریج کے ماہر تھے، امام شافعی نے ان سے حدیث وعلوم ابن جریج کی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ فقہ بھی پڑھی تھی، امام مسلم بن خالد امام شافعی سے لگاؤ اور دلچسپی بھی ان کی ذہانت وفطانت وطلب علم میں محنت کے سبب بہت رکھتے تھے لیکن جب امام شافعی نے اپنی ضرورت ومصلحت کے تحت سرکاری عہدہ قبول کر لیا تو امام مسلم نے برافروختگی کا اظہار کیا تھا مگر وہ ایک وقتی چیز تھی، تاحیات ان سے امام شافعی کے تعلقات خوشگوار رہے، امام مسلم حکومت اور عمال حکومت سے تعلقات پسند نہیں کرتے تھے اور اس زمانے کے عام بلند پایہ اہل علم کا یہی شعار تھا، امام مسلم امام ابن جریج کے علوم کے ماہر تھے اور یہ چیز بڑی فضیلت والی ہے کیونکہ امام ابن جریج خاص طور پر اپنی نماز نماز نبوی کے مطابق پڑھتے تھے، جس کی تفصیلی بحث ہماری دوسری کتاب "رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقۂ نماز" میں ہے، اس لیے امام شافعی کا طریقۂ نماز بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔

امام شافعی درسگاہِ امام مالک میں:

امام شافعی اپنی عمر کے تیرہویں سال میں مکہ مکرمہ کے متعدد محدثین وفقہاء سے تحصیل علم کر چکے تھے اور موطأ امام مالک کی عالمی شہرت دیکھتے ہوئے انھوں نے بعض مکی اساتذہ سے موطأ امام مالک پڑھی بھی اور اسے نو دنوں میں حفظ بھی کر لیا۔[3] بلکہ بعض روایات کے مطابق تین ہی دنوں میں امام شافعی موطأ امام مالک حفظ کر چکے تھے اور علم لغت وادب واشعار میں ماہر ہو چکے تھے۔[4]

❶ دراسات في الجرح والتعديل (ص: ٢١١ و ٢١٢) وقواعد في علوم الحديث للتهانوي (ص: ٢١٦ و ٢١٧)

❷ تهذيب الكمال (ص: ١٣٢٤ و ١٣٢٥) تهذيب التهذيب (١/ ١٢٨ و ١٣٠) والعقد الثمين (٧/ ١٨٧) وميزان الاعتدال (٤/ ١٠٢ و١٠٣) وسير أعلام النبلاء (٨/ ١٧٦ و ١٧٨) والكامل لابن عدي (٤/ ٢١٨) وتذكرة الحفاظ (١/ ٢٥٥ وغيره)

❸ ترتيب المدارك (١/ ٣٨٣)　❹ الديباج المذهب (٢/ ١٥٧)

تمام روایات معتبرہ سے مستخرج ہوتا ہے کہ اپنی عمر کے تیرہویں سال امام شافعی براہ راست امام مالک سے موطأ پڑھنے کے لیے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ گئے اور بہت ہی تھوڑے دنوں میں انھوں نے موطأ پڑھ کر فراغت حاصل کر لی، مصنف انوار نے اپنے زعیم تحریک کوثری کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام شافعی کو امام مالک سے موطأ پڑھنے میں صرف آٹھ مہینے لگے۔[1] کوثری کا امام الکذابین ہونا واضح ہے، امام مالک سے امام شافعی کے موطأ پڑھنے کی مدت متعین نہیں لیکن اس روایت معتبرہ پر متفق ہیں کہ تھوڑے ہی دنوں میں امام شافعی نے امام مالک سے موطأ پڑھ کر اس لیے ختم کر لی تھی کہ امام مالک کو امام شافعی کے احوال دیکھ کر امام شافعی سے خصوصی قسم کا لگاؤ ہو گیا تھا، لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں امام مالک سے موطأ پڑھ لینے سے لازم نہیں آتا کہ امام شافعی درسگاہِ مالک چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے اپنے وطن مکہ مکرمہ چلے آئے تھے بلکہ ترتیب المدارک وعام کتب مناقب شافعی میں صراحت ہے کہ امام شافعی امام مالک کی خدمت میں آخر تک رہے۔ ترتیب المدارک کے الفاظ یہ ہیں:

"حتی قرأت علیه في أیام یسیرة فأقمت بالمدینة إلی أن توفي رحمه الله."[2]

''امام شافعی نے کہا کہ میں نے امام مالک سے موطأ صرف چند دنوں میں پڑھی، پھر میں مدینہ منورہ ہی میں وفاتِ مالک تک مقیم رہا۔''

صحیح بات یہ ہے کہ امام شافعی مؤطا پڑھ چکنے کے بعد مدینہ منورہ سے کبھی کبھار مکہ مکرمہ آتے رہتے تھے اور کچھ دنوں تک وہاں رہ کر مکہ مکرمہ کے اساتذہ سے مزید پڑھ کر اور اپنی ماں کی خبر گیری کر کے مدینہ منورہ چلے آیا کرتے تھے، امام مالک کی وفات تک امام مالک سے امام شافعی کا رابطہ بہر حال اس طرح قائم رہا کہ تھوڑے دنوں کے لیے وہ اپنے وطن مکہ مکرمہ ضرور چلے آیا کرتے تھے۔ امام شافعی صرف اپنی تیرہ سال کی عمر میں امام مالک سے موطأ پڑھ چکے تھے مگر ان کے دوسرے علوم خصوصاً فقہ تازندگی حاصل کرتے اور اس اثنا میں وہ مدینہ منورہ کی دوسری درسگاہوں میں بھی پڑھتے رہے وہاں کے محدثین وفقہاء سے حصول علم کرتے رہے، ان کی پندرہ ہی سال کی عمر ہوئی کہ مکہ مکرمہ میں ان کے استاذ خاص مسلم بن خالد زنجی نے ان سے کہا کہ تم فتوی اور درس دینے کے لائق ہو گئے ہو۔[3] پھر اس کے چند سالوں بعد امام مسلم نے امام شافعی سے یہی بات کہی جب کہ امام شافعی کی عمر صرف اٹھارہ سال تھی، پھر یہی بات چند سالوں بعد امام مسلم نے کہی تھی، یہ روایت بھی متعدد کتب رجال ومناقب میں مروی ہے، ان تینوں روایات میں کوئی تضاد وٹکراؤ نہیں کیونکہ ایک ہی بات کو ایک استاد اپنے شاگرد خاص سے ایک بار کہتا ہے تو چند سالوں کے بعد پھر وہی بات دوسری بار بھی کہتا ہے، اور جب پندرہ سال کی عمر میں امام شافعی مفتی ومدرس ہونے کے لائق ہوئے تو پھر چند سال بعد یہی بات سہ بار کہی۔[4]

ایضاح:

یہ بہت واضح حقیقت ہے کہ ایک ذہین وفطین طالب علم جو اپنے استاذ کا منظور نظر بھی ہو اس کا اپنے استاذ سے اپنے استاذ کی کسی کتاب کا چند دنوں میں پڑھ لینا اور اس کے بالمقابل علوم حدیث سے تہی دست اور ذہانت وفطانت میں کمتر اور اپنے

---

[1] مقدمہ انوار (۱/ ۱۳۵ بحوالہ تانیب کوثری)
[2] ترتیب المدارك (۱/ ۳۸٤، سطر: ۱٤ و ۱۵)
[3] عام کتب مناقب شافعي.
[4] سیر أعلاء النبلاء ترجمة شافعي.

استاد کی نظر میں نہایت قابل مذمت شخص کو اسی کتاب کے پڑھنے میں کئی سال لگ جانا متوقع بات ہے، چنانچہ جس موطأ کو امام شافعی نے بہت تھوڑے دنوں میں پڑھ کر ختم کر دیا اسی کو اہل الرای کے امام محمد بن حسن شیبانی تین سالوں سے بھی زیادہ مدت میں پڑھ سکے، ہمارا مشاہدہ ہے کہ ایک غبی یا لاپرواہ آدمی ایک ہی جماعت وکلاس میں تین چار سال پڑھتا اور ہر سال فیل ہو جاتا ہے تب تک متوسط ذہن کا آدمی اس سے چار کلاس آگے نکل جاتا ہے، یہ امام محمد کی امام شافعی پر فضیلت نہیں ہوئی مگر کوثری واراکین تحریک کوثری بشمول مصنف انوار نے اسے بھی امام شافعی پر امام محمد کی فضیلت قرار دے لیا ہے۔ جب یہ معلوم ہے کہ امام شافعی درسگاہ مالکی سے از۱۶۳ھ تا ۱۷۹ھ وابستہ رہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ خلفاء وزراء وحکام اپنے خدم وحشم کے ساتھ خدمتِ امام مالک میں حاضری دینے کو اپنی سعادت مندی سمجھتے تھے، پھر درسگاہ مالکی سے وابستگی کے زمانے میں امام شافعی کے درسگاہ مالکی میں موجودگی کے وقت خلفائے عباسیہ بشمول خلیفہ ہارون رشید کا اپنے قاضی ابو یوسف ومحمد کو بیک وقت ساتھ لے کر خدمت امام مالک میں آنا یا کسی ایک ہی کے ساتھ آنا اور اس موقع پر اپنے تفوق علمی کے جوش میں جدال ومناظرہ کے عادی وشوقین قاضی ابو یوسف یا قاضی محمد بن حسن کا سرکاری سایہ عاطفت میں ہونے کے سبب کسی علمی موضوع پر امام مالک سے حسب عادت مجادلہ ومناظرہ میں الجھ جانا کچھ مستبعد نہیں، خصوصاً جس زمانے میں قاضی محمد بن حسن درسگاہ مالکی میں زیر تعلیم تھے اس وقت ان کا امام مالک سے بعض مسائل میں طالب علمانہ مباحثہ میں مشغول ہونا عین قرین قیاس ہے۔

امام مالک اور قاضی ابو یوسف کا ایک مناظرہ:

امام ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم نے کہا:

"حدثنا محمد بن عبد الله بن عبد الحكم قال: سمعت الشافعي يقول: قال مالك: الحبس الذي جاء محمدﷺ بإطلاقه البحيرة والسائبة والوصيلة والحام، قال أبو محمد: فسمعت محمد بن عبد الله بن عبد الحكم قال: سمعت الشافعي يقول: اجتمع مالك وأبو يوسف يعقوب عند أمير المؤمنين هارون الرشيد فتكلموا في الوقوف، وما يحبسه الناس، فقال يعقوب: هذا باطل، قال شريح: جاء محمدﷺ بإطلاق الحبس، فقال مالك: إنما جاء محمدﷺ بإطلاق ما كانوا يحبسون لآلهتهم من البحيرة والسائبة، فأما الوقوف فهذا وقف عمر بن الخطاب حيث استأذن النبيﷺ فقال: حبس أصلها، و سبل ثمرتها، وهذا وقف الزبير، فأعجب الخليفة ذلك منه ونفى يعقوب."[1]

"امام شافعی نے کہا کہ میں نے امام مالک سے کہتے ہوئے سنا کہ مختلف معبودانِ باطل کے نام مشرکین کے اوقاف

[1] مناقب الشافعي لابن أبي حاتم (ص: ١٩٧ و ١٩٩) وتقدمة الجرح والتعديل (ص: ١٤) وحلية الأولياء (٦/ ٣٢٢) والإنتقاء لابن عبد البر (ص: ٢٣) والأكمال (ص: ١٤١) ومناقب إمام مالك للسيوطي (ص: ٨) ومناقب امام مالك للزوادي (ص: ١٤) نیز ملاحظہ ہو: سنن البيهقي (٦/ ٦٣) وكتاب الأم للشافعي (٣/ ٢٧٥ و ٤/ ٩ و ٦/ ١٨٠۔ ١٨٣) وأحكام القرآن (١/ ٤٢۔ ١٤٥) وفتح الباري (٨/ ١٩٦۔ ١٩٨) وحيوة الحيوان (٢/ ٩١ و٩٢ و ٤٢٤ و ٤٢٥) و صبح الأعشي (١/ ٤٠٢ وغيره)

کو ہمارے نبی ﷺ نے کالعدم قرار دیا ہے، امام شافعی نے کہا کہ امام مالک اور قاضی ابو یوسف خلیفہ ہارون رشید کے پاس اکٹھے ہوئے، ان لوگوں نے وقف کے مسئلے پر گفتگو کی، قاضی ابو یوسف نے کہا کہ وقف باطل ہے، اسی طرح قاضی شریح کا کہنا ہے، امام مالک نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے جس وقف کا ابطال کیا ہے وہ معبودان باطلہ کے نام والے اوقاف ہیں ورنہ فی سبیل اللہ وقف کو آپ ﷺ نے صحیح قرار دیا ہے، حضرت عمر فاروق کا اجازتِ نبوی سے کیا ہوا وقف یہاں موجود ہے اور حضرت زبیر بن عوام کا وقف بھی، ہارون رشید کو امام مالک کی مدلل بات پسند آئی اور اس نے خود قاضی ابو یوسف کی تردید وتکذیب کر دی۔''

اس میں شک نہیں کہ امام مالک اور قاضی ابو یوسف کے درمیان ہارون رشید کی موجودگی میں ہونے والے اس مناظرہ کا امام شافعی نے مشاہدہ کیا اور اس کی روداد سنی، اور امام مالک کے بالمقابل قاضی ابو یوسف کی درگت بنا دینے والی شکست اور امام مالک کی برتری اور ہارون رشید کے ذریعہ قاضی ابو یوسف کی تردید وتکذیب امام شافعی نے دیکھی سنی تھی، اس طرح کے مناظروں کا مشاہدہ کرنے سے بھی امام شافعی کے ذہن اخاذ کو بہت جلا ملتی رہی اور علوم میں غیر معمولی اضافہ ہوتا رہا اور فقہ اہل الرای کے بالمقابل فقہ اہل الحدیث کی فوقیت وبالادستی معلوم ہوتی رہی۔ المغنی لابن قدامہ (۸/۱۸۴، ۱۸۵) میں وقف فی سبیل اللہ کے صحیح ہونے اور موقفِ حنفیہ کے غلط ہونے پر بحوالہ امام ترمذی اجماعِ صحابہ نقل کیا گیا ہے اور یہ صحیح بھی ہے، گویا حنفی مذہب اجماعِ صحابہ کے خلاف بہت سارے امور میں محاذ آرائی کر رہا ہے۔

امام مالک اور قاضی ابو یوسف کا دوسرا مناظرہ:

امام ابن عبد البر نے کہا:

"ذكر أبو بكر بن محمد بن اللباد قال: أخبرنا إبراهيم بن أبي داود البرلسي عن محمد بن عبد الله بن عبد الحكم قال: سمعت الشافعي يقول: قال أبو يوسف: لأروحن الليلة إلى أمير الؤمنين الرشيد بقاصمة الظهر على المدنيين في اليمين مع الشاهد فقال له رجل: فتقول ماذا؟ قال: إنه لا يقضى إلا بشاهدين لأن الله قد أبى إلا الشاهدين وتلا الآية في الدين، قال: فإن قالوا: لك فمن الشاهدان اللذان يقبلان ولا يحكم إلا بهما؟ قال: أقول: حران مسلمان عدلان، قال: فقلت: يقال لكما: فلم أجزت شهادة النصارى في الحقوق، وقد قال الله: ﴿**من رجالكم**﴾ وقال ﴿**ممن ترضون من الشهداء**﴾ قال: فتفكر ساعة، ثم قال: هذا خفي من أين يهتدوا لهذا، قال: قلت: وإنما يحتج بقولك على ضعفاء الناس."[1]

''امام شافعی نے کہا کہ قاضی ابو یوسف نے کہا کہ آج رات میں امیر المومنین ہارون رشید کے پاس اہل مدینہ کی کمر توڑ دلیل لے کر جاؤں گا ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ کرنے کے مسئلے میں، ان سے ایک آدمی نے کہا کہ آپ کیا کہیں گے؟ قاضی ابو یوسف نے کہا کہ میں یہ کہوں گا کہ قرآن مجید نے دو عادل مسلمانوں کی گواہی لے کر مدعی

[1] والإنتقاء (ص: ٢٨٥ و ٢٨٦)

کے حق میں فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے جس کے خلاف اہل مدینہ مدعی کے پاس ایک ہی گواہ کی موجودگی میں مدعی سے قسم لے کر فیصلہ کرنے کے قائل ہیں، ایک آدمی نے کہا کہ وہ دونوں گواہ کیسے ہونے چاہیے؟ امام ابو یوسف نے کہا کہ دو آزاد عادل مسلمان ہونے چاہیے، اس آدمی نے کہا کہ تم سے اہل مدینہ کی طرف سے کہا جائے گا کہ تم حقوق میں دو عادل مسلمانوں کے بجائے نصاری وعیسائیوں کی گواہی پر بھی فیصلہ کرنے کے قائل ہو، پھر تمھاری یہ قرآنی دلیل تمھارے موقف کو باطل کر دے گی، ابو یوسف اس پر کچھ دیر سوچتے رہے پھر بولے کہ یہ بہت مخفی قسم کی بات ہے، اہل مدینہ اس کا پتہ کہاں سے پائیں گے؟ اس آدمی نے کہا کہ تمھارے طریقہ استدلال کو ضعیف العقل لوگوں ہی کے خلاف استعمال کیا جا سکے گا، اس پر ابو یوسف خاموش ہو گئے۔''

مناظرۂ مذکورہ سے متعلق کوثری ڈینگ بازی:

اس پر کذاب اعظم کوثری نے یہ حاشیہ چڑھایا ہے کہ مناظرۂ مذکورہ امام مالک اور ابو یوسف کے درمیان ہونے والا تھا مگر امام مالک کی قائم مقامی ان کے شاگرد مغیرہ مخزومی یا عثمان بن کنانہ نے کی۔ مناظرہ شروع ہوا تو ابو یوسف نے اپنی مزعومہ دلیل کے طور پر آیت مذکورہ کی تلاوت کی اور کہا کہ اس کا مفاد ہے کہ مدعی کی طرف سے یا تو دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے یا چار کا، جو اہل مدینہ کے اس موقف کے خلاف ہے کہ مدعی کے پاس ایک گواہ ہو تو دوسرے گواہ کی جگہ پر اس سے قسم لے کر اس کے موافق فیصلہ کر دیا جائے گا، اس پر مغیرہ یا ابن کنانہ نے بعض احادیث پیش کیں جن پر کلام ہے، اس کے باوجود مغیرہ یا ابن کنانہ نے کہا کہ موقف اہل مدینہ کے مطابق فیصلۂ نبوی وفیصلہ مرتضوی وغیرہ ہوا تو کیا تم نبی ﷺ کی رسالت پر ایمان نہیں رکھتے اس لیے کافر ہو۔ ابو یوسف کہہ چکے تھے کہ میں آیات قرآنیہ پیش کرتا ہوں اور آپ اقوال الناس پیش کرتے ہیں لیکن امام مخزومی یا ابن کنانہ نے جب یہ بات کہی تو ابو یوسف خاموش ہو گئے، اور میں یعنی کوثری یہ نہیں جان پا رہا ہوں کہ کس نے اپنے مد مقابل کو شکست دی؟ یعنی کوثری بزعم خویش اس کا یہ مطلب سمجھتے ہیں کہ امام ابو یوسف نے اس مناظرہ میں اپنے مخالف کو زیر کر لیا، طرفین کی احادیث میں طویل بحث ہے۔[1]

اکاذیبِ کوثری پر نظر:

ہم کہتے ہیں کہ کذاب اعظم نے انتقاء والی روایت کے تمام رواۃ کو ثقہ کہا ہے، البتہ یہ دعوی کیا کہ یہ روایت امام شافعی کے بلاغات میں سے ہے، یعنی اس کی سند انھوں نے بیان نہیں کی، پتہ نہیں کہ جس آدمی نے مناظرہ کے پہلے ابو یوسف کے دلائل معلوم کر کے ان پر معارضہ پیش کیا وہ کون ہے؟ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ جس مناظرہ کا ہونا طے پایا تھا اس کا شہرہ پورے مدینہ منورہ میں زور وشور سے پایا جانا متحقق ہے، خصوصاً اس صورت میں کہ موسم حج کا تھا، پورے عالم اسلام سے لوگ امنڈ کر مدینہ منورہ میں چلے آئے تھے، نیز یہ مناظرہ خلیفہ کی موجودگی میں ہونے والا تھا، اس لیے لوگ زیادہ سے زیادہ اس مجلس مناظرہ میں شریک ہونے کے خواہاں تھے، خصوصاً یہ کہ نہایت معرکۃ الآراء موضوع پر یہ مناظرہ ہونے والا تھا جو اہل الرای اور اہل الحدیث کے درمیان بہت زیادہ مشہور ومعروف مسئلہ ہے، اس لیے اس کا شہرہ بہر حال اتنا زیادہ تھا کہ امام شافعی کو یہ بتلانے

[1] حاشیہ بر انتقاء (ص: ۸۵)

کی ضرورت ہی نہ تھی کہ یہ روایت میں نے کس سے سنی، لاکھوں افراد میں اس کا شور وغل تھا جسے امام شافعی نے لاکھوں آدمیوں سے سنا، پھر اس طرح کی متواتر المعنی شہرۂ شاہرہ رکھنے والی خبر میں امام شافعی کو یہ بتلانے کی کیا ضرورت تھی کہ میں نے یہ روایت کس سے سنی؟ ایک سے زیادہ بار یہ گزر چکا ہے کہ امام شافعی صرف ثقہ رواۃ ہی سے روایت کا التزام کرتے تھے، پھر اس روایت کے صحیح بلکہ متواتر ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے کہ حقائق کو مسخ کرنے اور جھٹلانے کے عادی کوثری کے علی الرغم یہ روایت متصل السند اور صحیح ہے؟ اور یہ بہت ظاہر بات ہے کہ اس مناظرہ کے وقت امام شافعی مدینہ منورہ ہی میں موجود تھے، اس لیے کوثری اور تحریک کوثری کے اراکین کا یہ دعوی افترائے خالص اور کذب صریح اور سفید جھوٹ ہے کہ امام شافعی کی دید وشنید امام ابو یوسف سے نہیں ہوئی کیونکہ اس کا کوئی معتبر ثبوت نہیں۔ حالانکہ اس روایت صحیحہ اور اس کے پہلے والے مناظرہ کی روایت صحیحہ سے صاف ظاہر ہے کہ امام شافعی نے ابو یوسف کو دیکھا اور ان کی مناظرہ بازی میں کوفی حیلہ بازی وعیاری ومکاری وفریب کاری کا مشاہدہ کیا اور اس کی روداد ابو یوسف کا نام لیے بغیر اپنی کتاب میں مرتب بھی کی۔ امام شافعی کے اس احسان عظیم کو یاد نہ رکھنا کہ انھوں نے کوفی فرقۂ اہل الرای کے نمائندہ مناظر کا نام نہ لے کر رسوا وذلیل نہیں کیا احسان فراموشی کی بدترین وذلیل ترین قسم ہے۔ مناظرہ کی مجلس گرم ہونے سے پہلے ابو یوسف نے جب علی الاعلان یہ کہا کہ میں اس موضوع پر اہل مدینہ کی کمر توڑ کر رکھ دوں گا اور ذرہ برابر بھی نہیں جھجکے کہ یہ زبان درازی کس مدینہ منورہ کے باشندوں کی شان میں کر رہے ہیں؟ خصوصاً مدینہ منورہ والوں کی طرف سے مجوزہ نمائندہ امام مالک ان خلفاء کے استاذ تھے جن کے ابو یوسف قاضی تھے، نیز وہ امام مالک کے شاگردوں کے شاگرد تھے حتی کہ ان کے استاذ خاص امام ابوحنیفہ کے امام مالک استاذ کے بھی استاذ الاساتذہ تھے، جو بات امام ابو یوسف نے مجلس مناظرہ منعقد ہونے سے پہلے علی الاعلان کہی تھی اس سے امام شافعی کا یا کسی بھی اہل علم کا ناواقف ہونا مستبعد ہے، اور جس آدمی نے ابو یوسف سے ان کے اپنے موقف کی دلیلیں معلوم کرکے ان دلیلوں پر اہل مدینہ کی طرف سے پیش کیے جانے والے متوقع معارضات کا ذکر کیا تھا وہ یا تو کوئی مدنی صاحب علم تھا یا خود امام شافعی تھے، یا اگر وہ کوفی المذہب انسان تھا تو اس نے ابو یوسف کی خیر خواہی میں اہل مدینہ کی طرف سے پیش کیے جانے والے معارضہ کا ذکر اس لیے کر دیا کہ ابو یوسف اس معارضہ کا حل ڈھونڈیں، مگر ہم ترجمۂ ابو یوسف میں ان کے اوصافِ کوفیانہ بتلا آئے ہیں جن میں سے ایک وصف حیلہ سازی وبہانہ بازی بھی ہے۔

انھوں نے اپنی عادت معروفہ کے مطابق آخر کہہ ہی دیا کہ ہم اہل مدینہ کے مناظر کو دھوکہ وفریب دیکر پھنسا دیں گے، اسے اتنی باریک مخفی بات کی خبر کہاں سے ہو سکے گی؟ ابو یوسف کا یہ عزم دھوکہ بازی وتلبیس کاری ان اہل مدینہ کے ساتھ تھا جنھیں دھوکہ دینے کی کوشش کرنے والے کی شدید مذمت احادیث نبویہ میں آئی ہے، اور امام مالک کو نعوذ باللہ ابو یوسف کا اتنا جاہل وسادہ لوح وفریب خوردہ اور مکاروں کے جعل ودام تزویر میں آجانے والا سمجھنا انتہائی درجہ کی حماقت ہے، ابو یوسف سے زیادہ ذہین وزیرک تو ان کے شاگرد امام محمد بن حسن نکلے جنھوں نے مجلس مناظرہ میں اقرار کر لیا کہ امام مالک ذہین وفطین اور علوم قرآن وسنت واقوال صحابہ وتابعین کے ماہر ہیں جن کے مقابلے میں اہل الرای کے امام ابوحنیفہ تمام باتوں میں کالعدم ہیں۔

اس روایت صحیحہ سے ان روایات صحیحہ کی مزید تائید ہوتی ہے کہ امام ابو یوسف کے اس اعلان کی خبر مجلس مناظرہ منعقد

ہونے سے پہلے مل گئی، بنابریں یہ طے پایا کہ اتنے بڑے حیلہ ساز مناظر کے مقابلے میں امام مالک کا مجلس مناظرہ میں اہل مدینہ کے نمائندہ کی حیثیت سے مناظرہ کرنا امام مالک کے شایانِ شان نہیں، اس لیے حکمت عملی سے کام لے کر امام مالک کے بعض شاگردوں نے کہا کہ امام مالک تو بہت اونچا درجہ رکھتے ہیں امام ابو یوسف نمائندہ اہل الرای کو میدان مناظرہ میں چاروں شانے چت کرنے کے لیے امام مالک کا صرف ایک شاگرد کافی ہے، چنانچہ وہ شاگرد مناظر کی حیثیت سے امام ابو یوسف کے بالمقابل میدان مناظرہ میں اتر آیا۔

مناظرہ مذکورہ میں اہل حدیث کا کیا موقف رہا؟

ظاہر بات ہے کہ اہل حدیث مناظر نے پہلے قرآنی آیات کے ذریعہ مختلف امور کے سلسلے میں مختلف طرح کے گواہوں کے درمیان خود قرآنی تفریق کی وضاحت کی کہ لعان کے معاملہ میں سرے سے کسی بھی گواہی کی کوئی ضرورت نہیں، طلاق آدمی نے اگر گواہ بنائے بغیر دے دی تو گواہوں کے بغیر طلاق واقع ہو جائے گی، رضاعت (دودھ پلانے) پر صرف ایک عادلہ عورت کی گواہی حرمت رضاعت کے لیے کافی ہے، وقوعِ زنا پر چار گواہوں کا ہونا لازم ہے، اس سے کم گواہ ہوں تو خود گواہوں کو حد افک اسی کوڑے کھانے پڑیں گے، غیر مسلم ذمی وکفار ومشرکین کے امور میں ان کے مذہب کے مطابق غیر مسلم گواہوں کی تعداد ماننی ہوگی، روزۂ رمضان کے لیے رؤیتِ ہلال کے لیے دو عادل گواہ اور عید کے لیے ایک عادل گواہ کی گواہی کافی ہے، اگر ملزم یا مدعی علیہ مقر وتسلیم کنندہ ہو تو کسی ایک گواہ کی بھی ضرورت نہیں، جب ان سارے امور میں نصاب گواہ اور امر گواہی مختلف ہیں تو حقوق واموال میں دو عادل ثقہ مسلم گواہوں کی شرط بذات خود ایک تحقیق طلب مسئلہ بن جاتا ہے، اور تصریح شریعت کے مطابق ہی دو عادل ثقہ مسلم گواہوں کی موجودگی میں اسلامی عدالت فیصلہ کرنے کی مجاز ہے، اگر ان امور میں مدعی کے پاس ایک بھی عادل ثقہ مسلم گواہ نہ ہو تو مدعی علیہ اگر منکر ہے مقر نہیں تو مدعی علیہ سے قسم لے کر اس کے حق میں فیصلہ کرنا ہوگا۔

حدیث نبوی میں خود یہ صراحت ہے کہ "شاهدان أو يمينه" مدعی اپنے دعوی کے ثبوت میں دو شاہد پیش کرے ورنہ مدعی علیہ سے قسم لے کر اس کے موافق فیصلہ کر دیا جائے گا۔[1]

اس حدیث کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ اگر دو شاہدوں کے بجائے مدعی کے پاس صرف ایک ہی شاہد ہو تو شریعت کا حکم اس سے مختلف ہوگا اور یہ مختلف حکم دوسری حدیث نبوی میں مختلف صحابہ سے بہت ساری معتبر سندوں کے ساتھ مروی ہے۔

حنفی موقف کے خلاف شاہد مع الیمین والی پہلی حدیث:

ا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

"حدثنا أبو نعيم حدثنا نافع بن عمر عن ابن أبي مليكة قال كتب ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي ﷺ قضى باليمين على المدعى عليه"[2]

''ابن عباس نے قاضی عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ کو لکھا کہ آپ ﷺ نے مدعی سے قسم لے کر (جبکہ مدعی کے

[1] صحيح البخاري مع فتح الباري، كتاب الشهادات حديث نمبر (٢٦٦٩، ٥/ ٢٨٠) وعام كتب حديث.

[2] صحيح البخاري مع فتح الباری، باب اليمين على المدعى عليه في الأموال والحدود حديث نمبر (٢٦٦٨، ٥/ ٢٨٠)

پاس ایک گواہ تھا) مدعی علیہ کے خلاف فیصلہ کر دیا۔''

صحیح بخاری کی یہ حدیثِ ابن عباس آ گے آنے والی حدیث ابن عباس کا ملخص ہے، اس فرمان نبوی کا مطلب صاف ہے کہ مدعی کے پاس صرف ایک گواہ ہونے کی صورت میں مدعی ہی سے دوسرے شاہد کے بدلے قسم لے کر آپ ﷺ نے فیصلہ کر دیا، صحیح البخاری کی حدیثوں کو بعض اہل علم نے معنوی طور پر متواتر کہا ہے۔

دوسری تا پانچویں احادیث نبویہ:

۲۔ قال الإمام مسلم عن أبي بكر بن أبي شيبة ومحمد بن عبد الله بن نمير عن زيد بن الحباب حدثني سيف بن سليمان المكي حدثني قيس بن سعد عن عمرو بن دينار عن ابن عباس أن رسول اللهﷺ قضى بشاهد ويمين.

۳۔ قال أبو داود السجستاني حدثنا عثمان بن أبي شيبة والحسن بن علي عن زيد بن الحباب بمثله.

۴۔ قال أبو داود: حدثنا محمد بن يحيى وسلمة بن شبيب قالا حدثنا عبد الرزاق أنبأنا محمد بن مسلم ح وأخبرنا أبو عبد الله الحافظ وأبو نصر بن قتادة قالا أنبأنا أبو علي الرفاء أنا علي بن عبد العزيز المكي حدثنا أبو حذيفة ثنا محمد بن مسلم عن عمرو بن دينار عن ابن عباس أن النبيﷺ قضى باليمين مع الشاهد، قال سلمة في حديثه: عن عبد الرزاق قال عمرو: في الحقوق.

۵۔ قال الإمام الشافعي أنبأ إبراهيم بن محمد عن ربيعة بن عثمان عن معاذ بن عبد الرحمن عن ابن عباس، ورجل آخر سماه فلا يحضرني ذكر اسمه من أصحاب النبيﷺ أن رسول اللهﷺ قضى باليمين مع الشاهد."

''یعنی آپ ﷺ نے مدعی کے پاس ایک گواہ ہونے کی صورت میں دوسرے گواہ کی جگہ پر مدعی سے قسم لے کر فیصلہ کر دیا۔''

احادیث مذکورہ کی تصحیح:

ان ساری احادیث کو ہم نے سنن بیہقی (۱۰/ ۱۶۷، ۱۶۸) سے نقل کیا ہے جن میں سے پہلے نمبر والی حدیث کو امام بیہقی نے صحیح مسلم سے، نمبر (۲) والی کو سنن ابی داود سے، اور نمبر (۳) والی کو بھی سنن ابی داود، اور نمبر (۴) والی کو امام شافعی نے نقل کرنے میں ایک دوسرے کی متابعت کی ہے اور ان دونوں کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت ہے، امام مسلم کا کہنا ہے کہ جس حدیث کے صحیح ہونے پر تمام اہل علم کا اجماع ہے اسی حدیث کو میں نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے، لہٰذا امام بخاری سے جو یہ منقول ہے کہ یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عمرو بن دینار نے نہیں سنی اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس مضمون والی حدیثِ ابن عباس کی سند کو امام بخاری حضرت ابن عباس اور عمر بن دینار کے درمیان منقطع مان کر غیر صحیح مانتے ہیں بلکہ وہ بھی اس کے معنوی متابع وشواہد کے پیش نظر صحیح ہی مانتے ہیں کیونکہ امام مسلم کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنی صحیح میں صرف وہ حدیث نقل کی جس کے صحیح ہونے پر سب کا اجماع ہے۔ ظاہر ہے کہ اس عموم میں امام بخاری بھی شامل ہیں ورنہ امام بخاری کے اختلاف کے ہوتے

ہوئے امام مسلم اسے اجماعاً صحیح نہیں کہہ سکتے تھے، اس لیے کہ امام مسلم امام بخاری کے ہم سبق ساتھی اور امام بخاری کے شاگرد اور امام بخاری کی بہت زیادہ موافقت اور حمایت کرنے والے تھے، اس حدیثِ ابن عباس کے مصححین میں امام بخاری کے شامل ہونے کا ثبوت امام مسلم کی اس تصریح سے بھی مل گیا کہ جس حدیث کے صحیح ہونے پر تمام اہل علم کا اجماع ہے اسی کو میں نے داخل صحیح کیا ہے، اور حقیقت امر یہ ہے کہ ابن عباس سے اس حدیث کے عدم سماعِ عمرو بن دینار والی بات امام بخاری نے کسی زمانہ میں کی تھی اور بعد میں اس کی تصحیح کرنے میں اہل علم سے متفق ہو گئے ورنہ ابن عباس سے عمرو بن دینار کی صحتِ سماع ہی کی بنا پر اسے امام مسلم نے اجماعی طور پر صحیح قرار دیکر نقل کیا ہے، حضرت ابن عباس سے عمرو بن دینار کا سماع بالکل متحقق بات ہے کہ کسی خاص نقطۂ نظر ہی سے امام بخاری نے اس کا پہلے انکار کیا تھا، پھر انھوں نے اس حدیث کو اس کے شواہد کے پیش نظر صحیح مانا ہے، نیز امام شافعی منقطع السند روایت کو حجت نہیں مانتے، انھوں نے اس حدیث عمرو بن دینار عن ابن عباس کو اپنی کتاب الام میں متعدد جگہ حجت بنایا ہے، یعنی امام بخاری اور مسلم کی ولادت سے بہت پہلے امام شافعی اسے متصل السند صحیح حدیث اور حجت قاطعہ قرار دے چکے ہیں۔

الحاصل امام بخاری بھی اسے صحیح قرار دینے پر تمام اہل علم سے متفق ہیں، اس لیے بعض غالی، بے راہ رو اور علم اصول حدیث سے بالکل ناواقف ہونے کے باعث اپنے اصول کے خلاف خروج وبغاوت کرتے ہوئے بعض مقلدین نے محض تقلیدی حمیت جاہلیت کے باعث جو اسے غیر صحیح قرار دینے کی مذموم کوشش کی ہے وہ انھیں کے لیے وبال جان ہے، کیونکہ حنفی اماموں کا متفق علیہ فیصلہ ہے کہ مرسل حدیث حجت ہے، اور عمرو بن دینار والی حدیث اصولی طور پر یعنی حنفیہ کے اصول کے مطابق مرسل ہے، لہٰذا اس کی حجیت سے انکار کرکے ان بعض متعصب حنفی اہل قلم نے اپنے مذہب کے خلاف بغاوت کر رکھی ہے۔ اسے بعض متعصب احناف کا ظاہر قرآن کے خلاف کہنا بھی انتہائی درجہ کی جہالت ہے، کیونکہ ظاہر قرآن میں یہ کہیں اشارۃً بھی نہیں، یہ محض ڈھکوسلہ بازی وعیاری ہے۔ حنفی اماموں میں سے امام محمد نے اس حدیث کے خلاف اپنی تزویر پرستی والی یہی ڈھکوسلہ بازی کر رکھی ہے، اسی بنا پر جب امام محمد نے بڑے فخر کے ساتھ امام شافعی کی خدمت میں اہل مدینہ پر بطور رد لکھی ہوئی کتاب "الحجج علی أهل المدینة" پیش کی تو اسے دیکھ کر امام شافعی نے طُومارِ اکاذیب کہہ کر پھینک دیا، کیا کتب مناقب شافعی میں بسند صحیح امام شافعی سے منقول یہ بات یہ تعصب پرست بے راہ رو حنفی مقلدین نہیں جانتے؟ حضرت ابن عباس سے اسے نقل کرنے والے عمرو بن دینار اور ابن ابی ملیکہ کی معنوی متابعت معاذ بن عبد الرحمٰن تیمی نے کی ہے جو تقریب التہذیب میں صدوق کہے گئے ہیں حتی کہ بعض نے انھیں صحابی بھی کہا ہے۔

صحیح مسلم میں منقول اس حدیث کی سند میں ایک جگہ عمرو بن دینار اور ابن عباس کے درمیان انقطاع کے دعوی کے ساتھ عمرو بن دینار اور قیس بن سعد کے درمیان بھی اکاذیب پرست بعض متعصب احناف نے انقطاع کا دعوی کیا ہے، حالانکہ عمرو بن دینار اور قیس بن سعد کے درمیان انقطاع نہیں اتصال ہے، جس کی بڑی دلیل اسے امام مسلم کا بالاجماع صحیح کہنا ہے، اور دوسری دلیل یہ ہے کہ عمرو بن دینار سے قیس کا اتصال وسماع خارجی طور پر ثابت ہے، تیسری دلیل یہ ہے کہ اوپر ہم عمرو بن دینار سے اسے نقل کرنے میں امام محمد بن مسلم کی متابعت کا ذکر کر آئے ہیں جو بلند پایہ ثقہ تھے، چوتھی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں حضرات یعنی عمرو بن دینار سے نقل کرنے والے ان دونوں حضرات قیس ومسلم کی متابعت معنوی طور پر ربیعہ بن عثمان تیمی نے کی ہے جو

تقریب التہذیب میں "صدوق له أوهام" کہے گئے ہیں، اور متابعت قویہ سے "له أوهام" کی علت کالعدم ہوگئی ہے، قیس و مسلم و ربیعہ میں سے قیس سے روایت کرنے والے سیف بن سلیمان متفق علیہ ثقہ ہیں، اور مسلم سے روایت کرنے والے عبدالرزاق و ابو حذیفہ اور ربیعہ سے روایت کرنے والے ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ اسلمی ہیں جن پر اگرچہ کلام ہے مگر ان سے امام شافعی نے اس زمانے میں روایت کی جس زمانے میں موصوف ثقہ تھے کیونکہ امام شافعی صرف ثقہ سے روایت کا التزام کرتے ہیں، یعنی اس حدیث کی سند کے ہر طبقہ رواۃ میں کم از کم تین تین رواۃ معتبر ہیں، اس کے علاوہ اس کی اور بھی کئی سندیں ہیں جن سے ہر طبقۂ رواۃ کی تعداد تین سے بڑھ کر چار پانچ سے بھی متجاوز ہو جاتی ہے جو فرداً فرداً اگرچہ ضعیف ہیں مگر متابعت سے قوی ہو جاتے ہیں۔ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ والی مشہور سند سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"قضى الله ورسوله في الحق بشاهدين، فإن جاء بشاهدين أخذ حقه، وإن جاء بشاهد واحد حلف مع شاهده."❶

اس کا مطلب ہوا کہ اللہ ورسول دونوں کا یہی فیصلہ ہے کہ ایک شاہد کی موجودگی میں مدعی سے حلف لے کر فیصلہ کر دیا جائے گا، اگر یہ تصریح نبوی نہ ہوتی تو یہ متفق علیہ بات ہے کہ فیصلۂ نبوی درحقیقت فیصلۂ الٰہی ہے۔ اس کے علاوہ اس حدیث کو کئی صحابہ نے آپ ﷺ سے معنوی طور پر معتبر سندوں سے روایت کیا ہے حتی کہ ان صحابہ کی تعداد بیس تک پہنچتی ہے، اس کے خلاف بھلا ابو یوسف جیسے لوگ میدان مناظرہ میں شکست خوردہ ہو کر بھاگنے کے علاوہ دوسرا راستہ کہاں پا سکتے تھے؟

ہم ان احادیث کی اسانید معتبرہ کی تفصیل نہیں بیان کریں گے، جتنا کچھ بیان کر چکے وہ مزاعمِ احناف کی تکذیب کے لیے بہت کافی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ امام شافعی بغداد جانے سے بہت پہلے امام مالک اور شاگردانِ امام مالک کے ساتھ قاضی ابو یوسف و قاضی محمد بن حسن کے مناظروں کا مشاہدہ کر کے ان لوگوں کے علم و فضل اور طریق استدلال کا حالِ زار دیکھ چکے تھے، اس لیے کوثری اور ارکان تحریک کوثری کے ان اکاذیب کی کوئی حیثیت نہیں کہ بغداد جانے سے پہلے امام شافعی ان ائمہ احناف کا مشاہدہ نہیں کر سکے تھے، امام محمد کے ساتھ مناظروں میں امام شافعی نے امام محمد کو یہ اقرار کرنے پر مجبور کر دیا تھا کہ امام مالک کے بالمقابل علوم میں امام ابوحنیفہ بمنزلۂ صفر ہیں۔

حنفی امام بشر بن غیاث نے اس خطرہ کا اظہار کوفہ میں کیا کہ حنفی مذہب کے لیے امام شافعی تباہ کن ہیں:

امام الحنفیہ بشر بن غیاث نے حرمین شریفین میں امام شافعی کو حنفیہ کی کمر توڑ سرگرمی دیکھتے ہوئے عراق والوں کو باخبر کر دیا تھا کہ ہمارے حنفی مذہب کو امام شافعی سے تباہ و برباد ہونے کا خطرہ لاحق ہے۔❷

کذاب کوثری و کذاب ارکان تحریک کوثری حقائق کے بالمقابل مکمل طور پر ناکام ہی ناکام:

کوثری و ارکان تحریک کوثری نے جو یہ زعم باطل قائم کر رکھا ہے کہ عام کتب اہل اسلام پر اپنے مکذوبہ حواشی و تعلیقات اور مستقل مجموعۂ اکاذیب کتابوں کے ذریعہ حقائق کو مسخ و متغیر و محرف و معدوم قرار دینے اور جہمی مرجی حنفی مذہب کو مذہب اہل حدیث

❶ سنن دار قطني.

❷ عام كتب مناقب شافعي.

پر فائق بتلانے میں کامیاب ہو جائیں گے تو یہ محض ان کی امانیٔ کاذبہ، خیالات فاسدہ، مزعومات باطلہ اور جہالات مرکبہ ہیں، ابھی قیامت اتنی قریب نہیں آ گئی کہ جہل وضلال کا اتنا غلبہ ہو جائے کہ حق کی طرف سے فتنۂ کوثری عرف فتنۂ انکارِ حدیث عرف فتنۂ مسخ حقائق کی دھجیاں بکھیر کر تیز آندھی میں تارِ عنکبوت کی طرح اڑنے والے بنانے کی صلاحیت رکھنے والوں کا وجود ہی نہیں رہ گیا، فرقہ کوثریہ کی نئی شاخ جو غازی پور میں حقائق کے خلاف محاذ آرائی بڑے عزم وحوصلہ سے شروع کیے ہوئے ہے اس کا بھی حشر وہی ہوگا جو پہلے زمانے والے جہمیوں، مرجیوں اور غالی رائے پرستوں کا ہو چکا ہے، ان فرقِ باطلہ کی عارضی اڑان خواہ کتنی اونچی ہو وہ لغو ہی لغو ہے۔ ان کا اپنی اکثریت یا حکومت پر بہت نازاں وفرحاں ہونا بھی انھیں کے لیے تباہ کن ہے، باطل پرست لوگ کیا اس حقیقت پر نظر نہیں رکھتے کہ اپنی حکومت واکثریت پر حق پرستوں اور داعیانِ حق کے خلاف ناز ونخرہ کرنے والوں کا ایامِ ماضیہ میں کیا شرم ناک وعبرت ناک انجام ونتیجہ ہوا؟ حنفیوں کا پیدا کردہ فتنۂ جہمیت ومرجیت واعتزال مامون رشید اور اس کے بعض اخلاف کے زمانے میں بہت عروج واڑان رکھتا تھا، پھر اس فتنے کا آخر کیا انجام ہوا؟ اس فتنے میں بھرپور ملوث ہونے کے باوجود شرم سے اس کی طرف انتساب کو بھی کوثری وتحریک کوثری سے وابستگی رکھنے والے گوارہ نہیں کرتے مگر جب اپنے سیاہ کرتوت سے اس جائزہ کی صلاحیت ہی سے لوگ محروم ہو چکے ہیں تو ان سے کسی بھی خیر کی کیا توقع ہوسکتی ہے؟ بہرحال ہم ان حقائق کا ایضاح کر کے ہی دم لیں گے جن پر ان فتن پرور کذاب لوگوں نے مختلف طریق پر تلبیسات کا خول چڑھا رکھا ہے۔ إن شاء اللّٰه العزیز۔

امام محمد کا امام شافعی کے سامنے یہ اعتراف کہ امام مالک کے بالمقابل امام ابوحنیفہ علوم دینیہ سے جاہل محض تھے

سورج سے زیادہ صحیح سند کے ساتھ مروی ہے:

”قال الإمام ابن أبي حاتم: ثنا أبي ثنا يونس بن عبد الأعلى قال: سمعت الشافعي يقول: قلت لمحمد بن الحسن يوما، وقد ذكر مالكا وأبا حنيفة، فقال لي محمد بن الحسن: ما كان ينبغي لصاحبنا أن يسكت يعني أبا حنيفة ولا لصاحبكم أن يفتي يعني مالكا، قلت: نشدتك الله تعلم أن صاحبنا كان عالما بكتاب الله؟ قال: اللهم نعم، قلت: فنشدتك الله أتعلم أن صاحبنا كان عالما بحديث رسول الله ﷺ ؟ قال: اللهم نعم، قلت: وكان عالما باختلاف أصحاب رسول الله ﷺ؟ قال: نعم، قلت: أكان عاقلا؟ قال: لا، قلت: فنشدتك الله أتعلم أن صاحبك يعني أبا حنيفة كان جاهلا بكتاب الله؟ قال: نعم، قلت وكان جاهلا بحديث رسول الله ﷺ وجاهلا باختلاف أصحاب رسول الله ﷺ؟ قال: نعم، قلت: أكان عاقلا؟ قال: نعم، قلت: فتجتمع في صاحبنا ثلاث لا تصلح الفتيا إلا بها، ويخل واحدة، ويخطىء صاحبك ثلاثا، ويكون فيه واحدة، فتقول: لا ينبغي لصاحبكم أن يتكلم، ولا لصاحبنا أن يسكت؟!“ [1]

”امام شافعی نے کہا کہ ایک روز امام محمد بن حسن کو میں نے امام مالک وامام ابوحنیفہ کا ذکر کرتے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ ہمارے استاد ابوحنیفہ کے لیے فتوی دینے سے خاموش رہنا مناسب نہیں تھا اور آپ کے استاد امام مالک کو فتوی دینا موزوں نہیں تھا، میں نے امام محمد پر اللہ کی قسم رکھ کر کہا کہ آپ سچ بتلا یئے کہ ہمارے استاد امام مالک کتاب اللہ کے عالم تھے؟ امام محمد نے کہا کہ ہاں، پھر میں نے امام محمد پر قسم الٰہی رکھ کر کہا کہ ہمارے استاذ امام مالک حدیث نبوی واختلاف اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عالم تھے؟ امام محمد نے کہا کہ ہاں، پھر میں نے امام محمد سے کہا کہ ہمارے استاد امام مالک عاقل تھے؟ امام محمد نے کہا کہ نہیں، میں نے امام محمد کو قسم الٰہی دلا کر کہا کہ سچ بولیے کہ آپ کے استاد امام ابوحنیفہ کتاب اللہ وسنت نبویہ واختلاف اقوال صحابہ سے جاہل ہی تھے نا؟ امام محمد نے کہا کہ ہاں، میں نے کہا کیا آپ کے استاد ابوحنیفہ عاقل تھے؟ امام محمد نے کہا ہاں، امام شافعی نے کہا کہ ہمارے استاذ

[1] ملاحظہ ہو: مناقب الشافعي لابن أبي حاتم (ص: ١٠١ و ٢٠٢)

امام مالک میں تین بنیادی علوم جمع تھے جن کے بغیر فتوی دینے کی صلاحیت ہو ہی نہیں سکتی اور ہمارے استاذ امام مالک میں آپ کے زعم فاسد وباطل وخیالِ کاذب کے مطابق عقل نہیں تھی مگر آپ کے استاذ ابوحنیفہ میں عقل تھی، جوآدمی ان تینوں بنیادی علوم میں جاہل ہو وہ فتوی دینے کے لیے موزوں ہو، اور آپ ہی کے اعتراف کے مطابق ان تینوں علوم سے بہرہ ور ہونے کے باوجود وہ فتوی دینے کے لائق نہ ہوں مگر آپ کے استاد فتویٰ دینے کے لائق ہوں؟''

ہمارے سامنے مناقب الشافعی لابن ابی حاتم کا جونسخہ ہے وہ کذاب اعظم کوثری کی تحقیق وتعلیق اورتحشیہ وتصحیح کے نام سے چھپا ہے، اور یہ معلوم ہے کہ چودھویں صدی ہجری میں کوثری سے بڑھ کر کوئی کذاب وتلبیس کار، عیار ومکار اور دھوکا باز وفریب کار کوئی دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا۔ اس کذاب اعظم نے اپنی تعلیم وترتیب واکاذیب کے ذریعہ اپنے ہی جیسے بہت سارے کذابین کو پیدا کرلیا اور ردومسخ حقائق واہل اسلام میں ترویج اکاذیب کے لیے اس کذاب اعظم نے زوردار تحریک چلائی جس کے بہت سارے کذاب اراکین بنے اور ذات کوثری کے بعد بھی کوثری کے چیلوں کے ذریعہ اسی قسم کے کذابین آج تک پیدا ہورہے ہیں اور تاقیامت پیدا ہوتے رہیں گے، اس کذاب اعظم کوثری نے مذکورہ بالا روایت میں حسب عادت یہ تحریف وترمیم اور کذب بیانی وتزویر وفریب کاری کی کہ اس پر چار حواشی تحقیق وتصحیح کے نام سے انتہائی عیاری کے ساتھ لکھے کیونکہ تحریف وتزویر، تلبیس اور دروغ بافی کا نام تحقیق وتصحیح رکھ لینا ہی بذات خود بہت بڑی دروغ بافی ومسخ وقلب حقائق ہے، اور جو یہ مکذوبہ باتیں اس کذاب اعظم نے ان چاروں حواشی میں بھر دیں وہ علیحدہ سے مجموعہ اکاذیبِ کثیرہ ہیں۔

اس روایت کے حاشیہ اول میں اس کوثری نے یہ لکھا: ''(ص: ۱۵۹،۱۶۰) و انظر التهذيب (۱۰/ ۸)'' کوثری کی اس تحریر کا مطلب ہے کہ اسی کتاب مناقب الشافعی لابن ابی حاتم کے (ص: ۱۵۹،۱۶۰) میں بھی یہی روایت منقول ہے، حالانکہ مناقب الشافعی لابن ابی حاتم کے ص (۱۵۹،۱۶۰) میں یہ روایت مذکور نہیں بلکہ دوسری صحیح سند ومتن کے ساتھ یہ روایت منقول ہے اور دونوں کے مضمون میں اچھا خاصا فرق ہے۔ (كما سيأتي) نیز تہذیب التہذیب (۱۰/ ۸) میں دوسری سند کا ذکر کرکے صرف اس کی طرف اشارہ کر دیا ہے، پوری روایت نقل نہیں کی، کوثری کے اس حاشیہ سے کوثری کی دروغ بافی وفریب کاری بہت عیاں ہے، پھر دوسرے حاشیہ میں کوثری نے لکھا:

”كما في تاريخ بغداد (۲/ ۱۷۷، ۱۷۸ مع زيادة) تقدمت (ص: ۱٦٠ بلفظ مختلف مختصر ترجح أنه قد سقط بعضه) وذكره في الانتقاء (ص: ۲٤ و ۲٥ مع تلك الزيادة مقتصراً على بعض القسم الثاني من كلام الشافعي، وذكر قول محمد من طريق ابن عبد الحكم ضمن مختصر المناظرة السابقة) وانظر: بلوغ الأماني (ص ۱۲ – ۲۷)“

کذاب کوثری کے اس تحشیہ کا حاصل یہ ہے کہ روایت مذکورہ تاریخ بغداد (۲/ ۱۷۷،۱۷۸) میں گزشتہ (ص: ۱۶۰) والی زیادت کلام شافعی کے ساتھ مختلف لفظ کے ساتھ منقول ہے، اور ہم اس بات کو راجح مانتے ہیں کہ اس میں کچھ سقط ہوگیا ہے، انتقاء (ص: ۲۴و۲۵) میں بھی اسی طرح کی بات ہے، تفصیل مزید کے لیے بلوغ الامانی (ص: ۱۲۔۲۷) دیکھیے۔[1]

[1] حاشيه كوثري بر مناقب الشافعي لابن أبي حاتم (ص: ۲۰۱)

ہم کہتے ہیں کہ یہ سب کوثری کے اکاذیب میں سے ہے، تاریخ بغداد (۲/ ۱۷۷و ۱۷۸) والی روایت مع سند ومتن آگے آ رہی ہے جس سے کوثری کی کذب بیانی ظاہر ہوگی، لطف یہ کہ تاریخ بغداد والی اپنی محولہ روایت کو خود کوثری نے غیر معتبر کہا ہے، تاریخ بغداد والی روایت نیز انتقاء والی روایت بھی آگے آ رہی ہے جس سے کوثری کی تکذیب ہوگی، اور بلوغ الامانی اکاذیب پر مشتمل خود کوثری کی کتاب سیرت امام محمد بن حسن بالکل مجموعۂ اکاذیب ہے، اسے دیکھنے سے سلیم الطبع انسان کو سخت کوفت ہوتی ہے مگر کوثری جیسے غیر سلیم الطبع کذاب نے سب کو اپنے مجموعۂ اکاذیب دیکھنے کا مشورہ دیا ہے۔

اس زیر نظر روایت میں کذاب اعظم کوثری جیسے تحریف کار نے (ص:۲۰۱) آخری سطر میں کھلی ہوئی تحریف کر کے "نعم" کی جگہ پر "لا" لکھ دیا ہے، یعنی اس اثبات کو نفی کر دیا ہے، اس سے بڑھ کر بھلا کون سی کذب بیانی ہو سکتی ہے؟

اس روایت کے اپنے تیسرے حاشیہ پر کوثری نے یہ ظاہر کیا ہے کہ امام شافعی اور امام محمد بن حسن نے متفقہ طور پر امام مالک کے مقابلے میں امام ابوحنیفہ کو جو جاہل کہا ہے، یہ لفظ "جاهلا" اس روایت میں امام ابوحنیفہ کے لیے امام شافعی محمد دونوں کی طرف سے متفقہ طور پر آیا ہے، وہ مناقب الشافعی لابن ابی حاتم کے نسخہ میں نہیں ہے بلکہ اسے کوثری نے تاریخ بغداد سے لے کر بڑھا دیا ہے، اس جگہ پر مناقب الشافعی لابن ابی حاتم میں بیاض ہے جس پر لفظ مذکور کے مٹائے جانے کے آثار ہیں جو اس نسخہ مناقب الشافعی کے پڑھنے والے کسی متعصب آدمی نے خطرناک تعصب اور کم عقلی کی بنا پر کر رکھے ہیں، یہ متعصب حنفی یہ نہیں جان سکا کہ یہاں جہالت اعتباری چیز ہے اور یہ محض امام شافعی محمد کی ذاتی رائے ہے اجماعی رائے نہیں ہے۔ چوتھا حاشیہ کوثری یہ ہے کہ امام شافعی نے امام محمد سے جو یہ کہا ہے کہ ہمارے استاذ مالک کے تین علوم کے جانکار ہونے اور امام ابوحنیفہ کے جاہل ہونے میں آپ مجھ سے متفق ہیں، صرف ایک میں مختلف ہیں، پھر بھی آپ کہتے ہیں کہ امام مالک کے لیے فتوی دینا موزوں نہیں اور امام ابوحنیفہ کے لیے ساکت رہنا موزوں نہیں۔'' اس میں ''لا'' کی جگہ پر اصل میں ''لما'' ہے جو تصحیف کا نتیجہ ہے، یہ بھی کوثری کا بھاری جھوٹ اور تحریف واضافہ ہے۔ (كما سيأتي)

کوثری کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ شدت کذب بیانی کی عادت کے باوجود موصوف معترف ہیں کہ ان کے متعصب تقلید پرست حنفی اسلاف بھی انھیں کی طرح مسخ حقائق کے لیے کتب ائمہ اسلام میں حک ومسخ اور ترمیم وتحریف کے عادی تھے، گویا کہ یہ کوثری کی کوئی ایجادی چیز نہیں بلکہ انھیں کی طرح یہودی صفت ان کے اسلاف بھی اس طرح کے کاروبار میں مصروف رہنے کے عادی تھے۔ جہاں تک اس روایت کے لیے تاریخ بغداد کے حوالہ کوثری کا معاملہ ہے اس میں بھی تلبیس اور دروغ بافی ہے، تاریخ بغداد میں کوثری کی مزعومہ روایت سے پہلے امام شافعی کا یہ قول منقول ہے:

"ما ناظرت أحدا إلا تمعر وجهه ما خلا محمد بن الحسن"

''میں نے جس سے بھی مناظرہ کیا اس کا چہرہ بگڑ کر متغیر ہو گیا سوائے امام محمد بن حسن کے۔''

اس روایت کے دو راوی ابن رزق ومحمد بن اسماعیل نماز کو کوثری نے غیر معتبر کہا ہے۔ (تا ۲۶۷ و ۲۶۸) یعنی کہ یہ روایت کوثری کے نزدیک ساقط الاعتبار ہے، پھر بھی اکذب الناس کوثری نے اپنی غیر معتبر قرار دی ہوئی اس سند والی مذکورہ روایت "ما ناظرت أحدا... الخ" کو صحیح قرار دیکر اس پر موصوف نے یہ حاشیہ آرائی کی ہے:

"في هامش المخطوط ما نصه: هذا شاهد يكذب الحكاية التي بعدها لما بينهما من التناقض. فاعرف ذلك"[1]

''یہ روایت (جس کی سند کو کوثری غیر معتبر کہہ چکے ہیں) آنے والی روایت کے مکذوبہ ہونے پر شاہد ہے کیوں کہ دونوں میں تناقض ہے، تم اسے جانے رکھو اور یہ بات تاریخ بغداد کے مخطوط نسخہ کے حاشیہ پر لکھی ہوئی ہے۔''

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ اپنی ساقط الاعتبار قرار دی ہوئی روایت کو کوثری نے کتنی عیاری اور دروغ بافی کے ساتھ اس کے بعد والی روایت کے مکذوبہ ہونے کی دلیل بنالیا اور محض جھوٹ بولتے ہوئے لکھ دیا کہ مخطوطہ تاریخ بغداد کے حاشیہ پر ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔

أوّلاً: کوثری معترف ہیں کہ انھیں کی طرح کذاب وعیار ان کے اسلاف حنفی مقلدین تحریف اور حک واضافہ کے عادی رہے ہیں، اگر واقعی مخطوطہ تاریخ بغداد کے حاشیہ پر یہ بات لکھی ہے تو یہ کسی کذاب وعیار تحریف کار کا کام ہوگا۔

ثانیًا: تاریخ بغداد خود کوثری کے اعتراف کے مطابق کوثری کے تحشیہ وتعلیق ونگرانی میں چھپی ہے۔ (کما مر) پھر یہ مکذوبہ پُر خطر جھوٹا حاشیہ کوثری ہی کا کارنامہ ہوسکتا ہے۔

ثالثًا: تاریخ بغداد والی جس روایت کو اپنی ساقط الاعتبار سند سے مروی روایت کو مکذوبہ ہونے کی کوثری نے شاہد بنایا ہے۔ وہ یہ ہے:

"قال الخطيب: أخبرنا محمد بن الحسين القطان أنبأ دعلج بن أحمد أنبأ أحمد بن علي الأبار قال: حدثني يونس بن عبد الأعلى قال: سمعت الشافعي يقول: ناظرت محمد بن الحسن، وعليه ثياب رقاق، فجعل تنتفخ أوداجه، ويصيح حتى لم يبق له زر إلا انقطع، قلت: ما كان لصاحبك أن يتكلم، ولا كان لصالحبي أن يسكت، قال: قلت له: أنشدك بالله هل تعلم أن صاحبي كان عالما بكتاب الله؟ قال: نعم، قال: قلت: فهل كان عالما بحديث رسول الله ﷺ قال: نعم، قلت: أوَ كان عاقلا؟ قال: نعم، قلت: هل كان صاحبك جاهلا بكتاب الله؟ قال: نعم، قلت: وبما جاء عن رسول الله ﷺ؟ قال: نعم، قلت: أو كان عاقلا؟ قال: نعم، قلت: صاحبي فيه ثلاث خصال، لا يستقيم لأحد أن يكون قاضيا إلا بهن أو كلاما هذا معناه."[2]

''امام شافعی نے کہا کہ میں نے محمد بن حسن سے مناظرہ کیا، وہ باریک کپڑے میں ملبوس تھے اور ان کی رگیں پھولنے لگیں حتی کہ ان کے لباس کا ہر بٹن کٹ کر گر گیا، میں نے کہا کہ آپ کا یہ دعوی ہے کہ میرے استاد امام مالک کو علمی باتیں کرنی مناسب نہیں ہیں اور آپ کے استاذ امام ابوحنیفہ کو خاموش رہنا مناسب نہیں، تو آپ بخدا سچ بتلائیے کہ میرے استاذ امام مالک کتاب اللہ کے عالم تھے؟ امام محمد بن حسن نے کہا کہ ہاں، پھر میں نے کہا کہ میرے استاذ امام مالک احادیث نبویہ کے عالم تھے؟ امام محمد بن حسن نے کہا کہ ہاں، میں نے کہا میرے استاذ امام

[1] تاريخ بغداد پر حاشيه كوثري (٢/ ١٧٧)
[2] تاريخ بغداد (٢/ ١٧٧ و ١٧٨)

مالک کیا عاقل تھے؟ امام محمد نے کہا کہ ہاں، امام مالک عاقل تھے، میں نے کہا کہ کیا آپ کے استاذ امام ابوحنیفہ کتاب اللہ اور احادیث نبویہ سے بالکل جاہل تھے؟ امام محمد نے کہا کہ ہاں، میرے استاذ امام ابوحنیفہ کتاب وسنت کے علم سے جاہل تھے، میں نے کہا کہ آپ کے استاذ امام ابوحنیفہ عاقل تھے؟ امام محمد نے کہا کہ ہاں، میں نے امام محمد سے کہا کہ آپ کے اعتراف کے مطابق میرے استاذ میں تین اوصاف پائے جاتے تھے اور آپ کے استاذ دو اوصاف میں جاہل تھے، صرف ایک کے جانکار تھے تو ان تینوں اوصاف کے بغیر کسی میں کوئی علمی فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہو ہی نہیں سکتی پھر آپ کے استاذ کیسے علمی بات کرنے کے مقدور ہو گئے اور میرے استاذ نہیں ہوئے۔ یا راوی نے اسی کے ہم معنی کوئی بات کہی ہے۔''

أوّلاً: اس روایت میں صراحت ہے کہ امام محمد بن حسن نے امام مالک کا عاقل ہونا تسلیم کیا تھا جو اس بات کی دلیل ہے کہ پہلے مذکورہ روایتِ ابن ابی حاتم میں امام محمد بن حسن کی طرف کوثری نے جو یہ منسوب کیا ہے کہ انھوں نے امام مالک کے عاقل ہونے کی نفی کی تھی، وہ کوثری کی تحریف، کذب بیانی اور دروغ بافی ہے۔

ثانیًا: اس روایت میں امام محمد بن حسن کا یہ اعتراف منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ علوم کتاب وسنت سے جاہل تھے، اس میں اگر چہ علوم واقوال صحابہ وتابعین سے متعلق سوال وجواب کا ذکر نہیں مگر دوسری روایات صحیحہ میں اور خود اس سے پہلے کوثری والی روایت ابن ابی حاتم میں صراحت ہے کہ امام محمد نے اعتراف کیا کہ آثار صحابہ وتابعین اور اسلام کے علوم سے امام ابوحنیفہ جاہل تھے۔

ثالثًا: اس روایت صحیحہ میں "لم لا" والے استفہام کو تحریف کر کے روایت ابن ابی حاتم میں کوثری نے اثبات کو نفی سے محرف ومبدل کر کے اپنی اسی تلبیس کارانہ عیاری کا ارتکاب کیا ہے جسے انھوں نے اپنے متعصب حنفی اسلاف کا خطرناک وتحریفی گھناؤنا کارنامہ قرار دیا ہے۔

رابعًا: اپنے جیسے کذاب وتحریف کار اپنے اسلاف کی کوثری نے تو مذمت کی مگر خود یہی کاروبار اپنے اسلاف سے سینکڑوں گنا زیادہ کرنے کا پیشہ وشعار بنانے والے کوثری نے اپنے اختراعی اکاذیب وتلبیسات وتحریفات کو تحقیق وتصحیح کا نام دے دیا یہ کوثری کے دجل وتلبیس کا بہت بڑا شاہ کار رہے یا نہیں؟

خامسًا: کوثری کا دعوی ہے کہ امام شافعی اور محمد بن حسن کا اس بات پر متفق ہو جانا کہ امام مالک علوم ثلاثہ ہی نہیں بلکہ علومِ اربعہ کے ماہر اور امام ابوحنیفہ تین بنیادی علوم سے جاہل محض اور صرف ایک میں امام مالک کے شراکت دار تھے (واضح رہے کہ دوسری روایات صحیحہ میں یہ بھی صراحت ہے کہ امام شافعی نے فرمایا کہ آپ یعنی امام محمد بن حسن کے حسب اقرار جب ہم مراد امام مالک اور ان کے مکتبۂ فکر کے لوگ ان تینوں بنیادی علوم میں ماہر اور امام ابوحنیفہ جاہل ہیں، اس لیے ہم چوتھے علوم میں بھی امام ابوحنیفہ سے کہیں زیادہ مہارت وفوقیت رکھتے ہیں، اس پر امام محمد نے سکوت مسلسل سے امام شافعی کی بات کی تصدیق وتائید کی تھی) صرف دو آدمیوں امام شافعی ومحمد کی ذاتی رائے ہے اجماعی رائے نہیں ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ یہ مناظرہ دوفریق میں ہوا اہل حدیث اور اہل الرای میں۔

اہل حدیث کے نمائندہ وترجمان امام شافعی اور اہل الرای کے نمائندہ وترجمان امام محمد تھے، جب فریقین کے نمائندے اس بات پر متفق ہو گئے کہ علوم اربعہ میں امام مالک ماہر وفائق اور امام ابوحنیفہ جاہل ہیں، زیادہ سے زیادہ آخری والے چوتھے علم کو متنازع فیہ کہہ سکتے ہیں ورنہ درحقیقت یہ بھی متنازع فیہ نہیں، صرف امام محمد بن حسن کا دعوی بلا دلیل تھا جسے امام شافعی نے مردود وباطل قرار دیا ہے، ان کے بالمقابل امام محمد بن حسن لب بھی نہ ہلا سکے بالکل ''ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم'' کے مصداق بنے رہے، دریں صورت اسے دو آدمیوں امام شافعی اور امام محمد بن حسن کی ذاتی رائے وہی قرار دے گا جو بہت بڑا کذاب ہونے کے ساتھ دھاندلی باز اور اصول مناظرہ سے بالکل ہی ناواقف بلکہ اجہل الناس ہوگا، لہٰذا جب یہ مناظرہ دو ہی فریق میں ہوا تو دونوں کے نمائندوں کا اتفاق اجماع کیوں نہیں ہوا؟

سادسًا: کذاب اعظم کوثری نے خطیب والی زیرنظر روایت کو مکذوبہ کہا ہے جبکہ اس کے تمام رواۃ ثقہ ومعتبر ہیں، سند متصل اور علت قادحہ سے خالی اور متعدد روایات صحیحہ اس کی معنوی متابع وشاہد ہیں، اس کی سند کے ہر راوی کا ثقہ ہونا ''التنکیل بما في تأنیب الکوثري من الأباطیل'' میں ظاہر کر دیا گیا ہے تو ایسی صحیح سند کو اور صحیح روایت کو مکذوبہ قرار دینے والے کوثری اور ان کے کذاب چیلے بہت بڑے جھوٹے و دروغ باف ہوئے کیونکہ سچی بات کی تکذیب بہت مجرمانہ جھوٹ اور قبیح امر ہے۔

سابعًا: تاریخ بغداد کے مصنف حافظ خطیب پر کوثری اور ارکان تحریک کوثری کا یہ جھوٹا اور خود تراشیدہ اتہام وبہتان کہ انھوں نے اس روایت کے آخر میں ''أو کلاما هذا معناه'' کہہ دیا ہے محض کوثری اور کوثری گروپ کی ڈھونگ بازی ودھوکہ بازی ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ یہ بات امام خطیب ہی نے کہی ہو بلکہ کسی بھی راوئ روایت نے کہی، اور یہ کوئی عیب نہیں سلف سے خلف تک میں یہ رواج پایا جاتا رہا ہے، قرآن مجید میں ایک ہی بات کو مختلف انداز میں مختصرًا ومفصلاً ومطولاً بکثرت بیان کیا گیا ہے اور احادیث صحیحہ میں یہ بات اس سے کہیں زیادہ ہے، تو کیا یہ نعوذ باللہ نصوص کتاب وسنت کے مکذوب ہونے کی دلیل ہے؟ کوثری اور تحریک کوثری کے اراکین مکر وفریب کے اس قدر عادی ہو گئے کہ ان کی نیش زنی سے نصوص کتاب وسنت بھی محفوظ نہیں، اور کیوں نہ ہو یہ سارے کے سارے جہمی ومرجی فرقۂ باطلہ کے دم چھلے ہیں جو عام نصوص کتاب وسنت کو مسخ ومحرف کر کے اپنے عقائد فاسدہ وباطلہ کی دلیل بتلاتے ہیں۔

ثامناً: کذاب کوثری اور اراکین تحریک کوثری نے جو یہ کہہ رکھا ہے کہ تاریخ بغداد والی زیرنظر روایت میں واقع یہ جملہ کہ امام شافعی کے خلاف مناظرہ میں امام محمد اس قدر بدحواس وشعلہ بیان بن گئے کہ ان کی ساری رگیں پھول کر کُپّا ہو گئیں اور ان کے بٹن کٹ کر گر گئے، اس کے پہلے والی روایت کے معارض ہونے کے سبب مکذوبہ ہے۔ تو ایسے کذابین کو اتنی تمیز نہیں کہ وہ اپنی اس مستدل روایت کو ساقط الاعتبار کہہ چکے ہیں اور تاریخ بغداد والی زیرنظر روایت کا یہ جملہ سورج سے زیادہ روشن سند کے ساتھ اسی مناقب شافعی لابن ابی حاتم (ص: ۱۶۰) میں منقول ہے مگر یہ کذاب اعظم کوثری اور تحریک کوثری کے کذاب اراکین یہ ہمت نہ کر سکے کہ مناقب الشافعی لابن ابی حاتم (ص: ۱۶۰) والی نہایت پختہ وصحیح روایت پر کسی قسم کی حرف گیری کر سکیں، پھر یہ منافقانہ پالیسی کیسی کہ ایک جگہ اسی روایت کی تصدیق وتصحیح اپنے طرز عمل سے کی اور دوسری جگہ تکذیب کی؟

کذاب اعظم کوثری نے مناقب الشافعی لابن ابی حاتم والی اس روایت صحیحہ کی تصحیح کی مزید تائید کرتے ہوئے حاشیہ میں کہا:

''حلیۃ الاولیاء وغیرہ میں یہ روایت انھیں الفاظ کے ساتھ منقول ہے صرف حلیۃ الاولیاء ہی نہیں بلکہ سیر أعلام النبلاء للذهبي (ص: ١٦٢) والانتقاء (ص: ٢٥) والوافي (٢/ ٣٣٣) ومناقب محمد للذهبي (ص: ٥١) میں بھی موجود ہے۔''

ہم کہتے ہیں کہ کوثری کی ان محولہ کتابوں میں اس روایت صحیحہ کا منقول ہونا اس روایت کے قوی سے قوی تر ہونے کی دلیل ہے، اور کوثری کا یہ کہنا کہ ''بلوغ الامانی (ص: ٢٦ و ٢٧) میں اس قسم کی روایات پر گفتگو کی گئی ہے، بہتر ہے کہ اس پر غور کیا جائے۔'' تو بلوغ الامانی کوثری کا تیار کردہ مجموعۂ اکاذیب ہے، وہ کوثری کی نظر میں خواہ کوئی قیمت رکھتا ہو، مگر تحقیقی نقطۂ نظر سے وہ مجموعہ اکاذیب ہی ہے، امام ابن عبدالبر نے دو معتبر سندوں سے یہی بات نقل کی ہے کہ امام شافعی کے ساتھ مناظرہ کے وقت امام محمد کا حال بہت دگرگوں ہو گیا، ان کی رگیں پھول گئیں اور تین بٹن کٹ گئے۔[1]

بہر حال اس روایت کا معتبر و صحیح ہونا متحقق ہے، اگر بالفرض یہ ثابت ہو کہ امام شافعی نے فی الواقع امام محمد بن حسن کی بابت یہ بات کہی ہے تو یہ مستبعد نہیں کہ کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آ جانے پر امام محمد اپنے معمول پر برقرار نہ رہ سکے ہوں اور امام شافعی کے مقابلے میں اپنی شکست خوردگی اور اپنے مذہب اہل الرای کے سرگروہ امام ابو حنیفہ کی بابت بزبان خویش اس حقیقت بیانی پر مجبور ہو گئے ہوں کہ امام مالک کے بالمقابل امام ابو حنیفہ کا علم اس قدر قلیل ہے کہ اسے کالعدم کہنے میں عافیت نظر آتی ہے، بنا بریں علوم مذکورہ میں امام محمد نے امام مالک کے بالمقابل امام ابو حنیفہ کا جاہل ہونا تسلیم کر لیا۔

اس معنی و مفہوم کی بات حافظ ابن عبدالبر نے الانتقاء (ص: ٢٤) میں نقل کی جس پر کوثری نے لمبا حاشیہ چڑھایا، جس کا حاصل یہ ہے کہ اس سلسلے کی ساری روایات باہم متعارض و مضطرب ہیں اور صرف وہ مکذوبہ روایات معتبر ہیں جن میں امام ابو حنیفہ کو تمام علوم میں امام مالک پر فوقیت دی گئی ہے، یعنی کوثری اور اراکین کوثری کی نظر میں اکاذیب کو صحیح اور صحیح باتوں کو اکاذیب قرار دیا گیا ہے، ہم کو تو اس سلسلے کی جملہ روایات میں کوئی تعارض و اضطراب نظر نہیں آتا البتہ بعض روایات میں اختصار ہے، بعض میں تفصیل ہے، بعض رواۃ نے اپنی روایات میں بعض اجزاء کا ذکر نہیں کیا ہے، بعض نے ذکر کر دیا ہے، اس کے تمام طرق کو جمع کرنے سے تطبیق و توجیہ بہت آسان ہو جاتی ہے، کوثری کذاب کو اس سلسلے کی معتبر روایات کی آخر کس سند میں اصول روایت کے قواعد سے قدح و تجریح نظر آتی ہے؟ اصل میں جہمیت وارجاء اور تقلید پرستی کی نہایت غالیانہ عینک نے کوثری اور کوثری کے کذاب چیلوں کی نظر و نگاہ کو خیرہ کر کے رکھ دیا ہے، یہ بصیرت و بصارت سے محروم لوگ اپنی کور باطنی و کور ظاہری سے مجبور ہیں اور شدید یرقان والے مریض کی طرح کچھ کو کچھ دیکھتے ہیں، انھیں سیاہی سفید نظر آتی ہے اور سفیدی سیاہ نظر آتی ہے۔ نعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيّآت أعمالنا.

امام محمد کا امام شافعی کے ساتھ مناظرہ میں یہ اعتراف کہ علوم مالک کے بالمقابل علوم ابو حنیفہ کالعدم ہیں:

تقدمۃ الجرح والتعدیل تذکرۂ امام مالک میں سورج سے زیادہ روشن صحیح سند کے ساتھ مروی ہے:

[1] الانتقاء.

”قال ابن أبي حاتم: حدثنا محمد بن عبد اللّٰه بن عبد الحكم قال: سمعت الشافعي يقول: قال لي محمد بن الحسن: أيهما أعلم صاحبنا أو صاحبكم؟ يعني أبا حنيفة و مالك بن أنس، قلت: على الإنصاف؟ قال: نعم، قال: فأنشدك اللّٰه من أعلم بالقرآن صاحبنا أو صاحبكم؟ قال: صاحبكم، يعني مالكا، قلت: فمن أعلم بالسنة صاحبنا أو صاحبكم؟ قال: اللهم صاحبكم، فقلت: أنشدك اللّٰه من أعلم بأقاويل أصحاب رسول اللّٰهﷺ والمتقدمين صاحبنا أو صاحبكم؟ قال: صاحبكم، قال الشافعي: فقلت: لم يبق إلا القياس، والقياس لا يكون إلا على هذه الأشياء فمن لم يعرف الأصول فعلى أي شيء يقيس؟“

''امام شافعی سے امام محمد نے کہا کہ ہمارے استاذ ابوحنیفہ زیادہ بڑے عالم ہیں یا آپ کے استاذ امام مالک؟ امام شافعی نے کہا کہ انصاف والی بات کہوں؟ امام محمد نے کہا کہ ہاں انصاف ہی والی بات کہیے۔ امام شافعی نے امام محمد سے کہا کہ آپ پر اللہ کی قسم رکھ کر میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ آپ ہی انصاف سے بتلائیں کہ دونوں میں قرآن مجید کا زیادہ جان کار کون ہے؟ (بعض روایات صحیحہ میں ہے کہ امام محمد نے امام شافعی سے کہا کہ چونکہ آپ نے انصاف والی بات کہنے کے لیے مجھ پر اللہ کی قسم رکھ دی ہے، اس لیے میں اس قسم کا لحاظ کرتے ہوئے بتلاتا ہوں کہ از روئے انصاف امام مالک ہی امام ابوحنیفہ سے قرآن مجید کا زیادہ علم رکھتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ امام محمد کا کذاب ہونا متحقق ومشہور ومعروف حقیقت ہے، اس لیے وہ قسم رکھنے کا لحاظ کر کے انصاف کو پیش نظر رکھتے ہوئے بادل نخواستہ یہ سچی بات بولنے پر مجبور ہو گئے کہ امام مالک ہی امام ابوحنیفہ سے کہیں زیادہ علوم قرآن کے ماہر ہیں ورنہ اپنی عادت کے مطابق وہ ضرور ہی کذب بیانی و دروغ بافی کرتے ہوئے کسی جھجک وتوقف کے بغیر یہ جھوٹ بول دیتے کہ امام مالک کے بالمقابل امام ابوحنیفہ ہی کہیں زیادہ علوم قرآن مجید کے زیادہ جانکار ہیں) اس حقیقت اور مبنی بر انصاف بات کو امام محمد سے منوا لینے اور اقرار کرا لینے کے بعد پھر اللہ ہی کی قسم دلا کر امام محمد سے امام شافعی بولے کہ اب یہ بتلائیے کہ سنت نبویہ کا زیادہ علم امام ابوحنیفہ کو ہے یا امام مالک کو؟ امام محمد تو بری طرح امام شافعی کے شکنجے میں پھنس کر اپنی عادت کذب بیانی چھوڑ کر طوعاً وکرھاً یہ سچی بات مجبوراً بول پڑے کہ سنت نبویہ کا علم امام ابوحنیفہ کے بالمقابل امام مالک رحمہ اللہ کو کہیں زیادہ تھا، پھر ان دونوں حقائق کو تسلیم کرا لینے کے بعد امام شافعی نے وہی قسم الٰہی امام محمد کے سر پر رکھ کر انصاف سے بتلانے کا مطالبہ کیا کہ آثار صحابہ وتابعین یعنی اسلافِ امت کے آثار کا زیادہ علم امام ابوحنیفہ کو تھا یا امام مالک کو؟ بیچارے بڑی مسکنت سے شکنجۂ امام شافعی میں پھنس کر امام محمد نہایت بیچارگی سے بولے کہ آثار صحابہ وتابعین کا علم امام مالک کو امام ابوحنیفہ سے کہیں زیادہ تھا، (واضح رہے کہ آثار صحابہ وتابعین میں اجماع امت بھی شامل ہے اور بعض روایات صحیحہ میں اس کی صراحت بھی ہے) ان تینوں اصول علم میں امام مالک کا امام ابوحنیفہ سے کہیں زیادہ جانکار ہونا امام محمد سے تسلیم کرا لینے کے بعد ایک سوال کیا کہ اب بنیادی علوم سے کیا قیاسِ شرعی کے علاوہ دوسری بھی کوئی چیز باقی رہ گئی ہے؟ امام محمد دوسری روایات

صحیحہ کے مطابق نہایت مسکنت ومجبوری کے ساتھ بولے کہ نہیں اب صرف قیاس ہی باقی رہ گیا ہے۔''

امام شافعی نے فرمایا:

"والقياس لا يكون إلا على هذه الأشياء، فمن لم يعرف الأصول فعلي أي شيء يقيس؟"[1]

یعنی قیاس کا دار ومدار انھیں اصولی اور بنیادی تین علوم پر ہے تو جو شخص ان تینوں اصولوں سے ناواقف ونا آشنا ہو وہ بھلا قیاس شرعی کس طرح کر سکے گا؟

سورج سے زیادہ روشن اس روایت صحیحہ کے آخری الفاظ پر غور کیجیے! امام شافعی نے کہا کہ ابوحنیفہ قیاس کے علاوہ تینوں بنیادی علوم سے بالکل نا آشنا وناواقف ہیں اور انھیں تینوں بنیادی علوم پر قیاس کا انحصار ہے تو پھر امام ابوحنیفہ میں قیاس شرعی کی صلاحیت کا پایا جانا مستبعد سے بھی زیادہ مستبعد اور محال سے بھی زیادہ محال اور ناممکن سے بھی کہیں زیادہ ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اپنا تعارف کرائے بغیر امام مالک کی درسگاہ میں نہایت سعادت مند بچے کی طرح بیٹھا کرتے تھے۔ (كما تقدم)

ہمارے دعوی مذکورہ کی تائید مزید:

مذکورہ بالا روایت کو حافظ ابونعیم نے اس طرح نقل کیا ہے:

"حدثنا محمد بن عبد الرحمن بن سهل ثنا محمد بن يحيى بن آدم الجوهري ثنا محمد بن عبد الله بن عبد الحكم قال: سمعت الشافعي يقول: قال لي محمد بن الحسن: صاحبنا أعلم أم صاحبكم؟ قلت: تريد المكابرة أو الإنصاف؟ فقال: بل الإنصاف، قلت: فما الحجة عندكم؟ قال: الكتاب والسنة والإجماع والقياس، قال: قلت: أنشدك بالله أصاحبنا أعلم بكتاب الله أم صاحبكم؟ قال: إذ أنشدتني بالله فصاحبكم، قلت: صاحبنا أعلم بسنة رسول اللهﷺ أم صاحبكم؟... قلت: فبقي شيء من غير القياس؟ قال: لا، قلت: فنحن ندعى القياس أكثر مما تدعونه، وإنما القياس على الأصول فيعرف القياس. قال: يريد بصاحبه: مالك بن أنس"[2]

''امام محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم نے کہا کہ میں نے امام شافعی کو یہ کہتے سنا کہ مجھ سے امام محمد بن حسن نے کہا کہ آپ کے استاذ امام مالک زیادہ علم والے ہیں یا ہمارے استاذ امام ابوحنیفہ؟ میں نے کہا کہ آپ اپنی بڑائی اور حق کے مقابلے میں ناحق بات کو ترجیح دینا چاہتے ہیں یا انصاف والی بات کرنا چاہتے ہیں؟ امام محمد نے کہا کہ انصاف والی بات ہی کرنا چاہتے ہیں، امام شافعی نے کہا کہ آپ کے نزدیک شریعت میں حجت کیا ہیں؟ امام محمد نے کہا کہ کتاب وسنت اور اجماع وقیاس، امام شافعی نے کہا کہ آپ ہی اللہ کی قسم کھا کر بتلائیے کہ میرے استاد امام مالک قرآن مجید کا علم زیادہ رکھتے ہیں یا آپ کے استاد امام ابوحنیفہ؟ امام محمد نے کہا چونکہ آپ نے مجھے اللہ کی قسم دلا کر

[1] تقدمة الجرح والتعديل (ص: ٤ و ١٣)

[2] ملاحظہ ہو: حلية الأولياء ترجمة امام شافعي (٩/ ٢٤) و حلية الأولياء ترجمة امام مالك (٦/ ٣٣٠ ـ بسند صحيح ـ)

انصاف والی بات کہنے کا وعدہ و اقرار کرالیا ہے اس لیے مجھے مجبوراً کہنا ہی پڑتا ہے کہ کتاب اللہ کا علم آپ کے استاذ امام مالک ہمارے استاذ امام ابوحنیفہ سے کہیں زیادہ رکھتے تھے، میں نے کہا کہ سنتِ نبویہ کا علم آپ کے استاذ امام ابوحنیفہ زیادہ رکھتے تھے یا ہمارے استاذ امام مالک؟ امام محمد نے کہا کہ آپ کے استاذ امام مالک سنت کا علم ہمارے استاذ امام ابوحنیفہ سے کہیں زیادہ رکھتے تھے، میں نے کہا کہ آثارِ صحابہ کا زیادہ علم آپ کے استاذ رکھتے تھے یا ہمارے استاذ؟ امام محمد نے کہا کہ ہمارے استاذ ابوحنیفہ کے بالمقابل امام مالک کہیں زیادہ آثارِ صحابہ کا علم رکھتے تھے، میں نے کہا کہ اب چار چیزوں میں سے صرف قیاس باقی رہ گیا ہے، امام شافعی نے کہا کہ تب یہ بات خود بخود ثابت ہوگئی کہ ہم آپ کے مقابلے میں قیاس کا علم زیادہ رکھتے ہیں کیونکہ قیاس کا دار و مدار انھیں تین اصولوں پر ہے اور جو ان تینوں اصولوں کا زیادہ علم رکھے گا وہ قیاس کا علم آٹومیٹک طور پر زیادہ رکھے گا۔''

درسگاہِ مالکی وابی حنیفہ میں امام محمد کی مدتِ تعلیم:

اس معنی ومطلب کی روایات اور بھی ہیں مگر ہم اختصار کے پیشِ نظر انھیں کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔ ان روایات سے واضح طور پر مترشح ہوتا ہے کہ امام شافعی اور امام محمد دونوں کے نزدیک یہ مسلم تھا کہ امام محمد حسب عادت اپنے کذاب ہونے والے وصف سے کام لیتے ہوئے اس موضوع پر یہ کذب بیانی کر دیں گے کہ امام ابوحنیفہ ہی تمام علوم شرعیہ میں امام مالک پر فائق ہیں مگر امام شافعی نے اپنی خداداد صلاحیت سے کام لیتے ہوئے پیش بندی کردی کہ دونوں اماموں میں علمی فوقیت والی حقیقت بیان کرنے پر امام محمد کو مجبور ہونا پڑا۔ امام محمد دونوں ہی اماموں امام مالک و امام ابوحنیفہ کے شاگرد تھے، انھوں نے امام مالک و امام ابوحنیفہ کی درسگاہوں میں تعلیم حاصل کی تھی۔ مصنف انوار کا دعویٰ اگرچہ یہ ہے کہ امام محمد ۱۳۲ھ میں پیدا ہوئے اور چودہ سال کی عمر میں درسگاہ ابی حنیفہ میں داخل ہو کر چار سال درسگاہِ ابی حنیفہ میں پڑھتے رہے۔[1] مگر ۱۳۲ھ میں پیدا ہونے والے امام محمد درسگاہِ ابی حنیفہ میں جب بقول مصنف انوار چودہ سال کی عمر میں داخل ہوئے تو اس کا مطلب ہوا کہ امام محمد درسگاہِ ابی حنیفہ میں ۱۴۶ھ میں داخل ہوئے اور یہ بات گزر چکی ہے کہ امام ابوحنیفہ بدعویٔ مصنف انوار ۱۴۷ھ ہی میں ہمیشہ کے لیے قید خانہ بغداد میں مقید رہ کر ۱۵۰ھ میں زہر خورانی سے ہلاک ہوئے، اس حساب سے درسگاہِ ابی حنیفہ میں امام محمد کی مدتِ تعلیم بہر حال دو سال سے کم قرار پاتی ہے، اور بقول خویش امام محمد صراحت کر چکے ہیں کہ میں نے درسگاہ مالکی میں تین سال سے زیادہ مدت تک تعلیم پائی ہے، اس سے لازم آتا ہے کہ درسگاہِ ابی حنیفہ کے بالمقابل امام محمد کی مدتِ تعلیم درس گاہ مالکی میں زیادہ ہے۔ لیکن مصنف انوار نے امام محمد کا سالِ ولادت ۱۳۲ھ بتلانے میں حسب عادت تلبیس کاری سے کام لیا ہے، زیادہ صحیح یہ ہے کہ امام محمد ۱۳۵ھ میں پیدا ہوئے۔[2] دریں صورت درسگاہِ ابی حنیفہ میں امام محمد کی مدتِ تعلیم کالعدم قرار پاتی ہے۔

امام شافعی نے جب علوم شرعیہ کے تین بنیادی اصولوں میں امام مالک کے بالمقابل امام ابوحنیفہ کا بالکل ناواقف و ناآشنا ہونا تسلیم کرالیا تو امام شافعی نے امام محمد سے یہ بھی کہا کہ جو شخص تینوں بنیادی علوم سے بالکل ناواقف و ناآشنا ہو، اور قیاس کا دار و مدار انھیں تینوں بنیادی اصولوں پر ہے، وہ شخص ہمارے استاذ امام مالک کے بالمقابل قیاس میں بھی کالعدم ہی ہوگا، امام محمد امام

[1] مقدمه انوار (٥/ ١٩٤)　　[2] وفيات الأعيان وتاريخ بغداد ترجمة امام محمد.

شافعی کی اس بات کا کوئی بھی جواب نہ دے سکے بلکہ بذریعہ سکوت اس جواب کے صحیح ہونے کی موصوف امام محمد نے تصدیق کردی، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام محمد نے اس معمولی سے موضوع مناظرہ میں بہت بری طرح سے امام شافعی کے ہاتھوں شکست کھا کر علوم ابی حنیفہ کے علوم امام مالک کے بالمقابل کالعدم ہونے پر مہر تصدیق ثبت کردی۔

ہم بیان کر آئے ہیں کہ امام مالک کی ولادت سے بہت پہلے خلیفہ راشد عمر بن خطاب اور دوسرے صحابہ وتابعین بتلا چکے تھے کہ اہل الرای علوم کتاب وسنت سے بالکل تہی دست ہوتے ہیں، ان میں اتنا حوصلہ ہی نہیں کہ احادیث نبویہ وآثار صحابہ کو یاد رکھ سکیں اور نہ ہی یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ احادیث کو بیان کر سکیں پھر بھی وہ قائدین دین بن کر فتاوی دیتے اور فقہی علوم کا محض زور قیاس ورائے سے درس دیتے ہیں، اس لیے وہ خود بھی راہِ صواب سے بھٹک جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی بھٹکا دیتے ہیں۔ یہی بات محدث ہند شاہ ولی اللہ دھلوی اور ان کے اہل خاندان بھی کہتے رہے ہیں کہ اہل الرای میں اتنا دم ہی نہیں تھا کہ اہل حدیث کے طریق پر نصوص سے تدوین فقہ کریں، اس لیے وہ محض قیاس آرائی سے کام لیتے اور فقہی مسائل بیان کرتے تھے۔[1]

مصنف انوار کا یہ جھوٹ کہ تمام مذاہب فقہ کی کتابیں کتب امام محمد کی روشنی میں لکھی گئیں:

اس حقیقت واضحہ کے بالمقابل ہر آدمی بآسانی یہ فیصلہ کرے گا کہ مصنف انوار کی مندرجہ ذیل بات خالص جھوٹ ہے:

> ''تاریخ فقہ شاہد ہے کہ کتب مشہور مولفہ مذاہب ائمہ متبوعین مدونہ وغیرہ سب امام محمد کی کتابوں کی روشنی میں تالیف ہوئیں... الی آخر ما کذب وافتری وھذی۔''[2]

امام شافعی کا اپنی عمر کے تیرہویں سال سے لے کر تاحیات امام مالک ۱۷۹ھ تک مدینہ منورہ میں رہنا ثابت شدہ امر واقع ہے، یعنی انتیس سال امام شافعی درسگاہِ مالکی سے وابستہ رہے، درمیان میں کبھی کبھار امام شافعی کا تھوڑے عرصہ کے لیے اپنے وطن مکہ مکرمہ میں چلے آنا بھی ثابت شدہ معاملہ ہے، جہاں وہ اپنی والدہ واہل خاندان کے ساتھ رہ کر مکی اساتذہ کے علوم سے مستفید بھی ہوتے رہے، اگرچہ تیرہ سال عمر پوری ہونے سے پہلے ہی امام شافعی مکی اساتذہ کے علوم قرآن وتفسیر وتجوید وقراءت وحدیث وفقہ الحدیث وفقہ عام وقیاس ورائے سے کافی مستفید ہو چکے تھے۔ ہمارا خیال ہے کہ مذکورہ بالا مکالمہ امام محمد وامام شافعی کے درمیان مدینہ منورہ ہی میں ہوا تھا جبکہ امام محمد درسگاہ مالکی میں زیر تعلیم تھے، امام شافعی کا ارشاد ہے کہ میں نے کتب فقہ حنفی کو مجموعہ اغلاط پایا اور ان کے ہر فقہی مسئلہ کے بالمقابل حدیث معتبر لکھ کر مسائل فقہ حنفی کی تردید کی۔ (کما سیأتي)

کیا امام محمد امام شافعی کے شاگرد ہیں؟

اوپر مذکور ہوا کہ امام شافعی درسگاہ مالکی نیز دیگر مدنی درسگاہوں میں ۱۶۳ھ سے لے کر ۱۷۵ھ تک مستفید ہوتے رہے مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اپنے زمانۂ طالب علمی ہی میں امام شافعی اپنے مکی اساتذہ کی درسگاہوں میں پڑھنے کے ساتھ پڑھاتے بھی تھے، اسی وجہ سے بعض فیس لینے والے اساتذہ کی خدمت میں امام شافعی کو کوئی فیس نہیں دینی پڑتی تھی، پھر جب امام شافعی کی عمر ۱۶۵ھ میں پندرہ سال کی ہوئی اور وہ مکی اساتذہ کے علاوہ مدنی اساتذہ کی درس گاہوں خصوصاً درسگاہ مالکی میں پڑھ چکے اور اسی دوران وہ اپنے ننھیال یمن کے اساتذہ کی درس گاہوں میں بھی تھوڑی تھوڑی مدت کے لیے پڑھنے چلے جاتے رہے تو امام

[1] حجة الله البالغة، باب الفرق بين أهل الرأي و أهل الحديث. [2] مقدمه انوار (۱/ ۱۹۲)

شافعی کے استاذ خاص امام مسلم بن خالد زنگی نے انھیں مفتی ہونے کی بھی سند دے دی، نیز امام شافعی اس کے پہلے ہی مدرس ہونے کی سند سے بہرہ ور ہو چکے تھے، پھر بھی وہ پڑھانے کے ساتھ خود مختلف اساتذہ کی درسگاہوں میں پڑھا بھی کرتے تھے، ان کے علم کا شہرہ اسی عمر میں بہت ہو چکا تھا، امام شافعی کی علمی برتری و فقہی صلاحیت اپنے اوپر محسوس کرتے ہوئے امام محمد نے یہ مناسب سمجھا کہ امام شافعی کی خدمت میں بھی رہ کر کچھ وقت دیگر امام شافعی سے پڑھا کریں۔ چنانچہ الانتقاء لابن عبدالبر میں منقول ہے:

"قال الإمام ابن عبد البر: أخبرنا أبو عمر أحمد بن محمد بن أحمد قال: أخبرنا أبو القاسم عبيد الله بن عمر بن أحمد الشافعي البغدادي بمنزله في مدينة الزهراء قال حدثني جماعة من شيوخي بمعنى ما أذكره قال حمل الشافعي من الحجاز مع قوم من العلوية تسعة، وهو العاشر، إلى بغداد، وكان الرشيد بالرقة فحملوا من بغداد إليه، وأدخلوا عليه، ومعه قاضيه محمد بن الحسن الشيباني، وكان صديقا للشافعي، و أحد الذين جالسوه في العلم، وأخذوا عنه، فلما بلغه أن الشافعي في القوم الذين اخذوا من قريش بالحجاز، واتهموا بالطعن على الرشيد والسعي عليه، اغتم لذلك غما شديدا، وراعى وقت دخولهم على الرشيد، قال: فلما أدخلوا على الرشيد سألهم وأمر بضرب أعناقهم فضربت أعناقهم إلى أن بقي حدث علوي من أهل المدينة وأنا، فقال للعلوي أ أنت الخارج علينا والزاعم أني لا أصلح للخلافة؟ فقال العلوي: أعوذ بالله أن أدعي ذلك أو أقوله، قال: فأمر بضرب عنقه، فقال له العلوي: إن كان لا بد من قتلي فأنظرني أكتب إلى أمي بالمدينة فهي عجوز لم تعلم بخبري فأمر بقتله فقتل، ثم قدمت، ومحمد بن الحسن جالس معه، فقال لي مثل ما قال للفتى، فقلت: يا أمير المؤمنين لست بطالبي ولا بعلوي، وإنما أدخلت في القوم بغيا علي وإنما أنا رجل من بني المطلب بن عبد مناف بن قصي، ولي مع ذلك حظ من العلم والفقه، والقاضي يعرف ذلك، أنا محمد بن إدريس بن العباس بن عثمان بن شافع بن السائب بن عبيد بن عبد يزيد بن هاشم بن المطلب بن عبد مناف، فقال لي: أنت محمد بن إدريس؟ فقلت: نعم، يا أمير المؤمنين، قال: ما ذكرك لي محمد بن الحسن، ثم عطف على محمد بن الحسن فقال: يا محمد ما يقول هذا هو كما يقوله؟ قال: بلى وله من العلم محل كبير، وليس الذي رفع عليه من شأنه، قال: فخذه إليك حتى أنظر في أمره، فأخذني محمد، وكان سبب خلاصي لما أراد الله عز وجل منه."[1]

"ابو القاسم عبید اللہ بن عمر بن احمد شافعی بغدادی نے مدینۃ الزہراء اندلس میں واقع اپنے محل میں بیان کیا کہ مجھ سے میرے اساتذہ کی ایک پوری جماعت نے معنوی طور پر یہ بات بیان کی جس کا میں ذکر کر رہا ہوں کہ امام شافعی حجاز سے نو آدمیوں پر مشتمل علویوں کی ایک جماعت کے ساتھ بغداد لائے گئے، خلیفہ ہارون رشید اس وقت بغداد کے بجائے رقہ میں تھا، اس لیے امام شافعی سمیت یہ سارے دس افراد رقہ بھیجے گئے اور ہارون رشید کے سامنے پیش

[1] الإنتقاء لابن عبد البر (ص: ٩٧، ٩٨)

کیے گئے، ہارون رشید کے ساتھ اس کے قاضی محمد بن حسن بھی بیٹھے تھے، قاضی محمد بن حسن امام شافعی کے دوست اور ان سے علم حاصل کرنے کے لیے ان کے ساتھ بیٹھنے والے ان کے تلامذہ میں سے تھے، اس لیے جب قاضی محمد بن حسن کو معلوم ہوا کہ حجاز کے قریشی لوگوں میں سے جو لوگ گرفتار ہو کر یہاں آئے ہیں ان میں امام شافعی بھی ہیں اور ان پر ہارون رشید کی خلافت کے خلاف طعن و بغاوت کا الزام ہے، بنابریں امام محمد بن حسن کو اپنے استاذ امام شافعی کے اس معاملے کے سبب بہت شدید غم ہوا اور ہارون رشید کے سامنے ان کی پیشی کا وہ انتظار کرنے لگے، جب ان لوگوں کی دربار ہارونی میں پیشی ہوئی تو آٹھ کو قتل کرنے کا حکم صادر ہوا، اب امام شافعی کے ساتھ ایک نوعمر علوی آدمی رہ گیا تھا جو مدینہ سے گرفتار ہو کر آیا تھا، اس سے ہارون نے کہا کہ تم ہمارے خلاف بغاوت کرتے اور یہ خیال آرائی کرتے ہو کہ میں خلافت کی صلاحیت نہیں رکھتا، اس علوی نے کہا کہ اس دعوی وخیال سے میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، پھر بھی اس کے قتل کا حکم صادر ہوا، اس نے کہا کہ اگر مجھے قتل کرنا ضروری ہی ہے تو مجھے اپنی بوڑھی ماں کو خط لکھنے اور اپنے مقتول ہونے کی خبر دینے کا موقع دیا جائے، پھر میری پیشی ہوئی اور امام محمد بن حسن خلیفہ کے ساتھ موجود تھے، امام شافعی اور خلیفہ کے درمیان مکالمہ ہوا، پھر خلیفہ ہارون امام محمد کی طرف متوجہ ہو کر بولا کہ یہ حضرت امام شافعی جو کچھ کہہ رہے ہیں کیا وہ سچ ہے؟ امام محمد نے کہا کہ ہاں بالکل سچ ہے، انھیں علم وفضل میں بھی بڑا مقام حاصل ہے اور یہ (امام شافعی) وہ نہیں جس کی بابت آپ کی خدمت میں شکایت کی گئی ہے، اس پر ہارون نے کہا کہ اچھا آپ یعنی امام محمد انھیں یعنی امام شافعی کو اپنے پاس رکھیں، ان کے معاملہ میں غور کروں گا، چنانچہ امام محمد اپنے ساتھ امام شافعی کو لے گئے اور اپنے پاس رکھا اور مشیتِ الٰہی کے مطابق امام محمد ہی میری گلوخلوصی کا سبب بنے۔''

امام ابن عبدالبر کی یہ کتاب ''الانتقاء'' کوثری کی تعلیق وتحقیق اور نگرانی میں چھپی ہے، اس کتاب میں کوئی شک نہیں کہ حتی الامکان کوثری نے اپنی کوثریت یعنی تحریف کاری وتلبیس کاری دکھلائی ہے، اور اس کے حواشی وتعلیقات میں اکاذیب وتلبیسات سے کام لیا ہے مگر اس روایت کے خلاف ایک لفظ بھی کوثری نے تعلیق وتحشیہ میں نہیں لکھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوثری کو اس روایت کا معتبر وصحیح ہونا تسلیم وقبول ہے۔ اس روایت میں نہایت واضح طور پر امام محمد کو امام شافعی کا شاگرد، ان کی درسگاہ میں بیٹھ کر ان سے فیض یاب ہونے والا اور تحصیل علم کرنے والا کہا گیا ہے، اور یہ بات بہت واضح ہے کہ امام محمد جس زمانے میں مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ بسلسلۂ حج جاتے تھے اور وہاں امام شافعی درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے تھے، اس زمانے میں امام محمد امام شافعی کی درس گاہ میں امام شافعی سے علوم بھی حاصل کرتے تھے، اور اس میں شک نہیں کہ بعض اساتذہ اور ان کے بعض تلامذہ میں رشتۂ استاذی وتلمذ کے ساتھ دوستی بھی ہو جایا کرتی ہے۔ اس روایت میں اس کی بھی صراحت ہے کہ امام محمد امام شافعی کے دوست بھی تھے، جیسا کہ امام محمد امام شافعی کے شاگرد تھے اور یہی وجہ ہوئی کہ وفاتِ امام مالک کے کچھ دنوں بعد جب امام شافعی کو دوسرے ملزمین کے ساتھ جرم بغاوت میں گرفتار کر کے بغداد پھر رقہ لایا گیا تو امام محمد کو اپنے ان محترم استاذ امام محمد بن ادریس شافعی کی اس گرفتاری پر اور اس کے انجام کو سوچ کر بیحد رنج وغم اور دکھ ہوا۔ اس روایت کے مطابق ہارون کے سامنے امام محمد کے کچھ بولنے سے پہلے امام شافعی نے کچھ اس انداز کی گفتگو کی کہ ہارون متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، اسے جب امام شافعی کا نام ونسب اور علمی صلاحیت کا علم ہوا تو اس نے برجستہ کہا کہ آپ ہی محمد بن ادریس شافعی ہیں؟

اس کا مطلب یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام شافعی کی عظمت ورفعت اور علمی و درسی وافتائی صلاحیت کی شہرت سے ہارون رشید غائبانہ طور پر واقف تھا، پھر اسے یہ بھی معلوم تھا کہ امام محمد جو ہمارے بہت معتمد علیہ قاضی ہیں، وہ امام شافعی کے شاگرد ودوست ہیں، تبھی اس نے شکوہ کے انداز میں کہا کہ امام محمد نے تو مجھ سے آپ کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا، پھر وہ امام محمد کی طرف متوجہ ہوا اور امام شافعی نے اپنی خدا داد ذہانت وصلاحیت سے کام لیتے ہوئے ہارون کو کہہ بھی سنایا تھا کہ امام محمد کو میری بابت میری کہی ہوئی باتیں معلوم ہیں، اب امام محمد کو ہارون رشید کے استفسار پر یہ کہنے کی بہر حال توفیق ہوگئی کہ میں انھیں جانتا ہوں اور علم وفضل میں ان کا مقام ومرتبہ بہت بلند ہے، ظاہر ہے کہ امام شافعی کی درسگاہ میں پڑھنے اور علمی مذاکرہ ومدارسہ ہی سے امام محمد کو معلوم ہو سکا تھا کہ امام شافعی علم وفضل میں عالی مقام رکھتے ہیں، جان کاری ومعلومات وتجربہ کے بغیر اس طرح کی بات نہیں کی جاسکتی، ہارون رشید نے امام شافعی کو امام محمد کے حوالے کیا کہ آپ اپنی نگہداشت میں انھیں رکھیں، میں ان کی بابت غور وفکر کروں گا، چنانچہ امام محمد اپنے ساتھ امام شافعی کو لے گئے، اس کے بعد رونما ہونے والے واقعات کے ذکر سے یہ روایت خاموش ہے مگر دوسری روایات میں ان کا ذکر موجود ہے جیسا کہ تفصیل آ رہی ہے۔

مصنف انوار نے اس روایت کو بطور حجت اپنی اس کتاب مقدمہ انوار (۱/ ۱۳۵) تذکرۂ امام شافعی میں ذکر کیا ہے مگر ترویجِ اکاذیب وتلبیسات والی اپنی پالیسی یہاں بھی نہیں چھوڑی، وہ یہ کہ مصنف انوار کی حجت بنائی ہوئی اس روایت میں جو یہ صراحت ہے کہ امام محمد درسگاہِ امام شافعی میں تعلیم پا کر امام شافعی کے شاگرد ہونے کے شرف سے مشرف ہیں، اس کا ذکر مصنف انوار نے اشارۃً بھی نہیں آنے دیا۔ یہ ہے مصنف انوار کی دینی وعلمی وتحقیقی امانت داری، مصنف انوار ہی نے بار بار کہا ہے کہ کچھ لوگ سفید کو سیاہ کر دکھانے کے لیے استعمالِ اکاذیب تلبیسات کو کار ثواب سمجھ کر انجام دیا کرتے ہیں، مصنف انوار کی یہ بات سو فیصدی مصنف انوار اور ان کے ہم مزاجوں پر منطبق ہوتی ہے۔

روایت مذکورہ کی سند پر بحث (ترجمہ امام ابوعمر احمد بن محمد بن احمد قرطبی):

مصنف انوار جس تحریک کوثری کے کذاب اراکین میں داخل ہیں اس کے کمانڈر انچیف کوثری نے الانتقاء لابن عبد البر کے تحشیہ پر اس روایت پر کوئی کلام نہیں کیا گویا اس کا معتبر ہونا انھیں تسلیم ہے اور مصنف انوار نے اسے بحوالہ ابن عبد البر بطور حجت نقل بھی کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمام اراکین تحریک کوثری اسے معتبر مانتے ہیں۔

امام ابن عبد البر نے اس روایت کو اپنے استاذ امام محدث، ادیب، فقیہ، شاعر عالی الاسناد ابوعمر احمد بن محمد بن احمد بن سعید بن الحباب قرطبی (مولود تقریباً: ۳۷۵/ ۳۷۶ھ ومتوفی ۴۰۱ھ) سے نقل کیا ہے، انھیں امام ذہبی اور تمام اہل علم نے ثقہ وصدوق ومعتبر کہا ہے، یہ امام ابن حزم کے بھی استاذ ہیں، اپنی کتابوں میں امام ابن حزم نے ان سے بہت ساری روایات نقل کی ہیں۔[1]

ترجمہ ابو القاسم عبید اللہ بن احمد الشافعی البغدادی الاندلسی:

امام ابوعمر احمد بن محمد بن احمد نے یہ روایت امام ابو القاسم عبید اللہ بن عمر بن احمد بن محمد بن جعفر قیسی شافعی بغدادی (مولود ۲۹۵ھ ومتوفی ۳۶۵ھ) سے نقل کی ہے۔ موصوف ابو القاسم عبید اللہ کئی کتابوں کے مصنف ہیں، ان کی بعض کتابوں کے حوالے

[1] سير أعلام النبلاء (١٧/ ١٤٨ و ١٤٩) وجذوة المقتبس (ص: ١٠٧) و الصلة (١/ ٢٣ و٢٤) وبغية الملتمس (ص: ١٥٤ و ١٥٥) والعبر (٣/ ٧٥) والوافي بالوفيات (٧/ ٣٣٠) وشذرات الذهب (٣/ ١٦١)

سے امام ابن عبد البر نے الانتقاء میں روایات نقل کی ہیں، فقیہ ومحدث ومناظر ومفتی وماہر علوم قیاس واجتہاد تھے، ان پر اگر چہ بعض نے تجریحِ قادح کی ہے۔[1]

مگر ان کی روایات کو کوثری وارکان تحریک کوثری نے دلیل وحجت بنایا ہے جس کا لازمی مطلب ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک ابو القاسم عبید اللہ بغدادی ثقہ ومعتبر ہیں، الانتقاء میں ان کی روایات کم از کم پانچ جگہ منقول ہیں مگر ان پر کوثری نے کہیں بھی کوئی کلام نہیں کیا۔ یہ سکوتِ کوثری کیا معنی رکھتا ہے؟ یہی کہ امام ابو القاسم بغدادی ثقہ ومعتبر ہیں، امام ابو القاسم عبید اللہ بن عمر نے یہ روایت اپنے بہت سارے اساتذہ سے نقل کی ہے، ان کی تعداد اگر دس ہی مانی جائے تو دس رواۃ کی باہم دگر متابعت سے اس کا معتبر ہونا لازم آتا ہے۔

اس تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ امام محمد بن حسن جس طرح امام مالک کے شاگرد ہیں اسی طرح امام شافعی کے بھی شاگرد ہیں، اور انھوں نے وفاتِ امام مالک کے بعد ملزم کی حیثیت سے بغداد جانے والے اپنے اس شفیق ومشفق وسخی وفیاض ودریا دل علوم وفنون میں بحر نا پیدا کنار استاذ امام شافعی کی جو بھی خدمت اس خلیفہ ہارون کے حکم سے کی، خلیفہ ہارون امام شافعی کی فاضلانہ گفتگو اور خداداد پرکشش وضع وقطع وشکل وصورت اور اپنے ہی خاندان کا چشم وچراغ ہونے کے باعث امام شافعی پر فریفتہ ہو کر ان کے علوم وفیوض سے بہرہ ور ہونا چاہتا تھا، نیز انھیں کوئی سرکاری عہدہ دیکر حکومت میں انھیں اپنا معاون بنانا چاہتا تھا، بہر حال امام محمد کی ایک آدھ بات امام شافعی کے حق میں مفید ثابت ہوئی اور ایک سعادت مند شاگرد سے ایک محسن استاذ کو یہی توقع بھی ہوا کرتی ہے، جیسا کہ معلوم ومشاہد ہے۔ امام شافعی کی جو خدمت بھی کی وہ ان کا فریضہ تھا، کیا کوثری گروپ کے کذابین میں سے کسی کذاب کا یہ دعوی مسموع ہوسکتا ہے کہ اپنے جلیل القدر استاذ امام شافعی کی خدمت گذاری امام محمد بن حسن پر فرض نہیں تھی؟

کیا واقعتاً امام محمد بن حسن ہی امام شافعی کی گلوخلاصی کا سبب بنے؟

ہم بتلا آئے ہیں کہ گرفتار ہو کر بغداد اور رقہ آنے پر ہارون رشید کے سامنے امام شافعی نے اس انداز میں گفتگو کی کہ خلیفہ نے متاثر ہو کر امام شافعی کے ساتھ نرم روی اختیار کی، اس میں تحریف واسقاط کے ذریعہ کوثری گروپ بشمول مصنف انوار نے امام محمد کو امام شافعی کی گلوخلاصی کا سبب بتلایا ہے، حالانکہ امام شافعی کی باتوں سے متاثر ہو کر خود خلیفہ امام شافعی کا گرویدہ ہو گیا تھا، بظاہر بعض جملے امام محمد نے امام شافعی کی مدح میں کہہ دیے ورنہ حقیقت امر یہ ہے کہ امام شافعی کی رہائی میں امام محمد بن حسن کا ادنی ترین دخل بھی نہیں ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے کہا:

"حدثنا أحمد بن عثمان النحوي النسوي قال: سمعت أبا محمد قريب الشافعي قال: سمعت إبراهيم بن محمد الشافعي يقول: حبس الشافعي مع قوم من الشيعة بسبب التشيع، فوجه إلي يوما، فقال لي ادع فلانا المعبر فدعوته، فقال: رأيت البارحة كأني مصلوب على

[1] ملاحظہ ہو تفصیل کے لیے: تاريخ العلماء والرواة للعلم بالأندلس لابن الفرضي (١/ ٢٩٥ و ٢٩٦) ولسان الميزان (٤/ ١١٠)

قناة مع علي بن أبي طالب رضي الله عنه، فقال له: إن صدقت رؤياك شهرت وذكرت، وانتشر أمرك، قال: ثم حمل إلى الرشيد معهم فكلمه ببعض ما في قلبه به فخلى عنه.“ ❶

’’ابراہیم بن محمد شافعی نے کہا کہ تشیع کے سبب کچھ شیعہ لوگوں کے ساتھ امام شافعی قیدی بنا لیے گئے، ایک دن امام شافعی نے مجھ سے کہا کہ فلاں خواب کی تعبیر بتانے والے کو بلا لاؤ، میں بلا لایا، امام شافعی نے معبر سے کہا کہ میں نے رات میں خواب دیکھا کہ میں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نیزے پر سولی دے دیا گیا ہوں، معبر نے کہا کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کو بڑی شہرت اور لوگوں میں ناموری حاصل ہوگی، پھر امام شافعی دیگر قیدی شیعوں کے ساتھ ہارون رشید کے پاس لائے گئے تو امام شافعی نے ہارون سے ایسی باتیں کیں کہ ہارون کو اپنا گرویدہ بنا لیا، بنابریں ہارون رشید نے امام شافعی کو آزاد کر دیا۔‘‘

یہ روایت صحیح ہے۔ امام ابن ابی حاتم نے اسے امام احمد بن عثمان النحوی النسوی سے روایت کیا ہے جو ثقہ وصدوق ہیں۔ ❷
امام احمد نحوی نے اسے ابومحمد وابوعبدالرحمان وابوبکر احمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عباس ابن عم الشافعی سے نقل کیا جو ثقہ ہیں۔ ❸
انھوں نے روایت مذکورہ امام ابراہیم بن محمد بن عباس بن عمر بن شافعی ابن عم امام شافعی (متوفی ۲۳۷ھ یا ۲۳۸ھ) سے نقل کی جو ثقہ وصدوق ہیں۔ ❹

کوثری جیسے کذاب اعظم نے نہ جانے کس دل سے یہ اعتراف کرلیا:

”وبذلك تدرك أن ليست شهادة محمد بن الحسن هي العامل الوحيد في عفو الرشيد عنه وإطلاقه سبيله.“ ❺

’’اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف امام محمد بن حسن شیبانی کی امام شافعی کے حق میں شہادت ہی تن تنہا امام شافعی کی ہارون کی گرفت سے چھوٹنے کا سبب نہیں ہے۔‘‘

ہم کہتے ہیں کہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ امام شافعی کے حق میں امام محمد بن حسن کی ان باتوں سے پہلے ہارون امام شافعی کی باتوں سے فریفتہ ومتأثر ہو کر امام شافعی کو آزاد کرنے پر آمادہ ہو چکا تھا، پھر اس نے امام محمد بن حسن ہی کو حکم دیا کہ امام شافعی کو اپنے یہاں بطور مہمان رکھیں، میں ان کے معاملہ میں غور کرلوں۔ کوثری اور کوثری گروپ کا یہ پروپیگنڈہ جھوٹا ہے کہ امام شافعی کی رہائی میں امام محمد بن حسن کا بھی کچھ ہاتھ تھا۔

امام شافعی کی گرفتاری سے متعلق امام محمد بن حسن کی کارکردگی سے متعلق ایک معتبر روایت:

امام محمد بن حسن بن ابراہیم بن عاصم ابوالحسن السجستانی (مولود ۲۸۰ھ ومتوفی ۳۶۲ھ) ناقل ہیں:

❶ آداب الشافعي لابن أبي حاتم (ص: ٧٧ و ٧٨) و توالي التأسيس (ص: ١٣٠ و ١٣١) وحلية الأولياء (٩/ ١٢٥ و ١٢٦)
❷ الجرح والتعديل (١/ ٦٣، ق: ١ وغيره)
❸ تهذيب الأسماء للنووي (١/ ٢٩٦) وطبقات الشافعية للسبكي (١/ ٢٨٧) وحسن المحاضرة (١/ ١٦٧) وخطط توفيقيه (٥/ ٢٨)
❹ تهذيب التهذيب (١/ ١٣٤) والانتقاء (ص: ١٠٤) ❺ حاشيه كوثري بر آداب الشافعي (ص: ٧٨ حاشيه نمبر ٦)

"سمعت إبراهيم بن محمد بن الوليد يحكي عن زكريا بن يحيى البصري و يحيىٰ بن زكريا بن حيويه النيسابوري كلاهما عن الربيع بن سليمان، يزيد بعضهما على بعض، أن الشافعي قال: خرجت إلى اليمن فأقمت بها أشهرا و ارتفع لي بها شأنا، وكان بها والٍ من قبل الرشيد ظلوما غشوماً، فكنت ربما أخذت على يديه، ومنعته من الظلم، وكان باليمن جماعة من العلويين قد تحركوا، فكتب الوالي إلى الرشيد: إن العلوية قد تحركوا، وأرادوا أن يخرجوا، وإن هاهنا رجلا من ولد شافع بن السائب من بني المطلب لا أمر لي معه ولا نهي فكتب إليه الرشيد أن يقبض عليهم وعليه، قال: فقرنت معهم، قال: فبلغني عن محمد بن زياد، وكان نديم هارون، أنه كان عند هارون حين أدخلوا عليه فقتل العلوية، والتفت إلى محمد بن الحسن، فقال له: يا أمير المؤمنين لا يغلبنك هذا بفصاحته ولسانه، فإنه رجل لسن، قال الشافعي: فقلت له: يا أمير المؤمنين مهلا، فإنك الراعي، وأنا المرعي، وأنت القادر على ما تريد مني، فما تقول في رجلين أحدهما يراني أخاه، والآخر يراني عبده، أيهما أحب إلي؟ قال: الذي يراك أخاه، قلت: فأنت هو يا أمير المؤمنين إنكم ولد عباس وهو ولد علي، ونحن إخوتكم من بني المطلب، فأنتم ترونا إخوة، وهم يروننا عبيدا، قال: فسري عنه ما كان به، واستوى جالسا، وقال: عظني فوعظته إلى أن بكى، ثم أمر لي بخمسين ألف درهم."[1]

''امام شافعی نے کہا کہ میں یمن گیا اور چند مہینے وہاں رہا، وہاں میری بہت ترقی اور شہرت ہوئی، وہاں خلیفہ ہارون کی طرف سے جو حاکم مقرر تھا وہ بڑا ظالم و بدطینت تھا، میں ظلم رانی سے اسے روکتا رہتا تھا، یمن میں علویہ کی ایک جماعت حکومت کے خلاف متحرک ہوگئی تھی، اس حاکم نے خلیفہ ہارون کو لکھا کہ یہاں علوی لوگ بغاوت پر آمادہ ہیں اور یہاں ایک آدمی شافعی مطلبی محمد بن ادریس کے مقابلے میں تو میری کوئی بات نہیں چل پاتی ہے، ہارون رشید نے حاکم یمن کو لکھا کہ علویہ کو مع شافعی مطلبی کے گرفتار کر کے مرکز خلافت میں میرے پاس بھیج دو، لہٰذا میں بھی علویہ کے ساتھ قید کر کے بھیج دیا گیا، ہارون رشید کے ندیم محمد بن زیاد سے بالواسطہ مجھے معلوم ہوا کہ اس وقت جب کہ سارے علویہ قتل کر دیے گئے ہارون نے امام محمد بن حسن سے میری بابت پوچھا تو خفیہ طور پر ہارون الرشید سے امام محمد نے کہا کہ اے امیر المومنین! یہ شافعی آدمی کہیں آپ کو اپنی فصیح و بلیغ باتوں سے مغلوب نہ کر لے کیونکہ یہ شخص بڑا سخن ساز اور باتوتی ہے، امام شافعی کو امام محمد کا یہ تبصرہ اپنے اوپر جب معلوم ہوا تو انھوں نے ہارون رشید سے کہا کہ امیر المومنین! ذرا توقف سے کام لیجیے آپ حاکم ہیں میں رعیت ہوں، آپ میرے ساتھ جو کچھ بھی کرنا چاہتے ہوں سب پر قادر ہیں مگر یہ بتلائیے کہ دو آدمیوں میں سے جو مجھے اپنا بھائی سمجھتا ہو اور دوسرا غلام کی طرح برتاؤ کرتا ہو، ان میں سے میرے نزدیک کون زیادہ محبوب ہوگا؟ خلیفہ نے کہا کہ جو آپ کو اپنا بھائی سمجھتا ہے، امام شافعی نے

[1] توالی التأسیس (ص: ۱۲۹ و ۱۳۰)

کہا: اے امیر المؤمنین! آپ حضرت عباس بن عبد المطلب کی اولاد سے ہیں اور آپ کے خلاف آمادۂ بغاوت علی مرتضی کی اولاد ہیں، ہم آپ کے بھائی بنو المطلب ہیں، آپ ہمیں اپنا بھائی سمجھتے اور علویہ غلام جیسا سمجھتے ہیں، امام شافعی کی اس بات سے خلیفہ کی باچھیں کھل اٹھیں، امام شافعی نے وعظ شروع کر دیا یہاں تک کہ خلیفہ رونے لگا، پھر خلیفہ نے میرے لیے پچاس ہزار درہم دینے کا حکم جاری کیا۔‘‘

روایت مذکورہ کی تصحیح:

یہ روایت صحیحہ امام آبری نے بواسطہ ابراہیم بن محمد بن ولید، امام زکریا بن یحییٰ بصری ساجی ویحییٰ بن زکریا بن حیویہ نیساپوری سے نقل کی ہے، امام زکریا بن یحییٰ بصری ساجی نے مناقب شافعی پر کتاب لکھی ہے، اسی کتاب سے امام زکریا آبری نے یہ روایت نقل کی ہے، امام زکریا کی متابعت یحییٰ بن زکریا بن حیویہ نے بھی کی ہے، اور دونوں نے اسے امام ربیع سے نقل کیا جو امام شافعی کے خصوصی ثقہ شاگرد ہیں یعنی کہ یہ روایت صحیح ہے، اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ امام محمد بن حسن نے خفیہ طور پر امام شافعی کے خلاف قتل یا اس کے بدلے کسی بھاری سزا دینے پر ہارون کو ورغلایا تھا مگر اپنی عادت کے مطابق بظاہر انھوں نے ہارون کے سامنے امام شافعی کی مدح کی اور بے گناہ بتلایا جس سے ہارون نے امام محمد کی دوغلی پالیسی کو بھانپ لیا۔

ایضاح:

اس روایت صحیحہ کو دوسری روایاتِ صحیحہ کے ساتھ ملا کر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہارون رشید کی قید سے امام شافعی اپنی ذات کی وکالت کے ذریعہ آزاد ہوئے تھے، اس میں امام محمد بن حسن کی کارکردگی کا کوئی ادنی برابر بھی دخل نہیں تھا بلکہ بظاہر امام شافعی کے حق میں امام شافعی کے حوالے دینے سے مجبور ہو کر بعض الفاظ محمد بن حسن نے ہارون کے سامنے کہہ دیے تھے ورنہ اندرونی طور پر انہوں نے امام شافعی کے خلاف ہارون کو ”يا أمير المؤمنين لا يغلبنك هذا بفصاحته ولسانه فإنه رجل لسن“ کہہ کر ورغلایا تھا مگر ہارون رشید نے معاملہ فہمی سے کام لے کر امام محمد بن حسن کی بات کی طرف دھیان دینے کے بجائے امام شافعی کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں اپنی عزت محسوس کی۔

امام شافعی بحیثیت ملزم کس زمانے میں بغداد گئے؟

اس بات پر تمام روایات متفق ہیں کہ امام شافعی حاکمِ وقت خلیفہ ہارون رشید کے زمانے میں وفات امام مالک کے بعد حکومت کے خلاف سرگرمیوں میں حصہ لینے کے لگائے گئے الزام کے تحت گرفتار کر کے کئی افراد کے ساتھ بغداد اور رقہ لائے گئے، بعض روایات میں مذکور ہے کہ انھیں وفاتِ امام مالک کے بعد یمن کے کسی حصہ کا قاضی بنایا گیا تھا یا کسی سرکاری حاکم کا معاون بنایا گیا تھا اور وہ کسی ضرورت سے اپنے گھر مکہ مکرمہ آئے تو ان کی کارکردگی اور حسن انتظام وحسن عمل کا ہر طرف بڑا شہرہ ہو چکا تھا، پھر بھی ان کے اساتذہ کرام خصوصاً امام سفیان بن عیینہ اور مسلم بن خالد زنجی نے امام شافعی کو آئندہ سرکاری کام نہ کرنے کی تاکیدی وصیت کی، اگرچہ ان کی کارکردگی کی تحسین بھی کی مگر انھیں سرکاری ملازمت کے بغیر آزادی کے ساتھ علمی خدمات کرتے رہنے کا مشورہ دیا۔ امام شافعی ابھی مکہ مکرمہ ہی میں تھے یا اپنے اساتذہ سے ملنے اور دوسری ضروریات کے تحت

مدینہ منورہ گئے تھے کہ ان کے نام بھی سرکاری وارنٹ گرفتاری آیا اور وہ گرفتار ہو کر دیگر ملزمین کے ساتھ عراق لائے گئے، اس زمانے میں عراق بلکہ عالم اسلام کی اصل راجدھانی بغداد شہر تھا اور تبدیلی آب وہوا کے لیے خلیفہ اور اس کے ذاتی عمال بھی بغداد سے کچھ دنوں کے لیے شہر رقہ چلے جایا کرتے تھے، امام شافعی کے مدنی استاذ امام مالک تو ۱۷۹ھ ہی میں فوت ہو گئے اور امام مسلم بن خالد زنجی بھی اسی سال یا اس کے سال بھر بعد ۱۸۰ھ میں فوت ہو گئے مگر گرفتار ہو کر بغداد ورقہ امام شافعی کب پہنچے اور خلیفہ ہارون کے حکم کے مطابق امام محمد کے مہمان خصوصی بنے اور کتنے دنوں تک موصوف وہاں بغداد میں سکونت پذیر رہے، اس کی کوئی قطعی تحدید ہم کو نہیں ملتی۔ حافظ ابن کثیر نے امام ابن ابی حاتم سے بسند حسن ومعتبر نقل کیا ہے:

"فحمل على بغل في قيد إلى بغداد فدخلها في سنة أربع وثمانين ومائة وعمره ثلاثون سنة الخ"

یعنی اس کا حاصل یہ ہے کہ امام شافعی حکومت کے خلاف سرگرمی کے اتہام کے سبب جب بغداد لائے گئے تو ان کی عمر تیس سال تھی اور وہ ۱۸۴ھ کا زمانہ تھا۔

جب اس روایت معتبرہ کے مطابق بغداد دلائے جانے کے وقت امام شافعی کی عمر تیس سال تھی، اور یہ معروف ومعلوم ہے کہ امام شافعی ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے تو لازم آتا ہے کہ وہ بغداد ۱۸۰/ ۱۸۱ھ میں لائے گئے اور ۱۸۰ھ میں امام ابو یوسف بالاتفاق زندہ بخیر تھے، لہٰذا اس روایت میں ۱۸۴ھ کا جو لفظ واقع ہے اس میں لازمی طور پر تصحیف وتحریف واقع ہوگئی ہے۔[1] بعض غیر معتبر روایات کے مطابق امام شافعی پہلی بار بحیثیت ملزم بغداد ۱۸۴ھ میں آئے مگر یہ غیر معتبر روایات بہت زیادہ غیر معتبر رواۃ سے مروی ہیں اس لیے ان پر اعتماد کے لیے دل آمادہ نہیں ہوتا، ہمارا خیال ہے کہ امام شافعی غالباً ۱۸۱/ ۱۸۲ھ میں گرفتار ہو کر بغداد آئے اور معلوم نہیں وہ بغداد میں کتنے عرصے تک مقیم رہے؟ امام شافعی کے قیامِ بغداد کی مدت بتلانے سے بھی روایات خاموش ہیں، البتہ تمام روایات پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام شافعی پہلی بار بغداد پہنچنے پر اچھی خاصی مدت تک بغداد میں رہ گئے، انھوں نے اہل الرای خصوصاً حنفی کتابوں کی نقول بھاری رقوم دے کر حاصل کیں اور اہل الرای خصوصاً امام محمد بن حسن سے کئی مناظرے کیے، خلیفہ کے دربار میں بعض مناظرے ہوئے اور مناظرہ میں امام محمد اور ان کے معاونین کے خلاف امام شافعی نے مسلک اہل حدیث کی ایسی جاندار ترجمانی ووکالت وحمایت کی اور ایسے دلائل وبراہین قائم کیے کہ احناف کے جمع کردہ قیاسی دلائل کو ادھیڑ کر رکھ دیا، امام شافعی کی اس اعلی صلاحیت کی خلیفہ ہارون نے بہت تحسین کی اور وہ ان کی خدمت میں گراں بہا تحائف ونقد پیش کرتا رہا، امام شافعی کی فیاضی معروف ومشہور ہے، اس لیے وہ ان رقوم کو ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا کرتے اور خود خالی ہاتھ ہو جایا کرتے تھے مگر پھر دوبارہ سہ بارہ خلیفہ اور خلیفہ کے وزراء وامراء اور دوسروں کی جانب سے رقوم وتحائف ملتے رہے اور ان کا بھی وہی انجام ہوتا رہا۔

ہمارے خیال سے امام شافعی پہلی بار بغداد میں چار پانچ سال سے کم نہیں رہے، انھوں نے اہل الرای کی علمی وتحقیقی انداز میں کمر توڑ کر رکھ دی، اہل حدیث علماء ان کے قیامِ بغداد سے بے حد خوش تھے کہ اہل الرای کی خوب درگت بن رہی ہے، بڑے بڑے ائمہ احناف حلقہ بگوش مذہب اہل الحدیث ہوتے رہے اور پاسبانانِ مذہب اہل الرای کے حواس اڑتے رہے۔ امام شافعی

[1] ملاحظہ ہو: البداية والنهاية مطبوع أحياء التراث العربي بتحقيق علي شيري ١٤٠٨ھ، ١٩٨٨ء (١٠/ ٢٧٨)

اور امام محمد کے درمیان اس طویل فرق کو وہی شخص امام شافعی پر امام محمد کی برتری کی دلیل قرار دے گا جو انتہائی درجے کا جہالتِ مرکبہ اور حماقتِ شدیدہ اور بلادتِ کثیرہ کا شکار ہو الٹی کھوپڑی بھی رکھتا ہو جس کو ہر سیدھی بات ٹیڑھی نظر آئے، اور مصنف انوار نیز ان کے تمام ہم مزاج خصوصاً کوثری اور اراکین تحریک کوثری نے ایسا ہی سمجھ رکھا ہے۔

امام محمد اور امام شافعی کا امام مالک سے تلمذ:

مذکورہ بالا عنوان مصنف انوار ہی کا قائم کردہ ہے جس کے تحت موصوف کی تحریر کا حاصل مطلب یہ ہے کہ امام شافعی اگرچہ خدمتِ امام مالک میں آٹھ مہینے رہے مگر امام محمد تین سال سے زیادہ رہ کر موطأ پڑھ کر فارغ ہوئے، اس لیے قاضی ابو عاصم محمد بن احمد عامری نے تیس جلدوں پر مشتمل لکھی ہوئی اپنی کتاب مبسوط میں کہا ہے کہ امام شافعی اور امام محمد کے درمیان ایک مکالمہ ہوا جس میں امام محمد نے تمام علوم میں امام مالک کا فائق ہونا ثابت کر دکھایا اور اس کے جواب سے امام شافعی عاجز رہے۔ عامری کی اسی بات کو مصنف انوار نے صحیح قرار دیا اور متواتر المعنی ثقہ رواۃ سے مروی اس روایت کو الٹی پلٹی منسوخ ومحرف وجھوٹ قرار دیا جس کا ذکر ہم ترجمہ امام مالک میں کر آئے ہیں، اپنے اس دعوی کے لیے مصنف انوار نے تحریک کوثری کے قائد کذاب اعظم کوثری کی تحریروں کا حوالہ دیا ہے۔ ❶

ہم کہتے ہیں کہ جس عامری کے حوالے سے کذاب اعظم کوثری اور مصنف انوار نے یہ بات کہی ہے وہ قطعی طور پر بہت بڑا جھوٹا، تلبیس کار اور مکار وعیار آدمی تھا، جس نے ثقہ رواۃ کے برعکس ثقہ رواۃ کے بیان کردہ حقائق کی تکذیب کرتے ہوئے خوفِ خدا سے بالکل پیدل ہو کر یہ جھوٹی بات امام محمد وامام شافعی کے سینکڑوں سال بعد اختراع وایجاد کر کے لکھ ماری، اگر مصنف انوار اور جملہ اراکین کوثری کو سچ بولنے کا دعوی ہو تو کسی بھی ثقہ امام فن سے اس عامری کذاب ودروغ باف کا ثقہ وصدوق ہونا ثابت کریں، پھر یہ ثابت کریں کہ اس عامری سے لے کر امام محمد وامام شافعی تک پہنچنے والی سند کے رواۃ معتبر ہیں اور اس سند میں کوئی علتِ قادحہ نہیں۔ ہمارا دعوی ہے کہ یہ سارے کذابین جان توڑ محنت اور باہمی معاونت کے باوجود قیامت تک عامری کی بیان کردہ بات کی سند ہی نہیں پیش کر پائیں گے، نہ عامری کی اور نہ عامری کی بیان کردہ بات کی سند کے رواۃ کا معتبر ہونا ثابت کر پائیں گے، اور چونکہ یہ مکذوبہ خانہ ساز اختراعی روایت ثقہ ومعتبر رواۃ کے بیان کے بالکل برعکس وبرخلاف ہے اس لیے اس روایت کا اور عامری کذاب کا کذب وافترا پرداز اور بہتان تراش ہونا متحقق ہے۔ عامری کی اس جھوٹی بات کو سچ سمجھنے یا کہنے والے کوثری اور اراکین تحریک کوثری بشمول مصنف انوار کا بہت بڑا کذاب وافترا پرداز ہونا بھی اسی سے ثابت ہے کہ کذاب کو صادق القول کہیں اور کذب وجھوٹ کو صداقت کے نام سے موسوم کریں۔ مصنف انوار نے کوثری اور اراکین تحریک کوثری کی اس جھوٹی بات کو صحیح اور صحیح باتوں کو ممسوح ومحرف ومکذوب ومقلوب قرار دیکر کہا کہ ''امام محمد کے حالات میں بھی کچھ بیان کریں گے، ان شاء اللہ۔'' ❷

اکاذیب کی تصدیق اور حقائق کی تکذیب کے بعد ''ان شاء اللہ'' کہہ کر مصنف انوار کا یہ لکھنا کہ امام محمد کے حالات میں

---

❶ ماحصل از مقدمه انوار (۱/ ۱۳۵)
❷ مقدمه انوار (۱/ ۱۳۵)

بھی ہم کچھ بیان کریں گے بالکل ویسے ہی ہے کہ شراب ولحم خنزیر کو حلال سمجھ کر کھانے والا اس پر بسم اللہ کہے۔ کیا مصنف انوار کو یہ معلوم نہیں کہ کتب فتاوی احناف میں ایسے لوگوں پر فتویٰ کفر لگایا گیا ہے جو حرام چیز کھاتے وقت بسم اللہ پڑھیں؟ اتنی بھاری جھوٹی باتوں کو تحقیق وحق پرستی قرار دینا اور اس پر ''ان شاء اللہ'' کا لفظ استعمال کرنا کیا کوئی معمولی جرم ہے؟ شراب کی بہت ساری قسموں بلکہ غیر انگوری تمام شرابوں کو حنفی مذہب شراب ہی نہیں مانتا اور نشہ نہ آنے کی مقدار بھر غیر انگوری شرابوں کو حلال کہتا ہے، پھر تو تمام غیر انگوری شرابوں کو بسم اللہ پڑھ کر حنفی لوگ خوب پیا کریں، البتہ اتنی مقدار میں نہ پیا کریں کہ نشہ آجائے، بعض لوگ کئی بوتل شراب چڑھا کر بھی نشہ میں نہیں آتے، پھر حنفی المذہب لوگوں کے تو مزے ہی مزے ہیں!!

امام محمد کی تعدیل وتوثیق وتجریح:

ہم مناب سمجھتے ہیں کہ اپنے وعدہ کے مطابق کوثری اور ارکان تحریک کوثری بشمول مصنف کے پیشوا اور امام وممدوح کے متعلق ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال یہاں پیش کریں۔

یہ بات گزر چکی ہے کہ بسند صحیح مروی ہے کہ اپنے تلامذہ کو خطاب کر کے امام ابوحنیفہ نے فرمایا:

''كم تكذبون علي في هذه الكتب؟''

''تم لوگ ان کتابوں میں میری طرف اپنی جھوٹی باتیں بکثرت منسوب کرتے ہو۔''

ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ کے اس خطاب عام میں ان کے سبھی تلامذہ خصوصاً ان سے زیادہ لگاؤ رکھنے والے شاگرد شامل ہیں، اس خطابِ عام سے صرف انھیں تلامذۂ ابی حنیفہ کا مستثنیٰ ہونا مانا جا سکتا ہے جن کے مستثنیٰ ہونے پر دلیل معتبر ہوگی، امام محمد بن حسن کے مستثنیٰ ہونے پر نہ صرف یہ کہ کوئی دلیل معتبر نہیں بلکہ اس عموم میں محمد بن حسن کا شامل ہونا بدلائل واضحہ ثابت ہے۔ یہ بات بھی ترجمہ امام مالک میں گزر چکی ہے کہ امام مالک اور منصور عباسی اس بات پر متفق تھے کہ عراقی لوگ جھوٹ بولنے، عیاری ومکاری اور تلبیس کاری میں بہت ماہر ہیں، اس کلیہ سے بھی وہی عراقی خصوصاً کوفی لوگ مستثنیٰ مانے جا سکتے ہیں جن کے مستثنیٰ ہونے پر دلیل معتبر موجود ہو، اور اس کلیہ سے امام محمد کا مستثنیٰ ہونا ثابت نہیں بلکہ شامل ہونا ثابت ہے۔ یہ بات بھی گذر چکی ہے کہ متعدد احادیث نبویہ وآثار صحابہ وتابعین میں اہل عراق کو علی الاطلاق فتنہ پرداز، جھوٹا، کذاب اور عراق کو شیاطین کا مرکز کہا گیا ہے، اس اطلاق سے بھی وہی عراقی خصوصاً کوفی مستثنیٰ مانا جا سکتا ہے جس کے مستثنیٰ ہونے پر دلیل معتبر قائم ہو۔

امام مالک نے اپنی بھری درسگاہ میں، جس میں امام محمد موجود تھے، برسرعام علی الاعلان کہا کہ عراقی (خصوصاً کوفی) لوگوں کو بمنزلہ اہل کتاب سمجھو، ان کی بیان کردہ باتوں اور حدیثوں کی تصدیق کرو نہ تکذیب کرو جب تک کہ ان کی تصدیق یا تکذیب کسی دوسرے معتبر ذرائع سے نہ ہو جائے۔[1] ظاہر ہے کہ اس عموم سے بھی اسی شخص کو مستثنیٰ مانا جا سکتا ہے جس کے مستثنیٰ ہونے پر دلیل معتبر ہو، امام فضیل بن عیاض جو کوثری اور تحریک کوثری کے کذاب اراکین کے دعوی کے مطابق چہل رکنی مجلس تدوین فقہ حنفی کے رکن ہیں، وہ امام محمد بن حسن کو غیر ثقہ وغیر مامون کہتے ہیں۔[2] امام یحییٰ بن معین سے بسند صحیح مروی ہے کہ انھوں نے

---

[1] سير أعلام النبلاء (٨/ ٦٨) و متعدد كتب رجال. [2] المجروحين لابن حبان (٢/ ٣٧٦)

امام محمد بن حسن کو جہمی کذاب کہا۔[1] اسد بن عمر سے بسند صحیح مروی ہے کہ امام محمد کذاب ہیں۔[2]

امام ابو یوسف استاذ امام محمد نے کہا: "محمد بن الحسن يكذب علي"[3] یعنی امام محمد میرے اوپر جھوٹ باندھتے ہیں۔ امام محمد نے ابو یوسف کو اور امام ابو یوسف نے امام محمد کو کذاب کہا۔ (كما مر في ترجمة أبي يوسف ومحمد بن الحسن) امام ابن المبارک سے ایک آدمی نے پوچھا کہ ابو یوسف ومحمد میں کون زیادہ صدوق ہے؟ ابن المبارک نے کہا کہ یہ پوچھو کون زیادہ کذاب ہے؟ امام ابن المبارک نے فرمایا کہ زیادہ کذاب محمد ہیں، امام ابن معین نے کہا کہ امام محمد کو متروک وغیر ثقہ قرار دینے پر تمام اہل علم وائمہ کا اجماع ہے۔[4] امام احمد بن حنبل سے کئی سندوں کے ساتھ مروی ہے کہ امام محمد بن حسن متروک وغیر ثقہ ہیں۔[5] امام محمد نے خود کہا کہ ہماری کتابیں ایسے لوگوں کے مطالعہ کے قابل ولائق نہیں جو مطالعۂ کتب سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی چاہتے ہوں۔[6]

امام ابو یوسف استاذ امام محمد نے لوگوں کو یہ پیغام بھیجا کہ تم جیسا کذاب آدمی جن روایات کو میری طرف منسوب کرکے روایت کرتا ہے، کیا انھیں تم نے ابو یوسف سے سنا بھی ہے؟ میں نے تو اس کذاب محمد بن حسن کو یہ احادیث نہیں پڑھائی ہیں۔[7] ایک روایت میں یہ ہے کہ میری طرف اپنی منسوب کردہ کتابوں کو یہ کذاب محمد بن حسن پڑھتا رہا ہے، ان کتابوں کو اس کذاب شخص نے مجھ سے پڑھا نہیں بلکہ سنا تک نہیں ہے۔[8]

امام محمد کو خود اس کا اعتراف تھا کہ میں نے اپنے استاذ ابو یوسف سے محض کتاب جامع صغیر پڑھی ہے، اس کے باوجود امام محمد جھوٹا دعویٰ کرتے پھرتے تھے کہ میں نے امام ابو یوسف سے بہت ساری کتابیں پڑھی ہیں۔[9] امام ابن عدی نے کہا کہ محمد بن حسن علمائے اہل حدیث میں سے تھے نہ ان لوگوں میں تھے جنھیں علم حدیث سے کوئی تعلق وربط ہوتا ہے، البتہ امام مالک سے موطأ پڑھ کر کوفہ میں درس دیتے، ان کے درس میں طلبہ وسامعین کا ہجوم ہوتا لیکن جب وہ علومِ ابی حنیفہ وابی یوسف کا درس دیتے تو لوگ ان کی درسگاہ میں آتے ہی نہ تھے، صرف معدود چند آدمی ہوتے، امام محمد کو اس پر شدید غم ہوتا اور وہ فرطِ غم وغصہ سے چیخ پڑتے کہ تم لوگ اپنے شہر کے عالموں کی قدر نہیں کرتے، جب میں عراقی لوگوں مراد علومِ ابی حنیفہ وابی یوسف اور خود اپنے علوم کا درس دیتا ہوں تو کوئی لوگ میری درسگاہ میں آتے ہی نہیں اور جب مدنی امام مالک کی کتاب موطأ کا درس دیتا ہوں تو پوری درسگاہ اس طرح بھر جاتی ہے کہ تل رکھنے کی جگہ نہیں رہتی۔[10] نیز امام ابن عدی نے کہا کہ علومِ محمد بن حسن اور ان جیسے لوگوں کے ساتھ اشتغال رکھنے سے اہل حدیث بالکل مستغنی وبے نیاز ہیں، ان جیسے لوگوں کے علوم کی اہل حدیث کو کوئی ضرورت نہیں۔[11] نیز

---

[1] الضعفاء للعقيلي (٤/ ٥٢) والكامل لابن عدي (٦/ ٢١٨٣) تاريخ خطيب (٢/ ١٨٠ و ١٨١) ولسان الميزان (٥/ ١٢٢) والمجروحين لابن حبان (٢/ ٢٧٦)

[2] الضعفاء للعقيلي (٤/ ٥٤) و لسان الميزان (٥/ ١٢٢) [3] الكامل لابن عدي (٦/ ٢١٨٤) ولسان الميزان (٥/ ١٧٧)

[4] الكامل لابن عدي (٦/ ٢١٨٣) خطيب (١/ ٢٥٧) [5] الكامل لابن عدي (٦/ ٢١٨٣)

[6] الكامل لابن عدي (٦/ ٢١٨٣) و الضعفاء للعقيلي (٤/ ٥٤) وتاريخ امام بخاري. [7] تاريخ خطيب (٢/ ١٨٠)

[8] تاريخ خطيب (٢/ ١٨٠) [9] خطيب (٢/ ١٨٠)

[10] الكامل لابن عدي (٦/ ٢١٨٤) وعام كتب رجال. [11] الكامل لابن عدي (٦/ ٢١٨٤)

امام ابن عدی نے کہا کہ امام محمد کو علم حدیث سے ذرا بھی لگاؤ نہیں تھا۔[1]

امام شریک (فرضی مجلس تدوین فقہ حنفی کے رکن رکین) امام محمد کو مردود الشہادۃ قرار دیتے تھے۔[2] امام ابن حبان نے کہا کہ امام محمد بن حسن غالی مرجی تھے اور اہل مدینہ کے خلاف سب سے پہلے رد انھوں نے لکھا اور لوگوں کو اپنے مذہب ارجاء و رائے پرستی قبول کرنے کی دعوت دی، یہ کرب میں مبتلا ہو کر ثقات کے حوالے سے فاش قسم کی غلطیوں کے شکار ہوا کرتے تھے، اس لیے متروک قرار پائے، اور نضر بن مساور نے امام ابن المبارک سے امام محمد کی درخواست پر کہا کہ آپ محمد بن حسن کو کوئی کتاب پڑھا دیجیے تو امام ابن المبارک نے کہا کہ میں ان کو کوئی کتاب اس لیے نہیں پڑھا سکتا کہ ان کا طور وطریق وکردار وعمل ناپسندیدہ ہے، اور سعید بن معاذ نے کہا کہ ان حضرت (محمد بن حسن) سے کوئی بھی حدیث بیان نہ کرنا واجب ہے۔[3] امام ابن المبارک بھی مصنف انوار اور ان کے ہم مزاجوں کے دعویٰ مکذوبہ کے مطابق مفروضہ مجلس تدوین فقہ حنفی کے اراکین میں سے ہیں۔ موصوف محمد بن حسن کی ولادت اکثر اہل علم کے مطابق ۱۳۵ھ میں اور بعض کے مطابق ۱۳۱/۱۳۲ھ میں ہوئی۔

جس کے کذاب وغیر ثقہ وعلم حدیث سے بالکل کورا وبے تعلق بلکہ حدیث کے مخالف ہونے پر عام اہل علم کا اجماع ہو اس کی طرف سے کذاب اعظم کوثری اور تحریک کوثری کے کذاب اراکین بشمول مصنف انوار کا دفاع اور اس کے جواب میں محدثین کرام پر طعن وتشنیع میدان علم وفن وتحقیق میں کیا وزن رکھتا ہے؟ کوثری نے اپنی کتاب تانیب کے اواخر میں اور امام محمد کی سیرت پر لکھی ہوئی کتاب میں امام محمد کی طرف سے حیرت انگیز انوکھے طریق پر دفاع کی ناکام ونامراد جھوٹی کوشش کر رکھی ہے، مگر جس کے کذاب ہونے پر امام ابو حنیفہ، ابو یوسف اور اسد بن عمر ومجلس تدوین فقہ کے اراکین نے مہر تصدیق ثبت کر دی ہو اسے کوئی دوسرے شخص نے ظاہری حالات کو دیکھ کر فریب خوردگی کا شکار ہو کر صدوق کہہ بھی دیا ہو تو محض صدوق ہونا غیر ثقہ وغیر معتبر رائے پرست ومخالف احادیث نبویہ ہونے کے معارض نہیں، نیز جبال علم وفنون اور ماہرین جرح وتعدیل کی تجریح مفسر کے بالمقابل بعض اشخاص کی تعدیل کا کوئی بھی وزن نہیں ہے، مصنف انوار اور ان کے ہم مزاج خصوصاً کوثری وتحریک کوثری کے اراکین نے انھیں مکذوبہ وافسانوی چہل رکنی مجلس تدوین فقہ حنفی کا رکن قرار دیا ہے جو تیس سال امام ابو حنیفہ کی سرکردگی میں تدوین فقہ حنفی کرتے رہے، بھلا جو شخص ۱۳۵ھ میں پیدا ہوا اس کی عمر وفاتِ ابی حنیفہ کے وقت زیادہ سے زیادہ پندرہ سال ہوگی، اور کئی سال اس کی طفولیت ومکتب کی تعلیم میں خرچ ہوئے ہوں گے، اور مصنف انوار ہی کا دعوی ہے کہ امام ابو حنیفہ ۱۴۷ھ میں ہمیشہ کے لیے جیل خانۂ بغداد میں مقید ہوگئے اور ۱۳۰ھ سے لے کر کم از کم چھ سال حجاز میں روپوش رہے، دریں صورت مصنف انوار وکوثری اور جملہ اراکین تحریک کوثری کے خالص کذاب وافترا پرداز ہونے میں کسی قسم کی گنجائشِ شک وشبہ بھی رہ جاتی ہے؟ جو لوگ اکاذیب ہی کو اپنا دین وایمان اور اوڑھنا وبچھونا بنانے کا شعار وشیوہ رکھتے ہوں اور اس کے باوجود اپنے آپ کو صادق القول وصحیح الایمان وکامل الایمان ودیانت دار وامانت شعار تحقیق پسند ہونے کا پروپیگنڈہ بھی کرتے ہوں ان کی صداقت قابل دید وشنید ہے!

اگر کوئی غیر جانب دار صاحب علم وفضل حمیتِ جاہلیت وحمایتِ پرستش تقلید کے بغیر بے لاگ تحقیق پسندی سے کام لے تو وہ یہ ضرور دیکھے گا کہ موطأ میں امام مالک کے علاوہ جو روایات امام محمد نے نقل کی ہیں، اسی طرح اپنی دوسری کتابوں میں بھی، ان

[1] لسان الميزان (٥/ ١٢٢) و عام كتب رجال. [2] لسان الميزان (٥/ ١٧٧) [3] المجروحين (٢/ ٢٧٦)

روایات کی نقل میں موصوف امام محمد نے معتبر وثقہ رواۃ سے مروی روایات کو دلیل بنانے کا ذرہ برابر بھی خیال نہیں کیا ہے، اپنے غیر ثقہ وغیر معتبر اساتذہ خصوصاً اپنے ہم مذہب وہم عقیدہ وہم خیال اساتذہ کی روایت کردہ روایات کو اپنے مذہب ومسلک وعقیدہ ونظریہ وخیال کی بنیاد بنایا ہے، اور اپنی جس کتاب کا نام موصوف امام محمد نے موطأ رکھا ہے وہ درحقیقت موطأ امام مالک نہیں بلکہ موطأ امام مالک پر جہمی ومرجی واہل الرای والقیاس کا رد وقدح ہے، اور موطأ امام مالک پر اپنے اس رد وقدح سے موصوف امام محمد کی طبیعت سیر نہیں ہوئی تو انھوں نے چار جلدوں پر مشتمل ایک مستقل کتاب اہل مدینہ کے رد وقدح پر لکھی جس کا نام موصوف نے ''كتاب الحجج على أهل المدينة'' یا ''كتاب الحجة على أهل المدينة'' رکھا۔

افسوس کہ اہل مدینہ میں ہمارے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین عظام واتباع تابعین حضرات رحمہم اللہ داخل ہیں اور امام محمد کی لکھی ہوئی یہ کتاب درحقیقت ان سبھی اہل مدینہ پر ضرب شمشیر وخنجر زنی ہے، اس کا یہ قبیح ومذموم نام رکھنے میں جسے ذرہ برابر بھی جھجک دامن گیر نہیں ہوئی اس پر ائمہ اسلام کے مذکورہ بالا تجریحی کلمات پرستاران رائے وقیاس وتقلید اور حامیان حمیت جاہلیت کا شور وغل مچانا بذات خود بہت گھناؤنی اور ذلیل ورسوا کن حرکت ہے، اور یہ گھناؤنی وذلیل حرکت کوثری وارکان تحریک کوثری نے تمام اہم کتب اسلام پر اپنی بدعنوانی پر مشتمل سیاہ ترین تحشیہ بازی کے ذریعہ کر رکھی ہے جس کا مشاہدہ کر کے ہر درد مند دل اور اسلاف سے لگاؤ ومحبت رکھنے والا تلملا اٹھتا اور بے قرار ومضطرب اور مغموم وحیران ہو اٹھتا ہے کہ یہ قوم اپنی پیدائش کے روز اول سے لے کر آج تک کتنے مکروہ ومذموم کام کرتی آ رہی ہے؟ اس طور وطریق کو دیکھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ یہی کام بہت زیادہ ترقی دے کر تا قیامت کرتی رہے گی۔ اللہ کی نہ جانے کیا مصلحت ہے کہ اس تحریک کے لیے اس کے پاس افراط کے ساتھ سارے مادی وغیر مادی وسائل اور نہایت خوشحالی کے ذرائع موجود ہیں اور نہایت بے باکی کے ساتھ یہ لوگ ان وسائل وذرائع کا استعمال بکثرت اکاذیب کے ساتھ کر رہے ہیں۔ افسوس یہ کہ سلفی غیرت رکھنے والے افراد ضروری قسم کے وسائل بھی نہیں رکھتے اور سرمایہ دار لوگ ان کی معاونت کو اپنے لیے عار سمجھتے ہیں، شاید قیامت قریب ہوتی جا رہی ہے، یہ سب بھی علاماتِ قیامت ہیں، اللہ تعالی اس صورت حال پر رحم فرمائے۔ آمین۔

کوثری اور اراکین کوثریت کی طرف سے امام محمد بن حسن کی بابت دفاعی مہم:

امام محمد بن حسن کا کذاب، وضاع ومتروک وغیر ثقہ وغیر معتبر اور مجروح ہونا متحقق ہے، نیز ان کا بدعقیدہ جہمی ومرجی ہونا بھی متحقق ہے اور اپنے عقیدہ تجہم والارجاء ورائے پرستی کا داعی ومبلغ ہونا بھی متحقق ہے اور یہ بھی متحقق ہے کہ قدیم ایام سے اہل علم میں رواج ہے کہ کذابین وبدعت پرست ومبلغ بدعات کی کتابیں بڑے بڑے ثقہ اہل علم اپنے پاس کسی نہ کسی ضرورت ومصلحت سے رکھتے اور کذابین واہل بدعت ومبلغین بدعات کے دجل وفریب واکاذیب سے واقف ہونے کے لیے ان کی درسگاہوں میں پڑھتے بھی رہے، اور یہ بھی متحقق ہے کہ کوثری وارکان تحریک کوثری بشمول مصنف انوار کے قلوب سے صدق مقالی اس طرح کھینچ لی گئی ہے کہ وہ سچی سے سچی حقیقتوں کی تعبیر بھی اکاذیب کی آمیزش کے بغیر کر ہی نہیں سکتے۔

ایک روایت میں وارد ہے:

''قال إبراهيم الحربي: سألت أحمد بن حنبل هذه المسائل الدقائق من أين حصلت؟

قال: من كتب محمد بن الحسن"[1]

''ابراہیم حربی نے امام احمد سے پوچھا کہ یہ دقیق مسائل آپ کو کہاں سے حاصل ہوئے؟ امام احمد نے فرمایا کہ محمد بن حسن کی کتب سے۔''

اس روایت کو بطور دلیل مدحِ امام محمد بن حسن میں کوثری نے تانیب (ص: ۷ و۲۶۳) میں نقل کیا مگر اس روایت کو ابراہیم حربی سے نقل کرنے والا راوی ابو بکر قرطبی مجہول ہے، بنابریں کوثری کی یہ مستدل روایت مکذوب یا غیر معتبر ہے کیوں کہ مجہول راوی کا بہت بڑا کذاب ہونا بھی مستبعد نہیں لیکن اس مکذوبہ روایت کے مکذوبہ ہونے کی طرف ادنی ترین اشارہ کیے بغیر اسے نصِ قرآنی کی طرح کوثری اور اراکین تحریک کوثری بشمول مصنف انوار نے حجت بنا لیا ہے، حالانکہ یہ مکذوبہ روایت بالفرض معتبر بھی ہوتو اس سے امام محمد کے کذاب اور وضاع وغیر ثقہ ہونے کی نفی نہیں ہوتی، نہ ان کی مدح پر دلالت کرتی ہے کیونکہ کذابین کی مجموعہ اکاذیب کتابوں سے اسلامی کتب خانے عالم اسلام میں بھرے پڑے ہیں مگر اس سے ان کذابین وغیر ثقہ لوگوں کی مدح ثابت ہوتی ہے نہ ثقاہت ثابت ہوتی ہے، اگر بالفرض اس سے مدح ثابت ہوتی ہو تو مدح اس شخص کے غیر کذاب وغیر ثقہ ہونے کو مستلزم نہیں اور اس قسم کی مکذوبہ روایات سے لازم نہیں آتا کہ امام احمد نے امام محمد پر جو تجریح قادح کی ہے وہ بے اثر ہے۔ اسی طرح بعض غیر معتبر روایات میں منقول ہے کہ امام احمد کے پاس امام ابو یوسف کی بھی متعدد کتابیں تھیں، ان غیر معتبر روایات کو بھی کوثری نے حجت بنا رکھا ہے۔[2] یہ معلوم ہے کہ بہت سارے اہل علم محرف تورات وانجیل وزبور اور ہنود ومجوس کی مکذوبہ مذہبی کتابیں بھی اپنے پاس رکھتے ہیں، یہ ابو یوسف ومحمد کی ثقاہت کی ہرگز دلیل نہیں جبکہ دونوں کے کذاب اور وضاع ہونے پر ناقابل تردید شہادتیں موجود ہیں۔

کیا سارے مذاہبِ فقہ امام محمد کی کتابوں کو پیش نظر رکھ کر مدون کیے گئے؟

کوثری اور کوثری کی متابعت میں اراکین تحریک کوثری نے بہت بڑی جھوٹی بات اہل اسلام میں سچی حقیقت کہہ کر پھیلانے کی نامراد کوشش کی ہے کہ امام محمد کی کتابوں ہی کی بنیاد پر سارے اسلامی فقہی مذاہب مدون ہوئے ہیں جب کہ حقیقت امر اس کے بالکل برعکس ہے، اتنی ڈھٹائی کے ساتھ اتنی بڑی جھوٹی خود ساختہ بات کو اہل اسلام میں پھیلانے والے اور اذہان اہل اسلام کو مسموم وفاسد بنانے کی مذموم کوشش کرنے والے انتہائی درجہ کے مجرم ہیں، یہ جھوٹی بات کوثری نے تانیب میں ترجمۂ محمد بن حسن میں بالکل پہلی دوسری سطروں میں لکھی ہے، اسے اراکین تحریک کوثری نے اہل اسلام میں پھیلانے کی کوشش ابھی تک جاری رکھی ہے اور اندازہ ہے کہ قیامت تک یہ سلسلہ جاری رکھیں گے، انھیں ذرہ برابر بھی افترا پردازی ودروغ بافی میں کوئی تأمل وتوقف نہیں۔ شاہ ولی اللہ نے تو کہا ہے کہ فقہ حنفی سمیت سارے مذاہب کی تدوین موطأ امام مالک کی روشنی میں ہوئی۔[3]

کذاب کوثری نے کہا ہے کہ محمد بن حسن ہی سے امام شافعی، ابوعبیدہ قاسم بن سلام اور مدون مذہب مالکی وغیرہ نے فقہ کی تعلیم پائی ہے، کذابین کی درسگاہ میں چند منٹ یا چند گھنٹے یا چند دن یا چند سال بیٹھ جانے کا اگر یہی معنی ومطلب ہے جو کذاب

[1] خطیب (۲/ ۱۷۷)
[2] تانیب (ص: ۷ و ۲٦۳)
[3] مقدمه مصفى شرح موطأ للشاه ولي الله الدهلوي.

اعظم جہمی ومرجی وغالی مقلد کوثری نے بتلایا ہے تو پھر خدا حافظ ! کیا واقدی اور اس جیسے کذابین کی درسگاہوں میں ائمہ کرام نہیں بیٹھتے تھے؟ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ امام احمد، شافعی، مالک اور عام اہل علم نے امام محمد، ابو یوسف اور امام ابوحنیفہ کے طریق تفقہ اور مذہب ومسلک کی بڑی مذمت اور تکذیب کر رکھی ہے۔ امام مالک، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، اوزاعی، ابو اسحاق فزاری وغیرہم نے متفقہ طور پر کہا ہے کہ اسلام کے لیے امام ابوحنیفہ سے زیادہ مضرت رساں وشر انگیز کوئی ہوا ہی نہیں، اور یہ معلوم ہے کہ اصول ابی حنیفہ کے مطابق ہی ابو یوسف ومحمد نے اپنے بہت سارے اکاذیب شامل کر کے اپنی تمام کتابوں کو مدون کیا تھا۔ امام مالک نے یہاں تک کہا ہے کہ حنفی فتنہ پردازی دو وجوہ سے ابلیسی فتنہ سے بڑھ کر ہے ایک تو سنت نبویہ کو توڑنے کے لیے اس قوم نے اپنی فقہی وغیرہ فقہی کتابیں لکھیں، دوسرے مذہب مرجیہ کی موافقت کی۔[1]

امام شافعی نے امام محمد سے یہ اقرار کرا کے ہی دم لیا کہ امام ابوحنیفہ علوم کتاب وسنت وآثار صحابہ وتابعین سے بالکل ناآشنا اور امام مالک کے بالمقابل تمام علوم میں کہیں کمتر تھے، وہ صرف قیاس ورائے کو اپنا دین ومذہب بنائے ہوئے تھے، خلیفہ منصور نے کوفی اماموں کو کذاب وفریب کار کہا، ان کی کتابوں کو مجموعۂ اکاذیب سمجھ کر ہی ناقابل التفات قرار دیا، موطأ مالک کو سرکاری قانون بنانے کا عزم کیا اور منصور کے بعد والے خلفائے عباسیہ یہی بات دہراتے رہے، کیا ان حقائق سے کوئی صاحب نقد ونظر چشم پوشی کر سکتا ہے؟ امام ابن عون اور سلیمان بن حرب نے کہا کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب راہِ خدا سے بندگانِ خدا کو روکنے اور برگشتہ کرنے والے ہیں۔[2]

ظاہر ہے کہ نصوص کتاب وسنت کے خلاف ائمہ جہمیہ ومرجیہ کے مجموعۂ کلام کو فقہی مذہب بنالینا نصوص کتاب وسنت وآثار صحابہ وتابعین کے مذہبِ اسلام سے روکنے اور برگشتہ کرنے کے مترادف ہے، امام مالک نے امام شافعی کی موجودگی میں کہا کہ امام ابوحنیفہ لکڑی کو کسی دلیل وحجت کے بغیر من مانی زبردستی کے ذریعے سونے کا ستون کہہ کر اپنی بات پر اڑے رہتے ہیں۔[3] ان باتوں کی تفصیل گزر چکی ہے۔ امام شافعی نے کہا کہ میں نے اصحابِ ابی حنیفہ کی ایک کتاب ایک سوتیس اوراق پر مشتمل دیکھی جس کے اسی اوراق کتاب وسنت کے خلاف مسائل سے بھرے تھے، موصوف امام ابوحنیفہ غلط طور پر ایک اصول بنا کر پوری کتاب اس اصول پر قیاس کر کے لکھ ڈالتے ہیں، نتیجتاً سارے مسائل نصوص کے خلاف ہوتے ہیں، ان سے زیادہ کتاب وسنت کی دلیلوں سے خالی اور خلافِ نصوص کتابیں لکھنے والا میں کسی کو جانتا ہی نہیں، یہ لوگ جادوگرنی کے دھاگے کی طرح ہیں جو سفید دھاگہ کو کھینچ کر لوگوں کی نظر میں سبز دکھلاتی ہے اور پھر کسی اور رنگ کے دھاگہ کو کھینچ کر کسی دوسرے رنگ والا دھاگہ دکھلا کر تماشہ نمائی کرتی ہے۔[4] اسی طرح کی بات امام عبدالرحمن بن مہدی نے بھی کہی ہے۔[5] امام شافعی نے کتب حنفیہ مدونہ محمد بن حسن کے ایک ایک مسئلہ کے رد میں احادیث نبویہ لکھیں۔[6] کوثری کو امام شافعی کی اس بات کی صداقت کا اعتراف ہے۔ (کما تقدم)

---

[1] تاريخ خطيب (١٣/ ٤١٦ وغيره) [2] تاريخ بغداد (١٣/ ٤٢٠)

[3] آداب الشافعي لابن أبي حاتم، تاريخ بغداد (١٣/٤٢١)

[4] تاريخ خطيب (١٣/ ٤٣٧) و حلية الأولياء (٩/ ١١٦ و ١١٧) وجلد (٩/ ١٠٣)

[5] لسان الميزان (٥/ ١٣٢) [6] آداب الشافعي لابن أبي حاتم.

کیا امام دارقطنی نے امام محمد بن حسن کی توثیق کی ہے؟

کوثری نے امام دارقطنی کی کتاب "غرائب مالك" سے نقل کیا ہے کہ دارقطنی نے امام محمد کو ثقہ کہا۔[1] حالانکہ امام دار قطنی نے اپنے دوسرے قول میں امام محمد کو غیر ثقہ اور غیر معتبر کہا ہے، اس طرح کی دو متضاد باتیں متعدد اہل علم سے صادر ہوتی ہیں، اس کا جواب تو صاحب التنکیل نے ترجمۂ دارقطنی میں دیدیا ہے لیکن جو امام ابن المبارک و ابن معین وابو یوسف واسد بن عمرو وغیرہ نے امام محمد کو کذاب کہا ہے اور کئی ایک نے ساقط الاعتبار غیر ثقہ کہا ہے، اس کے بالمقابل امام دارقطنی کے دو متضاد اقوال میں سے جو جمہور کے موافق ہو وہ مقبول ہے اور جو خلاف جمہور ہے وہ غیر مقبول ہے۔

کوثری نے کہا کہ ابن معین نے فرمایا کہ میں نے امام محمد بن حسن کی کتاب جامع صغیر کا سماع کیا۔[2] ہم کہتے ہیں کہ امام ابن معین کا یہ قول ہم نقل کر آئے ہیں کہ امام محمد کذاب وجہمی ہیں، کسی راوی کی کتاب کا سماع اس کتاب والے کے کذاب ہونے سے مانع نہیں ہے۔ کوثری نے امام ابن المدینی سے امام محمد کا صدوق ہونا نقل کیا ہے۔[3]

کیا امام ابن المدینی نے امام محمد بن حسن کو صدوق کہا ہے؟

ہم کہتے ہیں کہ امام ابن المدینی یعنی علی بن عبداللہ بن جعفر بن تمیم المعروف بابن المدینی سے جہمی حکومت نے جہمی ومرجی حنفی اماموں کی مدح وثنا میں جبراً وقہراً کچھ باتیں کہلوائی تھیں، صدوق ہونا غیر معتبر ہونے کے منافی نہیں۔

کیا امام شافعی نے فقہ میں اپنے اوپر امام محمد بن حسن کو "أمنّ الناس" کہا ہے؟

کوثری نے کہا کہ امام شافعی نے کہا:

"أمنّ الناس علي في الفقه محمد بن حسن"[4]

"علم فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے امام محمد بن حسن ہیں۔"

ہم کہتے ہیں کہ فقہ محمد پر امام شافعی کا تبصرہ ہم نقل کر آئے ہیں کہ وہ نصوص کتاب وسنت کے بالکل خلاف ہے، کوثری نے کہا کہ امام شافعی کو بلند مرتبہ امام محمد کی کتابیں پڑھنے کے بعد بلکہ امام محمد کی وفات کے بعد حاصل ہوا۔[5] ہم کہتے ہیں کہ امام شافعی کو بلند مرتبہ خواہ کتبِ محمد پڑھنے اور وفاتِ محمد کے بعد حاصل ہوا ہو یا نہ ہوا ہو مگر کتب محمد جس فقہ حنفی پر مشتمل ہیں ان پر امام شافعی کا تبصرہ لوگ ملاحظہ کر آئے ہیں اور حقیقت امر یہ ہے کہ بغداد آنے سے بہت پہلے امام شافعی کی عظمت وبلند درجات والی باتیں امام مالک اور ان کے مکی ومدنی اساتذہ کہہ چکے ہیں۔

حافظ خطیب بغدادی پر کوثری کا عتاب:

حافظ خطیب پر بہت گرجنے برسنے کے بعد کوثری نے خطیب پر تنقید کی غرض سے خطیب (۲/ ۱۷۷) والی روایت نقل کی کہ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے بڑے صاحب علم ہونے کے موضوع پر امام شافعی وامام محمد کے درمیان جو مناظرہ ہوا اس موقع

[1] تانیب (ص: ۲٦۳)
[2] تانیب (ص: ۲٦۳)
[3] تانیب (ص: ۲٦۳)
[4] تانیب (ص: ۲٦۳)
[5] تانیب (ص: ۲٦۳)

پر امام محمد بہت چیخے چلائے اور ان کی رگیں بہت پھول گئیں، جس سے امام محمد کے لباس کے سارے بٹن ٹوٹ کر گر گئے اور امام محمد کو بر سر عام اعتراف کرنا پڑا کہ امام مالک کتاب وسنت کے عالم، عقل ودانش والے اور ان کے بالمقابل امام ابو حنیفہ علوم کتاب وسنت سے ناآشنا تھے، اور پیش آمدہ مسائل میں قاضی ہونے کی صلاحیت رکھتے تھے، یعنی کہ پیش آمدہ مسائل میں صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت واستعداد سے امام مالک امام ابو حنیفہ کے بالمقابل بہرہ ور تھے، اس روایت کے آخر میں کہا کہ اس روایت کے یہی الفاظ ہیں یا اس کے ہم معنی کوئی دوسرے الفاظ ہیں۔❶

اس روایت کے آخری والے الفاظِ مذکورہ حافظ خطیب کے اپنے الفاظ نہیں بلکہ اس روایت کے رواۃ میں سے کسی راوی کے الفاظ ہیں، اس کے سارے رواۃ ثقہ وپختہ کار ائمہ کرام ہیں مگر کوثری نے حافظ خطیب کی نقل کردہ اس روایت کو الانتقاء لابن عبدالبر (ص:۲۴) کی روایت صحیحہ کے خلاف بتلایا، نیز کئی طرق سے مروی ثابت شدہ امام شافعی کی اس بات کے بھی خلاف بتلایا کہ بوقت مناظرہ امام محمد بن حسن میں کوئی تغیر دیکھنے میں نظر نہیں آیا، نیز یہ کہ خطیب والی روایت کی سند میں دعلج وابار غیر ثقہ ہیں جس کا ذکر بارہا آچکا ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں، اور بلوغ الامانی میں ہم نے خطیب کی تردید میں بہت وسیع پیمانے پر گفتگو کی ہے۔❷

ہم کہتے ہیں کہ ہم تقدمہ جرح وتعدیل (۴/ ۱۲و۱۳) سے بسند صحیح نقل کر آئے ہیں کہ اس مکالمہ میں امام محمد نے اعتراف کیا کہ کتاب وسنت وآثار صحابہ وتابعین واسلاف کا علم امام مالک امام ابو حنیفہ سے کہیں زیادہ رکھتے ہیں، اور امام محمد صرف یہ کہنے کی جسارت کر سکے کہ ہمارے استاذ امام ابو حنیفہ قیاس میں بڑھ کر ہیں جس کا رد امام شافعی نے یہ کہہ کر کیا کہ جو شخص نصوص کتاب وسنت وآثار صحابہ وتابعین واسلاف سے ناواقف ہے وہ قیاس کیا کر سکے گا؟ امام محمد اس پر خاموش ہو گئے۔ اس میں امام محمد کے چیخنے چلانے اور غصہ سے تمام بٹن ٹوٹ جانے کا ذکر نہیں کیا گیا۔ یہ روایت صحیحہ جو حد تواتر کو پہنچتی ہے کیا اسے کوثری اور اراکین کوثری جیسے ضمیر فروش ودین فروش نظر انداز کر کے اس حقیقت ثابتہ کے خلاف اپنے جھوٹے پروپیگنڈہ سے دنیا کو اپنے دام تزویر ومکر وفریب میں لا سکتے ہیں؟

کوثری اور اراکین تحریک کوثری بشمول مصنف انوار جو یہ جھوٹی بات کہتے پھرتے ہیں کہ خطیب والی روایت الانتقاء لابن عبدالبر (ص:۲۴) والی صحیح روایت کے خلاف ہے، تو انتقاء والی اس روایت صحیحہ میں بھی امام محمد بن حسن نے امام شافعی کے سامنے اعتراف واقرار کیا ہے کہ کتاب وسنت اور ناسخ ومنسوخ کے علم میں امام مالک امام ابو حنیفہ سے کہیں زیادہ بڑھ کر تھے، پھر اس جھوٹے پروپیگنڈہ اور ضمیر فروشی ودین فروشی سے کوثری واراکین تحریک کوثری کو کیا فائدہ پہنچا؟

اسی الانتقاء لابن عبدالبر (ص:۲۴و۲۵) میں مذکورہ روایت کے بعد روایتِ صحیحہ میں اس کی صراحت ہے کہ اس مکالمہ میں امام محمد اس قدر بدحواس ہوئے کہ ان کی رگیں پھول کر کُپا ہو گئیں اور ان کے سارے بٹن ٹوٹ کر گر گئے اور انھیں اقرار کرنا پڑا کہ امام ابو حنیفہ کے بالمقابل امام مالک کہیں زیادہ کتاب اللہ اور اختلاف صحابہ کا علم رکھتے ہیں۔ اس روایتِ الانتقاء سے تو کوثری اور اراکین کوثری جیسے کذابین کی بھرپور تکذیب ہوتی اور خطیب کی تصدیق ہوتی ہے، لطف کی بات یہ ہے کہ یہاں بھی کوثری نے الانتقاء والی روایت کے خلاف عامری کذاب کی خودساختہ جھوٹی بات کو حاشیہ پر لکھ دیا ہے اور کذب بیانی کے نشاط میں اپنے

---

❶ خطیب (٢/ ١٧٧، ١٧٨)　❷ ماحصل از تانيب (ص: ٢٦٣)

حواس کھو بیٹھے، دنیا اندھی بہری نہیں ہے کہ کوثری اور اراکین تحریک کوثری کے اکاذیب پر واقف نہ ہو سکے۔

اگر واقعی امر یہی ہے جو کوثری سمیت کوثری گروپ محض جھوٹ بولنے کے بل بوتے پر کہتا لکھتا ہے تو امام ابوحنیفہ واصحاب ابی حنیفہ سے پڑھ کر فارغ ہونے کے بعد امام محمد درسگاہِ مالکی میں تین سال سے زیادہ کیوں پڑھتے رہے؟ اس مدتِ طویلہ میں صرف سات سو سے کچھ زیادہ احادیث پڑھ سکے جبکہ امام شافعی نے باعتراف مصنف انوار صرف آٹھ مہینوں میں موطأ کو اس زمانہ میں ختم کر لیا جب موطأ میں سات سو احادیث سے کہیں زیادہ احادیث تھیں؟ اتنے دن درسگاہ مالکی میں پڑھنے کے بعد امام محمد بن حسن پر یہ راز کھلا کہ اہل الرای کا یہ جھوٹا پروپیگنڈہ باطل وفاسد ومکذوب ہے کہ امام ابوحنیفہ بہت بڑے عالم ہیں بلکہ انھیں معلوم ہو گیا اور اعتراف بھی کرنا پڑا کہ امام ابوحنیفہ سے زیادہ امام مالک علوم میں ماہر ہیں۔

اہل الرای اپنے اماموں کے فضائلِ مکذوبہ کے پروپیگنڈہ میں اس قدر مست وبدمست ہیں کہ امام محمد بن حسن اپنے لوگوں کے ساتھ مجلس جمائے ہوئے تھے کہ خلیفہ ہارون آ گیا، سب لوگ اس کے استقبال میں کھڑے ہو گئے، حنفی امام حسن بن زیاد اپنی بھاری توند اور کاہلی کے باعث نہیں کھڑے ہو سکے مگر امام محمد عمداً بیٹھے رہے، ہارون رشید نے ان سے سبب پوچھا تو بتلایا کہ حدیث نبوی میں ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے، ہارون خاموش ہو گیا۔[1] افسوس کہ جس حدیث نبوی کو امام محمد نے بیان کر کے ہارون رشید کو خاموش کیا یعنی مزاعم احناف کے مطابق، اس حدیث نبوی کے خلاف فرقۂ حنفیہ کی تمام ذیلی پارٹیوں کا عملِ مسلسل ہے، جان بوجھ کر احادیث نبویہ کے خلاف عمل شعار بنا لینے والا کام فرقۂ احناف نے اپنی عادت کے مطابق کیا ہے۔

یہ روایت احمد بن عطیہ المعروف بابن المغلس کذاب اور مکرم قاضی کی مجموعۂ اکاذیب کتاب سے منقول ہے، اس جھوٹ پر فرقۂ احناف بہت نازاں وفرحاں بھی ہے اور حدیث نبوی کے خلاف عمل کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہے۔ کذاب اعظم کوثری نے جو یہ جھوٹا دعوی کیا کہ کئی طرق سے ثابت ہے کہ امام شافعی نے کہا کہ میں نے جس سے بھی مناظرہ کیا اس کا رنگ متغیر ہو گیا سوائے امام محمد بن حسن کے۔[2] تو اس روایت کی ایک ہی سند خطیب (۲/ ۱۷۷) میں منقول ہے اور اس سند کے ایک راوی محمد بن احمد بن رزق کو کوثری نے غیر معتبر قرار دیا ہے اور دوسرے راوی محمد بن اسماعیل تمار کو غیر موثق کہا ہے۔[3] پھر جو روایت صرف ایک سند سے مروی ہے اسے کئی سندیں قرار دینا اور اس ایک سند میں واقع راوی محمد بن احمد بن رزق ومحمد بن اسماعیل تمار کو ساقط الاعتبار قرار دینے کے باوجود اسے حجت بنا لینا دروغ بافی ہے یا نہیں؟ خطیب کی اس روایت پر کذاب کوثری یا تحریک کوثری کے کذاب اراکین نے جھوٹ لکھتے ہوئے یہ حاشیہ آرائی کی کہ تاریخ خطیب کے نسخۂ مخطوطہ میں ہے کہ یہ روایت آنے والی متناقض روایت کی تکذیب کرتی ہے۔[4] ہم کہتے ہیں کہ دنیا جہان کے اکثر مخطوطات پر تو کوثری، ارکان تحریک کوثری اور ان کے لیے ان کے اکاذیب کا مواد ومسالہ فراہم کرنے والے کذابین وتلبیس کاروں کے پاس تھا، وہ تمام ہی کتابوں پر تعلیق وتحشیہ کے نام سے بھی مکذوبہ و پُرتلبیس باتوں کو لکھ کر اہل اسلام میں اکاذیب وجہمیت وارجاء کی اشاعت کر کے مسلک حق سے لوگوں کو برگشتہ کرنے کی مذموم وقبیح کوشش کرتے رہے ہیں اور کرتے رہتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

---

[1] خطیب (۲/ ۱۷۳ و ۱۷٤) وعام کتب مناقب حنفیه کا ماحصل.

[2] تانیب (ص: ۲٦۳)　[3] تانیب (ص: ۲۵ و ۲٦ و ۲٦۸)　[4] حاشیه خطیب (۲/ ۱۷۷)

کوثری نے خطیب کی زیر بحث جس روایت کی بابت کہا کہ کئی طرق سے مروی ہے کہ امام شافعی نے کہا کہ مناظرہ کے وقت محمد کے چہرہ میں میں نے کوئی تغیر نہیں دیکھا تو ہم کہتے ہیں کہ اولاً یہی ایک روایت خطیب میں اس مضمون کی مروی ہے جس کے ایک سے زیادہ رواۃ کو ساقط الاعتبار قرار دیکر اس روایت کو مردود کہا ہے۔ ثانیاً اس معنی کی ایک روایت تلاش بسیار کے بعد حلیۃ الاولیاء ترجمۂ شافعی (۱۰۴/۹) میں ملی جس کی سند میں کوثری کی طرح کا کذاب عبداللہ بن محمد بن یعقوب بخاری ہے، اس کا ذکر گزشتہ صفحات میں آ چکا ہے۔ ثالثاً: کسی آدمی کا اپنے معمول کے خلاف غیر معمولی بات پیش آ جانے پر کبھی کبھی متغیر ہو جانا مستبعد بھی نہیں جیسا کہ تمام لوگوں کا مشاہدہ ہے، اس جھوٹ کے ذریعہ کوثری اور ارکان تحریک کوثری کسی حقیقت پر ہرگز پردہ نہیں ڈال سکتے، امام محمد کے چہرے میں بوقت مناظرہ تغیر نہ ہونے والی بات کے بعد امام محمد کے حالات میں اگر یہ تبدیلی فی الواقع آ گئی ہو تو کیا بعید ہے، آدمی کے حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے، دریں صورت صحیح سند سے مروی کسی روایت کے خلاف ترویجِ اکاذیب کی مہم چلانا اگر کوثری وارکان تحریک کوثری کے یہاں ترویج اکاذیب کارِ ثواب ہو تو اس سے لازم نہیں آتا کہ حقائق پسند طبائع بھی اکاذیب کوثری واکاذیب تحریک کوثری کو صحیح مان لیں گے۔ اگر اراکین تحریک کوثری کبھی سچ بولنے کا بھی ارادہ کرتے ہوں تو وہ خطیب والی روایت کا غیر معتبر ہونا دائرۂ اصول اہل اسلام و دائرۂ شرافت میں رہتے ہوئے ثابت کریں۔ کوثری نے دھاندلی بازی کر کے اس کی سند کے جن دو رواۃ دعلج وابار کو غیر معتبر کہا ہے اس کی تکذیب بھرپور طور پر التنکیل میں کر دی گئی ہے، ارکان تحریک کوثری یاد رکھیں کہ اکاذیب ودھاندلی بازی میدان تحقیق میں بالکل بے وزن ہیں، اور اکاذیب کے اختراع کا جرمِ عظیم الگ سے ان کے نامۂ اعمال کو سیاہ سے سیاہ تر کرے گا۔

اس روایت صحیحہ میں امام شافعی کا یہ فرمان بھی منقول ہے کہ جو اوصاف امام مالک میں ہیں اور جن سے امام ابوحنیفہ محروم ہیں ان کے بغیر آدمی قاضی نہیں ہو سکتا، یعنی کسی بھی معاملہ میں فیصلہ کن صحیح جواب نہیں دے سکتا، اسے کذاب کوثری نے روایت صحیحہ میں قدح کا ذریعہ بنا لیا کہ امام مالک وابوحنیفہ قاضی کہاں تھے کہ اس کا ذکر آ گیا؟

ہم کہتے ہیں کہ اس کی صحیح توجیہ ہم نے کر دی ہے لیکن اگر اس سے مراد مصطلح قاضی ہی لیا جائے تو مناظرہ میں اس طرح کی بات چلا کرتی ہے کہ جب یہ اوصاف ہی شخص مذکور میں نہیں تو وہ قاضی بننے کی صلاحیت ہی سے محروم ہے، اس قسم کی تلبیس کاری سے روایت صحیحہ کی تکذیب صرف ضمیر فروش ودین فروش لوگوں کا شیوہ وشعار ہے۔

امام خطیب (۲/ ۱۷۷، ۱۷۸) نے ایک ہی سند سے ایک ہی روایت نقل کی ہے مگر کذاب کوثری کو یہ نظر آ گیا کہ خطیب نے (۲/ ۱۸۷) اسی سند کے ساتھ دوسری روایت اسی معنی کی نقل کی ہے۔[1] بات دراصل یہ ہے کہ کذابین وتلبیس کاروں کے دل اس قدر سیاہ ہو جاتے اور وہ بصیرت وبصارت سے اس قدر محروم ہو جاتے ہیں کہ ان کی زبان سے کوئی سچی بات کبھی نکل ہی نہیں سکتی، سچ بولنا چاہیں گے بھی تو اس میں اکاذیب کی آمیزش ہو جائے گی، ایسے فاقد البصیرت والبصارت کو توبہ کر کے اپنی بصیرت وبصارت کا روحانی علاج کرانا چاہیے۔ اس روایت کے متعلق کوثری نے اکاذیب وتلبیسات ہی پر مشتمل حافظ خطیب کے خلاف لمبی لغو طرازی کی ہے لیکن ہماری مذکورہ بالا تحقیق اکاذیبِ کوثری کو نمایاں کرنے کے لیے کافی ہے، ہم بات لمبی کر کے ضخامتِ

[1] تانیب (ص: ۲٦۳ و ۲٦٤)

کتاب بڑھانا نہیں چاہتے، البتہ کوثری کا یہ قول کہ اگر امام محمد سمجھتے ہوتے کہ امام مالک کے بالمقابل امام ابو حنیفہ کتاب وسنت سے ناواقف ہیں تو امام محمد نے امام ابو حنیفہ کو اپنا امام اور مرکز توجہ کیوں بنایا؟ یہ صورت حال خطیب والی روایت مذکورہ کے غیر معتبر ہونے کی دلیل ہے۔❶

ہم کہتے ہیں کہ مناظرہ میں چارۂ کار نہ دیکھ کر امام محمد نے زبانی طور پر اس کا اقرار کر لیا کہ امام مالک کے بالمقابل امام ابو حنیفہ علوم کتاب وسنت سے ناواقف و ناآشنا ہیں ورنہ ان کے دل میں بہر حال یہ بات پوری طرح سرایت کیے ہوئے تھی کہ امام ابو حنیفہ پوری دنیا کے فقہاء سے نصوص کتاب وسنت واقوال صحابہ وسلفِ امت کو زیادہ جانتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ امام محمد کی دوغلی پالیسی تھی کہ زبان سے کچھ کہیں اور دل میں کچھ رکھیں، امام محمد کا کذاب ہونا واضح ہو چکا ہے مگر ان کے دل ودماغ کے اندر چھپی ہوئی باتوں کا پتہ کیسے چل سکتا ہے صرف ان کے طرز عمل ہی سے اس کا پتہ لگے گا۔ جعد بن درہم، جہم بن صفوان اور عمرو بن عبید وغیرہ فرق باطلہ وکذابہ وافتراء پرداز کا جاہل مطلق ہونا اور مسیلمہ کذاب واسود عنسی ومرزا قادیانی وبہائی یا مہدویہ کے سرغنہ کا جاہل مطلق و بے راہ رو ہونا اور ہندوستانی حکمراں اکبر کا جاہل مطلق ہونا ظاہر ومعلوم ہے مگر ان کے مقلدین ومعتقدین کی بڑی کثرت رہی ہے، دنیا ایسی بے خبر نہیں کہ کوثری وارکان تحریک کوثری کی عیاریوں کو سمجھ نہ پائے۔ انتقاء لابن عبدالبر (ص: ۲۴ و ۲۵) سے جو روایت خطیب کے ہم معنی نقل کر آئے ہیں تو ابن عبدالبر وخطیب والی روایت میں کوئی معنوی اختلاف نہیں بلکہ صرف ظاہری اور لفظی اختلاف ہے، ایک ہی روایت کو معنوی طور پر کچھ رواۃ ایک طرح بیان کرتے ہیں تو کچھ دوسرے دوسری طرح مگر معنی میں حقیقی اختلاف نہیں ہوتا، یہ نئی کذب بیانی وتلبیس کاری کر کے کذاب اعظم کوثری نے ایک اور گندی بکواس کی اور کذب بیانی کا جھوٹا الزام حافظ خطیب پر لگا کر اپنے نامۂ اعمال کی سیاہ کاری میں اضافہ کیا۔ اس کے بعد کوثری کذاب نے مزید بعض روایات صحیحہ نقل کیں اور محض بعض لفظی اختلاف کی بنا پر، جو معنوی طور پر یکساں ہیں، ان روایات میں کوثری نے اضطراب کا دعوی کیا۔❷ حالانکہ اس معنی کی روایت متواترہ کی تعبیر میں ظاہر ہے کہ بعض رواۃ روایت بالمعنی کرتے ہوئے کچھ الفاظ میں تبدیلی کر دیا کرتے ہیں، انھیں اگر کوثری واقعی اضطراب سمجھتے ہیں تو وہ جاہل مطلق ہیں جو اضطراب کے معنی ومفہوم ہی سے ناآشنا ہیں، مگر ہم کو یقین ہے کہ کوثری وارا کین تحریک کوثری حقیقت امر کو ضرور سمجھتے ہیں لیکن انھیں چونکہ اپنی جہمیت ومرجیت وغالی و جامد تقلید پرستی کی خاطر سب کچھ کرنا ہے اس لیے وہ اس طرح کی باتوں کو اپنا شیوہ بنائے ہوئے ہیں۔ ان اکاذیب کے ساتھ کوثری نے یہ بھی کہا کہ امام شافعی نے امام ابو حنیفہ کا زمانہ نہیں پایا اور وہ خدمتِ مالک میں صرف آٹھ ماہ رہے جبکہ امام محمد خدمتِ مالک میں تین سال سے زیادہ رہے، تو امام شافعی امام مالک وابو حنیفہ کے علم کا حال جانتے ہی نہیں تھے، البتہ امام محمد جانتے تھے، پھر امام شافعی اس طرح کا مکالمہ نہیں کر سکتے تھے، یہ سب رواۃ کی کذب بیانیاں ہیں۔❸

ہم کہتے ہیں کہ چودھویں صدی کی پیداوار کوثری وارا کین تحریک کوثری کو پہلی دوسری صدی کے ائمہ کرام کے علوم کا مبلغ کیسے معلوم ہوا کہ تقلید ابی حنیفہ کو لازم پکڑا اور اس کے سرگرم داعی بنے اور اکاذیب کے ذریعہ صرف تقلید ابی حنیفہ کو مناسب سمجھا؟ دوسرے اہل علم کے علوم کے نقائص سے واقف ہو کر انھیں ناقابل تقلید سمجھا، یہ سب کیسے ہوا؟ امام شافعی کتب

❶ تانیب (ص: ٢٦٤ ـ ٢٧٧) ❷ تانیب (ص: ٢٦٤ و ٢٦٧) ❸ تانیب (ص: ٢٦٧)

حنفیہ وکتب امام مالک سے اپنے مطالعہ وعظیم ذہانت کے ذریعہ واقف ہوئے اور انھوں نے چیلنج کے ساتھ کہا کہ امام ابوحنیفہ امام مالک کے بالمقابل نصوص کتاب وسنت واقوال صحابہ واسلاف سے کہیں زیادہ ناواقف تھے اور امام ابوحنیفہ کی واقفیت نہ ہونے کے درجہ میں تھی، پھر وہ اس موضوع پر اہل الرای سے بحث ونظر کیوں نہ کر سکتے تھے؟ کوثری کی یہ بات سرتا سر مکذوب محض وتلبیس وفریب وعیاری پر مبنی ہے۔

ابو عاصم عامری کذاب کا ذکر:

یہاں پھر کوثری نے اپنے جیسے کذاب ابو عاصم عامری کی مکذوبہ کتاب کے حوالے سے امام مالک پر امام ابوحنیفہ کی علمی برتری والی بات دہرائی ہے مگر کیا اکاذیب کو بار بار دہرانے سے اکاذیب حقائق بن جاتے ہیں؟ شاید کوثری وارکان تحریک کوثری اسی طرح کا عقیدہ رکھتے ہوں کہ اکاذیب کوتلبیسات کے ساتھ جھی شکل دے کر بار بار بیان کرنا اور لکھنا ان اکاذیب وتلبیسات کو حقائق بنا دیں گے۔

ایضاح:

مذکورہ بالا اکاذیب وتلبیسات وفریب ومکاریوں کے بہروپیانہ تماشے دکھلا کر مذکورہ بالا روایت کے بعد حافظ خطیب کی نقل کردہ ایک طویل روایت کا کوثری نے ذکر کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ امام شافعی نے کہا کہ میں نے کتبِ امام محمد کی نقل پر ساٹھ دینار خرچ کیے اور ابتدائے امر میں امام محمد میری نظر میں جلیل ومعظم تھے، پھر ایک دن ہم مجلس ہارون رشید میں تھے کہ امام محمد نے کہا کہ اے امیر المومنین! اہل مدینہ نے صراحتاً کتاب اللہ، احادیث نبویہ اور اجماع امت کی مخالفت کر رکھی ہے، مجھے موصوف کی باتیں بری لگیں، میں نے کہا کہ تم ان لوگوں کی ہجو کر رہے ہو جن کے یہاں نزول قرآن ہوا اور جہاں احکام شرعیہ محکم طور پر مرتب ہوئے، وہاں قبر نبوی موجود ہے، آپ ذرا یہ بتلایئے کہ ایک ہی دائی کی شہادت سے خلیفہ کے بیٹے کو دنیا کی حکومت ومال عظیم میراث میں کیوں دینے کا فتوی جاری کرتے ہیں؟ امام محمد نے کہا کہ قول علی مرتضی کی بنیاد پر، میں نے کہا کہ علی مرتضی سے اسے ایک مجہول راوی عبداللہ بن نجی نے روایت کیا ہے اور عبداللہ بن نجی سے جابر جعفی نے، جابر جعفی بدعقیدہ تھا، اسے امام سفیان بن عیینہ نے مجروح کہا ہے اور ہمارے پاس فیصلۂ نبوی ومرتضوی موجود ہے، حضرت علی نے اہل عراق کے درمیان اسی طرح کا فیصلہ کیا، نیز میں نے امام محمد سے کہا کہ قسامہ کی بابت آپ کیا کہتے ہیں؟ امام محمد نے کہا کہ وہ صرف استفہام پر قائم ہے، میں نے کہا کہ کیا فیصلۂ نبویہ استفہام پر قائم ہوا کرتا ہے؟ ہارون رشید کو امام محمد کی بات پر غصہ آ گیا، اس نے انھیں قتل کرنے کے لیے تلوار اور چمڑا منگوایا، امام شافعی نے دخل اندازی کر کے امام محمد کی جان بچائی۔[1]

اس روایت معتبرہ سے صاف صاف ظاہر ہے کہ امام شافعی نے امام محمد بن حسن کی جان بچائی جسے الٹ کر کذاب مصنف انوار اور ان کے ہم مزاجوں نے دعوی کر دیا کہ امام محمد نے امام شافعی کی جان بچائی، کوثری نے یہ روایت نقل کر کے اس کی تضعیف کی اور پھر کہا کہ اہل مدینہ سے مراد اسی زمانے کے اہل مدینہ تھے نہ کہ عہد نبوی وتابعین، اور امام محمد کی مراد صرف یہ تھی کہ ایک گواہ اور مدعی سے قسم لے کر فیصلہ کرنے والی بات میں اہل مدینہ نے نصوص کتاب وسنت واجماع امت کی مخالفت کر رکھی

[1] خطیب (۲/ ۱۷۷ و ۱۷۸)

ہے، یہ واقعہ بغداد میں نہیں رقہ میں پیش آیا تھا، امام شافعی جیسے با ادب امام اپنے استاذ کی شان میں یہ روش اختیار نہیں کر سکتے تھے، اسی معنی کی ابونعیم والی روایت کی سند میں واقع ابوالشیخ کو امام عسال نے ضعیف کہا اور اس کا ایک راوی عبدالرحمان بن داود مجہول ہے، اس کا استاذ عبید بن خلف اور عبید کا استاذ اسحاق بن عبدالرحمان بھی مجہول ہے اور کرابیسی متکلم فیہ ہے، یہ روایت بھی خطیب والی روایت سے زیادہ اچھی نہیں... إلی آخر ما قال افتراء وكذبا وهذيانا.[1]

ہم کہتے ہیں کہ خطیب والی روایت ابونعیم والی روایت سے مختصر ہے، گویا کہ خطیب والی روایت ابونعیم والی روایت کی تلخیص ہے، خطیب والی روایت (۲/ ۱۷۷ و ۱۷۸) ابونعیم والی روایت کی تلخیص ہے، خطیب والی روایت تاریخ (۲/ ۱۷۷، ۱۷۸) میں اور ابونعیم والی روایت حلیۃ الاولیاء (۹/ ۷۰۔۷۳) میں منقول ہے۔ خطیب والی سند یہ ہے:

"أخبرنا ابن رزق قال: أنبأنا عثمان بن أحمد بنأنا محمد بن إسماعيل التمار الرقي قال: حدثني أحمد بن خالد الكرماني قال: سمعت المقدمي بالبصرة يقول: قال الشافعي... الخ"

اور ابونعیم والی سند یہ ہے:

"حدثنا عبد اللّٰه بن جعفر ثنا عبد الرحمان بن داود بن منصور ثنا عبيد بن خلف البزار أبو محمد حدثني إسحاق بن عبد الرحمان قال سمعت الحسين الكرابيسي يقول: سمعت الشافعي... الخ."

ترجمہ امام ابن رزقویہ:

کوثری نے ان ابن زرق کو مجروح قرار دیکر اس روایت کو ساقط الاعتبار کہا جن سے حافظ خطیب نے روایت مذکورہ نقل کی۔[2] حالانکہ ابن رزق جنھیں ابن رزقویہ بھی کہا جاتا ہے وہ محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رزق ہیں جو ۳۲۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۱۲ھ میں فوت ہوئے۔ انھیں تاریخ خطیب (۱/ ۳۵۱) اور دیگر کتب رجال میں "ثقة صدوقا كثير السماع حسن الاعتقاد جميل المذهب" کہا گیا ہے۔[3] کسی نے بھی ان کی کسی طرح کی تجرح نہیں کی مگر کذاب اعظم کوثری اور ان کی تقلید میں ان کے کذاب چیلوں نے ظلماً وزوراً امام ابن رزقویہ کو مجروح قرار دے رکھا ہے یعنی ان کذابین نے اکاذیب کی ترویج واشاعت پر خوب مستعدی دکھلا رکھی ہے۔

ترجمہ امام عثمان بن احمد دقاق:

امام ابن رزقویہ نے یہ روایت امام عثمان بن احمد بن عبد اللہ بن یزید ابوعمر و الدقاق المعروف بابن السماک (متوفی ۳۴۴ھ) سے نقل کی ہے جو کثیر التصنیف بلند پایہ ثقہ وثبت وحجت تھے۔[4] مگر کذاب اعظم جہمی مرجی غالی مقلد کوثری اور تحریک

[1] تانيب (ص: ٢٦٧ تا ٢٦٩) [2] تانيب (ص: ٢٦٧۔ ٢٦٩) و تانيب (ص: ٣٢)

[3] سير أعلام البنلاء (١٧/ ٢٥٨ و ٢٥٩) والمنتظم (٨/ ٤ و ٥) العبر للذهبي (٣/ ١٠٨) و تذكرة الحفاظ (٣/ ١٠٥) والوافى بالوفيات (ج: ٢) والبداية والنهاية (ص: ١٢) والنجوم الزاهرة (٤/ ٢٥٦)

[4] تاريخ خطيب (١١/ ٣٠٢ و ٣٠٣) وانساب سمعاني (٧/ ١٢٧) وسير أعلام النبلاء (١٥/ ٤٤٤ و ٤٤٥) والمنتظم لابن الجوزي (٦/ ٣٧٨) والعبر (٢/ ٢٦٤) ولسان الميزان (٤/ ١٣١ و ١٣٢ وغيره.

کوثری کے کذاب ارکان نے انھیں بھی مجروح قرار دیا۔[1] اتنے بے حیا کذابین اہل اسلام میں کسی جھجک کے بغیر خود ساختہ اور دوسروں کے پرداختہ اکاذیب کی ترویج میں سرگرم عمل ہیں، یقین کی حد تک ظن غالب ہے کہ امام ابن السماک کی کسی کتاب ہی سے خطیب نے یہ روایت نقل کی اس لیے اس کے نیچے والے رواۃ کا اس روایت کے معتبر ہونے کے لیے ثقہ ہونا ضروری نہیں ہے، اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے آگے مطالعہ جاری رکھیں۔

ترجمہ محمد بن اسماعیل عامر ابو بکر تمار رقی:

امام ابن السماک دقاق نے یہ روایت محمد بن اسماعیل بن عامر ابو بکر تمار رقی (مولود ۲۳۲ھ ومتوفی بعد ۲۹۳ھ) سے نقل کی جن کا ترجمہ ہم کو صرف تاریخ خطیب (۱/ ۴۵) میں ملا جن کی تصریحِ توثیق نہیں کی گئی ہے مگر ان پر کوئی تجریح بھی نہیں ہے، ایسا راوی امام ابن حباں اور ان جیسے ائمہ کرام کے نزدیک ثقہ ہے اور حنفی اصطلاح کے مطابق وہ مستور ہے اور مستور کی روایت حنفی مذہب میں معتبر ہے جیسا کہ عام کتب اصول میں منقول ہے اور ہمارے نزدیک تمار موصوف کی زیر نظر روایت اس لیے معتبر ہے کہ اس کے بہت سارے معنوی متابع وشواہد معتبرہ موجود ہیں ورنہ محض محمد بن اسماعیل ہی پر اگر اس کا دار ومدار ہوتا تو یہ روایت ساقط الاعتبار ہوتی مگر اسی محمد بن اسماعیل تمار کی بعض روایات کو کوثری گروپ نے حجت بنا رکھا ہے۔

ترجمہ احمد بن خالد کرمانی:

محمد بن اسماعیل تمار رقی نے یہ روایت احمد بن خالد کرمانی سے نقل کی ابھی تک ہمیں ان کا ترجمہ نہیں ملا مگر ظن غالب ہے کہ یہ روایت کتاب ابن السماک میں مکتوب ہوگی، نیز اس کے معنوی شواہد ومتابع اسے معتبر ماننے پر آمادہ کرتے ہیں۔

ترجمہ امام محمد بن ابی بکر مقدمی:

احمد بن خالد کرمانی نے یہ روایت امام محمد بن ابی بکر بن عطاء بن مقدم مقدمی ثقفی (مولود ۱۵۰ھ ومتوفی ۲۳۴ھ) سے نقل کی جو صحیحین اور متعدد کتب حدیث کے رواۃ میں سے ہیں ان کا ثقہ ہونا محقق ہے۔[2] امام مقدمی امام شافعی محمد بن حسن اور ہارون رشید کے معاصر ہیں، اس لیے اصول کے مطابق اسے اتصال ہی پر محمول کیا جائے گا مگر کوثری نے یہاں بھی یہ کہا کہ مقدمی کا بیان عدم سماع والا ہے اور انقطاع والا بھی۔[3] یہ کذاب کوثری کی جہالت وتلبیس کاری ہے۔

ترجمہ حسین بن علی کرابیسی:

امام ابو نعیم والی سند کے مطابق اس روایت کو نقل کرنے میں امام مقدمی کی متابعت حسین بن علی بن یزید کرابیسی بغدادی نے کی ہے، ان کی تجریح وتوثیق کے کلمات پر نظر ڈالنے سے مستفاد ہوتا ہے کہ موصوف صالح درجہ کے معتبر راوی ہیں جن کی روایت معتبر متابع سے معتبر قرار پا جاتی ہے۔[4] اور کوئی شک نہیں کہ کرابیسی کے معنوی شواہد ومتابع موجود ہیں، ایک معنوی متابع تو امام ابن السماک جیسے ثقہ راوی ہیں۔

---

[1] تانیب (ص: ۹۵)

[2] ملاحظہ ہو: سير أعلام النبلاء (۱۰/ ۶۶۰ و ۶۶۱) وتهذيب التهذيب (۹/ ۶۸ و ۶۹) وتهذيب الكمال (ص: ۱۱۷۸) والجرح والتعديل (۷/ ۲۱۳) وغیرہ۔

[3] تانیب (ص: ۲۶۸)

[4] ملاحظہ ہو: تهذيب التهذيب ترجمة كرابيسي (۲/ ۲۱۰ و ۳۱۱) وعام كتب رجال.

ترجمہ اسحاق بن عبد الرحمان (اسحاق بن شرفا):

کرابیسی سے یہ روایت اسحاق بن عبدالرحمان نے نقل کی ہے، ان کو اسحاق بن شرقی اور اسحاق بن شرفی اور اسحاق بن ابی شداد و اسحاق بن ابی نباتہ بھی کہا جاتا ہے، انھیں امام احمد بن حنبل و ابو زرعہ رازی نے ثقہ کہا ہے اور کسی نے ان کی تجریح نہیں کی جس کا مطلب ہوا کہ انھیں مطلقاً ثقہ کہا گیا ہے۔[1] کوثری نے اپنی جہالت کے باعث انھیں بھی مجہول کہا ہے۔[2]

ترجمہ امام عبید بن خلف البزار:

اسحاق سے اس روایت کے ناقل عبید بن خلف البزار ہیں، خلف ان کے دادا کا نام تھا، انھیں دادا کی طرف بھی منسوب کیا جاتا ہے، اور ان کے باپ کا نام محمد تھا، انھیں باپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، تاریخ بغداد للخطیب (۱۱/ ۱۰۰) میں انھیں عبید بن محمد بن خلف البزار بھی کہا گیا ہے اور انھیں ثقہ قرار دیا گیا ہے۔ کوثری نے اپنی جہالت کے سبب انھیں مجہول کہا ہے۔[3] عبید بن خلف سے یہ روایت عبدالرحمان بن داود بن منصور نے نقل کیا ہے۔

ترجمہ عبد الرحمٰن بن داود بن منصور فارسی ابو محمد:

عبدالرحمان بن داود بن منصور فارسی کو امام ابوالشیخ اصبہانی نے "كان من الفقهاء صاحب أصول ثقة مأمون" لکھا ہے۔[4] ان کا ذکر حافظ ابونعیم اصبہانی نے بھی اخبار اصبہان (۲/ ۳۱۳) میں کیا ہے مگر توثیق والا کلمہ نقل نہیں کیا، اور کتب ابی نعیم میں یہ خامی عام طور سے پائی جاتی ہے کہ بہت ہی کم رواۃ کی تعدیل و توثیق و تجریح پر بحث کرتے ہیں، یہ روایت امام ابوالشیخ نے اپنی کتاب میں نقل کی اور انھی ابی الشیخ کی کتاب سے حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں یہ روایت معتبرہ نقل کی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ روایت بالکل معتبر ہے، کوثری جیسے کذاب اعظم جہمی و غالی مرجی و تقلید پرست نے عبد الرحمٰن بن داود کو بھی مجہول کہا ہے۔[5] علم و فن سے ناواقف و ناآشنا ہونے کے باوجود جہل مرکب کے شکار کوثری نے اپنی اس کتاب نیز دوسری کتابوں میں مصنف کی حیثیت سے "الإمام الفقيه المحدث" لکھا ہے، جب اتنے بڑے جاہل بے حیائی اور کذب بیانی کو شیوہ وشعار بنا کر میدان تحقیق میں ''امام محدث فقیہ'' بن کر اتر آئیں تو وہ جو کچھ کر گزریں کم ہے۔ حلیۃ الاولیاء والی روایت صحیحہ خطیب والی روایت کی معنوی شاہد و متابع ہے جس سے روایت خطیب بھی صحیح قرار پاتی ہے ورنہ وہ تن تنہا درجۂ حسن کو پہنچتی ہے، حسن درجہ والی روایت بھی معتبر روایت مانی جاتی ہے۔ اس تفصیل سے اکاذیبِ کوثری و تلبیسات کوثری اور اراکین تحریک کوثری بشمول مصنف انوار کی کذب بیانی مزید در مزید واضح ہو گئی۔

ایضاح:

کوثری نے علمی و دینی امانت داری کو جہمیت و مرجیت و غالی تقلید پرستی والی دیوی کی نذر چڑھا کر محض کذب و زور کی بنیاد

---

[1] ملاحظہ ہو: لسان الميزان ترجمة إسحاق بن أبي نباته (١/ ٣٦٤) والجرح والتعديل (١/ ٢٢٤ و ٢٢٥)

[2] تانيب (ص: ٢٦٨)　[3] تانيب (ص: ٢٦٨)

[4] طبقات محدثي اصبهان لأبي الشيخ (١/ ٢٨٤)　[5] تانيب (ص: ٢٦٨)

پر امام ابو الشیخ کو بحوالۂ امام عسال محمد بن احمد قاضی (متوفی ۳۴۹ھ) ضعیف کہا ہے۔[1] امام ذہبی نے امام ابو الشیخ کی توصیف وتحمید کی ہے۔[2]

کوثری کی اس کذب بیانی پر علامہ معلّمی نے کسی معتبر آدمی کے ذریعہ باز پرس کی مگر کوثری نے اس کا جواب دیا نہ کوئی حوالہ دیا کہ فلاں کتاب میں عسال سے ابو الشیخ کی تضعیف منقول ہے۔[3] اس کے باوجود کوثری نے یا اس کے کذاب آلہ کاروں نے حلیۃ الاولیاء والی اس روایت پر امام ابو الشیخ کے اوپر ایک حاشیہ میں کہا: "ضعفه العسال، وفي السند عدة ضعفاء"[4] یعنی ابو الشیخ کو عسال نے ضعیف کہا اور اس میں مزید کئی ضعیف رواۃ ہیں۔ ہم اس سند کے ہر راوی کا ثقہ ومعتبر ہونا ظاہر کر آئے ہیں اور اس کے متعدد معنوی متابع بھی ہیں، پھر ان کوثری کے کذاب چیلوں سے پوچھا جائے کہ تمھارے چیف تو عالم برزخ میں اپنے کرتوتوں کے نظارے دیکھ رہے ہوں گے مگر تم میں اگر ذرہ برابر بھی ایمانی وعلمی یا حمیت کوثریت والی جان ہے تو کسی معتبر حوالہ سے امام عسال کا امام ابو الشیخ کو ضعیف کہنا ثابت کرو۔ ﴿فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ﴾.

مذکورہ روایت صحیحہ سے کوثری اور ارکان تحریک کوثری کے جہمی مرجی حنفی تقلیدی مذہب کی درگت:

زیر نظر روایت صحیحہ کی ہم معنی متعدد روایات میں، جن کے الفاظ میں بظاہر اختلاف ہے مگر صورت تطبیق آسان ہے، مذکور ہے کہ امام شافعی جب خلیفہ ہارون رشید کے حکم سے امام محمد بن حسن کے یہاں رہنے لگے تو انھوں نے اپنا علمی مشغلہ جاری رکھنے کے لیے امام محمد کے کتب خانہ کی کتابیں جو اہل الرای کے فتاوی وفقہ واصول تخریج پر مشتمل تھیں نقل کرائیں اور ان کا مطالعہ کرنے لگے تو اس نتیجہ پر پہنچے:

"فوجدت مثلهم ومثل كتبهم مثل رجل كان عندنا يقال له فروخ، وكان يحمل الدهن في زق له، فكان إذا قيل له: عندك فرشنان؟ قال: نعم، فإن قيل له: عندك زنبق؟ قال: نعم، فإن قيل له عندك: حبر، قال: نعم، فإذا قيل: له أرني، وللزق رؤوس كثيرة فيخرج له من تلك الرؤوس وإنما هي دهن واحد، وكذلك وجدت كتب أبي حنيفة إنما يقول: كتاب الله وسنة رسوله وإنما هم مخالفون لهما... الخ."[5]

"میں نے فقہائے اہل الرای بشمول امام محمد بن حسن اور ان کی کتابوں کے مشتملات کو ہمارے یہاں فروخ نامی آدمی کی طرح پایا جو ایک مشکیزہ میں ایک ہی قسم کا تیل رکھ کر بیچتا تھا، البتہ اس مشکیزہ میں کئی سوراخ کرکے ہر ایک کو ایک ڈھکن سے بند رکھتا تھا، اس سے جب پوچھا جاتا کہ آپ کے پاس روغن فرشنان ہے تو جواب دیتا کہ جی ہاں میرے پاس روغن فرشنان ہے، جب پوچھا جاتا کہ آپ کے پاس پارہ ہے تو کہتا کہ ہاں، جب اس سے پوچھا

---

[1] متعدد مقامات تانيب وتعليق الكوثري على الأسماء والصفات للبيهقي (ص: ٣١٣ و ٤٤٨ و ٥٣٩)

[2] سير أعلام النبلاء (١٦/ ١٢٢)

[3] التنكيل (١/ ٣٠٨ و ٣٠٩ مع الحواشي)

[4] حاشيه حلية الأولياء (٩/ ٧٠ مطبوع السعادة ١٩٣٨ء)

[5] حاشيه حلية الأولياء وترجمة امام شافعي (٩/ ٧٠ و ٧١)

جاتا کہ آپ کے پاس روشنائی ہے تو کہتا کہ ہاں۔ جب اس سے کہا جاتا ذرا ان چیزوں کو دکھلاؤ تو وہ مختلف ڈھکنوں کو کھول کر ہر سوراخ سے تھوڑا تھوڑا روغن نکال کر دکھلاتا کہ یہ فلاں روغن یا فلاں سیال چیز ہے، بالکل یہی حال کتب احناف کا میں نے دیکھا جن میں یہ دعوی کیا گیا ہے کہ یہ مسئلہ کتاب وسنت سے ماخوذ ومنقول ہے، حالانکہ فقہ حنفی نصوص کتاب وسنت کے مخالف اور ان سے متضاد فقہ وفتاوی مرتب کر کے اپنی مختلف کتابیں بھرے ہوئے ہیں۔

''میں نے امام محمد بن حسن کو بے شمار مرتبہ سنا کہ وہ اپنے ہم مذہب اصحاب سے کہتے کہ اگر تمھاری فقہ اہل الرای پر امام شافعی کار بند ہو گئے تو سمجھو کہ پھر کسی حجازی صاحب علم سے تمھیں کوئی الجھن نہ ہو سکے گی، ایک دن میں ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور میرا حال یہ تھا کہ خلیفہ کے غیظ وغضب سے شدید رنج وغم کا شکار تھا اور میرے پاس زاد اور روزمرہ والا خرچہ ختم ہو رہا تھا، امام محمد بن حسن اہل مدینہ پر طعن وتشنیع اور نقد ونظر کر رہے تھے، میں نے کہا کہ یہ طعن وتشنیع آپ اگر مدینہ منورہ اور وہاں کے باشندوں پر کر رہے ہیں تو وہ شہر رسول اللہ ﷺ کا شہر ہے، وہ دار الہجرت ہے، وہاں کے باشندے بشمول حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما تمام مہاجرین وانصار صحابہ کا شہر ہے، اس شہر اور اس کے باشندوں کے لیے آپ ﷺ نے دعائیں کی ہیں، اسے حرم مکی جیسا حرم نبوی قرار دیا ہے، آخر آپ طعن وتشنیع کس پر کر رہے ہیں؟ امام محمد نے کہا کہ معاذ اللہ میں ان حضرات پر کوئی طعن وتشنیع نہیں کر رہا ہوں، صرف اس زمانے کے اہل مدینہ کے ایک فتوی پر نقد ونظر کر رہا ہوں میرے پوچھنے پر امام محمد نے بتلایا کہ وہ مسئلہ ایک گواہ کی موجودگی میں مدعی سے قسم لے کر فیصلہ کرنے کا مسئلہ ہے، میں نے کہا کہ اہل مدینہ کے اس مسئلہ پر کیوں طعن وتشنیع کر رہے ہیں؟ امام محمد نے کہا کہ اس لیے کہ اہل مدینہ نے اس معاملہ میں کتاب اللہ کی مخالفت کر رکھی ہے... مجھے تعجب ہے کہ آپ اہل مدینہ کے اختیار کردہ اس موقف پر طعن کر رہے ہیں جو موقف نبوی وموقف صدیقی و موقف فاروقی ومرتضوی وموقف قاضی شریح ہے، اسی کے مطابق تو حضرت علی مرتضی وقاضی شریح تمھارے اسی ملک عراق کی راجدھانی کوفہ میں فیصلے کرتے تھے۔

''ہماری ان باتوں کو ایک آدمی ہماری لاعلمی میں لکھتا جا رہا تھا، اس آدمی نے اس کی پوری تحریری روداد خلیفہ کے سامنے پیش کر دی، اس کا وزیر ہرثمہ بن اعین ٹیک لگائے بیٹھا تھا، اس ماجرا کو دیکھ کر وہ باقاعدہ بیٹھ گیا، اسے دوبارہ پڑھوا کر سنا گیا، اسے ہارون خلیفہ کے حکم سے لکھا گیا تھا، اب ہارون بے تحاشہ بول پڑا کہ اللہ ورسول نے سچ کہا، اسے اس نے تین بار دہرایا اور کہا کہ فرمان نبوی ہے کہ تم لوگ قریش سے علوم دین سیکھو اسے سکھانے نہ لگو، تم قریش کو اپنے اوپر مقدم سمجھو اپنے کو قریش پر مقدم نہ سمجھو، یہ ناقابل انکار بات ہے کہ امام شافعی کہیں زیادہ علوم دین رکھتے ہیں، مجھ سے یعنی امام شافعی سے خلیفہ خوش ہو گیا، میں انھیں پانچ سو دینار بطور انعام دینے کا حکم دیتا ہوں، ہرثمہ نے اپنی طرف سے اس میں مزید پانچ سو اشرفیوں کا اضافہ کر دیا، امام شافعی خوش ہو گئے اور بولے کہ اس سے پہلے بیک وقت میرے پاس کبھی ایک ہزار دینار جمع نہیں ہوئے تھے۔''

ایضاح:

یہ روایت صحیحہ اور اس کے ہم معنی دوسری روایات معتبرہ اس بات کی پوری وضاحت کرتی ہیں کہ کوثری اور اراکین تحریک کوثری بشمول مصنف انوار اور ان کے ہم مزاج جہمی ومرجی وحنفی ائمہ اسلاف نے اپنے تقلیدی جہمی مرجی حنفی مذہب کی حمایت میں جو انبار اکاذیب وتلبیسات ومکر وفریب جمع کر رکھے ہیں، وہ امام شافعی اور خلیفہ ہارون رشید کی نظر میں مجموعۂ اکاذیب وتلبیسات ومکر وفریب کے علاوہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے، منکرین حدیث کی اس جماعت کا حال یہ ہے کہ جو روایات خواہ مکذوبہ ہوں مگر ان کے موافق مزاج ہوں وہ تو ان کے یہاں معتبر قرار پا کر مقبول ہیں اور جو احادیث صحیحہ خواہ موافق نصوصِ قرآنیہ ہوں اور معنوی طور پر تواتر کا درجہ رکھتی ہوں وہ جہمی مرجی حنفی اصول وضوابط کے مطابق بہر حال مردود ہیں۔

جہمیت ومرجیت اور تقلید پرستی کے علم بردار کوثری اور ارکان تحریک کوثری نے الشاھد مع الیمن کے موضوع پر جو جہمیانہ اکاذیب اپنی مکذوبہ کتاب تانیب اور دوسری کتابوں کی تعلیقات کا ذبہ میں جمع کر رکھے ہیں ان کی پردہ دری علامہ امام عبدالرحمٰن معلّمی نے التنکیل (۲/۱۴۴۔۱۶۶) میں اور علامہ البانی نے ارواء الغلیل حدیث نمبر (۲۵۸۳) کے تحت لمبی تحقیق بحث (۸/ ۲۶۶۔۳۰۶) میں واضح کر دی ہیں، طالبین حق وتحقیق ان کی طرف رجوع کریں اور ان دجاجلہ وکذابین کے دجل وفکر کا تماشہ دیکھیں۔

ترجمان فرقۂ دیوبندیہ عرف فرقۂ کوثریہ مصنف انوار کی بھاری کذب بیانی:

تحریک کوثری کے آلہ کار کذاب مصنف انوار نے نہایت بے باکی کے ساتھ اپنے فرقہ کے اصول پر عمل کرتے ہوئے اس روایت کو بعنوان ''امام شافعی کا پہلا سفر عراق'' ادنی ترین اشارہ کیے بغیر اپنے امام محمد بن حسن کی فضیلت ظاہر کرتے ہوئے نقل کر رکھا ہے، جس میں صراحت ہے کہ امام محمد اپنے قیام مدینہ منورہ کے زمانے، نیز سفر حج وغیرہ میں امام شافعی کے بغداد آنے سے بہت پہلے درس گاہ شافعی میں تعلیم پا کر امام شافعی کے علوم سے بہت زیادہ استفادہ کر کے امام شافعی کے شاگرد بنے، اور امام شافعی سے اسی رشتۂ تلمذ کے سبب انھوں نے ہارون رشید کے سامنے امام شافعی کے حق میں ایک آدھ لفظ کہہ دیا تھا، اگر چہ امام شافعی کی باتوں سے ہارون رشید بذات خود امام محمد کے بولنے سے پہلے امام شافعی کی امامت وخدمات علم ودین ودرس وتدریس کی بے پناہ صلاحیتوں کا شہرہ سن چکے تھے، اور اب انھیں اپنے سامنے دیکھ کر انھیں عنایاتِ خلافت سے بہرہ ور کرنے کو تیار ہو چکا تھا اور امام محمد بھی جو ایک آدھ لفظ امام شافعی کے حق میں بولنے پر آمادہ ہوئے تو اس کا سبب یہ تھا کہ اپنی خداداد صلاحیت وذہانت وفطانت وفراست وقیافہ دانی سے کام لے کر خلیفہ کے سامنے اپنی بات کے دوران اپنے اس تلمیذ وشاگرد نے امام محمد کا حوالہ دے دیا تھا کہ آپ کے یہ قاضی صاحب بھی میری نسبی وعلمی وفقہی عظمت سے واقف ہیں، اس پیش بندی کے بعد امام محمد کو وہ الفاظ بولے بغیر کوئی چارہ کار ہی نہیں رہ گیا تھا جو وہ خلیفہ کے سامنے شافعی کی شان میں بولے تھے، جس زمانے میں امام محمد درسگاہِ شافعی میں زیر تعلیم تھے اس زمانے میں وہ امام شافعی کے کمالات اور اپنی موجودگی میں امام محمد کی کذب بیانی والی عادت کی مٹی پلید ہونے کا مشاہدہ کر چکے تھے، اگر اس واقعہ پر بھی وہ اپنی عادت کے مطابق کذب بیانی کرتے ہوئے امام شافعی کو جاننے پہچاننے سے انکار کر دیتے جبکہ امام محمد کے بولنے سے پہلے ہارون رشید یہ شکوہ کر چکا تھا کہ امام شافعی کے سلسلے میں امام محمد نے

پہلے سے مجھ سے کچھ نہیں کہا تو یقیناً امام شافعی اپنی بے پناہ قوت گویائی سے کام لے کر دربار خلیفہ میں امام محمد کو بری طرح ادھیڑ کر رکھ دیتے، اسی خوف سے امام محمد اس معاملہ میں کوئی تکڑم بازی نہ لگا سکے۔

ترجمان فرقہ کوثریہ مصنف انوار کذاب کی دوسری بھاری کذب بیانی:

مصنف انوار اپنی مذکورہ بالامبنی برتلبیسات مجموعۂ اکاذیب بات کونقل کر کے آخر میں کہتے ہیں:

''خود امام شافعی فرماتے ہیں کہ امام محمد مجھ کو اپنے ساتھ لے گئے اور اس طرح وہی میری گلوخلاصی کا سبب ہوئے، گویا امام محمد کا یہ پہلا اور بڑا احسان نہ صرف امام شافعی پر بلکہ ان کے سارے متبعین الی یوم القیامۃ پر ہے کہ امام شافعی کی جان بچائی۔'' [1]

ہم کہتے ہیں کہ ہم بسند معتبر بیان کر آئے ہیں کہ امام محمد نے امام شافعی کو قتل کرانے کی درپردہ کوشش کی تھی اور اپنی عادت کے مطابق ظاہری طور پر امام شافعی کی شاگردی کا حق ادا کرنے کے لیے بعض کلمات امام شافعی کی پیش بندی سے مجبور ہو کر کہے تھے، ہارون رشید امام محمد کی دوغلی پالیسی بھانپ گیا اور وہ امام شافعی سے بیحد متاثر ہو کر ان کا عقیدت مند ہو گیا، اور اس نے انھیں امام محمد کے بعض ظاہری کلمات کہنے سے پہلے اعزاز واکرام سے نوازنے کا فیصلہ کر لیا تھا، نیز یہ تفصیل گزر چکی ہے کہ حسب عادت اہل مدینہ اور ان کے مذہب کے خلاف یاوہ گوئی کے سبب ہارون رشید محمد بن حسن کو قتل کرنے جا رہا تھا کہ امام شافعی نے حکمتِ عملی سے کام لے کر امام محمد کی جان بچائی، اس لیے اپنے جہمی ومرجی امام اور مذہب اہل مدینہ کے خلاف محاذ آرائی کرنے والے امام محمد بن حسن اور ان کے ہم مزاج لوگوں پر امام شافعی کے اس احسان عظیم کا شکریہ کوثری گروپ کو ادا کرنا چاہیے۔

ہم کہتے ہیں کہ خلیفہ نے خود امام محمد کو حکم دیا کہ آپ اپنے یہاں امام شافعی کو مہمان بنا کر رکھیے میں ان کے حال پر غور کروں گا مگر کذاب مصنف انوار کوثری سے ٹریننگ پا کر نہایت پرمکر وفریب سخن سازی کے ذریعہ اپنی متدل روایت کے اس معاملے کو الٹ دیا، اس روایت میں یہ بات مبہم ہے کہ امام شافعی نے امام محمد کو اپنے قتل سے بچانے والا بتلایا بلکہ اس کے الفاظ یہ ہیں: "وكان سبب خلاصي لما أراد الله منه" یعنی اللہ کی مشیت کے مطابق یہ پوری داستان میری گلوخلاصی کا سبب بنی، کیونکہ دوسری روایات معتبرہ کے ساتھ اس لفظ کی تطبیق کے لیے ماننا ضروری ہے کہ امام شافعی کی گلوخلوصی میں امام محمد کا ہاتھ نہیں تھا، بلکہ امام شافعی کی مقبول دعائیں جو انھوں نے بحالتِ اضطراب پڑھیں اور نہایت وضاحت کے ساتھ انھوں نے اپنی صفائی میں خلیفہ سے گفتگو کی وہی گلوخلاصی کا سبب ہوئیں، البتہ امام شافعی نے اپنے ساتھ اس دوغلی پالیسی اختیار کرنے والے شاگرد امام محمد کی جان اپنی وسعت مزاجی وفراخ دلی سے کام لے کر بچائی۔

امام شافعی کا پہلا سفرِ عراق:

اپنے مذکورہ عنوان کے تحت اکاذیب کو اپنا دین ومذہب بنانے والے مصنف انوار نے اپنے عام ہم مذہب لوگوں کی عادت کے مطابق بہت سارے اکاذیب کے ساتھ علامہ ابن عماد حنبلی کی بحوالہ ابن عبدالبر نقل کردہ روایت میں جہمی ودیوبندی طریق والی

---

[1] مقدمہ انوار (ص: ۱۳۵)

تحریف وتدلیس وتکذیب سے کام لیتے ہوئے کہا کہ امام شافعی گرفتار ہو کر جب بغداد آئے تو ہارون رشید اس وقت رقہ میں تھا، اس لیے وہ رقہ لائے گئے، رقہ کے قاضی محمد بن حسن امام شافعی کے محبّ تھے، وہ (امام محمد بن حسن) بہت بے چین ہوئے اور انھیں بچانے کی فکر میں لگ گئے۔ الخ[1] حالانکہ مصنف انوار والی یہ روایت ہم امام ابن عبدالبر کی کتاب سے نقل کر آئے ہیں جس میں جہاں یہ بات لکھی ہے کہ امام محمد امام شافعی کے محبّ تھے، اسی میں اس کے بعد یہ لکھا ہے: "وأحد الذين جالسوه في العلم، وأخذوا عنه" یعنی امام محمد شافعی کی درس گاہ میں بیٹھ کر پڑھنے والوں میں سے تھے۔ اس اہم بات کو اپنی متدل روایت سے مصنف انوار نے اپنی تگڑم بازی لگا کر حذف کر دیا جس کا لازمی مطلب ہے کہ عراق آنے سے پہلے امام شافعی کی درس گاہ میں امام محمد پڑھ کر ان کے شاگرد بن چکے تھے اور اسی وجہ سے انھیں امام شافعی سے محبت والفت تھی، جس کا حاصل یہ ہے کہ امام محمد امام شافعی کے شاگرد تھے، اسی بنا پر وہ امام شافعی کو پہلے سے جانتے تھے، کیا یہ کوثری گروپ کی کذب بیانی نہیں ہے؟

رحلۂ مکذوبہ:

مذکورہ بالا عنوان کے تحت کذاب مصنف انوار نے اپنے ہم جنس تقلید و دروغ پرستوں کی طرح کہا:

''افسوس کہ متبعین امام شافعی میں آبری ومحدث بیہقی وغیرہ بھی ہوئے جنھوں نے اس احسان عظیم وامام شافعی کو امام محمد کی جان بچانے کی مکافات میں ایک رحلتِ مکذوبہ اپنی کتابوں میں نقل کی، پھر امام رازی نے بھی مناقب شافعی میں اسے نقل کر کے آگے چلتا کیا اور آج تک اس کو نقل کرنے والے اور بہت سے غیر محقق مزاج ہو گئے۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ امام شافعی پر امام محمد کے مزعوم احسان عظیم کو تمام متبعین شافعی پر الی یوم القیامۃ لادنے کے گھناؤنے کام کا نام مصنف انوار نے تحقیق وخدمت دین قرار دے لیا ہے، کیا امام شافعی مصنف انوار اور ان جیسے جھوٹوں کے امام نہیں ہیں کہ وہ اس مزعوم احسان عظیم کا بوجھ اپنے اور اپنے جیسے جھوٹے لوگوں کی گردن پر لادیں، مذکورہ رحلۂ مکذوبہ کی بابت تمام ائمہ کرام کے بارے میں مصنف انوار کا یہ کہنا کہ امام شافعی پر امام محمد کے اس احسان عظیم کے مکافات وبدلہ میں ان اماموں نے مذکورہ رحلت مکذوبہ کو نقل کیا ہے، مصنف انوار کے جملہ اکاذیب میں سے ایک بھاری مکذوب ہے، جن ائمہ کرام نے اس مذکورہ رحلۂ مکذوبہ کو نقل کیا ہے وہ مزعوم احسان عظیم کے مکافات میں نہیں بلکہ عام اہل علم کے اس طریق عمل کے مطابق کیا ہے کہ کسی بھی امام کی منقبت یا مذمت میں منقول ملنے والی تمام روایات کو ان کی سندوں کے ساتھ نقل کیا جائے تا کہ ان سندوں کے ذریعہ ہر صاحب تحقیق جان لے کہ یہ روایت کیسی ہے۔

مگر مصنف انوار اور ان کے ہم جنس لوگوں کے دین وایمان ونظریات وخیالات کی بنیاد ہی اکاذیب پر ہے، ان اکاذیب کو کس چیز کے مکافات میں مصنف انوار اور ان کے ہم جنسوں نے دین وایمان بنا لیا ہے اور انھیں نقل کرتے ہیں؟ محدثین کرام تمام امور سے متعلق مروی روایات کو عام طور سے اپنی معلومات کے مطابق نقل کرتے ہیں، یہ کوئی اسی رحلۂ مکذوبہ کی خصوصیت نہیں ہے مگر مصنف انوار اور ان کے ہم جنسوں کا یہ جارحانہ بیان اور ان کا اکاذیب پرست ہونا کہاں تک درست ہے؟ اور اس رحلت مکذوبہ کے ناقلین محدثین کرام نے اسے مصنف انوار اور ان کے ہم جنسوں کی طرح حجت بنایا ہے؟ متعدد محدثین کرام ہی

[1] ملخص مقدمه انوار (ص: ١٣٥)
[2] مقدمه انوار (١/ ١٣٦)

نے اس رحلت مکذوبہ کی تکذیب کی ہے، خود مصنف انوار نے بھی بعض کے نام لکھے ہیں، اس سند کے رواۃ میں سے کئی ایک کو دارقطنی اوران کے ہم عصر محدثین وحافظ خطیب وذہبی وابن حجر نے غیر ثقہ اور کذاب کہا ہے، کیا یہ محدثین بھی اہل الرای تھے؟

ناظرین کرام دیکھ آئے ہیں کہ ولادت ابی حنیفہ ۸۰ھ سے بہت پہلے فوت ہو جانے والے صحابہ سے امام ابوحنیفہ سے سماع حدیث والی روایت مکذوبہ کی تصحیح کے لیے مصنف انوار اوران کے ہم جنسوں نے ۸۰ھ سے بہت پہلے ولادت ابی حنیفہ کی روایت مکذوبہ کو صحیح قرار دے لیا ہے لیکن اس طرح کی مذموم حرکت محدثین کرام سے بحمداللہ صادر نہیں ہوئی۔

یہ گزر چکا ہے کہ امام شافعی کے خلاف ہارون کو ورغلا نے اور انھیں قتل کرانے کے لیے بھڑکانے کی پوری کوشش امام محمد بن حسن نے در پردہ طور پر کی تھی، اس لیے رحلۂ مکذوبہ کو حافظ ابن حجر کے مکذوبہ قرار دینے سے یہ ثابت شدہ حقیقت کوئی معتدل مزاج شخص رد نہیں کرسکتا، البتہ ''رحلۂ مکذوبۃ'' جس میں امام شافعی کے خلاف ہارون کو قتل پر آمادہ کرنے میں ابو یوسف کا بھی نام لیا گیا ہے وہ مصنف انوار اوران کے ہم جنسوں کے اصول سے معتبر ہے۔ وہ کس منہ سے اسے مکذوبہ کہتے ہیں؟

اس کی تصحیح کرنے کے لیے مصنف انوار کے اصول سے اپنی بات کہہ دینی کافی ہے کہ اس میں واقع ۱۸۴ھ دراصل ۱۸۱/ ۱۸۲ھ کی تصحیف ہے، پھر مصنف انوار اوران کے ہم جنسوں کی طرح اس کے سارے رواۃ کو ثقہ کہہ دیا جائے خواہ وہ کذاب ہوں جیسا کہ مناقب ابی حنیفہ میں وارد شدہ اکاذیب کی تصحیح میں مصنف انوار اوران کے ہم مذہب لوگوں نے کیا ہے، رحلۂ مذکورہ والی روایت جہاں کہیں جہمی مرجی رائے پرست کذابین ارکان کوثری وزعیم تحریک کوثری اوران کے ہم مزاجوں کو ملی اس پر انھوں نے تحقیق وتعلیق وتحشیہ وعلمی خدمت کے نام پر مکذوبہ ہونے کا جہمیوں ومرجیوں وغالی رائے پرستوں والا فتوی لگایا مگر اکاذیب و افتراءات پر مشتمل اپنے فرقہ کی تدوین کردہ کتب مناقب ابی حنیفہ ومسانید ابی حنیفہ پر اس طرح کا کوئی تحشیہ نہیں لکھا، کیا یہ منافقانہ ودوغلی پالیسی والا رویہ نہیں ہے؟ آنے والی تفصیل ملاحظہ ہو۔

تحقیق حافظ ابن حجر:

مذکورہ عنوان کے تحت مصنف انوار نے کہا:

> ''حافظ ابن حجر نے توالی التاسیس (ص:۷۱) میں لکھا کہ رحلت مکذوبہ کو آبری وبیہقی وغیرہ نے مطولاً ومختصراً نقل کیا، اسے امام رازی نے بھی چلتا کر دیا، اس کی کوئی معتمد سند نہیں بلکہ یہ جھوٹی ہے، اس کا اکثر حصہ موضوع اور کچھ حصے کے ٹکڑے جوڑ دیے گئے ہیں، اس کی سب سے واضح جھوٹی بات یہ ہے کہ ابو یوسف ومحمد نے ہارون کو قتل شافعی پر آمادہ کیا جو دو وجوہ سے باطل ہے، ایک یہ کہ بغداد امام شافعی کی آمد سے دو سال پہلے امام ابو یوسف فوت ہو چکے تھے یعنی ۱۸۲ھ میں اور امام شافعی ۱۸۴ھ میں پہلی بار بغداد آئے۔ دوسرے یہ کہ ابو یوسف ومحمد اس قدر تقوی شعار تھے کہ کسی بے گناہ کے قتل کی سعی ہرگز نہ کر سکتے تھے۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ ۱۸۴ھ میں امام شافعی کا پہلی بار وفات ابی یوسف کے دو سال بعد بغداد آنا کسی معتبر سند سے ثابت ہونے کا دعوی کیا ہے مگر اس دعوی پر بطور دلیل ایک بھی معتبر طریق والی روایت موجود نہیں ہے، جس کا یہ دعوی ہو دلیل پیش کرے، اور

[1] مقدمه انوار (۱/ ۱۳٦)

یہ دعوی کہ ابو یوسف ومحمد اتنے تقوی شعار تھے کہ کسی بے گناہ عالم کے قتل میں ملوث نہیں ہو سکتے تھے، دلیل معتبر سے خالی ہے، حافظ ابن حجر ہی نے اپنی مختلف کتابوں خصوصاً لسان المیز ان وتعجیل المنفعۃ میں دونوں کا کذاب ومرجی ورائے پرست ہونا اسانید صحیحہ سے نقل کیا ہے، کذاب وجہمی ومرجی ومسلک اہل سنت کے خلاف مسلک وعقائد رکھنا تقوی شعاری کے منافی نہیں ہے، امام محمد کا جہمی ہونا متحقق ہے اور ابو یوسف پر بھی جہمی ہونے کے ساتھ دوسرے بہت سارے گھناؤنے الزامات ہیں، ابو یوسف بزبان خویش اگرچہ جہمی ہونے سے منکر تھے مگر وہ بقول ابی حنیفہ کذاب تھے، تو ان کی بات کا جو لوگ نصوص شرعیہ کے خلاف طویل وعریض محاذ آرائی کو کار خیر وثواب سمجھیں وہ شافعی جیسے حامیٔ نصوص کے قتل کی سازش کیوں نہیں کر سکتے؟

حافظ ابن حجر نے یہ بھی کہا کہ صرف حسد ہی دونوں کو قتل کی سعی پر آمادہ کر سکتا تھا، حالانکہ اس کا خیال نہیں کیا جا سکتا۔❶ حالانکہ غالی اہل الرای وجہمی ومرجی وکذاب لوگوں کا کسی حامیٔ سنت کے خلاف حسد سے اس قدر بھڑک اٹھنا کہ اس کے قتل کے درپہ ہوں بعید بات نہیں، غالی اہل الرای نے ایسا کیا ہے خصوصاً حنفیوں کی جہمی حکومت نے سینکڑوں محدثین کو بے گناہ قتل کیا ہے، انھیں اکاذیب پرست جہمی مرجیٔ اہل الرای نے اہل حدیث کو قتل کرنے اور مسجدوں سے بے دخل کرنے کا فتوی تیرہویں صدی میں اپنی کتابوں میں مدون کیا جس کی تفصیل ہماری کتاب ''ضمیر کے بحران'' میں موجود ہے ہمیں اختصار پیش نظر ہے، اس لیے عرض ہے کہ جس روایت میں قتل امام شافعی کی کوشش میں ابو یوسف کا نام لیا گیا ہے، اس کی ایک سند میں عبد اللہ بن محمد بلوی واقع ہیں جو بقول بعض کذاب ہیں اگرچہ بلوی کی روایات صحیح ابی عوانہ میں موجود ہیں، لہٰذا مصنف انوار اور کوثری گروپ کے اصول سے بلوی معتبر ہوئے کیونکہ اس طرح کی کارستانی کوثری گروپ کا شعار ہے۔ امام فخر الدین رازی نے اپنی کتاب مناقب شافعی (ص:۷۲-۸۰) میں اسے نقل کرکے کہا:

"إن هذه الحكاية تروى على وجوه كثيرة، وأنا قد أخذت من كل رواية أجود ما فيها."❷

''یہ واقعہ بہت ساری سندوں کے ساتھ مروی ہے اور ہم نے ہر روایت میں سے زیادہ کھرے اور معتبر حصے کو نقل کیا ہے۔''

ہمارے پاس وہ مراجع کثیرہ نہیں جو امام رازی کے پاس تھے جن میں بہت ساری سندوں سے مروی اس کی تمام سندوں پر بحث ونظر کرکے ہم کسی موقف پر پہنچتے، البتہ ہم اس کی صرف درج ذیل سند سے واقف ہو سکے ہیں:

"قال الحافظ أبو نعيم أحمد بن عبد الله الأصبهاني المتوفى ۱۳۰هـ: حدثنا محمد بن إبراهيم بن أحمد ثنا أبو عمر وعثمان بن أحمد بن عبد الله الدقاق المعروف بابن السماك البغدادي ثنا محمد بن عبيد الله المديني حدثني أحمد بن موسى البخاري قال قال أبو عبد الله محمد بن إسماعيل الأموي ثنا عبد الله بن محمد البلوي قال: لما جيئ بأبي عبد الله الشافعي إلى العراق."❸

یہ سند محمد بن عبید اللہ تک بالکل صحیح ہے، اس کے ناقل امام ابو نعیم اصبہانی کا ثقہ ہونا متحقق ہے، اسی طرح انھوں نے اپنے

❶ توالی التأسیس (ص: ۱۳۱) ❷ مناقب شافعی للرازي (ص: ۸۰ کی آخری دو سطریں)

❸ حلية الأولياء لأبي نعيم ترجمة شافعي (۹/ ۸۴- ۹۱)

جس استاذ محمد بن ابراہیم بن احمد ابوبکر اردستانی (متوفی ۴۲۷ھ) سے نقل کیا وہ بھی ثقہ ہیں۔[1] ابوبکر اردستانی نے اسے امام عثمان بن عبداللہ بن یزید بغدادی دقاق المعروف بن السماک (متوفی ۳۴۴ھ) سے نقل کیا جو "ثقة وثبت" یعنی بلند پایا ثقہ اور تصانیف کثیرہ کے مصنف تھے۔[2] کوئی شک نہیں کہ یہ روایت امام عثمان کی کسی کتاب سے منقول ہے۔ امام عثمان نے یہ روایت امام محمد بن عبیداللہ بن محمد بن زید اموی مدینی سے نقل کی جو ثقہ ہیں۔ کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم (۸/ ۳ ترجمہ نمبر ۱) میں ان کی نسبت ''المدینی'' لکھی ہوئی ہے اور تہذیب (۹/ ۲۸۸ و ۲۸۹) میں ان کی نسبت ''المدنی'' لکھی ہوئی ہے، دونوں نسبتوں میں کوئی معنوی فرق نہیں کیونکہ مدینہ منورہ کی طرف نسبت لفظ ''المدنی'' سے بھی کی جاتی ہے اور ''المدینی'' سے بھی۔[3]

ہمارے نزدیک زیادہ قرین قیاس اور اُصح یہ ہے کہ اس سند میں واقع محمد بن عبیداللہ سے مراد امام محمد بن عبیداللہ ابی داود بن یزید بغدادی مناوی (مولود ۱۷۱ھ ومتوفی ۲۷۲ھ) ہیں کیونکہ ان سے امام ابن السماک کے سماع کا ذکر سیر اعلام النبلاء (۱۵/ ۴۴۴ ترجمہ ابن سماک) میں بڑی اہمیت کے ساتھ اس طرح کیا گیا ہے: "سمع ابن السماك باعتناء والده من أبي جعفر محمد بن عبيد الله المناوي" دریں صورت زیر بحث سند میں محمد بن عبیداللہ کی جو نسبت المدینی یا المدنی چھپی ہوئی ہے اسے ''المناوی'' کی تصحیف مانا جائے گا اور کوثری گروپ جس کتاب کی تعلیق وچھپائی کراتا ہے اس میں حسب منشا بکثرت تصحیف وتحریف ورد وبدل کرتا ہے اور حلیۃ الاولیاء کوثری گروپ ہی کی شائع کردہ ہے۔

محمد بن عبیداللہ مدینی یا مدنی یا مناوی نے یہ روایت امام احمد بن محمد بن موسی السمسار المعروف بمردویہ (متوفی ۲۳۵/ ۲۳۸/ ۲۳۹ھ) سے نقل کی، جن کے نسب سے بعض لوگ باپ کا نام محمد حذف کرکے احمد بن موسی کہہ دیا کرتے ہیں جس کی صراحت عام تراجم نگاروں نے کی ہے۔[4] بعض لوگوں نے ان کا نام ابوالحسن احمد بن محمد بن ثابت بن عثمان خزاعی مروزی المعروف بابن شبویہ بتلایا ہے جیسا کہ ابن شبویہ کے ترجمہ آخر میں امام ذہبی نے "قال الكلاباذي و طائفة: بل هو أحمد بن محمد بن موسى السمسار مروزي مردويه الحافظ، وربما نسب إلى جده فقيل: أحمد بن موسى."[5] اس سے معلوم ہوا کہ کوثری گروپ نے حلیۃ الاولیاء میں امام احمد بن موسی کے نسبِ السمسار میں تحریف وتصحیف کرکے اسے النجار بنا دیا ہے، امام سمسار نہایت ثقہ ومعتبر راوی ہیں جیسا کہ عام کتب تراجم میں صراحت ہے۔

ہمارے نزدیک اس سند میں واقع امام احمد بن موسی السمسار کے بجائے الحمار ہیں جو لگ بھگ ۲۰۰/ ۲۰۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۸۵/ ۲۸۶ھ میں فوت ہوئے، یہ بھی "ثقه وصدوق" اور "لا بأس به" ہیں۔[6] دریں صورت ماننا ہوگا کہ کوثری گروپ نے لفظا حمار میں تصحیف وتحریف کرکے ''النجار'' بنا دیا، امام احمد بن موسی سمسار یا احمد بن موسی حمار نے یہ روایت امام بخاری محمد بن اسماعیل جعفی سے نقل کی جن کی نسبت میں تحریف وتصحیف کرکے کوثری گروپ نے اموی بنا دیا۔ امام بخاری نے یہ

---

❶ سير أعلام النبلاء (١٧/ ٤٢٨ و ٤٢٩) وعام كتب تراجم.

❷ سير أعلام النبلاء (١٥/ ٤٤٤ و ٤٤٥) وعام كتب تراجم.

❸ باب الأنساب لابن أثير (٣/ ١٨٤ و١٨٥) وأنساب سمعاني لفظ مدني ومديني)

❹ سير أعلام النبلاء (١١/ ٨ و ٩) وتهذيب (١/ ٦٦ و ٧٣) ❺ سير أعلام النبلاء (١١/ ٨، سطر: ١٢- ١٥)

❻ سير أعلام النبلاء (١٣/ ٣٧٦ و٣٧٧) وأنساب السمعاني (٤/ ٢٠٣) ولباب (١/ ٣٨٤)

روایت حلیۃ الاولیاء کی سند کے مطابق عبد اللہ بن محمد البلوی سے نقل کی، حالانکہ دوسرے مراجع میں عبد اللہ بن محمد کی نسبت ''البکری'' لکھی ہے۔[1] اور میزان الاعتدال، جو کوثری گروپ کی زیر نگرانی چھپی ہے، اس میں عبد اللہ بن محمد البلوی کے زیر ترجمہ روایت مذکورہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے مکذوبہ کہا گیا ہے مگر اس کے حاشیہ میں صراحت کر دی گئی ہے کہ دوسرے نسخوں میں البلوی کی جگہ پر البکری ہے۔[2] اور عبد اللہ بن محمد بکری بلا شبہ و شک امام ابو یوسف ومحمد وہارون رشید وامام شافعی کے معاصر اور اس واقعہ کے چشم دید گواہ ہیں، اور یہ معلوم ہے کہ امام بخاری صرف ثقہ رواۃ ہی سے روایت کا التزام کرتے ہیں۔[3] لہٰذا یہ روایت اس سند کے ساتھ صحیح ومعتبر ہے، اس میں کوئی علت قادحہ نہیں، اس میں واقع لفظ ۱۸۴ھ در اصل ۱۸۱/۱۸۲ھ کی تصحیف ہے اس لیے مصنف انوار اور جملہ ارکان تحریک کوثری وزعیم تحریک کوثری کا اسے علی الاطلاق مکذوبہ کہنا کوثری گروپ کے ارکان اکاذیب واباطیل میں سے ہے، اس کی اگر بعض سندوں کو حافظ ذہبی وحافظ ابن حجر اور دوسرے محدثین نے مکذوبہ کہا ہے تو اس سے لازم نہیں آتا کہ اس کی کوئی سند صحیح ومعتبر ہی نہیں، ہم امام فخر الدین رازی سے ایک کا صحیح ہونا بیان کر چکے ہیں، دوسری سندیں اگر ہمارے سامنے ہوں تو ان پر بحث کریں مگر اثبات مدعا کے لیے ایک ہی صحیح سند کافی ہے اور باقی کئی سندیں اگر غیر معتبر ہیں تو وہ صحیح والی سند کی معنوی متابع وشواہد ہیں۔

ترجمہ احمد بن موسی بخاری:

حلیۃ الاولیاء والی سند میں واقع جس احمد بن موسی کو کوثری گروپ نے بذریعہ تحریف وتصحیف ''السمسار'' یا ''الحمار'' کے بجائے ''النجار'' بنا دیا ہے اور جس کی بابت میزان الاعتدال ولسان المیز ان وغیرہ کے حوالے سے "حيوان وحشي قال قال محمد بن سهل الأموي ثنا عبد الله بن محمد البكري وفي نسخة البلوي فذكر محنة أبي عمران بن عيسى النجار أبو الحسن الجرجاني ولي القضاء (متوفی ۳۶۸ھ) ہیں، ان کا مبسوط ترجمہ تاریخ جرجان للسہمی مطبوع حیدر آباد ہند ۱۳۷۸ھ ۱۹۸۸ء ترجمہ نمبر (۸۶، ص: ۸۷ و ۷۹) میں موجود ہے، ان کی بابت تاریخ جرجان للسہمی (ص: ۷۸) میں منقول ہے کہ "كان له شيوخ من أهل جرجان مجاهيل لم يعرفهم ابن عدي وأنكر عليه ابن عدي في غير حديث" ان سے تاریخ جرجان میں کم از کم پچاس احادیث مروی ہیں۔[4] ان کی بابت سیر اعلام النبلاء (۱۶/ ۳۸۲ و ۳۸۳) میں حافظ ذہبی نے کہا:

> "المحدث الأوحد يروي عن عمران بن موسى السختياني... وعدة، ذكره حمزة السهمي فقال: كتب الكثير من المسانيد والسنن، وجمع وصنف، وله فهم ودراية، وله مناكير عن شيوخ مجاهيل فأنكروا عليه، توفى ٣٧٨هـ"[5]

[1] لسان الميزان ترجمه نمبر (٩٥٠، ١/ ٣١٥، سطر: ١٢ و١٣)
[2] ميزان الاعتدال (١/ ١٥٩ و ١٦٠ کی سطر اول کا حاشیہ نمبر ایک)
[3] دراسات في الجرح والتعديل (ص: ٢١١ و ٢١٢) و قواعد في علوم الحديث للتهانوي (ص: ٢١٦- ٢٢٧)
[4] فهرست تاريخ جرجان (ص: ١٨ ترجمه نمبر: ٨٦)
[5] المحض از سير أعلام النبلاء.

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد بن موسی النجار بہت بڑے محدث اور مصنف کتبِ کثیرہ اور ذہین وفطین وناقدِفن محدث تھے۔ مجہول رواۃ سے زیادہ یا کم منکر روایات کو نقل کرنا کوئی جرح قادح نہیں ہے جب تک دوسرے امور جرح قادح نہ پائے جائیں، اسی طرح جرح قادح مفسر کے بغیر ''وحشی حیوان'' کا لفظ بھی جرح قادح نہیں بلکہ جرح مبہم ومجمل ہے، جو کسی خفگی کی بنا پر صادر ہوسکتا ہے۔ امام حمزہ سہمی کے حوالے سے حافظ ذہبی کی نقل کردہ مذکورہ عبارت ان کی تاریخ جرجان میں نہیں بلکہ یہ بات حافظ ذہبی نے ان کی کسی دوسری کتاب سے نقل کی ہے، لیکن حافظ ذہبی نے اپنی دوسری کتاب تذکرۃ الحفاظ میں سیر اعلام النبلاء والی بات لکھنے کے ساتھ "فأنكروا عليه" کے بعد "وكذبوه وكان له أصول جياد عن السختياني وغيره، سمعت أبا محمد المنيري رأيته في النوم فقلت: ما فعل الله بك؟ قال: غفرلي بكثرة كتبي الحديث والصلاة على النبيﷺ مات سنة ٣٦٨هـ وفي نسخة: ٣٧٨هـ قلت: روى عنه أبو سعيد النقاش وحلف أنه كان يضع الحديث" یعنی کہ حمزہ سہمی نے مزید کہا کہ لوگوں نے مجہول رواۃ سے ان کی روایات پر نکیر کی اور ان کی تکذیب کی اور سختیانی وغیرہ سے ان کے پاس عمدہ قسم کے اصول پر مشتمل احادیث تھیں۔ میں نے ابومحمد منیری سے سنا کہ انھوں نے جرجانی موصوف کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ جرجانی نے کہا کہ میں بکثرت حدیث لکھنے اور آپ ﷺ پر درود پڑھنے کے سبب بخش دیا گیا، موصوف ٣٦٨ھ میں اور ایک نسخہ کے مطابق ٣٧٨ھ میں فوت ہوئے۔ امام ذہبی نے کہا کہ امام ابوسعید نقاش نے ان سے روایت کی ہے اور قسم کھا کر کہا کہ جرجانی وضع حدیث کرتے تھے۔[1] انھیں حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال ترجمہ نمبر (٥٠٠، ١/١٢٤) میں امام حاکم سے ان کا واضع حدیث ہونا اور "وكذبوه" ہونا نقل کیا اور حافظ ابن حجر نے بھی لسان المیزان ترجمہ نمبر (٧٤١، ١/ ٢٣٥ و ٢٣٦) میں ایسا ہی نقل کیا ہے، دونوں میں سے ہر ایک نے احمد بن موسی نجار اور احمد بن موسی ابی عمران جرجانی کو دو راوی کے طور پر ذکر کیا ہے،، حالانکہ یہ دونوں ایک ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ احمد بن موسی نجار کے واضع حدیث و دروغ گو ہونے کی کچھ ائمہ نے صراحت کی ہے اور کچھ نے ان کی توثیق کی طرف میلان ظاہر کیا ہے جیسا کہ "له أصول جياد" کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے، موصوف کا مصنف مسانید وسنن ودیگر کتب حدیث ہونا متفق علیہ ہے، اور فیصلہ کن بات ظاہر ہے کہ موصوف کا مجروح وغیر معتبر ہونا ہی ہے مگر بہرحال حلیۃ الاولیاء والی سند کے مطابق احمد بن موسیٰ نے یہ روایت امام بخاری سے نقل کی ہے اور امام بخاری بالاتفاق ٢٥٦ھ میں فوت ہوئے جب کہ موصوف احمد بن موسیٰ ٣٧٨ھ یا ٣٦٨ھ میں فوت ہوئے اور ٣٦٨ھ یا ٣٧٨ھ میں فوت ہونے والے شخص کا ٢٥٦ھ میں فوت ہونے والے امام بخاری سے سماع ولقاء ناممکن ومحال ہے، اور بات وہی صحیح ہے جو ہم نے کہی کہ سند مذکور میں واقع احمد بن موسی حمار یا احمد بن موسی سمسار ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس روایت صحیحہ کے کئی معتبر وغیر معتبر معنوی شواہد ومتابع حلیۃ الاولیاء اور دوسری کتب رجال میں بکثرت منقول ہیں جن میں سے بعض کا ذکر ہوا اور اختصار کے پیش نظر اکثر کو نظر انداز کر دیا گیا۔

تنبیہ بلیغ:

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ لازم نہیں آتا کہ احمد بن موسی ابی عمران جرجانی نجار نے یہ روایت نقل نہیں کی، البتہ امام ذہبی

[1] تذكرة الحفاظ (٣/ ٩٨٥)

وحافظ ابن حجر دونوں نے کہا کہ احمد بن موسیٰ نجار نے یہ روایت محمد بن سہل اموی سے نقل کی ہے اور محمد بن سہل اموی پر اگر چہ بحث ونظر ہے مگر ہمارے نزدیک از روئے حقیقت راجح یہ ہے کہ محمد بن سہل اموی کذاب قسم کے مجروح راوی ہیں اور انھوں نے جس عبداللہ بن محمد سے یہ روایت نقل کی ان کی بابت ایک نسخہ کے مطابق بلوی نسبت ظاہر کی گئی ہے اور دوسرے کے مطابق بکری، یہ دونوں باتیں صحیح ہیں، بلوی والی سند کے مطابق یہ روایت واقعۂ مکذوبہ ہے اور بکری والی سند کے مطابق صحیح ہے جیسا کہ تفصیل گزری، لہٰذا اس روایت کی ایک سند معتبر ہے اور باقی میں سے ایک کا غیر معتبر ہونا متحقق ہے اور دوسری سندوں پر ہم واقف نہیں ہو سکے، لہٰذا اسے کوثری گروپ کا علی الاطلاق مکذوبہ قرار دینا قطعاً باطل ہے۔

امام شافعی کا امام محمد سے تعلق وتلمذ:

اس عنوان کے تحت مصنف انوار نے اپنے زعیم تحریک کوثری وارکان تحریک کوثری کی طرح جو کذب پرستی کا شیوہ وشعار حسب عادت اختیار کیا ہے، اس کی تکذیب گزشتہ صفحات میں ہو چکی ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ امام شافعی کے بغداد آنے سے پہلے ہی حجاز میں امام محمد درسگاہِ شافعی میں تعلیم وتربیت پا کر امام شافعی کے شاگرد اور بظاہر امام شافعی کے محبّ وہمدرد بنے ہوئے تھے، مگر بباطن معاملہ دیگر اس لیے تھا کہ امام محمد اور جملہ اہل الرای جہمیہ ومرجیہ امام شافعی کو اپنے اور اپنے مذہب کے لیے بہت خطرناک سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ امام محمد کی طرح عام اہل الرای وجہمیہ مرجیہ نے امام شافعی سے اپنے تلمذ ومستفید ہونے کا کہیں ذکر نہیں آنے دیا جو انتہائی درجہ کی محسن کشی اور احسان فراموشی اور مسخ حقائق ہے، امام شافعی نے اہل الرای وجہمیہ ومرجیہ کی تردید وتکذیب کی غرض سے ائمہ اہل الرای ومرجیہ وجہمیہ کے علوم حاصل کیے، ان کی مدونہ کتابوں کا مطالعہ کر کے ان کے بطور مذاکرہ زبانی طور پر ان کے علوم حاصل کیے اور بحمد اللہ امام شافعی نے ان اہل الرای کا اپنی بدعت شکن تحریروں، تقریروں، مناظروں اور درس وتدریس کے ذریعہ حلیہ بیرنگ کر دیا۔

تکذیب اہل الرای بذریعہ امام شافعی کی ایک مثال:

امام ابن ابی حاتم نے کہا:

”أخبرني عبد الله بن أحمد بن حنبل فيما كتب إلي قال: سمعت أبي يقول: قال محمد بن إدريس، وذكر محمد بن الحسن صاحب الرأي، فقال: قال: وضعت كتابا على أهل المدينة تنظر فيه؟ فنظرت في أوله ثم وضعته أو رميت به، فقال: مالك؟ قلت: أوله خطأ، على من وضعت هذا الكتاب؟ قال: على أهل المدينة، قلت: من أهل المدينة؟ قال: مالك، قلت: فمالك رجل واحد، و قد كان بالمدينة فقهاء غير مالك: ابن أبي ذئب والماجشون وفلان وفلان، و قال رسول اللهﷺ: المدينة لا يدخلها الدجال، والمدينة لا يدخلها الطاعون، والمدينة على كل بيت منها ملك، شاهر سيفه.“[1]

”امام شافعی نے کہا کہ رائے پرست محمد بن حسن شیبانی نے کہا کہ میں نے اہل مدینہ کے رد میں ایک کتاب لکھی

[1] آداب الشافعي ومناقبه (ص: ۱۱۱ و ۱۱۲)

ہے، کیا آپ یعنی امام شافعی اسے دیکھیں گے؟ امام شافعی نے کہا کہ میں نے اس کے اول صفحہ ہی کو دیکھ کر اسے زمین پر پھینک دیا، امام محمد نے کہا کہ آپ نے اسے پھینک کیوں دیا؟ امام شافعی نے فرمایا کہ اس کا سرورق ہی غلط ہے، آپ نے یہ کتاب کس کے خلاف لکھی ہے؟ امام محمد نے کہا کہ اہل مدینہ کے خلاف، امام شافعی نے کہا کہ اہل مدینہ کون لوگ ہیں؟ امام محمد نے جواب دیا کہ امام مالک بن انس، امام شافعی نے کہا کہ امام مالک تو صرف فرد واحد اور تن تنہا ایک شخص ہیں، ان پر تمام اہل مدینہ کا اطلاق کیونکر ہوسکتا ہے؟ آپ کی اس کتاب کا نام ہی غلط اور خلاف امر واقع ہے۔ مدینہ منورہ میں تو امام مالک کے علاوہ بہت سارے فقہاء امام ابن ابی ذئب وماجشون وغیرہ ہیں، پھر تو آپ کی اس کتاب کا نام ہی باطل ہے کیونکہ یہ کتاب تمام اہل مدینہ کا رد نہیں بلکہ صرف مدینہ کے فرد واحد کا رد ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی فضیلت میں فرمایا ہے کہ وہاں دجال وطاعون داخل نہیں ہوسکتے اور مدینہ منورہ کے ہر گھر پر دجال وطاعون سے حفاظت کے لیے اللہ تعالی کی طرف سے تیغ برہنہ لیے ہوئے ایک ایک فرشتہ متعین ہے۔‘‘

اس روایت کی سند نہایت پختہ وصحیح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام مالک یعنی اپنے اور اپنے اساتذہ اور اساتذہ کے اساتذہ کے استاذ کے خلاف اپنی لکھی ہوئی کتاب پر امام محمد کو اتنا بڑا ناز تھا کہ انھوں نے اپنے استاذ امام شافعی کا احترام ملحوظ رکھے بغیر ان سے بڑے فخر کے ساتھ کہا کہ اہل مدینہ کے رد میں میری لکھی ہوئی اس کتاب کو آپ ملاحظہ فرمایئے، امام شافعی نے اپنے اس شوخ شاگرد کی جرأتِ بیجا پر یہ کتاب اپنے ہاتھ میں لیتے ہی زمین پر پھینک دی، امام محمد نے حیران ہوکر اپنے استاذ امام شافعی سے عرض کیا کہ کیا بات ہے، اسے آپ نے کیوں پھینک دیا؟ امام شافعی نے فرمایا کہ اس کتاب کا سرورق یعنی نام ہی غلط ہے، آپ نے بزعم خویش اسے اہل مدینہ کے خلاف لکھا ہے، آپ سچ بتلائیں کیا یہ کتاب آپ نے فی الواقع اہل مدینہ کے رد میں لکھی ہے؟ امام محمد نے کہا کہ نہیں تمام اہل مدینہ کے خلاف نہیں بلکہ اہل مدینہ میں سے صرف ایک فرد امام مالک کے خلاف لکھی ہے، ذرا امام محمد کا انداز بیان ملاحظہ ہو کہ اپنے محترم استاذ بلکہ اساتذہ کے استاذ حتی کہ اساتذہ کے اساتذہ کے استاذ امام مالک کے خلاف کتاب لکھنے پر بڑے فخر وناز اور گھمنڈ میں مبتلا تھے جبکہ مدینہ منورہ کے فرد واحد کے خلاف اپنی لکھی ہوئی نازنین کتاب کا نام موصوف نے نہایت غلط طور پر ”الحجج علی أهل المدینة“ رکھ چھوڑا تھا، ان کی اس غلط کاری پر ڈانٹنے کے انداز میں امام شافعی نے برافروختہ ہوکر، اُولاً اسے زمین پر پھینک دیا، ثانیاً: فرمایا کہ اس کتاب کے مشتملات کے مجموعۂ اغلاط ہونے سے قطع نظر اس کا نام ہی غلط اور امر واقع کے بالکل خلاف ہے اور جس کتاب کا یہ حال ہو اس کی تصنیف پر فخر وناز کرنا وہ بھی اپنے استاذ بلکہ استاذ الاساتذہ حتی کہ اساتذہ کے اساتذہ کے استاذ کے خلاف اغلاط پر مشتمل کتاب لکھ کر گھمنڈ کرنا آخر کیا معنی رکھتا ہے؟

امام محمد اپنے استاذ امام شافعی کی اس ڈانٹ ڈپٹ وپھٹکار پر ایک لفظ نہ بول سکے اور اپنا سامنہ لے کر رہ گئے، جب امام محمد امام شافعی کی ایک ہی استاذانہ ڈانٹ پر دم بخود ہو گئے تو وہ امام شافعی کی رد اکاذیبِ اہل الرای ورد بدعات اہل الارجاء کے جواب میں بھلا کوئی لفظ بولنے کی ہمت کر سکتے تھے؟ امام محمد کو دم بخود دیکھ کر انھیں سمجھانے کی غرض سے امام شافعی نے مدینہ منورہ کی فضیلت میں مذکورہ حدیث نبوی پیش کی جس کا حاصل یہ ہے کہ مدینہ منورہ مقدس ومحترم و پرشکوہ آبادی ہے جہاں دجال وطاعون کا گزر نہیں، اس کے علاوہ اس کے ہر ہر گھر کی حفاظت کے لیے ایک ایک فرشتہ منجانب اللہ مقرر ہے، پھر مدینہ منورہ سے

بہت دور سرزمین عراق میں رہتے ہوئے اہل مدینہ کے خلاف اس گھمنڈ وناز کے ساتھ کوئی کتاب لکھی جس کے تمام مشتملات سے قطع نظر نام تک بھی رکھنے کا آپ کو سلیقہ وطریقہ نہیں جبکہ سرزمین عراق کو احادیث نبویہ میں فتنوں وفسادات کا مرکز وگڑھ کہا گیا ہے آپ کو کیونکر زیب دیتا ہے؟ امام محمد اپنے استاذ امام شافعی کی اس بدعت شکن بات کا بھی کوئی جواب نہ دے سکے اور مہر بلب ودم بخود پڑے رہے۔

امام ابن ابی حاتم کی جس بدعت شکن کتاب یعنی ”آداب الشافعي و مناقبه“ میں یہ صحیح روایت موجود ہے، اس پر تحقیق و تعلیق وتحشیہ کوثری اور کوثری گروپ کے بعض لوگوں کا ہے جو اکاذیب پرستی واکاذیب پروری واکاذیب نوازی میں مصنف انوار کے امام ہیں، اس کے حاشیہ میں کوثری بھی اس روایت صحیحہ کے خلاف کوئی لب کشائی نہیں کر سکے، البتہ اس روایت میں امام شافعی کی فضیلت مدینہ منورہ میں ذکر کردہ حدیث کی بابت کوثری نے کہا کہ یہ حدیث معنوی طور پر صحیحین وغیرہما میں موجود ہے۔[1]

اس معنی ومفہوم کی ایک سے زیادہ روایات صحیحہ کا ذکر ہم بحوالہ حلیۃ الاولیاء (۹/ ۷۰-۷۳ و۷۴-۷۶ و۸۴-۸۷) نقل کر آئے ہیں یہ سب روایات مذکورہ بالا روایت کی معنوی متابع وشواہد ہیں۔

دوسری مثال:

مذکورہ بالا روایت صحیحہ کی مزید توضیح مندرجہ ذیل روایت صحیحہ سے ہوتی ہے:

”قال الإمام ابن أبي حاتم: ثنا محمد بن روح قال: سمعت الزبير بن سليمان القرشي يذكر عن الشافعي قال: كنت أجلس إلى محمد بن الحسن الفقيه فأصبح ذات يوم، فجعل يذكر المدينة، ويذم أهلها، ويذكر أصحابه، و يرفع من أقدارهم، ويذكر أنه وضع على أهل المدينة كتابا لو علم أحدا ينقض منه حرفا تبلغه أكباد الإبل لصار إليه، فقلت: يا أبا عبد الله أراك قد أصبحت تهجو المدينة، وتذم أهلها، فإن كنت أردتها فإنها لحرم رسول الله ﷺ وأمنه سماها طابة، ومنها خلق النبي ﷺ وبها قبره، ولئن أردت أهلها فهم أصحاب رسول الله ﷺ وأصهاره وأنصاره الذين مهدوا الإيمان، وحفظوا الوحي وجمعوا السنن، ولئن أردت أبناءهم و تابعيهم بإحسان فأخيار هذه الأمة، ولئن أردت رجلا واحدا، وهو مالك بن أنس، فما عليك لو ذكرنه وتركت المدينة، فقال: ما أردت إلا مالك بن أنس، فقلت: لقد نظرت في كتابك الذي وضعته على أهل المدينة فوجدت فيه خطأ... الخ.“[2]

”امام شافعی نے فرمایا کہ میں فقیہ اہل الرای محمد بن حسن کے پاس بیٹھا کرتا تھا، ایک دن وہ مدینہ واہل مدینہ کا ذکر بطور مذمت کر رہے تھے اور اپنے اہل الرای ہم مذہب لوگوں کا ذکر بلند دعاویٔ مدح کے ساتھ کر رہے تھے اور کہہ

[1] ملاحظہ ہو: شرح مسلم (۹/ ۱۵۳) وفتح الباري (٤/ ٦٧ و ٩/١٤٥ و ١٣ /٨٢) و فاد الوفاد (١/ ٤٣) وبهجة المحافل (١/ ٢٥) والاشاعة للبرزنجي (ص: ١٨٥، ١٨٦)

[2] آداب الشافعي ومناقبه لابن أبي حاتم (ص: ١٦٤- ١٦٧)

رہے تھے کہ میں نے اہل مدینہ کے خلاف ایسی کتاب لکھی ہے جس کا ایک حرف بھی رد کرنے والے کسی عالم کا اگر مجھے پتہ لگے جس کے پاس جانے کے لیے بڑی مشقت اٹھانی پڑے تو میں جاؤں گا، میں نے کہا جناب میں دیکھتا ہوں کہ آپ مدینہ منورہ اور اس کے باشندوں کی ہجو سرائی و مذمت کررہے ہیں، حالانکہ یہ حرم نبوی و مامن نبوی ہے، اس کا نام اللہ تعالی نے طابہ رکھا ہے، اسی کی مٹی سے تخلیق نبوی ہوئی ہے، اسی میں قبر نبوی ہے اور یہاں کے باشندے آپ ﷺ کے صحابہ اور خسرو داماد و انصار ہیں جنھوں نے ایمان کو اپنی گود میں لے کر بلند مرتبت حاصل کیا، انھوں نے وحی الٰہی کی حفاظت کی، سنن نبویہ کو جمع کیا، ان صحابہ کے بیٹے اور تابعین کرام اس امت کے بہترین افراد ہیں، اگر مدینہ واہل مدینہ کے خلاف آپ کی ہجو سرائی ومحاذ آرائی سے مراد امام مالک کی ہجو ومذمت وتردید ہے تو پھر آپ صرف امام مالک ہی پر یہ ساری کاروائیاں کرتے اور اہل مدینہ کو اپنی نیش زنی وہجو سرائی سے معاف رکھتے، امام شافعی کی اس بات کے جواب میں امام محمد نے کہا کہ میرا مقصد صرف امام مالک کی ہجو ومذمت و تردید ونیش زنی ہے، امام شافعی نے فرمایا مگر آپ نے تو یہ کتاب تمام اہل مدینہ کے خلاف لکھی جس میں فلاں فلاں متعدد غلطیاں اور نصوص کے خلاف مسائل کی حمایت بیجا ہے، صرف رائے وقیاس پر آپ نے نصوص کو رد کردیا ہے امام شافعی کی امام محمد پر اس رد بلیغ کی روئیداد خلیفہ ہارون رشید کا وزیر ہرثمہ لکھ کر خلیفہ کے پاس لے گیا، خلیفہ نے امام شافعی کے ہاتھوں امام محمد کی درگت کی روئیداد پڑھ کر کہا کہ محمد بن حسن اپنے کو اس بات سے بہت محفوظ سمجھتے تھے کہ انھیں بنو عبد مناف کا ایک ہی آدمی امام شافعی لاجواب وساکت کردے گا، اے میرے وزیر ہرثمہ! امام شافعی کے پاس جا کر میرا سلام کہو اور میری طرف سے انھیں پانچ ہزار اشرفیاں فی الفور بطور انعام پیش کرو، ہرثمہ نے حکم خلیفہ کی تعمیل کی اور وہ امام شافعی سے بولا کہ اگر خلیفہ کا ادب مانع نہ ہوتا تو میں بھی آپ کو پانچ ہزار اشرفیاں انعام دیتا مگر میں اپنی طرف سے آپ کو چار ہزار اشرفیاں دے رہا ہوں، امام شافعی نے ہرثمہ سے کہا کہ اللہ تمھیں جزائے خیر دے میں آپ کی رقوم قبول کرنے سے قاصر ہوں، البتہ خلیفہ والی رقوم جلد ہی دیدو، امام شافعی نے کہا کہ پھر ایک مرتبہ ہرثمہ میرے پاس آکر بولا کہ محمد بن حسن کے ساتھ امیر المومنین خلیفہ کے پاس تیار ہو کر چلیے، ہم خلیفہ کے پاس آئے، میں نے محمد بن حسن سے قسامہ کا مسئلہ پوچھا، محمد نے کہا کہ اس سلسلے میں استفہام کیا جائے گا، میں نے جناب محمد بن حسن سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ یہود سے استفہام کے محتاج تھے؟ بہرحال ہمارے درمیان گفتگو کا سلسلہ جاری رہا پھر ہم خلیفہ کے یہاں سے باہر آئے۔''

اس روایت کی سند بھی نہایت صحیح ہے، اسے امام ابن ابی حاتم نے امام محمد بن روح عکبری سے نقل کیا جن کی بابت امام خطیب نے ''وكان ثقة'' کہا، نیز یہ کہا: ''كان صديقا لأحمد بن حنبل''[1] امام محمد بن روح عکبری نے یہ روایت امام زبیر بن احمد بن سلیمان قرشی (متوفی ۳۱۷ھ یا ۳۲۰ھ) سے نقل کی جو اپنے دادا سلیمان کی طرف عموماً منسوب ہوتے ہیں اور ان کے باپ احمد کا نام حذف ہو جایا کرتا ہے، یہ کئی کتابوں کے مصنف وثقہ ہیں، حافظ خطیب وغیرہ نے انھیں ثقہ کہا ہے۔[2] یہ

❶ تاريخ خطيب (٥/ ٢٧٧، ٢٧٨ وطبقات الحنابلة (١/ ٢٩٧)

❷ تاريخ خطيب (٨/ ٤٧١ و ٤٧٢) وطبقات شيرازي و أنساب سمعاني (٦/ ٢٥١ و ٢٥٢) و وفيات الأعيان لابن ←

روایت پہلے بھی دوسری سند والفاظ کے ساتھ ہم نقل کر آئے ہیں جو صحیح ہے، اور اس میں اتنا مزید مذکور ہے کہ شان نبوی میں گستاخی کے سبب خلیفہ نے امام محمد بن حسن کو قتل کر دینے کا عزم کر لیا تھا مگر امام شافعی نے بیچ میں پڑ کر امام محمد کی جان بچائی، افسوس کہ اہل الرای کا شعار ہی نصوص اور انبیاء علیہم السلام وصحابہ وتابعین واسلاف کی شان میں گستاخی ہے، اور یہ بھی افسوس ناک بات ہے کہ امام شافعی نے امام محمد کی طرف سے تاویل وتعلیل کرکے امام محمد کی جان بچائی جس کا احسان مند ہو کر تمام احناف بشمول مصنف انوار مع جملہ ارکان تحریک کوثری کو الی یوم القیامۃ امام شافعی کا شکر گذار ہونا چاہیے لیکن ایسا کرنے کے بجائے مصنف انوار اور ان کے ہم مزاج احناف امام شافعی اور دوسرے ائمہ اہل حدیث کے خلاف محاذ آرائی وہجو سرائی کا طور وطریق اختیار کیے ہوئے ہیں۔ نعوذ باللّٰه من شرور الرأي والإرجاء و التجهم.

ہماری مذکورہ بالا نہایت مختصر سی تحقیق ہی سے فرقہ کوثری وجہمیہ ومرجیہ واہل الرای بشمول مصنف انوار کی اہل حدیث ومسلک اہل حدیث واہل سنت ومسلک اہل سنت کے خلاف زہر افشانیوں و ہرزہ سرائیوں کا حال اہل نظر پر واضح ہو سکتا ہے، معاندین حق ہٹ دھرم اڑیل ضدی وبد قماش وکوڑ مغز لوگوں کے لیے بہت سارے صحف سماویہ وکتب الٰہیہ وفرامین انبیاء ومرسلین علیہم السلام واصحاب ومرسلین وانبیاء کے آثار واقوال "أساطیر الأولین" کا درجہ رکھتے ہیں، ہماری بات سے مصنف انوار کی اس مذموم ومقبوح ومردود بات کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے:

> ''امام شافعی سے ائمہ میں سے کسی امام کے حق میں اتنی ثنا ومدح منقول نہیں جس قدر امام محمد کے بارے میں ہے، واقعی وہ ایسی تعریف کے مستحق بھی تھے اور یہ خود بڑی تکذیب جھوٹ گھڑنے والوں کے لیے ہے... إلی آخر ما کذب وافتری وھذی.''[1]

ہم کہتے ہیں کہ جب اکاذیب وتلبیسات ہی کو کوئی فرد واحد، فرقہ اور قوم اپنا دین وایمان بنالے تو کوئی کیا کر سکتا ہے؟

معذرت:

مذکورہ بالا عنوان کے تحت اپنی ہذیان سرائی جاری رکھتے ہوئے مصنف انوار کہتے ہیں:

> ''راقم الحروف (مصنف انوار) معذرت خواہ ہے کہ ایسے امور کے بیان میں خاص طور سے اطناب وتطویل کو ترجیح دی ہے، جس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اردو میں ان بزرگوں کے حالات لکھنے والے ہمارے حنفی علماء نے بھی ضرورت سے زیادہ اختصار سے کام لیا ہے اور ایسے اہم واقعات کا ذکر تک نہیں کیا ان کی تنقیح وتصحیح وغیرہ تو کیا کرتے؟ اسی لیے ہمارے اکابر کا صحیح اور کامل تعارف بہت کم سامنے آیا اور دوسری طرف حاسدین ومعاندین برابر ایسی ہی بے سند جھوٹی باتوں کا پروپیگنڈہ کرکے عوام وخواص کو اکابر احناف سے بدظن کرتے رہے، ہمارا مطمح نظر یہ ہے کہ صحیح واقعات وحالات کے تمام گوشے یکجا ہو کر ضرور سامنے آجائیں، خدائے تعالی جزائے خیر دے علامہ کوثری کو کہ ان کی وجہ سے ہمیں تاریخی حقائق کے بیان میں بڑی مدد مل جاتی ہے۔''[2]

← خلکان (٢/ ٣١٣) وسیر أعلام النبلاء (١٥/ ٥٧ و ٥٨) وغایته النهایة (١/ ٢٩٢ و ٢٩٣) و طبقات الشافعیة (٣/ ٢٩٥۔ ٢٩٧) ومرآة الجنان (٢/ ٢٧٨) وفهرست ابن ندیم (ص: ٢٩٩)

[1] مقدمه انوار (ص: ١٣٦) [2] مقدمه انوار (١/ ١٣٦)

ہم کہتے ہیں کہ فرقۂ کوثری اور اس سے پہلے پیدا ہونے والے تمام افراد جہمیہ ومرجیہ واہل الرای اپنی پیدائش سے لے کر قیامت تک اکاذیب کو اہم واقعات، صحیح واقعات وحالات، تاریخی حقائق اور حقائق کو جھوٹی باتیں قرار دینے کا پروپیگنڈہ وحاسدین ومعاندین کی بے سند جھوٹی باتیں اور اپنی تمام تلبیسات کو ''تنقیح وتصحیح وغیرہ'' کہتے کہتے مرتے ہیں اور مریں گے مگر حقائق اپنی جگہ پر حقائق رہیں گے، جیسا کہ ناظرین کرام واقف ہیں۔

حاسدین ومعاندین کے کارنامے:

اپنے مذکورہ بالاعنوان کے تحت اپنی ہذیان سرائی و یاوہ گوئی ولغویات کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مصنف انوار نے کہا:

''رحلۃ مکذوبہ کے ساتھ دونوں مذہبوں (یعنی مذہب اہل حدیث ومذہب رائے پرستی وارجاء وتجہم وکوثریت) کے بد خواہوں نے اختلاف وتعصب کو ہوا دینے کے لیے دوسری حاشیہ آرائیاں بھی کیں، مثلاً کہا گیا کہ امام محمد و ابو یوسف امام شافعی پر حسد کرتے تھے، حالانکہ امام شافعی اس زمانے میں طالب علم کی حیثیت میں تھے الخ۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ جسے مصنف انوار اور ان کی تحریک کوثری کے جملہ ارکان اور ان کے پیش رو ''رحلۃ مکذوبہ'' کہتے ہیں، اس کی حقیقت ہم واضح کر چکے ہیں اور امام شافعی کے ورود بغداد سے پہلے ابو یوسف، محمد اور دیگر اہل الرای نے اپنی درگت درسگاہِ مالکی میں امام شافعی کی موجودگی میں دیکھ کر جان لیا تھا کہ یہ نوعمر ونوخیز محدث جو دس تا پندرہ ہی سال کی عمر میں حافظ موطأ وعالم علوم قرآن وحدیث وماہر تکذیب اہل الرای والارجاء والتجہم ہو چکا ہے، ان سے امام شافعی نے یہ اقرار کرا کر دم لیا تھا کہ امام ابو حنیفہ امام مالک کے بالمقابل علوم اسلام سے بالکل نا آشنا وناواقف ہیں، امام شافعی سے اپنے مذہب رائے وتجہم کی تباہی کے خطرہ کا اظہار بشر مریسی نے واضح طور پر کر ہی دیا تھا، امام شافعی کے حالات حجازی مدنی ومکی زندگی کا فرقۂ مرجیہ وجہمیہ واہل الرائے کے لیے تباہ کن ہونا معلوم کر کے ابو یوسف ومحمد وغیرہ بغداد میں امام شافعی کے آنے سے پہلے واقف ہو چکے تھے، بنا بریں حسد سے بے قرار ومضطرب وبے چین رہنے پر مجبور تھے۔ کیا بعید کہ حاسدین ہی کی سازش کے سبب امام شافعی کو اپنے استاذ خاص امام مالک کی وفات کے جلدی بعد مجرم کی حیثیت سے عراق آنا پڑا ہو مگر حاسدین کا مقصد پورا ہونے کے بجائے معاملہ الٹ گیا اور امام شافعی کی اعلی ترین صلاحیتوں کے سبب نہ صرف یہ کہ فرد جرم سے براءت ہوئی بلکہ ان کی علمی وعملی برتری کا سکہ خلیفہ اور اس کے امراء ووزراء کے دلوں نیز اہل عراق پر بیٹھ گیا، خود امام شافعی نے کہا کہ جہمیوں ومرجیوں واہل الرای کے مرکز عراق خصوصاً بغداد میں مجھے ''ناصر الحدیث'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔[2]

امام شافعی سے ملنے پر عراقی فقہائے اہل الرای والارجاء نے اپنے مذہب رائے وارجاء کے بدعت ہونے کا اقرار کیا:

امام ابن ابی حاتم نے کہا:

''أنا أبو عثمان الخوارزمي نزيل مكة فيما كتب إلي قال: قال أبو ثور: كنت أنا وإسحاق بن

[1] مقدمه انوار (۱/ ۱۳٦)

[2] سير أعلام النبلاء (۱۰/ ٤٧) و تاريخ بغداد (۲/ ٦٨) و تاريخ ابن عساكر (۱٤/ ٤١٤) وحلية الأولياء (۹/ ۱۰۷)

راهويه وحسين الكرابيسي وذكر جماعة من العراقيين ما تركنا بدعتنا حتى رأينا الشافعي." [1]

''امام ثور ابراہیم بن خالد کلبی بغدادی (متوفی ۲۴۰ھ) نے کہا کہ میں نے اور اسحاق بن راہویہ اور حسین کرابیسی اور بہت سارے عراقی لوگ اپنے مذہب رائے وارجاء وتجہم پر مشتمل بدعتی دین کو امام شافعی کے درس وتدریس وتعلیم وتبلیغ وارشاد واصلاح کے سبب چھوڑ کر اہل حدیث ہو گئے۔''

فرقۂ جہمیہ ومرجیہ واہل الرائے کی سازش سے قائم ہونے والی عارضی حکومت کے بانی نے امام شافعی کی مدح کی:

اہل علم پر مخفی نہیں کہ فرقۂ جہمیہ ومرجیہ واہل الرائے کی مسلسل سازش وتگڑم بازی سے ہارون رشید کی وفات کے بعد امین الرشید اور امین الرشید کے بعد مامون الرشید ابو العباس عبداللہ بن ہارون الرشید بن محمد المہدی بن ابی جعفر المنصور العباسی (مولود ۱۷۰ھ ومتوفی ۱۹۸ھ) کو ۲۱۸ھ میں بزور شمشیر خلیفہ بنایا گیا۔ ابتدائے امر میں ایک عرصہ تک وہ اپنی جہمیت ومرجیت ورائے پرستی کو مخفی وپوشیدہ رکھتا رہا، ۲۱۲ھ میں انفرادی طور پر وہ اپنے مذہب تجہم وارجاء ورائے پرستی کا اظہار کرنے لگا مگر اسے قبول کرنے کی دعوت عام طور پر نہیں دیتا تھا، دعوت قبول جہمیت ومرجیت ورائے پرستی اس نے ۲۱۸ھ میں شروع کی اور اس دعوت کے قبول نہ کرنے والوں پر جبر وتشدد، زد وکوب حتی کہ قید وقتل کے پہاڑ توڑنے شروع کیے اور اسی سال مر بھی گیا لیکن اپنے ولی عہد کو عقیدۂ خلق قرآن خصوصاً اور مذہب تجہم وارجاء قبول کرنے کی عموماً وصیت کر گیا، محدثین کرام واہل حدیث واہل سنت وجماعت کے خلاف ایک اچھے خاصے زمانے تک ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جاتے رہے، مذہب تجہم وارجاء ورائے پرستی کے اظہار سے پہلے اس جہمی ومرجی رائے پرست خلیفہ مامون الرشید نے ۲۰۴ھ میں فوت ہونے والے امام شافعی کی مدح سرائی ان الفاظ میں کی:

"قد امتحنت محمد بن إدريس في كل شيء فوجدته كاملا." [2]

''میں نے تمام علوم وفنون وامور میں امام شافعی کو آزمایا اور سبھی چیزوں میں انھیں کامل پایا۔''

امام شافعی کی تجہم ومرجیت ورائے پرستی وحنفیت کی جڑ کھودنے والی وسیع وعریض مہم نے تو ائمہ جہمیہ ومرجیہ ورائے پرستیوں کی نیند ہی حرام کر رکھی تھی اور انھیں حسد وکینہ وکدورت سے بھر دیا تھا، وہ اپنے تربیت دیے ہوئے خلیفہ کی زبانی مذہب اہل حدیث کے اتنے زبردست امام شافعی کی مدح وثنا سن کر آگ بگولا ہو گئے اور انھوں نے مامون کو ورغلانا شروع کیا حتی کہ وہ ذاتی طور پر خلق قرآن وعقائد جہمیت ومرجیت ورائے پرستی کا علی الاعلان ذکر کرنے لگا، پھر اس نے جہمی حنفی مرجی مذہب کے سرکاری مذہب ہونے کا اعلان کر دیا اور محدثین کرام ومذہب اہل حدیث ومتبعین مذہب اہل حدیث پر مظالم کا طویل وعریض سلسلہ جاری کیا، اس کی اس شیطانی تحریک سے تو جہمی حنفی مرجی علماء وعوام خوش ہونے لگے مگر علمائے اہل حدیث وعوام اہل حدیث ان مظالم جہمیت کے بالمقابل کوہ گراں کی طرح کھڑے ہو گئے اور ہزاروں مظالم کے باوجود مسلک اہل حدیث پر کوئی حرف نہیں آ سکا البتہ

[1] الشافعي ومناقبه لابن أبي حاتم (ص: ٦٥) وحلية الأولياء (٩/ ١٠٣) و تبيين كذب المنقري لابن عساكر (ص: ٤٤ و ٤٥) ومناقب الشافعي فخر الدين الرازي (ص: ٢٠)

[2] سير أعلام النبلاء (١٠/ ١٧) وتاريخ ابن عساكر (١٤/ ٤٠٤) وتوالى التأسيس (ص: ٥٦)

کچھ حضرات نے تقیہ کر کے جان بچانے کی خاطر بظاہر عقائد جہمیت ومرجیت کا اظہار زبان سے کر دیا، اس کی پوری تاریخ سے واقفیت کے لیے اس زمانے کی کتب تاریخ کی طرف مراجعت کیجیے ہم اس کی طرف اپنی اس کتاب کے گذشتہ اوراق میں اشارات کر آئے ہیں۔

یہ بھی اللہ کی قدرت ہے کہ مامون الرشید کے آباء واجداد اور عباسی حکومت سے پہلے والی اموی حکومت جہمیت ومرجیت و رائے پرستی والے مذہب سے بیزار رہا کرتی تھی، مامون الرشید کے باپ ہارون میں کچھ مداہنت ومساہلت جہمیہ ومرجیہ واہل الرائے کے ساتھ آئی اور اس نے بعض ائمہ مرجیہ وجہمیہ ورائے کو بعض سرکاری عہدے بھی دیے مگر وہ امام مالک کا بہت زیادہ عقیدت مند رہا حتی کہ ان کی کتاب موطأ کو سرکاری قانون کے طور پر عالم اسلام کی کتاب بنانے کا عزم رکھتا تھا۔ (کما مر)

امام محمد وشافعی میں موازنہ:

مصنف انوار نے عام جہمی مرجی رائے پرست حنفی المذہب اماموں کے بالمقابل ائمہ اہل حدیث خصوصاً امام مالک وشافعی واحمد بن حنبل کی جگہ جگہ بلندیٔ شان کو گرانے کی جان توڑ کوشش اپنے ائمہ سلف کی طرح کی ہے، ہم نے وعدہ کیا تھا کہ امام مالک وشافعی واحمد کے تذکرہ میں اس کا جائزہ لیا جائے گا اور ہم بہت ساری ایسی باتیں گذشتہ صفحات میں بیان بھی کر آئے ہیں جن سے حقائق واضح ہو گئے ہیں، مصنف انوار نے کوثری اور دیگر کوثری برادران جہمیت ومرجئیت ورائے پرستی کی تقلید میں اپنی اس طویل وعریض کتاب میں اکاذیب وتلبیسات کے انبار لگا دیے ہیں، تمام ائمہ محدثین خصوصاً معاصرین امام ابوحنیفہ پر امام ابوحنیفہ واصحاب ابی حنیفہ کی برتری ظاہر کرنے کے لیے اس اکاذیب پرست فرقہ نے امام ابوحنیفہ کی قائم کردہ چہل رکنی مجلس تدوین فقہ حنفی کی بالکل خالص جھوٹی کہانی گھڑی جس میں ذرہ برابر شائبۂ صداقت نہیں، بالکل خیالی معدوم الوجود افسانوی چہل رکنی مجلس تدوین کے ایسے ہی خیالی معدوم الوجود افسانوی چالیس اراکین کا مشتمل بر اکاذیب ذکر کیا اور ان خالص اکاذیب میں مسلک اہل سنت و جماعت ومذہب اہل حدیث وائمہ اہل سنت وائمۂ اہل حدیث کے خلاف بہت زیادہ خانہ ساز اکاذیب سے مواد ومسالہ تیار کر کے بھاری انبار جمع کر دیے۔

ہم عرض کر آئے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کوئی کتاب کیا لکھتے لکھواتے وہ محمد بن جابر یمامی کے یہاں سے کتب حماد بن ابی سلیمان کسی نہ کسی تدبیر سے حاصل کر کے اور خراسان میں جہم اور ائمہ جہمیہ کی لکھی جانیوالی کتابوں کو درآمد کر کے اپنا کام بناتے تھے۔[1] اس معدوم الوجود افسانوی چہل رکنی مجلس تدوین میں امام ابو یوسف ومحمد بن حسن کو زیادہ نمایاں کر کے مصنف انوار نے اس لیے ذکر کیا کہ انبار اکاذیب جمع کرنے میں یہ دونوں حضرات مصنف انوار ہی کی طرح ہمیشہ سرگرم عمل رہا کرتے تھے اور ترجمہ ابی یوسف میں ہم جو کچھ لکھ آئے ہیں وہ مصنف انوار اور مرجی پارٹی کے جمع کردہ انبارِ اکاذیب کے حقائق واضح کرنے کے لیے بہت کافی ہے۔

امام ابو یوسف ومحمد ودیگر ائمہ مرجیہ واہل الرائے کے مدون ومرتب کردہ انبار اکاذیب کی نقول ومعلومات امام محمد سے

[1] ملاحظہ ہو ہماری کتاب: اللمحات (۱/ ۷۰ و ۴۴۹۔ ۴۵۶ دوسرا ایڈیشن) نیز ملاحظہ ہو ہماری کتاب: ضمیر کا بحران (ص ۴۰۷ و ۴۰۸)

حاصل کر کے امام شافعی نے سب کی قلعی کھول دی، انھوں نے عالم شباب ہی میں علمائے اہل حدیث کی درخواست پر پہلے اپنی کتاب الرسالہ لکھی، جس نے ایوان تجہم و مرجیت و رائے پرستی میں زلزلہ پیدا کر دیا، پھر اپنی دوسری کتابیں بھی تکذیب انبارِ اکاذیبِ حنفیہ میں لکھیں، اس کی طرف قدرے اشارہ ہم اللمحات (۱/۳۰۴طبع ثانی) میں کر آئے ہیں۔ ہم ذکر کر آئے ہیں کہ ائمہ جہمیہ ومرجیہ و اہل الرائے کو امام شافعی کے ورود بغداد سے پہلے ہی اپنے مذہب پر زور دار بمباری کا خطرہ لاحق ہو گیا، اور جب امام شافعی بغداد آئے تو ایک جہمی ومرجی ورائے پرست امام بشر مریسی سے امام حسن بن محمد زعفرانی نے کہا: "هذا الشافعي الذي كنت تزعم قد قدم" یعنی جس امام شافعی کی بابت مذہب تجہم و مرجیت ورائے پرستی اور ان کے پاسبانوں پر آپ خطرہ کا ذکر کرتے تھے وہ بغداد آ گئے ہیں۔ اس امام جہمیہ ومرجیہ نے کہا:

"إنه قد تغير عما كان عليه، قال الزعفراني: فما كان مثله إلا كمثل اليهود في أمر عبد الله بن سلام حيث قالوا: سيدنا و ابن سيدنا، فقال: لهم إن أسلم؟ قالوا: شرنا و ابن شرنا"[1]

''بشر نے کہا کہ امام شافعی کے اندر جو صفات محسوس کی جاتی تھیں وہ بدل چکیں، امام زعفرانی نے کہا بشر کی وہی حالت ہے جو یہود کی تھی کہ عبداللہ بن سلام کے اسلام سے باخبر ہونے سے پہلے انھیں اوران کے باپ کو اپنا سید (وفی روایۃ: أفقہ ترین سردار وامام) کہتے تھے، پھر ان کے اسلام کی خبر پر کہنے لگے یہ اور اس کے باپ سب سے زیادہ شریر اور واہیات تھے۔''

تنبیہ:

امام مالک پر امام محمد کی برتری ظاہر کرنے کے لیے مصنف انوار نے بڑے جوش وخروش اور مزعومات فاسدہ وباطلہ کے ساتھ یہ مکذوبہ روایت نقل کی ہے:

''خطیب نے مجاشع سے نقل کیا کہ میں خدمت مالک میں تھا کہ امام محمد نے یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر جنبی کو مسجد کے علاوہ کہیں سے پانی نہ ملے تو وہ کیا کرے؟ امام مالک نے کہا بہر حال جنبی مسجد میں داخل نہیں ہوسکتا، یہ سوال وجواب بار بار ہوا تو امام مالک نے خود اس سے پوچھا کہ اس کا کیا حل ہے؟ امام محمد نے کہا کہ جنبی تیمّم کر کے مسجد میں داخل ہو کر پانی باہر لا کر غسل کر کے مسجد میں نماز پڑھے، امام مالک نے موصوف سے پوچھا تم کہاں کے ہو؟ محمد نے کہا اسی زمین کا اور اٹھ کر چلے گئے، لوگوں نے کہا یہ محمد بن حسن صاحب ابی حنیفہ ہیں، امام مالک نے کہا کہ یہ جھوٹ کیوں بولا کہ میں اسی زمین یعنی مدینہ منورہ کا ہوں؟ لوگوں نے کہا کہ انھوں نے اسی زمین کا لفظ زمین کی طرف اشارہ کر کے کہا، امام مالک نے کہا یہ بات تو پہلے سے بھی بڑھ گئی، یعنی امام محمد کی ذہانت وحاضر جوابی پر مزید حیرت ظاہر کی۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار نے بتصریح خویش یہ روایت خطیب سے نقل کی ہے اور خطیب (۲/۱۷۴ و ۱۷۵) میں اس قصے کا بیان کرنے والے مجاشع بن یوسف سلمی کو از روئے تحقیق حافظ ابن حجر، مجاشع بن عمر وابو یوسف بھی کہا جاتا ہے اور یہ شخص محمد

---

[1] تاريخ بغداد للخطيب (٢/ ٦٥) و عام كتب تراجم.

[2] ماحصل از مقدمه انوار (١/ ٩٣ و ١٩٤)

بن حسن اور ابو یوسف کی طرح کذاب و وضاع و منکر الحدیث اور ایسا بد قماش ہے جس سے روایت حلال نہیں۔[1] اس کذاب سے بواسطۂ ھانی بن ضیفی روایت کرنے والا اسحاق بن محمد (بن احمد) بن یعقوب ابو یعقوب نخعی (متوفی ۲۸۶ھ) نہایت غالی رافضی کذاب اور وضاع ہے۔[2] حاصل یہ کہ مصنف انوار کی یہ مستدل روایت مکذوبہ ہے، اور یہ معلوم ہے کہ اپنے آپ کو حنفی دیوبندی کہنے والے مرجیہ کوثری و اراکین تحریک کوثری اور ان سے پہلے والے اپنے ہم مذہب اماموں کی برتری ظاہر کرنے کے لیے اسی طرح کے اکاذیب کو دلیل بنانے کا شیوہ وشعار رکھتے ہیں۔

موطأ امام محمد:

مصنف انوار نے امام مالک کی موطأ کے تمام نسخوں میں امام محمد بن حسن والے نسخہ کو سب سے زیادہ ممتاز کہا ہے اور اس کی ایک بہت بڑی گرانقدر خوبی یہ بتلائی ہے کہ امام مالک سے نقل حدیث کے بعد موصوف حنفی مذہب کی تائید کرنے والی احادیث نقل کرتے ہیں۔[3]

ہم کہتے ہیں کہ جب امام محمد عام جہمی و مرجی ائمہ کی طرح کذاب اور وضاع تھے تو امام مالک کی موطأ کا جو نسخہ انھوں نے تیار کیا وہ تمام ثقہ رواۃ کی موطأت پر فائق کس اعتبار سے ہوسکتا ہے؟ حافظ ذہبی نے اگر چہ امام مالک سے روایت کرنے میں محمد بن حسن کو قوی کہا ہے، وہ شاید اس حسن ظن کی بنا پر کہ انھوں نے امام مالک سے روایت کرنے میں اکاذیب کے استعمال سے احتراز کیا ہے لیکن ہمارے نزدیک کسی کذاب کی کوئی روایت قوی نہیں ہوسکتی، البتہ اسی روایت کو ثقہ رواۃ نے اگر نقل کیا ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اتفاق سے اس کذاب نے حسبِ رواج موافقت کر دی ہے، ورنہ موطأ امام مالک کی بہت ساری احادیث کو امام محمد نے نقل کر دیا ہے، پھر روایات موطأ کے رد میں اپنے اکاذیب لکھ دیے ہیں، امام محمد کی کذب بیانی صرف اسی بات سے ظاہر ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے تین سال سے زیادہ خدمت مالک میں رہ کر سات سو سے زیادہ احادیث سنیں اور لکھیں، یہ روایت کئی اسانید صحیحہ سے مروی ہے مگر مؤطا میں دیکھیے تو سات سو سے زیادہ کیا سات سو سے بہت کم احادیثِ مالک منقول ہیں۔

امام احمد بن حنبل نے امام محمد کو احادیث کا مخالف کہا ہے اور موصوف محمد کی ساری کتابیں خالص جھوٹ نہیں تو اور کیا ہیں؟ ایسے افراد ہی کذابین فرقۂ مرجیہ کے یہاں ائمہ، فقہاء اور محققین مانے جاتے ہیں، اور اس بھاری جھوٹ کے ساتھ مصنف انوار کا وہ دعوی کتنا بڑا جھوٹ ہے کہ امام محمد خدمت ابی حنیفہ میں رہ کر چھل رکنی مجلس تدوین فقہ حنفی تیس سال تک کرتے رہے، جس شخص کا ایک سال بھی درسگاہِ ابی حنیفہ میں پڑھنا مصنف انوار کے زعمِ باطل کے مطابق مشکل سے ثابت ہوتا ہے اسے امام صاحب کی چھل رکنی مجلس تدوین میں تیس سال تدوین فقہ کرنے والا بتلانا اور مصنف انوار اور پورے فرقۂ مرجیہ کا ان اکاذیب کی اشاعت پر ذرہ برابر نہ شرمانا بلکہ نازاں وشاداں ہونا ہی اصل فرقۂ جہمیہ و مرجیہ اہل الرائ کا شیوہ وشعار ہے۔

کیا امام محمد بالاتفاق فقیہ تھے؟

مصنف انوار کا فرقۂ مرجیہ وجہمیہ کے اکاذیب کی طرح یہ مکذوبہ دعوی کہ امام محمد باتفاق اہل علم فقہ کے بلند پایہ امام ہوئے،

[1] لسان الميزان (٦/ ١٥ و ١٦) والمجروحين لابن حبان والكامل لابن عدي.

[2] تاريخ بغداد للخطيب (٦ / ٣٧٨ - ٣٨١) ولسان الميزان (١/ ٣٧٠ - ٣٧٣)

[3] مقدمه انوار (١ / ٤٩٣)

امام شافعی نے امام محمد کے تدوین کردہ فقہی اقوال کی دھجیاں بکھیر کر واضح کر دیا کہ امام محمد غیر ثقہ آدمی تھے، امام احمد نے امام محمد کو مخالفِ احادیث نبویہ اور عقائد باطلہ کا معتقد بتلا کر واضح کر دیا کہ امام محمد غیر فقیہ تھے، کئی اماموں نے امام محمد کو جہمی و مرجی و رائے پرست و کذاب کہہ کر ان کے غیر فقیہ ہونے کی صراحت کر دی، یہ سارے اوصاف فقیہ ہونے کے منافی ہیں۔

کیا امام محمد نے تحصیل علوم پر تیس ہزار دینار یا درہم خرچ کیے؟

لوگوں پر جھوٹا دھونس جمانے کے لیے مصنف انوار نے تمام جہمیوں و مرجیوں کی طرح یہ جھوٹ بھی لوگوں میں پھیلایا:

''امام محمد نے فرمایا کہ مجھے آبائی ترکہ سے تیس ہزار درہم یا دینار ملے جنھیں میں نے تحصیلِ علوم میں خرچ کر دیا۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ اس جھوٹی بات کا سچ ہونا تا قیامت فرقہ اہل الرای کا کوئی فرد نہیں ثابت کر سکتا، یہ روایت تاریخ خطیب (۲/۱۷۲ و ۱۷۳) میں ایسی سند سے مروی ہے جس میں طلحہ بن محمد بن جعفر ابو القاسم الشاہد واقع ہے، انھوں نے اکاذیب ہی کو دلیل بنایا ہے، کوئی معتبر روایت اتفاق ہی سے ان کے مستدلات میں واقع ہوگی۔

کوثری گروپ کے لوگوں نے لسان المیز ان (۱/ ۱۲۱ و ۱۲۲) میں امام محمد پر منقولہ اقوالِ تجریحِ قادحہ پر یہ حاشیہ آرائی کی ہے:

"أقول: من طعن عليه كأنه لم تقرع سمعه من محامده الجليلة ولم يصل بصره إلى كتب النقاد الأثبات وكفاك مدح الإمام الشافعي له بعبارات رشيقة وكلمات لطيفة وروايته عنه... الخ."[2]

''حاصل یہ کہ امام محمد کو مجروح قرار دینے والوں کے کام سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد کے محامد جلیلہ سے آشنا نہیں اور ثقہ ناقدین کی کتابوں پر ان کی نظر نہیں پڑی، ان کی مدح کے لیے امام شافعی کی مدحیہ باتیں اور ان سے روایت کافی ہے ...الخ۔''

ہم کہتے ہیں کہ امام شافعی نے امام محمد کی بعض قابل مدح باتوں کی مدح کی مگر صاف کہہ دیا کہ امام محمد کی کتابوں کی نقول حاصل کر کے میں نے سب کا بھرپور رد لکھ دیا ہے۔ (کما مر) امام شافعی سے امام محمد کی توثیق میں ایک حرف بھی منقول نہیں ہے اور ثقہ ناقدین نے امام محمد کی تکذیب کے علاوہ کچھ نہیں لکھا ہے، اگر اراکین تحریک کوثری و مقلدین کوثری کو اِلی یوم القیامۃ مقلدین کوثری کوئی دعوی ہو تو اس کا ثبوت اہل اسلام کے اصول کے مطابق پیش کریں۔

تعلیم:

اس عنوان کے تحت مصنف انوار نے کہا:

''امام محمد نے چودہ سال کی عمر میں خدمت ابی حنیفہ میں حاضر ہو کر علم حاصل کیا، چار سال تک حاضر خدمت رہے، پھر تکمیل ابو یوسف سے کی حتی کہ بالاتفاق اہل علم بلند پایہ امام ہوئے، تفسیر و حدیث کے ماہر و حاذق، لغت و ادب کے نازش روزگار مسلم استاذ۔''[3]

ہم کہتے ہیں کہ بقول مصنف انوار امام محمد ۱۳۲ھ میں اور بقول دیگر اہل علم ۱۳۵ھ میں پیدا ہوئے، مصنف انوار کے قول

---

[1] مقدمه انوار (۱/ ۱۹۲)　[2] لسان الميزان کا حاشیه (۱/ ۱۲۲- ۱۲۶)

[3] ملخص از مقدمه انوار (۱/ ۱۹۲)

کے مطابق جب موصوف چودہ سال کی عمر میں درسگاہِ ابی حنیفہ میں حاضر ہوئے تو لازم آیا کہ موصوف محمد بن حسن ۱۴۶ھ میں درسگاہِ ابی حنیفہ میں داخل ہوئے، اور مصنف انوار ہی مدعی ہیں کہ امام ابوحنیفہ ۱۴۷ھ میں ہمیشہ کے لیے جیل خانہ بغداد میں بند کر دیے گئے، پھر بذریعہ زہر خورانی ہلاک کیے گئے، دریں صورت مصنف انوار کا یہ کہنا کہ امام محمد نے درسگاہِ ابی حنیفہ میں چار سال تعلیم پائی جبکہ ان کی باتوں سے لازم آتا ہے کہ انھوں نے زیادہ سے زیادہ ایک سال تعلیم پائی، مصنف انوار نے جس روایت کو دلیل بنایا ہے اس کی سند میں طلحہ بن محمد بن جعفر معتزلی (مولود ۲۹۱ھ ومتوفی ۳۸۰ھ) واقع ہے، وہ بقول امام خلال وابن ابی الفوارس داعی معتزلی اور غیر ثقہ راوی ہے۔ معتزلی میں خود بھی تجہم وارجاء کے بہت سارے اوصاف پائے جاتے ہیں اور وہ کذاب ہوا کرتے ہیں۔[1] اس متروک معتزلی راوی سے اسے روایت کرنے والا علی بن ابی علی احمد بن طالب معدل (متوفی ۳۷۷ھ یا ۳۷۸ھ) بھی معتزلی تھے اور معتزلہ کا علی الاطلاق کذاب ہونا ہم اوائل "اللمحات" میں واضح کر آئے ہیں، لہٰذا ثبوت توثیق کے بغیر اس معتزلی کو بھی کذاب ماننا ہوگا۔[2] نیز اس سند میں عمرو بن ابی عمرو شمر جعفی کوفی شیعی وضاع وکذاب ہے۔[3]

ایسے اکاذیب پر فرقۂ جہمیہ ومرجیہ اہل الرای کا اپنے ائمۂ جہمیہ ومرجیہ کذابین کی مدح سرائی کی دیوار کھڑی کرنا کیا فی الواقع تحقیقی خدمت ہے؟

جلالتِ قدر:

اشاعتِ اکاذیب کے مقصد کے تحت فرقۂ جہمیہ ومرجیہ واہل الرای کے امام وقت مصنف انوار نے کہا:

''تاریخ فقہ شاہد ہے کہ کتب مشہورہ مولفہ مذاہب ائمہ متبوعین مدونہ ''حجۃ'' وغیرہ امام محمد کی کتابوں کی روشنی میں لکھی گئیں..الخ۔''[4]

یہاں پر مصنف انوار نے کچھ زیادہ ہی ہذیان سرائی اور طول بیانی کی ہے، ہم نے صرف بعض جملے نقل کیے ان کا مکذوب مکشوف اور جہمیانہ اکاذیب ہونا بہت واضح ہے، اگر کسی جہمی یا مرجی رائے پرست یا دیوبندی حنفی میں ذرہ برابر بھی غیرت ہے تو ان اکاذیب کا صحیح ہونا اصول اہل اسلام سے ثابت کرے۔

تضعیف:

جذبہ اشاعت اکاذیب ہی سے مغلوب ومدہوش ہو کر مصنف انوار نے مذکورہ بالاعنوان قائم کرتے ہوئے یہ بدعنوانی کی کہ لکھا:

''امام محمد نے تمام عمر گھر میں گوشہ گیر ہو کر لکھنے پڑھنے میں گزاری، ان کے نواسہ کا بیان ہے کہ گھر میں کتابوں کے ڈھیر کے درمیان بیٹھے لکھا کرتے تھے اور گھر والوں سے کہہ دیا تھا کہ جو کچھ ضرورت ہو میرے وکیل سے سوال کرنا تاکہ میں فراغ قلب سے کام کرتا رہوں۔''[5]

---

[1] تاريخ خطيب ترجمۂ طلحه بن محمد بن جعفر (۹/ ۲۵۱) ولسان الميزان (۳/ ۲۱۲) وسير أعلام النبلاء (۱٦/ ۳۹٦ و ۳۹۷)

[2] اس کے ترجمہ کے لیے ملاحظہ ہو: خطيب (۱۱/ ۳۲۵ و ۳۲٦) ولسان الميزان (٤/ ۱۹٦)

[3] ملاحظہ ہو: لسان الميزان (٤/ ۳۷۲ ترجمه نمبر (۱۰۹٦، ٤/ ۳٦٦ و ۳٦۷) [4] مقدمه انوار (۱/ ۱۹۲)

[5] ما حصل از مقدمه انوار (۱/ ۱۹۲ و ۱۹۳)

اپنے جھوٹ کا حوالہ مصنف انوار نے نہیں دیا مگر اس کا جھوٹ ہونا مصنف انوار کے بیانات سے واضح ہے، مصنفِ انوار کا کہنا ہے کہ امام محمد چودہ سال کی عمر سے لے کر تا وفات ابی حنیفہ تک درسگاہِ ابی حنیفہ میں پڑھتے رہے، اس کے بعد بہت سارے محدثین وفقہاء سے پڑھتے رہے اور تیس سال امام ابوحنیفہ کی مجلس تدوین فقہ میں شریک رہ کر تدوین فقہ چہل ارکان کے ساتھ کرتے رہے، ہارون رشید کے دور خلافت سے لے کر اپنی وفات ۱۸۹ھ تک یعنی تقریباً بیس سال تک ہارون کے قاضی یا ملازم تھے، تیس سال مجلس تدوین فقہ حنفی اور بیس سال ہارون کی قضا یا ملازمت اور کم از کم اٹھارہ انیس سال طالب علمی اور دو ہی چار سال مناظرہ بازی کے مل کر ستر سال سے زیادہ ہوتے ہیں، اور مصنف انوار ہی نے امام محمد کی کل عمر ستاون سال بتلائی ہے تو مصنف انوار یا کوئی بھی ان کا طرف دار بتلائے کہ محمد کیا اپنی عمر کے ستاون سال بعد مر کر عالم برزخ میں پہنچ کر عمر بھر اپنے گھر میں بیٹھ کر کتابیں لکھتے اور گھر والوں کو حکم دیتے رہے کہ مجھ سے کچھ مت بولنا، ساری ضروریات کی چیزیں میرے وکیل سے طلب کرنا؟ دریں صورت امام محمد کے نواسے اور گھر والے کیسے پیدا ہو گئے؟ اس جھوٹ کی بھی کوئی انتہا ہے؟ اس جھوٹ کا پھیلانے والا نواسۂ محمد بھی کمال کا آدمی تھا، پتہ نہیں اس کا نام ونشان کیا ہے؟

تنبیہ:

ایک روایت البتہ تاریخ خطیب میں اس طرح ہے:

"قال محمد بن سماعة قال محمد بن الحسن لأهله: لا تسألوني حاجة من حوائج الدنيا فتشغلوا قلبي، خذوا ما تحتاجون إليه من وكيلي، فإنه أقل لهمي وأفرغ لقلبي." [1]

''امام محمد نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم مجھ سے دنیاوی ضروریات کی کوئی چیز نہ مانگنا یا اس سے متعلق مجھ سے نہ پوچھنا کہ ایسا کر کے تم میرے دل کو اشتغال میں ڈال دو گے تمھیں جس چیز کی حاجت ہو میرے وکیل سے لے لو اس سے مجھے میرا اشتغال بہت کم ہوگا اور میرا دل زیادہ فارغ رہے گا۔''

اس روایت میں وہ بنیادی باتیں نہیں ہیں جنھیں مصنف انوار نے لکھ رکھا ہے، پھر بھی یہ روایت معتبر نہیں ہے اس کی سند کا ایک راوی البختری بن محمد مجہول ہے۔

امام محمد کے شیوخِ حدیث واصحاب وتلامذہ:

اس کے بعد مصنف انوار نے مذکورہ بالا دو عناوین کے تحت اپنی معروف بدعنوانیوں کا مظاہرہ کیا ہے مگر اس کی حقیقت واضح ہو چکی ہے، پھر موطأ امام محمد اور امام محمد کی ذہانت و حاضر جوابی کے دو دو عناوین کے تحت موصوف کی ظاہر کردہ بدعنوانیوں کا جائزہ اوپر لیا جا چکا ہے۔

[1] خطیب (۲/ ۱۷۶ و ۱۷۷) وأخبار أبي حنيفة و أصحابه للصميري (ص: ۱۲۵)

تحقیقِ مسائل میں فرقِ مراتب

امام محمد نے اپنے استاذ اور اساتذہ کے استاذ اور اساتذہ کے اساتذہ کے استاذ کو فتوی دینے کا اہل نہیں سمجھا؟

اس عنوان کے تحت مصنف انوار نے جو بہت ساری بدعنوانیاں کی ہیں ان میں سے کئی ایک مکرر سہ کرر بھی ذکر کی ہیں جن کی طرف ہم اشارے بھی کر آئے ہیں۔ مصنف انوار نے حسب عادت انبارِ اکاذیب جمع کرتے ہوئے کہا:

''یہ بھی مروی ہے کہ امام محمد فرماتے تھے کہ میں نے امام مالک کو دیکھا اور بہت سے مسائل دریافت کیے، میرا یہ تأثر ہے کہ انھیں فتوی نہیں دینا چاہیے تھا کیونکہ ان کے جواب سے قلبی اطمینان نہیں حاصل ہوتا تھا۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ اس جھوٹی بات کا مصنف انوار نے حوالہ نہیں دیا، اور محمد بن الحسن کا کذاب وجہمی ومرجی ورائے پرست ہونا اظہر من الشمس ہے، اگر انھوں نے یہ بات کہی ہو تو ہر کذاب جہمی مرجی رائے پرست سے اسی طرح کی باتوں کی توقع کی جا سکتی ہے، کذابین وجہمیہ و مرجیہ ورائے پرستوں کو ثقہ وصدوق سنی المسلک صحیح المذہب اماموں کی باتوں سے اطمینان قلب کیونکر حاصل ہوسکتا ہے؟ وہ محدثین کو فتوی دینے کے لائق کب سمجھ سکتے ہیں؟ کذاب جہمیہ ومرجیہ ورائے پرستوں کو جب اپنے خود ساختہ مسائل کے بالمقابل نصوص کتاب وسنت واجماع امت وآثار صحابہ وتابعین سے اطمینانِ قلب حاصل نہیں ہوتا تو ان لوگوں کو مسائلِ مالک سے کیونکر اطمینان حاصل ہو سکے گا؟ البتہ ہم یہ بیان کر آئے ہیں کہ امام محمد نصوص وآثار کی معلومات میں امام مالک کے بالمقابل امام ابوحنیفہ کو ناواقف کہتے تھے۔

امام ابوعتبہ نے امام محمد کی مرافقت کو خنزیر کی مرافقت سے بدتر کہا:

نہ چاہتے ہوئے بھی مصنف انوار کی فتنہ سامانی دیکھتے ہوئے یہاں ہم ایک روایت صحیحہ نقل کر رہے ہیں:

''قيل لإسماعيل بن عياش: يا أبا عتبة قد رافق محمد بن الحسن يحيى بن صالح من الكوفة إلى مكة، قال: أما لو رافق خنزيرا كان خيرا له منه.''[2]

''امام ابوعتبہ اسماعیل بن عیاش سے کہا گیا کہ یحییٰ بن صالح وحاظی امام محمد کی رفاقت میں کوفہ سے مکہ مکرمہ تک گئے، امام اسماعیل نے جواباً کہا کہ سنو جی! اگر یحییٰ وحاظی کسی خنزیر کے ساتھ رہتے تو امام محمد کی مرافقت سے کہیں اچھا ہوتا۔''

مصنف انوار اور ان کے ہم نوا اس روایت کی بابت کیا فرماتے ہیں؟

امام مالک کے خلاف مصنف انوار کی ہذیان سرائی:

مصنف انوار نے کہا:

[1] مقدمہ انوار (۱/ ۱۹٤)
[2] خطیب (۲/ ۱۷۹ و ۱۸۰)

''تفقہ مالک کی کمی کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ان کا نظریہ تھا کہ جو واقعات وحوادث ابھی پیش نہیں آئے ان کا جواب دیا جائے نہ ان کی بابت غور کیا جائے، برخلاف اس کے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا طریقہ تھا کہ ہر طرح کے احتمالات اور امکانی صورتوں پر بھی غور کیا جائے اور ہر طرح کے سوال کا جواب دیا جائے، یہی وجہ تھی کہ یحییٰ لیثی کی روایت سے جو موطأ مأثور ہے اس میں امام مالک کی تمام آراء کا شمار تین ہزار مسائل سے آگے نہیں بڑھتا، حالانکہ اس سے بہت زیادہ مسائل امام صاحب اور اصحاب امام صاحب کی مجالس میں صرف تین ماہ میں حل ہو جاتے تھے، پھر یہ فرق الگ رہا کہ ان حضرات کے یہاں اکثریت ان جوابات کی ہے جو تسلی بخش وایقان افروز ہیں اور امام مالک کے اکثر مسائل کی تحقیق ناقابل اطمینان ہے۔''[1]

ہم مصنف انوار کی ان ہذیانیات کا جائزہ لے چکے ہیں، ناظرین کرام گذشتہ صفحات میں دیکھ لیں۔ تمام صحابہ کا اجماع ہے اور فرمان نبوی بھی کہ غیر وقوع پذیر امور اور فرضی مسائل وفتاوی بیان کرنے والے ملعون او رصراط مستقیم سے دور ہیں، اور یہی بات جہمیہ ومرجیہ واہل الرای کا طرۂ امتیاز ہے۔ شریعت کے ملعون وممنوع قرار دیے ہوئے طریق کو بطور طرۂ امتیاز اختیار کرنا اور اس کو اوڑھنا بچھونا بنانا اور شریعت کی پابندی پر شیطانی شرر باری کرنا کن لوگوں کا کام ہوسکتا ہے؟

امام مالک کے خلاف مزید جہمی ومرجی شرر باری:

مصنف انوار اپنی جہمیت مرجی رائے پرستی والی بدتمیزی میں آگے بڑھتے ہوئے کہتے ہیں:

''حضرت حافظ ابو القاسم بن ابی العوام السعدی نے فرمایا کہ میں نے امام طحاوی سے سنا کہ وہ اپنی سند کے ساتھ عیسی بن سلیمان کے حوالہ سے کہتے تھے کہ جب یحییٰ بن اکثم خلیفہ مامون الرشید کے ساتھ مصر آئے تو یحییٰ بن صالح وحاظی سے ملے اور دریافت کیا کہ علمی مسائل ومشکلات میں تیقظ کس میں زیادہ تھا امام مالک میں یا محمد میں؟ وحاظی نے کہا امام مالک جبکہ جوابِ مسائل کے لیے تیار ومستعد بیٹھے ہوتے تھے، ان سے امام محمد اپنے بھاری بھرکم جسم کے ساتھ لیٹے ہوئے لاپروائی کے ساتھ کہ اس وقت جواب مسائل کے لیے تیار بھی نہ ہوتے تھے، زیادہ بیدار مغز ہوتے اور زیادہ تسلی بخش واطمینان افزا جواب دے سکتے تھے۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ اہل حدیث پر رافضی کا جھوٹا اتہام لگانے والے مصنف انوار اپنے جہمی ومرجی رائے پرست لوگوں کی طرح رافضی ڈھنگ کی بات کرنے والے جس قدر بھی منافقانہ دوغلی پالیسی والی باتیں کریں، کہیں اور لکھیں کم ہے۔ ہم بتلا آئے ہیں کہ مصنف انوار اور تمام جہمیوں و رائے پرستوں کے ''حضرت حافظ ابو القاسم بن ابی العوام سعدی'' کی جس کتاب مناقب ابی حنیفہ سے یہ روایت رنگ آمیزی کے ساتھ لی گئی ہے وہ مجموعۂ اکاذیب اور روافض کے بدترین فرقہ باطنیہ کے ذہنی غلام وپروردہ نعمت کی تصنیف ہے، پھر باطنی، روافض اور جہمیہ سے مذکورہ بالا شیطانی شیطنت کے علاوہ توقع ہی کیا کی جاسکتی ہے؟ اس باطنی رافضی جہمی مرجی شیطانیت کے اظہار کے بعد مصنف انوار نے بحوالۂ خطیب یحییٰ بن صالح وحاظی والی روایت نقل کی جسے ہم ابھی اوپر نقل کر کے تبصرہ کر چکے ہیں، پھر بحوالۂ امام ذہبی مصنف انوار نے کہا:

[1] مقدمه انوار (٢/ ١٩٤)　　[2] مقدمه انوار (١/ ١٩٤)

بحوالۂ امام ذہبی مصنف انوار کی تدلیس:

''امام ابو یوسف کے بعد ملک عراق میں فقہ کی امامت امام محمد پر ختم ہوئی، انھوں نے بہت سی تصانیف چھوڑیں اور ان سے ائمہ حدیث وفقہ نے فقہ حاصل کی، اور وہ اذکیاءِ عالم میں سے تھے۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ یہاں فقہ سے مراد جہمی مرجی رائے پرستی والی فقہ ہے جو اکاذیب وبدعات کا مجموعہ ہے، ابو یوسف ومحمد کا بہت بڑا کذاب ہونا اظہر من الشّمس ہے، اذکیائے عالم سے مراد انتہا درجے کے چالاک دھوکہ باز ودروغ گو لینا مناسب ہے کہ مرجیہ ورائے پرستوں کی نظر میں یہی بہت بڑی ذکاوت ہے۔

مزید جہمی مرجی بکواسات:

مذکورہ بالا ہذیان سرائی کو دوسرے زیادہ جارحانہ انداز میں دو پیراگرافوں میں بیان کرکے مصنف انوار مزید فرماتے ہیں:

''امام محمد نے اسی کمی تفقہ (امام مالک کی کمی تفقہ) کے احساس کے باعث کتاب الحجۃ تالیف کی جو ''الاحتجاج علی أهل المدینه'' کے نام سے بھی مشہور ہے، یہ کتاب ہندوستان میں طبع بھی ہوئی تھی اب نادر ہے، حضرت علامہ عصر مولانا مفتی محمد مہدی حسن شیخ الافتاء دار العلوم دیوبند اس پر نہایت مہتم بالشان گرانقدر تعلیقات تحریر فرمارہے ہیں جس میں خاص طور سے علامہ ابن حزم اندلسی کی دراز دستیوں کے بھی جوابات ہوں گے، تین ربع سے کچھ زوائد اس کا کام ہو چکا ہے، اور ادارۃ لجنۃ احیاء المعارف النعمانیہ حیدر آباد دکن سے اس کی اشاعت ہوگی جیسا کہ علامہ کوثری نے بھی تحریر فرمایا ہے کہ یہ کتاب اپنی طرز تحقیق وبحث رد میں بے نظیر ہے، جس کا رنگ امام شافعی نے بھی اور امام مالک نے بھی اختیار کیا، چنانچہ وہ خوبی وقوت استدلال ان کو امام محمد کے بعض مسائل کے رد میں حاصل نہ ہوئی۔[2] یہی وجہ ہے کہ امام محمد کو فقہ وحدیث میں ان کے بہت سے مشائخ پر بھی فضیلت دی گئی ہے جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔''[3]

ہم کہتے ہیں کہ جہمی ومرجی ورائے پرستی کے دام تزویر میں گرفتار لوگوں کا نظریہ ہی جب نصوص کتاب وسنت واجماع امت اور دنیا جہاں کے علمائے اسلام سے مختلف ہے تو وہ امام مالک ہی نہیں بلکہ تمام ائمہ اہل سنت کے خلاف بزعم خویش کتابیں لکھ کر حقائق کے خلاف زور آزمائی ومحاذ آرائی کر سکتے ہیں اور کرتے رہیں گے بلکہ قدیم ایام سے کرتے آئے ہیں۔ ہم بتلا آئے ہیں کہ ائمہ اسلام اس پر متفق ہیں کہ امام محمد کذاب جہمی مرجی رائے پرست تھے، ان کی جہمیانہ کذب بیانی سن کر امام شافعی نے انھیں یہ اقرار کرنے پر مجبور کر دیا کہ ان کے استاذ خاص امام ابوحنیفہ امام مالک کے بالمقابل جاہل مطلق تھے، نیز امام شافعی کے سامنے امام محمد کو یہ اعتراف بھی کرنا پڑا کہ اپنے جہمیانہ ارجائی احساساتِ فاسدہ سے مغلوب ہوکر بزعم خویش انھوں نے صرف امام مالک کے خلاف کتاب لکھی اور اس کا نام ''الاحتجاج علی أهل المدینة'' یا ''الحجج علی أهل المدینة'' رکھنے ہی میں حسب عادت کذب بیانی سے کام لیا، جب امام شافعی نے اس کتاب کے لکھنے اور اس کے جھوٹے نام رکھنے پر امام محمد پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی تو ان اعتراضاتِ شافعی سے مضطرب ہوکر انھیں اعتراف کرنا پڑا کہ یہ کتاب انھوں نے تمام اہل

[1] مقدمه انوار ١/١٩٤)　[2] بلوغ الأماني (ص: ١٣)　[3] مقدمه انوار (١/ ١٩٥)

مدینہ کے رد میں نہیں بلکہ صرف امام مالک کے رد میں لکھی ہے، پھر امام شافعی نے بطور نمونہ اس کے بعض مشتملات کے مکذوب ہونے پر جب دلائل قاہرہ پیش کیے تو امام محمد نے دم بخود ہو کر مہر بلب ہونے ہی میں عافیت محسوس کی، جس سے ظاہر ہو گیا کہ اس کتاب کا نام رکھنے اور اس کے مضامین میں امام محمد نے حسب عادت اپنے کذاب ہونے کا وصف اجاگر کیا ہے۔ امام محمد نے اگرچہ امام شافعی کے سامنے اعتراف کیا تھا کہ میں نے یہ کتاب صرف امام مالک کے رد میں لکھی ہے، تمام اہل مدینہ کے رد میں نہیں لکھی مگر اس کا وہی مکذوبہ نام اب تک چلا آ رہا ہے، اور مصنف انوار اس کتاب اور اس کے نام پر بہت نازاں وشاداں وفرحاں ہیں جبکہ یہ کتاب تمام فرقہ جہمیہ ومرجیہ واہل الرای کے لیے باعث صد ہزار رسوائی ہے۔ فرقہ دیوبندیہ کے ''علامہ عصر شیخ الافتاء دارالعلوم دیوبند محمد مہدی حسن'' کی نہایت مہتم بالشان گرانقدر تعلیقات کے ساتھ یہ کتاب نام بدل کر ''كتاب الحجة على أهل المدينة'' طبع ہو کر تقریباً ڈھائی ہزار صفحات پر مشتمل بازار میں آ گئی ہے، یہ کتاب ''إحياء المعارف النعمانية'' سے چھپی ہے جو بذات خود حکومت کی سرپرستی میں چل رہا ہے اور اسے حکومت ہند ہی نے اپنے اخراجات پر چھپوایا ہے جس پر تعلیق نگار دیوبندیوں کے علامہ عصر شیخ الافتاء دارالعلوم دیوبند مہدی حسن نے اپنے مقدمہ میں حکومت ہند کا شکر یہ بھی خوب ادا کیا ہے۔

یہ فرقہ دیوبندیہ مرجیہ جہمیہ ہندوستان پر ہندو حکومت سے پہلے والی برطانوی انگریزی حکومت کا آلۂ کار رہا، جس پر مختصر سی روشنی ہم نے اپنی کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں ڈالی ہے اور اب یہ فرقہ ہندو حکومت کا آلۂ کار ہے، ہر شخص سوچ سکتا ہے کہ ہندو حکومت جس نے بابری مسجد کو دن دیہاڑے اپنے فوجیوں کے زیر سایہ ہندو حکومت کے کارندوں کے ذریعہ ڈھا کر زمین بوس کر دیا اور اس پر رام مندر بھی بنا دیا، اس نے فرقہ دیوبندیہ جہمیہ ومرجیہ کی سرپرستی کس مقصد سے اختیار کر رکھی ہے اور نصوص کتاب وسنت واجماع امت وعام علمائے اہل سنت کے خلاف فتنہ پیدا کرنے والی اس رسوائے عالم کتاب کو کیوں چھپوایا ہے؟

مصنف انوار نے دعوی تو یہ کیا ہے کہ تعلیقاتِ علامۂ عصر مفتی مہدی حسن میں خاص طور سے ''علامہ ابن حزم اندلسی'' کی دراز دستیوں کے جوابات دیے گئے ہیں مگر حقیقت امر یہ ہے کہ پوری کتاب کی تعلیقات مذکورہ میں علامہ ابن حزم اندلسی کی کسی ایک بات کا بھی جواب نہیں دیا گیا بلکہ ان کی باتوں کو بطور حجت نقل کیا گیا ہے، معلوم نہیں یہ کون سی جہمی ارجائی حنفی دیوبندی کذب بیانی ہے۔ امام شافعی کی کتابیں دیکھنے والے سلیم الطبع صحیح المزاج اہل علم مصنف انوار کے اس سفید جھوٹ کو سفید جھوٹ کے علاوہ کچھ نہیں کہہ سکتے کہ اہل مدینہ کے رد میں لکھی گئی یہ کتاب اپنی طرز تحقیق ومبحثِ رد میں بے نظیر ہے جس کا رنگ امام شافعی نے بھی امام مالک کے رد میں اختیار کیا... الخ۔

امام شافعی نے فرقہ جہمیہ مرجیہ رائے پرست کے رد میں جو طریق اپنی کتابوں میں اختیار کیا ہے وہ فرقہ جہمیہ مرجیہ اہل الرای کے طریق سے بہت دور ہے، وہ سراسر فرقہ جہمیہ ومرجیہ واہل الرای کے خلاف معجزہ جیسا طریق ہے، یہ بات مصنف انوار نے اپنے جہمی امام کوثری کی تقلید میں کہی ہے، اور یہ معلوم ہے کہ یہ فرقہ عام طور سے جھوٹ بولنے میں بڑی مہارت رکھتا ہے بلکہ اس کا ہر فرد جھوٹ بولنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں ہمیشہ کوشاں رہا ہے۔

امام الجہمیہ والمرجیہ اور مفتی مہدی حسن کے بعض اکاذیب:

اس کتاب کے تعلیق نگار مہدی حسن نے اپنے فرقے کے امام کوثری سے نقل کرتے ہوئے ایک طرف یہ لکھا کہ امام شافعی

دوسری بار عراق میں زیادہ دن ٹھہرے بغیر مصر اس لیے چلے گئے کہ جہمی مرجی رائے پرست علماء خصوصاً مشہور جہمی امام عیسی بن ابان نے وہاں امام شافعی کے رد میں اتنی زور دار کتابیں لکھیں کہ عراق خصوصاً بغداد کی زمین ان کے لیے تنگ ہو گئی، انھیں وہاں سے جلد از جلد بھاگ جانے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا۔[1] دوسری طرف فرقۂ دیوبندیہ کے امام کوثری نے اپنی اور اپنے تمام فرقوں جہمیہ مرجیہ اہل الرای دیوبندیہ کی تکذیب کرتے ہوئے لکھا کہ مذکورہ بالا مزعومات جہمیہ دیوبندیہ کے سبب نہیں بلکہ یہ مزعوماتِ "أضعف من الضعف وأسخف من السخف" ہیں، یعنی ضعیف سے ضعیف تر اور گھٹیا سے گھٹیا تر ہیں بلکہ "وإنما خرج لنشر مذهبه في ميدان جديد الخ" یعنی امام شافعی دوسری بار عراق سے مصر جلد اس لیے چلے گئے تاکہ ایک دوسرے میدان میں اپنے مذہب اہل حدیث کی اشاعت کریں، کیونکہ عراق میں تو مخالفین اہل حدیث یعنی فرقۂ جہمیہ مرجیہ اہل الرای کی کمر وہ پہلے ہی توڑ چکے تھے۔[2]

یہ بالکل واضح بات ہے کہ فرقہ جہمیہ مرجیہ ورائے پرست کی یہ دونوں باتیں باہم متعارض ہیں اور ایک دوسری کی تکذیب کرتی ہیں، نیز کتاب "الاحتجاج على أهل المدينة" پر ہمارا تفصیلی رد ان شاء اللہ تعالی اصل کتاب کی شرح میں آئے گا۔

امام محمد کے تلامذہ خصوصی:

اس عنوان کے تحت مصنف انوار نے اپنی عام تحریروں کی طرح یہ بدعنوانی کی کہ امام شافعی و اسد بن الفرات کو امام محمد کے خاص شاگردوں میں شمار کیا۔[3] امام شافعی سے متعلق ہفوات مرجیہ کی تکذیب اس وقت ہماری اس کتاب میں چل رہی ہے، اور یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ دراصل امام محمد ہی امام شافعی کے شاگرد تھے، علوم محمد امام شافعی نے ان کی کتابوں کے نقول و مذاکرہ سے حاصل کیے تھے تاکہ ان کی تکذیب و تردید کریں، اسد کا بیان آگے آ رہا ہے۔

امام محمد و ابو یوسف:

اس عنوان کے تحت مصنف انوار نے ایک صفحہ سے زیادہ بہت ساری بدعنوانیاں کی ہیں، ہم سب کی تکذیب میں وقت ضائع کیے بغیر اتنا کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں کہ تذکرۂ ابی یوسف و محمد میں ہم بیان کر آئے ہیں جہاں دوسرے ائمہ کبار نے دونوں کو کذاب وغیر ثقہ کہا وہیں امام ابو یوسف و محمد نے ایک دوسرے کو کذاب کہا ہے، بس اسی سے مصنف انور کے ان اکاذیب کی حقیقت واضح ہے۔

قصہ امان طلبی:

اس عنوان کے تحت مصنف انوار نے طویل بدعنوانی کی جس کا حاصل یہ ہے کہ امام یحییٰ بن عبد اللہ بن الحسن بن الحسن بن علی کو خلیفہ وقت نے تحریری امان دی تھی، جس کی خلاف ورزی کر کے خلیفہ امام یحییٰ کو قتل کرنا چاہتا تھا، فرقہ جہمیہ مرجیہ کے امام محمد بن حسن و حسن بن زیاد نے اس امان نامہ کو صحیح قرار دیتے ہوئے خلیفہ کو اسی پر برقرار رہنے، اور امام یحییٰ کو قتل نہ کرنے کا مشورہ دیا، امام یحییٰ نے ان دونوں کی اس موافقت پر دونوں کو دنیا کا مسلم فقیہ کہا، اور ابو البختری بن وھب نے جو خلیفہ کی ہاں میں ہاں

[1] ماحصل از مقدمه كتاب الحجة (ص: ٣-٤)

[2] ملاحظہ ہو: تعليق الكوثري على آداب الشافعي ومناقبه مطبوع بيروت لبنان سن طبع ندارد (ص: ٤٤ و ٤٥ کا حاشيه نمبر: ٦)

[3] مقدمه انوار (١/ ١٩٥)

ملائی اس کی خدمت کی، خلیفہ نے محمد کے اوپر دوات پھینک دی جس سے ان کا چہرہ زخمی اور خون آلود ہو گیا، خلیفہ نے انھیں عہدۂ قضا اور فتوی دینے سے الگ کر دیا۔"[1]

ہم کہتے ہیں کہ یہ طویل بیان ایک ایسی روایت پر مشتمل ہے جس کی سند میں مکرم ہیں۔[2] اور ہم بارہا کہہ چکے ہیں کہ مکرم کی کتاب مناقب ابی حنیفہ مجموعہ اکاذیب ہے، نیز اسی سند میں احمد بن عبید اللہ بن عمار ثقفی ہے جو شیعی رافضی ہے اور شیعی رافضی کذاب ہوا کرتے ہیں۔[3] اکاذیب کے ذریعہ اپنے جہمی مرجی اماموں کے فضائل بیان کر کے کہنا کہ یہ خالص صحیح و تحقیقی باتیں ہیں کون سا طریق کار ہے؟

امام محمد اور علم حدیث:

اس عنوان کے تحت مصنف انوار نے یہ بدعنوانی کی کہ امام محمد نے اپنی کثرتِ حدیث دانی کی بدولت اہل الرای سے منحرف اہل حدیث امام عیسیٰ بن ابان کو چند دنوں میں اپنا ہم مذہب اور رفقیہ اور اپنا ایسا ساتھی بنا لیا کہ وہ امام محمد کا ساتھ چھوڑنا تھوڑی دیر کے لیے بھی گوارہ نہیں کرتے تھے، وہی عیسیٰ امام محمد کی کتاب "الحجج على أهل المدينة" کے راوی ہیں۔ عیسی بن ہارون نے اپنی کتاب میں دعوی کیا تھا کہ امام ابوحنیفہ نے احادیث صحیحہ کی مخالفت کی ہے۔ مامون الرشید نے عیسی بن ہارون کی کتاب کا رد اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ و بشر مریسی و یحییٰ بن اکثم و عیسیٰ بن ابان سے لکھوایا مگر مامون کو کسی کا جواب پسند نہیں آیا، صرف عیسی بن ابان کا جواب پسند آیا، انھیں عیسی بن ابان نے امام شافعی کی کتابوں کے رد میں "الحجج الكبير" لکھی، اس وجہ سے امام شافعی کو عراق چھوڑ کر جلد ہی مصر بھاگ جانے پر مجبور ہونا پڑا، امام شافعی و بشر مریسی کے رد میں قبول اخبار میں بھی عیسیٰ بن ابان نے کتبِ محمد بن حسن سے اخذ کر کے کتاب لکھی، ابوبکر رازی ان سے بہت نقل کرتے ہیں، وہ محدث کبیر اور علوم حدیث وفقہ کے جبال میں سے تھے۔[4]

ہم کہتے ہیں کہ جس طرح امام محمد بن حسن جہمی مرجی رائے پرست تھے اسی طرح عیسیٰ بن ابان بھی تھے، اس لیے اتحاد نظریہ وعقیدہ کی بنا پر دونوں میں توافق و محبت کا ہونا لازمی ہے، اہل سنت خصوصاً اہل حدیث امام مالک کے رد میں جہمیانہ رائے پرستی والے اکاذیب کو کسی کتاب میں مسطور کر دینا نہایت ذلیل وقبیح حرکت ہے، اس کی قباحت و رذالت خود اس کے نام سے ظاہر ہے، مامون الرشید بھی مرجی رائے پرست تھا، اسی بنا پر اسے عیسی بن ہارون ہاشمی کی جہمیت وارجاء و رائے شکن کتاب کے جواب کی فکر لاحق ہوئی، چار آدمیوں نے جو جوابات لکھے ان میں سے سب کو بیکار قرار دے کر صرف عیسی بن ابان والے جواب کو مامون کا پسند کرنا صرف اس بنا پر تھا کہ اس میں جہمیہ ومرجیہ و رائے پرستوں کی زیادہ سے زیادہ اکاذیب کے ذریعہ حمایت کی گئی تھی، اسماعیل و بشر مریسی جہمی ہی تھے مگر وہ ناکارہ تھے اور عیسی بن ہارون کے رد میں اتنے اکاذیب وتلبیسات کا استعمال نہیں کر سکے ہوں گے۔ یحییٰ بن اکثم کا حال جلد بیان ہونے والا ہے۔ امام شافعی و بشر مریسی کے شروط وقبول میں عیسی بن ابان کی کتاب ہم نے دیکھی نہیں اور نہ ہم امید رکھتے ہیں کہ فرقۂ کوثریہ و دیوبندیہ نے دیکھی ہو گی لیکن عیسی بن ابان کی مرتب کردہ امام محمد بن حسن کی

---

[1] ماحصل از مقدمه انوار (۱/ ۱۹۸)
[2] أخبار أبي حنيفة للصميري (ص: ۱۲۵ و ۱۲۶ و ۱۲۷ و ۱۲۸)
[3] اس کے ترجمہ کے لیے ملاحظہ ہو: لسان المیزان (۱/ ۲۱۹ و ۲۲۰)
[4] مقدمه انوار (۱/ ۱۹۸ و ۱۹۹)

"الحجج علی أهل المدینة" ہم نے دیکھی ہے، نیز اس پر فرقۂ دیوبندیہ کے علامۂ عصر مفتی مہدی حسن کی تعلیقات بھی دیکھی ہیں، یہ کتاب تلبیسات وتدلیسات واکاذیب سے بھری ہوئی ہے، اس کی کسی قدر تفصیل اس کتاب میں آنے والی ہے۔
جہمیہ مرجیہ واہل الرائے نے مسلک کتاب وسنت کو مٹا کر جہمیت ومرجیت ورائے پرستی کو اہل اسلام پر مسلط کرنے کی جان توڑ کوشش اپنی تولید کے زمانے سے لے کر آج تک کر رکھی ہے اور امید ہے کہ آئندہ بھی کرتے رہیں گے مگر حامیانِ حق اپنی تمام تر بے بضاعتی کے باوجود فرقۂ جہمیہ مرجیہ اہل الرای کو ایک قدم بھی چلنے نہیں دیں گے، اپنی تعداد بڑھا لینے کا مطلب غلبہ سمجھنا بھی اس فرقہ کی تکذیب حقائق ہے، قرآن مجید نے اکثر الناس بد مذہب لوگوں کی بہت سارے مقامات پر مذمت کی ہے، جہمیت مرجیت ورائے پرستی اسلام کے خلاف زور آزمائی کی خاطر قائم ہوئی ہے، اس کی قباحت صرف اس بات سے ظاہر ہے کہ خود جہمیہ مرجیہ اہل الرای کے اپنے جہمی مرجی رائے پرست ہونے سے ہزاروں تلبیسات کے ذریعہ انکار کرتے ہیں مگر ؎

نہاں کے ماند آں رازے کز وسازند محفلہا

ابوبکر الرازی اگر عیسی بن ابان کی کتابوں سے بکثرت نقل کرتے ہیں تو کیا ہوا؟ ابوبکر رازی بھی جہمی ومعتزلی تھے ؎

خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب اصحاب کا ناآشنائے نصوص ہونے کے سبب مخالفینِ نصوص ہونا اظہر من الشمس ہے، لہٰذا ان کے غالی معتقدین ومقلدین کے رد میں محدثین خصوصاً امام شافعی نے جو ردود وجوابات لکھے ہیں ان کی بابت جہمیہ ومرجیہ و رائے پرستوں کا یہ زعم باطل قائم کر لینا کہ ہمارے ائمہ جہمیہ مرجیہ واہل الرای نے محدثین کا کامیاب رد لکھا ہے "ایں خیال است ومحال است وجنوں" کے مترادف ہے۔

عقائد میں امام محمد کے اقوال:

ثقہ ائمہ کرام کے اقوال ہم نقل کر آئے ہیں جنھوں نے نہایت صراحت کے ساتھ امام محمد کو جہمی کہا ہے، مصنف انوار اور ان کے فرقۂ کوثریہ ودیوبندیہ وحنفیہ کو اس امر واقع کی حقیقت سے انکار ہے، اسے یہ لوگ امام محمد پر اتہام وبہتان قرار دیتے ہیں، یعنی کہ یہ کذابین ان ائمہ اعلام وثقات کو بھی اپنے ہی طرح کا کذاب سمجھتے ہیں جس طرح کے کذاب وتلبیس کار ہونے پر انھیں ناز و نخرہ اور گھمنڈ ہے۔ مذکورہ بالا عنوان کے تحت فرقۂ کوثریہ دیوبندیہ کے کذاب ترین شخص مصنف انوار نے کہا ہے:

> "حافظ ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن الحسن ابن منصور طبری نے شرح السنۃ میں امام محمد کا قول نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن کو مخلوق کہے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔"[1]

یہ روایت اسی پر ختم ہوگئی ہے، اس کے بعد مصنف انوار نے اپنے طریق پر تین سے زیادہ سطروں میں بدعنوانی والی ہرزہ سرائی کی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ محدثین کرام پر مثالب ابی حنیفہ میں مکذوبہ وغیر معتبر روایات مثالب ابی حنیفہ میں نقل کرنے کا بار بار الزام واتہام لگانے والے مصنف انوار اور ان کے ہم مذہب وہم مشرب نے امام لالکائی کی جس روایت کو دلیل وحجت بنا لیا ہے ان کی

[1] مقدمہ انوار (۱/ ۱۹۹)

یہ مستدل روایت رواۃِ ثقات اور ائمہ کبار کے بیانات کے قطعاً وصریحاً خلاف بھی ہے، اس کا معتبر ہونا ثابت کیے بغیر حجت بنانا دیانت داری وحقیقت پسندی کے کس اصول سے جائز ہے؟ امام لالکائی ابو القاسم ہبۃ اللہ بن الحسن بن منصور الطبری (متوفی ۴۱۸ھ) نے مصنف انوار کی مستدل روایت کی سند اس طرح بیان کی ہے:

"سمعت إسماعيل بن الحسين البخاري المعروف بالزاهد يقول بالري: قال: سمعت أبا محمد سهل بن عثمان بن سعيد قال: حدثنا أحمد بن خالد والخليل بن الخليل قال: سمعت أبا عبد الله بن أبي حفص قال: سمعت أبا عصمة سعد بن معاذ الدورقي يقول: سمعت أبا سليمان الجوزجاني يقول: سمعت محمد بن الحسن يقول: من قال: القرآن مخلوق. فلا تصلوا خلفه." [1]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار کی دلیل بنائی ہوئی اس روایت کی سند کے ایک راوی ابوسلیمان موسیٰ جوزجانی حنفی کے علاوہ سب کے سب مجروح ہیں یا مجہول، زیادہ تر مجہول ہیں اور مجہول رواۃ کا بہت بڑا کذاب ہونا بھی مستبعد نہیں۔ متعدد ائمہ ثقات نے امام محمد بن حسن کو جہمی مرجی کہا ہے، ان کے اس قول صریح کے بالمقابل مصنف انوار کی دلیل بنائی ہوئی یہ مکذوبہ روایت کوئی وزن نہیں رکھتی، محمد بن حسن کا بذات خود کذاب ہونا ثابت ہے یہ بعید نہیں کہ حسب مصالح کبھی کبھار انھوں نے عقیدۂ خلقِ قرآن سے انکار بھی کیا ہو۔ ہمارا تمام دنیائے احناف کو قیامت تک کے لیے چیلنج ہے کہ مذکورہ بالا روایت کا معتبر ہونا اور امام محمد کا غیر جہمی وغیر مرجی ہونا ثابت کریں، ہمارا دعوی ہے کہ وہ اسے تا قیامت نہیں ثابت کر سکتے۔ اگر دم ہے تو کر کے دکھائیں!

مصنف انوار کا شکوہ بیجا:

مصنف انوار نے اپنے جملہ اکاذیب کے ساتھ اپنے اماموں کو کسی نہ کسی طرح عقیدۂ خلق قرآن کا قائل مانتے ہوئے کہا کہ ہمارے اماموں کو محدثین خصوصاً امام ابن ابی حاتم نے جہمی کہنے میں غلو سے کام لیا ہے۔[2] اس کا مطلب یہ ہے کہ مصنف انوار و کوثری کسی نہ کسی طرح ہیر پھیر سے کام لیتے ہوئے اپنے اماموں کے جہمی ہونے کے معترف ہیں، جس بلوغ الامانی کے حوالے سے مصنف انوار نے یہ بات لکھی ہے وہ کوثری ہی کی کتاب ہے۔

تنبیہ:

مصنف انوار کی مذکورہ بالا مستدل روایت سے پہلے ایک اور روایت میں بھی امام محمد کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ وہ عقیدۂ خلق قرآن کے منکر تھے۔[3]

معلوم نہیں کیوں مصنف انوار نے اسے یہاں دلیل بنانے سے اعراض کیا ہے، حالانکہ مکذوبہ ہونے میں ان کی مستدل روایت اس سے کم نہیں، اس کی سند میں مکرم ہیں جن کی کتاب مناقب ابی حنیفہ مجموعۂ اکاذیب ہے۔ (کما تقدم مرارا) اور مکرم نے اسے احمد بن عطیہ المعروف بابن المغلس سے روایت کیا ہے جس کا بے حد کذاب ہونا ہم ابتدائے کتاب میں بیان کر آئے ہیں۔

[1] شرح أصول إعتقاد أهل السنة والجماعة طبع اول الرياض سعوديه عربيه نمبر (١٤١٠٢، ٢/ ٢٧٠ و ٢٧١)
[2] مقدمه انوار (١/ ١٩٩) بحواله بلوغ الأماني (ص: ٥٢)
[3] كتاب السنة للالكائي روايت نمبر (٢٤٤، ٢/ ٢٧٠، نیز نمبر ٥١٩، ٢/ ٣٢٢)

محمد بن حسن کے عقائد سے متعلق تیسری و چوتھی روایت:

مصنف انوار نے امام محمد کے جہمی ہونے کے اثبات میں ائمہ ثقات کے خلاف مذکورہ بالا مکذوبہ روایت تقلید کوثری میں نقل کر کے دوسری روایات مکذوبہ بھی نقل کر رکھی ہیں جن کا حاصل یہ ہے:

۱۔ لالکائی نے ہی امام محمد کا قول حدیث "إن اللّٰه ينزل إلى سماء الدنيا" اور اس طرح کی دوسری احادیث، جو صفات باری میں مروی ہیں، کو نقل کیا کہ ہم بھی انھیں روایت کرتے اور ان پر ایمان رکھتے ہیں لیکن ان کی تفصیل و تفسیر میں نہیں جاتے۔

۲۔ فقہائے شرق و غرب متفق ہیں کہ قرآن مجید پر ایمان رکھنا اور صفات باری میں مروی احادیث معتبرہ پر ایمان رکھنا بغیر تفسیر و تفصیل ضروری ہے ورنہ آدمی طریق نبوی سے خارج ہو جاتا ہے جو شخص جہم کی طرح بات کرے وہ جماعت سے خارج ہو جاتا ہے، اس قول سے ان کی مکمل تردید ہو جاتی جو امام محمد کو خلق قرآن کا قائل و داعی بتلاتے ہیں۔ افسوس کہ امام بخاری وغیرہ نے بھی اس معاملہ میں احتیاط نہیں برتی اور امام محمد کو جہمی کہا جیسا کہ ہم دوسری جگہ لکھ چکے ہیں۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ یہ سب مصنف انوار کی تدلیس ہے، امام لالکائی نے پہلی والی روایت کی طرح چوتھی روایت بھی نقل کر دی ہے، دونوں کی سند بالترتیب ملاحظہ ہو:

(۱) أخبرنا أحمد بن محمد بن حفص ثنا محمد بن أحمد بن سلمة ثنا أبو محمد سهل بن عثمان بن سعيد بن حكيم السلمي قال: سمعت عبد اللّٰه بن أبي حنيفة الدوسي يقول: سمعت محمد بن الحسن يقول... الخ

(۲) أخبرنا أحمد نا محمد بن أحمد بن سليمان ثنا أبو علي الحسن بن يوسف بن يعقوب ثنا أبو محمد أحمد بن علي بن زيد الغجدواني قال: ثنا أبو عبد اللّٰه محمد بن أبي عمرو الطواويسي قال: ثنا عمرو بن وهب يقول: سمعت شداد بن حكيم يذكر عن محمد بن الحسن ... الخ.[2]

ان دونوں سندوں کے اکثر رواۃ مجہول ہیں جو سب کے سب یا ان میں سے کوئی ایک کذاب ضرور ہے کیونکہ ائمہ ثقات نے امام محمد کو جہمی و مرجی کہا ہے، ظاہر ہے کہ ائمہ ثقات کے خلاف مجہول رواۃ یا تو سب کے سب کذاب ہیں یا ان میں کوئی ایک ضرور کذاب ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس روایت میں جن محمد بن حسن کی طرف قول مذکور منسوب ہے وہ بذات خود کذاب ہیں، جو حسب مصالح و حسب ضرورت و حسب مواقع باتیں کرنے کے عادی تھے۔ اگر مصنف انوار یا ان کے گروپ کے کسی بھی فرد میں دم ہو تو ان اسانید کے رواۃ کا معتبر ہونا اور علت قادحہ سے محفوظ ہونا ثابت کر دکھائیں، ہمارا دعویٰ ہے کہ پورا فرقۂ جہمیہ و مرجیہ و معتزلہ و حنفیہ مل کر بھی ان اسانید کو خالی از علت معتبر ثابت نہیں کر سکتے۔ ؎

دیکھنا ہے کتنی طاقت بازوئے باطل میں ہے؟

جب مصنف انوار کی یہ روایات مکذوبہ ہیں اور مکذوبہ ہونے کے ساتھ روایات صحیحہ کے خلاف بھی تو مصنف انوار کی یہ

[1] ملخص از مقدمه انوار الباري (۱/ ۱۹۹)
[2] مقدمه انوار الباري (۱/ ۱۹۹)

کذب بیانی و ہذیان سرائی کیا معنی رکھتی ہے کہ ''اس سے ان لوگوں کی مکمل تردید ہو جاتی ہے جنھوں نے امام محمد کی طرف منسوب کیا کہ وہ خلق قرآن کے قائل وجہمی تھے اور داعیٔ جہمیت تھے؟'' کیونکہ اکاذیب کے ذریعہ حقائق ثابتہ کی مکمل تردید کیا بلکہ ذرہ برابر بھی تردید ہو سکتی ہے؟ یہ سارے اکاذیب مصنف انوار نے کوثری اور ارکان تحریک کوثری سے لیے ہیں، بھلا کذابین وتلبیس کار وعیار ومکار لوگوں سے حقائق کی تردید ہو سکتی ہے مصنف انوار کا یہ کہنا کہ ''امام بخاری وغیرہ نے امام محمد کو جہمی کہا۔'' مصنف انوار جیسے کذابین کے لیے وبال جان ہے کیونکہ امام بخاری کسی کی طرف کوئی بات بلا دلیل معتبر منسوب نہیں کرتے، امام بخاری کی بات سے قیامت تک فرقۂ اہل الرأی کے لوگ تلملاتے تڑپتے رہیں گے لیکن انھیں سکون نہیں مل سکتا۔

مصنف انوار کا پانچواں بڑا جھوٹ:

مصنف انوار نے کہا:

''محدث صیمری نے نقل کیا کہ امام محمد فرمایا کرتے کہ میرا امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کا وہی مذہب وہی ہے جو حضرت ابو بکر، عمر، عثمان وعلی کا تھا۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں حسن بن زیاد کذاب ہے اور اسی سند میں مکرم واقع ہیں جن کی کتاب مناقب ابی حنیفہ مجموعۂ اکاذیب ہے، نیز اس کے بعض اور رواۃ بھی مجروح ہیں۔[2] بھلا امام ابو حنیفہ ومحمد کا مذہب خلفائے راشدین والا مذہب ہو سکتا ہے جبکہ دونوں فریقین میں بنیادی فرق ہے؟ خلفائے راشدین ودیگر صحابہ کرام ایمان میں اعمال کو داخل مانتے اور ایمان میں کمی بیشی کا نظریہ رکھتے تھے جبکہ یہ لوگ ایسا نظریہ نہیں رکھتے تھے، امام ابو یوسف سے مختلف قسم کی باتیں مروی ہیں، وہ بقول امام ابو حنیفہ کذاب تھے اور رنگ برنگی باتیں کرنے کے عادی تھے۔ (کما تقدم)

مصنف انوار مزید کذب بیانی کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''امام محمد وابو حنیفہ کا ایمان کے بارے میں یکساں نظریہ تھا کہ ایمان دل کا اعتقاد اور زبان کا اقرار ہے، اس کے باوجود اگر کوئی تنگ دلی سے امام ابو حنیفہ ومحمد کو جہمی اور مرجی کہے تو وہ سنت سے اتنا دور ہے جتنی زمین آسمان سے دور ہے۔''[3]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار، ان کے فرقے اور ذیلی فرقوں کے افراد کا یہ بہت بڑا افراڈ اور جھوٹ ہے، ان کی یہ بات صداقت سے اتنی ہی دور ہے جتنا تحت الثری سے عرش الٰہی دور ہے، نصوص کتاب وسنت میں صرف اسی کو ایمان نہیں کہا گیا ہے جو مصنف انوار نے امام ابو حنیفہ ومحمد کا عقیدہ بتلایا ہے، مصنف انوار نے ایمان کا جو مفہوم بیان کیا ہے اسی کو جمہور اہل اسلام ارجاء وتجہم کہتے ہیں، پھر اس طرح کا عقیدہ رکھنے والے مرجی جہمی کیوں نہیں؟

امام محمد دوسرے اہل علم کی نظر میں:

اتنے سارے اکاذیب سے مصنف انوار اور ان کے فرقے والوں کی طبیعت سیر نہیں ہوئی تو مندرجہ بالا عنوان قائم کر کے

---

[1] مقدمہ انوار (۱/ ۱۹۹ و ۲۰۰)
[2] أخبار أبي حنيفة وأصحابه للصميري (ص: ۱۲۸ و ۱۲۹)
[3] ملخص مقدمہ انوار (۱/ ۲۰۰)

مصنف انوار نے لکھا:

''حافظ ابن ابی العوام نے اپنی سند سے امام مالک کا قول نقل کیا کہ مشرق سے ہمارے پاس اتنے لوگ آئے ہیں مگر معنویت والی گہرائی کی بات اس نوجوان (امام محمد) کے علاوہ کسی میں نہیں دیکھی۔''❶

ہم کہتے ہیں کہ ابن ابی العوام کی کتاب جس سند سے مروی ہے اس میں ایک شخص مصر کی باطنی رافضی حکومت کا آلۂ کار قاضی تھا، جو باطنی رافضی مذہب کے مطابق عدالتی فیصلے کرنے کے عہد نامہ پر دستخط کیے ہوئے تھا، اس باطنی حکومت کے آلۂ کار سے یہ کتاب اس کے بیٹے نے نقل کی جو مجہول ہے، اور اس بیٹے سے اس کے بیٹے نے نقل کی اور یہ بھی مجہول ہے جیسا کہ ہم کئی مرتبہ لکھ آئے ہیں، پھر تو یہ کتاب مجموعۂ اکاذیب ہوئی، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خدمتِ مالک میں امام ابوحنیفہ طفلِ مکتب کی طرح بیٹھا کرتے تھے۔ (کما تقدم) اور بقول مصنف انوار ۱۳۰ھ سے لے کر ۱۳۶/ ۱۳۷ھ تک امام ابوحنیفہ اپنے وطن سے فرار ہو کر حجاز میں رہے، مصنف انوار یہ کیوں نہیں بتلاتے کہ روپوشی کی یہ طویل مدت امام ابوحنیفہ نے کہاں گزاری؟ ظاہر ہے کہ وہ چوری چھپے حلقۂ امام مالک میں روپ بدل کر رہتے ہوں گے، پھر امام ابوحنیفہ کی بابت امام مالک نے جب وہ بات نہیں کہی جو مصنف انوار نے امام محمد کی طرف منسوب کی ہے تو امام محمد کی بابت کیا کہیں گے؟ اسی سے مصنف انوار کی مذکورہ بات نیز مکذوبہ کتاب کے حوالے سے اسے لکھنے کے سبب قطعی طور پر مکذوب ہے، یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ امام محمد درسگاہِ امام مالک میں داخل کیسے ہو گئے؟ کوئی جہمیانہ ومرجیانہ تکڑم بازی ضرور لگائی ہوگی۔

امام محمد کا کذاب ہونا خدمتِ امام مالک میں حاضر ہونے سے پہلے مشہور تھا:

مصنف انوار نے اپنی کذب بیانی جاری رکھتے ہوئے کہا:

''(۱) امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے کسی کو کلام کرتے ہوئے ایسا نہیں محسوس کیا کہ قرآن مجید اسی کی زبان پر اترا ہے سوائے امام محمد کے، میں نے ایک بختی اونٹ کا بوجھ ان سے لکھا ہے۔ (۲) میں اپنے پر امام مالک پھر امام محمد کا حقِ استاذیت مانتا ہوں، اگر لوگ فقہاء کی بابت انصاف کرتے تو جانتے کہ امام محمد جیسا کوئی فقیہ نہیں وہ تفقہ کے اسباب ووسائل پر اس طرح مطلع تھے کہ جس میں ایک حرف آگے پیچھے کرنے کی گنجائش نہیں۔''❷

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار کے مذکورہ بالا اکاذیب "أخبار أبي حنيفة و صحابه" (ص: ۱۲۲ و ۱۲۳) سے لیے گئے ہیں اور یہ تین روایات مکذوبہ کو جوڑ کر بنائے گئے ہیں، ان تینوں میں سے ہر ایک کی سند میں مکرم قاضی واقع ہیں جن کی کتاب مناقب ابی حنیفہ مجموعۂ اکاذیب ہے اور مکرم نے تینوں روایات کو احمد بن عطیہ المعروف بابن المغلس کی کتاب میں جمع کر دیا ہے، بھلا اکاذیب سے بھی کوئی فائدہ ہے سوائے انتہاءِ ضرر کے؟ صرف اتنی بات ثابت ہے کہ امام شافعی سے پہلی والی روایت معنوی طور پر بعض دوسری مکذوبہ سندوں سے بھی مروی ہے اگر فرقۂ جہمیہ ومرجیہ واہل الرأی میں کوئی دم ہو تو اس کا معتبر ہونا ثابت کرے۔

اس نے بختی اونٹ کے بوجھ بھر کتابیں امام محمد کی نقل کرا کے حاصل کیں اور انھوں نے امام محمد سے انکا سماع بھی کیا۔❸ امام

❶ ماحصل از مقدمه انوار (۱/ ۲۰۰)　❷ ملخص از مقدمه انوار الباري (۱/ ۲۰۰)

❸ آداب الشافعي و مناقبه لابن حاتم (ص: ۳۳) وعام كتب تراجم شافعي ومحمد.

محمد سے حاصل کردہ کتابیں علوم ابی حنیفہ وابی یوسف وعام اہل الرای پر مشتمل تھیں، انھیں امام شافعی نے کتابتاً وسماعاً ونقلاً اس لیے حاصل کیا کہ اجمالی طور پر انھیں معلوم تھا کہ یہ کتابیں نصوص واجماع وطریق صحابہ کے خلاف ہیں، ان کا نصوص واجماع وطریقِ صحابہ کے ذریعہ مردود و باطل ومکذوب ہونا ظاہر کرنا امام شافعی کا مقصد تھا اور انھوں نے یہی کیا تھا، چنانچہ انھوں نے فرمایا: "فوضعت إلى جنب كل مسئلة حديثا ردا عليه" یعنی امام محمد کے بیان سے حاصل شدہ کتابوں کے ہر مسئلہ پر میں نے ردلکھا اور اس کے بالمقابل حدیث تحریر کی۔ ❶

مصنف انوار کے امام الجہمیہ کوثری نے اس روایت پر یہ تعلیق لکھی ہے:

"هذا يدل على كمال استعداد الشافعي للتحمل وعظم رغبه في الرواية ولا يستلزم كما قيل أن يكون محمد أغزر منه علما و أخطر أثرا وأن علم الشافعي راجع إليه ومأخوذ عنه... الخ"

یعنی یہ روایت امام شافعی کے حصول علم میں کمال استعداد وعظمت رغبتِ روایت پر دلالت کرتی ہے، جو بعض جہمیت زدہ مرجیہ وحنفیہ کی طرف سے کہا جاتا ہے وہ غلط ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ اس سے امام محمد کا علم حدیث میں امام شافعی سے زیادہ ہونا اور علم شافعی کا مرجع امام محمد کا ہونا اور محمد سے انکا علم حاصل کرنا لازم نہیں آتا بلکہ حدیث نبوی کے مطابق کتنے فقہ کے پڑھانے والوں سے پڑھنے والے افقہ ہوتے ہیں، اللہ کا فضل وسیع ہے کسی ایک انسان پر منحصر نہیں نہ کسی زمان ومکان میں محصور ہے، امام شافعی امام محمد سے کہیں پہلے امام مالک وسفیان بن عیینہ سے پڑھ کر فارغ ہو چکے تھے جن کا مقام ومرتبہ امام محمد سے کہیں بلند ہے، محققین نے یہی صراحت کی ہے، امام ابن تیمیہ نے حجۃ علی مذہب اہل المدینہ (ص: ۳۹) میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے، ہر ایک کو جو فضیلت حاصل ہے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ❷

اسی کوثری کذاب نے اپنی اس حقیقت بیانی کے خلاف اپنی دوسری کتاب تانیب الخطیب میں امام شافعی کے خلاف زہر افشانی کی ہے اور ان کے علم کو علم امام محمد سے ماخوذ بتلایا اور امام محمد کو امام شافعی کا مربی وتربیت دینے والا کہا۔ مصنف انوار کے اس کذاب امام کوثری کا یہی تضاد اس کذاب کی تکذیب کے لیے کافی ہے۔

متواتر المعنی حدیث نبوی میں ہے کہ بعض لوگ اتنی خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھیں گے جن پر مخلص اہل اسلام رشک کریں گے مگر ان کی قرآن خوانی صرف ان کی زبان تک محدود ہوگی، حلق سے نیچے نہ اترے گی، وہ بدترین بددین قسم کے لوگ ہوں گے، ذرہ برابر بھی ان کے اندر ایمان نہ ہوگا۔ یہ معلوم ہے کہ جہمیہ وغالی مرجیہ اور کذب بیانی کے عادی لوگوں کی بڑی مذمت کتاب وسنت میں آئی ہوئی ہے۔

دوسری وتیسری والی روایات بھی معنوی طور پر مکذوبہ اسانید سے مروی ہیں اگر کسی جہمی مرجی اکاذیب پرست کو ان کے معتبر ہونے کا دعوی ہو تو دائرہ اصول اہل اسلام میں رہتے ہوئے اپنے دعوی کو ثابت کرے، ظاہری طور پر کچھ خوبیاں جہمیہ ومرجیہ واہل الرای میں ایسی رہتی ہیں خصوصاً مواعظ وخطبات میں جنھیں سن کر سماں بندھ جاتا ہے اور طبیعت بے خود ہو کر سماع میں مستغرق ہو جاتی

---

❶ آداب الشافعي لابن أبي حاتم (ص: ٣٤) و عام كتب تراجم.

❷ تعليق كوثري على آداب الشافعي (ص: ٣٣، نمبر: ٥)

ہے مگر وہ مصنف انوار جیسے بدعقیدہ وبدزبان کے نقطۂ نظر سے بھی نہایت بدعقیدہ وبدطینت وبدعمل اور بظاہر خوش اخلاق ہوتے ہیں۔

فرقہ مرجیہ وجہمیہ کے اساسی امام جعد بن درہم وجہم بن صفوان زندگی بھر مسلح اور غیر مسلح طور پر یہ زور دار تحریک حکومتِ وقت کے خلاف چلاتے رہے اور اسی بنیاد پر مقتول ہوئے کہ ہم کتاب وسنت علی منہاج النبوۃ والی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں، آج بھی بعض بڑے فرقے حکومت الٰہیہ قائم کرنے کی تحریک میں سرگرم عمل ہیں مگر ان کے عقائد ونظریات اور ظاہر وباطن کا زمین وآسمان والا فرق مصنف انوار اور ان کے فرقہ جیسے حقائق پوش سے بھی پوشیدہ نہیں۔

مصنف انوار مزید کذب بیانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''امام شافعی نے ایک دفعہ فرمایا کہ خدا نے میری مدد حدیث میں امام سفیان بن عیینہ سے اور فقہ میں امام محمد سے کی، جب پہلی بار میں حجرۂ محمد میں داخل ہوا تو بہت سے لوگ ان کے پاس بیٹھے تھے، میں نے امام محمد کا چہرہ حسین وجمیل، پیشانی چمکتی ہوئی، لباس بہترین پایا، میں نے ان سے ایک اختلافی مسئلہ پوچھا، میرا خیال تھا کہ اسے بیان کرنے میں وہ کمزور پڑیں گے یا غلطی کریں گے لیکن کڑی کمان کے تیر کی طرح مسئلہ کے جواب پر تیزی سے گزر گئے، اپنے مذہب کو قوی کر گئے اور کوئی غلطی بھی نہیں کی۔'' [1]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار کی تحریر کردہ یہ مکذوبہ بات ابن ابی العوام کی مکذوبہ کتاب میں مرقوم ہے اور حقیقت امر یہ ہے کہ بغداد آنے سے پہلے ہی امام شافعی اتنے بڑے عالم ہو چکے تھے کہ علوم اہل الرای کو دیکھتے ہی ان کا خلافِ نصوص وخلافِ اصول ہونا جان جاتے تھے، پھر ان کی تکذیب میں انھیں کیا دیر لگ سکتی تھی؟ تمام مراجع متفق ہیں کہ بغداد پہنچ کر اپنی استعداد کی بدولت خلیفہ کے منظور نظر اور انعام یافتہ ہونے کے بعد ہی اہل حدیثوں کی طلب پر امام شافعی نے کتبِ اہل الرای کی نقول امام محمد سے حاصل کیں اور فوری طور پر سب کا رد بلیغ لکھ دیا، جہمی مرجی رائے پرستی والے مذہب کی تمام تر بنیاد ہی خلافِ نصوص واصول ہے، پھر امام شافعی جیسے امام اہل حدیث کے سامنے کیسے ممکن تھا کہ کوئی بھی مسئلہ جہمیت مرجیت ورائے پرستی کے سرغنہ فوری طور پر صحیح بتلا سکیں؟

جہمیہ مرجیہ رائے پرست لوگوں کو امام محمد اور دوسرے ائمہ جہمیہ مرجیہ حسین وجمیل نظر آتے ہوں گے اپنی اس کج نگاہی کو ان لوگوں نے امام شافعی کی طرف منسوب کر دیا امام شافعی کی صرف ایک پھٹکار سے امام محمد کی بولتی بند ہوگئی کہ اہل مدینہ کے خلاف اپنی لکھی ہوئی کتاب کا نام ہی امام محمد کو رکھنے کا سلیقہ نہیں اور یہ کتاب اغلاط سے پر ہے، وہ امام شافعی کے کسی سوال کے سلسلے میں صحیح جواب کیا دے سکتے تھے؟ امام سفیان بن عیینہ یقیناً امام شافعی کے خصوصی اساتذہ میں سے تھے، امام محمد کو بھی شاگرد ابن عیینہ ہونے کا دعوی تھا مگر کذابین کے دعاوی عموماً مکذوب ہوتے ہیں۔

امام سفیان بن عیینہ نے امام ابوحنیفہ کے خلاف جو تبصرے کیے ہیں ان میں سے بعض کا ذکر ہماری اس کتاب میں گزر چکا ہے ان کا صرف یہی تبصرہ ایوان جہمیت مرجیت ورائے پرستی میں نہایت خوفناک زلزلہ پیدا کرنے والا ہے۔ اپنے ہی تقلیدی بھائی فرقۂ بریلویہ کی طرف سے قصر دیوبند میں برپا ہولناک زلزلہ فرقۂ دیوبندیہ کے لیے جان لیوا بنا ہوا ہے، فرقۂ دیوبندیہ نے اس کا جواب دینے کی لاکھ کوشش کی مگر اس کی ناکامی کا اعتراف خود فرقۂ دیوبندیہ کے بہت سارے اشخاص کو ہے۔

---

[1] ما حصل از مقدمه انوار (۱/ ۲۰۰)

امام شافعی پر مصنف انوار کے مزید اکاذیب (۱):

مصنف انوار کی طبیعت اتنے سارے اکاذیب سے سیر نہیں ہوئی تو اپنے امام الجہمیہ کوثری سے مزید جھوٹی باتیں نقل کرتے ہوئے موصوف بولے:

''ایک بار امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے امام محمد سے زیادہ فتاوی کا عالم نہیں دیکھا، گویا ان کو خدا کی جانب سے توفیق ملتی تھی، اور میں نے امام محمد جیسا حکمت و دانائی کی باتیں کرنے والا اور دوسروں کی ناسزا باتوں کو حلم وبردباری سے سننے والا نہیں دیکھا۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار نے یہ مکذوبہ بات اپنے سرغنہ کوثری کذاب سے نقل کی ہے اور کوثری نے اپنے ہی جیسے کذابین سے اسے نقل کیا۔ امام شافعی نے تو امام محمد اور ان کے فرقے کے مسائل مدونہ میں سے ہر ایک کے رد میں نص نبوی نقل کر دی اور وضاحت کر دی کہ امام ابوحنیفہ سے زیادہ خلافِ نصوص واصول مسائل پر مشتمل کتابیں لکھوانے والا میں نے کسی کو دیکھا ہی نہیں۔ یہ مسائل ابی حنیفہ مسائلِ محمد بھی ہیں، پھر امام شافعی مصنف انوار کی مذکورہ بالا مکذوبہ بات کیونکر کہیں گے؟ یہ بات گزر چکی ہے کہ بلا سبب امام محمد نے اپنے استاذ اور اپنے اساتذہ کے استاذ اور اساتذہ کے اساتذہ کے استاذ امام مالک کی شان میں امام شافعی کے سامنے لاف زنی کی کہ وہ علمی باتیں کرنے کے اہل نہیں، مگر امام شافعی نے ان کی اس بدزبانی وشوریدہ سری سے رجوع کروا کر یہ اقرار کرا ہی لیا کہ امام مالک کے بالمقابل امام ابوحنیفہ بالکل ناواقف ونادان اور نا قابلِ سخن ہیں، کیا امام محمد کی یہ شوریدہ سری تحمل وحلم وبردباری اور عقلمندی وصلاحیت علمی ومتانت دانش مندی ہے؟

ان اکاذیب کے باوصف مصنف انوار فرماتے ہیں کہ ''دوسرے اقوال ہم امام شافعی کے تذکرہ میں لکھ چکے ہیں۔''[2]

ہم بھی تنبیہ کر چکے ہیں کہ ہم مصنف انوار اور ان جیسے سارے کذابین وافاکین وبہتان طرازوں جہمیہ مرجیہ رائے پرستوں کا حلیہ بیرنگ کر کے رکھ دیں گے، مصنف انوار نے جھوٹ پر مبنی یہ حاشیہ لگایا کہ ''واضح ہو کہ ابن عیینہ کبار اساتذۂ شافعی واحمد میں سے ہیں امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں، فرماتے تھے کہ میری آنکھوں نے امام ابوحنیفہ جیسا نہیں دیکھا۔'' ہم کہتے ہیں کہ جہمیہ رائے پرست دیوبندیہ سب مل کر دائرہ اصول میں رہتے ہوئے اس بات کا ثبوت دیں۔

مصنف انوار کا کذب (۲):

مصنف انوار نے کہا:

''امام مزنی کے سامنے کسی نے امام محمد کا کوئی قول ذکر کیا، پوچھا کون محمد؟ بتلایا محمد بن حسن، فرمایا مرحباً خوب ذکر کیا، وہ کانوں کو اچھی باتوں سے اور دل کو علم وسمجھ سے بھر دیتے تھے، پھر فرمایا یہ میں ہی نہیں کہتا بلکہ امام شافعی بھی ایسا فرماتے تھے۔''[3]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار نے اپنے کذاب سرغنہ کوثری کی تقلید میں یہ بات کہی اور کوثری نے اپنے جیسے کذابین سے

---

[1] مقدمہ انوار (۱/ ۲۰۰) بحواله بلوغ المرام الأماني (ص: ٥٥)　[2] مقدمہ انوار (۲/ ۲۰۰)

[3] مقدمہ انوار (۱/ ۲۰۰ و ۲۰۱)

اس کو نقل کیا۔ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصیمری (ص:۱۲۴) میں یہ روایت جس سند سے مروی ہے اس میں قاضی مکرم واقع ہیں جن کی کتاب مناقب ابی حنیفہ مجموعۂ اکاذیب ہے، نیز اسی سند میں احمد بن عطیہ المعروف بابن المغلس ہے جس کا بہت بڑا کذاب وبہتان طراز ہونا ہم اوائل ''اللمحات'' میں واضح کر آئے ہیں، اس روایت میں محمد نہیں اصحاب محمد کا ذکر ہے، اور ظاہر ہے کہ اصحاب محمد کا حال وہی ہوگا جو محمد کا تھا، بہر حال یہ روایت بالکل الفاظہائے مکذوبہ ہے، اگر جہمیہ مرجیہ رائے پرستوں کو اس سے انکار ہو تو دائرہ اہل علم میں رہتے ہوئے اس کا معتبر ہونا واضح کریں اور یاد رکھیں کہ امام شافعی نے علومِ محمد پر کیا تبصرے کر رکھے ہیں؟

مصنف انوار کا کذب (۳):

مصنف انوار نے کہا:

''حضرت داود طائی نے بچپن میں امام محمد کو دیکھ کر فرمایا کہ اگر یہ بچہ زندہ رہا تو اس کی بڑی شان ہوگی۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ یہ جملہ اخبار ابی حنیفہ للصیمری (ص:۱۱۲) کی ایک طویل روایت کا ٹکڑا ہے، جس کی سند میں ''ابوبکر'' ہیں، یہ ابوبکر قاضی مکرم کی کنیت ہے جن کی کتاب مناقب ابی حنیفہ مجموعۂ اکاذیب ہے، اسی کو کذاب کوثری اور کوثری کے کذاب چیلوں بشمول مصنف انوار نے نقل کر رکھا ہے۔

مصنف انوار کا کذب (۴):

مصنف انوار نے کہا:

''امام ابو یوسف نے امام محمد کی ابتدائی جوانی میں حافظہ کی تعریف کی اور یہ بھی فرمایا کہ کیسی عمدہ تلوار ہے مگر اس میں ذرا سا زنگ ہے جس کو جلاء کی ضرورت ہے، بعد کو اعلم الناس فرماتے تھے۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ یہ بیان ہو چکا ہے کہ ابو یوسف کو محمد اور محمد کو ابو یوسف کذاب کہتے تھے، نیز دونوں کو عام ائمہ کرام نے کذاب کہا ہے خصوصاً امام ابوحنیفہ نے ابو یوسف کو کذاب کہا ہے (کما تقدم) بھلا کذابین کی باتوں کا کیا اعتبار؟

مصنف انوار کا کذب (۵):

مصنفِ انوار نے کہا:

''امام یحییٰ بن معین نے کہا کہ میں نے امام محمد کی شاگردی کی اور جامع صغیر پڑھی۔''[3]

ہم کہتے ہیں کہ یہ بات گزر چکی ہے کہ امام ابن معین نے امام محمد کو جہمی کذاب کہا، اور ابو یوسف نے کہا کہ اس کذاب یعنی امام محمد نے مجھ سے جو کتابیں نہیں پڑھیں انھیں مجھ سے پڑھنے کا دعویدار ہے، اور یہ معلوم ہے کہ جامع صغیر میں امام محمد نے امام ابو یوسف کی بیان کردہ باتیں بدعویٰ خویش نقل کر دی ہیں اور دونوں کا کذاب ہونا متحقق ہے، اس لیے اس کتاب کا مجموعۂ اکاذیب ہونا بھی متحقق ہے، ناظرین کرام گذشتہ صفحات میں دونوں کے حالات دیکھ لیں۔

---

[1] مقدمہ انوار (۱/ ۲۰۱) [2] مقدمہ انوار (۱/ ۲۰۱)

[3] مقدمہ انوار (۱/ ۲۰۱)

مصنف انوار کا کذب (٦):

مصنف انوار نے کہا:

''محدث حسن بن ابی مالک کے سامنے جب امام محمد کے مسائل پڑھے گئے تو فرمایا ابو یوسف بھی اتنی گہرائی میں نہ جاتے تھے۔''❶

ہم کہتے ہیں کہ مکذوبہ روایت مصنف انوار نے اپنے کذاب امام کوثری سے نقل کی اور کذاب کوثری سے اس کے سبھی کذاب چیلوں نے نقل کی اور کوثری نے اسے اپنے جیسے کذابین سے اپنی مکذوبہ کتاب بلوغ الامانی میں نقل کیا۔ ''محدث حسن بن ابی مالک'' بھی حنفی مقلد تھے اور امام ابوحنیفہ کو خلقِ قرآن کا معتقد بتلاتے تھے۔ (کما تقدم) ان محدث حسن بن ابی مالک کی نظر میں اگر ابو یوسف اتنی گہرائی میں نہیں جاتے تھے جتنی گہرائی میں امام محمد جاتے تھے تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ جتنی زیادہ کثرت سے امام محمد اکاذیب کو علوم کے نام پر معروف کرتے تھے اتنی کثرت سے جھوٹ ابو یوسف کی تحریروں میں نہیں ہوتا تھا۔

مصنف انوار کا کذب نمبر (٧، ٨، ٩):

مصنف انوار نے کہا:

''(١) صیمری نے ابوعبید سے نقل کیا کہ میں نے امام محمد سے زیادہ کتاب اللہ کا جاننے والا نہیں دیکھا۔'' (٢) ''اور کہا کہ امام محمد عربیت وحساب میں بڑے ماہر تھے۔''❷

ہم کہتے ہیں کہ صیمری کے حوالے سے دونوں جملوں کی نقل میں مصنف انوار نے تدلیس بھی کی اور کذب نوازی وکذب پرستی تو خیر کی ہی ہے، پہلا جملہ کتاب صیمری (ص: ١٢٣و١٢٤) میں ایسی سند سے منقول ہے جس میں مکرم واقع ہیں، ان کی کتاب مناقب ابی حنیفہ مجموعۂ اکاذیب ہے، اسی سند میں ابن مغلس جیسا کذاب بھی واقع ہے جس قوم کو کذابین کی باتیں ہی دین وایمان بنانے کا ذوق ہو اس پر جس قدر بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔ اگر امام محمد فی الواقع کتاب اللہ کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہوتے تو وہ بہت بڑے کذاب، جہمی، مرجی، رائے پرست، بدزبان، دریدہ دہن، لغو ولایعنی بکواسات کے عادی نہ ہوتے، مصنف انوار کا نقل کردہ دوسرا جملہ کذاب کوثری کے جمع کردہ اکاذیب سے ہے، عربیت وحساب دانی میں بڑے ماہر تو جاہل عربوں میں بھی بہت سے تھے، بدعقیدگی وکذب بیانی وبدزبانی وغیرہ جیسے اوصاف کے ہوتے ہوئے یہ وصف کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے؟

مصنف انوار کا کذب نمبر (١٠):

مصنف انوار نے کہا:

''محمد بن سلام فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امام محمد کی کتابیں نقل کرانے میں دس ہزار روپے خرچ کیے، اگر مجھے ان چیزوں کا پہلے علم ہو جاتا جو بعد کو ہوا تو رجل صالح امام محمد کی کتابوں کے سوا دوسروں کی کتابوں پر وقت صرف نہ کرتا۔''❸

ہم کہتے ہیں کہ معتبر باتیں لکھنے کے جھوٹے دعویدار مصنف انوار نے مذکورہ بالا بات کردری سے نقل کی ہے جس کی سندیں حذف کر دی گئی ہیں، پھر مصنف انوار کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ سند معتبر ہے؟ اس روایت کا مکذوب ہونا اس کے مضمون ہی سے ظاہر ہے۔

❶ مقدمہ انوار (١/ ٢٠١)　❷ مقدمہ انوار (١/ ٢٠١)　❸ مقدمہ انوار (١/ ٢٠١، بحوالہ کردری)

مصنف انوار کا کذب نمبر (۱۱):

مصنف انوار نے کہا:

''محدث و محقق کبیر عیسی بن ابان سے پوچھا گیا کہ ابو یوسف اُفقہ ہیں یا محمد؟ فرمایا دونوں کی کتابوں سے اندازہ لگا لو، یعنی محمد زیادہ فقیہ ہیں۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ عیسی بن ابان بھی امام محمد کی طرح جہمی تھے اور ''کند ہم جنس با ہم جنس پرواز'' کے مطابق انھیں امام محمد کا ابو یوسف سے افقہ نظر آنا فطری بات ہے، ویسے دونوں کذاب تھے، ان کی کتابیں اکاذیب ہی پر مشتمل ہیں۔ نیز یہ روایت مکذوبہ ہے جسے مصنف انوار کے کذاب امام کوثری نے بلوغ الامانی (ص: ۵۷) میں نقل کیا ہے۔ عیسی بن ابان جیسے جہمی کو ممدوح قرار دینا کون سا طریق ہے؟ اس مکذوبہ روایت کی سند کا دار و مدار کلامِ مکرم پر ہے۔[2] بہر حال یہ روایت مکذوبہ ہے۔

امام محمد کی توثیق:

مصنف انوار نے عنوان مذکور کے تحت یہ بدعنوانی کی ہے:

''خطیب نے علی بن مدینی سے توثیق نقل کی، اسی طرح منتظم میں ابن جوزی سے، تعجیل المنفعۃ میں حافظ ابن حجر سے بھی توثیق ثابت ہے، حافظ ذہبی نے مناقب میں لکھا کہ امام شافعی نے حدیث میں امام محمد سے حجت پکڑی، میزان الاعتدال میں کہا کہ نسائی وغیرہ نے حفظ کے اعتبار سے امام محمد کی تضعیف کی، حالانکہ وہ علم حدیث وفقہ کے بحور تھے، امام مالک سے روایت حدیث میں قوی تھے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص امام مالک سے چند روز کے اندر احادیث سن کر ان کی روایت میں قوی مانا گیا ہو وہ ان احادیث کے یاد رکھنے میں کس طرح ضعیف قرار دیا جاسکتا ہے جبکہ سننے سنانے میں ساری عمر صرف کی مگر اہل جرح کا عجیب حال ہے، وہ بقول حافظ ابن دقیق العید دوزخ کے کنارے بیٹھے ہیں، یعنی کوئی جنت کا ٹھیکدار بنتا ہے، انھوں نے دوزخ کا ٹھیکدار بننا پسند کیا ہے..الخ۔''[3]

مصنف انوار نے اپنے امام الجہمیہ کوثری اور ارکان تحریک کوثری کی لے میں لے ملا کر مذکورہ بالا اپنی عبارت میں جو تلبیس وتدلیس و دروغ بافی وکذب بیانی و مغالطہ اندازی اور اسی نوع کے سارے فن استعمال کیے ہیں ان کی تکذیب ہمارے لکھے ہوئے ترجمہ محمد میں ملاحظہ کیجیے نیز امام ابن المدینی کو مصنف انوار کے امام الجہمیہ کوثری نے مجروح قرار دیا ہے۔[4] لہٰذا جب مصنف انوار نے اپنے کذاب امام الجہمیہ کوثری کی تقلید کو اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے تو تجریح ابن المدینی میں اسی امام الجہمیہ کی تقلید کیوں نہیں کی؟ حافظ خطیب کے خلاف مصنف انوار سمیت تمام جہمیہ مرجیہ رائے پرستوں نے تجریح کے انبار لگا رکھے ہیں، پھر یہاں حافظ خطیب کی نقل پر ان کذابین دجالین مدلسین وتلبیس کاروں نے اعتماد کیوں کر لیا؟ کیا اپنے مجروح قرار دیے ہوئے ابن المدینی کی توثیق امام محمد کو قبول کرنا جہمیہ مرجیہ رائے پرستوں بشمول مصنف انوار کے لیے جائز بھی ہے؟ اگر ہاں تو مصنف

---

[1] مقدمه انوار (۱/ ۲۰۱) بحواله بلوغ الأماني (ص: ۵۷)

[2] أخبار أبي حنيفة للصيمري (ص: ۱۲۹ و ۱۳۰)　[3] مقدمه انوار (۱/ ۲۰۱)

[4] تانيب الخطيب مطبوع بيروت ۱۴۰۱هـ ۱۹۸۱ء (ص: ۲۴۸)

انوار سمیت ان لوگوں کا مضطرب ومتضاد ومتعارض پالیسی اختیار کرنا لازم آتا ہے، اور یہ بات مصنف انوار سمیت ان کی تمام پارٹی کی تکذیب کے لیے کافی ہے؟ اگر نہیں تو محمد کی توثیق ابن المدینی مصنف انوار اوران کی پارٹی کے نزدیک کالعدم ہوئی۔ ؎

خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

سنبھلتا نہیں جن سے اپنا دوپٹہ سنبھالیں گے کیا وہ بھلا دل کسی کا

کسی کذاب و ناآشنائے علم حدیث کو ''محدث ومحقق کبیر'' کہنا بھی بڑی کذب پرستی ہے، اس روایت کا راوی محمد بن سلام خزاعی مجہول ہے۔[1] یہ ضرور کوئی کذاب ہے۔

[1] الضعفاء للعقيلي مع حواشي (٤/ ٨٢)

امام محمد کے معمولات

مصنف انوار کا بھاری جھوٹ نمبر (۱۲):

مذکورہ بالا عنوان کے تحت حسب عادت مصنف انوار نے بدعنوانی وکذب نوازی کرتے ہوئے کہا:

''محمد بن سلیمان کا بیان ہے کہ امام محمد نے رات کے تین حصے کیے، ایک سونے کے لیے، دوسرا نماز کے لیے تیسرا درس کے لیے، وہ بہت زیادہ جاگتے تھے، کسی نے کہا آپ سوتے کیوں نہیں؟ فرمایا میں کس طرح سو جاؤں؟ مسلمانوں کی آنکھیں ہم پر بھروسہ کرکے سوئی ہیں، جب ہمیں مشکل اور شریعت کی دشواری پیش آتی ہے تو ہم اس کو خدا کے سامنے رکھتے ہیں، وہ اسے حل کر دیتا ہے، ہم بھی سو جائیں تو دین ضائع ہو جائے گا۔'' ❶

اس مکذوبہ روایت میں فرقہ جہمیہ ومرجیہ نے یہ ظاہر کرنے کی ناپاک مذموم سازش کی ہے کہ اکاذیب سے معمور مسائل جہمیہ پر مشتمل کتابوں کے مسائل نعوذ باللہ اللہ رب العالمین کے بیان کردہ ہیں، تعالی اللّٰہ عما تقول الجهمية والمرجئة علوا كبيرا اس بد باطن فرقہ کی فتنہ سامانیاں وبلا خیزیاں اس حد کو پہنچی ہوئی ہیں کہ نصوص واصول واجماع کے خلاف اکاذیب پر مشتمل کتابیں اللہ تعالی کی طرف منسوب کرنے کی جرأت بھی کرتا ہے۔ نعوذ باللہ۔ غالی ترین باطنی روافض ویہود اور مصنف انوار کے فرقۂ کذابیہ میں کوئی بھی معنوی فرق نظر نہیں آتا۔

مصنف انوار کا جھوٹ نمبر (۱۳):

مصنف انوار نے کہا:

''امام طحاوی نے کہا کہ میں نے اپنے استاذ قاضی ابن ابی عمران سے سنا کہ امام محمد رات دن میں تہائی قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔'' ❷

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار کا خود دعوی ہے کہ امام محمد دن بھر تصنیفِ کتب میں مصروف رہتے، ایک لفظ ضرورۃ بھی نہیں بولتے تھے، پھر وہ تلاوت قرآن مجید کیونکر کرنے لگے؟ کیا اس کا کوئی معتبر ثبوت ہے کہ جہمی مرجی بطور عبادت تلاوت کرنے کا روادار ہوتا ہے؟ امام الجہمیہ جہم بن صفوان تو بہت دنوں تک مسائل جہمیت حل کرنے کے لیے فرض نماز بھی پڑھنے کا روادار نہ تھا، پھر اس کے مقلدین کب سے اتنے بڑے دین دار ہونے لگے؟ امام طحاوی کی طرف یہ مکذوبہ روایت کذابین نے منسوب کر دی ہے۔

مصنف انوار کا جھوٹ نمبر (۱۴):

مصنف انوار نے کہا:

---

❶ مقدمه انوار (۱/ ۲۰۱)　　❷ مقدمه انوار (۱/ ۲۰۱)

''محدث بکر بن محمد فرمایا کرتے کہ ابن سماعہ وعیسی بن ابان نے ایسی اچھی نماز پڑھنی امام محمد سے سیکھی۔'' [1]

ہم کہتے ہیں کہ جہمیہ ومرجیہ کب سے اچھی نماز پڑھنے لگے جبکہ ان کی نماز نصوص کے خلاف ہوا کرتی ہے؟!

تنبیہ بلیغ:

اپنے اصول سے منحرف مصنف انوار اینڈ کمپنی نے بحوالہ خطیب جو ابن المدینی کی طرف توثیقِ محمد منسوب کی ہے وہ مصنف انوار اینڈ کمپنی کی تلبیس وتدلیس وعیاری ہے۔ روایت خطیب میں صرف یہ ہے کہ ابن المدینی کے صاحب زادے عبداللہ نے کہا:

"سألته عن أسد بن عمرو والحسن بن زياد اللؤلؤي ومحمد بن الحسن فضعف أسدا والحسن بن زياد وقال: محمد بن الحسن صدوق." [2]

''میں نے اپنے باپ ابن المدینی سے اسد بن عمرو، حسن بن زیاد اور محمد بن حسن کی تجریح وتوثیق کے متعلق پوچھا تو انھوں نے اسد اور حسن بن زیاد کو ضعیف قرار دیا اور محمد کو ''صدوق'' کہا۔''

مصنف انوار سمیت تمام جہمیہ مرجیہ رائے پرست ابن المدینی کی یہ پوری بات نہیں مانتے بلکہ یہودیوں کی تقلید کرتے ہوئے ﴿أفتؤمنون ببعض الكتاب وتكفرون ببعض﴾ پر عمل کرتے ہیں۔ یہ لوگ ایک ہی سانس میں ابن المدینی کی تجریح اسد وحسن بن زیاد کو نہیں مانتے مگر ''توثیق محمد'' کو مانتے ہیں، جہمیہ مرجیہ اہل الرای میں اسی طرح کی دوغلی و دو رخی تدلیسی وتلبیسی عادت پائی جاتی ہے، اسی لیے وہ عام علماءِ اسلام کی نظر میں مجروح وناپسندیدہ ہوا کرتے ہیں، پھر جسے کوئی امام ''صدوق'' کہے اسے لفظ ''توثیق'' سے تعبیر کرنا بھی دجل وفریب اور تلبیس ہی ہے کیونکہ ''صدوق'' اور ''ثقہ'' میں بہت فرق ہے، ایک راوی صدوق رہتے ہوئے بھی مختلف وجوہ سے ''غیر ثقہ'' ہوسکتا ہے، یعنی صدوق ہونا ثقہ ہونے کو مستلزم ہے نہ جہمی مرجی خارجی شیعی وغیرہ بدعت پرست ہونے سے مانع ہے۔

حاصل یہ کہ امام محمد کے حق میں ابن المدینی کے کہے ہوئے کلمہ صدوق کا جہمیہ مرجیہ رائے پرستوں نے اپنی دوغلی پالیسی کے مطابق کئی زاویوں سے بذریعہ تلبیس استحصال کیا ہے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جہمی حنفی حکومت نے ابن المدینی پر ظلم وستم کر کے جبراً نامناسب الفاظ کہلوا لیے اور موصوف نے تقیتاً یہ باتیں کہہ بھی دیں کیونکہ قرآن مجید وحدیث شریف میں اس کی اجازت ہے، اسی طرح جہمیہ حنفیہ نے دیکھا کہ کتب امام محمد ہی پر مذہب جہمی ومرجی وحنفی کا دارومدار ہے اور سارے اہل علم ان کو کذاب وغیر ثقہ قرار دینے پر متفق ہیں، اس لیے جہمی حنفی حکومت نے جبراً وقہراً ابن المدینی سے امام محمد کو ''صدوق'' کہلوا لیا، ظاہر ہے کہ اس سے حقیقت امر بدل نہیں سکتی اور ان حالات کے تحت محمد کو ابن المدینی کا صدوق کہہ دینا قطعاً مفید نہیں ہوسکتا جبکہ تمام ائمہ انھیں کذاب کہتے پر متفق ہیں، امام محمد کے کذاب ہونے کی صراحت اگرچہ چند ائمہ ہی نے کی ہے مگر جن لوگوں نے صراحت نہیں کی ہے اور سب کے درمیان امام محمد کو چند ائمہ کا کذاب کہنا شائع تھا، پھر بھی کسی نے اس کی تردید نہیں کی، اس لیے امام محمد کے کذاب ہونے پر کم از کم اجماع سکوتی ماننا لازم ہے۔

مصنف انوار کا کہنا کہ خطیب ہی کی طرح منتظم میں ابن جوزی نے بھی امام محمد کی توثیقِ ابن المدینی نقل کی ہے۔ مصنف

---

[1] مقدمه انوار (۱/ ۲۰۱)   [2] خطیب ترجمة محمد (۲/ ۱۸۱)

انوار اور ان جیسے کذابین نے منتظم لابن الجوزی کی اس جلد کو خواب میں بھی نہیں دیکھا جس میں ترجمۂ امام محمد ہے، منتظم ابن جوزی کی ابتدائی چار جلدیں ابھی منصۂ شہود پر نہیں آئیں اور صرف پانچویں جلد سے لے کر دسویں تک دائرۃ المعارف حیدر آباد ہند ۱۳۵۷ھ میں شائع ہوئی اور پانچویں جلد ۲۵۷ھ کے حالات سے شروع ہوتی ہے۔ امام محمد ۱۸۹ھ میں فوت ہوئے، اس لیے ان کا ترجمہ منتظم کی تیسری یا چوتھی جلد میں ہوگا جس کی ہوا بھی مصنف انوار اینڈ کمپنی کو نہیں لگی، البتہ کوثری نے اس کے مخطوط نسخہ سے اسے نقل کیا ہے اور ظاہر ہے کہ ابن الجوزی نے اسے خطیب ہی کے حوالے سے نقل کیا ہے، یہ بات مصنف انوار نے کوثری کی تقلید میں لکھی ہے منتظم دیکھ کر نہیں، یہ بھی مصنف انوار کا جھوٹ ہی ہے، اس میں شک نہیں کہ ابن جوزی نے تجریح محمد میں خطیب سے کہیں زیادہ اقوال تجریح نقل کیے ہوں گے جیسا کہ ان کی عادت سے ظاہر ہے مگر کوثری جیسے کذابین نے ان سے عمداً چشم پوشی کی۔ الحاصل امام محمد کی تصدیقِ ابن المدینی ائمہ کرام کی تکذیب محمد کے بالمقابل کالعدم ہے۔

حافظ ابن حجر اور توثیق امام محمد:

ہم اوپر نقل کر آئے ہیں کہ اپنی اور اپنی پارٹی کی عادت کذب بیانی کے زیر اثر مصنف انوار نے بحوالہ خطیب و ابن الجوزی امام محمد کی توثیقِ ابن المدینی تلبیس کے ساتھ نقل کر کے حافظ ابن حجر کی کتاب تعجیل المنفعۃ کے حوالے سے حافظ ابن حجر کی طرف توثیقِ محمد منسوب کی ہے۔ حالانکہ حافظ ابن حجر نے تعجیل المنفعۃ (ص: ۳۶۱) میں پہلے حافظ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حمزہ حسینی دمشقی کی کتاب "التذکرۃ برجال العشرۃ" میں واقع اس وہم پر متنبہ کیا کہ امام حسینی نے امام محمد بن حسن شیبانی کو وہم کا شکار ہو کر محمد بن حسن ازدی لکھ دیا ہے اور اس وہم پر ایک دلیل یہ دی کہ محمد بن حسن الازدی پر امام حسینی نے ''فع'' کا نشان لگایا ہے جس کا مطلب ہے کہ ان سے امام شافعی نے روایت کی ہے مگر امام شافعی نے محمد بن حسن ازدی سے نہیں بلکہ محمد بن حسن شیبانی سے روایت کی ہے، پھر حافظ ابن حجر نے ان کے متعلق بعض باتیں لکھ کر ابن مدینی سے ان کے ''صدوق'' ہونے والی بات نقل کی اور امام دارقطنی سے نقل کیا کہ وہ متروک نہیں ہیں۔ (ہم کئی بار بتلا چکے ہیں کہ متروک ہونا غیر معتبر ہونے کے منافی نہیں) اس کے بعد حافظ ابن حجر نے امام ابن معین سے ان کا ضعیف ہونا نقل کیا ہے اور ابن معین ہی سے "لیس بشيء لا یکتب حدیثه" ہونا نقل کیا، پھر امام عمرو بن علی فلاس سے بھی ان کا ضعیف ہونا نقل کیا اور امام ابو داود سے "لا شيء لا یکتب حدیثه" ہونا نقل کیا، پھر بحوالۂ امام ابو حاتم رازی کہا کہ کتاب السیر واقدی کذاب کی تصنیف کردہ کتاب ہے جیسے اصحاب محمد نے امام محمد کی کتاب قرار دے لیا، پھر بحوالۂ ابن سعد موصوف کا بذریعہ ہارون رشید قاضی رقہ بنایا جانا اور رقہ میں ہارون کے ساتھ جانا اور وہیں ۱۸۹ھ میں فوت ہونا اور اسی دن کسائی کا بھی رقہ میں فوت ہونا اور ہارون کا یہ کہنا کہ میں نے رقہ میں فقہ ونحو کو دفن کر دیا نقل کیا ہے، پھر حافظ ذہبی کی میزان سے نقل کیا کہ انھیں امام نسائی وغیرہ نے ''لین'' قرار دیا اور بحور العلم میں سے کہا اور امام مالک سے روایت کرنے میں قوی کہا۔

امام محمد کی بابت تعجیل المنفعۃ میں بسلسلۂ تجریح وتعدیل حافظ ابن حجر نے یہی بات کہی، حافظ ابن حجر کی پوری عبارت میں توثیقِ محمد کی طرف ادنی ترین اشارہ بھی نہیں ملتا، پھر مصنف انوار اور ان کے فرقۂ کذابہ کا حافظ ابن حجر کی طرف توثیق محمد منسوب کرنا خالص جھوٹ وفریب کے علاوہ اور کیا ہے؟ ان کی عبارت میں اکثر ائمہ سے امام محمد پر جرح قادح ہی منقول ہے صرف ابن المدینی سے ''صدوق'' منقول ہے جس کی توجیہ ہم کر چکے کہ ابن المدینی کا یہ قول کالعدم ہے اور صدوق ہونا متروک وغیر ثقہ

ہونے کے منافی نہیں۔ کسی کا بحور العلم میں سے ہونا بھی کذاب ومتروک وغیر ثقہ ہونے کے منافی نہیں، واقدی کا بحور العلم سے ہونا متحقق ہے مگر کذاب وغیر ثقہ ہونا بھی متحقق ہے، اسی طرح بہت سے رواۃ کا حال ہے، حافظ ابن حجر نے یہ بھی نقل کیا کہ امام شافعی وامام احمد بسلسلۂ علم امام محمد کی بہت تعظیم کرتے تھے مگر آداب الشافعی لابن ابی حاتم اور عام کتب رجال میں ہے کہ امام محمد امام شافعی کی تعظیم وتکریم کہیں زیادہ کرتے تھے، یہ معلوم ہے کہ کسی کا فصیح وخفیف الروح وکثیر التصنیف ہونا کذاب وغیر ثقہ ہونے کے منافی نہیں، اسی تعجیل المنفعۃ میں یہ بھی ہے کہ "ضعفه ابن حبان" یعنی امام محمد کو امام ابن حبان نے بھی ضعیف کہا ہے۔

امام محمد پر تجریح ابن حبان:

ہم کہتے ہیں کہ امام ابن حبان نے امام محمد کو صرف ضعیف ہی کہنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انھیں متروک اور داعیٔ ارجاء اور "ليس في الحديث بشيء" کہا اور ابن معین سے ان کا کذاب ہونا بھی نقل کیا، امام محمد نے نضر بن مساور سے سفارش کروائی کہ امام ابن المبارک انھیں کوئی کتاب پڑھا دیں تو امام ابن المبارک نے جواب دیا: "لا تعجبني شمائله" اس طرح کی بات امام محمد بن نضر نے کہی، اور امام ابن عیاض نے انھیں "غير ثقة والله ولا مأمون" کہا۔[1] امام ابن حبان کے یہ سارے بیانات ونقول امام محمد کے متروک وغیر ثقہ وغیر مامون وکذاب وساقط الاعتبار قرار دیے جانے کے لیے بہت کافی ہیں۔

حافظ ابن حجر نے مقدمہ تعجیل المنفعۃ (ص: ۵) میں کہا: "ومنها ما يورده مستدلا لغيره ويوهيه" اس کا حاصل یہ ہوا کہ امام شافعی نے امام محمد کو غیر معتبر کہا ہے، ان کی کتاب "الأم" مشتمل بر سات ضخیم جلد کو دیکھنے والا شک نہیں کر سکتا کہ امام شافعی نے امام محمد کو غیر معتبر کہا ہے، یہ معلوم ہے کہ کسی سے روایت کرنا دوسری بات ہے اور اسے ثقہ یا غیر ثقہ ماننا دوسری بات ہے۔

امام محمد پر تجریح حافظ ابن حجر:

حافظ ابن حجر نے تعجیل المنفعۃ میں اختصار سے کام لیا ہے، اپنی دوسری کتاب لسان المیزان میں امام محمد پر کئی ائمہ سے کذاب، جہمی، مرجی، داعی ارجاء، متروک، اپنے خصوصی فن رائے وقیاس میں غلط کا رونا کارہ و ناقابل التفات ومردود الشہادۃ، احادیث سے لاپرواہ اور احادیث کا مخالف و رائے پرست ہونا نقل کیا ہے، اور سبھی تجریحات کو برقرار رکھا ہے، یعنی وہ بھی ان اوصافِ قبیحہ سے امام محمد کو متصف مانتے تھے، پھر حافظ ابن حجر کی طرف توثیقِ محمد منسوب کرنا مصنف انوار اور ان کے ٹولے کے خالص کذاب ہونے کی صریح دلیل ہے۔

امام محمد پر تجریحِ امام ابن عدی:

امام حافظ ابن عدی نے امام محمد پر مذکورہ بالا ساری باتیں نقل کی ہیں۔ نیز یہ اضافہ کیا:

"اجتمع الناس على طرح هولاء النفر ليس يذاكر بحديثهم، ولا يعتد بهم، منهم محمد بن الحسن."[2]

"بشمول محمد بن حسن ان مذکورہ افراد کو متروک قرار دینے پر تمام لوگوں کا اجماع ہے، ان کی حدیث کا اعتبار کیا جائے نہ مذاکرہ کیا جائے۔"

---

[1] المجروحين لابن حبان (۲/ ۲۷٦)　[2] الكامل لابن عدي (٦/ ۲۱۸۳)

امام بخاری اپنی سند سے ناقل ہیں کہ امام منصور بن خالد نے امام محمد کو کہتے سنا:

"لا ينظر أحد إلى كلامنا يريد به الله"

''جو رضائے الٰہی کا طالب ہو وہ ہماری کتبِ مدونہ میں تحریر شدہ ہماری باتوں کا مطالعہ نہ کرے۔''[1]

مصنف انوار فرقہ جہمیہ مرجیہ اہل الرای سمیت اپنے امام محمد کے اس فرمان پر کیوں عامل نہیں؟ اگر عامل ہیں تو خود اپنے امام کی نظر میں آخرت سے منحرف اور دنیا پرست ہیں۔

روافض در بارۂ محمد بن حسن چہ می سرایند؟

ہماری مذکورہ بالا تفصیل ہی سے مصنف انوار اور ان جیسے کذابین واکاذیب پرستوں نے امام محمد بن حسن کی مدح سرائی میں کذب نوازی کی ہے اس کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے اور آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا؟

مصنف انوار مذکورہ بالا اکاذیب کے بعد بڑی شان سے فرماتے ہیں:

''سبط ابن الجوزی نے مرآۃ الزمان میں علمائے سیر سے امام محمد کا امام حجت اور تمام علوم میں متبحر ہونا نقل کیا ہے، اور عینی نے رجال معانی الآثار میں ابن جوزی کی کتاب الضعفاء کی اس امر کی روایت ودرایت سے تغلیط کی ہے کہ امام احمد وابن معین نے امام محمد کی شان میں کوئی تنقیص کی ہو۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ سبط ابن الجوزی امام ابن جوزی کا نواسہ ہوتے ہوئے کذاب رافضی اور مصالح کے مطابق کبھی کبھار حنفی بن کر ائمہ احناف ومذہبِ احناف کی مدح میں اکاذیب گھڑ کر لکھتا اور پھیلاتا تھا، وہ ۶۵۴ھ میں فوت ہوا، اس کا حال ہم گذشتہ صفحات میں بیان کر آئے ہیں، حنفی مصنف الجواہر المضیہ بھی معترف ہیں کہ بقول ذہبی یہ شخص منکر حکایات بیان کرتا تھا، جو باتیں کرتا تھا انھیں بیان کرنے میں غیر ثقہ تھا بلکہ وہ غیر معتدل بہکی بہکی مغالطہ والی باتیں کرتا، کبھی حنفی بن جاتا، کبھی رافضی، اس کی حمایت میں اس کی لکھی ہوئی کتاب بھی موجود ہے۔[3]

اس کذاب رافضی نے امام محمد کو امام حجت تمام علوم میں متبحر کہہ دیا تو رافضی صفت مصنف انوار جیسے پرستارانِ اکاذیب بہت خوش ہوئے اور ثقہ ائمہ کرام کی تجریحی باتوں کی طرف دھیان دینے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی، جھوٹ کی یہ قبیح ترین مذموم قسم ہے۔ سبط ابن الجوزی نے اپنے ثقہ اور مسلم امام فنون حافظ ابن الجوزی کی ائمہ احناف خصوصاً امام محمد کی بابت لکھے ہوئے اقوال سے صرف نظر کر کے اپنے اختراعی اکاذیب ہی کو دلیل وحجت بنا لیا، مصنف انوار کا یہ کہنا کہ حافظ ابن جوزی کی تغلیط عینی حنفی نے "رجال معاني الآثار" میں کر دی ہے، افسوس کہ ہم کو حافظ ابن الجوزی کی کتاب الضعفاء میسر ہے نہ منتظم کی تیسری چوتھی جلدیں، نہ عینی کی رجال معانی الآثار۔ عینی بہر حال مصنف انوار ہی جیسے بلکہ ان سے غالی تر متعصب تقلید پرست تھے، عینی وسبط ابن الجوزی جیسے غیر ثقہ تقلید پرستوں ہی سے سیکھ کر موجودہ جہمیہ مرجیہ رائے پرست لوگ ہذیان سرائی کر رہے ہیں۔ جو مراجع ہمارے سامنے ہیں ان کے بالمقابل سبط ابن الجوزی وعینی جیسے غیر ثقہ لوگوں کی باتوں کا مجموعہ اکاذیب ہونا

[1] الكامل (٦/ ٢١٨٢) بحواله بلوغ الأماني (ص: ٥٩)

[2] مقدمه انوار (١/ ٢٠١) وعام كتب رجال.

[3] الجوهر المضية (٣/ ٦٣٣ و ٦٣٤ ترجمة نمبر: ١٨٥ مطبوع دار العلوم رياض ١٣٩٩هـ ١٩٧٩ء)

متحقق ہے، ہمیں یقین ہے کہ مصنف انوار کو بھی عینی وسبط ابن جوزی وحافظ ابن جوزی کی محولہ کتابیں میسر نہیں، اس کا تمام تر سرمایۂ علم وفن کذاب کوثری امام الجہمیہ کی کتابیں بلوغ الامانی، لمحات النظر، تانیب وغیرہ ہیں جن میں موصوف نے ائمہ کے بیانات اور اصل عبارت میں تحریف وترمیم کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اکاذیب کثیرہ وتلبیسات کبیرہ بھی داخل کر دیے ہیں۔

امام محمد اور امام عقیلی:

امام عقیلی ابوجعفر محمد بن عمرو بن موسی بن حماد مکی (متوفی ۳۲۲ھ) نے بھی عام ائمہ جرح وتعدیل کی طرح اپنی معلومات کے مطابق تمام مجروح رواۃ کی طرح ائمہ احناف بشمول امام محمد کی بابت تجریحی کلمات جمع کر دیے ہیں، فرقۂ کوثریہ جہمیہ کے اہل قلم کوثری کے اکاذیب کو حقائق اور اپنا دین وایمان وتحقیق کہہ کر کے شائع کرنے میں بہت زمانے سے سرگرم عمل ہیں، ہمارے سامنے الضعفاء للعقیلی کا جو مطبوع نسخہ چار جلدوں پر مشتمل ہے، وہ فرقۂ کوثریہ ہی کی تحقیق وتحشیہ وتقدمہ کے ساتھ شائع ہوا ہے، ظاہر ہے کہ اپنے زعیم کوثری کی تقلید انھوں نے اس کے تقدمہ میں بھی کیا کی یعنی تحریف بازی، سخن سازی، اکاذیب وتلبیسات سے پُر حواشی وتعلیقات اس فرقہ نے عام کتابوں کی طرح اس پر بھی چڑھا رکھے ہیں۔

امام عقیلی نے ترجمہ نمبر (۱۶۰۶، ۵۲/۴) میں "محمد بن الحسن صاحب أبي حنيفة كوفي" کا عنوان قائم کیا اور اس عنوان ہی پر فرقہ کوثریہ کاذبہ خاطئہ نے باریک خط میں تقریباً دو صفحہ کا مکذوبہ حاشیہ چڑھایا ہے، جو کتاب عقیلی کے پانچ صفحات سے کم نہیں جبکہ امام عقیلی نے زیادہ سے زیادہ سوا صفحہ پر ترجمۂ محمد لکھا ہے، اسی سے فرقۂ کوثریہ کی جارحیت وچیرہ دستی کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے۔ حنفی امام ہشام بن عبیداللہ رازی نے رقہ میں کتب محمد کا سماع کرنے کے بعد امام محمد سے کہا:

> "قولك: أرأيت إلى من ينسب وسؤالك عمن ؟ قال: إنما هو سواد في بياض إن شئتم فخذوه وإن شئتم فدعوه." ❶

> ''آپ کا قول "أرأيت" اور سوال کس کی طرف منسوب کیا جائے؟ امام محمد نے کہا کہ میں نے یہ ساری باتیں سفید کاغذ پر سیاہ روشنائی سے لکھ دی ہیں، تم میری تحریروں کو سوال ہو یا جواب جس کی طرف چاہو منسوب کردو، خواہ تم ان پر عمل کرو یا متروک العمل قرار دو۔''

یعنی امام محمد جس طرح خود کذاب تھے اسی طرح اپنے شاگردوں کو بھی کذاب ہونے اور کذب پرستی اختیار کرنے کی تعلیم دیتے تھے، امام محمد کی اسی تعلیم کے مطابق ان کے شاگردوں نے واقدی کی کتابیں واقدی کے بجائے امام محمد کے نام سے شائع کردیں۔ کذب آفرینی، کذب نوازی، کذب پرستی کی کیا اس سے بدترین بھی کوئی مثال مل سکتی ہے؟ اسی بنا پر امام ابن عدی نے کہا:

> "الاشتغال بحديثه شغل لا يحتاج إليه، لأنه ليس من أهل الحديث فينكر عليه، وقد تكلم فيه من ذكرنا، وقد استغنى أهل الحديث عما يرويه محمد بن الحسن وأمثاله." ❷

> ''امام محمد کی حدیث سے اشتغال کی کوئی حاجت نہیں کیونکہ وہ اہل حدیث تھے ہی نہیں (بلکہ جہمی رائے پرست تھے) کہ ان کی کسی حدیث پر نقد ونظر کی جائے، ان پر ائمہ نے تجریح کی ہے جن کا ہم نے ذکر کیا، اہل حدیث امام محمد

❶ الكامل (٦/ ٢١٨٤)　❷ الكامل (٦/ ٢١٨٤)

اور ان جیسے لوگوں کی مرویات سے مستغنی ہیں۔‘‘

ناظرین کرام! امام ابن عدی اور دوسرے ائمہ کرام کی باتوں کو امام محمد کی بابت غور سے پڑھیں اور سوچیں کہ اس زمانے اور زمانۂ کوثری اور پہلے کے جہمیہ ومرجیہ رائے پرست کیوں مدحِ امام محمد بن حسن میں رطب اللسان ہیں؟

امام عقیلی نے ترجمہ محمد میں پہلی روایت یہ نقل کی ہے:

’’حدثنا أحمد بن محمد بن صدقة قال: سمعت العباس بن محمد البصري يقول: سمعت يحيى بن معين يقول: محمد جهمي كذاب.‘‘ [1]

سند مذکور سے منقول ہے کہ امام یحییٰ بن معین نے محمد بن حسن شیبانی کو جہمی کذاب کہا۔‘‘

تعلیق وتحشیہ نگار کے بہت بڑے فرائض میں سے یہ ہے کہ مصنف جس سند سے کوئی روایت نقل کرے اس کے رواۃ کے معتبر یا غیر معتبر ہونے کی صراحت کے ساتھ روایت وسند کے معتبر یا غیر معتبر ہونے کا حکم لگائے، اس کے متابع وشواہد ہوں تو ان کا ذکر کرے مگر اس طرح کا فریضہ انجام دینے سے فرقۂ کوثریہ کے بد دیانت وخائن وکذاب حاشیہ نگاروں نے بالکل ہی قصداً و عمداً نظر چرائی کیونکہ اس طرح کی علمی چوری وخیانت بھی اس فرقہ کے شیوہ وشعار میں سے ہے، ان بد دیانت حاشیہ نگاروں نے اس کی سند کے رواۃ ومتن وشواہد ومتابع سے قطعاً کوئی تعرض نہ کر کے اس کے پہلے ہی عنوان پر اپنا طویل وعریض تلبیس وتدلیس وعیاری والا حاشیہ چڑھا دیا، ان کی یہ بد دیانتی ودروغ بافی اگرچہ دنیا میں بہت کامیاب اور جہمیہ ومرجیہ رائے پرستوں کی نظر میں لائق تحسین مانی جاتی ہے مگر حامیانِ حقائق کی نظر میں ان کی دسیسہ کاری پوشیدہ نہیں، اور حساب وکتاب کا ایک دن مقرر ہے جس میں جہمیت وجہمیہ، ارجاء ومرجیہ واہل الرای سے ہر نقطہ وحرف ولفظ کا محاسبہ ہوگا، اگرچہ جہمیہ وغالی مرجیہ اور بہت سارے اہل الرای آخرت کی بہت سی باتوں کے منکر ہیں، جس طرح بہت ساری صفات باری کے منکر ہیں یا تحریف کی حد تک تاویل کرتے ہیں۔

ترجمہ احمد بن محمد بن صدقہ بغدادی:

امام عقیلی نے جس امام احمد بن محمد بن صدقہ سے یہ روایت نقل کی ہے انھیں ابوبکر احمد بن محمد بن عبداللہ بن صدقہ بغدادی (متوفی ۲۹۳ھ) بھی کہا جاتا ہے، موصوف اتنے زیادہ ثقہ تھے کہ انھیں امام دارقطنی نے تکرار کے ساتھ ’’ثقة ثقة‘‘ کہا ہے۔ امام ابن المناوی نے اپنی کتاب ’’أفواج القراء‘‘ میں ’’کان من الحذق والضبط علی نهاية ترضى بين أهل الحديث‘‘ یعنی موصوف علوم کے اتنے ماہر وضابط تھے کہ تمام اہل حدیث کے نزدیک متفق علیہ طور پر ’’مرضی‘‘ (پسندیدہ) یعنی ثقہ ومعتبر تھے، مطلب یہ کہ ان کی ثقاہت پر اہل علم واہل حدیث متفق ہیں۔‘‘ [2] امام ذہبی نے انھیں ’’حافظ متقن فقيه موصوف بالإتقان والتثبت‘‘ کہا جو بڑے اونچے درجہ کی توثیق ہے، نیز ذہبی نے انھیں ’’کان نقالا لکتب من القراءات ومسائله عن الإمام أحمد مدونة‘‘ کہا۔ [3]

---

[1] الضعفاء للعقيلي (٤/ ٥٦)　[2] خطيب (٥/ ٤٠ و ٤١)

[3] سير أعلام النبلاء (١٤/ ٨٣ و ٨٤) وطبقات الحنابلة (١/ ٦٤ و ٦٥) وتاريخ ابن عساكر (٢/ ٩٢) وتذكرة الحفاظ: (٢/ ٧٤٥ و ٧٤٦) وطبقات القراء للجزري (١/ ١١٩) وطبقات الحفاظ (ص: ٣١٤) وتهذيب ابن عساكر (٢/ ٥٨) وشذرات الذهب (٢/ ٢١٥)

ترجمہ عباس بن محمد دوری:

امام احمد بن محمد بن صدقہ نے یہ روایت امام عباس بن محمد دوری سے نقل کی ہے جو بہت بلند پایہ ثقہ ومصنف کتب خصوصا امام یحییٰ بن معین کے علوم کے تدوین کنندہ اور خصوصی شاگرد تھے، عام کتب رجال میں ان کا ترجمہ موجود ہے۔

بقول یحییٰ بن معین محمد بن حسن کذاب وجہمی ہیں:

امام ابن معین سے عباس دوری کے علاوہ امام محمد بن احمد اصفری نے بھی محمد بن حسن کا کذاب ہونا نقل کیا ہے۔[1] نیز ان دونوں کے علاوہ امام محمد بن سعد بن حسن بن عطیہ عوفی نے بھی ابن معین سے محمد بن حسن کا کذاب ہونا نقل کیا ہے۔[2] یہی بات معنوی طور پر ابن معین سے امام حسن بن حبان نے بھی نقل کی ہے۔[3] یہ بات امام احمد بن حنبل نے بھی کہی کہ محمد بن حسن کذاب ہیں۔[4] یہی بات اسد بن عمرو نے بھی کہی کہ محمد بن حسن کذاب ہیں۔[5] امام ہارون بن اسحاق نے کہا کہ محمد بن حسن اپنے زمانے کے فرقۂ مرجیہ کے سردار وسرخیل تھے۔[6]

امام محمد بن حسن کے کذاب جہمی ہونے کی صراحت ابن حبان وعقیلی:

حافظ ابن حبان نے کہا:

"صحب النعمان أياما يسيرة، يروي عن النعمان ويعقوب، وسمع من يعقوب عن النعمان وأكثر ما يقول عليه."[7]

''محمد بن حسن صرف چند ایام ابوحنیفہ کے مصاحب رہے، وہ امام ابوحنیفہ وابو یوسف سے روایت کرتے ہیں اور ان کی طرف محمد بن حسن نے بکثرت اکاذیب منسوب کیے ہیں۔''

ان تعلیق نگاروں نے مقدمہ الضعفاء للعقیلی میں جو یہ لکھا ہے کہ "کذب" و "یکذب" دوسرے درجہ کی تجریح ہے، اور اول سے لے کر چوتھے درجہ کی تجریح والے کلمات جس راوی کی بابت مستعمل ہوں اس کی روایت کو حجت بنانا، استشہاد کرنا جائز نہیں۔ وہ بالکل غیر معتبر ہے۔[8]

اس دعوی کوثریہ کی تکذیب کہ ابن معین وعجلی نے امام شافعی پر تجریح کی ہے:

اس فرقۂ کذابہ نے الضعفاء للعقیلی ترجمہ محمد بن حسن پر یہ تعلیق لگائی ہے کہ جس طرح امام شافعی پر ابن معین وعجلی کی تجریح اور امام بخاری پر ابوزرعہ رازی کی تجریح مردود ہے اسی طرح محمد بن حسن پر تجریحات واردہ بھی مردود ہیں۔ حالانکہ امام شافعی کی توثیق امام ابن معین نے بالصراحت کی ہے۔[9] امام شافعی پر امام عجلی کی تجریح کا کتب رجال میں پتہ نہیں۔

[1] المجروحين (٢/ ٢٧٦) [2] خطيب (٢/ ١٨٠) ولسان الميزان.
[3] خطيب (٢/ ١٨٠) ومتعدد كتب رجال. [4] خطيب (٢/ ١٨١) ومتعدد كتب رجال.
[5] الضعفاء للعقيلي (٤/ ٧٥٤) [6] الضعفاء للعقيلي (٤/ ٥٥) [7] المجروحين (٢/ ٢٧٥ و ٢٧٦)
[8] مقدمة فرقه كوثريه بر الضعفاء للعقيلي (ص: ٧٥٠)
[9] جامع بيان العلم لابن عبد البر (٢/ ١٦٠) والرواة الثقات (ص: ٦۔ ٩) وتهذيب التهذيب (٩/ ٢٩) والاحتجاج←

اس دعوی کوثریہ کی تکذیب کہ ابوزرعہ رازی نے امام بخاری کی تجریح کی ہے:

امام ابراہیم خواص نے کہا:

"رأيت أبا زرعة كالصبي جالسا بين يدي محمد بن إسماعيل البخاري يسأله عن علل الحديث." [1]

''میں نے ابوزرعہ رازی کو امام بخاری کے سامنے طفل مکتب کی طرح بیٹھ کر علل حدیث کے متعلق سوال کرتے دیکھا۔''

امام ابوزرعہ رازی کا امام بخاری سے روایت کرنا متحقق ہے جیسا کہ تمام کتب رجال کا متفقہ بیان ہے اور ابوزرعہ رازی صرف ثقہ راوی ہی سے روایت کرتے تھے، فرقۂ دیوبندیہ کی کتاب "قواعد في علوم الحديث للتهانوي" (ص: ۱۱۶ و ۱۱۷) میں ایسی ہی صراحت ہے۔

کوثری کا یہ اعتراف کہ ابن معین نے تجریح شافعی نہیں کی یعنی کوثری کی تضاد بیانی:

فرقۂ کوثریہ کے بانی کوثری نے کہا:

"ما حكي من تجريحه له فمدسوس عليه أو لا يلتفت إليه"

''ابن معین کی طرف تجریح شافعی سے متعلق بات الحاقی و ناقابل التفات ہے۔'' [2]

امام احمد کی ابن معین کو نصیحت:

امام احمد نے متعدد روایات کے مطابق یحیٰ بن معین سے کہا کہ اگر آپ امام شافعی کے سواری والے خچر کے پیچھے چلیں تو زیادہ نفع میں رہیں گے اور آپ کو علومِ فقہ کی معرفت حاصل ہوگی۔ [3]

فرقۂ کوثریہ نے الضعفاء للعقیلی پر یہ حاشیہ آرائی کی ہے کہ ابن عدی کی تجریح امام محمد و ابی حنیفہ وغیرہ کو بھی اہل علم نے کوئی اختیار نہیں کیا، حالانکہ امام ابن عدی کی یہ بات امر واقع کی حکایت ہے، کتب ستہ میں ابوحنیفہ، ابو یوسف اور محمد کی کوئی بھی روایت نہیں ہے، اس سے بڑھ کر امر واقع کی حکایت کیا ہوسکتی ہے جو امام ابن عدی نے کی ہے؟

تصانیفِ امام محمد:

عنوان مذکور کے تحت کئی باتیں مصنف انوار نے مکرر سہ کرر کہہ رکھی ہیں جن کی تکذیب ہم کر چکے ہیں، مصنف انوار مدعی ہیں کہ کتب محمد کی تعداد تقریبا ایک ہزار ہے، تصنیف میں شدت اشتغال کے باعث موصوف کو کھانے کی فکر نہیں رہتی تھی، انھوں نے ایک ادارہ کے برابر تصنیفی خدمت انجام دی، ان کی حسب ذیل کتابیں زیادہ مشہور ہیں جو اصل اصول فقہ حنفی خیال کی جاتی

← بالشافعي للخطيب (ص: ١١) و البداية والنهاية للحافظ ابن كثير (١٠/ ٢٧٦ واقعات ٢٠٤هـ) وسير أعلام النبلاء (١٠/ ٤٧) وحلية الأولياء (٩/ ٩٧)

[1] سير أعلام النبلاء (١٢/ ٤٠٧) وطبقات سبكي (٢/ ٢٢٢)

[2] حاشيه كوثري برآور۔ الشافعي (ص: ٨٩، حاشيه نمبر ٣)

[3] توالى التأسيس (ص: ٨٦) نيز خطيب (٢/ ٦٦) وحلية الأولياء (٩/ ٩٩)

ہیں کیونکہ امام صاحب کے مسائل روایتاً ان میں مذکور ہیں۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ واقدی کذاب، کلبی کذاب اور بعض دوسرے کذابین کی کتابوں کی تعداد محمد بن حسن سے بہر حال زیادہ ہے مگر مجموعۂ اکاذیب اہل اسلام کے لیے مضر ہی مضر ہے، امام محمد کی کتابوں کا بھی یہی حال ہے، وہ کذاب ہونے کے ساتھ جہمی مرجی رائے پرست اور بعض اعتبار سے شیعی ومعتزلی تک تھے، معلوم نہیں انھیں اشتغالِ تصنیف کے سبب کھانے کپڑے کا ہوش نہیں رہتا تھا تو نماز، وضو، غسل، بال بچوں کے حقوق، رشتہ ناطہ، احباب، مسائل علمیہ، درس تلامذہ، منصب قضا کی ذمہ داریوں کی ادائیگی، شاہی دربار کی ناز برداری، مناظرہ بازی، خلفاء وحکام کے ساتھ سفر ومصاحبت کا ہوش رہتا تھا یا نہیں، جہمیہ کے امام جہم بن صفوان کا تو مناظرہ بازی اور جنگ وجدال سے اشتغال کے سبب مہینوں نماز پڑھنے سے بھی چھٹی کر لینے کا شیوہ وشعار تھا، معلوم نہیں ان امور جہمیت میں امام محمد اپنے امام جہم کے مقلد تھے یا نہیں؟ یہ بات فرقۂ کوثریہ ہی اپنے اختراعی اجتہادات سے بتلا سکتا ہے۔

کتب محمد میں مسائل ابی حنیفہ عموماً ابو یوسف کذاب یا بعض مسائل دوسرے کذابین یا مجروحین سے منقول ہیں اور وہ خود بھی کذاب تھے، پھر ان کی کتابوں کے مجموعۂ اکاذیب ہونے میں کیا شک ہے؟ بعض کتابیں انھوں نے واقدی جیسے کذابین کی چرا کر اپنے نام سے شائع کرا دی تھیں معلوم نہیں اس طرح کی مسروقہ کتبِ محمد کی کتنی تعداد ہو؟ اسے فرقۂ جہمیہ مرجیہ دیوبندیہ ہی اپنے اختراعی اجتہادات واکاذیب ومکذوبہ تحقیقات کے ذریعہ بتلا سکتا ہے۔ امام ابو یوسف کا یہ بیان گزر چکا ہے کہ محمد سے جا کر پوچھو کہ میری جن کتابوں کی وہ روایت کرتے ہیں انھیں انھوں نے مجھ سے سنا ہی نہیں تو انھیں روایت کرنے میں بھی وہ کذاب ہی ہیں، معلوم نہیں امام ابو یوسف کی کتنی کتابیں اسی طرح چرا کر امام محمد نے اپنے نام سے شائع کرائیں۔ وھلم جرا.

مبسوط:

اس عنوان کے تحت مصنف انوار نے کہا کہ اس کتاب میں امام محمد نے امام ابو یوسف کے جمع کردہ مسائل مدون ومرتب کیے، یہ کتاب اصل فقہ حنفی ہے، جو ان کی سب سے پہلی کتاب ہے۔[2]

ہم کہتے ہیں کہ یہ خوب ہوا کہ محمد بن حسن بذات خود جہمی مرجی رائے پرست کذاب ہیں اور جن ابو یوسف سے انھوں نے مسائل حنفیہ اس کتاب میں نقل کیے ہیں وہ بھی کذاب تھے، لہٰذا ان سے نقل کردہ امام محمد کی مسائلِ حنفیہ پر مشتمل کتابوں خصوصاً مبسوط کا حال واضح ہے، یہ سارے مسائل بواسطۂ ابو یوسف یا بعض اوقات بعض دوسرے کذابین یا مجروحین امام ابو حنیفہ سے منقول ہیں جن کی بابت امام ابو یوسف کا بیان ہے کہ مرتے دم تک وہ جہمی ہی تھے، اسی طرح کی بات امام ابو حنیفہ کے پوتے اسماعیل بن حماد بن نعمان اور دوسرے پوتے عمر بن حماد بن نعمان نے بھی کہی ہے، اور جہمی حکومت بھی مدعی تھی کہ ہم جس مذہب وعقیدہ کا پرچار بزور شمشیر وسنان وجبر وقہر اور بقوتِ حکومت کرتے ہیں وہ امام ابو حنیفہ وابو یوسف ومحمد ہی کا مذہب وعقیدہ ہے۔ یہ بات گزر چکی ہے کہ بعض روایات کے مطابق امام ابو حنیفہ کا عمل وعقیدہ کتبِ جہم بن صفوان کے مطابق تھا جو خراسان سے بر آمد ہوئی تھیں، اس سلسلے میں ہماری کتاب ''ضمیر کا بحران'' بھی دیکھیں۔

[1] ماحصل از مقدمہ انوار (۱/ ......) [2] ماحصل از مقدمہ انوار (۱/ ۲۰۲)

موطأ امام محمد:

مصنف انوار نے کہا ہے کہ یہ کتاب حدیث میں امام محمد کی مشہور کتاب ہے جو امام مالک کی دوسری موطآت سے علمی وفنی اعتبار سے زیادہ بلند ہے۔❶ حافظ ابن حجر ناقل ہیں:

"روى الخليلي عن أحمد بن حنبل قال: سمعت الموطأ من بضعة وعشرين نفسا من حفاظ أصحاب مالك فأعدته على الشافعي لأني وجدته أقومهم"❷

''امام احمد نے کہا کہ میں نے امام مالک کے بیس سے زیادہ تلامذہ کرام سے موطأ پڑھی مگر اس کے باوصف میں نے اسے امام شافعی سے مکرر اس لیے پڑھی کہ تمام تلامذہ امام مالک میں موطأ کی روایتِ شافعی سب سے عمدہ اور صحیح وبہتر ہے۔''

اس سے مصنف انوار اور فرقۂ کوثریہ دیوبندیہ مرجیہ کے اس دعوی کی تکذیب ہوتی ہے کہ موطأ کی روایتِ محمد بن حسن سب سے بہتر ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ موطأ امام محمد دوسری موطآت مالک سے بایں اعتبار یقیناً بہت ممتاز و بلند ہے کہ اس میں اکاذیب محمد وجہمیہ کی بہت کافی آمیزش ہے، اور اصل کتاب موطأ مالک کی بہت ساری احادیث حذف کر کے ان کی جگہ پر اکاذیب کو بھر دیا گیا ہے، جس بھی غیر جانب دار صاحب علم کا جی چاہے موازنہ کر کے دیکھ لے، ابتدائے موطأ مالک بروایت یحیٰ کے پہلے باب میں گیارہ احادیث منقول ہیں، اس کے بالمقابل موطأ محمد میں صرف چار احادیث منقول ہیں، گویا تقریباً دو تہائی احادیث امام محمد نے اصل موطأ سے اپنی عادت کے مطابق حذف کر دیں جن کی جگہ پر ظاہر ہے کہ اکاذیب ہی لکھے ہیں۔ ہم اختصار کے پیش نظر صرف اسی اشارہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

جامع صغیر:

عنوان مذکور کے تحت مصنف انوار نے لکھا کہ اس کتاب میں امام محمد نے بروایت ابی یوسف تمام اقوال ابی حنیفہ لکھے ہیں۔ یہ کل پانچ سو تینتیس مسائل ہیں، ایک سو ستر میں اختلاف رائے بھی ہے۔ اس میں تین قسم کے مسائل ہیں:

۱۔ جن کا ذکر کسی اور کتاب حنفی میں نہیں ملتا۔

۲۔ دوسری کتب مسائل میں بھی ہیں مگر ان میں یہ تصریح نہیں کہ خاص مسائل ابی حنیفہ ہیں۔

۳۔ اور کتابوں میں بھی مذکور ہیں مگر ایسے طرز پر ہیں کہ نئے فوائد مستنبط ہوتے ہیں، اس کی تقریباً چالیس شروح ہیں، متقدمین اس کو درس میں پڑھاتے تھے، ہندوستان میں بھی طبع ہوئی۔❸

جب اس کتاب میں بدعوئ مصنف انوار صرف پانچ سو تینتیس (۵۳۳) مسائل ہیں جن میں سے ایک سو ستر مختلف فیہ ہیں تو مصنف انوار سمیت فرقۂ کوثریہ جہمیہ مرجیہ کا وہ دعوی کیا ہوا کہ فقہ حنفی چھ لاکھ مسائل پر مشتمل ہے؟ یہ تو کذب بیانی میں اس قدر مستغرق ومدہوش ہیں کہ ''بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ'' کا مصداق ہے۔ اس کتاب کی تین قسموں والے مسائل کا

❶ ما حصل از مقدمه انوار (۱/ ۲۰۲) ❷ تهذيب التهذيب (۹/ ۲۷ و ۲۸)

❸ ماحصل از مقدمه انوار (۱/ ۲۰۲ و ۲۰۳)

حال بھی کافی دلچسپ ہے۔مصنف انوار کو کیا معلوم نہیں کہ یہ کتاب آج بھی ہندوستانی وغیر ہندوستانی درسگاہوں میں ہمیشہ کی طرح پڑھائی جاتی ہے، آخر ہدایہ کا اصل متن جامع صغیر ہی ہے، بعض مسائل ہی دوسری کتب سے ماخوذ ہیں، کیا ہدایہ آج کل حنفی وغیر حنفی درسگاہوں میں نہیں پڑھائی جاتی ؟ نیز اس سے معلوم ہوا کہ تہائی مسائل میں امام ابوحنیفہ سے امام محمد کا اختلاف ہے، معلوم نہیں ابو یوسف کے اختلاف کا کیا تناسب ہے؟ پھر یہ شعر ؎

فلعنة ربنا أعداد رمل　　　علی من رد قول أبي حنيفة

تمام ہی احناف پر فٹ ہوتا ہے یا نہیں ؟ اکثر کتبِ حنفیہ میں ہے کہ ابو یوسف ومحمد نے دو تہائی مسائل میں امام صاحب سے اختلاف کیا ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

جامع کبیر:

مصنف انوار نے عنوان مذکورہ بالا کے تحت لکھا کہ اس میں اقوال ابی حنیفہ کے ساتھ اقوال ابی یوسف وزفر بھی لکھے ہیں، ہر مسئلہ کی دلیل بھی مسطور ہے، جامع صغیر سے زیادہ دشوار اور اس کے معانی دقیق ہیں، بعد کے فقہاء نے مسائل اصول فقہ زیادہ تر اسی سے اخذ کیے، بڑے نامور فقہاء نے اس کی شروح لکھیں، اس کی شروح میں سے بیالیس کا ذکر کشف الظنون ہی میں ہے جو احیاء المعارف حیدرآباد ہند سے شائع ہوئی، مرآۃ الزمان (۶۴۴/۸) میں ملک معظم عیسی کے ذکر میں سبط ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ ملک معظم نے علامہ حصیری سے فقہ حاصل کی، مسعودی کی جامع کبیر کو خاص طور پر پڑھ کر یاد کیا، اس کی شرح کئی جلدوں میں لکھی، متصلب حنفی تھے، بنو ایوب (سلطان ایوب صلاح الدین جس نے بیت المقدس کو پورے عیسائی قبضے سے آزاد کرایا، اس کا پورا خاندان مع اولاد غیر حنفی تھا، یہی بدنصیب ملک معظم غالی ترین حنفی بنا جو غیر حنفیوں کو یعنی تقریباً پورے اہل اسلام کو غیر مسلم کہتا تھا) ملک معظم نے حکم دے کر فقہاء سے صرف مسائل ابی حنیفہ کو دوسرے ائمہ احناف سے الگ کروایا، جو دس جلدوں پر مشتمل ہے، اس کا نام تذکرہ ہے جس کا مطالعہ وہ سفر وحضر میں کرتا، یہ کتاب اسے حفظ تھی، سبط ابن الجوزی معترض ہوا کہ آپ نے یہ دس جلدیں یاد کرلیں جبکہ بڑے سے بڑا مدرس زیادہ سے زیادہ قدوری حفظ کر پاتا ہے، ملک معظم نے کہا کہ ان دس جلدوں میں سے کہیں سے بھی میرا امتحان لے لو کوئی غلطی نہ نکال پاؤ گے۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ ؎

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

ان ساری باتوں کو لکھنے والا سبط ابن الجوزی رافضی کذاب غیر ثقہ تھا۔(کما تقدم)

غیر حنفی تمام انبیائے کرام ومرسلین عظام بشمول خاتم النبیین محمد ﷺ اور ان کے صحابہ وتابعین واتباع تابعین اور بعد والے عام اسلاف اور چوتھی صدی تک کے تمام اہل اسلام اور چوتھی صدی کے بعد سے آج تک کھربوں غیر حنفی مسلمانوں کو غیر مسلم ہونے کے فتویٰ ملک معظم کو فخر کے ساتھ مصنف انوار سمیت پورے فرقۂ جہمیہ کوثریہ کا لکھنا کیا ان روافض کے عقائد سے باطل تر

[1] ماحصل از مقدمہ انوار (۲۰۳/۱)

نہیں ہے جوکم از کم چند صحابہ اور اپنے ہم خیال تابعین کے زمرہ واتباع تابعین کو مسلمان مانتے ہیں اسی فرقۂ جہمیہ مرجیہ رائے پرست کی ایک شاخ فرقۂ بریلویہ ہے جو اپنے آپ کو چھوڑ کر تمام اہل اسلام کو حتی کہ فرقۂ دیوبندیہ مرجیہ تک کو کافر وغیر مسلم کہتا ہے، فرقۂ کوثریہ جہمیہ کا ایک نومولود دم چھلہ وذیلی فرقہ ابوبکر غازی پوری کی قیادت میں پیدا ہوا ہے، وہ اہلحدیثوں کو خاص طور پر غیر مسلم ہونے کا فتوی دیتا ہے اس کے زعیم نا ہنجار نے ''وقفة مع اللامذهبية'' نامی کتاب اور اسی نوع کی بعض کتابیں فرقۂ کوثریہ کی تقلید میں لکھیں جن میں اور اپنے دو ماہی رسالہ ''زمزم'' میں ظاہر کیا اور کرتا رہتا ہے کہ اہل حدیث لا مذہب یعنی غیر مسلم ہیں، ان کا کوئی مذہب نہیں، ہم نے اس فرقۂ باطلہ کا رد اپنی دو کتابوں میں لکھا ہے، کاش جماعت سلفیہ میں اتنی غیرت ہو کہ ہماری ان دو کتابوں کو شائع کرادے تو اس فرقۂ نومولود کا حال معلوم ہو جائے، کذابہ ہونے میں یہ اپنے جہمی مرجی رائے پرست اسلاف سے کچھ زیادہ ہی بڑھ چڑھ کر ہے۔

یہ قرب قیامت کا زمانہ چل رہا ہے، اس میں فتنہ وفساد برپا کرنے والے اور حق پرستوں کے خلاف بذریعہ اکاذیب وتلبیسات زور آزمائی کرنے والے خدمت اسلام کے نام پر زیادہ سے زیادہ آئے دن پیدا ہوتے رہیں گے، جامع کبیر اور اس کی بعض شروح ہم نے دیکھی ہیں، آگے چل کر اس کے متعلق کچھ زیادہ حقائق ہم واضح کرنے والے ہیں، جہمی حنفی حکومت مامون سے لے کر کچھ عرصہ تک غیر جہمی حنفی اہل اسلام خصوصاً ائمہ اسلام پر مشرک ہونے کا فتوی لگا کر مظالم کے پہاڑ توڑتی رہتی تھی، حالانکہ ذمی مشرکین کو بھی ستانے کی اجازت اسلام میں نہیں ہے، فرقۂ دیوبندیہ نے بھی اپنے انھیں جہمی اسلاف کے مذہب پر رہتے ہوئے اہلحدیثوں پر ارتداد، کفر، نفاق، فساد وفتنہ انگیزی وغیرہ کا فتوی لگا کر اپنے دلی نعمت کو فتوی دیا تھا کہ ان وہابیوں کو، جو اپنے کو اہلحدیث کہتے ہیں، قتل کرو، اس کی قدرے تفصیل ہماری کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں ہے اور تفصیل اس کتاب ''اللمحات'' میں آئے گی۔

زیادات:

مصنف انوار نے کہا ہے کہ ''جامع کبیر کی تصنیف کے بعد جو فروع یاد آتے رہے وہ اس کتاب میں درج کیے گئے اسی لیے اسے زیادات کہتے ہیں۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ جب امام ابوحنیفہ کی زندگی ہی میں امام محمد سمیت چالیس ارکان مجلس تدوین فقہ نیز ان کے مزید بہت سارے مساعدین فقہ حنفی مدون کر چکے تھے تو امام محمد کو بقول مصنف انوار ایک ہزار کے لگ بھگ مزید کتابیں الگ سے نیز دوسرے ائمہ احناف کو کیوں لکھنی پڑیں؟ کیا امام ابوحنیفہ جیسے فقیہ اعظم کی سرپرستی میں تدوین شدہ فقہ حنفی کے بعد بھی ہزاروں نہیں لاکھوں حنفی کتابوں کے لکھنے کی ضرورت محتاجِ غور وفکر نہیں ہے؟

كتاب الحجج

اس ناپاک رسم والی کتاب کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے اور کچھ ہمارا تبصرہ بھی ہو چکا ہے، یہاں الگ سے مزید در مزید اس کے فضائل مصنف انوار نے بیان کیے ہیں، اس پر آگے چل کر ہمارا کسی قدر مفصل تبصرہ آئے گا۔

---

[1] مقدمه انوار (١/ ٢٠٣)

سیر صغیر وکبیر:

ان دونوں کتابوں کا ذکر گذشتہ صفحات میں آ چکا ہے، اور اکاذیبِ مصنف انوار مع فرقۂ کوثر یہ کی وضاحت بھی ہم کر چکے ہیں۔

رقیات وغیرہ:

اس عنوان کے تحت مصنف انوار نے امام محمد کی کتاب رقیات اور ''وغیرہ'' کا ذکر بھی کیا ہے، وغیرہ میں ''کسائیات'' ''جرجانیات'' ''مارونیات'' وغیرہ کا بھی ذکر ہے، چونکہ مصنف انوار نے ان کی بابت کوئی تفصیل بیان کی نہ ہم ان معدوم الوجود کتابوں پر واقف ہو سکے ہیں، اس لیے تفصیل سے اغماض کرتے ہیں، البتہ یہ جانتے ہیں کہ ان کے مصنف کذاب تھے، اس لیے اکاذیب سے یہ ساری کتابیں معمور ہوں گی۔

السهم المصيب:

''رقیات وغیرہ'' کے ضمن میں کوئی مستقل عنوان قائم کیے بغیر مذکورہ بالا کتاب کا ذکر مصنف انوار نے کیا ہے جو ساتویں صدی کے ملک معظم عیسی ایوبی کی کتاب ہے، مستقل عنوان کے بغیر تصانیف محمد میں ساتویں صدی میں غیر محمد کے قلم سے لکھی جانے والی کتاب کا تذکرہ بھی مصنف انوار کے اسی فرقۂ کوثر یہ جہمیہ دیوبندیہ کے عجائب میں سے ہے، یہ کتاب حافظ خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد ترجمہ ابی حنیفہ کے جواب کے طور پر لکھی گئی ہے، اور جہمی پارٹی کے متعدد افراد نے بھی حتی کہ کوثری نے بھی خطیب کا رد بزعم خویش بنام "تأنيب الخطيب" لکھا ہے۔ علامہ معلّمی یمانی نے اکاذیب کوثری کی حقیقت "التنكيل" اور "طليعة التنكيل" کے ذریعہ واضح کر دی ہے، حافظ خطیب کا صرف یہ گناہ ہے کہ ائمہ متقدمین نے امام ابوحنیفہ کے مناقب ومثالب میں جو باتیں کہی لکھی ہیں ان کے معتد بہ حصے کو جمع کر دیا ہے مگر ان سے دو تین گنا زیادہ مثالب ابی حنیفہ میں ائمہ متقدمین کی باتوں کو کسی مصلحت سے حافظ خطیب نے ترک کر دیا ہے، ہم اپنے طور پر حافظ خطیب کا رد لکھنے والوں کی تحریروں کا جائزہ ان شاء اللہ لیں گے جس سے فرقہ جہمیہ کوثر یہ دیوبندیہ کی حقیقت ظاہر ہوگی۔

مصنف انوار نے ساتویں صدی میں لکھی جانے والی کتاب کے ذکر کے بعد پھر جامع کبیر کا ذکر کیا کہ اسے پڑھ کر ایک بڑا عیسائی عالم مسلمان ہو گیا، حالانکہ اس مکذوبہ کتاب میں دعوت اسلام کی طرف اشارہ بھی نہیں، اور مصنف انوار کی یہ بات ان کے جملہ اکاذیب میں سے ہے، اسے وہ اصول اہل اسلام کے دائرہ میں رہ کر تا قیامت ثابت نہیں کر سکتے بلکہ اسے پورا فرقہ کوثر یہ دیوبندیہ بھی ثابت نہیں کر سکتا۔

امام محمد کی خصوصی توجہات:

اس عنوان کے تحت مصنف انوار نے تذکرۂ شافعی میں لمبی بات ذکر کی جس کا حاصل یہ ہے کہ ابتدائے امر میں امام شافعی جب فرقہ جہمیہ مرجیہ رائے پرست پر رد لکھنے کے لیے کتب محمد کی نقل کر رہے تھے تو ایک مرتبہ کتابیں بھیجنے میں امام محمد نے دیر کی اس پر امام محمد کو امام شافعی نے چار شعر لکھ کے بھجوائے، جس کا حاصل یہ تھا کہ جسے دیکھنے والوں نے اس کا مثل بھی نہیں دیکھا جنھوں نے اسے دیکھ لیا اس نے گویا سبھی امم سابقین کو دیکھ لیا علم طالبین علم کو کتابیں نہ دینے سے روکتا ہے، ابن جوزی نے منتظم

وابن عبدالبر نے جامع البیان وصیمری وغیرہ نے مع سنداس کا ذکر کیا ہے، امام محمد اشعار شافعی سے اس قدر متأثر ہوئے کہ بلا توقف عاریۃً نہیں بلکہ ہدیۃً اپنی کتابیں امام شافعی کو بھجوادیں، امام شافعی جھوٹی تعریف تو کر نہیں سکتے تھے، انھوں نے امام مالک ووکیع وابن عیینہ کو دیکھا تھا پھر بھی کہا کہ انھوں نے امام محمد جیسا عالم نہیں دیکھا، انھیں اس سے امام اعظم کے علم وفضل کا اندازہ بھی ہوگیا ہوگا، امام شافعی قلب سلیم والے تھے، اس لیے یہ اعترافات کیے، وہ فرماتے تھے کہ میں ابوحنیفہ سے حصول برکت کرتا ہوں اور میری ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار نے جو یہ دعوی کر رکھا ہے کہ ابن جوزی نے منتظم میں، ابن عبدالبر نے جامع البیان اور صیمری وغیرہ نے مع سنداس روایت کا ذکر کیا ہے، وہ مصنف انوار کا خالص کوثریانہ جہمی جھوٹ ہے، صیمری کے علاوہ مذکورہ حضرات میں سے کسی نے اس کی سند نہیں بیان کی، ابن جوزی کی منتظم کی وہ جلد جس میں یہ روایت منقول ہے اسے مصنف انوار نے خواب وخیال میں بھی نہیں دیکھا، صرف جھوٹا دعوی حسب عادت کر دیا کہ منتظم میں یہ روایت سند کے ساتھ منقول ہے، مصنف انوار اور ان کے جملہ مساعدین سچے ہوں تو منتظم سے مع جلد وصفحہ اس کی پوری سند نقل کر کے اس کا معتبر ہونا ثابت کریں، یہ لوگ تا قیامت یہ کام نہیں کر سکیں گے، صیمری نے اس کی جو سند بیان کی ہے اس میں اپنے استاذ کا نام نہیں بتلایا، صرف ابواسحاق نیساپوری المعروف بابن البیع بتلایا ہے ان حضرت کا ترجمہ ہم کو دستیاب کتب رجال میں نہیں ملا۔ مصنف انوار جیسے کذاب بتلائیں کہ ''وغیرہ'' کا کیا مطلب ہے؟ اس روایت کا مضمون اس کے جھوٹ ومکذوب ہونے پر دال ہے کیونکہ امام شافعی کا ثقہ ہونا متحقق ہے، انھوں نے محمد بن حسن کے علاوہ علوم کے جبال جیسے شیوخ سے پڑھا ہے، دیکھنا تو معمولی بات ہے، ان شیوخ کے بالمقابل محمد بن حسن ذرۂ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ محمد بن حسن کذاب تھے اور امام شافعی نے محمد بن حسن کذاب کے بالمقابل محمد بن حسن ہی نہیں ان کے اساتذہ امام ابوحنیفہ وابو یوسف وغیرہما سے کہیں بلند وبالا جبال علوم ثقات ائمہ کرام کو دیکھا ہے۔

مصنف انوار نے جو یہ کہا ہے کہ ''امام محمد نے امام شافعی کو کتابیں دینے میں کچھ تاخیر کی۔'' تو یہ بھی جھوٹ ہے جس جامع بیان العلم کے حوالے سے یہ بات مصنف انوار نے لکھی اس میں صرف مناقب ابی حنیفہ للصیمری (۱/ ۹۸ و ۹۹ مطبوع دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ۱۴۸۱ھ) میں "فأخر" کا لفظ ہے مگر امام شافعی کے دونوں اشعار کا تیسرا مصرع صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ امام محمد نے امام شافعی کو مطلوبہ کتابیں دینے سے انکار کر دیا تھا کیونکہ تمام مراجع نے تیسرے مصرع کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے: "العلم ينهى أهله أن يمنعوه أهله" اور یہ مصرع دلیل صریح ہے کہ امام محمد نے امام شافعی کو کتابیں دینے سے انکار کر دیا تھا۔ بات دراصل یہ تھی کہ امام محمد کے یہاں سے حاصل شدہ کتابوں کی نقول پر مطلع ہو کر کتب محمد کے اکاذیب وتلبیسات کی وضاحت نصوص واجماع واسلاف کے اقوال کی روشنی میں اپنی خداداد فصاحت وبلاغت وقوت بیانیہ وقلوب پر اثر انداز ہونے والے انداز بیان سے کچھ اس طرح کی کہ امام محمد کے ہم مذہب جہمی مرجی رائے پرست تلامذہ وغیر تلامذہ جہمی مرجی رائے پرست والے مذہب سے تائب ہو کر اہل حدیث بڑی کثرت سے ہونے لگے، خلیفہ ہارون رشید اور اس کا ولی عہد مامون الرشید اور

---

[1] ملخص از مقدمہ انوار (۱/ ۱۳۸)

وزراء امراء وحکام وعوام وخواص امام محمد اوران کے اصحاب کے بالمقابل امام شافعی کی طرف میلان ورجحان رکھنے لگے، اوران پر بہت داد ودہش بھی کرنے لگے۔

یہ صورت حال دیکھ کر امام محمد کو احساس ہونے لگا کہ میری کتابوں کے مشتملات سے باخبر ہو کر امام شافعی ان کی بخیہ دری میں کامیاب ہونے اور ہمارے لوگوں پر اثر انداز ہونے لگے ہیں، اس لیے انھوں نے امام شافعی کو اپنی کتابیں دینے پر پابندی لگا دی جس میں امام شافعی جیسے ذکی، ذہین وفطین محدث وفقیہ وماہر علوم اسلامیہ نے، جو نہایت زبردست شاعر بھی تھے، اس انداز میں دوشعر لکھے جن میں سے پہلا شعر درحقیقت امام محمد کی شدید ہجو ومذمت وتقبیح وتشنیع پر مشتمل تھا مگر بظاہر ان کی مدح محسوس ہوتی تھی، یعنی کہ امام محمد جیسا کہ بڑا کذاب وغالی جہمی مرجی تعصب پرست اہل الرائے کو دیکھ لیا ورنہ شدت تعصب وذوق کذب بیانی سے مغلوب ہو کر امام محمد اپنے خاص استاذ ابی حنیفہ کے استاذ الاساتذہ امام مالک کو امام ابوحنیفہ کے بالمقابل فتوی دینے اور علمی بات کہنے کا نااہل قرار دینے کی جرأت نہ کرتے، پھر امام شافعی کی جوابی تقریر سے امام محمد کو ابھی ناوزنی کا احساس ہوا اور وہ اضطراری طور پر یہ حقیقت بیانی کرنے پر مجبور ہو گئے کہ امام مالک کے بالمقابل امام ابوحنیفہ جاہل مطلق ونادان محض اور نصوص کتاب وسنت وعلوم اسلامیہ سے تہی دست ہیں۔ (كما تقدم تفصيله) جو امام ابوحنیفہ باقرار خویش امام مالک کے بالمقابل اوصاف مذکورہ سے متصف ہوں ان کا ادنی کذاب جہمی تعصب سے مغلوب شاگرد بھلا اپنے معاصرین اور پہلے والے اہل علم کے بالمقابل اوصاف حمیدہ سے کیونکر متصف ہوسکتا ہے؟ امام شافعی نے اپنی شاعرانہ صلاحیت کی بابت کہا ؎

ولو لا الشعر بالعلماء يزري لكنت اليوم أشعر من لبيد

فرقہ کوثریہ جہمیہ کی قبر پرستی کی ترویج کی مہم:

مصنف انوار نے فرقۂ کوثریہ جہمیہ کی تحریک کا رکن رکین ہونے کی حیثیت سے اہل اسلام میں قبر پرستی کی ترویج کی خاطر جو روایت مکذوبہ اپنے ہی جیسے کذاب نیز رافضی معتزلی موفق (۲/ ۹۹) کے حوالے سے نقل کی کہ امام شافعی قبر ابی حنیفہ سے برکت واستمداد وحاجت روائی کا کاروبار تمام قبر پرستوں کی طرح کرتے تھے، وہ روایت بہت زیادہ مکذوبہ ہے، یہ روایت مختلف انداز میں کذابین نے اہل اسلام میں زیادہ سے زیادہ رائج کر کے قبر پرستی کی مہم چلا رکھی ہے، اور یہ معلوم ہے کہ اکاذیب ہی کی بدولت لوگوں میں شرک وبدعات وبے راہ روی وحق سے عدول وانحراف کے جذبات پیدا ہوئے، قبروں پر میلے لگوا کر یہ ناخدا ترس لوگ حفیظ جالندھری کے اس مصرع کے مصداق بنے ہوئے ہیں کہ ؎

یہ میلہ کلہم ڈوبا ہوا ہے بحر لعنت میں

نعوذ بالله من شرور الجهمية المرجئة المبتدعة.

امام شافعی تمام تر فقہ حنفی کو مجموعۂ اباطیل واکاذیب واغلاط قرار دیے ہوئے ہیں اور مصنف انوار اس کے برخلاف اکاذیب کے زور پر کچھ اور کہتے ہیں، نعوذ بالله ثم نعوذ بالله، جب امام ابوحنیفہ غیر اللہ میں سے ذلیل تر جوتے کی پرستش کو بھی ایمان میں کمی کا باعث نہیں مانتے تھے تو ان کی اتباع کے دعویدار قبر پرستی، مزار پرستی، پیر پرستی، اکاذیب پرستی، تعزیہ پرستی اور خلاف شرع انواع واقسام کی بدعات کو اگر اپنا دین وایمان قرار دے لیں تو یہ عین تقلید ابی حنیفہ ہوئی۔ نعوذ بالله من شرور التقليد.

مالی امداد:

عنوانِ مذکور کے تحت مصنف انوار نے کہا:

''حافظ ذہبی نے اپنی تاریخ کبیر میں ابو عبید سے نقل کیا کہ میں نے دیکھا کہ امام محمد نے امام شافعی کو پچاس اشرفیاں دیں، اس کے پہلے پچاس روپے اور دے چکے تھے اور کہا کہ اگر آپ علم حاصل کرنا چاہیں تو میرے ساتھ رہیے، اس رقم کو آپ لینے میں کوئی تکلف وتأمل نہ کریں، امام شافعی نے کہا آپ میرے نزدیک اگر ایسے ہوتے جن سے تکلف برتنا چاہیے تو میں آپ کی امداد قبول نہ کرتا۔ اس سے امام شافعی نے امام محمد سے اپنے خاص تعلق ویگانگت کا اظہار کر دیا۔'' [1]

ہم کہتے ہیں کہ تاریخ کبیر للذہبی میں اس روایت کی پوری سند منقول نہیں، اس معنی کی ایک روایت اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصیمری (ص: ۱۴۴) میں ایسی سند سے مروی ہے جس میں مکرم ہیں، ان کی کتاب مناقب ابی حنیفہ مکذوبہ ہے، مکرم نے یہ روایت ابن المغلس سے نقل کی وہ بھی بہت بڑا کذاب اور وضاع ہے، جیسا کہ اوائل کتاب میں بتلایا گیا ہے۔ امام شافعی بغداد آنے سے پہلے امام محمد کے استاذ رہ چکے ہیں اور اس لائق بھی ہو چکے تھے کہ جہمیہ مرجیہ رائے پرستوں کی مشتمل بر اکاذیب و تلبیسات کتابوں کا رد اتنا مدلل لکھتے تھے کہ اہل الرای کا یہ حال ہو گیا لیکن ؎

لا حياة لمن تنادي

ہم جو فرقہ کوثریہ دیوبندیہ جہمیہ مرجیہ پر رد کے لیے کتب حنفیہ پڑھتے ہیں تو کیا ہم ان کتابوں کے مصنفین کے شاگرد ہو گئے؟ پھر امام شافعی کیسے شاگردِ محمد ہوئے؟ امام محمد امام شافعی کی سو پچاس روپے کی مالی امداد کیا کرتے، ان کی کتابوں کی نقول پر امام شافعی نے اپنے جیب سے پچاس درہم خرچ کیے اور ان کی تکذیب وتردید الگ سے کی، امام شافعی پر تو خلیفہ اور اس کے امراء و وزراء واہل خانہ نے بطور نذرانہ اشرفیوں، دراہم اور اموال کی بھرمار کر رکھی تھی۔ امام محمد جیسا جہمی تعصب پرست مرجی واہل الرائے ایک محدث فقیہ پر ایک پیسہ خرچ کرنے کا روادار کیا ہو سکتا تھا جبکہ وہ ہر طرح انھیں زک پہنچانے کے لیے کوشاں رہا؟

امام شافعی کا حسن اعتراف:

مصنف انوار نے اپنی عادت کذب بیانی کے مطابق کردری کے حوالے سے نقل کیا ہے امام شافعی معترف تھے کہ ان پر امام محمد کے احسانات کثیرہ تھے، کئی بار امام محمد نے اپنے اصحاب سے چندہ کر کے ایک ایک لاکھ روپے امام شافعی کو دے دیے، ایک دفعہ قرض کے سبب امام شافعی عراق میں محبوس ہو گئے تو امام محمد نے انھیں چھڑایا۔ اس ضمن میں دوسرے اکاذیب کا ذکر کرتے ہوئے حافظ خطیب پر حسب عادت عام کذاب تعصب پرست جہمیہ مرجیہ اہل الرای کی طرح برس پڑے کہ ترجمہ شافعی (۲/ ۶۱) میں ابن جارود کذاب سے نقل کیا۔ [2] حالانکہ کردری نے ساری اسانید حذف کر دیں، پھر کوثریہ کذابین کو ان اکاذیب کا معتبر ہونا کیسے معلوم ہوا؟ اور ابن جارود والی روایت صرف متابع کے طور پر خطیب میں منقول ہے، اصل معاملہ باسانید صحیحہ ثابت ہے۔

[1] مقدمہ انوار (۱/ ۱۳۸ و ۱۳۹)
[2] مقدمہ انوار (۱/ ۱۳۹)

مصنف انوار کی تحریف بازی:

تحریف بازی تو فرقہ کوثریہ جہمیہ دیوبندیہ کی عادت ہے، روایت میں منقول ہے کہ ساٹھ دینار خرچ کرکے امام شافعی نے کتبِ محمد نقل کرائیں اور اس میں مندرجہ ہر مسئلہ مرجیہ کی تائید میں امام شافعی نے ایک حدیث لکھ دی۔❶ اتنے بڑے کذاب تلبیس کاروں اور تحریف بازوں سے بات کرنی بھی بڑے دل گردے کی بات ہے۔

خطیب وحافظ کا ذکر خیر:

جھوٹ بولتے ہوئے اپنی عادت سے مجبور ہوکر حافظ وخطیب ہی نہیں بلکہ امام ابو الطیب طبری وبیہقی کا ذکر شر کرتے ہوئے ان پر اکاذیب نوازی کا الزام لگایا اور کہا کہ فقہ حنفی میں بھی حدیث ضعیف قیاس کے مقابلہ میں حجت ہے، لیکن دنیا کو پروپیگنڈہ کے زور سے باور یہی کرایا گیا کہ احناف اہل الرای والقیاس ہیں، حدیث مرسل بھی فقہ حنفی میں قیاس کے مقابلے میں راجح ومقبول ہے جبکہ بعض دوسرے محدثین اسے حجت نہیں مانتے، غرض احناف کی مظلومیت کی داستان اس قدر طویل ہے کہ شاید بخاری شریف کے آخری پارہ تک ہم اس پر کچھ نہ کچھ لکھتے رہیں گے۔❷

ہم کہتے ہیں کہ کئی سال بیت گئے مصنف انوار بخاری شریف کے خلاف اپنے فرقۂ کوثریہ جہمیہ مرجیہ دیوبندیہ تعصب وتقلید ورائے پرست کی بھرپور مساعدت سے زور آزمائی کرتے کرتے مر گئے، جب سے وہ بخاری شریف کے خلاف فرقۂ کوثریہ جہمیہ مرجیہ دیوبندیہ تعصب وتقلید ورائے پرست کی معاونت سے زور آزمائی کرتے رہے تب سے نہ جانے ان کے کتنے مساعدین یعنی کتنے معاندین حدیث خصوصاً معاندین صحیح بخاری بھی ان کی معاونت کرتے کرتے مر گئے، اور فرقۂ کوثریہ کی تولید سے بہت پہلے معاندین حدیث جہمیہ مرجیہ صحیح بخاری کے خلاف زور آزمائی کرتے کرتے مر گئے اور قیامت تک ایک ایک کرکے مرتے رہیں گے، مگر باعتراف مصنف انوار ودیگر جہمیہ مرجیہ منکرین حدیث ان سب کی مجموعی تحریروں سے سینکڑوں ہزاروں گنا بھی فتنۂ انکارِ حدیث واسنادِ حدیث کرنے کے باوجود بھی یہ لوگ حامیانِ حدیث کا کچھ بھی بال بیکا نہیں کر سکتے کیونکہ ؎

چراغ را کہ ایزد برافروزد
کسے کہ تف زندریشش بسوزد

ہم نے ابتدائے کتاب ہی میں کہا تھا کہ جس انداز سے فرقہ جہمیہ مرجیہ کوثریہ دیوبندیہ احادیث نبویہ وحامیان احادیث نبویہ کے خلاف یہ کتاب لکھ رہا ہے اس اعتبار سے یہ کتاب چالیس جلدوں سے زیادہ میں مکمل ہوگی اور رفتارِ اشاعت بتلا رہی ہے کہ یہ کتاب ساٹھ سالوں میں پایۂ تکمیل تک پہنچ کر طبع ہو سکے گی۔❸ مگر مصنف انوار الباری ساٹھ سال آنے سے بہت پہلے فوت ہوگئے اور اپنے بیان میں یہ عنوان قائم کر دیا: ''خطیب وحافظ کا ذکر خیر''❹ کذب پرستی کے عادی مصنف انوار اور ان کے فرقہ کوثریہ کے کذابین سب کو اپنی طرح سمجھتے ہیں، ان حضرات نے تو ابن جارود کو کذاب کہہ کر واضح کر دیا کہ جو روایت ان کی سند سے مروی ہو وہ ساقط الاعتبار ہے مگر سوال یہ ہے کہ یہی روایت اگر معتبر اسانید سے بھی مروی ہو تو اس کا ذکر بطور متابع کرنے میں کیا حرج ہے جبکہ ان کے غیر معتبر ہونے کی صراحت ان کے ترجمہ میں کر دی ہو؟

---

❶ مقدمه انوار (١/ ١٣٩)　　❷ مقدمه انوار (١/ ١٤٠)
❸ اللمحات (١/ ٧)　　❹ مقدمه انوار (١/ ١٣٩)

امام شافعی اور اصول فقہ:

فرقۂ کوثریہ جہمیہ کے تمام افراد کی طرح مصنف انوار نے بھی دعوی کیا کہ اصول فقہ پر امام شافعی سے پہلے امام ابو یوسف کتابیں لکھ چکے تھے۔❶

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار کہہ آئے ہیں کہ امام محمد کی کتاب جامع کبیر سے بعد کے فقہاء نے اصول فقہ کے مسائل لکھے، دروغ گو را حافظہ نہ باشد کے مطابق مصنف انوار تضاد و تعارض کا شکار ہوکر دوسری طرف فرماتے ہیں کہ ابو یوسف نے اصول فقہ پر کتابیں لکھیں، ظاہر ہے کہ کذابین کی تکذیب کے لیے ان کی مکذوبہ تضاد بیانی ہی کافی ہے، ابو یوسف بقول امام ابوحنیفہ ومحمد واسد بن عمرو وعبداللہ بن المبارک واراکین مجلس تدوین فقہ حنفی کذاب ہیں اور کذاب کے جمع کردہ اکاذیب بشرطیکہ واقعی اس نے اصول فقہ کے نام سے اکاذیب کا کوئی مجموعہ تیار کیا ہو معنوی طور پر کالعدم ہیں، انھیں اصول فقہ کہنا انتہائی بے شرمی والی کذب پرستی وکذب نوازی ہے۔

فقہ شافعی:

عنوان مذکور کے تحت مصنف انوار نے فرقہ کوثریہ کے عام کذابین کی طرح کہا ہے کہ ''فقہ میں امام شافعی کا خاص طریقہ یہ تھا کہ آپ صحیح احادیث کو لیتے اور حجت سمجھتے، ضعیف احادیث کو ترک کر دیتے، اس کے بر خلاف فرقۂ جہمیہ کا امام اعظم نص قرآنی کے خلاف مناظرہ بازی میں نمازیں اور روزے ترک کرنے کا اصول رکھتا تھا، حد یہ کہ نص قرآنی کے خلاف غیر مدخولہ عورت کو مطابق عدت طلاق دینے کا فتوی دیتا تھا، موجودہ فرقۂ کوثریہ جہمیہ مرجیہ نے اس سلسلے میں کافی ترقی کر رکھی ہے بہت سارے نصوص قرآنی کے خلاف قیاس و رائے کو دین ومذہب قرار دینے کے باوجود وہ اپنے آپ کو نصوص کا پیرو ہونے کا پروپیگنڈا زور وشور سے بذریعہ اکاذیب کرتا ہے۔ قرآن مجید نے مدت رضاعت دو آیتوں میں دو سال بتلائی ہے: ﴿وَّ فِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ﴾ [لقمان: ١٤] اور ﴿وَ الْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ [البقرہ: ٢٣٣] بلکہ تیسری آیت ﴿حَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ [الأحقاف: ١٥] اور احادیث متواترہ واجماع صحابہ کے خلاف محض قیاس ورائے سے ڈھائی سال اور بعض اس سے بھی زیادہ مدت رضاعت بتلاتے۔❷

یہ نمونہ کے لیے صرف ایک مسئلہ ہوا، پھر یہی کوثری جہمی مرجی دیوبندی پارٹی احادیث صحیحہ متواترہ کے خلاف ہتھیلیوں تک تیمّم میں مسح کے بجائے کہنیوں تک مسح کا فتوی دیتی ہے مگر ﴿وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ﴾ کے قرآنی حکم کے خلاف چوتھائی سر کا مسح کافی کہتی ہے، اس طرح کی سینکڑوں مثالیں احادیث صحیحہ متواترہ واجماع صحابہ کے خلاف ہیں، یہی پارٹی محض رائے وقیاس سے چور کے ہاتھ کاٹنے کی مشروعیت ربع دینار کے بجائے ایک دینار یا دس درہم بتلاتی ہے اور احادیث متواترہ ونص قرآنی کے خلاف اقل مہر دس درہم کہتی ہے، اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں۔ یہ معاندین سنت کا طریقہ ہے کہ نصوص قرآنیہ ونصوص نبویہ کے خلاف ساقط الاعتبار وضعیف روایات کو، جو درحقیقت کالعدم ہونے کے ساتھ خلاف نصوص ہیں، حجت شرعیہ قرار دے لیا جائے اور نصوص کو ترک کر دیا جائے، اور پروپیگنڈہ کیا جائے کہ ہم پابند حدیث ہیں، مرسل حدیث کی حجیت کا حال بیان کر چکے

❶ مقدمہ انوار (١/ ١٤٠)　❷ عام کتب حنفیہ.

ہیں، نصوص کتاب وسنت واجماع صحابہ کے خلاف زور آزمائی کرنے والے ''احناف کی مظلومیت'' کی داستان ویسے ہی ہے کہ خاندان نبوت کو میدان کربلا میں بڑی بے دردی وبے رحمی سے قتل کرنے والے کوفی لا یوفی آج تک اپنی مظلومیت کا ڈھونگ رچائے پھر رہے ہیں، حنفی مذہب کوفی مذہب ہی ہے جس کی بابت "هناك الزلازل والفتن" والی احادیث نبویہ وارد ہیں، اگر قیامت تک غداران نصوص وفاداران نصوص کا ڈھونگ رچا کر اپنی مظلومیت کی داستان مکذوبہ سناتے رہے تو ان کی ڈھونگ بازی کا راز برابر حامیان دینِ حنیف کرتے طشت از بام رہیں گے۔

دوسرا سفر بغداد:

امام شافعی کے دوسرے سفر بغداد کی داستان سرائی میں مصنف انوار کو اپنے فرقہ کوثریہ سے کوئی مواد نہیں مل سکا، حالانکہ وہ چاہتے تو اس سلسلے میں بھی انبار اکاذیب میں سے کچھ حصہ کاغذات پر جمع کر دیتے، چونکہ مصنف انوار نے یہاں خاموشی اختیار کی اس لیے ہم بھی خاموش ہی ہیں۔

صاحبِ مشکوۃ کا تعصب:

اس عنوان کے تحت مصنف انوار کو پھر صاحب مشکوۃ کا ظلم وستم احناف پر ستانے لگا، پھر انھوں نے صاحب مشکوۃ کے خلاف لغو طرازی کی، ہم وعدہ کر چکے ہیں کہ تذکرہ صاحب مشکوۃ میں مشکوۃ وصاحب مشکوۃ کے خلاف فرقہ کوثریہ ومصنف انوار کی خبر لیں گے۔

امام شافعی کا امام محمد سے خصوصی استفادہ:

امام محمد کا شاگرد شافعی ہونا اور ان کی تعلیم وتربیت سے زبان کھولنے کا شعور ہونا ہم بیان کر آئے ہیں، مگر امام محمد کا شاگرد شافعی پھر خصوصی شاگرد کے مختلف عناوین سے مصنف انوار نے فرقۂ جہمیہ مرجیہ کی تقلید میں اکاذیب کا انبار کردری کذاب کے حوالے سے لگا دیا ہے جس نے بلا ذکر سند اکاذیب کو صحیح باتیں کہہ کر اپنے کذاب ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے، یہ اکاذیب دوصفحات انوار الباری پر بکھرے ہیں، ان کی تکذیب پر زیادہ وقت صرف نہ کر کے ہم ان کے مکذوبہ ہونے کی تصریح پر اکتفا کرتے ہیں، اگر کسی جہمی کوثری مرجی رائے پرست دیوبندی میں دم ہو تو ان اکاذیب کے صحیح ہونے پر اصول اسلام کے مطابق دلیل دے لیکن یہ کام فرقۂ کوثریہ جہمیہ مرجیہ دیوبندیہ کے بس کا نہیں، وہ اس کوشش میں بالیقین مر مٹ جائے گا مگر کامیاب ہرگز نہ ہوگا۔

تنبیہ بلیغ:

ان اکاذیب کے آخر میں کوثری المذہب، جہمی المشرب، مرجی المسلک مصنف انوار نے شاگرد شافعی ربیع بن سلیمان مرادی کے ایک خواب کا ذکر کیا کہ انھوں نے بعد مرگ شافعی خواب میں امام شافعی سے پوچھا کہ اللہ تعالی نے کیا معاملہ فرمایا؟ فرمایا کہ مجھے ایک سنہری کرسی پر بٹھا کر میرے اوپر تازہ بتازہ موتیوں کی بکھیر کی۔[1] بہر حال اس طرح کے خواب کی بھی اہمیت ہے ائمہ احناف خصوصیاتِ جہمیہ کی بابت عجیب عبرت ناک خوابوں کا ذکر ہے، ہم ان سے اعراض ہی پسند کرتے ہیں۔

امام شافعی اپنا مذہب اہلحدیث بتلاتے تھے اور لوگوں کو اہلحدیث کی طرف آنے کی دعوت دیتے تھے یہ بات امام شافعی کی

[1] مقدمہ انوار (۱/ ۱٤۲)

کتبِ مناقب میں بکثرت منقول ہے اور یہ بھی منقول ہے کہ وہ اپنی اور دوسروں کی تقلید سے روکتے تھے، افسوس کہ لوگوں نے انھیں بھی تقلیدی امام بنا لیا، تقلید کی جس دیوی کی پرستش تقلید پرست کرتے ہیں اس کی کچھ حقیقت تو ہماری کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں ہے اور پوری حقیقت اسی کتاب میں آئے گی۔

دو نایاب علمی تحفے:

اس عنوان کے تحت اپنی عادت کے مطابق بدعنوانی کرتے ہوئے مصنف انوار نے تقلید پرستی کے اکاذیب ومکر وفریب وعیاری وتلبیس کاری پر مشتمل دو کتابوں "فصل الخطاب في مسئلة أم الكتاب" از شاہ انوار قیمت دو روپے اور "السهم المصيب في الرد علی الخطيب" از ملک معظم عیسی بن عادل قیمت دو روپے کا اشتہار دیا ہے۔[1] جب یہ دونوں کتابیں بازار میں دو دو روپے میں بکنے کا اشتہار دیا گیا تو انھیں ''نایاب'' کہنا بھی کذب بیانی ہی ہے، اشتہار بازی رائے پرستی والی زبان میں کہا گیا کہ یہ ''حضرت علامہ انور کشمیری قدس سرہ'' کی ''بے نظیر محققانہ محدثانہ تصنیف ہے جس میں مخالفین کے تمام دلائل کے جوابات بھی دیے ہیں'' مگر ہم کہتے ہیں کہ ہماری اس کتاب سے مجموعۂ اکاذیب شاہ انور اور اس نوع کے دوسرے تقلید پرستوں کی حقیقت ناظرین کرام پر واضح ہوتی جا رہی ہے، اس کتاب انور کی بھرپور تکذیب مشہور اہلحدیث عالم حضرت الامام العلام عبد اللہ امرتسری نے "الكتاب المستطاب" کے نام سے کر دی ہے، جس سے شاہ صاحب موصوف کی ''بے نظیر محققانہ محدثانہ'' کتاب کی حقیقت واضح ہوگئی ہے، ہم نے بھی اس موضوع پر مشتمل بر سات سو صفحات ایک کتاب لکھی ہے جس میں موقف اہل حدیث کی پیدائش سے لے کر اب تک والے حنفی تقلید پرستوں کی مقلدانہ عیاریوں و ہتھکنڈوں کا بھرپور جائزہ لیا گیا ہے، ہماری یہ کتاب مسودہ کی شکل میں عرصہ سے پڑی ہے، کاش یہ مطبوع ہو کر منظر عام پر آ جائے اور کوثریت جہمیت مرجیت رائے پرستی کی تلبیسات وتدلیسات کی حقیقت لوگوں پر واضح ہو جائے، کسی تقلید پرست مرجی المذہب رائے پرست کی کسی کتاب کو محققانہ محدثانہ کہنا کیسے جائز ہے جبکہ تقلید پرستی تحقیق وتحدیث کی ضد ہے؟

دوسری والی جس کتاب کا اشتہار دیا گیا ہے اس کے ایضاح حقیقت کے لیے ہم کتاب لکھنے والے ہیں، اگر زندگی نے وفا کی تو حافظ خطیب کے رد میں ملک معظم سے لے کر جملہ تقلید پرست احناف کے ردود کا جائزہ لیں گے، جب ملک معظم اس قدر غالی تقلید پرست جہمی مرجی تھے کہ تمام غیر حنفی غیر جہمی مرجی اہل اسلام کو غیر مسلم کہتے تھے تو ان کی کتاب میں محققانہ کیسے ہو سکتی ہے جبکہ تقلید ضد تحقیق ہے؟ کاش ہماری یہ ساری غیر مطبوع کتابیں جن کی تعداد بارہ سے بھی متجاوز ہے چھپ کر منظر عام پر آ جائیں اور دیویٔ تقلید کی نقاب کشائی ہو جائے۔

---

[1] مقدمہ انوار (١/ ١٤٢)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

(مولود ۱۶۴ھ ومتوفی ۲۴۱ھ) عمر (۷۷) سال

مذکورہ بالا شہ سرخی کے بعد مصنف انوار نے ''اسم ونسب'' کی ذیلی سرخی کے تحت کہا:

''الامام الحافظ ابوعبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل رضی اللہ عنہ بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی اور بغداد کے علماء وشیوخ سے علم حاصل کیا، پھر کوفہ، بصرہ، یمن، شام وغیرہ اور حرمین شریفین کا بھی سفر کیا، شیخ تاج الدین سبکی نے امام ابو یوسف، امام شافعی، امام وکیع، یحییٰ بن ابی زائد وغیرہم کو آپ کے اساتذہ میں اور امام بخاری، ابو داود وغیرہم کو تلامذہ میں شمار کیا ہے، صاحب مشکوۃ نے اکمال میں اساتذہ میں یزید بن ہارون، یحییٰ بن قطان، سفیان بن عیینہ، امام شافعی، عبدالرزاق بن الہمام کے نام کے بعد ''وخلق سواھم'' لکھ دیا اور امام ابو یوسف کا نام ذکر نہیں کیا، امام بخاری کو تلامذہ میں لکھنے کے بعد یہ بھی لکھا کہ انھوں نے اپنی صحیح میں امام احمد سے بجز ایک حدیث کے کوئی روایت نہیں کی جو آخر کتاب العقوبات میں تعلیقاً ہے۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ ''نام ونسب'' کے عنوان کے تحت مصنف انوار نے امام احمد کا نسب نامہ تو لکھا نہیں، ظاہر ہے کہ یہ بھی کذب بیانی ہے کہ دعوی نسب نویسی کے باوصف نسب نہیں لکھا اور نام کے علاوہ باقی مذکورہ باتیں اپنے مقرر کردہ موضوع وعنوان کے برخلاف غیر متعلق لکھیں، یہ بھی اکاذیب نویسی ہی ہے۔

مصنف انوار کا مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ کو ''حرمین شریفین'' کہنا بھی ان کی جہمی، مرجی، رائے پرستی، کوثری پرستی، دیوبندیت کے نقطہ نظر سے جھوٹ ہی ہے کیونکہ جہمی مرجی رائے پرستی دیوبندی کوثری والے مذہب میں مدینہ حرم محترم نہیں ہے جبکہ احادیث متواترہ سے اس کا ''حرمِ محترم'' ہونا ثابت ہے، یہ بھی جہمیہ مرجیہ کوثریہ دیوبندیہ کے منکرین حدیث ومعاندین حدیث واعدائے محدثین ہونے کے دلائل میں سے ہے۔ تہذیب الکمال وتہذیب التہذیب اور عام کتب رجال میں امام احمد کے اساتذہ وتلامذہ کی جو فہرست دی گئی اس میں بہت سارے ناموں کو مصنف انوار نے ساقط کر کے اپنے اصول سے معاندین محدثین میں سے ہونے کا ثبوت دیا ہے، صاحب مشکوۃ نے امام احمد کے اساتذہ کی فہرست میں ابو یوسف کا بالصراحت نہ ذکر کر کے ''خلق سواھم'' کے عموم میں ذکر کر دیا ہے، اور جب امام احمد اور عام محدثین نے ابو یوسف کو متروک قرار دیدیا، جس کی تفصیل ہماری اس کتاب کے تذکرۂ ابی یوسف میں گزر چکی ہے، تو انھیں شیوخ امام احمد میں شمار کرنا مناسب بھی نہیں، لہٰذا مصنف انوار نے مذکورہ بالا بدعنوانی کے بعد امام احمد کی بابت جو یہ ذیلی عنوان قائم کیا کہ ''امام ابو یوسف سے تلمذ'' وہ مصنف انوار کی خالص

[1] مقدمہ انوار (۱/ ۱۴۳)

بدعنوانی و تلبیس کاری و تدلیس ہے۔ مصنف انوار نے ابن سید الناس وانساب سمعانی وغیرہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام احمد نے ابو یوسف سے تین سال پڑھا اور یہ کہ جس مسئلہ پر ابوحنیفہ وابو یوسف ومحمد متفق ہو جائیں تو کسی کی مخالفت کی پرواہ نہ کی جائے، نیز یہ کہ امام احمد نے ابو یوسف سے بقدر تین المباری کتابیں لکھیں۔[1]

اپنی یہ منقولہ باتیں معتبر اسانید سے مصنف انوار اپنے فرقہ کوثریہ دیوبندیہ سمیت تا قیامت ثابت نہیں کر سکتے، اسی طرح مصنف انوار کا یہ کہنا کہ ''وکیع، یحییٰ بن ابی زائدہ، یحییٰ قطان، سفیان بن عیینہ، عبد الرزاق، یزید بن ھارون امام اعظم کے تلامذۂ حدیث تھے لیکن تحریر حالات کے وقت بڑے بڑے حضرات بھی حقائق سے چشم پوشی کر جاتے ہیں۔''[2] تلبیس کاری اور بچھو والی نیش زنی ہے، خود مصنف انوار جن کے تراجم لکھتے ہیں ان کے بیشتر اساتذہ وتلامذہ کے نام نہیں لکھتے، اپنے اس اصول سے مصنف انوار اور ان کی جہمی کوثری مرجی پارٹی حقائق سے چشم پوشی کرنے والی ہے، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ عام محدثین نے امام ابوحنیفہ و ابو یوسف کو متروک قرار دیدیا تھا۔ (کما مر تفصیله) اس وجہ سے محدثین کے شیوخ وتلامذہ کی فہرست میں ان کے نام نہیں لیتے۔

مصنف انوار کا سفید جھوٹ:

مصنف انوار نے عام کوثریہ ودیوبندیہ کی تقلید میں جو یہ کہا ہے کہ ''امام یحییٰ قطان امام اعظم کے خاص مستفیدین میں تھے، ان کی خدمت میں امام احمد، ابن مدینی، ابن معین ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے، ان کے رعب وجلال کا یہ عالم تھا کہ انھیں خود بیٹھنے کی جرأت تھی نہ وہ بیٹھنے کا فرماتے تھے، ان تینوں کی شاگردی کا فخر امام بخاری کو حاصل ہے'' خالص جھوٹ اور تلبیس مصنف انوار ہے، ان کی کوثری دیوبندی پارٹی تا قیامت اسے ان الفاظ میں ثابت نہیں کر سکتی، اگر دعوی صداقت ہے تو ثابت کر دکھائیں۔

ناظرین کرام! ہمارے تحریر کردہ ترجمہ ابی یوسف خصوصاً (۳/ ۲۷۳ و ۲۷۶) میں امام یحییٰ قطان نے تو یہ کہا ہے کہ میں ابو حنیفہ کے قریب بھی نہیں گیا نہ ان سے کچھ پوچھا[3] اور مصنف انوار فرقۂ کوثریہ جہمیہ دیوبندیہ کی تقلید میں فرماتے ہیں کہ امام یحییٰ قطان امام ابوحنیفہ کے خاص مستفیدین میں سے تھے۔ امام احمد اور امام ابن المدینی نے کہا:

"إذا رأيت الرجل يجتنب أبا حنيفة ورأيه والنظر فيه ولا يطمئن إليه ولا إلى مذهبه ولا يتخذه إماما فارج خيره"[4]

''جو ابوحنیفہ اور ان کے مذہب ورائے پر نظر سے اجتناب کرے اس سے امید خیر رکھو۔''

دریں صورت مصنف انوار اور کوثریہ دیوبندیہ مرجیہ جہمیہ کیا فرماتے ہیں؟ امام بخاری اگر ابن مدینی وابن معین سے اپنے کو کمتر پاتے تھے تو اس سے فرقہ جہمیہ مرجیہ کوثریہ دیوبندیہ کا کیا فائدہ ہے؟ امام ابن المدینی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے بہت زیادہ ضعیف احادیث بیان کیں اور سبھی کو بیان کرنے میں غلطی کے شکار ہوئے۔[5] ابن المدینی نے بطور حجت یحییٰ قطان کا قول نقل کیا ہے کہ ابوحنیفہ قیاس کے غیر خصی بکرے ہیں ان سے میں کوئی بات پوچھنے کا بھی روادار نہیں ہوا۔[6] امام ابن معین نے امام ابو

[1] مقدمه انوار (١/ ١٤٣)
[2] مقدمه انوار (١/ ١٤٣)
[3] اللمحات (٣/ ٥١٦ و ٥١٧)
[4] اللمحات (٣/ ٥١٩ و ٥٢٠)
[5] خطيب (١٣/ ٤٥٠)
[6] الضعفاء للعقيلي (٤/ ٢٨٢ و ٢٨٣)

حنیفہ کو جہمی اور بہت زیادہ غیر معتبر کہا۔[1] امام احمد بن حنبل نے فرمایا: "أبو حنيفة يكذب."[2] احمد بن الصلت المعروف بابن المغلس کذاب نے ابن معین سے توثیق ابی حنیفہ نقل کی۔[3] مگر اس کذاب کے علاوہ متعدد اہل علم نے ابن معین سے امام ابوحنیفہ پر سخت تجریحات نقل کی ہیں۔ (کما تقدم) امام ابوحنیفہ پر امام سفیان بن عیینہ وثوری کی تجریح شدید گزر چکی ہے۔

مصنف انوار کا یہ کہنا کہ علامہ ذہبی نے یزید بن ہارون کو امام صاحب کے تلامذہ میں شمار کیا ہے فضول ہے، یزید بن ہارون نے امام ابوحنیفہ و ابو یوسف دونوں کی تجریح کی ہے۔ (کما تقدم) مصنف انوار نے جو یہ کہا کہ امام شافعی نے مصر میں رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا اور امام احمد کو سلام کہلوایا اور یہ پیغام بھجوایا کہ مسئلۂ خلق قرآن میں ثابت قدم رہیں۔[4] تو بہت سارے اہل علم نے امام ابوحنیفہ کو خلق قرآن کا معتقد اور جہمی کہا ہے۔ (کما تقدم)

مصنف انوار نے ابتلائے خلق قرآن کی بابت کہا کہ یہ فتنہ مامون سے شروع ہوا اور اسی کی وصیت کے مطابق بعد والے کچھ خلفاء نے اسے جاری رکھا، سب سے پہلے خلق قرآن کا اظہار جعد بن درہم نے پھر جہم بن صفوان نے پھر معتزلہ نے کیا۔[5]

ہم بتلا آئے ہیں کہ حنفی جہمی معتزلی مرجی کی سازش کا شکار ہو کر مامون اور بعد والے خلفاء جہمی و معتزلی بنے، اور محدثین کے خلاف خصوصا امام احمد کے خلاف اور مذہب اہل حدیث کے خلاف احناف نے بہت زیادہ طوفانِ بدتمیزی وسلسلۂ مظالم برپا کیا۔ اپنے اپنے علم کے مطابق متعدد اہل علم نے ابوحنیفہ ہی کو پہلا معتقد خلق قرآن کہا ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ مصنف انوار نے جو یہ کہا کہ بشر بن غیاث مریسی بھی معتقد خلق قرآن تھا، اسے امام ابو یوسف نے سمجھایا وہ نہ سمجھا تو اسے اپنی درسگاہ سے نکلوا دیا۔[6] یہ بشر مریسی بھی حنفی تھا، ابو یوسف کا اسے اپنی درسگاہ سے نکلوانا ثابت نہیں، یہ مصنف انوار اور ان جیسے کذابین کا جھوٹا پروپیگنڈہ ہے اگر ابو یوسف کو تجہم سے اس قدر وحشت تھی تو قاضی القضاۃ چیف جسٹس ہوتے ہوئے انھوں نے اسے قتل کیوں نہیں کرا دیا جیسا کہ دوسرے حکام وقضاۃ وامراء وخلفاء مامون کی حنفی حکومت سے پہلے کرتے رہے؟

چنانچہ مصنف انوار بھی لکھتے ہیں:

> ''معتزلہ کی تحریک مامون کے باپ ہارون رشید کے زمانہ میں شروع ہو چکی تھی مگر وہ اس سے متاثر نہیں ہوا بلکہ بشر کی شکایت اسے پہنچی تو اسے قتل کا ارادہ کیا مگر بشر روپوش ہو گیا۔''[7]

ہم کہتے ہیں کہ یہ بشر بن غیاث بن ابی کریم ابوعبدالرحمان المریسی (متوفی ۲۱۸ھ یا ۲۱۹ھ) مصنف انوار اور ان کی کوثری دیوبندی حنفی پارٹی کا رکن رکین تھا۔ قاضی ابو یوسف رکن چہل رکنی مجلس تدوین فقہ حنفی کا خاص تربیت یافتہ اور ان سے روایات کثیرہ کا راوی اور کئی کتابوں کا مصنف تھا، اس کا ترجمہ طبقات الحنفیہ جواہر المضیہ (۱/ ۴۴۷۔ ۴۵۰) اور الفوائد البہیہ (ص: ۵۴) میں ہے، اسے احناف نے بڑا عابد و زاہد ومتقی کہا ہے۔ یحییٰ بن یوسف نے ابلیس سے خواب میں کہا کہ ہر قریہ وقصبہ وشہر میں میرے نائبین وخلفاء ہیں، عراق میں میرا نائب وخلیفہ یہ بشر مریسی ہے۔[8] بشر جیسے احناف، جہمیہ، مرجیہ کی سازش ہی سے حنفی

---

1. خطیب (۱۳/ ۴۴۹ و ۴۵۰)
2. الضعفاء للعقيلي (٤/ ٢٨٤) وخطیب (۱۳/ ٤٤٨ و ٤٤٩)
3. خطیب (۱۳/ ٤٤٩ و ٤٥٠)
4. مقدمہ انوار (۱/ ١٤٤)
5. ما حصل از مقدمہ انوار (۱/ ١٤٤)
6. ماحصل از مقدمہ انوار (۱/ ١٤٤)
7. ماحصل از مقدمہ انوار (۱/ ١٤٤)
8. خطیب (۳/ ٦٤ و ٦٥)

حکومت معرض وجود میں آئی جس نے اسلام واہل اسلام کو پوری دنیا میں ہمیشہ کے لیے رسوا کیا، اسی طرح کے جہمی مرجی احناف کی کوکھ سے فرقۂ کوثریہ ودیوبندیہ نے جنم لیا ہے۔

مصنف انوار درحق جہمیہ چہ می گویند؟

مصنف انوار نے آگے بڑھتے ہوئے کہا:

''علماء میں سے احمد بن ابی دؤاد معتزلی پر بھی بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اس نے مامون کو خلق قرآن کے مسئلہ میں زیادہ متشدد بنادیا تھا، سب احکام اسی کے اشارے پر دیے جاتے وہی مامون کا وزیر ومشیر تھا، مامون نے تمام علماء ومحدثین پر داروگیر اپنے نائب اسحاق بن ابراہیم کے ذریعہ کیا، اس نے امام احمد سے پوچھا آپ قرآن کو مخلوق کہتے ہیں یا نہیں؟ امام احمد نے کہا قرآن کلام اللہ غیر مخلوق ہے، اسحاق نے تمام محدثین کے قلم بند کردہ جوابات بشمول جواب امام احمد مامون کے پاس بھیج دیا، مامون نے محدثین بشمول امام احمد کو جاہلانہ عقیدہ والا بتلا کر خمیازہ بھگتنے کی دھمکی دی اور سب پر خوب ظلم وستم ڈھانے کا حکم دیا، بہت سارے محدثین مظالم کی تاب نہ لا کر شہید ہو گئے، مامون نے اپنے بعد والے خلفاء کو بھی ایسا ہی کرنے کی وصیت کی، امام احمد نے صبر واستقلال وعزیمت کا قابل تقلید شاہکار وکردار ادا کیا۔'' [1]

ہم کہتے ہیں کہ مامون، احمد بن ابی دؤاد اور اسحاق بن ابراہیم سب حنفی المذہب جہمی مرجی تھے، اپنی مذکورہ بالا بات میں مصنف انوار نے اپنے ہم مذہب مامون اور اس کے وزراء وامراء وحکام ہی کے فضائل بیان کیے ہیں۔ اس زمانے کے سبھی احناف بشر بن ولید کندی کو چھوڑ کر مامون کی حمایت میں ایک گٹ ہو گئے تھے، اور احناف کا کردار روز اول سے آج تک یہی چلا آ رہا ہے اور تا قیامت چلتا رہے گا۔ (کما تقدم)

تصانیف:

عنوان مذکور کے تحت مصنف انوار نے مسند احمد کا ذکر کیا جو مکررات کے ساتھ چالیس ہزار احادیث اور حذف مکررات کے ساتھ تیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے، اس کی چھ ضخیم جلدیں ہیں، اس کی مشہور شرح ''الفتح الربانی'' مکمل ہو کر تیس جلدوں میں شائع ہو چکی ہے، اس کی دوسری مشہور شرح از علامہ احمد شاکر ہے جس کی صرف بائیس جلدیں ہم کو دستیاب ہیں، اس کے بعد اس کی تصنیف کا سلسلہ جاری ہے، مصنف انوار نے امام احمد کی ایک مبسوط تفسیر قرآن کا ذکر کیا، اس کتاب تک ہماری رسائی نہیں، فرقہ کوثریہ کی رسائی ہوسکی یا نہیں؟ ہم کو معلوم نہیں، مصنف انوار نے امام احمد کی تیسری کتاب الزہد کا ذکر کیا جو مطبوع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہے، مصنف انوار نے امام احمد کی چوتھی کتاب الناسخ والمنسوخ، پانچویں کتاب المنسک الکبیر، چھٹی کتاب المنسک الصغیر، ساتویں کتاب حدیث شعبہ، آٹھویں کتاب فضائل صحابہ، نویں کتاب مناقب صدیق اکبر، دسویں کتاب مناقب حسنین، گیارہویں کتاب التاریخ، بارہویں کتاب الاشربہ کا ذکر کیا، یہ کتابیں غیر مطبوع ہیں، ان پر ہم واقف نہیں ہوئے مگر ان کتابوں کے علاوہ متعدد کتابیں چھپ کر آ گئیں ہیں، مثلاً: (۱۳) العلل بروایت عبد اللہ بن احمد بن حنبل (۱۴) العلل بروایت

[1] ملخص از مقدمه انوار (١/ ١٤٤ و ١٤٥)

بعض تلامذۂ احمد (۱۵) مسائل بروایت ابی داود اور اس طرح کی پانچ چھ کتابیں ان کا کوئی ذکر مصنف انوار نے نہیں کیا، ان کتابوں سے امام احمد کے اصول فقہ واستنباط مسائل، رجال پر بحث وغیرہ کا حال معلوم ہوتا ہے، اس طرح ان کی کتاب (۲۲) الرد علی الجہمیہ، (۲۳) کتاب السنۃ وغیرہ چھپی ہوئی ہیں جو فرقہ حنفیہ مرجیہ کے لیے صواعق محرقہ اور مسلک احمد کی وضاحت کرتی ہیں۔

ثنائے اماثل:

اس عنوان سے مصنف انوار نے صرف چند سطریں لکھیں، حالانکہ ثنائے اماثل امام احمد پر کئی جلدیں تیار ہوسکتی ہیں مگر مصنف انوار کو تو ثنائے جہمیہ مرجیہ کوثریہ دیوبندیہ حنفیہ سے فرصت نہیں حقیقی ائمہ دین کے مناقب سے رائے پرست مصنف انوار کو کیا دلچسپی ہوسکتی ہے؟ ہم بھی اس موضوع پر اختصار کے پیش نظر تفصیل میں نہیں پڑنا چاہتے، شائقین مطولات کا مطالعہ کر کے اپنی طبیعت بجھا سکتے ہیں۔

فقہ حنبلی کے پانچ اصول:

۱۔ پہلا اصول:

اس عنوان کے تحت بھی مصنف انوار کوثریہ جہمیہ مرجیہ اہل الرای دیوبندیہ نے تقلید پرستی ہی کا طریق اختیار کیا، اس طرح کا ہر صاحب قلم ایسا ہی کرنے پر اپنی فطرت ثانیہ کے سبب مجبور ہے۔ مصنف انوار نے فقہ حنبلی کا پہلا اصول یہ بتلایا کہ ''کسی مسئلہ کے متعلق نص صریح موجود ہو تو کسی کی مخالفت کی پرواہ کیے بغیر اس پر عمل کرنا۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ تمام تقلیدی مذاہب سمیت حتی کہ جس فرقے سے مصنف انوار منسلک ہیں نیز تمام فرق باطلہ کا ذبہ کا یہی دعوی ہے کہ نص صریح کی موجودگی میں کسی بھی مخالف کی پرواہ کیے بغیر نص صریح پر عمل ہوگا مگر عام تقلیدی مذاہب وفرق باطلہ کا یہ صرف دعوی ہے عمل اس کے بالکل خلاف ہے خصوصاً مصنف انوار جس فرقے سے منسلک ہیں۔

مذکورہ اصول کی مثال دیتے ہوئے مصنف انوار نے کہا کہ مبتوتہ (جس عورت کو تینوں طلاقیں واقع ہو چکی ہوں) کے لیے امام احمد کے نزدیک فاطمہ بنت قیس کی حدیث کی وجہ سے نفقہ وسکنی دونوں واجب ہیں کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فاطمہ والی حدیث کو کتاب وسنت کے خلاف ہونے کے سبب رد کر دیا تھا، معلوم ہوا کہ ایسی جگہ خبر واحد پر عمل نہ ہوگا جہاں کتاب وسنت مشہورہ کا ترک لازم آئے اور یہی اصول حنفیہ کا ہے جس کی تائید قول فاروقی سے ہو رہی ہے۔[2]

ہم کہتے ہیں کہ اس موضوع پر ہم نے ایک کتاب ''نفقۂ مطلقہ'' لکھی ہے جو عرصہ ہوا طبع ہو کر منظر عام پر آ گئی ہے، اس میں جہمیہ مرجیہ دیوبندیہ کے اس اصول مذموم ومردود کی وضاحت کی گئی ہے، بھلا فرقہ جہمیہ مرجیہ کوثریہ دیوبندیہ حنفیہ بتلائے کہ قرآنی نصوص ﴿فان لم تجدوا ماء فتيمموا صعيدا طيبا﴾ کے بالمقابل کن نصوص قرآنیہ ونصوص نبویہ متواترہ سے منسوخ ہو گیا ہے اور ان نصوص کی جگہ پر کون سی نص قرآنی یا نص نبوی متواتر وارد ہوئی ہے کہ نبیذ، شراب نما نبیذ، درختوں سے کشید شدہ عرق، گلاب اور اس نوع کی چیزوں سے وضو کرنا صحیح ہے؟ یہ بات فرقہ جہمیہ مرجیہ رائے پرست، دیوبندیہ، کوثریہ حنفیہ تا قیامت اپنی کثرت کاثرہ کے باوجود اجتماعی طاقت صرف کر کے مر کر بھی کسی نص متواتر سے نہیں ثابت کر سکتا بلکہ کس صحیح خبر واحد

[1] مقدمہ انوار (۱/ ۱٤٨)　[2] مقدمہ انوار (۱/ ۱٤٦)

سے بھی نہیں، اس طرح کی سینکڑوں نہیں ہزاروں مثالیں ہیں، ہم صرف نمونہ کے طور پر ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں؟ اپنے جہمی مرجی کوثری دیوبندی رائے پرستی تقلید پرستی والے اصول کو حضرت عمر فاروق کی طرف منسوب کرنا اس فرقے کا بہت بھاری فراڈ جھوٹ ومکر وفریب وتلبیس وتدلیس ودسیسہ وعیاری وحیلہ سازی ہے۔

۲۔ دوسرا اصول:

نص صریح (کتاب وسنت کی نصوص صریحہ) کے بعد مصنف انوار نے فقہ حنبلی کا دوسرا اصول فتاویٰ صحابہ کی حجیت بتلایا اور کہا کہ حافظ ابن قیم نے تصریح کی ہے کہ امام احمد کے نزدیک فتاویٰ صحابہ کی اہمیت حدیث مرسل سے بھی زیادہ تھی۔ اسحاق بن ابراہیم نے امام احمد سے دریافت کیا کہ آپ کو صحیح مرسل حدیث زیادہ محبوب ہے یا صحابی کا صحیح اثر؟ فرمایا کہ صحابی کا صحیح اثر۔"[1]

ہم کہتے ہیں کہ یہاں "فتاوی صحابہ" سے امام احمد کی مراد اجماع ہے اور اجماع صحابہ حدیث مرسل کے بالمقابل بہر حال حجت ہے کیونکہ حدیث مرسل حدیث ضعیف کی اقسام سے ہے اور جس حدیث ضعیف کے خلاف اجماع صحابہ ہو وہ اجماع صحابہ کے بالمقابل نظر انداز ہے کیونکہ وہ بذات خود ہی ضعیف ہے، اور اجماع صحابہ کا حجت ہونا نصوص کتاب وسنت سے ثابت ہے، اور اجماع صحابہ کے بالمقابل ضعیف حدیث کا قابل نظر انداز ہونا نصوص کتاب وسنت سے ثابت ہے یہی اصول عام اہل اسلام کا ہے جس کا مخالف صرف فرقہ جہمیہ مرجیہ کوثریہ رائے پرست تقلید پرست دیوبندیہ ہے، دراصل اس فرقہ کا کوئی اصول ہی نہیں، جب چاہا جہاں چاہا جیسے چاہا فتوی صادر کر دیتا ہے، حالانکہ کسی بھی اصول سے اس کا ذرہ برابر لگاؤ نہیں ہوتا، کسی مسئلہ کا موافقِ دلیل شرعی ہونا محض اتفاقی حادثہ ہے اور بس۔

۳۔ تیسرا اصول:

مصنف انوار نے فقہ حنبلی کا تیسرا اصول یہ بتلایا کہ "جس مسئلہ میں اختلافِ صحابہ ہو اس میں جس کا قول نصوص سے قریب ہو اسی کو اختیار کرنا یہی مسلک امام ابوحنیفہ کا ہے۔"[2]

ہم کہتے ہیں کہ اس سے لازم آتا ہے کہ کسی صحابی کا ذاتی قول حجت نہیں جو شخص جس قول صحابی کو نصوص سے قریب سمجھے اسے اختیار کرے، مصنف انوار کا یہ دعوی سو فیصد غلط ہے کہ یہی مسلک احناف کا بھی ہے، امام ابوحنیفہ کے یہ بیانات گزر چکے ہیں کہ نصوص نہ ہوں تو اقوال صحابہ میں سے ہم جسے چاہیں گے معمول بہ بنائیں گے، اس میں نصوص سے قریب ہونے کی کوئی قید امام ابوحنیفہ نے نہیں لگائی ہے اور ان کی طرف منسوب فقہ کا حال بھی یہی ہے کہ کسی قید کے بغیر جس صحابی کا چاہو قول اختیار کرلو، ہم دیکھتے ہیں کہ کسی مسئلہ میں صحابہ کے اقوال مختلفہ موجود ہیں مگر کسی صحابی کا قول اختیار کرنے کے بجائے حنفی مذہب نے محض قیاس ورائے سے کوئی موقف اختیار کیا ہے، خود امام ابوحنیفہ کا ارشاد ہے کہ ہماری فقہ مجموعۂ رائے وقیاس ہے، نیز مجموعۂ اغلاط واباطیل بھی۔ (کما تقدم) بہر حال یہ موقفِ حنبلی ہی صحیح ہے کہ ذاتی طور پر کسی صحابی کا قول حجت نہیں البتہ جو قول صحابی نصوص سے قریب معلوم ہو اس پر عمل کیا جائے، البتہ جو قول صحابی معنوی طور پر حدیث مرفوع کا درجہ رکھے وہ نص نبوی کی طرح حجت ہے۔

۴۔ چوتھا اصول:

مصنف انوار نے فقہ حنبلی کا چوتھا اصول یہ بتلایا کہ "ضعیف ومرسل کو قیاس پر مقدم رکھنا یہی اصول احناف کا بھی ہے۔"[3]

[1] مقدمہ انوار (۱/ ۱٤٦)　[2] مقدمہ انوار (۱/ ۱٤٦)　[3] مقدمہ انوار (۱/ ۱٤٦)

ہم کہتے ہیں کہ حنبلی مذہب میں ''ضعیف ومرسل حدیث'' سے مراو ساقط الاعتبار قسم والی ضعیف ومرسل حدیث نہیں ہے بلکہ جو حدیث ضعیف ومرسل ساقط الاعتبار، متروک، مدلس، موضوع، مکذوب، منکر، شاذ اور اس نوع کی نہ ہو وہ ضعیف ومرسل حدیث مراد ہے اور وہ خلاف نصوص نہ ہو اور یہی اصول صحیح ہے، مگر اس اصول کے پرستار ہونے کے مدعی ہونے کے باوجود حنفیہ جہمیہ مرجیہ کوثریہ عامل نہیں ہیں جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں۔

۵۔ پانچواں اصول:

مصنف انوار نے فقہ حنبلی کا پانچواں اصول یہ بتلایا ''کہ قیاس کا استعمال اس وقت کرنا جب کسی مسئلہ میں کوئی منصوص حکم نہ ملے یہی اصول احناف کا بھی ہے۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ یہ احناف کا اصول نہیں ہے، وہ نصوص واجماع واقوال صحابہ کے ہوتے ہوئے عموماً قیاس ہی پر عمل کرتے ہیں اور یہ چیز اہل علم پر مخفی نہیں تفصیل آگے آئے گی۔ حنبلی مذہب میں اس کی بابت اختلاف ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

امام احمد اور ائمہ احناف:

مصنف انوار نے عنوان بالا کے تحت کہا:

''جیسا کہ ابتدا میں ذکر ہوا امام احمد ائمہ احناف کی طرف کافی میلان رکھتے تھے اور ان کی شاگردی کی مگر جب وہ فقہ واستنباط احکام سے کچھ زیادہ خوش نہ رہے اور اپنے مسائل سے بھی رجوع کیا بلکہ روایت حدیث سے بھی تورع اختیار کیا اور ابتلاء میں رویہ حنفی قضاۃ کی وجہ سے بد دلی پیدا ہوئی ہوگی، اس لیے اس دور میں ائمہ احناف کے بارے میں کچھ ایسی باتیں فرمائیں جو ابتدائی دور کی باتوں سے مختلف تھیں مگر پھر آخر میں امام ابوحنیفہ وغیرہ کے بارے میں اچھی رائے کا اظہار فرماتے تھے، جیسا کہ ائمہ حنابلہ میں ابو الورد نے اپنی کتاب ''اصول الدین'' میں ذکر کیا اور اسی کو علامہ سلیمان بن عبد القوی طوفی حنبلی نے شرح مختصر الروضہ میں نقل کیا، یہ کتاب مکتبہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ یہ ساری باتیں مصنف انوار کے اکاذیب میں سے ہیں اور یہ اکاذیب مصنف انوار نے فرقۂ کوثریہ جہمیہ ومرجیہ رائے پرست دیوبندیہ سے اخذ کیے ہیں، وہ خود فرقۂ کوثریہ کے ایک فرد اور تحریک کوثری کے سرگرم رکن ہیں۔ کسی بھی معتبر طریق سے ثابت نہیں ہے کہ امام احمد اپنی عمر کی ابتدا یا وسط یا انتہا میں احناف کی طرف کچھ بھی میلان رکھتے تھے، وہ ہمیشہ حنفی مرجی جہمی کی مذمت کرتے رہے، اس کی کسی قدر تفصیل ہماری کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں ہے، اگر کسی حنفی امام کی درسگاہ میں امام احمد کا پڑھنا واقعتاً ثابت ہو تو اس سے ان حقائق ثابتہ کی تردید نہیں ہوتی جو حنفی مذہب کے خلاف امام احمد سے منقول ہیں، ابتدائے امر میں پرائمری سے لے کر مڈل تک ہم اور ہمارے مسلمان واہل حدیث ساتھی غیر مسلم برہمنوں، ٹھاکروں مشرکوں سے پڑھتے رہے، تحصیل علوم دینیہ کے زمانے میں سنسکرت اور ہندو مذہب کی معلومات آریہ سماجی، سناتن دھرمی، ویدک دھرمی ہندوں سے ہم حاصل کرتے رہے مگر ایک لمحہ وسیکنڈ کے لیے بھی ان مشرکانہ مذاہب کی طرف کسی قسم کا میلان خیال وخواب میں بھی نہیں

[1] مقدمه انوار الباري (١/ ١٤٦)
[2] مقدمه انوار (١/ ١٤٦) بحواله بلوغ الأماني (ص: ٥٢)

آیا، اگر فرقۂ کوثریہ اپنے ان اکاذیب کی ترویج میں ذرہ برابر سچا ہے تو معتبر دلیل سے ثابت کرے، ہم کہہ رہے ہیں کہ تا قیامت فرقۂ کوثریہ یہ ثابت نہیں کر سکتا، کیا صحابہ وتابعین اور امام شافعی کے زمانے کے تمام اہل حدیث اصحاب الرای امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب اصحاب کے بعد ہوئے؟ امام احمد ابتدائے امر سے انتہائے امر تک ارجاء وتجہم ورائے پرستی سے بیزار ہے جیسا کہ ان کے ہم مذہب اساتذہ اور اساتذہ کے اساتذہ اور تمام صحابہ وتابعین رہے، یہ محض جھوٹ ہے کہ ابتدائے امر میں امام احمد کا میلان مرجی مذہب اور پیروان مرجی مذہب کی طرف رہا، جہمی معتزلی لوگوں سے ہمیشہ ائمہ اہل حدیث بیزار رہے، جن کے ہم مذہب امام احمد رہے اور جن سے وہ بطور دلیل ارجاء، تجہم، رائے پرستی، اعتزال سے بیزاری نقل کرتے رہے، ائمہ حنابلہ میں سے امام ابوالورد اور امام سلیمان بن عبدالقوی یا کسی حنبلی امام نے وہ سب باتیں کس کتاب کے کس صفحہ میں لکھی ہیں جن کے حوالے سے مکذوبہ دعاوی مصنف انوار اور فرقہ کوثریہ نے کر رکھے ہیں؟ جہمی مرجی حنفی حکومت جہمیہ، معتزلہ، مرجیہ حنفیہ کی سازش سے اس زمانہ میں قائم ہوئی جس کے بہت پہلے امام احمد اس مذہب سے ہمیشہ اظہار بیزاری کرتے رہے۔ امام احمد کی کتاب السنۃ والرد علی الجہمیۃ والعلل ومسائل احمد کی کتابیں دیکھیے سب امور کھل جائیں گے، تفصیل کسی قدر آگے تحقیق کے ساتھ آئے گی جس سے حقیقت امر اور زیادہ نکھر کر سامنے آئے گی۔

کتب ابی زہرہ کا ذکر:

ائمہ اربعہ، حافظ ابن حزم، ابن تیمیہ وغیرہ کی سیرت کوثری جہمی نقطۂ نظر سے لکھنے والے استاذ محمد ابوزھرہ کے ترجمہ میں اگر بقول مصنف انوار یہ لکھا ہے کہ امام احمد باوجود غیر معمولی فقہی شغف کے فقہائے عراق ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ کے نتائج فکر سے متفق نہیں تھے۔[1] اس سے مصنف انوار اور ان جیسے کذابین کوثریہ کے متفق نہ ہونے سے حقیقت امر بدل نہیں سکتی، مصنف انوار سمیت جملہ اراکین تحریک کوثری بشمول دیوبندیہ کس چکر میں ہیں؟

اپنے اس دعوی پر مصنف انوار نے تقلید کوثریہ میں جو یہ دلیل دی ہے کہ امام احمد فرماتے ہیں کہ جس قول پر امام ابوحنیفہ و ابو یوسف ومحمد متفق ہوں تو پھر کسی مخالفت کی پرواہ نہ کرنی چاہیے۔[2] اس کا مکذوبہ ہونا ہم ظاہر کر آئے ہیں، یہ اکاذیب کوثریہ تصریحات امام احمد وائمہ اہل حدیث متقدمین وولادت ابی حنیفہ کے پہلے والے صحابہ وتابعین کے بالکل خلاف ہیں، فرقہ کوثریہ کس بھرے میں ہے؟ مصنف انوار نے یہاں پھر اپنی بعض سابقہ مکذوبہ باتیں دہرائیں جن کی تکذیب ہم کر چکے ہیں، مصنف انوار کا یہ دعوی کہ امام ابوحنیفہ کی طرف خبر واحد صحیح پر قیاس کو ترجیح دینے کی نسبت بھی صحیح نہیں، اس طرح اور بھی قابل تنقید امور ہیں۔[3] بہت زیادہ سے بھی زیادہ مکذوب ہے، امام ابوحنیفہ کا نصوص قرآنیہ واحادیث متواترہ واصول اسلامیہ کے خلاف بذریعہ قیاس تعامل کوئی ڈھکا چھپا معاملہ نہیں، ہماری مجاملت سے فرقہ کوثریہ کا ناجائز فائدہ اٹھا کر زیادہ سے زیادہ اکاذیب پرستی کی اہل اسلام میں ترویج کی کوشش نہایت مذموم ومقبوح بات ہے ۔

مهما تكن عند امرئ من خليقة　　　وإن حالها تخفى على الناس تعلم

---

[1] مقدمہ انوار (١/ ١٤٦)　[2] مقدمہ انوار (١/ ١٤٦ و ١٤٧)　[3] مقدمہ انوار (١/ ١٤٧)

فقہ حنبلی کے تفردات

پہلا مسئلہ کتے کے جوٹھا کردہ برتن کو مٹی سے مانجھ کر سات بار پانی سے دھونا:

اسلاف اہل حدیث میں صحابہ سے آج تک بعض مسائل میں اپنی تحقیق کے مطابق اختلاف رہے ہیں مگر اصول سب کا یکساں ہے، مصنف انوار نے فرقہ کوثریہ جہمیہ مرجیہ معتزلہ دیوبندیہ کے افراد کی طرح مذکورہ بالا عنوان قائم کر کے تفردات فقہ حنبلی میں سے پہلا مسئلہ یہ لکھا کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کو سات مرتبہ دھو کر آٹھویں مرتبہ مٹی سے مانجھا جائے۔ دوسرے ائمہ اس کے قائل نہیں۔[1] ہم کہتے ہیں کہ سات مرتبہ پانی سے دھونا اور ایک مرتبہ مٹی سے مانجھنا صرف مجازی اعتبار سے آٹھ مرتبہ کہلاتا ہے ورنہ دھونا صرف سات ہی مرتبہ ہوتا ہے، احادیث راجحہ سے سب سے پہلی بار مٹی سے مانجھ کر دھویا جائے، سات اور آٹھ بار دھونے والی احادیث میں اس طرح تطبیق ہو جاتی ہے، اسے اپنی عادت کذب بیانی کے مطابق مصنف انوار عام جہمیہ مرجیہ کوثریہ رائے پرست دیوبندیہ کی طرح امام احمد کے تفردات میں شمار کرتے ہیں مگر معنوی طور پر اسی پر تقلیدی اماموں میں سے اکثر کا عمل ہے صرف جہمیہ مرجیہ اہل الرای کوثریہ دیوبندیہ نصوص واسلاف سے اعراض وانحراف کر کے اس کے خلاف عمل پیرا ہیں، یہ ائمہ کرام متواتر المعنی حدیث نبوی پر عمل کرتے ہیں، کتب حدیث کی طرف مراجعت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث نبوی کو صرف حضرت ابو ہریرہ سے دس بارہ تابعین نے روایت کیا اور ان تابعین سے بہت سارے اتباع تابعین نے، ھلم جرا. اس طرح اس حدیث نبوی کو حضرت عبداللہ بن مغفل سے چند تابعین نے روایت کیا اور چند تابعین سے کئی اتباع تابعین نے وھلم جرا.اس طرح اس حدیث نبوی کو حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب سے ایک سے زیادہ تابعین نے نقل کیا اور ان تابعین سے کئی اتباعِ تابعین نے۔ ھلم جرا.

ان متعدد احادیث نبویہ کے خلاف جہمی مرجی کوثری رائے پرستی، قیاس آرائی والی دیوبندی محاذ آرائی اس اعتبار سے بہت افسوس ناک ہے کہ اس متواتر حدیث نبوی کے خلاف محاذ آرائی کرنے والے اپنے کو اسلام ہی کی طرف منسوب کرتے ہوئے اتباعِ کتاب وسنت کے دعویدار ہیں۔

اس متواتر حدیث نبوی پر کبار تابعین میں سے امام طاوس، عمرو بن دینار، عطا بن ابی رباح، ثابت بن عیاض، ابو مسلم بن عبدالرحمٰن اور بہت سارے کبار، اوساط وصغار تابعین کا عمل تھا، صحابہ کرام میں سے کسی سے بھی بسند معتبر اس متواتر حدیث نبوی کے خلاف کوئی قول وعمل ثابت نہیں، گویا اس فرمان نبوی پر عمل کرنے اور فتوی دینے پر تمام صحابہ کا کم از کم اجماع سکوتی ہے، تفصیل تمام کتب حدیث کی طرف مراجعت سے معلوم کی جاسکتی ہے اور بآسانی اکاذیب کوثریہ بشمول مصنف انوار پر واقفیت حاصل کی جاسکتی ہے، ہم اختصار کے پیش نظر اس مختصر سی تحقیق پر اکتفا کرتے ہیں۔

[1] مقدمہ انوار (۱/ ۱۴۷)

دوسرا مسئلہ: کیا امام احمد تمام نجاستوں کی تطہیر کے لیے سات بار دھونا ضروری قرار دیتے تھے؟

مصنف انوار نے کہا

''دوسری نجاستوں یعنی کتے کے جوٹھے کے علاوہ نجاستوں کو پاک کرنے میں امام احمد کا راجح قول یہی ہے کہ سات مرتبہ دھونا ضروری ہے، دوسرے ائمہ تین مرتبہ دھونا کافی سمجھتے ہیں۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ اگر مصنف انوار کی یہ بات صحیح ہو تو اس میں امام احمد کا منفرد ہونا کس دلیل سے ثابت ہے؟ نیز یہ بھی ہم کہتے ہیں کہ حنبلی مذہب کی مشہور فقہی اقوال مختلفہ والی کتاب الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف (۱/۳۱۴) میں صراحت ہے:

"ظاهر كلام المصنف عدم اشتراط التراب قولا واحدا على الرواية الثانية، وهو وجوب الغسل ثلاثا، وهو الصحيح، وهو المذهب، وعليه الجمهور"

یعنی کتے کے جوٹھے کے علاوہ ازالہ نجاست کے لیے ظاہر کلام مصنف سے مستفاد ہوتا ہے کہ حنبلی مذہب میں صرف ایک قول ہے کہ مٹی سے مانجھنے کی شرط نہیں اور تین مرتبہ دھونا ہی واجب ہے، یہی صحیح قول مذہب حنبلی ہے، اسی موقف پر جمہور کا عمل ہے۔

المغني لابن قدامه الحنبلي (۱/۷۴ و ۷۵) سے معلوم ہوتا ہے کہ حنبلی مذہب میں بعض نجاسات ایک بار ہی دھونے سے دور ہو جاتی ہیں اور زیادہ تر تین بار دھونے سے، بہر حال مصنف انوار کی یہ بات بھی خلاف تحقیق ہے۔

دو برتنوں میں سے ایک میں پاک پانی ہو دوسرے میں ناپاک اور تعیین کے ساتھ پاک وناپاک معلوم نہ ہو تو کیا کرے؟

تیسرا مسئلہ

مصنف انوار نے کہا:

''اگر کسی کے پاس ایک برتن میں پاک پانی ہو دوسرے میں ناپاک، اور اس میں شک ہو جائے کہ کس میں پاک یا ناپاک پانی ہے؟ تو امام احمد کے نزدیک دونوں کو پھینک کر تیمّم کرنا چاہیے، امام ابوحنیفہ و شافعی تحری کراتے ہیں، مالکی کہتے ہیں کہ دونوں سے وضو کر کے نماز پڑھے۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار کو کیسے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں امام احمد منفرد ہیں؟ اس مسئلہ پر امام ابن قدامہ نے المغنی (۱/ ۸۲-۷۷، مطبوع ریاض ۱۴۱۷ھ، ۱۹۹۷ء) میں بحث کی ہے، از روئے دلیل امام احمد کا مسلک ہی صحیح ہے اور اس کا تعلق حالت سفر سے ہے۔ شائقین المغنی مطبوع مذکور کا مطالعہ کریں۔

چوتھا مسئلہ: کیا مشرکین کے برتن نجس ہیں؟

مصنف انوار نے کہا:

---

[1] مقدمه انوار (۱ / ۱٤٧)　　[2] مقدمه انوار (۱ / ۱٤٧)

''حنبلی مذہب کا چوتھا منفرد مسئلہ یہ ہے کہ مشرکوں کے برتن نجس ہیں، بغیر پاک کیے ان کا استعمال جائز نہیں، دوسرے ائمہ نجس نہیں سمجھتے ہیں۔''❶

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار اور فرقۂ کوثریہ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں امام احمد منفرد اور دوسرے ائمہ اس کے خلاف ہیں؟

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے متواتر المعنی حدیث مروی ہے:

"قلت: يا رسول الله إنا بأرض قوم من أهل الكتاب أفنأكل في آنيتهم؟ فقال رسول الله ﷺ: إن وجدتم غيرها فلا تأكلوا فيها، وإن لم تجدوا غيرها فاغسلوها وكلوا فيها"

''میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم اہل کتاب کی آبادی میں رہتے ہیں تو کیا ان کے برتنوں میں کھا سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمھیں دوسرے برتن یعنی مسلمانوں کے اپنے برتن دست یاب ہوں تو اہل کتاب کے برتنوں میں نہ کھاؤ لیکن اگر تمھارے پاس اپنے برتن نہیں تو اہل کتاب کے برتن لے کر انھیں دھولو اور ان میں کھاؤ۔''

یہ حدیث متفق علیہ ہونے کے ساتھ عام کتب حدیث اور مسند احمد (۲/۱۸۴ و ۴/۱۹۳ و ۱۹۵) میں متواتر سند سے مروی ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کے برتن بھی بدرجۂ مجبوری دھونے کے بعد اہل اسلام کھانے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ جب اہل کتاب کے کھانے والے برتنوں کا یہ حال ہے تو مشرکین کے برتنوں کا یہ حال بدرجۂ اولیٰ ہوگا، اس فرمان نبوی کے خلاف کسی صحابی کا عمل نہیں، اور جن روایات میں مذکور ہے کہ مشرکین کے مشکیزہ اور گھڑا سے پانی لے کر یا کھال کے برتن میں رکھے ہوئے پانی یا مشروب و مطعوم چیزوں کا استعمال آپ ﷺ نے یا صحابہ نے کیا تو واضح رہے کہ چمڑے کے برتن میں پکایا نہیں جاتا، نیز اس میں عموماً پانی یا اس جیسی پاک چیز ہی رکھی جاتی ہے، اس لیے اس معنی کی احادیث سے مشرکین کے برتنوں میں دھوئے بغیر پکانے پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ کیا فرامینِ نبویہ متواترہ پر عمل، جن سے صحابہ کا عمل بھی متفق ہو، عمل کرنا تفرد ہے؟ نیز اہل کتاب و مشرکین میں خود قرآن مجید نے تفریق کر رکھی ہے۔ ہم اختصار کے پیش نظر اسی مختصر تحقیق پر اکتفا کرتے ہیں، امام احمد کے ساتھ بہت سارے تابعین و اتباع تابعین و ائمہ اسلام ہیں، پھر اس موقف کو تفرد کہنا جھوٹ کے علاوہ کیا ہے؟

پانچواں مسئلہ: نیند سے اٹھ کر دونوں ہاتھوں کے دھونے کا حکم:

مصنف انوار نے امام احمد کے تفردات میں اس مسئلہ کو بھی شمار کرتے ہوئے کہا:

''نیند سے اٹھ کر ہاتھ دھونا واجب ہے، یعنی امام احمد کے نزدیک، دوسرے ائمہ مستحب کہتے ہیں۔''❷

ہم کہتے ہیں کہ متواتر المعنی حدیث ہی میں نیند سے اٹھنے پر فرمان نبوی میں بڑی تاکید ہے کہ دونوں ہاتھ دھوئے بغیر ہاتھ پانی میں نہ ڈالے جائیں۔ یہ قول متعدد صحابہ و تابعین کا ہے، پھر اس میں امام احمد کا تفرد کیا؟ کیا متواتر المعنی نص نبوی پر عمل کرنا تفرد ہے؟ کتب حدیث خصوصاً مصنف عبد الرزاق و ابن ابی شیبہ دیکھیں، نیز ملاحظہ ہو: المغنی لابن قدامہ (۱/ ۱۳۹-۱۴۲) و (ص: ۴۰ و ۴۱) اور ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' دیکھیں۔

---

❶ مقدمه انوار (١/ ١٤٧)　　❷ مقدمه انوار (١/ ١٤٧)

چھٹا مسئلہ: وضو میں مضمضہ اور استنشاق کا حکم:

مصنف انوار نے کہا کہ امام احمد کے تفردات والے مسائل میں چھٹا مسئلہ یہ ہے کہ وضو میں مضمضہ (کلی کرنا) اور استنشاق (ناک میں پانی ڈال کر جھاڑنا) فرض ہے، دوسرے ائمہ مستحب کہتے ہیں۔ ❶

ہم کہتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ نے یہ حدیث نبوی روایت کر رکھی ہے:

"المضمضة والاستنشاق من الوضوء الذي لا بد منه" یعنی مضمضہ و استنشاق کے بغیر وضو وضو ہی نہ ہوگا۔" ❷

یہ حدیث نبوی مضمضہ اور استنشاق کے وضو میں فرض ہونے کی واضح دلیل ہے، آپ ﷺ نیز صحابہ سے ان کے بغیر وضو کا ثبوت نہیں، پھر انھیں مصنف انوار کا تفرداتِ امام احمد میں سے کہنا جھوٹ نہیں تو کیا ہے؟ اس حدیث نبوی سے اختلاف کرنے والے ہی غیر صحیح موقف رکھتے ہیں، حنفیہ غسل میں مضمضہ و استنشاق کو فرض اور وضو میں غیر فرض بلکہ مستحب مانتے ہیں، ان کی اس مرجی و رائے پرستی والی تفریق پر کون سی دلیل شرعی ہے؟

ساتواں مسئلہ: اونٹ کا گوشت کھانا ناقض وضو ہے یا نہیں؟

مصنف انوار نے تفرداتِ امام احمد گنواتے ہوئے کہا:

> ''ان کے یہاں اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ کچا کھائے یا پکا، دوسرے اسے کسی حال میں ناقض وضو نہیں کہتے۔'' ❸

ہم کہتے ہیں کہ حضرت براء بن عازب، جابر بن سمرہ، اسید بن حضیر، عبداللہ بن عمرو اور ذی الغرۃ صحابہ سے یہ حدیث نبوی مروی ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ پکا ہوا کھائے یا کچا، ان احادیث کی تخریج فقہ حنبلی کی کتاب المغنی لابن دقیق العید مع الحواشی (۱/ ۲۵۰ و ۲۵۱) میں دی ہوئی ہے۔ نیز المغنی میں یہ بھی کہا ہے:

> "بهذا قال جابر بن سمرة، ومحمد بن إسحاق، و أبو خيث، ويحى بن يحيىٰ [التيمي النيسابوري] وابن المنذر، وهو أحد قولي الشافعي، قال الخطابي: ذهب إلى هذا عامة أصحاب الحديث."

اتنے سارے صحابہ و تابعین وائمہ حدیث اس موقف کے قائل ہیں تو مصنف انوار اور ان کا فرقہ جہمیہ مرجیہ رائے پرست دیوبندیہ اپنے دعوی مذکورہ میں کذاب ہوا یا نہیں؟ امام ابن قدامہ نے ان احادیث و آثار کے مخالف مرجیہ احناف دیوبندیہ کے دعاوی کی تکذیب کر کے اس کے پرخچے اڑا دیے ہیں۔ ❹ مصنف انوار اور ان کے فرقہ کوثریہ جہمیہ مرجیہ میں دم ہو تو اس کا جواب دیں!

کیا مصنف انوار میں اتنا ہی دم تھا کہ سات مسائل میں امام احمد کو منفرد کہہ کر رہ گئے؟ امام ابوحنیفہ کے تفردات نصوص کے خلاف قیاس پرستی والے مسائل کی تعداد سینکڑوں نہیں ہزاروں سے بھی متجاوز ہے، ہم اختصار کے پیش نظر تفصیل میں نہیں پڑنا چاہتے۔

---

❶ مقدمه انوار (۱/ ۱٤٧)

❷ رواه الإمام أبو بكر عبد العزيز بن أحمد المعروف بغلام خليل في كتاب الشافي والدارقطني في سنة (۱/ ۸٤) المغني لابن قدامه (۱/ ۱٦٨)

❸ مقدمه انوار (۱/ ۱٤٧) ❹ ملاحظہ ہو: المغني (۱/ ۲٥٤)

ائمہ اربعہ کی ابتلاؤں پر ایک نظر:

مذکورہ بالا اکاذیب وتلبیسات وتدلیسات سے فارغ ہوکر مصنف انوار نے عنوان مذکور کے تحت اپنی بدعنوانیوں کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا:

''امام اعظم ابوحنیفہ نے سب سے پہلے ابتلائی میدان میں قدم رکھا، ہم ان کے حالات میں بتلا چکے ہیں کہ جو کچھ سختیاں اور مصائب ان پر عباسی حکومت نے نازل کیے وہ سیاسی نظریہ کے اختلاف ہی کا نتیجہ تھا۔''

اوّلاً: امام ابوحنیفہ کا فطری میلان حضرت علی اور آل بیت نبوی کی طرف تھا، پھر عباسی دور حکومت کی بعض غلط کاریوں کے باعث آل بیت کی درپردہ امداد واعانت وغیرہ ایسے اسباب تھے کہ امام ابوحنیفہ ان کی نظروں میں کھٹکتے تھے، لیکن امام صاحب کا بلند علمی ودینی منصب اور علماء وعوام میں غیر معمولی مقبولیت بھی ایسی نہ تھی کہ آسانی سے ان پر ہاتھ ڈالا جا سکتا، اس لیے قضا کے بہانہ کو اپنایا گیا، امام صاحب نے کوڑے کھائے قید وبند کی مصیبت سہی، تکالیف اٹھالیں۔ مگر اس دنیوی منصب کو قبول نہ کیا۔ موفق (۱/ ۲۱۵) میں ہے کہ منصور نے قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا اور کہا قاضیوں کو آپ کے علم کی ضرورت ہے، امام صاحب نے کہا اس عہدہ کے لیے وہ شخص موزوں ہے جس کا اتنا بڑا قلب وحوصلہ ہو کہ آپ پر، شاہ زادوں پر اور فوج کے سرداروں پر بھی بے تأمل شرعی حکم نافذ کر سکے اور میں ایسا نہیں کر سکتا، خلیفہ نے کہا اگر یہی بات ہے تو آپ میرے عطایا کیوں قبول نہیں کرتے؟ مطلب یہ تھا کہ آپ سے زیادہ جری وبا حوصلہ کوئی نہیں کیونکہ دوسرا کوئی ایسا نہیں کر سکتا تو امام صاحب نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ بیت المال سے دیتے ہیں جس کا میں کسی اعتبار سے بھی مستحق نہیں، اس پر خلیفہ لاجواب ہوکر غضب ناک ہوگیا اور امام صاحب کے کپڑے اتر واکر سر دربار کوڑے لگوائے، جس کی وجہ سے آپ کے بدن سے خون بہا اور پیروں کی ایڑیوں تک پہنچا لیکن امام صاحب نے پھر یہی فرمایا کہ میں اس عہدہ کے لائق نہیں خلیفہ کو اور غصہ آیا کہنے لگا کہ آپ جھوٹ کہتے ہیں، امام صاحب نے کہا اب تو آپ نے خود فیصلہ کر دیا کہ میں اہل نہیں کیونکہ جھوٹے کو اتنا اہم شرعی منصب سپرد کر دینا جائز نہیں، اس پر خلیفہ نے حلف اٹھایا کہ میں تمھارا عذر ہرگز قبول نہیں کروں گا، وزیر نے امام صاحب کو توجہ دلائی کہ آپ امیر المومنین کے مقابلہ میں ان کے حلف پر حلف اٹھا رہے ہیں، ایسا تو نہ کیجیے، امام صاحب نے بڑے اطمینانِ قلب کے ساتھ کہا میں نے غلطی نہیں کی، اگر امیر المومنین چاہیں تو مجھ سے زیادہ سہولت سے کفارۂ حنث ادا کرنے پر قادر ہیں۔ گویا سر دربار ہی یہ بھی کہہ ڈالا کہ اگر خلیفہ چاہے تو حلف کے خلاف کرے میں اپنے حلف کے خلاف کرنے والا نہیں ہوں، اللہ اکبر یہ تھی جرأت ایمانی اور قوت قلب جس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔

کتب تاریخ میں ہے کہ امام صاحب کی اس جرأت وبے باکی پر تمام درباری حیرت زدہ تھے، چنانچہ اس مجلس میں اسی وقت خلیفہ کے چچا عبد الصمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے خلیفہ کو آگے قدم بڑھانے سے روکا اور کہا کہ غضب کر رہے ہو، ابھی آپ کے مقابلہ پر ایک لاکھ تلواریں میانوں سے نکل کر آجائیں گی، یہ معمولی شخص نہیں، یہ فقیہ عراق ہے، تمام اہل مشرق کا پیشوا ہے، اس پر خلیفہ نے بھی معاملہ کی نزاکت کا احساس کیا اور اس کی تلافی کے لیے ہر کوڑے کے مقابلہ میں ایک ہزار درہم کا حساب کر کے تیس ہزار درہم امام صاحب کی خدمت میں بطور معذرت واظہار افسوس پیش کیے الخ۔[1]

---

[1] مقدمه انوار (ص: ۱۴۷ و ۱۴۸)

ہم کہتے ہیں مصنف انوار نے اس طرح کی باتیں مختلف انداز میں لکھی ہیں جو سب کی سب مجموعۂ اکاذیب ہیں، یہ حالاتِ ابی حنیفہ نہیں مکذوبہ افسانوی قصے اور الف لیلوی، رام لیلا ورامائن کی افسانوی داستانوں جیسی مکذوبہ باتیں ہیں، تحقیقی علمی خدمت کے دعوی کے ساتھ گمراہ کن، جعل سازی، دام تزویر وعیاری ومکاری، دجل وفریب، تلبیس وتدلیس، چال بازی، جھوٹی من گھڑت کہانی اور دروغ بافی کسی شریف غیر مسلم کو بھی گوارا نہیں، لیکن یہ ساری تکڑم بازیاں خدمت اسلام کے نام پر کی جارہی ہیں۔ اپنی اس لمبی اور اس سے بھی طویل دروغ بافی میں مصنف انوار نے اپنے فرقہ کوثریہ جہمیہ رائے پرست تقلید باز افتراء پرداز کی تقلید میں لغوطرازی وبیہودہ گوئی کی حد کر دی ہے، امام ابوحنیفہ کو سب سے پہلا ابتلائی میدان میں قدم رکھنے والا قرار دے کر خالص سفید جھوٹ بولنے میں مصنف انوار نے بڑے بڑے کذابین کے کان کاٹ لیے، امام ابوحنیفہ کی ولادت سے سینکڑوں ہزاروں سال پہلے انبیائے سابقین ومرسلین متقدمین اور ان کے اصحاب واتباع بشمول خاتم النبین محمد رسول اللہ ﷺ اجمعین واقعی اور حقیقی ومعنوی دینی ابتلا کے مراحل سے کامیابی کے ساتھ گزر چکے تھے، اور امت محمدیہ میں امام ابوحنیفہ سے بہت پہلے ائمہ اسلام حقیقی واقعی معنوی دینی ابتلا کے میدان میں اتر کر سب پر بازی لے گئے تھے، اور جو داستان ابتلائے ابی حنیفہ مصنف انوار اور دوسرے جہمیہ مرجیہ رائے پرست مقلدہ دیوبندیہ وغیر دیوبندیہ نے سنا رکھی ہے اس میں صداقت کا ذرہ برابر شائبہ ہونا تو دور کی بات ہے حقائق کے بالکل خلاف یہ مرجی تقلیدی افسانوی بکواس ہے۔

مصنف انوار نے جب بزبان خویش مکذوبہ افسانوی ابتلائے ابی حنیفہ کو سیاسی نظریہ کے اختلاف کا نتیجہ بتلایا ہے تو اس میں دینی وایمانی تناسب کتنا پایا جاتا ہے؟ یہ مصنف انوار اور ان کے جہمی مرجی رائے پرست اسلام ومعاصرین نے نہیں بتلایا، جب بقول مصنف انوار ان کے روافض شیعی معتزلی جہمی مرجی اسلاف کے دعاوی کے مطابق امام ابوحنیفہ کا فطری میلان حضرت علی واہل بیت نبوی کی طرف تھا تو پہلے خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق، دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق، تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان غنی، چھٹے خلیفہ راشد حضرت عبداللہ بن زبیر، ساتویں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز سب کے سب غیر علوی وغیر اہل بیت نبوی سے تھے، ان سارے خلفائے راشدین اور ان کی خلافت سے راضی صحابہ وتابعین رافضی صفت مصنف انوار جیسے لوگوں کی نظر میں اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک کیا تھے؟ امام ابوحنیفہ ان خلفائے راشدین وصحابہ وتابعین کی طرف فطری میلان رکھتے تھے یا نہیں؟ یہ بات رافضی ومعتزلی جہمی نیز فرقہ کوثریہ اور اس کے اراکین بشمول مصنف انوار ضرور بتلائیں اور وضاحت سے بتلائیں تاکہ ان کی حیثیت عرفی ظاہر ہو سکے۔ جس فرقہ کوثریہ کے رکن مصنف انوار ہیں اس نے تاریخ خطیب پر یہ حاشیہ آرائی کی ہے:

”ولا نرى الخروج على أئمتنا و ولاة أمورنا، وإن جاروا علينا، و ندعو لهم، ثم إجماع أصحاب أبي حنيفة على ما قلت... إلى أن قال: ولا نرى الخروج على أئمتنا و ولاة أمورنا، وإن جاروا، ولا ندعو عليهم، ولا ننزع يدا من طاعتهم، ونرى طاعتهم من طاعة الله فريضة ما لم يأمروا بمعصية، وندعو لهم بالصلاة والمعافاة... إلى أن قال: فإنه قد بسط فيها القول بأن الخروج على الإمام غير جائز، بل هو فسق، إذ طاعته واجبة بالكتاب والسنة وإجماع المسلمين“ الخ۔[1]

---

[1] حاشیہ کوثریہ بر خطیب (۱۳/ ۳۹۵ و ۳۹۶)

''امام ابوحنیفہ کا عقیدہ تھا کہ ہم اپنے خلفاء وامراء وحکام کے خلاف خروج وبغاوت نہ کریں گے اگر چہ وہ ہم پر ظلم ڈھائیں بلکہ ہم ان کے لیے دعائے خیر کریں گے، اس پر تمام اصحاب ابی حنیفہ کا اجماع ہے، ہم ان کی اطاعت سے دست کشی کریں گے نہ ان پر بد دعا کریں گے، ان کی اطاعت کو ہم اللہ تعالی کی اطاعت کی طرح فرض مانتے ہیں جب تک کہ وہ کسی معصیت کا حکم نہ دیں، ان کے لیے ہم بھلائی ومعافی کی دعا کرتے رہیں گے، امام ابوحنیفہ نے تفصیل سے یہ بات کہی ہے کہ خلیفہ کے خلاف خروج ناجائز ہے بلکہ فسق وفجور ہے کیونکہ اس کی اطاعت نص قرآنی ونص نبوی واجماع امت کے مطابق فرض ہے۔''

ہم فرقہ کوثریہ جہمیہ مرجیہ رافضیہ شیعہ رائے پرست مقلدہ سے پوچھتے ہیں کہ تمھارے دعاوی کے مطابق امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا فطری میلان جب علویہ واہل بیت سے تھا تو کیا وہ انشراح صدر اور رضا ورغبت سے حضرت علی مرتضی وحضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے علاوہ دوسرے تمام خلفاء کی خلافت پر راضی تھے اور ان کی اطاعت اطاعت قرآنی واطاعت نبوی واتباع اجماع امت کی طرح فرض سمجھتے تھے؟ امام ابوحنیفہ اپنے معاصر خلفائے بنوامیہ و بنوعباسیہ وحکام وامراء ووزراء کے ظلم کے باوجود ان کی اطاعت کتاب وسنت واجماع امت کی طرح اپنے اوپر فرض سمجھتے ہوئے عملاً کرتے بھی تھے؟ جب تمھارا یہ دعوی ہے تو تمھارا ہی یہ دعوی بھی ہے کہ اموی خلافت وحکومت اور عباسی خلافت وحکومت کے حکم بلکہ درخواست کو امام ابوحنیفہ نے رد کر دیا؟ انھوں نے ان دونوں خلافتوں اور حکومتوں کے حکم کی اطاعت قرآن وسنت واجماع امت کی اطاعت کی طرح کرنے کے بجائے اسے ٹھکرا دیا، کیا ان حکومتوں کی طرف سے عہدۂ قضا قبول کرنے کی درخواست کوئی معصیت والی درخواست تھی جسے امام ابوحنیفہ نے نہایت شدت کے ساتھ حکومتوں کے اصرار اور پر زور درخواست کے باوصف ٹھکرا دیا؟ تمھارا ہی دعوی ہے کہ اموی وعباسی خلافت کے خلاف ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا فطری میلان علوی واہل بیت کی طرف تھا، اسی لیے وہ ان حکومتوں کے خلاف در پردہ علویہ واہل بیت کی معاونت بھی کرتے تھے، یہ طرز عمل کس نام سے موسوم کیے جانے کے لائق ہے؟ کیا واقعی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اموی وعباسی حکومت کے لیے دعائے خیر کرتے اور بد دعا نہیں کرتے جبکہ تمھارا ہی دعوی ہے کہ ان حکومتوں کے خلاف امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب علویہ واہل بیت کی معاونت کرتے تھے؟

خلفاء کے خلاف امام ابوحنیفہ بغاوت کی حوصلہ افزائی کرتے تھے:

حافظ خطیب کی ولادت ۳۹۲ھ سے ایک سو پندرہ سال پہلے فوت ہونے والے امام ابو یوسف یعقوب بن سفیان فسوی نے اپنی مشہور ومعروف کتاب "المعرفة والتاريخ" میں کہا:

"حدثني صفوان بن صالح الدمشقي ثنا عمر بن عبد الواحد السلمي قال: سمعت الأوزاعي يقول: أتاني شعيب بن إسحاق وابن أبي مالك وابن علاق وابن ناصح فقالوا: قد أخذنا عن أبي حنيفة شيئا فانظر فيه، فلم يبرح بي وبهم حتى أريتهم فيما جاؤني به عنه أنه قد أحل لهم الخروج على الأئمة."[1]

[1] المعرفة والتاريخ للفسوي (۲/ ۷۸۸، سطر: ۵۔ ۱۱)

''امام اوزاعی عبد الرحمان بن عمرو بن ابی عمرو ابو عمرو (متوفی ۱۵۷ھ) نے کہا کہ میرے پاس شعیب بن اسحاق، ابن ابی مالک، ابن علاق اور ابن ناصح آئے اور بولے کہ ہم نے امام ابوحنیفہ سے تحریری طور پر کچھ باتیں لکھی ہوئی حاصل کی ہیں آپ انھیں ملاحظہ فرمائیے، چنانچہ میرے اور ان کے ساتھ اس تحریر ابی حنیفہ کے دیکھنے کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ میں نے اس تحریر ابی حنیفہ میں ان چاروں حضرات کو امام ابوحنیفہ کی تحریر کردہ بات دکھلا دی کہ موصوف ابوحنیفہ نے لوگوں کے لیے خلفاء و امراء کے خلاف بغاوت و خروج کو حلال ہونے کا فتوی دے رکھا ہے۔''

یہ روایت حافظ خطیب نے امام فسوی کی اسی کتاب سے بسند ''أخبرنا ابن الفضل أخبرنا عبد الله بن جعفر بن درستویه سماعا'' نقل کی ہے۔ امام فسوی تک حافظ خطیب کی بیان کردہ سند صحیح ہے اور اس سند صحیح کو حافظ خطیب نے محض رسمی طور پر بیان کیا ہے ورنہ جب یہ روایت کتابِ فسوی میں موجود ہے تو خطیب سے لے کر فسوی تک کی سند کے صحیح وغیر صحیح ہونے سے روایت کے صحیح ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا مگر مسخ حقائق وتکذیب وقائع کا عادی و پرستار فرقہ کوثریہ جہمیہ مرجیہ رائے پرست نے سند بیان کرنی شروع کرنے سے پہلے ہی خطیب کی اس روایت صحیحہ پر ڈیڑھ صفحہ کا حاشیہ باریک خط میں لکھ کر اس روایت صحیحہ اور اس جیسی جملہ روایات صحیحہ کی تکذیب کرتے ہوئے یہ بیان کرنے پر بڑا زورِ قلم صرف کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا عقیدہ تھا کہ اپنے خلفاء و امراء وحکام کے خلاف بغاوت ناجائز بلکہ فسق و فجور ہے اور خلفاء و امراء وحکام کی اطاعت اسی طرح فرض ہے جس طرح نصوص کتاب وسنت واجماع امت کی، اس لیے یہ ممکن نہیں کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے اپنے خلفائے زمانہ وحکامِ دوراں و امرائے عصر کے خلاف بغاوت وخروج کو حلال قرار دیا ہو اور اس کی حوصلہ افزائی کی ہو، مگر یہ معلوم ہے کہ کسی شخص یا اشخاص کا اپنا کوئی عقیدہ ونظریہ ظاہر کرنا دوسری بات ہے اور اپنے ظاہر کردہ عقیدہ ونظریات پر قائم رہنا اور عمل کرنا دوسری بات ہے، ہم ہزاروں لاکھوں آدمیوں کو دیکھتے ہیں کہ ان کے ظاہر کردہ عقیدہ ونظریہ اور اس پر عمل کے درمیان واضح اختلاف بلکہ زمین وآسمان جیسا فاصلہ رہا کرتا ہے، پہلے ناظرین کرام اس روایت کی سند پر گہری نظر ڈال لیں کہ اس کے صحیح ومعتبر ہونے میں ذرہ برابر بھی شک کی گنجائش نہیں ہے، اس کی سند امام فسوی سے لے کر امام اوزاعی تک بذریعہ تحدیث وسماع متصل ہے، ہر راوی بلند پایہ ثقہ ہے اور اس میں کسی قسم کی علت قادحہ بلکہ غیر قادحہ علت بھی نہیں پائی جاتی۔

امام فسوی کی اس کتاب کا تقدمہ وتحشیہ لکھنے والے بھی فرقۂ کوثریہ جہمیہ مرجیہ ہی کے لوگ ہیں، انھوں نے کوئی چارہ کار نہ دیکھ کر امام فسوی کی ثقاہت پر ائمہ کا اجماع اپنے تقدمہ میں لکھا اور اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ امام فسوی صرف ثقہ رواۃ سے روایت کا التزام کرتے ہیں۔

ترجمہ صفوان بن صالح دمشقی:

ان جہمی کوثری لوگوں کی تصریح کے مطابق امام فسوی نے یہ روایت اپنے جس استاد صفوان بن صالح دمشقی سے نقل کی ہے وہ ثقہ ہیں، ان کا ترجمہ سیر اعلام النبلاء (۱۱/ ۴۷۵ و ۴۷۶) والجرح والتعدیل (۴/ ۴۲۵ و ۴۲۶) وتاریخ دمشق (۸/ ۱۶۸) وتہذیب الکمال (ص: ۶۰) والعبر (۱/ ۴۲۰) وتذہیب التہذیب (۳/ ۹۴) وتہذیب التہذیب (۴/ ۴۲۶ و ۴۲۷) وغیرہ میں ہے، سب نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔

ترجمہ امام عمر بن عبد الواحد دمشقی:

صفوان نے یہ روایت امام عمر بن عبد الواحد السلمی ابو حفص دمشقی (مولود ۱۱۸ھ ومتوفی ۲۰۰ھ یا ۲۰۱ھ) سے نقل کی ہے، یہ بھی ثقہ بلکہ اوثق اصحاب الاوزاعی ہیں۔[1] امام عمر سلمی دمشقی نے یہ حدیث امام اوزاعی سے سنی، جنھیں فرقہ جہمیہ بھی امام ابو حنیفہ کا استاذ وشیخ الحدیث تسلیم کرتا ہے، امام اوزاعی کا بیان یہ ہے کہ چار حضرات امام ابو حنیفہ کی تحریر میرے پاس اس لیے لے کر آئے کہ میں اسے ملاحظہ کرلوں، یہ چاروں حضرات یہ ہیں: شعیب بن اسحاق، ابن ابی مالک، ابن علاق، ابن ناصح، خطیب پر حاشیہ چڑھانے والے کوثریہ جہمیہ نے لکھا کہ فسوی سے اسے روایت کرنے والے ابن درستویہ کے ضعیف ہونے کی بات پہلے بیان کی جا چکی ہے، یہ کوثریہ جہمیہ ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوْا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا﴾ [الجمعه: ۵] کے مصداق ہیں، ان کذابین کو یہ بھی پتہ نہیں کہ یہ روایت جب امام فسوی نے بقلم خود اپنی کتاب میں لکھی ہے تو ان سے اس روایت کے راوی شاگرد ابن درستویہ کے غیر معتبر ہونے سے اس روایت کے صحیح ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا، مگر حقیقت امر یہ ہے کہ ابن درستویہ کا ثقہ ہونا متفق علیہ ہے، صرف فرقۂ جہمیہ کوثریہ مرجیہ کذابہ دجالہ ہی نے اپنی عادت افترا پردازی سے انھیں غیر معتبر قرار دیا، اس قدر یہ کذابہ فرقۂ کوثریہ بے حیا ہے کہ صاحب التنکیل نے ان کے اس افترا وبہتان کی وضاحت کر دی پھر بھی اس بے حیا فرقہ کو اپنی صفتِ حمار پر ذرہ برابر ندامت نہیں، اس بے حیا، فتنہ انگیز فرقہ کوثریہ کذابہ نے اکاذیب آفرینی میں مزید ترقی کرتے ہوئے کہا کہ جو چاروں حضرات تحریر ابی حنیفہ خدمت اوزاعی میں لائے تھے ان میں سے احمد بن عبید بن ناصح بقول خطیب منکر الحدیث ہیں اور شعیب بن اسحاق وابن ابی مالک "كلهم مجاهيل" ہیں، ان کے کلام کی کوئی قیمت نہیں یہ ابو حنیفہ سے جلالت وقدر میں کمتر ہیں، ان کوثری جہمی کذابین کا مبلغ علم اور جہل مرکب والے ایمانی وبد زبانی دیکھیے کہ دو افراد پر جمع کی ضمیر " كلهم مجاهيل لا قيمة لكلامهم... الخ" لاتے ہیں اور چوتھے آدمی ابن علاق کا ان گدھوں نے کوئی ذکر ہی نہیں کیا۔

ترجمہ احمد بن عبید بن ناصح:

جس احمد بن عبید بن ناصح ابو جعفر نحوی المعروف بابی عصیدہ کی بابت ان کوثری جہمی کذابین نے کہا کہ خطیب نے انھیں منکر الحدیث کہا، وہ ان کذابین کی خالص کذب بیانی ہے بلکہ حافظ خطیب نے ان کی بابت ابن عدی سے نقل کیا: "يحدث عن الأصمعي ومحمد بن مصعب بمناكير."[2] نیز خطیب نے ان کی بابت حافظ ابو احمد نیسابوری سے نقل کیا: "لا يتابع جل حديثه"[3] ان جہمی کذابین کو یہ خبر نہیں کہ دو رواۃ سے بعض منکر روایت کرنے اور "لا يتابع جل حديثه" کے وصف سے متصف راوی کا غیر معتبر ہونا لازم نہیں آتا، چنانچہ حافظ ابن عدی ہی نے اپنی کتاب الکامل (۱/۱۹۲ ترجمہ احمد بن عبید بن ناصح) میں یہ صراحت کی کہ "أبو عصيده عندي مع هذا كله من أهل الصدق" یعنی بعض رواۃ سے منکر روایات نقل کرنے اور "لا يتابع جل حديثه" کے وصف سے متصف ہونے کے باوجود ابو عصیدہ احمد بن عبید بن ناصح صدوق ہیں، اور جب یہ بات ہے تو انھوں نے تن تنہا ابو حنیفہ کی تحریر حاصل نہیں کی تھی بلکہ ان کے ساتھ مزید تین حضرات اور تھے اور

[1] تهذيب التهذيب (۱/ ۴۲۱)　[2] خطيب (۴/ ۲۵۸-۲۶۰)　[3] خطيب (/ ۲۶۰)

حافظ ابن حجر نے اعدل الاقوال کے طور پر ان کی بابت تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ "وهو لين الحديث" اور لین الحدیث بہت خفیف درجہ کی تجریح ہے جو اس جیسے راوی بلکہ اس سے کم تر راوی کی متابعت سے دور ہو جاتی ہے، اور بعض اہل علم کے اعتبار سے صدوق راوی کا بعض رواۃ سے کچھ مناکیر کا روایت کرنا اور ان کی روایت کا متابع نہ ہونا کوئی قادح جرح نہیں بلکہ وہ معتبر راوی مانا جائے گا۔

الغرض احمد بن عبید بن ناصح کی یہ روایت اس صورت میں حسن درجہ کی معتبر ہوئی جبکہ اس کے متابع نہ ہوتے، اور فرقہ جہمیہ کوثریہ نے اپنے مصالح کے اعتبار سے یہ کام بکثرت کیا ہے کہ اپنے موافق روایات میں اس قسم کی تجریحات کو کالعدم قرار دیکر حسن کہا ہے، اگر ان کے خلاف ہوں تو اس سے کہیں زیادہ خفیف تجریح بھی ان کے یہاں قادح ہو جاتی ہے، ان کی عام کتابیں خصوصاً اعلاء السنن اور اس کے تقدمہ سے یہ بات ہویدا وآشکارا ہے۔ فرقہ کوثریہ جہمیہ نے اپنی عادت کے مطابق اس روایت کے ایک راوی احمد بن عبید کو تلبیس سے کام لے کر منکر الحدیث کہہ کے پیچھا چھڑایا، دو رواۃ کو مجہول کہہ کر ضمیر کشی کی مذموم کوشش کی۔

ترجمہ ابن علاق (عثمان بن حصن بن علاق)

مگر چوتھے راوی ابن علاق کا ذکر تک نہیں کیا، یہ ابن علاق عثمان بن حصن بن علاق ہیں جنہیں عثمان بن عبد الرحمٰن بن حصن بن عبیدہ بن علاق دمشقی بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ تمام کتب تراجم میں تفصیل ہے، انھیں تقریب التہذیب وخلاصہ تذہیب الکمال میں ثقہ کہا گیا اور تہذیب التہذیب وتہذیب الکمال میں یہ تفصیل دی گئی کہ ان کے بہت سارے شیوخ میں امام اوزاعی بھی ہیں، انھیں ابومسہر، ابو زرعہ رازی، ابو داود، ابن حبان نے ثقہ ومستقیم الحدیث کہا ہے۔[1] ان کا ذکر فرقۂ کوثریہ جہمیہ نے بھول کر بھی اشارۃً اپنی تلبیس کاری کے سبب نہیں آنے دیا، اگر احمد بن عبید بن ناصح اور جن دو رواۃ کو فرقہ کوثریہ نے محض جھوٹ کے زور پر غیر معتبر یا مجہول کہا ہے اسے صحیح مان لیا جائے تو ان سب کی متابعت کرنے والے عثمان بن حصن ثقہ کے سبب روایت مذکورہ صحیح قرار پاتی ہے۔

ترجمہ شعیب بن اسحاق بن عبد الرحمٰن دمشقی:

اور شعیب بن اسحاق کو فرقہ کوثریہ نے محض اپنی جہالت مرکبہ اور کذب صریح کے بل بوتے پر مجہول کہا ہے، وہ شعیب بن اسحاق بن عبد الرحمان اموی بصری دمشقی (متوفی ۱۸۹ھ) ثقہ ہیں، یہ صحیحین اور دوسری کتب حدیث کے رواۃ میں سے ہیں۔[2] ان کے جملہ شیوخ میں امام اوزاعی وابوحنیفہ کا شمار بھی کیا گیا ہے، ایسے ثقہ بلکہ بقول امام احمد "أصح الحديث وأوثقه" کو فرقۂ کوثریہ کا مجہول کہنا انتہائی درجے کا جہل مرکب ہے یا جھوٹ ہے۔

ترجمہ ابن ابی مالک (خالد بن یزید بن عبد الرحمان بن ابی مالک دمشقی):

اور ابن ابی مالک سے مراد خالد بن یزید بن عبد الرحمان بن ابی مالک دمشقی ہیں جو ۱۰۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۵ھ میں فوت ہوئے، انھیں امام ابو زرعہ رازی، احمد بن صالح مصری، ابن حبان، عجلی اور ابن عدی نے ثقہ کہا ہے، بعض نے جرح مبہم غیر

[1] تهذيب (٧/ ١٠١ و ١٠٢) وعام كتب رجال.

[2] سير أعلام النبلاء (٩/ ١٠٣ و ١٠٤) وتهذيب التهذيب (٤/ ٣٠٤ و ٣٠٥) وعام كتب تراجم.

مفسر کی، بعض نے جرح قادح کی، سارے اقوال پر نظر رکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ موصوف حسن الحدیث ہیں، نیز ملاحظہ ہو: تاریخ جرجان للسھمی (ص:٦٥٢ و٦٥٣)

حاصل یہ کہ ایک دوسرے کی متابعت کرنے والے چار رواۃ میں سے دو مطلقاً ثقہ وصحیح الحدیث بلکہ اوثق الحدیث ہیں اور دو بقول راجح حسن الحدیث ہیں، پھر یہ روایت تو بہت زیادہ صحیح ہوئی جسے فرقۂ کوثریہ کذابہ غیر معتبر کہتا پھرتا ہے۔

امام ابوحنیفہ کے عقیدہ اور قول وعمل میں تضاد:

اگر فرقہ کوثریہ کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ امام ابوحنیفہ اپنے معاصر خلفاء وامراء وحکام کے خلاف بغاوت کے بجائے ان کے پکے سچے وفادار ہونے کے مدعی تھے تو امام ابوحنیفہ کے قول وعقیدہ اور عمل میں بہت زیادہ تضاد ہے، غالباً اسی لیے اپنے ایک قول میں امام یحییٰ بن معین نے امام ابوحنیفہ کو کذاب ایک میں غیر ثقہ ایک میں ''لا یکتب حدیثه'' کہا اور عام ائمہ کرام نے سخت تجریح کی اور ان کے جہمی ومرجی ورائے پرست ہونے کی صراحت کی ہے، آخر خلفاء کے ساتھ موصوف کے دعویٰ وفاداری اور در پردہ ان کے خلاف بغاوت کی سازش کی اور کیا توجیہ اور صورت تطبیق ہے؟

اس معنی کی بہت سی روایات معتبرہ موجود ہیں، جن میں سے کئی ایک کا ذکر گذشتہ جلدوں میں آ چکا ہے، اور بہت ساری روایاتِ معتبرہ کا مفاد ہے کہ اموی وعباسی دونوں قسم کے خلفاء کے خلاف امام ابوحنیفہ سازش و بغاوت کرتے تھے۔ اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ فرقہ کوثریہ بہت بڑا کذاب وبہتان باز وتہمت تراش ہے خود مصنف انوار نے اقرار کیا کہ امام ابوحنیفہ کا فطری میلان دوسرے خلفاء کے بالمقابل علویہ واہل بیت کی طرف تھا یہ اسی بات کی دلیل ہے۔ ایک دوسرے کی متابعت کرنے والی دو معتبر سندوں سے بھی امام اوزاعی سے یہی بات مروی ہے:

۱۔ قال الخطيب: أخبرنا طلحة بن علي بن الصقر الكتاني أخبرنا محمد بن عبد الله الشافعي قال: حدثني أبو شيخ الأصبهاني حدثنا الأثرم۔

۲۔ أخبرنا إبراهيم بن عمر البرمكي أخبرنا محمد بن عبد الله بن خلف الدقاق حدثنا عمر بن محمد الجوهري ثنا الأثرم الخ.❶

یہ روایات امام اثرم کی کتاب میں ہیں، اس لیے ان سے نیچے والی سندوں میں اگر کوئی کلام فی الواقع ہو تو مؤثر نہیں مگر ان دونوں سندوں پر کوئی گنجائش نہ پا کر محض جھوٹی تہمت بازی سے کام لے کر فرقہ کوثریہ کذابہ نے اس کی ایک سند میں واقع امام ابوشیخ کی بابت کہہ دیا کہ انھیں امام عسال نے ضعیف کہا ہے۔❷ مگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ کوثری اور کوثری گروپ نے دبی زبان سے اس معاملہ میں جھوٹ بولنے کا اقرار کیا۔❸

امام ابو یوسف امام ابوحنیفہ کو مرجی جہمی کہتے تھے:

امام فسوی نے ایک روایت یہ نقل کی:

''حدثنا أبو جزء عن عمرو بن سعيد بن مسلم قال: سمعت جدي قال: قلت لأبي

❶ خطيب (١٣/ ٣٩٦) ❷ حاشيه بر خطيب (١٣/ ٣٩٦) ❸ حواشي التنكيل.

يوسف: أكان أبو حنيفة مرجئا؟ قال: نعم، قلت: أكان جهميا؟ قال: نعم، قال: قلت: فأين أنت منه؟ قال: إنما كان أبو حنيفة مدرسا، فما كان من قوله حسنا قبلناه، وما كان قبيحا تركناه عليه"[1]

''عمرو بن سعید بن مسلم نے کہا کہ میں نے اپنے دادا مسلم سے سنا کہ میں نے ابو یوسف سے کہا: کیا امام ابوحنیفہ مرجی تھی؟ تو ابو یوسف نے کہا کہ ہاں، میں نے پوچھا: کیا ابوحنیفہ جہمی بھی تھے؟ ابو یوسف نے کہا کہ ہاں، میں نے کہا: آپ کا ان سے کس قدر تعلق ہے؟ ابو یوسف نے کہا کہ ابوحنیفہ صرف ایک مدرس تھے، ان کی جو بات ٹھیک ہوتی تھی اسے ہم قبول کرتے تھے اور جو بات قبیح ہوتی تھی اسے ہم انھیں پر چھوڑ دیتے تھے۔''

فرقۂ کوثریہ کی تحریف وکذب بیانی:

ناظرین کرام پر واضح رہے کہ فرقۂ کوثریہ جہمیہ کے اراکین نے اس روایت کی سند میں تحریف کردی ہے کیونکہ اس طرح کا کاروبار اس فرقے کا شیوہ وشعار ہے، اس فرقے کی تحریف کاری واکاذیب پردازی ہی اس کے نزدیک عین عبادت ودین داری وتقوی شعاری ہے، اس فرقہ والوں نے اولا ابو جزء پر جھوٹا محرفانہ یہودیانہ حاشیہ چڑھایا:

"في الأصل جزي والتصويب من الذهبي ميزان الاعتدال (٤/ ٢٥١) وهو حافظ جرحه أحمد والنسائي والفلاس والفسوي، وقال البخاري: سكتوا عنه كما في الرواية السابقة."[2]

''ابو جزء کا لفظ اصل نسخۂ المعرفۃ والتاریخ للفسوی میں ابو الجزی لکھا ہے، حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال کے محولہ مقام میں امام احمد ونسائی وفلاس وفسوی سے مجروح ہونا نقل کیا ہے، اور امام بخاری سے "سكتوا عنه" نقل کیا ہے، اس سے امام یعقوب فسوی بواسطۂ احمد بن خلیل روایت کرتے ہیں جس کا ذکر روایت سابقہ میں گزر چکا ہے۔''

فرقہ کوثریہ کی تحریف پر رد بلیغ:

فرقۂ کوثریہ جہمیہ کا یہ سارا بیان جھوٹ ہی ہے کیونکہ اس فرقہ کی تولید ونشو ونما وتربیت وتعلیم بذریعہ اکاذیب ہی ہوئی ہے، اس کے تمام رگ وریشہ میں جھوٹ پوری طرح سرایت کیے ہوئے ہے اور اس کے دل ودماغ پر صرف جھوٹ ہی کا تسلط وغلبہ ہے، یہ فرقۂ کذابہ کوئی بات دائرۂ جھوٹ سے نکل کر کر ہی نہیں سکتا، جس میزان الاعتدال للذہبی سے تصحیح کے نام پر یہ تحریف وتکذیب حقائق اس فرقۂ کذابہ نے کر رکھی ہے اس کے مقام مذکور پر نصر بن طریف ابو جزء القصاب کا ذکر ترجمہ نمبر (۹۰۳۴) کے تحت کیا گیا ہے، اسی کا مجروح ہونا میزان الاعتدال للذہبی میں امام احمد، نسائی، فلاس وغیرہ سے منقول ہے، اس کی بابت امام بخاری نے "سكتوا عنه" کہا ہے جو امام بخاری کی اصطلاح میں سخت ترین جرح ہے، یہی لفظ امام ابوحنیفہ کے متعلق بھی نقل کیا ہے، اس مجروح شخص سے امام فسوی روایت ہی نہیں کرتے اور نہ میزان الاعتدال میں اس کا مجروح ہونا فسوی سے منقول ہی ہے، یہ بھی اکاذیبِ کوثریہ سے ہے، اس شخص سے امام فسوی کا لقا وسماع ہی نہیں، البتہ اپنی کتاب المعرفۃ والتاریخ (۲/ ۱۲۳) میں نصر بن طریف ابو جزی کو امام فسوی نے تکرار کے ساتھ ضعیف اور متروک کہا ہے پھر (۲/ ٦٦٥) میں بھی اسے امام فسوی نے متروک کہا۔

---

[1] المعرفة والتاريخ للفسوي (٢/ ٧٨٣) [2] حاشيه كو ثرية المعرفة و التاريخ للفسوي نمبر (٣، ٢/ ٧٨٣)

لطف کی بات یہ ہے کہ فسوی کی کتاب المعرفۃ کے اصل نسخہ میں نصر بن طریف کی کنیت ابو جزی یعنی زاء کے بعد ''ی'' ہی لکھا ہے مگر یہودیوں والی عادتِ تحریف سے مجبور ہو کر فرقۂ کوثریہ والوں نے ہر جگہ ''ی'' کی جگہ پر ہمزہ بنا کر دعوی کیا ہے کہ ہم تصحیح میزان الاعتدال ذہبی سے کر رہے ہیں، ان بے حیا کذابین کو ذرا بھی شرم نہیں کہ میزان کے اصل نسخہ میں نصر بن طریف کی کنیت ''ابو جزی'' ہی لکھی ہے، صرف میزان کے جس نسخہ کو اپنی تحریفات کے ساتھ اس فرقہ کذابہ نے چھپوایا ہے اس میں ابو جزی کو ابو جزء سے بدل دیا ہے، لسان المیزان حافظ ابن حجر نے میزان کی شرح کے طور پر لکھی ہے، لسان المیزان (۶/۱۵۳۔۱۵۵) میں ہر جگہ نصر بن طریف کی کنیت ابو جزی ہی لکھی ہے، معلوم نہیں پوری کی پوری یہودیت فرقۂ کوثریہ کے رگ و پے میں کیونکر سمائی ہے؟ ہم کو لکھنا ہے کہ فرقۂ کوثریہ کسی خطرناک یہودی تنظیم کا آلۂ کار ہے جس سے زیادہ مال ومنال، دولت وثروت اور سہولیات پا کر پورے ذخیرۂ علوم اسلامیہ کو محرف ومبدل کرنے اور اکاذیب کی ترویج واشاعت کرنے پر یہ فرقہ نانجار تلا ہوا ہے، جیسا کہ اس کے سلف اکبر عبداللہ بن سبا یہودی ومجوسی کی تیار کردہ سازش کے مطابق اس عبداللہ بن سبا یہودی نے قبول اسلام کا مظاہرہ کیا، پھر پورے اسلام کو یہودیت میں تبدیل کرنے کی ناپاک کوشش کی اور خلیفہ راشد حضرت عثمان غنی کے خلاف بغاوت کا طوفان بدتمیزی کھڑا کر کے انھیں قتل کرا دیا اور اسی زمانہ سے آج تک اس یہودی کی سازش کا شکار ہو کر اہل اسلام میں خانہ جنگی کا لامتناہی سلسلہ جاری ہے، ہمیں تو یقین ہو رہا ہے کہ فرقۂ کوثریہ اسی طرح کی یہودی مجوسی اور اسلام دشمن عناصر کا آلۂ کار ہے اور اسلام کے خلاف خوب سرگرم عمل ہو کر اور انھیں تو کم از کم سارے اہل اسلام کو جہمی مرجی بنا کر اسلام سے ہٹانے کے لیے کوشاں ہے۔

سعید بن مسلم بن قتیبہ کی توثیق:

حافظ خطیب نے صاف طور پر اس روایت کا ذکر کرتے ہوئے امام فسوی کی کتاب سے اس طرح نقل کیا ہے:

"وقال يعقوب: حدثنا أبو جزي عمر بن سعيد بن سالم قالت: سمعت جدي... الخ."[1]

تاریخ خطیب بھی اسی فرقۂ کوثریہ کی تحریفات واکاذیب وتعلیقات وحواشی کے ساتھ اسی کے زیر نگرانی چھپی ہے، معلوم نہیں کیا بات ہے کہ اس تحریف کار فتنہ انگیز فرقہ نے تاریخ خطیب میں منقول لفظ ''ابو جزی'' میں تحریف کی تو اصل عبارت خطیب میں یہ نام ''ابو جزی بن عمرو بن سعید بن قتیبہ بن مسلم الباہلی'' کو ''ابو جزی عمرو بن سالم'' کر دیا۔[2] ابو جزی بن عمرو بن سعید بن مسلم بن قتیبہ کا ثقہ راوی ہونا بہت واضح ہے کیونکہ فرقۂ کوثریہ بذات خود معترف ہے کہ امام یعقوب فسوی صرف ثقہ راوی سے روایت کا التزام کرتے ہیں۔[3] فرقۂ کوثریہ کے قائد کذاب اعظم کوثری نے تانیب (ص:۴۶) میں ابو جزی اور ان کے باپ عمرو بن سعید بن مسلم اور دادا سعید بن مسلم کو غیر معروف یعنی مجہول کہا ہے، جس کی تکذیب التنکیل میں کر دی گئی ہے۔ فرقۂ کوثریہ کذابہ کا یہ جھوٹ کتنا گھناؤنا ہے کہ یعقوب فسوی نے یہ روایت احمد بن خلیل سے نقل کی ہے جبکہ خطیب میں صراحت ہے کہ "قال يعقوب حدثنا أبو جزي الخ" ابو جزی کی معنوی متابعت ان کے بھائی محمد بن سعید بن مسلم نے کی ہے۔[4] محمد بن

---

[1] خطیب (۱۳/ ۳۸۰)　[2] ملاحظہ ہو: التنكيل بما في تانيب الكوثري من الأباطيل (۱/ ۹۱۰، ترجمه نمبر: ۲۷۰)

[3] مقدمه فرقۂ كوثرية بر المعرفة والتاريخ.

[4] تاريخ جرجان ترجمة محمد بن سعيد بن مسلم نمبر (۳۴۱، ص: ۲۲۵) وخطیب (۱۳/ ۳۸۱)

سعید بن مسلم بن قتیبہ باہلی کا ترجمہ ہم کو نہیں ملا، یہ عمرو بن سعید بن مسلم کے بھائی ہیں، یعنی کہ انھوں نے اس روایت کو اپنے دادا مسلم بن قتیبہ سے نقل کرنے میں اپنے ثقہ بھائی عمرو کی متابعت کی ہے، اور محمد بن سعید بن مسلم باہلی سے تاریخ جرجان ص ۲۲۵ میں یہ روایت محمود بن غیلان ابو احمد مروزی جیسے بلند پایہ ثقہ راویٔ صحیحین نے نقل کی ہے اور امام ابن حبان اور ان جیسے اہل علم کے اصول کے مطابق ایسا راوی ثقہ ہوتا ہے جس سے کوئی ایک ثقہ راوی بھی روایت کرے اور اس کی مرویات میں نکارت نہ ہو اور محمد بن سعید کی کسی روایت میں نکارت نہیں، لہٰذا یہ روایت دونوں ثقہ بھائیوں کی باہم متابعت سے زیادہ قوی ومعتبر ہوگئی ہے۔

لیکن اکاذیب کے پرستار کوثری جہمی نے اس روایت معتبرہ پر یہ تجریح کی ہے یعنی صداقت کی تکذیب اپنی عادت کوثریت کے مطابق کی ہے کہ اس کی سند میں واقع ہیثم بن خلف دوری مجروح ہیں، حالانکہ ہیثم بن خلف دوری (متوفی ۳۰۷ھ) کو امام اسماعیلی نے "أحد الأثبات" اور احمد بن کامل نے "كثير الحديث جدا ضابطا لكتابه" کہا۔[1] جس کا مطلب ہے کہ ہیثم موصوف بلند پایہ ثقہ ہیں جن کو کذاب کوثری نے مجروح قرار دے ڈالا، رد ومسخ حقائق تو کوثری اور کوثری کے چیلوں کا پیشہ ہے، نیز کذاب کوثری نے کہا کہ اس کی سند میں واقع محمد بن سعید بن مسلم باہلی کو حافظ ابن حجر نے تعجیل المنفعۃ میں منکر الحدیث مضطرب کہا، نیز "وقد تركه أبو حاتم ووهاه أبو زرعة، فقال: ليس بشيء" کہا۔[2] حالانکہ تعجیل المنفعۃ (ص: ۳۶۴ ترجمہ نمبر ۹۴۸) میں محمد بن سعید بن مسلم باہلی کا ترجمہ نہیں ہے، جس کی بڑی پختہ دلیل یہ ہے کہ اس میں صرف محمد بن سعید الباہلی البصری الاثرم کا نام لکھا ہوا ہے اور اس پر "ک" کی علامت لگائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی حدیث موطأ مالک میں موجود ہے، حالانکہ ان کی کوئی روایت موطأ مالک میں موجود نہیں، اگر ان کی روایت موطأ مالک میں ہوتی تو لازمی طور پر یہ ثقہ ہوتے کیونکہ متواتر سند سے مروی ہے کہ امام مالک نے کہا کہ میں نے موطأ میں صرف ثقہ رواۃ سے روایت کی ہے، ہر شخص رجال موطأ کو دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے کہ محمد بن سعید باہلی اثرم بصری کی کوئی روایت موطأ مالک میں نہیں، اس ترجمہ کے لکھنے میں حافظ ابن حجر سے ضرور لغزش ہوگئی ہے، پھر حافظ ابن حجر نے یہ نام محمد بن سعید باہلی بصری اثرم لکھا ہے جسے تحریف اور خود ساختہ اضافہ کر کے کوثری نے محمد بن سعید بن مسلم باہلی بصری اثرم بنا دیا، تعجیل المنفعۃ والے محمد بن سعید باہلی بصری اثرم ہرگز اس زیر بحث روایت کی سند میں واقع محمد بن سعید بن مسلم نہیں ہیں، نہ انھیں تعجیل المنفعۃ میں حافظ ابن حجر نے بحوالہ ابو حاتم متروک، مضطرب الحدیث، واہی کہا، نہ بحوالۂ ابو زرعہ انھیں "ليس بشيء" کہا، جس محمد بن سعید کو یہ سب حافظ ابن حجر نے تعجیل میں کہا ہے وہ کوئی اور ہیں، اور زیر نظر محمد بن سعید بن مسلم باہلی اور ہیں، ہمارے خیال سے حافظ ابن حجر کو اس ترجمہ میں تسامح ہو گیا ہے، ہماری پیش کردہ تفصیل کے مطابق یہ محمد بن سعید بن مسلم اصول ابن حبان اور انھیں جیسے اصول رکھنے والوں کے نزدیک ثقہ ہیں جن پر کسی کی کوئی تجریح نہیں اور ان کی متابعت ان کے بھائی عمرو بن سعید بن مسلم نے کر رکھی ہے، اور اس کے معنوی متابع و شواہد بکثرت ہیں، اس روایت معتبرہ کے خلاف کوئی روایت معتبرہ بھی نہیں۔

ابو جزی نے یہ روایت اپنے دادا سعید بن مسلم بن قتیبہ بن مسلم سے نقل کی ہے جن کا تعارف گذشتہ جلدوں میں سے کس جلد میں گزر چکا ہے اور یہ بتلایا جا چکا ہے کہ ان کا معتبر ہونا راجح ہے۔ یہاں مزید عرض ہے کہ ان کے ترجمہ میں خطیب نے

[1] سير أعلام النبلاء (١٤/ ٢٦١ و ٢٦٢) وخطيب (١٤/ ٦٣) [2] تانيب (ص: ٧٠)

ان کا نسب اس طرح دیا ہے:

"سعيد بن مسلم بن قتيبة بن مسلم بن عمرو بن حصين بن ربيعة بن خالد بن أسيد الخير بن قضاعي بن هلال بن سلامة بن ثعلبة بن وائل بن معن بن مالك بن المصر بن سعد بن قيس بن غيلان بن مضر بن نزر بن معد بن عدنان أبو محمد الباهلي بصري الأصل"

ان سے محمد بن زیاد بن الاعرابی ثقہ وصدوق راوی اور علی بن خشرم مروزی ثقہ راوی روایت کرتے ہیں۔[1] نیز سعید سے محمود بن غیلان ثقہ راوی بھی روایت کرتے ہیں۔[2] نیز ان سے احمد بن خالد بن حماد بن عمرو ابوالہیثم ذہلی ثقہ وصدوق بھی روایت کرتے ہیں۔[3] اور جس راوی سے صرف ایک یا دو ثقہ راوی روایت کریں اور اس کی روایت میں نکارت نہ ہو اسے امام ابن حبان اور ان جیسا اصول رکھنے والے ثقہ جانتے ہیں، اس اعتبار سے کئی ائمہ کے نزدیک یہ ثقہ ہیں اور کسی سے ان پر تجریح ثابت نہیں ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اگرچہ قرآن مجید کو مخلوق کہنا چھوڑ دیا تھا مگر عام جہمی عقائد کے وہ پیروکار تھے۔

حکومت کے خلاف بغاوت پھیلانے کے سبب امام ابوحنیفہ کو سزائے موت:

مصنف انوار نے ''امام ابوحنیفہ کی عظمت شان ائمہ اربعہ کے ابتلاؤں پر نظر'' کے ذیلی عنوان اور تذکرۂ امام احمد میں جو بڑے جوش وخروش سے بیان کیا اور یہ کہا کہ امام ابوحنیفہ اموی اور عباسی خلفاء کے خلاف علویہ واہل بیت کی طرف فطری میلان رکھتے تھے، اور ان کا وہ فرقہ کوثریہ، جس کا ایک رکن رکین مصنف انوار بھی ہیں، مصنف انوار کے خلاف یہ کہتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا یہ عقیدہ تھا کہ خلفاء۔ خواہ اموی ہوں یا عباسی، سب کے ساتھ وفاداری اور سب کے حکم کی تابعداری کتاب وسنت واجماع امت کی تابعداری کی طرح فرض ہے، اور یہ ثابت ہے کہ امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کردہ اس عقیدہ کے خلاف امام صاحب ہمیشہ سرگرم عمل رہے اور اپنے معاصر خلفاء خواہ اموی ہوں یا عباسی کے خلاف بغاوت پھیلانے میں سرگرم عمل رہا کرتے تھے، احادیث متواترہ میں ہے کہ معصیت وکفر بواح [واضح کفر] کے علاوہ خلفاء وامراء وحکام جو حکم بھی دیں خواہ وہ بدترین شکل وشاخت والے حبشی ہی کیوں نہ ہوں ان کی حکم برداری وتابعداری وفرمان برداری فرض ہے، اس کی بجا آوری میں کوئی عذر معقول ہو تو اس کی وضاحت کرکے معذرت کی جاسکتی ہے، مگر مصنف انوار کا کہنا ہے کہ محض ان خلفاء کے خلاف علویہ کی طرف فطری میلان کے باعث امام ابوحنیفہ ان خلفاء کے خلاف سرگرم عمل رہا کرتے اور در پردہ بغاوت کے لیے مدد ومعاونت بھی کرتے تھے، پھر مصنف انوار کا یہ دعوی بھی ہے کہ اموی وعباسی خلفاء امام ابوحنیفہ کی اس کارستانی کا علم واحساس رکھتے بھی تھے مگر محض امام ابوحنیفہ کی عظمت شان کے ڈر سے کوئی کارروائی نہیں کر پاتے باوجودیکہ وہ کارروائی کے بے حد شائق تھے، اسی لیے اموی وعباسی حکومتوں کی طرف سے امام ابوحنیفہ کے لیے عہدہ قاضی القضاۃ اور مال ومنال کی پیش کش کی گئی جسے امام ابوحنیفہ نے بڑی شدت کے ساتھ ٹھکرا دیا اور اس چیز کو بہانا بنا کر دونوں حکومتوں نے امام ابوحنیفہ کو کوڑے لگوائے، جیل خانہ میں بند کیا اور طرح طرح کی سزائیں دیں مگر امام ابوحنیفہ اپنے موقف پر اٹل رہے، امام صاحب کی عظمت شان کا احساس تمام وزراء وحکام

[1] خطيب (٩/ ٧٤ و ٧٥) [2] تاريخ جرجان ترجمة سعيد بن مسلم نمبر (٣٤١، ص: ٢٢٥)

[3] تاريخ جرجان ترجمة أبو الحسن علي بن أحمد بن عبد العزيز نمبر (٥٥٩، ص: ٣٥١)

وامراء کو بھی تھا، اسی لیے وہ حکومت کو امام ابوحنیفہ کے خلاف کسی بھی کارروائی سے اس بنا پر روکتے رہے کہ ابھی امام ابوحنیفہ کی حمایت میں حکومت کے خلاف ایک لاکھ تلوار میدان کارزار میں نکل آئے گی، لیکن ہم نے مصنف انوار اور ان کی ہاں میں ہاں ملانے والے ارکان تحریک کوثری کی باتوں کا تحقیقی جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ یہ ساری باتیں فرقۂ کوثریہ اور اس کے اسلاف جہمیہ ومرجیہ کذابہ کی محض اڑائی ہوئی افواہ اور جھوٹ کا پوٹ ہیں۔

اتنی بات تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ امام ابوحنیفہ اپنی ہر معاصر حکومت وخلافت کے خلاف بغاوت بھڑکانے میں بلا وجہ یا اپنی دانست میں باوجہ سرگرم عمل رہا کرتے اور اس مقصد کے لیے اپنی تجوریوں کے دھانے کھولے رکھتے اور عملی طور پر حکومت کے بالمقابل اسی طرح کچھ کرنے سے دست کش رہتے جس طرح کوفی لوگ حضرت علی مرتضی، ان کے صاحب زادے حضرت حسن اور حسین اور تمام اہل بیت کے معاملہ میں رہے مگر حکومت کے خلاف بغاوت پھیلانے میں زبان کی حد تک پیش پیش رہا کرتے تھے، ہم دیکھتے ہیں کہ امام صاحب کی عظمت شان کی ذرہ برابر پرواہ کیے بغیر حکومت وقت نے کوفہ سے امام ابوحنیفہ کو بغداد پکڑ بلوایا اور پندرہ روز تک قید وبند کی نہایت غیر معمولی سزا دیکر بذریعہ زہر خورانی ہلاک کر دیا لیکن امام ابوحنیفہ کی حمایت میں پورے عالم اسلام میں کسی قسم کا ہنگامہ چہ معنی دارد؟ ایک لاکھ تلواروں کا حکومت کے خلاف نکل آنا چہ معنی دارد؟ ایک فرد بھی امام ابوحنیفہ کے ساتھ خالی ہاتھوں ان کی حمایت میں ایک لفظ بھی نہیں بولا، ہم امام زفر سے مروی اس روایت صحیحہ کا ذکر کر آئے ہیں کہ حکومت کے خلاف بغاوت پھیلانے کے سرگرم کاروبار پر خود امام ابوحنیفہ کے شاگردوں نے سخت اعتراض کیا تھا اور ان کے معاصر ائمہ کرام نے بھی اس پر سخت نکیر کی تھی، جب امام ابوحنیفہ کسی سمجھانے سے نہ مانے تو حکومت نے انھیں کوفہ سے پکڑوا کر بغداد بلالیا، اس وقت غلبۂ خوف وہول سے امام ابوحنیفہ کا چہرہ مسخ ہوکر سیاہ ہو گیا تھا، پھر پندرہ روزہ انھیں مقید رکھ کر زبردستی زہر پلا کر ہلاک کر دیا گیا، اس روایت صحیحہ کے خلاف جہمیہ مرجیہ قیاس ورائے پرست کذابین کے پھیلائے ہوئے اکاذیب اہل تحقیق کی نظر میں پادر ہوا سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔

خدمت ابی حنیفہ میں سرکاری عہدہ کی پیش کش سے متعلق روایات پر سرسری نظر:

فرقۂ کوثریہ مدعی ہے کہ حافظ ابن عبدالبر امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے بہت مداح تھے، یہاں حافظ ابن عبدالبر کا یہ بیان ملاحظہ ہو:

"كان يحيىٰ بن معين يثني عليه ويوثقه، وأما سائر أهل الحديث فهم كالأعداء لأبي حنيفة وأصحابه."[1]

''امام ابن معین ابو یوسف کی ثنا خوانی وتوثیق کرتے مگر جملہ اہل حدیث امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے دشمن تھے۔''

فرقۂ کوثریہ کیا سمجھتا ہے؟ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے زمانے میں پوری عوامی طاقت اور خواص بھی اہل حدیث کے ساتھ تھے۔

ناظرین کرام ملاحظہ کر آئے ہیں کہ عباسی خلیفہ منصور سے لے کر ہارون تک امام مالک سے بار بار درخواست کرتے رہے

[1] الانتقاء (ص: ۱۷۳)

کہ آپ اجازت دیجیے کہ آپ کی کتاب کو سرکاری قانون قرار دے دیں، سارے خلفاء امام مالک کے شاگرد تھے، کسی ایک نے چند لمحہ کے لیے بھی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب میں سے کسی کا شاگرد بننا گوارہ نہ کیا، البتہ حکمرانوں کے سیاسی مصالح کچھ اور ہوتے ہیں، عام اہل حدیث اہل علم سرکاری عہدوں سے بھاگتے اور حکومت کی تمام تر خواہش کے باوجود کوئی عہدہ قبول کرنے کے روادار نہ ہوتے جبکہ اصحاب ابی حنیفہ سرکاری عہدوں کو حاصل کرنے کے لیے تگڑم بازیاں تک کرتے۔

امام ابن عبدالبر کی اوپر والی ہماری نقل کردہ عبارت کا مطلب صاف ہے کہ اہل حدیث اور ان کے ساتھ دنیائے اسلام کی ساری عوامی طاقت امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب سے نفرت ووحشت اور عداوت رکھتی تھی، جس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ نصوص کتاب وسنت اور تصریحات اسلاف امت میں جہمیہ ومرجیہ ورائے پرستوں سے دور اور نفرت رکھنے والا بن کر رہنے کا حکم دیا گیا ہے، حافظ ابن عبدالبر کا یہ بیان کہ ابن معین ابو یوسف کی ثنا خوانی وتوثیق کرتے تھے اور تمام اہل حدیث ان سے عداوت و بائیکاٹ رکھتے تھے، مگر امام ابن معین کا ابو یوسف کی ثنا خوانی وتوثیق کے برخلاف یہ فرمانا ثابت ہے: ''لایکتب حدیثه'' ''ابو یوسف اس قدر مجروح ہیں کہ ان کی روایت ناقابل نوشت ہے''[1] یعنی کہ موصوف ابن معین کے نزدیک بھی متروک ہیں۔ ہم حافظ ابن عبدالبر کا یہ قول نقل کر آئے ہیں کہ اہل حدیث امام ابوحنیفہ کو اس لیے مطعون کرتے اور مجروح قرار دیتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ بکثرت احادیث صحیحہ کو رد کرتے اور مرجی مذہب کے پیرو ہیں، نیز اہل حدیث مختلف وجوہ سے ابوحنیفہ کو بے راہ رو کہتے ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر نے بہت سارے ائمہ اہل حدیث سے امام ابوحنیفہ کا غیر ثقہ، مخالف نصوص، اصول اسلام کو پامال کرنے اور توڑنے والا کہا ہے، حافظ ابن عبدالبر نے ایک روایت یہ نقل کی کہ حکم بن ہشام سے امام ابوحنیفہ کی بابت پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ مجھ سے زیادہ ان کا حال جاننے والا کوئی نہیں، وہ اپنے نزدیک کسی ثابت شدہ حدیث نبوی کو رد نہیں کرتے تھے اور سب سے زیادہ امانت دار تھے، حکومت نے انھیں خزانوں کا کلید بردار بنانا چاہا مگر انھوں نے یہ عہدہ قبول کرنے سے انکار کیا، بنابریں انھیں حکومت نے زدوکوب کر کے مقید ومحبوس کر دیا مگر انھوں نے عذاب اللہ کے بالمقابل سرکاری عذاب برداشت کرنے کو ترجیح دی، یہ بات سننے والے نے کہا کہ جو اوصاف حمیدہ آپ ابوحنیفہ کے بیان کر رہے ہیں، میں نے کسی کو بھی ان میں سے کوئی وصف محمود بیان کرتے سنا دیکھا اور جانا نہیں، حکم بن ہشام نے کہا کہ اصل معاملہ وہی ہے جو میں کہتا ہوں، امیر کوفہ یزید بن عمر بن ہبیرہ نے اموی دور حکومت میں ابوحنیفہ کو اپنی خدمت میں طلب کر کے بیت المال کا عہدیدار بنانا چاہا جس سے انھوں نے انکار کیا تو اس نے انھیں بیس کوڑے مارے، پوچھنے والے نے کہا کہ ابوحنیفہ کہاں مرے؟ کہا بغداد میں ۱۵۰ھ میں، ان کی نماز جنازہ قاضی حسن بن عمارہ نے پڑھائی۔[2]

امام ابوحنیفہ کو عہدے کی پیش کش سے متعلق معارض روایات:

فرقۂ کوثریہ بشمول مصنف انوار کا جھوٹا پروپیگنڈہ تو یہ ہے کہ اموی حکومت نے انھیں عہدۂ قضا کی پیشکش کی اور قبول کرنے سے انکار پر انھیں ایک سو دس کوڑے لگائے اور قید وبند رکھا، پھر جیل خانہ سے امام ابوحنیفہ فرار ہو کر حجاز جا کر روپوش ہو گئے، جہاں دس سال سے بھی زیادہ روپوش رہے، یعنی ۱۳۰ھ سے لے کر تعمیر بغداد ۱۴۴ یا ۱۴۵ھ تک، اور کہاں یہ روایت بتلاتی ہے کہ

[1] خطيب (١٤/ ٣٥٨)　　[2] الانتقاء (ص: ١٦٩ و ١٧٠)

امام ابوحنیفہ کو عہدۂ بیت المال دیا جارہا تھا اور انکار پر انھیں صرف بیس کوڑے لگائے گئے اور جب مرے تو نہایت گھٹیا درجہ کے ایک آدمی حسن بن عمارہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی جو بہت بڑا کذاب وبدکردار تھا۔ حکم بن ہشام کے بیان کردہ اوصافِ ابی حنیفہ سننے والوں نے کہا کہ دنیا میں کوئی بھی شخص امام ابوحنیفہ کے یہ اوصاف حمیدہ نہیں بیان کرتا جس سے مزعومات کوثریہ کی پوری تکذیب ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا کوئی بھی وصف محمود کوئی شخص بیان کرنے والا نہیں تھا، اگر لوگوں کی نظر میں امام ابوحنیفہ کی کوئی وقعت ہوتی تو حسن بن عمارہ جیسا بے حد گھٹیا درجے کا آدمی ہی ان کی نماز جنازہ پڑھانے والا ملتا؟ پھر حافظ ابن عبدالبر کی اس بات کا کیا معنی ومطلب ہے کہ سارے اہل حدیث، جن کے تابع تمام تر عوامی طاقت تھی، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب سے عداوت ونفرت رکھتی ہے؟ یہ بات کیا معنی رکھتے ہیں کہ عہدۂ مذکورہ کا قبول کر لینا باعث عذاب الٰہی ہوتا بنا بریں امام ابوحنیفہ نے دنیاوی سزائے سرکاری کو برداشت کرلیا تاکہ عذاب اخروی نہ ہو؟ کیا عہدۂ مذکورہ کا قبول کرنا واقعی باعث عذاب اخروی ہے؟

اس روایت کے معارض دولابی غیر ثقہ سے بحوالۂ اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ کذاب مروی ہے کہ مقام کناسر پر گزرتے ہوئے ان کے کذاب باپ حماد بن ابی حنیفہ نے کہا کہ اسی جگہ میرے باپ ابوحنیفہ کو عہدۂ قضاء قبول نہ کرنے کے سبب دس روز تک روزانہ ابن ہبیرہ دور اموی میں مارتا رہا مگر ابوحنیفہ نے عہدۂ قضا قبول نہیں کیا۔[1] اس روایت مکذوبہ کا اس سے پہلے والی روایت کا معارض ہونا واضح ہے، اس غیر ثقہ دولابی نے محمد بن شجاع کذاب سے نقل کیا کہ اصحاب ابی حنیفہ میں سے ایک غیر معتبر حبان عنزی نے کہا کہ جب عہدۂ قضا قبول کرنے سے انکار پر ابوحنیفہ پر کوڑے برس رہے تھے انھیں اپنی تکلیف سے زیادہ اپنے والد اور ایک نسخہ کے مطابق والدہ کو اس پٹائی سے پہنچنے والا غم ستا رہا تھا۔[2]

کہاں تو فرقۂ کوثریہ پروپیگنڈہ کرتا ہے کہ امام ابوحنیفہ یتیم تھے اور ان کی والدہ کا سایہ بھی اس واقعہ سے بہت پہلے اٹھ گیا اور کہاں یہ روایت اپنی تکذیب کنندہ بھی جیسے یہی فرقۂ کذابہ جہمیہ مرجیہ گھڑ کر اہل اسلام میں پھیلانے میں سرگرم عمل ہے؟ ایک طرف یہ کذابہ فرقہ مدعی ہے کہ عہدۂ بیت المال کی سرکاری پیش کش خدمت ابی حنیفہ میں ہوئی، دوسری طرف یہ رطب اللسان ہے کہ عہدۂ قضا کی پیش کش ہوئی تھی، ایک طرف یہ پروپیگنڈہ مکذوبہ کہ ابن ہبیرہ نے موصوف کو بیس کوڑے مار کر چھوڑ دیا، دوسری طرف یہ جھوٹا پروپیگنڈہ کہ دس روز قید و بند میں رکھ کر روزانہ دس دس کوڑے لگائے، پھر گیارہ روز مسلسل مقید رکھ کر روزانہ دس دس کوڑے لگائے جاتے رہے، چوتھی طرف یہ جھوٹا پروپیگنڈہ کہ عرصہ تک امام ابوحنیفہ جیل خانۂ ابن ہبیرہ میں پڑے ہوئے روزانہ کوڑے کھاتے رہے، کوئی بھی شخص امام ابوحنیفہ کی ہمدردی ظاہر کرنے یا جیل سے رہائی کے لیے نہیں گیا تو ابن ہبیرہ ہی ان پر رحم کھاتے ہوئے بولا کاش اس قیدی اور گرفتار عذاب کی سفارش کرنے والا کوئی ہوتا تو میں اسے آزاد کر دیتا، پھر بھی کوئی نہیں آیا تو امام ابوحنیفہ ہی اپنے وضع کردہ حیلوں میں سے ایک حیلہ کار کا استعمال کر کے حجاز فرار ہوگئے اور وہاں تقریباً پندرہ سال روپوش رہے۔[3]

پھر اس فرقۂ کذابہ کا جھوٹا پروپیگنڈہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کو عوام وخواص میں بڑی مقبولیت حاصل تھی اور سبھی ان کے ہمدرد تھے، پھر سوال یہ ہے کہ ۱۳۰ھ سے ۱۴۴/ ۱۴۵ھ تک جب امام ابوحنیفہ دعویٔ فرقہ کذابہ جہمیہ کوثریہ مرجیہ کے مطابق کوفہ سے بہت

[1] الانتقاء (ص: ۱۷۱)　[2] انتقاء مع حواشی (ص: ۱۷۱)　[3] عام كتب مناقب أبي حنيفة.

دور سرزمین حجاز میں روپوش رہے تو اس فرقۂ کذابہ کا یہ دعوی کیا معنی رکھتا ہے کہ ۱۲۰ھ سے لے کر ۱۵۰ھ تک کوفہ میں رہ کر چہل رکنی مجلس تدوین فقہ حنفی کے ذریعہ موصوف ابوحنیفہ تدوین فقہ حنفی کراتے رہے، پانچویں طرف اس فرقہ کذابہ کا یہ دعوی ہے کہ قید خانۂ ابن ہبیرہ سے فرار ہوکر حجاز میں تقریباً پندرہ سال روپوش رہ کر جب امام ابوحنیفہ کوفہ واپس آرہے تھے تو ان کے دماغ میں چہل رکنی مجلس تدوین کا منصوبہ موج زن تھا، ان امور کی تفصیل گزر چکی ہے۔

ناظرین کرام اتنے سارے متعارض اکاذیبِ فرقۂ کوثریہ جہمیہ کی خبط الحواسی وبد دماغی کا تماشہ دیکھیں۔ دولابی ہی جیسے غیر ثقہ غیر معتبر سند کے ساتھ منقول ہے کہ بشر بن ولید کندی کا بیان ہے کہ خلیفہ ابوجعفر منصور نے امام ابوحنیفہ کو کوفہ سے بغداد طلب کر کے حکم دیا کہ آپ کو ضرور بالضرور قاضی بننا ہے جس سے امام ابوحنیفہ نے انکار کیا تو خلیفہ نے قسم کھا کر کہا کہ آپ کو قاضی بنا کر چھوڑوں گا، جس کے جواب میں ابوحنیفہ نے قسم کھا کر کہا کہ میں ہرگز یہ عہدہ قبول نہ کروں گا، اس پر بعض سرکاری حکام نے امام ابوحنیفہ کو سمجھانے اور دھمکی آمیز فہمائش کی کوشش کی، پھر بھی امام صاحب اپنے موقف پر اڑے رہے، نتیجتاً جیل خانہ بھیجے گئے جہاں وہ مر گئے۔ [1] ایک تو اس روایت کی سند ساقط الاعتبار ہے، دوسرے بشر بن ولید نے اس واقعہ کا زمانہ نہیں پایا یعنی کہ سند میں انقطاع بھی ہے، یہ اس فرقۂ کذابہ کی چھٹی افترا پردازی ہوئی۔ اس کی ساتویں افترا پردازی یہ ہے کہ غیر معتبر سند ہی سے بیان کیا کہ بشر بن ولید کذاب ابو یوسف کے حوالے سے کہا کہ امام ابوحنیفہ کے علم وفضل کا معترف ہونے کے باوجود امام ابوحنیفہ پر خلیفہ منصور اس لیے غضب ناک تھا کہ اس نے اعمش وابوحنیفہ کے نام ایک ایک جعلی خط امام ابراہیم بن عبد اللہ بن حسن کی طرف سے اپنی حمایت کے لیے بھیجے، اعمش نے قاصد ہی کے سامنے یہ خط بکری کو دکھلا کر کہا کہ ان سے کہہ دو کہ آپ لوگ بنو ہاشم کے فرد ہیں فقط والسلام، مگر امام ابوحنیفہ نے اس جعلی خط کا بوسہ دیا اور جواب بھی اثبات میں لکھا، بنا بریں منصور ان سے خفا رہنے لگا، آخر ان کے ساتھ اسے جو کرنا تھا وہ کر گزرا۔ [2]

اس ساقط الاعتبار روایت میں خلیفہ کی طرف سے خدمت ابی حنیفہ میں کسی سرکاری عہدے کی پیش کش کا کوئی اشارہ نہیں مگر سوال یہ ہے کہ جب امام ابوحنیفہ سے حکومت واعوانِ حکومت، اہل حدیث تمام کے تمام خواص وعوام مخالف ہی تھے تو یہ دعوی جہمیہ کوثریہ کیا معنی رکھتا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو عوام وخواص وحکمراں طبقہ میں بڑی مقبولیت حاصل تھی حتی کہ خطرہ تھا کہ ان کے ساتھ حکومت اگر کارروائی کرے تو سارے عوام حکومت سے بھڑک اٹھیں اور لاکھوں تلواریں امام ابوحنیفہ کی حمایت میں سرکار کے خلاف نکل پڑیں؟ اس روایت کے بنیادی راوی ابو یوسف ہیں جنھیں خود امام ابوحنیفہ اور ان کے عام اصحاب نے کذاب کہا ہے، اس لیے یہ روایت بھی مکذوبہ ہے، فرقہ کوثریہ جہمیہ ومرجیہ نے آٹھویں جھوٹی بات کذاب محمد بن شجاع کی سند سے اہل اسلام میں یہ پھیلائی کہ حکومت نے امام ابوحنیفہ کو دس ہزار درہم بطور نذرانہ دیا جس کی بابت موصوف اپنے کذاب لڑکے حماد کو وصیت کر گئے کہ میں مر کر جب دفن ہو جاؤں تو اسے حکومت کو واپس کر دینا۔ [3] معلوم نہیں اس جھوٹ کے پھیلانے کا کیا مقصد جہمیہ مرجیہ رائے پرست کا تھا؟ ایک نواں جھوٹ اس فرقۂ کذابہ نے یہ پھیلایا کہ امام ابن المبارک نے کہا کہ امام ابوحنیفہ کا تم کیا ذکر کرتے ہو جن پر پوری دنیا مع ساز وسامان پیش کی گئی مگر انھوں نے اسے ٹھکرا دیا۔ [4]

---

[1] انتقاء (ص: ۱۷۱)   [2] الانتقاء (ص: ۱۷۰ و ۱۷۱)   [3] الانتقاء (ص: ۱٦۹)   [4] الانتقاء (ص: ۱٦۸)

اس کی سند میں ابو یعقوب یوسف بن احمد مکی مجہول ہے، نیز اس میں اور بھی علل قادحہ ہیں۔ اس فرقۂ کذابہ کا دسواں جھوٹ یہ ہے کہ ابن ہبیرہ نے امام ابوحنیفہ کو کوفہ کا قاضی بنانا چاہا، ان کے انکار پر انھیں ایک سو دس کوڑے روزانہ دس کوڑوں کے حساب سے لگوائے، پھر انھیں چھوڑ دیا، اس روایت کی دو سندیں خطیب (۱۳/ ۳۲۶) میں ہیں، ایک میں واقع قاضی ابو العلاء محمد بن علی واسطی کو خود کوثری نے غیر معتبر کہا۔[1] نیز اس سند میں واقع حسین بن محمد بن فرزدق فزاری وابوعبداللہ عمرو بن احمد بن عمرو بن السرح مجہول اور یحییٰ بن سلیمان جعفی مجروح ہیں اور دوسری میں واقع ابوعمرو مقدام بن داود رعینی مصری متوفی ۲۸۳ھ غیر ثقہ ہے۔[2] نیز اس میں اور بھی علل قادحہ ہیں اور اپنی ہی جیسی سندوں سے مروی روایات کے معارض بھی ہے یعنی ان روایات میں اضطراب وتعارض ہے، گیارہواں جھوٹ اس فرقہ کذابہ نے یہ گھڑا کہ ابوبکر عیاش کہتے تھے کہ عہدۂ قضا کے معاملہ میں امام ابو حنیفہ کو مار پڑی۔[3] اس سند میں واقع ابراہیم بن عمر دہقان مجہول ہے اور ابوبکر عیاش سے ہم سند صحیح سے نقل کر آئے ہیں کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ عہدۂ قضاء کے معاملہ میں امام ابوحنیفہ مارے گئے وہ کذاب ہیں، اس نوع کے دو چار اکاذیب اور ہیں جن کو امام ابو بکر عیاش نے مکذوبہ قرار دیا ہے۔

الغرض اموی یا عباسی دور حکومت میں سے کسی میں کوئی سرکاری عہدہ امام ابوحنیفہ کی خدمت میں نہیں پیش کیا گیا۔ ایک جھوٹ بطور افواہ یہ پھیلایا گیا کہ قسم پوری کرنے کے لیے امام ابوحنیفہ نے اینٹوں کے گننے کا کام اپنے ذمہ لیا تھا، اسے حافظ خطیب (۱۳/ ۳۲۸) نے غیر صحیح کہا۔ ایک مکذوبہ روایت میں ہے کہ عہدہ قبول کرنے سے معذرت کرتے ہوئے امام صاحب نے کہا کہ یہ امانت والا کام اسے دیجیے جو خوف خدا رکھتا ہو۔[4] اس کا مفہوم یہ ہوا کہ امام ابوحنیفہ خود ہی اپنے آپ کو خوف خدا سے عاری کہا کرتے تھے، نعوذ باللہ۔ ایک روایت میں ہے کہ امام صاحب نے عہدۂ قضا قبول کر لیا تھا اور وہ دو روز عدالت میں بیٹھے بھی تھے۔[5] کیا یہ اکاذیب باہم متعارض نہیں ہیں جنھیں فرقۂ کوثریہ بشمول مصنف انوار حجت بنائے ہوئے ہیں؟ بات یہی صحیح ہے کہ حکومت کے خلاف بغاوت پھیلانے کے جرم میں موصوف بذریعہ زہر خورانی ہلاک کیے گئے۔[6]

تنبیہ بلیغ اول:

ہم ایک سے زیادہ بار بتلا چکے ہیں کہ حکومت کے خلاف بغاوت کے علاوہ کسی دوسرے بہانے سے امام ابوحنیفہ کو بذریعہ زہر نہیں ہلاک کیا گیا، اس سلسلے کے جتنے بھی اکاذیب کا انبار فرقۂ کذابہ حنفیہ نے لگائے ہیں ان کا مکشوف الکذب ہونا ظاہر ہے، خاص طور سے ان انبار اکاذیب کے جمع کرنے میں احمد بن عطیہ المعروف بابن المغلس وموفق رافضی معتزلی وکردری جیسے کذابین نے زیادہ حصہ لیا ہے، نیز جو یہ جھوٹی بات پھیلائی گئی ہے کہ قبر ابی حنیفہ سے امام شافعی تبرک حاصل کرتے، اسے وسیلہ بناتے اور دعا کرتے اور کامیاب ہوتے، یہ سب اکاذیب ہی اکاذیب ہیں، یہ روایت زیادہ تر مکرم کی مجموعہ اکاذیب والی کتاب مناقب ابی حنیفہ میں ہے، اسی سے موفق، کردری، صیمری اور دوسروں نے اسے نقل کیا ہے۔

---

[1] تانیب (ص: ٢١٤ و ٢٨٩) [2] لسان المیزان (٦/ ٨٤ و ٨٥) [3] خطیب (١٣/ ٣٢٦ و ٣٢٧)
[4] خطیب (١٣/ ٣٢٨) [5] خطیب (١٣/ ٣٢٩)
[6] ملاحظہ ہو: خطیب (١٣/ ٣٢٩ و ٣٣٠) والانتقاء (ص: ١٧٠) و أخبار أبي حنيفة وأصحابه للصيمري (ص: ٨٧)

تنبیہ بلیغ ثانی:

مصنف انوار نے جو یہ جھوٹا پروپیگنڈہ اپنے ابنائے جنس کی طرح کر دکھایا ہے کہ امام احمد پر خلق قرآن کے معاملے میں کوڑے اور مظالم پڑ رہے تھے تو وہ امام ابوحنیفہ پر دعائے رحمت کر رہے تھے کہ عہدۂ قضا نہ قبول کرنے کے سبب ان پر بلا وجہ ظلماً وجوراً کوڑے پڑے اور انھیں محبوس ومقید کیا گیا، یہ مکذوبہ روایت عام کتب مناقب ابی حنیفہ کی طرح خطیب (۱۳/ ۳۲۲) میں بھی مروی ہے، اس کی سند کے کئی رواۃ مجہول وغیر متعین ہیں، مثلاً ابراہیم بن مخلد بلخی، محمد بن سہل بن ابی منصور مروزی ومحمد بن نصر، پھر اسے دلیل بنانا کیونکر جائز ہے؟

امام ابوحنیفہ پر شاہی عنایات سے متعلق فرقۂ جہمیہ مرجیہ کاذبہ کے اکاذیب:

اکاذیب نوازی اور افتراء پرستی میں پورا فرقہ جہمیہ رائے پرست کوثریہ دیوبندیہ اس قدر جری ہے کہ کسی معتبر ثبوت کے بغیر اس پورے فرقہ کی طرح مصنف انوار بھی کہتے ہیں:

''ملوک وامراء کے ہدایا وتحائف ہمیشہ اسی جرأت سے رد کر دیتے تھے اور اسی طرح عہدہ قضا کو بھی بار بار ٹھکرایا بالآخر قید وبند بھی گوارا کیا، جیل میں حکم تھا کہ روزانہ دس کوڑے آپ کو مارے جائیں، آپ نے انکار کیا، پھر ایک سو کوڑوں کا حکم ہوا، اس پر بھی وہی انکار رہا، دس دس روز تک کھانے پینے سے روکا گیا، یہ بھی ایک روایت ہے کہ زہر کا پیالہ پیش کیا گیا آپ نے پینے سے انکار کیا مگر پینے پر مجبور کیا گیا اور منہ میں ڈال دیا گیا، وفات کا وقت قریب ہوا تو سجدہ میں گر گئے تقریباً تین سال کی قید کے بعد اس جیل میں واصل بحق ہوئے۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ اس کا کوئی بھی معتبر ثبوت نہیں کہ ملوک وامراء امام ابوحنیفہ کو ہدایا وتحائف دیتے رہے، جب ہدایا وتحائف دیے جانے کا ثبوت نہیں تو انھیں ٹھکرانے کا افسانوی قصہ ایک فاسد خیال اور وہم ہے، چونکہ اس کا ثبوت ہے کہ بڑے بڑے محدثین وفقہاء کی خدماتِ بابرکات میں ہدایا وتحائف ونذرانے بکثرت آئے تھے، کوئی قبول کرتا، کوئی بطریق احسن واپس کر دیتا، اس لیے فرقۂ کاذبہ نے اپنے امام کے لیے اس طرح کے افسانوی اکاذیب گھڑے، اور یہ بتلایا جا چکا ہے کہ خدمت ابی حنیفہ میں عہدۂ قضا کا پیش کیے جانے والا مکذوبہ قصہ متعارض ومتضاد کہانیوں پر مشتمل ہے، ان مکذوبہ کہانیوں کو امام ابوبکر عیاش مکذوبہ قرار دے چکے ہیں، بعض روایات مکذوبہ میں یہ بھی قصہ گھڑا گیا ہے کہ امام صاحب نے اس سرکاری پیش کش کو قبول کر لیا تھا۔ امام موصوف کو پندرہ روز قید رکھ کر بذریعہ زہر ہلاک کیا گیا تھا تین سال مقید رکھنے والی بات اس فرقۂ کذابہ کے افتراءات میں سے ہے اور اس افترا سے اس کے بہت سارے اکاذیب کی خود بخود تکذیب ہو جاتی ہے، امام موصوف کو جیل خانہ میں زدوکوب کیا جانا التزامی طور پر ثابت ہے مگر سرکاری عہدہ قبول کرنے سے انکار کی بنا پر نہیں بلکہ حکومت کے خلاف بغاوت پھیلانے کے سبب۔ دس روز کھانے پینے سے روکنے کا قصہ بھی جھوٹ ہے، اور یہ بھی جھوٹ ہے کہ جیل میں امام موصوف کے کھانے کا سامان ان کے گھر سے آتا تھا، موصوف کو زہر پلا کر ہلاک کیا جانا متحقق ہے مگر قرب وفات موصوف کے سجدہ ریز ہونے کا قصہ افترائے محض ہے اگر یہ فرقۂ کاذبہ واقعی کوئی سچی بات بولنے کا روادار بنے تو اپنے ان دعاوی کو اہل علم کے اصول کے مطابق ثابت کرے۔

[1] مقدمه انوار (١/ ١٤٨)

مصنف انوار کا یہ کہنا کہ ''قاضی حسن بن عمارہ امام موصوف کے عاشق ومحبِّ صادق تھے۔''❶ محض جھوٹ ہے، البتہ حسن بن عمارہ کذاب وضاع ومتروک ضرور تھے، امام شعبہ وغیرہ نے اسے ''أکذب الناس'' تک کہا ہے، اس کے باوجود اس کذاب کا امام ابوحنیفہ کا عاشق ومحبّ صادق ہونا فرقہ کاذبہ کا افترا ہے، اور اس کا امام موصوف کو غسل دینا بھی جھوٹی گپ بازی ہے، البتہ یہ صحیح ہے کہ اس کذاب نے امام موصوف کی نماز جنازہ پڑھائی، عام اہل علم امام موصوف ابوحنیفہ کی خبر مرگ سن کر بہت خوش ہوکر بولے کہ اچھا ہوا دین کی ایک ایک کڑی توڑنے والے کی موت ہوگئی، جس کی تفصیل گزر چکی ہے، بشر بن ابی الازھر نے کہا کہ میں نے خواب میں جنازہ ابی حنیفہ پر سیاہ کپڑے دیکھے جن کے اردگرد عیسائی علماء تھے، میں نے اس خواب کا ذکر ابویوسف سے کیا تو انھوں نے کہا کہ اسے کسی اور سے نہ بیان کرنا۔❷ آخر ابویوسف نے اسے کسی اور سے بیان کرنے سے کیوں منع کیا؟

کیا امام ابوحنیفہ کی نماز جنازہ بیس روز تک پڑھی جاتی رہی؟

فقہ حنفی کا کہنا ہے کہ کسی آدمی کی نماز جنازہ ایک سے زیادہ مرتبہ نہ پڑھی جائے مگر فرقہ جہمیہ مرجیہ کذابہ بشمول مصنف انوار مدعی ہیں کہ بیس روز تک مسلسل یکے بعد دیگرے امام موصوف کی نماز جنازہ پڑھی جاتی رہی، پھر اس کی تکذیب کرتے ہوئے خود لکھا کہ صرف چھ مرتبہ امام موصوف کی نماز جنازہ پڑھی گئی، خود خلیفہ نے بھی آکر ایک بار نماز جنازہ پڑھی۔❸ کیا بیس دنوں میں صرف چھ ہی بار نماز جنازہ پڑھی جانے والی بات کا واضح الکذب ہونا ظاہر نہیں ہے؟ کیا یہ فرقہ کذابہ آخرت میں متعارض اکاذیب پر گرفت الٰہی کا عقیدہ رکھتا ہے؟ اگر ہاں تو ان اکاذیب کا صحیح ہونا اصول اہل اسلام سے ثابت کرے، ہمارا کہنا ہے کہ تاقیامت یہ فرقہ انھیں ثابت نہ کر سکے گا۔

امام احمد کی نماز جنازہ:

اصل بات یہ ہے کہ وہ اہل حدیث ائمہ وعوام کی کثرت کاثرہ کا دور تھا اور عوام وخواص جہمیہ، مرجیہ، رائے پرست، مخالفین نصوص سے سخت نفرت کرنے والے اور نالاں تھے، ان کی موت پر نہایت جارحانہ انداز میں ائمہ اہل حدیث وفقہاء وعوام اپنے ردعمل کا اظہار کرتے، ائمہ اہل حدیث جہمیہ ومرجیہ کی نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوتے تھے، ان کی اتباع میں عوام کا طرز عمل بھی یہ ہوتا، گنے چنے بعض لوگ جنازہ میں رہتے۔

امام احمد کی عیادت کے لیے آنے والوں کی کثرت کاثرہ سے راستے جگہ جگہ بھیڑ بھاڑ سے رک گئے، اسے کنٹرول کرنے کے لیے حکومت وقت کو فوج وپولیس بھیجنی پڑی، پھر نماز جنازہ میں پہلی بار محتاط ترین اندازہ کے مطابق سات لاکھ سے زیادہ مرد اور ساٹھ ہزار سے زیادہ عورتیں شریک ہوئیں، امام احمد کی درسگاہ میں پڑھنے والوں کی تعداد ساڑھے پانچ ہزار سے زیادہ ہوا کرتی تھی، تھوڑے دنوں میں یہ تعداد فارغ التحصیل ہوکر دوسرے طلبہ کی باری آتی، ان کے تلامذہ کی تعداد ہی بغداد میں لاکھوں تھی، عقیدت مندوں کا یہی حال تھا، مرجیہ جیسے قضاۃ وعہدیدار، جن پر فرقہ مرجیہ نازاں ہے، وہ امام احمد کی عیادت کے لیے آنے کے بہت خواہش مند ہونے کے باوجود امام احمد کے حکم کے سبب عیادت کے لیے نہیں آسکتے تھے، کتنے امراء ووزراء بھی کثرتِ بھیڑ اور امام احمد کی ناپسندیدگی کے سبب عیادت نہیں کر سکے اور موصوف کی وفات کے سبب پوری شہری آبادی ماتم کدہ

❶ مقدمه انوار (١/ ١٤٨)　❷ خطیب (١٣/ ٤٥٤)　❸ مقدمه انوار (١/ ١٤٨)

بن گئی، ساری گلیاں اور سڑکیں اور راستے تعزیت کے لیے آنے والوں کی کثرت سے بھر گئے۔

جمعہ کے دن موت کے سلسلے میں فضیلت والی احادیث نبویہ وارد ہیں، موصوف کی تکفین کے لیے حکومت وقت نے ساز و سامان بھیجے، اس وقت خلیفہ دار الخلافہ میں موجود نہیں تھا، نائب خلیفہ نے عرض کیا کہ امیر المومنین ہوتے تو وہ بھی یہی کرتے مگر امام موصوف نے کبھی کسی امیر وخلیفہ کا تحفہ قبول نہیں کیا تھا، ان کے ورثاء نے قبول کرنے سے انکار کیا، حکومت کچھ بھی ناراض نہیں ہوئی، معلوم نہیں فرقۂ کذابہ نے کہاں سے یہ کہانی گھڑی کہ سرکاری عہدہ قبول نہ کرنے کے سبب حکومت نے امام ابو حنیفہ کو زد وکوب ومقید ومحبوس کر کے ہلاک کر ڈالا، امام احمد کے گھر بنائی تنائی اور سوت کی کتائی کا کاروبار ہوتا، ان کی محبوب لونڈی کے تیار کردہ کپڑے کفن میں استعمال کیے گئے، البتہ حکومت کے پاس نبی ﷺ کے کچھ بال تھے، تین بال حکومت نے کفن میں استعمال کے لیے بھیجے تھے، انھیں تبرک کی خاطر ورثاء نے قبول کیا، نائب خلیفہ نے اسلامی دستور کے مطابق آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، حکومت کی طرف سے بیس آفیسر صرف حاضرین جنازہ کی تعداد معلوم کرنے کے لیے بھیجے گئے، ان کا اندازہ وشمار دس لاکھ افراد سے زیادہ کا تھا، ان کے علاوہ جن لوگوں نے گھر پر ہی نماز نمازِ جنازہ غائبانہ پڑھ لی تھی ان کی تعداد الگ تھی، تدفین کے بعد بھی عرصہ تک لوگ آ آ کر قبر پر نماز جنازہ پڑھتے رہے۔

حکومت نے نماز پڑھنے کی جگہ زیادہ سے زیادہ وسیع اور صاف ستھری بنانے کی کوشش سرکاری پیمانے پر پہلے سے کی ہوئی تھی، عصر کے وقت امام احمد کا جنازہ اٹھا اور جنازہ گاہ تک بوقت مغرب پہنچ سکا کیونکہ بھیڑ ہی اس طرح کی تھی، خلیفہ کی طرف سے امام احمد کے متعلق بکثرت احکام آیا کرتے تھے، امام احمد کی موت پر زبردست آہ وبکا اور بھیڑ بھاڑ دیکھ کر اہل بدعت بشمول جہمیہ مرجیہ واہل الرای کے حواس اڑ گئے، بہت سے مقامات پر موصوف کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی، جہمیہ مرجیہ خاص طور سے غائبانہ نماز جنازہ کی مشروعیت نہیں مانتے، حالانکہ شاہ حبشہ نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھتے وقت آپ ﷺ نے فرمایا تھا: "صلوا علی أخیکم" اپنے مسلم بھائی کی نماز جنازہ پڑھو، جس کا واضح مطلب ہے کہ مسلم بھائی کی غائبانہ نماز جنازہ حاضرانہ نماز جنازہ کی طرح پڑھنی مشروع ہے، ہم نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے، افسوس کہ جس طرح ہماری متعدد کتابیں چھپے بغیر پڑی ہیں اسی طرح یہ بھی نہیں چھپ رہی، جسے لکھے ہوئے دس سال سے کم نہیں ہوئے۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلك أمرا۔

ساری باتیں ہم نے کتب مناقب امام احمد وکتب تراجم سے نہایت اختصار کے ساتھ نقل کی ہیں، امام احمد کی وفات اوائل ربیع الاول بعمر ستہتر سال ۲۴۱ھ میں ہوئی، عام اہل حدیث وفاتِ امام احمد پر بہت زیادہ غم زدہ تھے، واضح رہے کہ اس ابتلا میں صرف اہلحدیث فقہاء محدثین گرفتار تھے ورنہ حنفیہ مرجیہ جہمیہ رائے پرستوں کے لیے پانچوں انگلیاں گھی میں اور منہ کڑاہی میں تھا۔ کما ھو معروف عند أھل العلم.

ذریعہ معاش:

امام احمد عام طور سے سرکاری یا غیر سرکاری نذرانے تحائف وہدایا نہیں لیتے تھے، ان کے گھر بنائی تنائی اور سوت کتائی کا کام ہوتا، اسی آمدنی سے گزر بسر کرتے اور اسی کو بہت سمجھتے، اپنے باپ کے ترکہ میں امام احمد کو گھر کے علاوہ بنائی کے کارخانوں پر مشتمل ایک اور مکان ملا تھا، اسی کی آمدنی سے کاروبار زندگی چلاتے تھے۔[1] امام موصوف اپنے گھر کے بنے ہوئے کپڑے ہی

---

[1] عام کتب مناقب و رجال.

پہنتے تھے، انھیں کفن بھی اسی میں دیا گیا۔

ایک مرتبہ گھر میں پیسے نہیں تھے، موصوف کی ایک لونڈی نے کہا کہ میرا زیور خلخال فروخت کر دیجیے، امام موصوف نے کہا: بطیب خاطر اس کے لیے تیار ہو؟ لونڈی نے کہا کہ ہاں۔ اسے ساڑھے آٹھ دینار میں فروخت کیا گیا اور گھر بھر کے افراد میں اسے تقسیم کر دیا گیا، آپ کی ایک بیوی کا انتقال ہوا تو فرمایا کہ ہم بیس سال ساتھ رہے مگر ایک معاملہ میں بھی دونوں کے درمیان اختلاف ونزاع نہیں ہوا، امام موصوف نے یکے بعد دیگرے دو ہی شادیاں کیں، ایک لونڈی بھی خریدی تھی، ان تینوں سے کئی اولاد ہوئی، اولاد میں بڑے بڑے ائمہ محدثین وفقہاء ہوئے، موصوف کے چالیس سے کہیں زیادہ تلامذہ نے صرف موصوف کے فقہی مسائل مدون کیے، جہمیہ مرجیہ کی طرح کسی افسانوی خیالی معدوم الوجود مجلس تدوین نے مسائل امام احمد کی تدوین نہیں کی۔ ان کے علاوہ دوسری بہت ساری کتب حدیث وتاریخ وتفسیر اور اہل بدعت کے خلاف رد بلیغ میں بہت سے تلامذہ نے مساعدت کی۔[1]

امام احمد نے اپنے لڑکے امام صالح سے کہا کہ شدید گرانی کے زمانے میں تمھاری ماں باریک سوت کاتتی تھی اور چار مثقال وزن سوت دو درہم میں بیچا جاتا، اسی سے ہمارا خرچ چلتا، ایک مرتبہ امام موصوف کا ایک بچہ رونے لگا پوچھا تم کیا لوگے؟ بچے نے کہا کشمش، موصوف امام احمد نے کہا کہ ایک حبہ (۲۸/ ۲۱ درہم) کی کشمش اس بچے کے لیے خرید دو، امام موصوف بذات خود کبھی کبھی اجرت لے کر کتابت کبھی ازار بند بنا کر فروخت کرتے اور کبھی دوسروں کے اونٹوں کی ساربانی کرتے۔[2] اتنے بڑے امام کبھی کبھی گھاس کاٹ کر لاتے اور اس سے کام چلاتے۔

۲۳۷ھ میں جہمی حنفی حکومت کا خاتمہ:

وفاتِ امام احمد سے چند سال پہلے ہی بیس سالہ جہمی حنفی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور خلیفہ وقت متوکل علی اللہ جعفر بن معتصم باللہ محمد بن ہارون رشید بن مہدی بن منصور کے حکم سے ۲۳۶ یا ۲۳۷ھ میں جہمی حنفی حکومت کے خاتمہ اور کتاب وسنت والے اہل حدیث مذہب کے سرکاری مذہب ہونے کا اعلان کر دیا گیا، خصوصاً جہمیوں اور مرجیہ کے علم کلام خلق قرآن پر پابندی لگا دی گئی اور سرکردہ حنفی عہدیداروں خصوصا احمد بن داود اور اس کے ہم مذہب سرکاری عمال کا خاتمہ کر دیا گیا، حنفی جہمی مرجی رائے پرست تھوڑے ہی دنوں میں اپنی چنڈال چوکڑی بھول گئے، اس کی تفصیل کتب تراجم ورجال میں دیکھیے، جہمیت وحنفیت کی رگ واثق باللہ ہی کے زمانے میں ڈھیلی پڑ گئی تھی۔[3] اب امام احمد ہی کے مشورے سے قضا وسرکاری عمال کی تقرری ہوتی تھی۔[4] یہ عجیب بات ہے کہ مصنف انوار اور ان جیسے رائے پرست لوگ بھی اپنی حنفی حکومت کے ان مظالم کی مذمت کرتے ہیں اور حنفی حکومت کے موقف کے خلاف اہل حدیث موقف کی مدح سرائی کرتے ہیں۔[5] والفضل ما شهدت به الأعداء۔

مصنف انوار نے جو یہ کہا کہ اس ابتلا میں نہ صرف امام احمد ماخوذ تھے بلکہ دوسرے علمائے حق بھی شامل تھے، دوسرے شہروں سے بھی فقہاء ومحدثین گرفتار ہو کر آئے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ ان گرفتار ہونے والوں میں حنفی المذہب لوگ نہیں تھے۔

---

[1] عام كتب امام أحمد.

[2] سير أعلام النبلاء (١١/ ٣٢٠) [3] سير أعلام النبلاء (١١/ ٣١٢ و ٣١٦ كتب تراجم)

[4] البداية والنهاية (١٠/ ٣٤٨ واقعات ٢٣٧هـ) وعام كتب تاريخ. [5] مقدمه انوار (١/ ١٧٨ و ١٧٩)

ائمہ مرجیہ واہل الرای وحنفیہ سے امام احمد کے تلمذ پر فخر:

فرقہ کوثریہ جہمیہ معتزلہ مرجیہ حنفیہ دیوبندیہ کو اس بات پر بڑا فخر ہے کہ امام احمد نے اپنی تعلیم کی ابتداء ائمہ احناف ابو یوسف محمد وغیرہ سے کی تھی لیکن امام احمد کے شاگرد خاص ابو بکر خلال کہتے ہیں:

"كان أحمد قد كتب كُتب الرأي وحفظها ثم لم يلتفت إليها.[1] قال الإمام أحمد: إياكم أن تكتبوا عن أحد من أصحاب الأهواء قليلا ولا كثيرا، عليكم بأصحاب الأثار والسنن، وقال الإمام أحمد لموسى بن حزام الترمذي: العجب منكم! أقبلتم على ثلاثة إلى أبي حنيفة وأبي يوسف ومحمد."[2]

حاصل یہ ہے کہ ابتدائے امر میں امام احمد نے کتب حنفیہ نقل کیں، انھیں یاد کیا، پھر انھیں نا قابل التفات سمجھ کر ترک کر دیا، اسی طرح امام ابوحنیفہ وابو یوسف ومحمد بن حسن کے معاملے میں فرمایا۔

تنبیہ:

مصنف انوار نے اس جگہ اس کا رونا رویا ہے کہ امام احمد اور دوسرے ائمہ اہل حدیث کے حالات خصوصا ابتلا کے واقعات کو بہت تفصیل سے بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا ہے مگر ہمارے حنفی دیوبندی کوثری علماء نے ائمہ احناف کے معاملے میں ایسا نہیں کیا اور ہم بھی ایسا ہی کر رہے ہیں، موازنہ ومحاکمہ کی ذمہ داری ناظرین کی طبائع سنبھالیں گی تو بہت اچھا ہے۔[3]

ہم کہتے ہیں کہ جس زمانے میں مذکورہ ائمہ احناف موجود تھے ان کی کوئی خاص علمی ودینی حیثیت ہی نہ تھی، وہ تو کذابین حنفیہ نے دوسرے اہل حدیث علماء کے فضائل دیکھ کر اپنے ائمہ کی بابت ایسے اکاذیب گھڑے کہ پناہ بخدا، مصنف انوار بیچارے اپنا سر پٹخ کر کیا کریں گے؟!

نطق انوار:

یہاں مصنف انوار نے اپنے حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ کے ملفوظات پر مشتمل اپنی مرتب کردہ مذکورہ بالا نام سے کتاب لکھنے کا اشتہار دیا، افسوس کہ یہ کتاب ہمیں مل نہ سکی ورنہ مزید در مزید تماشا ہائے انور کا لطف ہمارے ناظرین کرام اللمحات میں ملاحظہ کرتے۔

تنبیہ:

مصنف انوار نے اپنے ان اکاذیب کے بعد فرمایا:

''امام اعظم کے سولہ شیوخ کبار کے بعد امام صاحب اور باقی تین ائمہ متبوعین کا تذکرہ ہوا، ان کے بعد چالیس ارکان تدوین فقہ کے حالات مذکور ہوئے، اب دوسرے محدثین کے ضروری علمی حالات درج ہو رہے ہیں، ترتیب

---

[1] سير أعلام النبلاء (١١/ ١٨٨)　[2] ملخص از سير أعلام النبلاء (١١/ ٢٣١)

[3] مقدمه انوار (١/ ١٤٩)

وفیات کے حساب سے رکھی گئی ہے۔"[1]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار کے دعوی سے مستفاد ہوتا ہے کہ بہت سارے صحابہ کے شاگرد ہونے کے ساتھ امام صاحب آٹھ ہزار اساتذہ کے شاگرد تھے، پھر مصنف انوار نے ان میں سے صرف سولہ اساتذۂ ابی حنیفہ کا تذکرہ اکاذیب کے ساتھ کیا، یہ کون سا طریق ہے کہ امام صاحب کے بہت سے اساتذہ صحابہ میں سے تھے مگر مصنف انوار نے کسی معتبر سند سے ایک کا بھی تذکرہ نہیں کیا، پھر مصنف انوار کے جھوٹ کی کوئی حد بھی ہے کہ "شیوخ امام اعظم" میں پہلا نام حضرت ابن مسعود کا لکھا۔[2] حالانکہ بہت زیادہ کذاب ہونے کے باوجود ان کے کذاب اسلاف میں سے کسی نے شیوخ ابی حنیفہ میں حضرت ابن مسعود کا نام نہیں لیا تھا، مصنف انوار میں ذرہ برابر شرم نہیں کہ ۳۲ھ میں فوت ہونے والے صحابی سے ۸۰ھ میں پیدا ہونے والے امام ابوحنیفہ کا تلمذ کیونکر ممکن ہوا؟

پھر کذب بیانی کی حد کرتے ہوئے دوسرے نمبر پر اساتذۂ ابی حنیفہ میں سے حضرت علقمہ بن قیس کا نام لکھا جو ۷۰ھ کے لگ بھگ فوت ہوئے، ۸۰ھ میں پیدا ہونے والے امام ابوحنیفہ حضرت علقمہ کے شاگرد کیسے بنے؟ حضرت علقمہ بن قیس صحابی بھی نہیں تھے، اسی طرح تیسرے نمبر پر امام ابراہیم نخعی کا نام لکھا جن کی وفات کے وقت امام ابوحنیفہ اگرچہ پندرہ سال کے تھے مگر مرجی والدین کے بچے ہونے کی بنا پر والدین اپنے بچے کو درسگاہِ نخعی میں بھیج ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ امام نخعی اپنے پاس کسی مرجی کو بھٹکنے تک نہیں دیتے تھے، کسی بھی ثبوت کے بغیر امام نخعی کو استاذ ابی حنیفہ کہنا بھی مصنف انوار کے اکاذیب میں سے ہے، اگر کوئی بھی کوثری دیوبندی مرجی جہمی اس کا دعویدار ہے تو اصول اہل اسلام کے مطابق اس کا ثبوت دے، لیکن یہ فرقۂ کوثریہ دیوبندیہ کے بس کی بات نہیں، خواہ سب کے سب مل کر قیامت تک کوشاں رہیں، بڑے بڑے کوثریہ دیوبندیہ نے مصنف انوار کی مجموعۂ اکاذیب والی اس کتاب کے مقدمہ انوار الباری پر تقریظات وحمد وثنا خوانی لکھ کر اپنی جہالت مرکبہ کا ثبوت دیا ہے، اس طائفہ مرجیہ کذابہ میں سے کسی کو اس مجموعہ اکاذیب کی کسی مکذوبہ بات پر اعتراض نہیں ہوا ؎

یہ میلہ کلہم ڈوبا ہوا ہے بحر لعنت میں

چوتھے نمبر پر اساتذۂ ابی حنیفہ میں سے حماد کا نام مصنف انوار نے لکھا ہے مگر بہت سارے ائمہ کا یہ بیان گزرا کہ ابوحنیفہ حماد سے پڑھے بغیر کتبِ حماد کا سرقہ کر کے حماد سے سماع کے دعوی کے ساتھ حماد سے روایت کرتے تھے، اس حیرت انگیز معاملہ کا کوئی حل مصنف انوار یا کسی کوثری جہمی دیوبندی نے پیش نہیں کیا، نہ یہ بتلایا ہے کہ عقیدہ خلق قرآن کے سبب حماد نے امام ابو حنیفہ کو اپنے پاس تک آنے سے منع کر دیا تھا اور انھیں آنے تک کی اجازت سے محروم کر دیا۔ اساتذۂ ابی حنیفہ کی فہرست میں پانچواں نام مصنف انوار نے امام شعبی کا پیش کیا ہے، ہم بتلا آئے ہیں کہ کتبِ احناف ہی سے ثابت ہے کہ جب پہلی بار درسگاہِ شعبی میں امام ابوحنیفہ گئے تھے انھیں اسی دم شعبی نے اپنی درسگاہ سے خارج کر دیا۔ ان کے علاوہ دیگر اساتذۂ ابی حنیفہ کے ذکر میں بھی مصنف انوار نے بڑی دھاندلی کی ہے، مثلاً ان کا دعوی ہے کہ وفاتِ حماد تک امام ابوحنیفہ درسگاہِ حماد میں پڑھتے رہے، اس کے بعد دوسرے اساتذہ کی درسگاہوں میں گئے، وفاتِ حماد سے پہلے مصنف انوار کے ذکر کردہ اساتذۂ ابی حنیفہ میں سے

---

[1] مقدمہ انوار (۱/ ۲۱۲) [2] مقدمہ انوار (۱/ ۳٦)

اکثر حضرات فوت ہو گئے تھے، مصنف انوار کے مذکورہ بالا پانچوں اساتذۂ ابی حنیفہ تو وفاتِ حماد سے بہت پہلے فوت ہوئے اور بیشتر حضرات ولادتِ ابی حنیفہ سے پہلے فوت ہوئے اور سلم بن کہیل وغیرہ حضرات حماد سے پہلے فوت ہوئے، اس کی تفصیل گذشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

مصنف انوار نے آخر چار ہی ائمہ متبوعین کا ذکر کیوں کیا جبکہ جنھیں اصطلاحِ مقلدین میں ائمہ متبوعین کہا جاتا ہے ان کی تعداد بارہ ہے، بارہ ائمہ متبوعین میں سے چار کا ذکر نہایت جارحانہ اور دل خراش انداز میں کرنا اور آٹھ کا ذکر نہ کرنا کتنی بڑی بے راہ روی ہے؟ ان حضرات نے فرقۂ دیوبندیہ کا کیا بگاڑا تھا کہ اس مجموعہ اکاذیب انوار الباری کے تقریظ نگار دیوبندی جغادری علماء نے فضائل انوار الباری ومناقب مصنف انوار الباری کے پل باندھ دیے مگر ایک نقطہ بھی ان کے کوثریہ جہمیہ مرجیہ نے مصنف انوار کی اس بے راہ روی کے سلسلے میں نہیں لگایا۔

۶۱۔ امام سعد بن ابراہیم زہری (متوفی ۱۲۵ھ)

مصنف انوار نے امام سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف زہری ابواسحاق ابوابراہیم قاضیٔ مدینہ منورہ کا سال وفات سرخی وعنوان میں ۱۲۵ھ بتلایا ہے، اور یہ معلوم ہے کہ وفیاتِ محدثین کی علوم اسلام میں بڑی اہمیت ہے، موصوف کے سالِ وفات میں کافی اختلاف ہے، وجہ ترجیح بتلائے بغیر کسی ایک قول کو اختیار کرنا اور دوسرے اقوال کا اشارۃً بھی ذکر نہ کرنا بھی ایک بے راہ روی ہے، وجوہ ترجیح نہ ہونے کی صورت میں سارے اختلافی اقوال کا ذکر بلا بحث وتمحیص کر دینا ہی محتاط طریقہ ہے۔ ان کے صاحب زادے ابراہیم نے ان کا سال وفات ۱۲۵ھ بتلایا، ان کے پوتے یعقوب بن ابراہیم بن سعد نے ۱۲۶ھ اور انھیں کے پوتے نے دوسرا قول ۱۲۷ھ بتلایا اور کہا کہ بوقتِ وفات ان کی عمر بہتر (۷۲) سال تھی، گویا موصوف ۵۵ھ میں پیدا ہوئے جبکہ بہت سے صحابہ زندہ تھے، ان کا تابعی ہونا متحقق ہے، حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب صحابی سے ان کی روایت کردہ حدیث نبوی موجود ہے۔[1] امام خلیفہ بن خیاط نے ایک قول میں اور بعض دیگر ائمہ نے ۱۲۸ھ بتلایا، کوئی وجہ ترجیح کسی قول کے لیے نہیں ہے، اس لیے محتاط طریق یہ ہے کہ سارے اقوال کو ملحوظ رکھا جائے جو اپنی عادت کے مطابق مصنف انوار نے نہیں کیا۔ امام سعد سے امام مالک کے روایت نہ کرنے کی ایک نہایت معقول وجہ امام ابن المدینی نے یہ بتلائی:

> "وكان لا يحدث بالمدينة فلذلك لم يكتب عنه أهل المدينة، ومالك لم يكتب عنه."[2]
>
> یعنی موصوف سعد مدینہ منورہ کے قاضی تھے (پھر واسط کے بھی قاضی ہوئے) امور فقہاء سے اشتغال، نیز بعض دیگر وجوہ سے وہ مدینہ منورہ میں درس حدیث نہیں دیتے تھے، اس لیے اہل مدینہ بشمول امام مالک نے ان سے روایت نہیں کی۔

مگر مصنف انوار نے اس معقول وجہ کا ذکر اپنی کوثری مرجی رائے پرستی والی مکذوبہ پالیسی کے مطابق نہیں کیا، انھیں اساتذۂ ابی حنیفہ کی فہرست میں مصنف انوار کو اپنے اصول کے مطابق ذکر کرنا چاہیے اور بعض کتب مناقب ابی حنیفہ میں انھیں اساتذۂ ابی حنیفہ میں شمار بھی کیا ہے مگر مصنف انوار جیسا بے راہ رو کوثری جہمی مرجی دیوبندی ایسا کیوں کرے گا؟ ویسے کتب

---

[1] صحيح البخاري مع فتح الباري كتاب الأطعمة (٩/ ٤٩٥) وصحيح مسلم حديث نمبر (٢٠٤٤)

[2] الجرح والتعديل (٤/ ٧٩) وتهذيب الكمال (١٠/ ٢٤٤) وسير أعلام النبلاء (٥/ ٤١٩) وتهذيب التهذيب (٤/ ٤٠٣)

مناقب ابی حنیفہ میں ذکر کیے گئے اکثر اساتذۂ ابی حنیفہ کے نام مکذوب طور پر مکتوب ہیں۔

اتفاق سے ایک بار سعد موصوف نے حدیث نبوی کے خلاف قیاس ربیعہ الرای کے مطابق لاعلمی میں فیصلہ کر دیا مگر معلوم ہوتے ہی انھوں نے اس فیصلہ نامہ کو چیڑ پھاڑ کر مطابق حدیث فیصلہ لکھا۔[1] یہ معلوم ہے کہ تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ اپنے رائے وقیاس سے دیے ہوئے فیصلہ سے اس کے خلاف نصوص کا علم ہونے پر رجوع کے بجائے اپنے قیاسی فیصلہ پر، جو خلاف نصوص ہوتا تھا، ڈٹے رہتے تھے اور رجوع نہیں کرتے تھے، یہ معلوم ہے کہ امام مالک زندگی بھر سفر حج کے علاوہ کہیں دوسری جگہ مدینہ منورہ سے باہر نہیں گئے جبکہ اکثر مدنی ائمہ کا مدینہ منورہ سے باہر جانا ثابت ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض مدنی ائمہ مدینہ منورہ سے باہر امام سعد کے درس حدیث میں شریک ہو کر سماع حدیث کر سکے مگر امام مالک نہیں کر سکے۔ اس معقول سبب کا ذکر مصنف انوار نے حسب عادت نہ کر کے بعض لوگوں کے تخمینی، ظنی، قیاسی سبب کا ذکر کیا کہ امام مالک نے امام سعد سے ناخوش ہونے کے سبب روایات نہیں کی، یہ بات حافظ ابن حجر نے "یقال" کے صیغۂ تمریض یعنی تضعیف کے ساتھ ذکر کی ہے، صحیح بات کو چھوڑ کر ائمہ اسلام پر کوثری جہمی مرجی دیوبندی والی نیش زنی وجارحیت مصنف انوار اور ان کے ہم مزاج لوگوں کا شیوہ ہے۔

نیز حافظ ابن حجر نے یہ صراحت بھی کر دی ہے کہ امام سعد سے امام مالک نے بدو واسطہ روایت حدیث کی ہے۔[2] موطأ مالک میں سعد سے امام مالک کی روایت مذکور نہیں جیسا کہ "إسعاف المبطأ برجال الموطأ للسيوطي" کو دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے، اس سے ظنون وقیاس کے ذریعہ بتلائے گئے اسبابِ عدم روایت مالک عن سعد کی تردید ہوتی ہے، مصنف انوار نے عادت کوثریہ جہمیہ مرجیہ دیوبندیہ کے مطابق اس امر کا ذکر نہیں کیا جس شخص نے کہا کہ امام مالک امام سعد سے ناراضگی کے سبب روایت نہیں کرتے اس کا نام مصنف انوار نے اپنی کذب پرستی والی پالیسی کے مطابق نہیں بتلایا کہ وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ؟ اگر وہ ثقہ بھی ہو تو جب امام مالک کا سعد سے بالواسطہ روایت کرنا ثابت ہے تو اسے نفی کرنے والے شخص کا وہم وتخمین ہی کہا جائے گا، جو امر واقعہ کے خلاف ہونے کے سبب ساقط الاعتبار ہے، یہ معلوم ہے کہ ہر امام حدیث کا ہر ثقہ یا غیر ثقہ امام حدیث سے روایت کرنا ضروری نہیں، اگر امر واقعہ کے خلاف کسی نے ظنی طور پر کہہ دیا کہ امام مالک سعد پر کلام کرتے تھے، بنا بریں ان سے روایت نہیں کرتے تھے تو اس کی یہ ظنی بات ناقابل التفات ہے، اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ امام مالک امام سعد پر تجریح قادح کرتے تھے بلکہ ساجی نے کہا کہ سعد پر امام مالک کے کلام کا مجھے علم نہیں، صرف یہ علم ہے کہ موصوف سعد سے روایت نہیں کرتے تھے۔[3] حالانکہ یہ معلوم ہے کہ امام مالک نے سعد سے بالواسطہ روایت کی ہے اگر ساجی یا کسی دوسرے کو یہ معلوم نہ ہو تو یہ ان کے علم کی خامی وکمی کی دلیل ہے، ۲۲۴ھ میں فوت ہونے والے معیطی محمد بن عمر[4] نے امام ابن معین سے کہا کہ امام مالک سید سادات قریش سعد بن ابراہیم پر تو کلام کرتے ہیں اور ثور وداود بن حصین جیسے خارجی خبیث سے روایت کرتے ہیں، تو معیطی کے جواب میں ابن معین کی کوئی بات منقول نہیں، البتہ احمد بن البرقی کی روایت میں بقول یحییٰ بن معین بعض مجہول سے سعد پر امام مالک کا عقیدۂ قدر کے باعث کلام کرنا منقول ہے جس کے باعث ان سے امام مالک کا روایت نہ کرنا چونکہ یہ مجہول راوی سے منقول

---

[1] سير أعلام النبلاء (٥/ ٤١٩ و ٤٢٠) [2] تهذيب التهذيب (٧/ ١٠٣)

[3] تهذيب التهذيب ترجمة سعد. [4] لسان الميزان (٥/ ٣٢٥ و ٣٢٦)

ہے اس لیے یہ روایت ساقط ہے، البتہ مجہول راوی کے بیان کے مطابق سعد پر عقیدۂ قدر کے الزام کی ابن معین نے تردید کی اور کہا کہ موصوف امام مالک کے نسب میں کلام کرتے تھے اس لیے ان سے امام مالک نے روایت نہیں کی۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ سعد کے معتقد قدر ہونے کی بنا پر سعد میں کلام مجہول راوی کے بیان کرنے کے سبب غیر ثابت ہے اور نسبِ مالک میں کلام سعد والی بات بھی ثابت نہیں، اسے مصنف انوار کا امر مسلم کے طور پر بیان کرنا کوثری جہمی مرجی دیوبندی پالیسی والی تلبیس کاری ہے، خصوصاً اس لیے کہ سعد پر کلامِ مالک کی حافظ ساجی نے نفی کی ہے، اصل بات صرف یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں سعد تعلیم حدیث کی درسگاہ نہیں قائم کیے ہوئے تھے، نہ حدیث پڑھاتے تھے، اس لیے امام مالک ان سے بلا واسطہ روایت نہ کر سکے، امام مالک کے اساتذہ داود بن حصین وغیرہ کو خارجی خبیث کہنا معیطی کی مبنی بر افواہ واوہام غلط بیانی ہے، دونوں کے خارجی العقیدہ یا قدری العقیدہ ہونے کی اہل علم نے تردید کر دی ہے اور ان کے ثقہ وصدوق وفقیہ ہونے پر اتفاق ہے، یہ دونوں صحیحین کے رواۃ میں سے ہیں اور صحیحین کے رواۃ کا صحیح الحدیث ہونا مسلم ہے، ایسی باتوں کو تردید کے بغیر مصنف انوار و کوثریہ جہمیہ مرجیہ دیوبندیہ کا مسلمات کے طور پر نقل کرنا بے حد غلط روی وغلط کاری ہے۔

اصل معاملہ یہ ہے کہ امام سعد سے مصنف انوار وفرقۂ کوثریہ جہمیہ مرجیہ کی ہمدردی حب علی نہیں بغض معاویہ والی مثل کا مصداق ہے، جس کو خود مصنف انوار نے آخر میں ظاہر کر دیا ہے کہ جس طرح سعد کی طرف سے امام احمد ویحییٰ وغیرہ نے دفاع کیا اور امام مالک جیسے جلیل القدر مسلم امام کی تنقید بھی بے تکلف رد کر دی گئی اسی طرح امام اعظم واصحاب امام اعظم کے بارے میں بے تحقیق متعصّبانہ اقوال کا رد اور ان کی طرف سے دفاع ضروری ہے۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ ہماری اس کتاب "اللمحات" میں امام ابوحنیفہ اور اصحاب ابی حنیفہ کے بارے میں تحقیق، متعصّبانہ اقوال کا رد اور ان کی طرف سے دفاع پورا کیا گیا ہے مگر جو تحقیقی، ثابت شدہ اور غیر متعصّبانہ اقوال منقول ہیں ان کا رد اور ان کی طرف سے دفاع اکاذیب پرست کوثریہ جہمیہ مرجیہ رائے پرست بشمول مصنف انوار ہی بذریعہ اکاذیب کر سکتے ہیں، صحیح المزاج غیر جانب دار اور صداقت پسند کے بس کا یہ روگ نہیں، مصنف انوار کا یہ جھوٹ بہت بہت مذموم ہے کہ اسی لیے ہر مذہب کے ائمہ کبار نے اس ضرورت کا احساس کیا۔[2] کیونکہ ہر تقلیدی مذہب کے ائمہ امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب اصحاب کے مجروح ہونے پر متفق ہیں۔ (کما سبق)

۶۲۔ صلت بن الحجاج کوفی:

مذکورہ بالا راوی کی بابت معلوم نہیں مصنف انوار اور کوثریہ کو کیسے معلوم ہوا کہ امام سعد بن ابراہیم کے بعد فوت ہوئے؟ ان کا دعوی یہی ہے کہ تراجم نگاری میں وفیات کے مطابق ترتیب کا لحاظ کیا گیا ہے، موصوف صلت کا سعد سے متاخر الوفات ہونا کوثریہ کو کیسے معلوم ہوا؟ مصنف انوار نے جو یہ کہا کہ محدث خوارزمی نے لکھا کہ امام بخاری نے ذکر کیا کہ آپ نے یحییٰ کندی سے اور آپ سے یحییٰ قطان نے روایت کی، پھر لکھا کہ امام اعظم سے بھی مسانید میں روایت کی۔[3] تو محدث خوارزمی کذاب شخص تھا جس نے اکاذیب کو بکثرت احادیث نبویہ کہا، اس کی کتاب مسند خوارزمی مجموعۂ اکاذیب ہے، ایسے کذاب کو محدث کہنا اور اسے حجت بنانا بھی کذابین ہی کا کام ہوسکتا ہے، اس کی صرف وہی بات مقبول ہے جس کی تصدیق دوسرے ذرائع سے ہو۔

[1] مقدمہ انوار (۱/ ۲۱۲) [2] مقدمہ انوار (۱/ ۲۱۲) [3] مقدمہ انوار (۱/ ۲۱۲)

٦٣۔امام ابراہیم بن میمون الصائغ ابواسحاق خراسانی (متوفی ۱۳۱ھ)

مصنف انوار نے مذکورہ بالاعنوان کے تحت کہا:

''امام ابراہیم بن میمون صائغ مشہور محدث زاہد وعابد ومتورع تھے، امام اعظم، عطاء بن ابی رباح، ابواسحاق، ابو الزبیر، نافع سے حدیث روایت کی، ان سے داود بن الفرات وغیرہ نے روایت کی، ابومسلم خراسانی کو بےخوف ہو کر سرزنش کی جس کی پاداش میں اسی نے اسے شہید کرا دیا، ابن المبارک نے کہا کہ امام صاحب ان کی خبر شہادت سے سخت غمگین ہوئے، تنہائی میں پوچھنے پر بولے کہ ابراہیم میرے پاس آ کر علمی سوالات حل کراتے، طاعت الٰہی میں بڑے اولوالعزم ومتورع تھے، میں انھیں کھانے کے لیے کچھ پیش کرتا تو مجھ سے بھی بڑی تحقیق کرتے اور بہت کم کھاتے، مجھے ان کے اس انجام کا پہلے ہی سے ڈر تھا، مجھ سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر بیعت پر اصرار کرنے میں کہتے کہ یہ فریضہ تنہا ایک دو آدمی سے نہیں ادا ہوگا، آخر ابومسلم خراسانی کو بطور تبلیغ تیز وتند باتیں کیے بعد دیگرے تین بار کہیں جس کی پاداش میں اس نے انھیں شہید کرادیا، ابوداود، نسائی اور بخاری نے تعلیقات میں ان سے روایت کی، علامہ خوارزمی نے فرمایا کہ یہ اگرچہ بخاری ومسلم کے شیخ الشیوخ تھے مگر امام صاحب سے مسانید میں روایت کرتے ہیں۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ عام محدثین کرام امام ابوحنیفہ سے روایت کرنے سے اجتناب کرتے تھے، کوئی بھی معتبر ثبوت نہیں کہ ابراہیم نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے۔ امام ابن المبارک کی طرف منسوب کرکے مصنف انوار نے جواہر المضیہ کی تقلید میں جو قصہ بیان کیا ہے وہ جواہر المضیہ میں بے سند مرقوم ہے، اور یہ قضیہ بھی مکذوب ہے، مصنف انوار اور ان کی اکاذیب پرست پارٹی میں دم ہو تو اس کی سند پیش کرکے اس کا معتبر ہونا ثابت کریں، مصنف انوار کے علامہ خوارزمی مصنف انوار اور ان کے ہم مزاج لوگوں کی طرح بہت بڑے کذاب اور اکاذیب پرست تھے بلکہ انھیں جیسے ائمہ کذابین سے سیکھ کر ان کی پوری پارٹی میں اکاذیب پرستی کی اتنی بڑی جسارت پیدا ہوئی ہے، ایسے کذابین کے لیے اس قدر بلند کلمات تعظیم واحترام کہاں تک موزوں ہیں؟ وفات ابی حنیفہ سے تقریباً بیس سال پہلے فوت ہونے والے محدث ابراہیم بن میمون صائغ کا شاگرد ابی حنیفہ ہونا بلحاظ عمر بھی مستبعد ہے، ایسی مستبعد بات کے لیے ٹھوس معتبر دلیل کی ضرورت ہے، اکاذیب سے کام نہیں بنے گا۔

٦٤۔امام ربیعہ بن ابی عبدالرحمان المعروف بہ ربیعہ الرائی (متوفی ۱۳٦ھ)

موجودہ دور کے کذاب اعظم نے اپنی اکاذیب پرست پارٹی کی طرح عنوان بالا کے تحت کہا:

''امام ربیعہ الرائے رواۃ صحاح ستہ میں سے ہیں، انھیں فلاں فلاں محدثین نے ثقہ کہا، بڑے بڑے شیوخ اہل علم آپ کے پاس استفادہ کے لیے بیٹھے، ان سے امام مالک نے بھی حصول علم کیا، تعارض احادیث کے وقت آثار صحابہ سے ایک جہت کو ترجیح دیتے اور آثار صحابہ کے تعارض کے موقع پر قیاس سے ترجیح دیتے، بعینہ یہی طریقہ امام اعظم

[1] ملخص از مقدمه انوار (۱/ ۲۱۳ بحوالۂ جواهر مضيه ومسانيد)

کا تھا مگر مخالفوں نے آپ کو مطعون کیا، حاسدوں نے آپ اور آپ کے اصحاب کو اصحاب الرای بطور طنز کہا، أثمار الجنية في طبقات الحنفية کے قلمی نسخہ میں ہے کہ ربیعہ امام صاحب کے اصحاب میں سے تھے اور مسائل میں بحث ومباحثہ کر کے استفادہ کرتے تھے۔"[1]

ہم کہتے ہیں کہ یہ بات گزر چکی ہے کہ امام ابوحنیفہ درسگاہِ ربیعہ میں اپنی تمام تر کوشش ربیعہ کی باتیں سمجھنے میں صرف کرتے تھے، انھیں اتنی ہمت کہاں تھی کہ امام ربیعہ سے بحث ومباحثہ کرتے، دریں صورت یہ کیسے ممکن ہے کہ ربیعہ شاگردِ ابی حنیفہ بنتے؟ یہ ساری بات کذابین کی اکاذیب پرستی کے سبب زیب قرطاس ہوگئی ہے، امام ابوحنیفہ کو تو اتنی بھی جرأت نہیں تھی کہ کھل کر امام ربیعہ کے شاگرد امام مالک کے سامنے آتے، چھپ چھپا کر نہایت با ادب بچے کی طرح بیچارے مسکین صورت بنا کر خدمتِ مالک میں بیٹھتے، پھر وہ امام ربیعہ کے سامنے اتنی بڑی جرأت کیسے کر سکتے تھے؟

امام ربیعہ کا جو طریق تطبیقِ احادیث متعارضہ میں تھا وہی عام اہل حدیث کا بھی ہے، بھلا اس طریق تطبیق کی ہوا امام ابو حنیفہ اور ان کے ہم مذہب اصحاب کو کہاں سے لگ سکتی تھی جو طریق اہل حدیث سے بالکل جداگانہ طریق رائے پرستی پر قائم تھے؟ امام عبدالعزیز بن ابی سلمہ ماجشون نے کہا:

"يا أهل العراق! تقولون ربيعة الرأي، لا والله ما رأيت أحدا أحوط لسنة منه"[2]

''اے اہل عراق! تم امام ربیعہ کو اپنی طرح کا رائے پرست کہتے ہو، حالانکہ ان سے زیادہ سنت کا پابند میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔''

کیا اس طرح کی بات کسی معتبر سند سے امام ابوحنیفہ کی بابت بھی مروی ہے؟

٦٥۔ امام عبداللہ بن شبرمہ ابوشبرمہ کوفی (متوفی ۱۴۴ھ)

مصنف انوار نے امام ابوشبرمہ کی بابت کہا:

''اکابر واعلام میں سے تھے، تابعی اور قاضی کوفہ تھے، امام اعظم ابوحنیفہ سے استفادہ کیا کرتے تھے، نقل ہے کہ عہدہ قضا قبول نہ کرنے پر امام ابوحنیفہ پر مظالم ہوئے تو ابن ابی لیلی نے اظہار شماتت کیا، اس پر ابوشبرمہ کو یہ بات ناگوار لگی اور انھوں نے کہا کہ یہ شخص ایسا کیوں کرتا ہے، ہم تو دنیا طلبی میں ہیں اور امام ابوحنیفہ کے سر پر کوڑے لگتے ہیں کہ کسی طرح دنیا قبول کر لیں مگر نہیں کرتے۔''[3]

ہم کہتے ہیں کہ عہدہ قضا قبول نہ کرنے پر امام ابوحنیفہ کے اوپر مظالم کی داستان بقول امام ابوبکر عیاش مکذوب محض ہے، پھر مذکورہ بالا عبارت میں بحوالۂ جواہر المضیہ جو مکذوبہ داستان مصنف انوار نے اپنی اکاذیب پرست پارٹی کی لے میں لے ملا کر سنائی ہے اس کے مکذوب ہونے میں کیا شک ہے؟ ہمیں جواہر المضیہ میں ابوشبرمہ کا ترجمہ نظر نہیں آیا، ہم ان روایات معتبرہ کا ذکر کر

[1] ماحصل از مقدمه انوار (١/ ٢١٣ و ٢١٤)

[2] المعرفة للفسوي (١/ ٦٧٢) وخطيب (٨/ ٢٢٣ و ٢٢٤) و تاريخ الإسلام للذهبي (٥/ ٢٤٨) وسير أعلام النبلاء (٥/ ١٧٤) وتهذيب التهذيب (٣/ ٢٥٨)

[3] ما حصل از مقدمه انوار (١/ ٢١٤) و جواهر المضية (٢/ ٥٤٧ تا ٥٥٠)

آئے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے استاذ حماد اور ان کے بہت سارے ثقہ اصحاب نے اسلامی عدالت میں امام ابوحنیفہ کے عقیدۂ خلق قرآن کی بابت مقدمہ دائرہ کیا جس پر سرکاری دھمکی سے خوف زدہ ہوکر امام ابوحنیفہ نے توبہ کی، امام ابوحنیفہ کے اس اقدام نیز حکومت وقت کے خلاف بغاوت وخانہ جنگی کی حوصلہ افزائی کے خلاف امام ابوحنیفہ کو مقید ومسجون کر کے پندرہ روز جیل خانہ میں رکھ کر زہر پلا کر ہلاک کیا گیا تو کسی بھی فرد نے اس پر کسی ناگواری کا اظہار کیا نہ اموی دور خلافت میں ابن ہبیرہ ہی کی کارروائی پر امام ابو حنیفہ کی حمایت میں کوئی صدا کہیں سے سننے میں آئی۔

٦٦۔ حافظ حدیث امام ہشام بن عروہ بن زبیر بن عوام اسدی مدنی (متوفی ۱۴۶ھ)

مصنف انوار نے کہا: ''امام ہشام بن عروہ مشہور محدث وفقیہ راوی صحاح ستہ ثقہ سے امام ابوحنیفہ نے روایت کی ہے۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ پر امام ہشام بن عروہ کی تجریح قادح وتنقید کا ذکر آچکا ہے اور صرف اتنی بات تکذیب مصنف انوار کے لیے کافی ہے۔

٦٧۔ امام جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب (متوفی ۱۴۸ھ)

مصنف انوار نے کہا:

> ''امام جعفر صادق ابتدا میں امام اعظم سے بدظن رہے، پھر امام صاحب کی بالمشافہ باتوں سے مطمئن ہوکر امام صاحب کی پیشانی کو بوسہ دیا، پھر امام ابوحنیفہ کی ہمیشہ مدح وثنا خوانی کرتے رہے۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ پر امام جعفر صادق کی تنقید وتجریح کا ذکر ہم کر چکے ہیں، اور مصنف انوار کا یہ دعوی خالص جھوٹ ہے کہ امام ابوحنیفہ پر امام جعفر صادق کی تجریح وتنقید ابتداء میں تھی، پھر بعد میں وہ ان کی مدح وثنا خوانی کرنے لگے، اگر دم ہے تو بسند معتبر مصنف انوار اور ان کی پوری پارٹی اسے ثابت کرے، ہمارا دعوی ہے کہ تا قیامت یہ کذابہ پارٹی ایسا نہ کر سکے گی۔

٦٨۔ امام زکریا بن ابی زائدہ خالد بن میمون بن فیروز ہمدانی کوفی (متوفی ۱۴۹ھ)

مصنف انوار نے عنوان بالا کے تحت کہا کہ امام زکریا بن ابی زائدہ رواۃ صحاح ستہ میں سے محدث وفقیہ ثقہ صالح کثیر الحدیث قاضیٔ کوفی تھے، علامہ خوارزمی نے فرمایا کہ باوجود شیوخ شیخین میں سے ہونے کے امام صاحب سے مسانید میں روایت کرتے ہیں۔[3]

ہم کہتے ہیں کہ امام زکریا بن ابی زائدہ کے سال وفات میں ۱۴۷/ ۱۴۸ھ کے مختلف اقوال تہذیب التہذیب میں منقول ہیں، تقریب التہذیب میں صحیح ترین اقوال لکھنے کا التزام حافظ ابن حجر نے کیا ہے مگر وہ ان اقوال مختلفہ میں سے کسی کو ترجیح دیے بغیر ان کا ذکر کرکے خاموش ہوگئے، پھر مصنف انوار کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ قطعی طور پر ۱۴۹ھ میں فوت ہوئے؟ میزان الاعتدال (۷۳/۲) میں انھیں صاحب الشعبی قرار دیا گیا ہے، اگرچہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ موصوف زکریا امام شعبی سے بکثرت تدلیس کرتے ہیں، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام شعبی سے زکریا جن مسائل کو نقل کرتے ہیں ان کی نقل میں بھی تدلیس کرتے ہیں، یہ

[1] ماحصل مقدمه انوار (١/ ٢١٤)
[2] ماحصل بعذر الحاجة از مقدمه (١/ ٢١٤)
[3] مقدمه انوار (١/ ٢١٥)

مسائل شعبی انھوں نے ابوحریز سے سنے، بہر حال امام شعبی کے یہ خاص شاگرد، جن شعبی کے شاگرد خاص ہیں، انھوں نے حماد اور ان کے ہم مذہب مرجی واہل الرای تلامذہ بشمول امام ابوحنیفہ پر سخت تنقید وتجریح کی ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے، نیز اور ان کے تلامذہ میں سے کئی حضرات امام ثوری وابن المبارک سمیت متعدد حضرات نے امام ابوحنیفہ پر سخت تنقید وتجریح اور ان کے مذہب ارجاء کی سخت مذمت کی ہے، امام سفیان ثوری نے کہا کہ امام ابوحنیفہ علم کے بغیر تمام امور میں جور وظلم پر مبنی فیصلے کیا کرتے ہیں، امام عبداللہ بن احمد بن حنبلی کتاب السنۃ میں امام سفیان ثوری سے بہت زیادہ تجریحی کلام منقول ہے۔[1]

امام ابوحنیفہ کے اکثر تلامذہ واساتذہ نے ان کی سخت مذمت وتنقید کی اور انھیں متروک کہا جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ہم تفصیل بتلا آئے ہیں، یہاں حقیقت فہمی کے لیے اشارہ ہی کافی ہے۔

۶۹۔ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج مکی (متوفی ۱۵۰ھ)

مصنف انوار نے کہا:

> ''امام ابن جریج موصوف نے حدیث طاؤس، مجاہد، عطاء سے سنی، ان سے ثوری، قطان، یحیٰ بن سعید انصاری وغیرہ نے روایت کی، رواۃ صحاح ستہ میں سے ہیں۔[2] علامہ خوارزمی نے فرمایا کہ ان امام ائمۃ الحدیث نے امام اعظم ابوحنیفہ سے روایت کی ہے۔''[3]

ہم کہتے ہیں کہ علامہ خوارزمی تو مصنف انوار سے بھی زیادہ کذاب اور اکاذیب پرست ہیں، ویسے امام ابن جریج کے عام تلامذہ نے امام ابوحنیفہ پر سخت تنقید وتجریح کی ہے، امام ابن جریج پر حالاتِ ابی حنیفہ مخفی نہیں رہ سکتے تھے۔ وہ بھی امام سلیمان بن حرب کے اس بیان کے عموم میں شامل ہیں کہ کوئی بھی قابل ذکر امام دین ایسا نہیں جس نے ابوحنیفہ پر نقد وجرح نہ کیا ہو۔ امام یحیٰ بن سلیم کا بیان ہے کہ دس کبار اہل علم بشمول امام ابن جریج ایمان کے قول وعمل سے مرکب ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے۔[4] اس سے معلوم ہوا کہ ابن جریج اہل حدیث تھے، اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ مرجی المذہب یعنی بدعتی مذہب کے سرگرم داعی ومبلغ تھے۔

۷۰۔ صاحبِ مغازی محمد بن اسحاق بن یسار مطلبی (متوفی ۱۵۱ھ)

مصنف انوار نے کہا کہ امام بخاری کے سوا تمام اصحاب صحاح نے امام محمد بن اسحاق صاحب مغازی سے روایت کی، البتہ امام بخاری نے رسالۂ جزء القراءۃ میں ان سے روایت کی ہے، آپ نے حضرت انس بن مالک صحابی کو دیکھا، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ طبقۂ خامسہ میں ذکر کیا لیکن حدیث میں غیر متقن کہا اور ان کی حدیث کو درجۂ حجت سے نازل کہا، ابن معین نے کہا ثقہ ہیں حجت نہیں، ابن مدینی نے انھیں صحیح الحدیث کہا، نسائی نے ضعیف کہا، دارقطنی نے ''لا يحتج به'' کہا، امام مالک ان سے ناخوش رہے، اس لیے انھوں نے انھیں ''دجال من الدجاجله'' کہا، ابن مدینی سے امام مالک والی بات کہی گئی تو فرمایا کہ امام مالک ان کے ساتھ بیٹھے نہیں، اس لیے انھیں نہیں پہچانتے، شعبہ، عجلی، اور ابن المبارک نے بھی توثیق کی، یہاں ابن مدینی کا جواب یاد رکھنے کے قابل ہے۔ (کتب مصطلح حدیث کا مطالعہ کیجیے)

---

[1] نیز ملاحظہ ہو: خطیب (۱۳/ ۴۱۳۰)　[2] تاريخ بخاري.　[3] ملخص از مقدمه انوار (۱/ ۲۱۵)

[4] المعرفة والتاريخ (۳/ ۳۹٦) وشرح السنة للالكائي (ق: ۱۱۲ و ۱۱۳)

بقول مصنف انوار ابن المدینی نے انھیں صحیح الحدیث کہا تو یہی بات عام ائمہ کرام نے بھی کہی ہے، ابن معین نے انھیں اپنے ایک قول میں صدوق دوسرے میں ثقہ تیسرے میں "لیس به بأس" کہا، اور اصطلاحِ ابن معین میں "لیس به بأس" ثقہ کا مترادف لفظ ہے، ابن معین نے اپنے چوتھے قول میں انھیں ضعیف کہا اور یہ لفظ ابن معین کبھی کبھار زیادہ ثقہ کے بالمقابل ثقہ راوی کے لیے بولتے ہیں جیسا کہ کتب مصطلح حدیث میں صراحت ہے۔ ابن معین کی تمام باتوں کے مجموعہ سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ بڑے اونچے درجہ کے ثقہ کی نفی کے لیے یہ لفظ اس کی بابت انھوں نے استعمال کیا جس سے ان کے صحیح الحدیث ہونے کی نفی نہیں ہوتی، پھر ابن معین کی توثیق ثابت کے بالمقابل لفظ ضعیف مجمل جرح ہے جو انھیں کی توثیق کے بالمقابل کالعدم ہے، خروج مذی سے عدم وجوب غسل اور وجوب وضو والی ان سے مروی حدیث کو امام ترمذی نے صحیح کہا، امام یحییٰ بن یحییٰ نے بھی انھیں ثقہ کہا اور امام ابن المبارک نے بھی۔

امام خلیلی نے کہا کہ امام بخاری نے ان سے بکثرت استشہاد کیا ہے اور یہ ثقہ ہیں، امام بوشنجی نے انھیں تکرار کے ساتھ ثقہ ثقہ کہا جو بلند درجہ کی توثیق سے ہے، عام اہل علم نے انھیں ثقہ ہی کہا، مصنف انوار نے جو یہ کہا کہ انھیں امام نسائی نے ضعیف کہا تو ہمیں یہ بات کہیں نظر نہیں آئی بلکہ امام نسائی نے انھیں "لیس بالقوي" کہا ہے، خواہ انھوں نے ضعیف کہا ہو یا لیس بالقوی مگر توثیق ثابت کے بالمقابل یہ جرح مبہم ومجمل وغیر مفسر ہونے کے سبب کالعدم ہے، مصنف انوار نے جو یہ کہا کہ امام دارقطنی نے انھیں "لا یحتج به" کہا تو امام دارقطنی کی پوری بات یہ ہے: "لا یحتج به، إنه یعتبر به، واختلف الأئمة فیه" یعنی یہ حجت نہیں لیکن ان کا اعتبار ہوگا، یعنی کہ شاہد ومتابع ملنے پر ان کی روایت حجت ہوگی اور ان کی بابت ائمہ کا اختلاف ہے، امام دارقطنی کی اس بات کا مطلب یہ ہوا کہ کچھ ائمہ نے انھیں مطلقا حجت وثقہ مانا ہے، کچھ نے شواہد ومتابع کی موجودگی میں حجت کہا، مصنف انوار نے امام دارقطنی کی پوری بات نقل کرنے میں خیانت وبد دیانتی کی ہے جس کا حاصل بہر حال یہ ہے کہ کچھ ائمہ انھیں مطلقاً حجت وثقہ مانتے ہیں اور امام دارقطنی بھی انھیں حجت وثقہ مانتے ہیں بشرطیکہ متابع وشاہد ہوں، متابع وشاہد نہ ہونے پر امام دارقطنی انھیں بالکل ہی غیر معتبر وساقط نہیں مانتے، ظاہر ہے کہ امام دارقطنی کی یہ جرح خفیف ومجمل توثیقِ ثابت کے بالمقابل کالعدم ہے جسے مصنف انوار نے اپنی عادت عیاری وخیانت کے مطابق چھپایا۔

مصنف انوار کا یہ کہنا کہ ان کی بابت ابن مدینی کی بات یاد رکھنے کے قابل ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ کا بھی معاملہ ایسا ہی ہے، نہایت بھاری جھوٹ ہے کیونکہ امام ابن مدینی نے خود امام ابوحنیفہ کو بہت زیادہ غیر معتبر کہا اور امام ابوحنیفہ کے ساتھ زیادہ مجالست رکھنے والوں نے بھی امام ابوحنیفہ پر سخت تجریح کی حتی کہ متروک کہا، کہاں ابن اسحاق اور کہاں امام ابوحنیفہ؟ زمین وآسمان کے اس فرق کو مصنف انوار اور ان کی اکاذیب پرست پارٹی ختم نہیں کر سکتی۔ متعدد ناقدین نے ابن اسحاق کو صحیح الحدیث کے بجائے حسن الحدیث کہا جو معتبر وحجت ہونے میں تقریباً صحیح کے برابر ہے مگر اس پر تو اتفاق ہے کہ متابع وشواہد کی موجودگی میں موصوف کی حدیث صحیح ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک موصوف کا صحیح الحدیث ہونا راجح ہے الا یہ کہ ان کی جس روایت میں وقوع خطا کا ثبوت ہو تو اس صورت میں جس طرح تمام صحیح الحدیث رواۃ کا حال ہوتا ہے ان کا حال بھی ہوگا، امام مالک نے انھیں حالت طیش وغضب میں "دجال من الدجاجلة" کہا تھا جس کا اعتبار اہل علم کے یہاں نہیں ہوتا مگر امام ابوحنیفہ کو بھی بہت ساری

روایات معتبرہ کے مطابق امام مالک نے طیش وغضب کے بغیر دجال من الدجاجلہ اور بہت سارے تجریحی کلمات سے نوازا ہے، سب کی تفصیل پیش کرنی ہم مناسب نہیں سمجھتے، بعد میں امام مالک کا غضب جب ختم ہوا تو موصوف نے امام محمد بن اسحاق پر اپنی اس تجریح کو واپس لے لیا، اس لیے ان پر تجریح مالک کالعدم ہے، مصنف انوار تلبیسات وعیاریوں کے بہت ماہر ہیں، ہشام بن عروہ کی طرف امام ابن اسحاق کی تجریح کی جو بنیاد ہے اسے حافظ ذھبی وابن حجر نے مکذوب قرار دیا ہے، اور مسانید ابی حنیفہ مجموعۂ اکاذیب ہے، اسے دلیل میں پیش کرنا مصنف انوار اوران کی پارٹی کی کذب پرستی ہے۔

امام المغازی محمد بن اسحاق کی سیرت پر ہماری ایک کتاب ہے جس میں انھیں پختہ کار فقیہ ومحدث وسیرت نبوی کا ماہر امام ثابت کرنے کے ساتھ ان پر وارد شدہ لغو ولایعنی کلمات تجریح اور الزامات واتہامات کی تکذیب کر کے حقائق کا جائزہ لیا گیا ہے، یہ کتاب ۱۹۷۵ء یا ۱۹۷۶ء کے صوت الجامعہ بنارس میں قسط وار شائع ہوئی۔ کاش اس کو کتابی شکل میں شائع کیا جائے...!

مصنف انوار جب علوم وفنون میں بیحد کچے اور علمی معاملات میں خیانت وبددیانتی کو شیوہ وشعار بنائے ہوئے ہیں اور حق پوشی وکتمانِ حقائق کے موصوف دلدادہ وخوگر ہیں تو انھیں بزور اکاذیب وتلبیسات شرح صحیح بخاری لکھنے بیٹھنے کی ضرورت کیا تھی؟ نیز مقدمہ شرح صحیح بخاری دو جلدوں میں بشمول امام بخاری تمام محدثین کو روافض وکذابین وغیر معتبر متعصب قرار دینے والے کذاب اعظم مصنف انوار کو یہ مقدمہ مشتمل بر اکاذیب لکھنے کی حاجت کیا تھی؟

حافظ ابن حجر نے معلقاتِ بخاری کے مختلف فیہ رواۃ میں ان کا ذکر اس طرح کیا ہے:

"محمد بن إسحاق بن يسار الإمام في المغازي، مختلف في الاحتجاج به، والجمهور على قبوله في السير، قد استفسر من أطلق عليه الجرح فبان أن سببه غير قادح، وأخرج له مسلم في المتابعات، وله في البخاري مواضع عديدة معلقة عنه، وموضع واحد قال فيه: قال إبراهيم بن سعد عن أبيه عن ابن إسحاق... فذكر حديثا." [1]

''موصوف حجت ہونے میں مختلف فیہ ہیں، جمہور سیر میں انھیں مقبول (معتبر) مانتے ہیں، جن ائمہ نے ان پر جرح مطلق کی ہے ان سب کی جرح پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ان کی جرح قادح نہیں، امام مسلم نے متابعات میں ان سے متعدد احادیث نقل کیں اور صحیح بخاری میں ان کی روایات معلقہ متعدد مقامات میں ہیں اور ایک جگہ ان کی مسند حدیث بھی ہے۔''

ہم کہتے ہیں کہ صحیح بخاری میں موصوف کی صرف ایک مسند حدیث کا ہونا ہی ان کے رواۃ صحیح بخاری میں سے قرار پانے کے لیے کافی ہے اور صحیح مسلم میں بھی غیر متابع کے طور پر مستقلاً بھی ان کی بعض مسند روایات ہیں، اس لیے انھیں صحیحین کا متفق علیہ ثقہ راوی ماننا لازم ہے، اور ان کی متعدد معلق روایات کا صحیح بخاری میں ہونا اور متعدد متابعات کا صحیح مسلم میں ہونا ان کے رواۃ صحیحین میں سے ہونے کے منافی نہیں۔ كما لا يخفى

کتاب "الجمع بين رجال الصحيحين" (۲/ ۴۶۸) ترجمہ نمبر (۸، بیروت لبنان ۱۴۰۵ھ) میں محمد بن قیسرانی

[1] مقدمه فتح الباري (ص: ٤٥٨)

مولود (۴۴۸ھ ومتوفی ۵۰۷ھ) نے انھیں صحیح مسلم کے رواۃ میں سے قرار دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ امام مسلم کی صحیح میں ان کی حدیث صرف متابع وشاہد کے طور پر نہیں بلکہ اصل کے طور پر مروی ہے، اور حافظ ابن حجر نے امام ابن قیسرانی کی اس بات پر کوئی اعتراض کیا نہ اس کی تردید کی، پھر عبارت امام ابن قیسرانی پر یہ حاشیہ دیا ہوا ہے کہ صحیح بخاری کتاب الحج والزکاۃ وغیرہ میں ان کی احادیث بطور شاہد معلوم نہیں، مگر ہم کہہ چکے ہیں کہ صحیح بخاری میں بطور اصل بھی ان کی مسند حدیث معلوم ہے جس کا مطلب ہوا کہ یہ صحیحین کے متفق علیہ ثقہ راوی ہیں۔

مصنف انوار نے کہا کہ صحیح بخاری کے علاوہ باقی اصحاب صحاح نے ان سے روایت کی ہے، اور یہ معلوم ہے کہ صحیحین کے علاوہ صحاح بہت سی ہیں، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، صحیح ابن السکن، مستخرج اسماعیلی، صحیح ابی عوانہ اور بہت ساری کتبِ حدیث۔

صحیحین کے متعدد رواۃ مختلف الاجتہاد ہیں جو بطور راجح اصولی طور پر متفق علیہ ثقہ ومعتبر ہیں، یہ بات محمد بن اسحاق کے اصولی طور پر متفق علیہ ثقہ ہونے کے منافی نہیں، اور جمہور صرف سیر ہی میں ان کے معتبر ہونے پر متفق نہیں ہیں بلکہ علی الاطلاق معتبر ہونے پر اصولی طور پر متفق ہیں، ان پر جرح مطلق کرنے والے ائمہ استفسار کے باوجود جب کوئی جرح قادح بالایضاح نہیں پیش کر سکے تو ان کے اصول سے بھی محمد بن اسحاق کا ثقہ ہونا متفق علیہ ہوا، یہ ہماری طرف سے حافظ ابن حجر کی باتوں کا جواب ہوا۔ مصنف انوار کا یہ اعتراف کہ سوا امام بخاری کے باقی اصحاب صحاح نے ان سے (محمد بن اسحاق بن یسار صاحب مغازی سے) روایت کی، اس کی دلیل ہے کہ موصوف مصنف انوار معترف ہیں کہ امام مسلم نے ان سے اپنی صحیح میں روایت حدیث کی ہے اور امام بخاری کا اپنی صحیح میں محمد بن اسحاق سے روایت کرنا ہم بحوالہ مقدمہ فتح الباری للحافظ ابن حجر ثابت کر آئے ہیں، اس لیے موصوف ابن اسحاق متفق علیہ یعنی صحیحین کے ثقہ راوی ہوئے۔

مصنف انوار کا یہ کہنا کہ انھیں حافظ ذہبی نے غیر متقن یعنی ان کی حدیث کو حجت سے نازل قرار دیا ہے، ایک مقلدانہ عیاری ومکاری ہے کیونکہ مصنف انوار نے اس کتاب کو جن علامہ انور کا مجموعۂ افادات قرار دیا ہے انھوں نے کہا ہے کہ لفظ متقن بہت پایہ کا لفظ توثیق ہے جیسا کہ ہماری اس کتاب کے اوائل میں تفصیل گزری، اور بہت بلند درجہ کی توثیق کی نفی سے یہ لازم نہیں آتا کہ ثقہ نہیں بلکہ وہ بھی صحیح الحدیث ہیں، اس لیے متقن کی نفی سے صحیح الحدیث ہونے کی نفی پر استدلال مصنف انوار کی مکاری وعیاری وکذب پرستی کے علاوہ کچھ نہیں، مصنف انوار کا یہ کہنا بالکل غلط ثابت ہوا کہ امام بخاری نے صحیح میں نہیں لیکن اپنی کتاب جزء القراءۃ میں ان سے روایت کی ہے، جزء القراءۃ میں بھی امام بخاری کی بیان کردہ تفصیل کے مطابق ان کا صحیح الحدیث ہونا ہی لازم آتا ہے۔ مصنف انوار کا یہ کہنا کہ ابن معین نے انھیں ثقہ کہا مگر حجت ہونے کی نفی کی خالص مقلدانہ فریب کاری وعیاری ہے کیونکہ لفظ حجت بھی بلند پایہ توثیق کا لفظ ہے جس کی نفی سے راوی کا غیر صحیح الحدیث ہونا لازم نہیں آتا۔

۷۱۔ شیخ ابوالنصر سعید بن ابی عروبہ (متوفی ۱۵۶ھ)

مصنف انوار نے کہا:

''شیخ ابوالنصر معانی الآثار اور صحاح ستہ کے رواۃ میں سے مشہور محدث ہیں، امام احمد نے فرمایا کہ سعید لکھتے نہیں تھے، ان کا سارا علم سینہ میں محفوظ تھا، ابن معین، نسائی، ابو زرعہ نے ثقہ کہا، ابوعوانہ نے کہا کہ ہمارے زمانے میں

ان سے زیادہ حافظ حدیث کوئی نہیں تھا، ابن سعد نے ثقہ کثیر الحدیث کہا، آخر میں اختلاط ہو گیا، اس لیے بعد اختلاط کی روایات غیر معتمد ہیں، یہ بھی کہا گیا کہ قدری عقیدہ رکھتے تھے، امام اعظم سے بھی مسانید میں روایت کرتے ہیں، ابن سیرین وقتادہ سے بھی تلمذ ہے۔"❶

ہم کہتے ہیں کہ سعید بن ابی عروبہ کے سال وفات میں خاصا اختلاف ہے، ۱۵۰/ ۱۵۵/ ۱۵۶/ ۱۵۷ھ وغیرہ جیسے اقوال ہیں، عام کتب رجال میں اسی طرح منقول ہے، بعض نے کہا کہ ۱۳۲ھ میں اختلاط کے شکار ہوئے اور بعض نے ۱۳۳/ ۱۳۴/ ۱۴۸ھ وغیرہ بتلایا۔ حافظ ابن حجر کا کہنا ہے کہ ۱۳۲ھ میں ہلکا سا اختلاط شروع ہوا کچھ دنوں تک حال غنیمت رہا پھر پورا اختلاط ہو گیا، ۱۴۲ھ تک ہلکے اختلاط کے باوجود موصوف کی روایات معتبر ہیں، اس زمانے سے پہلے والا سماع معتبر ہے اس کے بعد والا غیر معتبر ہے، ہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ جامع مسانید ابی حنیفہ مجموعہ اکاذیب ہے اور محدثین کا مذہب اصلاً اہل حدیث رہا ہے، الا یہ کہ جس کی بابت اس کے خلاف کوئی ٹھوس دلیل موجود ہو اور کوئی بھی ٹھوس دلیل اس کے خلاف نہیں، سعید بن ابی عروبہ یا دوسرے محدثین سے معلوم نہیں کیوں مصنف انوار امام ابو حنیفہ کا کوئی نہ کوئی رشتہ جوڑ لیتے ہیں؟

۷۲۔ امام ابو عمرو عبد الرحمٰن بن عمرو بن محمد اوزاعی (مولود ۸۸ھ ومتوفی ۱۵۷ھ)

مصنف انوار نے امام اوزاعی کے کچھ حالات بتلا کر کہا کہ امام اوزاعی حالات ابی حنیفہ سن کر شروع میں بدظن تھے، ابن مبارک شام گئے اور صحیح حالات بتلائے، پھر امام اوزاعی کی امام ابو حنیفہ سے مکہ مکرمہ میں ملاقات ہوئی، علمی مذاکرات ومباحثات ہوئے تو اوزاعی مداحِ ابی حنیفہ بن گئے اور اپنی سابقہ بدظنی پر بہت نادم ومتأسف ہوئے۔❷

ہم بیان کر آئے ہیں کہ ابن المبارک جب شام گئے تو انھیں امام اوزاعی نے بتلایا کہ ابو حنیفہ امت میں خانہ جنگی کی حوصلہ افزائی کا مذموم جذبہ رکھتے ہیں، امام اوزاعی کی بات نیز خود اپنے مشاہدہ سے انھیں امام ابو حنیفہ کا مرجی اور نہایت درجہ کا مجروح ہونا معلوم ہوا تو انھوں نے بھی عام ائمہ کی طرح امام ابو حنیفہ کو متروک قرار دے دیا، یہ بالکل جھوٹی بات مصنف انوار نے لکھی ہے کہ مکہ مکرمہ میں امام ابو حنیفہ سے مذاکرات ومباحثات کے نتیجہ میں امام اوزاعی امام ابو حنیفہ کے بڑے مداح ہو گئے اور ان سے بدظنی رکھنے پر بہت نادم ہوئے کیونکہ امام ابو حنیفہ کے وہ حالات جو ائمہ اسلام کی نظر میں نہایت قبیح تھے برابر امام اوزاعی کو پہنچتے رہے تھے، بقول مصنف انوار امام ابو حنیفہ اوران کے ہم مذہب تلامذہ امام اوزاعی کے شاگرد تھے اور امام اوزاعی امام ابو حنیفہ کے دیگر اساتذہ کے استاذ تھے، اس لیے امام اوزاعی ابو حنیفہ کے استاذ الاساتذہ ہیں، یہ بات گذشتہ صفحات میں گزر چکی ہے کہ وفات ابی حنیفہ پر امام اوزاعی نے امام ابو حنیفہ پر دوسرے ائمہ اسلام کی طرح نہایت سخت تجریح پر مشتمل تبصرہ کیا، جس سے مصنف انوار کی یہ عیاری وکذب بیانی واضح ہوتی ہے کہ آخر میں امام اوزاعی مداح ابی حنیفہ بن گئے تھے، امام اوزاعی نے تو امام ابو حنیفہ اوران کے اصحاب کے خلاف کتابیں لکھیں، جن خلفاء کے ائمہ احناف وفادار نمک خوار تھے انھیں اوزاعی بے لاگ مخلصانہ نصیحتیں کرتے جن سے بعض اہل علم خطرہ محسوس کرتے کہ کہیں یہ خلفاء انھیں قتل نہ کر دیں مگر ائمہ احناف پر ہی خلفاء اپنے

❶ مقدمہ انوار (۱/ ۲۰۵ و ۲۰۶ بحوالہ معاني الآثار وجامع المسانید)

❷ مقدمہ انوار (۱/ ۲۰۶)

خزانوں کے دہانے اس لیے کھولے ہوئے تھے کہ احناف خلفاء وامراء کے حسب منشا ہی فتوی دیتے جس کی کسی قدر تفصیل آ چکی ہے، البتہ امام ابوحنیفہ بذات خود اس سے مستثنیٰ ہیں، وہ تمام خلفاء کے خلاف بغاوت پر لوگوں کو ابھارتے، جو عام ائمہ کرام کی نظر میں بڑا بھیانک جرم تھا، اسی باعث امام ابوحنیفہ بذریعہ زہر ہلاک بھی کیے گئے۔

۷۳۔محدث کبیر محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب قرشی عامری (مولود ۸۰ھ ومتوفی ۱۵۹ھ)

مصنف انوار نے ان کی بابت کہا:

''رواۃ صحاح ستہ میں سے مشہور محدث تھے، امام احمد نے فرمایا آپ نے اپنا مثل نہ اپنے بلاد میں چھوڑا نہ دوسروں کے، وہ صدوق تھے، امام مالک سے ابھی افضل سمجھے جاتے تھے، امام مالک تنقیح رجال میں ان سے زیادہ محتاط تھے، ابن ابی ذئب میں یہ بات نہیں تھی، سب نے ثقہ وصدوق کہا، بعض نے ان کی طرف عقیدہ قدر منسوب کیا مگر یہ بھی کہا گیا کہ یہ صرف تہمت تھی جو صحیح نہیں۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ امام ابن ابی ذئب بھی امام مالک کی طرح مدنی مذہب یعنی مسلک اہل حدیث کے پابند تھے۔

۷۴۔امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ بن حجاج (متوفی ۱۶۰ھ بعمر ۸۷)

مصنف انوار نے عنوان بالا کے تحت کہا:

''امام شعبہ اصحاب ستہ کے رواۃ میں سے فن رجال وحدیث کی بصیرت ومہارت میں بقول امام احمد فرد کامل تھے، حفظ حدیث، اصلاح وتثبت میں سفیان ثوری سے فائق تھے، حماد بن زید کا قول ہے کہ کسی حدیث میں اگر شعبہ میرے ساتھ ہوں تو مجھے کسی کی مخالفت کی پرواہ نہیں، امام اعظم کے بڑے مداح تھے الخ۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار معترف ہیں کہ امام شعبہ استاذ ابی حنیفہ تھے اور شعبہ شاگرد امام مالک تھے۔ (کما تقدم) مصنف انوار اور ان کی پارٹی کے اصول سے لازم آیا کہ امام مالک امام ابوحنیفہ کے استاذ الاستاذ تھے بلکہ یہ بھی لازم آتا ہے کہ امام مالک امام ابوحنیفہ کے اساتذہ کے اساتذہ کے بھی استاذ تھے، ہم بیان کر آئے ہیں کہ امام شعبہ مداحِ ابی حنیفہ نہیں بلکہ وہ امام ابوحنیفہ پر شدید رد وقدح ونقد کرنے والے تھے، اور امام شعبہ کی قدح ابی حنیفہ میں امام حماد بن زید بھی موافق تھے، موفق وغیرہ جن کتابوں کے حوالے سے مصنف انوار نے بذریعہ شعبہ مدح ابی حنیفہ کی ہے وہ روافض ومعتزلہ وکذابین کے مجموعۂ اکاذیب ہیں، اور حقیقت امر یہ ہے کہ امام شعبہ پکے اہل حدیث امام تھے جبکہ امام ابوحنیفہ پکے مرجی اور مرجی گر اور متبع رائے وقیاس تھے۔

۷۵۔محدث شہیر اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق سبیعی کوفی (متوفی ۱۶۰ھ)

مصنف انوار نے عنوان بالا کے تحت امام اسرائیل کی بابت کہا:

''ان کے دادا کبار تابعین میں سے امام ابوحنیفہ کے استاذ تھے، اسرائیل نے حدیث امام اعظم نیز اپنے دادا اور دوسرے اکابر سے سنی... إلی أن قال: امام اعظم کی بابت فرماتے کہ بڑی خوبیوں کے مالک تھے، ان کی یہی

---

[1] مقدمہ انوار (۱/ ۲۱۶)
[2] مقدمہ انوار (۱/ ۲۱۶ و ۲۱۷ بحوالہ موفق وغیرہ)

منقبت کیا کم ہے کہ وہ اپنے استاذ حماد سے بھی زیادہ فقیہ تھے؟ اس بات کے کہنے والے اسرائیل امام وکیع وعبد الرحمٰن بن مہدی جیسے اکابر محدثین کے استاذ ہیں۔ (جواہر وغیرہ) محدث خوارزمی نے فرمایا کہ اسرائیل امام اعظم سے روایت کرتے ہیں۔‘‘[1]

ہم کہتے ہیں کہ بار ہا ہماری طرف سے کہا جا چکا ہے کہ مصنف انوار کے محدث خوارزمی کذاب اور ان کی کتابیں مجموعۂ اکاذیب ہیں، ان کے حوالے سے کہی ہوئی مصنف انوار سمیت پوری کذابہ کوثری پارٹی کی باتیں مکذوبہ محض ہیں الا یہ کہ دوسرے معتبر ذرائع سے ان کی تصدیق ہو۔ جواہر المضیہ میں رطب ویابس ہر طرح کی باتیں موجود ہیں، ان کی بھی جو باتیں دوسرے معتبر ذرائع سے مصدق نہ ہوں ساقط الاعتبار ہیں، اسرائیل بھی کوفہ کے اہل حدیث ائمہ میں سے تھے انھیں مذہب رائے وقیاس وارجاء سے کوئی سروکار نہ تھا۔

۷۶۔ شیخ ابراہیم بن ادہم بن منصور بلخی (متوفی ۱۶۱/۱۶۲ھ)

مصنف انوار نے شیخ ابراہیم بن ادھم بلخی سے متعلق اپنے مطلب کی جو بات موفق رافضی معتزلی کذاب کے حوالے سے کہی اس کا حاصل یہ ہے کہ موصوف نے کوفہ آ کر امام اعظم ابوحنیفہ سے تحصیل فقہ کی، پھر شام میں سکونت کی، علامہ کردری نے لکھا کہ امام اعظم کی صحبت میں رہے، ان سے روایتِ حدیث بھی کی۔[2]

ہم کہتے ہیں کہ موفق کی کتابیں مجموعۂ اکاذیب ہیں، ان کے ذریعہ اثبات مدحِ ابی حنیفہ ممکن نہیں، کردری کی کتاب سے اسانید حذف کر دی گئی ہیں، پھر سند دیکھے بغیر تحقیق و سچی باتیں لکھنے کے دعویدار مصنف انوار کو بات کا معتبر ہونا کیسے معلوم ہوا؟ ابراہیم کو فرقہ حنفیہ دیوبندیہ ''ولی اللہ'' کہتا ہے، حافظ ابونعیم نے ان کا ذکر حلیۃ الاولیاء میں کیا ہے، امام احمد و شیخ جیلانی کا ارشاد ہے کہ عقیدۂ امام احمد یعنی اہل حدیث کے خلاف عقائد رکھنے والا کوئی شخص کبھی ولی ہوا نہ قیامت تک ہوگا، اس کی تفصیل ہماری کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں ہے، امام ابوحنیفہ عقائد امام احمد و جملہ محدثین سے مختلف عقائدِ مرجیہ کے معتقد تھے اور تمام احناف کا یہی حال ہے اِلا من شاء اللہ۔ اب دیکھنا ہے کہ کوثری جہمی مرجی رائے پرست پارٹی کیا سخن سازی کرتی ہے؟ شیخ ابراہیم کو فرقہ کوثریہ کذابہ حرافہ تا قیامت حنفی المذہب نہیں ثابت کر سکتا۔

۷۷۔ امام سفیان بن سعید بن مسروق ثوری (مولود ۹۷ھ ومتوفی ۱۶۱ھ)

مصنف انوار نے ان کے ترجمۂ خاص میں کافی اختصار سے کام لیا، البتہ اپنے مطلب کی بات کہنے سے غافل نہیں رہے، چنانچہ فرمایا کہ سفیان ثوری امام ابوحنیفہ سے شروع میں بدظن رہے اور کچھ کلمات بھی کہے ہوں گے مگر پھر امام صاحب کے بے حد مداح ہو گئے اور امام صاحب کے خلاف اپنی کہی ہوئی باتوں پر نادم تھے، استغفار کیا کرتے تھے کہ دوسرے بے انصاف معاندین امام صاحب بھی ان کے فضل وکمال کا اعتراف بر ملا کیا کرتے، یہ امور دونوں کی مقبولیت عند اللہ کی بڑی دلیل ہے۔[3]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار کی یہ ساری باتیں مجموعۂ اکاذیب ہیں، ہم بیان کر آئے ہیں کہ امام ثوری نے دوسرے

---

[1] ما حصل از مقدمه انوار (۱/ ۲۱۷) [2] ماحصل ازمقدمه انوار (۱/ ۲۱۷)

[3] ماحصل از مقدمه انوار (۱/ ۲۱۷ و ۲۱۸)

اساطین امت کی طرح امام ابوحنیفہ کی خبر مرگ پر بیحد خطرناک تبصرہ کیا تھا اور وفات ابی حنیفہ کے بعد ہمیشہ انھیں غیر ثقہ وغیر مأمون کہنے کے ساتھ نہایت قادح قسم کی تجریح کرتے حتی کہ فرماتے کہ امام ابوحنیفہ سے ارتکاب کفر کے باعث ایک سے زیادہ بار سر عام جبراً وقہراً توبہ کرائی گئی، ان سب باتوں کی تفصیل گزر چکی ہے، مزید تحقیق وتفصیل کا ارادہ میں نے عمداً ترک کردیا کیونکہ گذشتہ صفحات میں جو باتیں منقول ہوچکی ہیں وہی کافی ہیں، امام سفیان ثوری بھی عراق کے ائمہ اہل حدیث میں سے تھے، انھیں مرجی ورائے والے مذہب سے سخت نفرت اور وحشت تھی۔

عقیدۂ سفیان ثوری:

امام سفیان ثوری نے اپنے شاگرد امام شعیب بن حرب کی درخواست پر مندرجہ ذیل عقیدۂ اہل سنت تحریری طور پر لکھ کر دیا تھا اور کہا تھا کہ یہی میرا بھی عقیدہ ہے:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن مجید اللہ کا غیر مخلوق کلام ہے، اسی اللہ تعالی سے وہ ظاہر ہوا اور اسی کی طرف اسے لوٹنا ہے، جو اس کے خلاف معتقد خلق قرآن ہو وہ کافر ہے، ایمان قول وعمل ونیت سے مرکب ہے، طاعت سے بڑھتا اور معصیت سے گھٹتا ہے، عمل کے بغیر صرف کلمۂ اسلام کافی نہیں اور نیت کے بغیر کلمۂ اسلام وعمل بھی مقبول نہیں، اور قول وعمل ونیت سنت نبویہ کے موافق ہوئے بغیر مقبول نہیں۔ شعیب کے استفسار پر امام ثوری نے موافقتِ سنت کا مطلب یہ بتلایا کہ حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کو تمام صحابہ پر مقدم وافضل سمجھا جائے اور ان کے بعد حضرت عثمان غنی وعلی مرتضی کو افضل ومقدم مانا جائے، اور جن دس قریشی صحابہ کے لیے دنیا میں جنتی ہونے کی بشارت نبوی دی گئی ہے ان کے جنتی ہونے کا عقیدہ رکھا جائے۔

''دونوں پاؤں دھونے کے بجائے موزوں کو پہنے رہنے کی صورت میں مسح کرنے کو زیادہ معتدل مذہب سمجھا جائے، نماز میں بالجہر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی قراءت کے بالمقابل بالسر پڑھنے کو افضل سمجھا جائے (یعنی کہ بسم اللہ نماز میں بالجہر بھی چاہیں تو پڑھ سکتے ہیں مگر بالسر پڑھنا افضل سمجھا جائے) تقدیر الٰہی، خواہ اچھی ہو یا بری، شیریں ہو یا کڑوی، اسے منجانب اللہ سمجھ کر اس پر عقیدہ رکھا جائے، عقیدۂ قدریہ نہ رکھا جائے جو برادرانِ ابلیس اہل جہنم رکھتے ہیں، قدریہ کا عقیدۂ قدر نہ ملائکہ وانبیاء علیہم السلام کا عقیدہ ہے نہ اہل جنت مومنوں کا، ارشاد الٰہی ہے کہ کیا تم نے اسے دیکھا جو ہوا پرستی کو معبود بنائے ہوئے ہے، اسے اللہ نے علمی بنیاد پر گمراہ بنا رکھا ہے، اس کے کان ودل پر مہر لگی ہوئی ہے، اس کی بصارت پر پردہ پڑا ہے، پھر اللہ کے علاوہ اسے ہدایت کون دے سکتا ہے؟ کیا تم نصیحت پذیر نہیں ہوتے؟ ارشاد الٰہی ہے کہ اللہ کی مشیئت کے بغیر تمھاری مشیئت سے کچھ نہیں ہوگا، ملائکہ کا قول ہے کہ اے اللہ تیری دی ہوئی تعلیم کے بغیر ہمیں کوئی بھی علم حاصل نہیں ہے تو علیم وحکیم ہے، حضرت موسی علیہ السلام کا قول ہے کہ یہ تیری آزمائش ہے، اس کے ذریعہ تو جسے چاہتا ہے راہ یاب کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے، حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ میں چاہوں تو اللہ کے چاہے بغیر میری نصیحت تمھیں فائدہ بخش نہیں ہوسکتی جبکہ تمھارا رب تمھیں گمراہ کرنا چاہے اور وہی تمھارا مرجع ہے۔

''شعیب علیہ السلام نے کہا: اللہ ہمارے رب کے چاہے بغیر ہم اس میں واپس نہیں آسکتے، ہمارے رب کا علم سب پر وسیع ہے، اہل جنت کا قول ہوگا کہ اس اللہ کے لیے تمام حمد ہے جس نے ہمیں راہ ہدایت دی اگر اس نے ہمیں ہدایت نہ دی ہوتی تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے، اہل جہنم کا قول ہوگا کہ ہم پر ہماری بدنصیبی غالب رہی اور ہم گمراہ کے گمراہ رہے، ان کے بھائی ابلیس

لعین کا قول ہوگا کہ اے میرے رب تو نے مجھے گمراہ کیا۔ اے شعیب! جب تک تم ہر برے بھلے کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کو صحیح ہونے کا عقیدہ نہ رکھو میری تحریری نصیحت تمھیں نفع نہ دے گی، سلسلۂ جہاد قانونی طور پر قیامت تک جاری رکھنے کا حکم شرعی ہے اور پرچم سلطنت کے نیچے تمھیں صابر رہنا ہے، خواہ وہ عادل ہو یا غیر عادل، شعیب نے امام ثوری سے کہا کیا ساری نمازیں ہر برے بھلے کے پیچھے پڑھنی لازم ہیں؟ انھوں نے کہا نہیں نماز جمعہ وعیدین جس کے بھی پیچھے پڑھنے کو ملے پڑھ لو، باقی نمازوں کے لیے تمھیں اختیار ہے کہ جسے اہل سنت میں سے اچھا سمجھ کر تم باوثوق سمجھو اس کے پیچھے پڑھو۔ اے شعیب جب اللہ عز وجل کے سامنے تم کھڑے ہونا اور تم سے میرے اس اعتقاد نامہ سے متعلق پوچھا جائے تو کہہ دینا کہ یہ اعتقاد نامہ مجھے سفیان ثوری نے لکھوا کر دیا۔"[1]

ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ مصنف انوار اور ان کی پارٹی والے کذابین کے جھوٹے پروپیگنڈہ کے خلاف عقیدہ وعمل کے اعتبار سے امام سفیان ثوری مسلک اہل حدیث کے پیرو تھے، وہ ایمان کو قول وعمل ونیت سے مرکب مانتے، اس میں کمی وبیشی کے معتقد تھے، احادیث نبویہ سے ثابت ہونے والی باتوں کو عقائد میں شمار کرتے تھے جبکہ مرجیہ کذابہ حرافہ اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے۔ اور وہ نماز جمعہ وعیدین کے علاوہ تمام نمازیں اہل سنت یعنی اہل حدیث اماموں کے پیچھے پڑھنے کا حکم دیتے۔ یہ معلوم ہے کہ اسلاف اہل سنت اہل حدیث کو کہتے تھے، مرجیہ حنفیہ رائے پرست فرقے کو اہل بدعت کہتے تھے، یہ بات اس کی دلیل صریح ہے کہ امام سفیان ثوری مسلک اہل حدیث کے متبع ومعتقد تھے، اس سے مصنف انوار وکوثریہ دیوبندیہ جیسے مرجیہ حنفیہ کذابہ حرافہ کی تکذیب واضح طور پر ہوتی ہے۔ امام ثوری کی یہ بات امام عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کتاب السنۃ میں اور دوسرے اہل علم نے اپنی کتابوں میں صحیح سندوں کے ساتھ نقل کی ہے، امام ثوری کوفی تھے اور بہت سارے کوفی ائمہ کا یہی مسلک ومذہب تھا، لہٰذا فرقہ دیوبندیہ بشمول مصنف انوار کا یہ دعویٰ باطل ہے کہ فقہاءِ کوفہ سب حنفی المذہب تھے۔

۷۸۔ امام ابراہیم بن طہمان (متوفی ۱۶۳ھ)

امام ابراہیم بن طہمان کے تذکرہ میں بھی مصنف انوار اپنے مطلب کی بات نہیں بھولے چنانچہ کہا:

''تذکرہ وتبیض میں ہے کہ ابراہیم موصوف امام اعظم کے شاگرد تھے، امام صاحب سے مسانید میں بکثرت روایات کی ہیں، ظاہر ہے کہ اتنی عزت والے ابراہیم جن امام ابوحنیفہ کے سامنے مؤدب بیٹھ کر استفادہ کر چکے تھے، ان کا ادب واحترام کتنا ہونا چاہیے؟ مگر افسوس کہ امام معظم کا کچھ لوگوں نے برائی سے ذکر کیا اور دوسروں کے لیے بھی بری مثال قائم کی۔ اللھم وفقنا لما تحب وترضى وأرنا الحق حقا والباطل باطلا إنك سميع مجيب الدعوات."[2]

ہم کہتے ہیں کہ امام ابراہیم بن طہمان کا یہ بیان ہم نقل کر آئے ہیں کہ انھوں نے اپنے تلامذہ سے کہا کہ تم نے ابوحنیفہ سے جو کچھ پڑھ کر سن رکھا ہے اسے دھو ڈالو۔

[1] شرح السنة للالكائي (٢/ ١٥١) وتذكرة الحفاظ للذهبي (١/ ٢٠٦ و ٢٠٧ وسنده صحيح)

[2] مقدمه انوار کا ماحصل (١/ ٢١٨)

قبولیت دعا کے لیے بنیادی شرط:

ہم کہتے ہیں کہ آخر میں مصنف انوار نے اپنے فرقہ کذابہ حرافہ کی طرح جوتحریری دعا کی ہے اس کی نیز دوسری دعاؤں کی مقبولیت کے لیے صدق مقال واکل حلال ولباس مباح کا ہونا شرط ہے، مصنف انوار اور ان جیسے فرقہ کوثریہ والے اکاذیب پرستی، ترویج اکاذیب، مسخ حقائق کے لیے استعمال اکاذیب کثیرہ کو اپنا شیوہ وشعار اور فریضۂ اولین زندگی بھر بنائے رہتے ہیں اور اسی کو ذریعہ معاش وتعیش وترفہ بھی قرار دیے رہتے ہیں، پھر انھیں دعائے مذکورہ کا کیا فائدہ مل سکے گا؟ وہ اپنی جس بے راہ روی وکذب پرستی کو شیوہ وشعار بنائے رہے اس سے نجات مشکل ہے، اللہ کرے کہ خاتمہ بالخیر ہوا ہو، جو حق پرست ائمہ محدثین کو روافض وکذابین کہے اسے توبہ کی توفیق شاید ہی مل سکے!!

امام ابراہیم بن طہمان ہی سے امام ابوحنیفہ علومِ مالک نہایت والہانہ طور پر پڑھتے تھے، جب بقول مصنف انوار ابراہیم شاگرد ابی حنیفہ تھے اور اپنے انھیں شاگرد سے امام ابوحنیفہ نے علوم مالک بطریق املا پڑھے تو لازم آیا کہ امام ابوحنیفہ امام مالک کے شاگرد اور اپنے شاگرد کے شاگرد ہوئے، یعنی اس سے بھی معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ امام مالک کے شاگرد کے شاگرد تھے۔ انھیں ابراہیم بن طہمان کے پاس امام سفیان ثوری وغیرہ نے وفات ابی حنیفہ کی خبر پر یہ کہلا کر بھیجا تھا کہ اس امت کے فتان (بہت بڑے فتنہ انگیز) اور فساد انگیز اور اسلام کی ایک ایک کڑی کو توڑ کر رکھ دینے والے امام ابوحنیفہ فوت ہوگئے جیسا کہ تفصیل گزری۔

بعض ائمہ اہل حدیث معاصرین ابراہیم بن طہمان نے ابراہیم کو مرجی سمجھ لیا:

امام سفیان ثوری وغیرہ نے یہ بات اس لیے کی تھی کہ ابراہیم بن طہمان بھی کسی قدر مرجی مذہب کی طرف میلان رکھتے تھے مگر حقیقت امر یہ ہے کہ ابراہیم بن طہمان کے مرجی مذہب کی طرف قدرے میلان کی بات لوگوں میں شہرت پذیر ہونے کے باوجود حقیقت میں خلاف امر واقع تھی، اور جس قدر بھی ان میں مرجی مذہب کی طرف میلان تھا اس سے ابراہیم کی براءت ومراجعت ثابت ہے، حافظ ابن حجر نے ان کے اواخر ترجمہ تہذیب التہذیب میں کہا:

> "قلت: الحق فيه أنه ثقة صحيح الحديث، إذا روى عنه ثقه (وروى هو عن ثقة) ولم يثبت غلوه في الإرجاء، ولا كان داعية إليه بل ذكر الحاكم أنه رجع عنه." [1]
>
> ''ان کی بابت تحقیقی بات یہ ہے کہ وہ صحیح الحدیث ثقہ ہیں بشرطیکہ ان سے روایت کرنے والا راوی ثقہ ہو۔ (ہم (محمد رئیس) کہتے ہیں کہ ایک شرط اور ہے کہ وہ ثقہ شیخ سے کرنے والے ہوں اور یہ شرط تمام صحیح الحدیث ثقہ رواۃ کے ساتھ لگی ہوئی ہے) مرجی مذہب میں موصوف ابراہیم کا غالی ہونا اور داعیٔ مذہب مرجی ہونا ثابت نہیں بلکہ امام حاکم نے ذکر کیا کہ انھوں نے مذہب مرجی سے رجوع کر لیا۔''

کیا امام ابراہیم بن طہمان واقعتاً مرجی المذہب تھے؟

ہم کہتے ہیں کہ جس طرح حافظ ابن حجر کی تحقیق کے اعتبار سے ان کے غالی وداعی مرجی ہونے کا ثبوت نہیں اسی طرح

---

[1] تهذيب التهذيب (١/ ١١٣ و ١١٤)

ہمارے نزدیک ان کا مطلقاً مرجی ہونا ثابت نہیں، بات صرف اتنی ہے کہ لوگوں میں اس کی صرف شہرت غلط طور پر تھی کہ موصوف قدرے مرجی المذہب ہیں، مرجی مذہب کی طرف ان کا میلان تھا مگر یہ معلوم ہے کہ ہر شہرت پذیر بات کا مطابق حقیقت وامر واقع ہونا ضروری نہیں ہے۔ امام حاکم نے اپنی کس کتاب میں کیسی سند سے موصوف کے مرجی مذہب سے رجوع کرنے کی بات نقل کی ہے؟ اس کا ہمیں علم نہیں ہو سکا، ظن غالب ہے کہ انھوں نے یہ بات تاریخ نیشاپور میں نقل کی ہوگی۔

بات یہ ہے کہ ابراہیم بن طہمان اپنے وطن ہرات سے حج کرنے نکلے، راستہ میں نیشاپور انھیں قیام کرنے کی ضرورت ہوئی، انھیں وہاں کے حالات سے محسوس ہوا کہ باشندگان نیشاپور کا غالب مذہب تجہم ہے، یعنی وہاں کے اکثر باشندے جہمی المذہب ہیں، ہم عرض کر آئے ہیں کہ مذہبِ جہم کا اصل پرچار خراسان خصوصاً نیشاپور کے علاقوں اور اس سے متصل خطوں میں بذریعہ جہم بن صفوان اور اعوان ومساعدین جہم سے ہوا، وہیں امام ابوحنیفہ بھی پیدا ہوئے اور جہمیت کے زیر سایہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اہل خاندان کی تعلیم وتربیت ہوئی، ابراہیم نے سوچا کہ جہمی مذہب اور جہمی مذہب کے ائمہ وعلماء کی طاقت کو توڑ کر باشندگان نیشاپور کو مذہب اہل سنت کی طرف لانا فریضۂ حج کی ادائیگی سے کہیں بڑا فریضہ ہے۔[1] عام جہمیہ اور ان کے دم چھلے فرقے ظلماً وجوراً اہل سنت کو مرجیہ کے نام سے موسوم کرنے کے عادی تھے جس طرح کسی زمانے میں فرقۂ دیوبندیہ وبریلویہ وکوثریہ اپنے ولیٔ نعمت انگریز سامراج کی بذریعہ داد ودہش حوصلہ افزائی اور حکم سے اہل حدیث علماء وعوام خصوصاً غیر منقسم ہندوستان کے جان فروش مجاہدینِ اسلام وپیروانِ مسلک اہل حدیث کو وہابی المذہب کہا کرتے تھے، اور آج بھی بہت سارے ناخدا ترس بدعقیدہ وبدمذہب احناف یہی کاروبار کرتے ہیں، جہمیہ کا ایک دم چھلا فرقہ معتزلہ جہمیہ سے بعض بنیادی باتوں میں اختلاف کے باوجود اساسی طور پر جہمیہ ہی ہے، اس نے خصوصی طور پر اہل حدیث عوام وخواص کو اسی زمانے سے آج تک مرجی المذہب ہونے کی تشہیر وترویج کو اپنا شیوہ وشعار بنا لیا ہے، ظاہر ہے کہ ان فرقوں میں سے بظاہر بعض اماموں کے ظاہری حالات سے متأثر ہو کر بعض ائمہ اہل حدیث بھی اس زمانے میں امام ابراہیم بن طہمان اور ان جیسے ائمہ اہل سنت واہل حدیث کے مرجی المذہب ہونے کے دام تزویر جہمیہ واذیال جہمیہ میں پھنس کر مرجی المذہب کہنے اور سمجھنے لگے، ورنہ یہ حضرات مذہب ارجاء کی اتباع یا اس کی طرف میلان سے بالکل بری وپاک تھے۔

تعریف مرجی مذہب بزبان امام ابوالصلت عبدالسلام بن صالح:

امام ابوالصلت عبدالسلام بن صالح ہروی نے کہا:

"لم يكن إرجاؤهم هذا المذهب الخبيث أن الإيمان قول بلا عمل، وأن ترك العمل لا يضر بالإيمان، بل كان إرجاؤهم أنهم يرجون لأهل الكبائر الغفران ردا على الخوارج وغيرهم الذين يكفرون الناس بالذنوب."[2]

"ان اہل سنت واہل حدیث علماء وعوام کے مرجی ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اس حقیقی خبیث مرجی مذہب کے متبع تھے کہ کسی عملِ دین کے بغیر بھی ایمان کامل کا کامل رہتا ہے اور شریعت کے فرض واجب ومشروع قرار دادہ عمل کے ترک

❶ خطيب (٦/ ١٠٧) وسير أعلام النبلاء (٧/ ٣٧٩ و ٣٨٠) ❷ خطيب (٦/ ١٠٩) وسير أعلام النبلاء (٧/ ٣٨٠)

سے ایمان کے کم ہونے پر کسی طرح کا ضرر اثر انداز نہیں ہوتا، ان کا مذہب مخالفین کے مکذوبہ پروپیگنڈے کے مطابق اس لیے مرجی مذہب تھا کہ وہ ایمان پر قائم رہتے ہوئے مرتکبینِ کبائر کی مغفرت کی رجا۔ (امید) رکھتے تھے، اور یہ بات وہ خوارج ومعتزلہ کی طرح کے عقائد رکھنے والوں پر رد کی غرض سے کہتے تھے جو مرتکبینِ کبائر کو کافر کہا کرتے ہیں۔''

حنفی مذہب امام ابوالصلت کی اصطلاح والا مرجی مذہب ہے:

احناف کا مذہب وعقیدہ یہی ہے کہ ہر کلمہ گو خواہ احکام اسلام پر بالکل عمل نہ کرے اس کا ایمان کامل کا کامل ہی رہتا ہے، اس کے ایمان میں اور ملائکہ وانبیاء ومرسلین بشمول خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ میں کوئی فرق نہیں، سب ایمان میں برابر ہیں، اس کے برعکس بزور تزویر جن اہل حدیث واہل سنت عوام وخواص ائمہ وعلماء کو مخالفین اہل سنت مرجی المذہب کہتے ہیں ان کے مزعوم ومکذوب ''مرجی مذہب'' کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ مرتکبین کبائر موحدین ومومنین کی جناب باری تعالی کی رحمت سے مغفرت کی امید یعنی رجا رکھتے ہیں، فرقۂ خوارج اور ان کے دم چھلے فرقوں کی تردید میں جو مرتکبین کبائر کو کافر کہتے ہیں۔

تعریف ارجاء میں ابوالصلت سے ہمارا اختلاف:

ہم امام ابوالصلت سے قدرے اختلاف رکھتے ہوئے نصوص شرعیہ کی متابعت میں اہل کبائر کے لیے امید مغفرت رکھتے ہیں، مثلاً قول الٰہی ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ نیز قول الٰہی ﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا﴾ وغیرہ اور نصوص شرعیہ ہی کی متابعت میں مرتکبین کبائر کو ان کے ارتکاب کبائر کے تناسب سے ناقص الایمان کہتے ہیں، ہم اہل حدیث یعنی اہل سنت میں اور مرجی مذہب اور اس کے دم چھلے مذاہب نیز خوارج اور ان کے دم چھلے مذاہب میں یہی واضح وممتاز فرق عظیم ہے۔

حاصل یہ کہ امام ابراہیم بن طہمان اور ان جیسے ائمہ اہل حدیث واہل سنت کو معاندین اہل سنت واہل حدیث نے اپنی اصطلاح کے مطابق مرجی المذہب کہا اور یہ کہنے میں بذریعہ تدلیس وتزویر مصنف انوار سمیت فرقہ کوثریہ کذابہ حرافہ کی طرح کذب وتحریف وتدلیس سے کام لیا، امام ابوحنیفہ نے بھی تو امام سعید بن جبیر جیسے ائمہ اہل سنت دشمنان مرجیہ کو مرجی المذہب کہا۔ (کما تقدم) نیز وہ تمام مرتکبین کبائر کو خواہ وہ برائے نام ہی اظہار کلمۂ اسلام کرتے ہوں کامل الایمان ہی کہتے ہیں، حتی کہ یہ تفصیل گزری کہ کسی زمانے میں اور ہوسکتا ہے کہ ہر زمانے میں وہ غیر اللہ تک کی پرستش اور اظہار کلمۂ اسلام کرنے والوں کو کامل الایمان ہی کہتے تھے، یہ محض مزعومہ اصطلاحات کا نتیجہ ہے کہ کچھ غلط کاروں کے جھوٹے پروپیگنڈے کرنے والوں نے متعدد ائمۂ اہل سنت واہل حدیث کو مرجی المذہب قرار دے ڈالا، اور ان کے دام تزویر میں بعض حقیقی ائمہ اہل حدیث بھی پھنس کر انھیں مرجی کہنے لگے ورنہ امام ابراہیم بن طہان اور ان جیسے محض مرجیہ کہلانے والے اور حقیقت میں مرجیت سے بہت دور رہنے والے اسی جھوٹے پروپیگنڈے کے سبب مرجیہ کہلانے لگے، اور کچھ علماء حق یعنی اہل حدیث علماء وائمہ نے بھی انھیں غلط فہمی کا شکار ہو کر مرجیہ سمجھ لیا۔ غلط فہمی بلکہ غلطی کا شکار ہونا صرف انبیاء ومرسلین علیہم السلام کے لیے محال ہے ورنہ غیر انبیاء ومرسلین علیہم السلام خواہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کیوں نہ ہوں غلط فہمی بلکہ غلطیوں سے محفوظ نہ رہے۔

امام ابراہیم بن طہمان فرقۂ جہمیہ وقدریہ کو ایک طرح کے کافر فرقے کہتے تھے:

امام ابراہیم بن طہمان کی بابت متعدد ائمہ کرام نے صراحت کی ہے کہ وہ جہمیت کے شدید مخالف تھے اور انھوں نے نیشاپور اور اس کے حوالی علاقوں سے جہمیت کی طاقت توڑ کر ہی دم لیا، بقول امام حماد بن قیراط امام ابراہیم بن طہمان نے کہا کہ فرقۂ جہمیہ وقدریہ کے لوگ کفار ہیں۔[1]

ظاہر ہے کہ امام ابراہیم کے اس قول سے مراد کفار مطلق نہیں بلکہ خاص نوع کے ایسے کفار ہیں جو اسلام سے خارج نہیں، یہاں یہ امام ابراہیم کی جہمیہ سے مراد مرجیہ ہی ہیں کیونکہ جہمیہ ومرجیہ میں کوئی زیادہ معنوی فرق نہیں جیسا کہ امام وکیع سے ہم گذشتہ صفحات میں نقل کر آئے ہیں، اور حقیقتاً موصوف ابراہیم مرجی نہیں تھے بلکہ معتزلہ وخوارج اور اس قسم کے فرقے اہل سنت کو جس معنی میں مرجیہ کہتے تھے اسی معنی میں توڑ مروڑ کر تدلیساً وتزویراً فرقۂ مرجیہ والوں نے اپنی عظمت شان بڑھانے کے لیے کہہ دیا کہ امام ابراہیم بن طہمان اور فلاں فلاں امام بھی ہمارے ہی مرجی مذہب کے پابند تھے، جیسا کہ امام ابوحنیفہ نے امام سعید بن جبیر کو مرجی المذہب کہہ دیا تھا۔ (کما تقدم) ان سے روایت حدیث کرنے والوں میں امام سفیان بن عیینہ بھی ہیں، اور ہم کہہ چکے ہیں کہ امام سفیان بن عیینہ کسی حنفی المذہب مرجی شخص سے روایت کے روادار نہیں تھے، امام ابراہیم بن طہمان کے غیر مرجی المذہب اہل حدیث ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے۔ مرجیہ کا حال دیکھنا ہو تو مصنف انوار سمیت فرقۂ کوثریہ ودیوبندیہ والوں کی تحریری وتقریری باتیں دیکھیں کہ وہ عام ائمہ کرام کو اپنی طرح کا مرجی کہتے ہیں جو مرجی مذہب سے شدید متنفر وتوحش رکھتے تھے۔ امام نعیم بن حماد خزاعی جیسے مخالف مرجیہ وجہمیہ کا کہنا ہے:

”سمعت عن إبراهيم بن طهمان منذ أكثر من ستين سنة كان يقال له: إنه مرجئ قال عثمان (ابن سعيد): كان إبراهيم هرويا ثقة في الحديث لم يزل الأئمة يشتهون حديثه و يرغبون فيه ويوثقون.“[2]

”میں ساٹھ سالوں سے زیادہ ہوئے کہ ابراہیم بن طہمان سے سماع حدیث کر رہا ہوں، حالانکہ انھیں مرجی کہا جایا کرتا تھا، امام عثمان بن سعید نے کہا کہ ائمہ کرام ہمیشہ سے ان کی حدیث کی اشتہا کرتے آئے اور انھیں ثقہ کہتے آئے ہیں۔“

یہ روایت اگر صحیح ہے تو اس سے واضح طور پر مستفاد ہوتا ہے کہ امام نعیم بن حماد خزاعی جیسے اہل حدیث امام، امام ابراہیم بن طہمان کے مرجی کہے جانے والی بات کو غیر معتبر مانتے تھے کیونکہ انھوں نے اسے ”يقال له: إنه مرجئ“ کے صیغۂ تمریض سے بیان کیا ہے، اس روایت میں واقع لفظ ساٹھ سال سے زیادہ مبالغہ کے لیے ہے، تعیین وتحدید کے لیے نہیں۔

کیا ابراہیم بن طہمان نے حضرت نوح علیہ السلام کو مرجی کہا؟

امام جریر بن عبدالحمید نے کہا:

”رأيت رجلا على باب الأعمش تركي الوجه فقال: كان نوح النبي ﷺ مرجئا، فذكرته للمغيرة، فقال: فعل الله بهم وفعل، لا يرضون حتى ينحلوا بدعتهم الأنبياء، هو إبراهيم بن طهمان.“[3]

---

[1] سير أعلام النبلاء (٧/ ٣٨١)
[2] خطيب (٦/ ١٠٦)
[3] خطيب (٦/ ١٠٦ و ١٠٧)

''باب اعمش پر میں نے ایک ترکی شکل والے آدمی کو دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام بھی مرجی المذہب تھے، میں نے اس کا ذکر مغیرہ بن قاسم سے کیا تو انھوں نے کہا اللہ مرجیہ کے ساتھ ایسا اور ویسا برتاؤ کرے، انھوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی مرجی کہنے سے نہیں چھوڑا، یہ ترکی الوجہ امام ابراہیم بن طہمان تھے۔''

اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کا مرجی ہم کو فرقۂ باطلہ کے لوگ اوران کے دام تزویر کے شکار بعض اہل حدیث کہتے ہیں اس مرجی مذہب یعنی صحیح اسلامی مذہب کے متبع تو حضرت نوح علیہ السلام جیسے نبی بھی تھے، یہ معلوم ہے کہ بنیادی طور پر حضرت آدم سے لے کر خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سارے حضرات اوران کے سچے پیروکار ایک ہی مذہب وعقیدہ کے متبع تھے، یہاں پر امام ابراہیم نے اپنے اور اپنی طرح کے ائمہ اہل حدیث اور سارے انبیاء ومرسلین علیہم السلام کو خالص مرجیہ اوران کے دم چھلے فرقۂ باطلہ کے مرجی المذہب ہونے کی نفی اوران کے مزعومہ ومکذوبہ مرجی المذہب کا اثبات کیا ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ اپنے اور اپنے جیسے متہم بالارجاء لوگوں پر حقیقی مرجی ہونے کی امام ابراہیم نے تردید وتکذیب کی ہے، حاصل یہ کہ ان پر الزام مرجیت صرف ایک الزام ہے جو باعتبار حقیقت بتصریح ابراہیم بن طہمان مکذوب ہے۔

روایات میں جو یہ تصریح ہے کہ اپنے دلائل قاہرہ کے ذریعہ ابراہیم باشندگانِ نیشاپور کو جہمی مذہب سے ارجاء کی طرف پھیر لائے، اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اہل سنت کو جو فرقِ باطلہ والے مرجی کہتے ہیں، اس معنی والے مرجی مذہب یعنی سنی مذہب مراد اہل حدیث مذہب کی طرف باشندگانِ نیشاپور کو امام ابراہیم جہمیت یعنی جہمیت زادہ مرجیت کے پھندا سے آزاد کر کے لے آئے، عام تراجم نگاروں نے امام ابراہیم بن طہمان کو کتابوں کا مصنف بھی کہا ہے، ان کتابوں میں سے کم از کم ایک کتاب جو احادیث امام مالک پر مشتمل تھی ان سے یعنی امام ابراہیم بن طہمان سے امام ابوحنیفہ نے بھی پڑھی۔ (کما مر) اس کے باوجود بھی اہل حدیث مذہب سے منحرف ہوکر امام ابوحنیفہ کا کتب جہمیہ کے مطابق عمل پیرا رہنا اور جہمیت زدہ مرجیت کا متبع رہنا حیرت انگیز بات ہے، ہم بیان کر آئے ہیں کہ کتب احناف سے امام ابوحنیفہ کا شاگرد ابراہیم بن طہمان ہونا خصوصاً امام مالک کی کتابِ حدیث پڑھنا ثابت ہے۔ بہر حال بہت سارے لوگ دن ورات کتاب وسنت پڑھنے پڑھانے کا مشغلہ رکھنے کے باوجود کسی غالی ترین فرقۂ باطلہ والے مذاہب سے منسلک رہا کرتے ہیں۔ (کما لا یخفی)

امام ابراہیم بن طہمان بوقت رکوع رفع الیدین کرتے تھے:

بسند معتبر ابراہیم بن طہمان سے بواسطہ ابوزبیر مروی ہے:

"إن جابر بن عبد اللّٰه كان إذا افتتح الصلوة رفع يديه، وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع فعل مثل ذلك، ويقول: رأيت رسول اللّٰه ﷺ فعل مثل ذلك، و رفع إبراهيم بن طهمان يديه إلى أذنيه."[1]

''حضرت جابر بن عبداللہ صحابی افتتاحِ نماز کے وقت اور رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدن

[1] سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوة، باب رفع اليدين إذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع ٨٦٨هـ وحاشيه. سير أعلام النبلاء (٧/ ٣٨٣) وأشار إليه الذهبي وابن حجر.

کرتے اور کہتے تھے کہ اس طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا ہے۔ ابراہیم بن طہمان کانوں تک رفع الیدین کرتے تھے۔''

امام ابراہیم بن طہمان کہتے تھے کہ آپ ﷺ نے دنیاوی زندگی میں اللہ کو دیکھا ہے:

بعض روایات کے مطابق امام ابراہیم بن طہمان کا کہنا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے دنیاوی زندگی میں اللہ رب العالمین کو دیکھا ہے۔[1] ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دنیاوی زندگی میں اللہ تعالی کو نہیں دیکھا، امام عثمان بن سعید دارمی نے دنیاوی زندگی میں اللہ کو آپ ﷺ کے نہ دیکھنے والی بات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماعی موقف کہا ہے، امام ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ جن بعض روایات میں اللہ کو آپ ﷺ کا دنیاوی زندگی میں دیکھنا مذکور ہے وہ خواب کی بات ہے بیداری کی نہیں، اور خواب انبیاء علیہم السلام کے بھی مختلف ہوتے ہیں۔[2] (كما لا يخفى)

جس بات پر صحابہ کا اجماع ہو اسے ماننا سب پر فرض ہے، البتہ جسے اجماع صحابہ کا علم نہ ہو اور کسی روایت سے غلط فہمی میں پڑ کر آپ ﷺ کے لیے دیدار الٰہی کا قائل ہو اسے اس کی اجتہادی غلطی قرار دے کر ایک نیکی کا مستحق کہا جائے گا بشرطیکہ مومن مخلص ہو، لیکن اگر بدعت پرست معاند اور اڑیل قسم کا رکاوٹ پرست ہو تو اس کے معاصی میں اضافہ ہوگا۔ اس موضوع پر تفصیل ہماری کتاب ''تصحیح العقائد'' طبع جدید میں ہے۔

ہمارے خیال سے ہماری اس تفصیل کے مطابق امام ابراہیم بن طہمان سے متعلق اکاذیب کوثریہ و دیوبندیہ بشمول مصنف انوار کی حقیقت واشگاف ہوگئی، اب ہم کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ مدینہ منورہ کے اہل حدیث اماموں امام مالک و ربیعہ وغیرہما کے سامنے نہایت با ادب ہو کر چوری چھپے جب استفادہ کرتے تھے اور دوسرے اہل حدیث ائمہ سے بھی ان کے ادب واحترام کے بجائے کوثریہ کذابہ حرافہ بشمول مصنف انوار نے نہایت زیادہ گستاخی وبدتمیزی والی تحریک چلا رکھی ہے اور ان کے مذہب اہل حدیث کے خلاف تو اور بھی زیادہ معاندانہ طوفانِ بدتمیزی برپا کر رکھا ہے، کیا اس قسم کی دوغلی پالیسی سچے پکے مخلص اہل اسلام کے لیے موزوں ومناسب و جائز ومباح ہے؟

۷۹۔ امام حماد بن سلمہ (متوفی ۱۶۷ھ)

مصنف انوار نے امام حماد بن سلمہ کی بابت لکھا:

''کبار محدثین میں سے ہیں، جواہر المضیہ میں سالِ وفات ۱۶۷ھ وامانی الاحبار میں ۱۶۶ھ منقول ہے، سوائے امام بخاری باقی اصحاب صحاح ستہ نے ان سے تخریج کی، امام بخاری نے بھی ان سے تعلیقاً روایت لی، ان کے اقرانِ بصرہ میں کوئی بھی علم وفضل، تمسک بالسنۃ اور مخالف اہل بدعت میں ان سے بڑھ کر نہ تھا، ابن مبارک نے کہا کہ میں نے بصرہ میں انھیں کو سب سے زیادہ متبع طریق سلف پایا، ابن حبان نے عباد وزہاد ومستجاب الدعوات حضرات میں شمار کیا اور کہا کہ جس نے ان سے حدیث روایت نہیں کی اس نے انصاف نہیں کیا، اگر ایسا اس لیے کیا کہ کوئی خطا ان سے ہوئی ہے تو ان کے اقران میں ثوری وشعبہ وغیرہ سے بھی ہوئی ہے اور اگر کہا جائے کہ ان سے زیادہ خطا

[1] سير أعلام النبلاء (٧/ ٣٨١) [2] حواشي سير أعلام النبلاء (٧/ ٣٨١) بحوالۂ زاد المعاد (٣/ ٣٦ و ٣٧)

ہوئی تو یہ بات ابوبکر بن عیاش میں بھی ہے، ان سے کیوں روایت کی گئی؟ ابن حبان نے امام بخاری پر بھی تعریض کی کہ حماد بن سلمہ کو چھوڑ کر فلیح وعبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار کی احادیث سے احتجاج کیا، جس نے ایسا کیا اُس نے بھی انصاف نہیں کیا، ابن سعد نے ثقہ کثیر الحدیث، عجلی نے ثقہ رجل صالح حسن الحدیث کہا، امام اوزاعی، امام لیث، امام ثوری، ابن ماجشون، معمر وہشام کے طبقہ سے تھے اور یہ اپنے دور کے ان لوگوں میں سے ہیں کہ جو بات کسی کے بارے میں بطور تعدیل کہہ دیں وہ مسلم ہوتی، امام حماد وابن ابی عروبہ نے بصرہ میں تالیف وتدوین کا آغاز کیا۔"[1]

امام حماد بن سلمہ کی امام ابوحنیفہ پر تجریح:

ہم کہتے ہیں کہ امام حماد بن سلمہ نے کہا:

"أبو حنيفة استقبل الآثار واستدبرها برأيه، وفي رواية: أن أبا حنيفة استقبل الآثار والسنن فردها برأيه، وفي رواية: أبو حنيفة هذا يستقبل السنة يردها برأيه"[2]

''امام ابوحنیفہ نے احادیث وسنن نبویہ کے خلاف زور آزمائی ومقابلہ آرائی کر کے انھیں رد کر کے پس پشت ڈال دیا۔''

ناظرین کرام نے ابوحنیفہ سے متعلق امام حماد بن سلمہ کا نقطۂ نظر دیکھ لیا، اب وہ مصنف انوار کی بقیہ باتوں پر ہمارا تبصرہ ملاحظہ کریں۔

مصنف انوار وفرقہ کوثریہ کذابہ کی تکذیب:

ہم کہتے ہیں کہ حماد بن سلمہ کا جو سال وفات جواہر المضیہ میں مرقوم ہے اسی کو تمام اہل علم نے بلا ذکر اختلاف لکھا ہے، اور حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۷/۴۵۳) میں عام اہل علم سے موصوف کا سال وفات یہی نقل کیا، پھر کہا کہ عبداللہ بن محمد عیش ان کا سال وفات ۱۶۶ھ بتلانے میں وہم کا شکار ہوئے ہیں، یعنی کہ امانی الاحبار والی بات محض وہم ہے جس کی تحقیق وتوضیح مصنف انوار نے عادتِ کوثریہ کذابہ حرافہ کے مطابق نہیں کی، مصنف انوار کی یہ بات بھی مکذوب ہے کہ سوائے امام بخاری کے باقی اصحاب صحاح ستہ نے ان سے تخریج کی ہے کیونکہ سیر اعلام النبلاء (۷/۴۴۴) میں ان کے نام کے ساتھ حافظ ذہبی نے ''خ م ع'' کی علامت لگائی ہے، جس کا مطلب ہے کہ امام بخاری نے بھی باقی اصحاب ستہ کی طرح ان سے تخریجِ حدیث کی ہے، اور امام ابن القیسرانی (متوفی ۵۰۷ھ) نے الجمع بين رجال الصحيحين (۱/۱۰۳، مطبوع بیروت ۱۴۰۵ھ) میں "باب من اسمه حماد عندهما" یعنی حماد نامی جن کی احادیث کی تخریج صحیح بخاری ومسلم میں ہے ان کا ذکر، میں نے بہت واضح وصاف طور پر لکھا ہے کہ "سمع ثابت البناني عندهما" یعنی امام بخاری کی صحیحین میں ثابت بنانی سے حماد بن سلمہ کی سماع کردہ حدیث منقول ہے، اس سے مصنف انوار اور ان کے ہم نواؤں کی تکذیب بخوبی ہوتی ہے۔ مصنف انوار جیسے کذابِ زمانہ بھی معترف ہیں کہ امام بخاری نے حماد بن سلمہ سے روایت لی ہے، کیا مصنف انوار ہی کی اس بات سے مصنف انوار کی پہلی والی بات کی تکذیب نہیں ہوتی؟ مصنف انوار نے جو یہ کہا کہ بصرہ میں امام حماد بن سلمہ سے بڑھ کر کوئی تمسک بالسنۃ ومخالف اہل بدعت نہیں تھا تو تمسک بالسنۃ اصطلاحِ اسلاف میں متبع مذہب اہل حدیث کو کہتے ہیں، اور اس سے مختلف مذہب والوں، مثلاً

[1] مقدمه انوار (١/ ٢١٨ و ٢١٩ بحواله أماني الأحبار)

[2] خطيب (١٣/ ٤٠٨) والتنكيل (١/ ٢٤١ و ٢٤٢، كتاب لعبد الله بن أحمد بن حنبل مختلف مقامات)

حنفیہ مرجیہ جہمیہ وغیرہ کو اہل بدعت کہتے ہیں، اپنی ہی نقل کردہ بات سے حنفی المذہب ومرجی المشرب وکوثری المسلک مصنف انوار اپنی پارٹی سمیت بدعت پرست قرار پاتے ہیں۔ مصنف انوار کی نقل کردہ امام ابن المبارک والی بات کا بھی یہی مطلب ہے۔

امام ابن المبارک کی یہ تصریح گزر چکی ہے کہ انھوں نے امام ابوحنیفہ کو ہوا پرست بدعتی مرجی کہا ہے، امام ابن حبان کی جو بات مصنف انوار نے امام حماد بن سلمہ کی بابت کہی ہے وہ ایک کے علاوہ سب صحیح ہے، نیز یہ کہ عام کتب رجال خصوصاً حلیۃ الاولیاء (۶/ ۲۴۹ تا ۲۵۷) میں حماد بن سلمہ کو اولیاء وابدال میں شمار کیا گیا ہے اور ابدال کا درجہ اولیاء سے بلند ہے، اور شیخ جیلانی وامام احمد کا ارشاد ہے کہ مسلک اہلحدیث کے عقائد ومذاہب کے خلاف مذہب وعقیدہ رکھنے والے کبھی اولیاء ہوئے نہ تاقیامت ہو سکتے ہیں، نیز یہ کہ تقلید پرست بھی اولیاء وابدال نہیں ہو سکتے، تفصیل ہماری کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام ابوحنیفہ سے لے کر ان کے تمام ہم عقیدہ وہم مذہب مرجیہ ورائے پرست، خواہ مقلد ہوں یا غیر مقلد امام ابوحنیفہ کے اساتذہ ہوں یا تلامذہ یا ہم مذہب معتقدین ومقلدین، وہ کبھی بھی اولیاء وابدال نہیں ہوئے نہ تاقیامت ہو سکتے ہیں، لہٰذا کتب کوثریہ دیوبندیہ حنفیہ مرجیہ میں جن لوگوں کو اولیاء وابدال کہا گیا ہے وہ در اصل حماد بن سلمہ وامام احمد وشیخ جیلانی وجملہ ائمہ اہل سنت کے نقطۂ نظر سے بدعت پرست ہیں، انھیں اہل سنت کہنا کذب محض ہے۔

تعریض ابن حبان پر نظر:

جہاں تک امام ابن حبان کی اس بات کا معاملہ ہے کہ جس نے حماد بن سلمہ کی روایت نہیں لی اس نے نا انصافی کی، اگر حماد سے صدور خطا اس کا سبب بتلایا جاتا ہوتو دوسرے ائمہ محدثین سے بھی صدور خطا ہوا ہے، تو اس کا اطلاق امام بخاری کو سمجھنا سمجھ کی نارسائی ہے کیونکہ امام حماد بن سلمہ سے سنداً وتعلیقاً امام بخاری نے روایت کی ہے، اور امام ابن حبان کا یہ قول کہ حماد سے زیادہ خطا ہوئی تو ابوبکر بن عیاش سے بھی زیادہ خطا ہوئی، پھر ابوبکر بن عیاش کی حدیث روایت کرنی اور حماد کی چھوڑنی انصاف والی پالیسی نہیں ہے، ایک تحقیق طلب تفصیلی بحث کا طالب ہے اور اختصار ہمارے پیش نظر ہے، بات اصل یہ ہے کہ کتب حماد بن زید میں ان کے غلط کار ناخدا ترس وراق نے الحاق وتحریف کردی، اسی طرح کی اور کتابوں کو دیکھ کر امام حماد درس حدیث دیتے تھے اور خود بھی آخری عمر میں اختلاط وسوء حفظ کے شکار ہو گئے تھے اور یہ ساری خرابیاں ابوبکر بن عیاش میں نہیں ہیں، زیادہ خطاؤں کے صدور میں اور کم خطاؤں کے صدور میں واضح فرق امام ابن حبان بھی مانتے ہیں، مزید برآں کتب حماد میں الحاق وتحریف وتدلیس والی کارروائی سب سے زیادہ خرابی کا باعث ہے، اس لیے صحیحین میں کثیر الخطا لوگوں کی وہی روایات لی گئیں جن کی بابت تحقیق کی کسوٹی سے ثابت ہوگیا کہ یہ وقوع خطا سے محفوظ ہیں، یہی بات ابوبکر بن عیاش کے ساتھ بھی صحیحین کے مصنفین نے کی ہے، اس معاملہ میں مخالفین امام بخاری ومعاندین سنت کو فرقہ کذابہ بشمول مصنف انوار کا حافظ ابن حبان کا مقلد بن جانا اور ان کے دوسرے بیانات کثیرہ سے اعراض وانحراف کرنا سراسر دورخی پالیسی ہے، عدل وانصاف کا ترازو امام بخاری ہی کے ساتھ ہے، امام ابن حبان اس معاملہ میں غلطی کے شکار ہوئے، غلطی کے ارتکاب سے صرف انبیاء کرام علیہم السلام محفوظ ہیں، ہم اس بات کے مکلّف ہیں کہ اسلاف میں سے جس کی بات کا موافق اصول ونصوص ہونا ثابت ہوا سے مانیں اور جن کی بات کی تغلیط اصول ونصوص سے ہوا سے ان اسلاف کا ادب واحترام برقرار رکھتے ہوئے نظر انداز کردیں، آخر تلامذۂ ابی حنیفہ نے بڑی

کثرت سے امام ابو حنیفہ کے چھیاسٹھ فیصدی مسائل کو کیوں رد کر دیا؟ مصنف انوار تو دنیا سے چلے گئے مگر فرقہ کوثریہ والے موجود لوگ اس کا جواب باصواب ضرور دیں!

مصنف انوار چونکہ علوم حدیث سے جاہل مطلق ہیں بلکہ جہل مرکب کے شکار ہیں یا عمداً وقصداً تلبیسات کے خوگر ہونے کے سبب امام ابن حبان کی تعریض مذکور کا صحیح معنی ومطلب نہیں بتلا سکے، ایک تو امام بخاری نے مرویات حماد بن سلمہ سے علی الاطلاق عدول نہیں کیا، دوسرے فلیح وعبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن دینار کی بھی احادیث منتخبہ تھوڑی مقدار میں شواہد ومتابع کی موجودگی میں لی ہیں، فلیح وعبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن دینار کی کتب حدیث میں الحاق وترمیم وتحریف وتدلیس کا کوئی ثبوت وذکر نہیں اور حماد کی کتب حدیث میں ثبوت الحاق وترمیم وتحریف ثابت ہے، دونوں کے فرقِ واضح کو ملحوظ رکھنا ہر ذمہ دار محدث کا فریضہ ہے، یہاں امام بخاری نے بھی کہا اور خود امام ابن حبان بھی اسی پر کاربند ہیں، کیا فرقہ کوثریہ دیوبندیہ یہ بتلا سکتا ہے کہ امام ابن حبان نے حماد بن سلمہ کی کتنی احادیث کو احکام وعقائد میں دلائل بنا رکھا ہے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ کوثریہ اس کے جواب سے تا قیامت عاجز رہیں گے۔

یہ بات واضح ہے کہ ایک ہی بات کو ایک صاحب علم صحیح سمجھتا ہے دوسرا غلط، دونوں اپنے اپنے نقطۂ نظر سے باتیں لکھتے اور کہتے ہیں، ہم اپنی تحقیق کے مطابق صحیح باتیں ماننے کے مکلّف ہیں۔ امام حماد بن سلمہ کا ثقہ ورجل صالح حسن الحدیث ہونا ہم سب کو تسلیم ہے مگر یہ چیز اس کے منافی نہیں کہ عمر کے کسی زمانے میں ان کی کتابیں الحاق وترمیم وتحریف وتدلیس کا شکار ہو گئیں اور دونوں زمانے کی مرویات میں سے جن کی بابت متحقق طور پر تقدیم وتاخیر کا علم کسی بھی سبب سے نہ ہو سکے تو ان کی ان روایات سے اجتناب ہی فرض ہے جو مشکوک ہوں، کیا اتنی بات سے بھی مصنف انوار سمیت فرقہ کوثریہ کذابہ حرافہ واقف نہیں ہے؟

۸۰۔ امام ابو النصر جریر بن حازم ازدی بصری (متوفی ۱۷۰ھ)

مصنف انوار نے عنوان بالا کے تحت امام ابو النصر جریر بن حازم کی بابت کہا:

> ''امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ امام جریر نے حدیث ابو رجاء وابن سیرین سے حاصل کی، آپ سے سفیان ثوری وابن مبارک نے، علامہ خوارزمی نے فرمایا حدیث میں امام اعظم کے شاگرد بھی تھے اور امام صاحب سے مسانید میں روایت حدیث کرتے ہیں۔''[1]

ہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ علامہ خوارزمی کذاب حنفی مقلد ہیں، ان کی بات کی تصدیق دوسرے معتبر ذرائع کے بغیر نہیں کی جا سکتی، امام بخاری کی تاریخ کو تو مصنف انوار بے کار چیز کہہ کر اس کا مذاق اڑاتے ہیں، پھر تاریخ بخاری سے اپنی مذکورہ بات نقل کرنا کون سی حرکت ہے؟

۸۱۔ امام ابو الحارث لیث بن سعد بن عبد الرحمٰن مصری (مولود ۹۲/۹۴ھ ومتوفی ۱۷۵ھ)

مصنف انوار نے عنوان بالا کے تحت امام لیث بن سعد کی بابت کہا:

''رواۃ ستہ میں سے مشہور ومعروف محدثِ جلیل وفقیہ نبیل جن کو اکثر اہل علم نے حنفی لکھا ہے اور قاضی زکریا انصاری نے شرح بخاری میں اس پر جزم کیا، حافظ ابن ابی العوام نے اپنی سند سے نقل کیا کہ امام اعظم کے تلمیذ ہیں، اکثر امام صاحب کی خبر

[1] مقدمہ انوار (۱/ ۲۱۹)

سنتے کہ حج کے لیے آرہے ہیں تو یہ بھی حج کے لیے مکہ معظّمہ پہنچتے اور امام صاحب سے مختلف ابواب کے مسائل دریافت کرتے اور امام صاحب کی اصابتِ رائے اور سرعت جواب پر حیرت واستعجاب کرتے، امام لیث خود بھی ائمہ مجتہدین میں سے تھے، امام شافعی کہا کرتے کہ لیث امام مالک سے زیادہ فقیہ تھے مگر ان کے تلامذہ نے ان کو ضائع کر دیا، حافظ ابن حجر نے ''الرحمة الغيثية في ترجمة الليثية'' میں لکھا ضائع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح امام مالک وغیرہ کی فقہ ان کے شاگردوں نے تدوین کی امام لیث کے تلامذہ نے نہیں کی، امام شافعی یہ بھی فرمایا کرتے کہ مجھے کسی کے متعلق اتنی حسرت نہیں جتنی امام لیث سے ہے۔ میں نے ان کا زمانہ پایا، پھر بھی ان کی زیارت نہ کر سکا۔[1] امام لیث کا بیان ہے کہ میں نے امام مالک کے ستر (۷۰) مسائل ایسے شمار کیے جو سنت کے خلاف تھے، میں نے ان کی بابت انھیں لکھ کر بھی بھیج دیا ہے۔[2] علماء فن رجال نے آپ کو ثقات وسادات زمانہ میں سے فقیہ ومتورع وعلم وفضل وسخاوت میں بے مثل لکھا، حافظ ذہبی نے لکھا کہ آپ کی سالانہ آمدنی اسی ہزار (۸۰،۰۰۰) دینار تھی مگر زکوۃ واجب نہ ہوتی، روزانہ کا معمول تھا کہ جب تک (۳۶۰) مساکین کو کھانا نہ کھلاتے خود کھانا نہ کھاتے، امام مالک نے ایک سینی میں کھجوریں آپ کے لیے بھیجیں تو آپ نے اسے اشرفیوں سے بھر کر واپس کیا، منصور بن عمار نے کہا کہ میں لیث سے ملنے گیا تو مجھے ایک لاکھ اشرفی ہبہ کی، امام صاحب سے جامع مسانید میں روایت بھی کی ہے۔''[3]

ہم کہتے ہیں کہ امام لیث بن سعد کا سال ولادت مصنف انوار نے ۹۲/۹۴ھ لکھا ہے مگر ان کے شاگرد خاص نے کہا کہ ۱۱۳ھ میں لیث بن سعد حج کرنے آئے، اس موقع پر انھوں نے متعدد اساتذۂ حدیث سے سماع حدیث کیا، اس وقت ابن بکیر اور امام لیث کے صاحب زادے شعیب اور خود امام لیث نے صراحت کی کہ میری عمر بیس سال ہے، ان کے بعض اساتذہ نے کہا کہ آپ کی داڑھی سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپ چالیس سال کے ہیں۔[4] جب بقول خویش اور بقول صاحب زادۂ خویش وبقول شاگرد خاص ۹۳ھ میں پیدا ہوئے تو مصنف انوار نے لیث کے جو مختلف سال ولادت ۹۲/۹۴ھ بتلائے وہ دونوں غلط ثابت ہوئے۔

البتہ ایک روایت میں ہے کہ امام لیث نے کہا کہ میرے گھر کے بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ میں ۹۲ھ میں پیدا ہوا مگر میں جس بات پر یقین رکھتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں ۹۴ھ میں پیدا ہوا۔[5] اس پر مصنف انوار نے اعتماد کر رکھا ہے لیکن یہ روایت اپنے سے پہلے والی روایات صحیحہ کے معارض ہونے کے ساتھ قرائن احوال کے بھی خلاف ہے، مثلاً امام لیث نے کہا کہ میں ابن لھیعہ سے تین سال بڑا ہوں،[6] اور ابن لہیعہ کی ولادت ۹۶ھ میں ہوئی ہے۔[7] اس اعتبار سے بھی امام لیث کا سال ولادت ۹۳ھ قرار پاتا ہے۔

خلیفہ ابوجعفر منصور نے امام لیث سے ملک مصر کا والی وحاکم بننے پر اصرار کیا مگر امام لیث نے شدت سے انکار کیا، پھر بھی منصور کی امام لیث کے ساتھ عقیدت برقرار رہی۔[8] اور بدعوی مصنف انوار امام ابوحنیفہ کو اموی امیر ابن ہبیرہ وعباسی خلیفہ منصور

---

[1] مقدمه نصب الراية ومناقب موفق. [2] جامع بيان العلم (۲/ ۱۴۸)

[3] مقدمه انوار (۱/ ۲۱۹ بحواله جواهر المضية وحدائق حنفية وجامع المسانيد.

[4] المعرفة والتاريخ للفسوي ومتعدد مراجع.

[5] تاريخ فسويي (۲/ ۴۴۴) والرحمة الغيثية للحافظ ابن حجر: (ص: ۳ و ۴)

[6] عام كتب تراجم ترجمه ابن لهيعه. [7] تهذيب التهذيب وسير أعلام النبلاء وترجمه ليث.

[8] تاريخ فسوي (۲/ ۴۴۱ و ۴۴۲) وعام كتب رجال.

نے صرف بغداد یا کوفہ کے بعض حصوں کا قاضی بنانا چاہا اسے قبول نہ کرنے کے باعث منصور نے امام ابوحنیفہ کو ہلاک کر ڈالا اور اموی حکومت نے مقید ومحبوس رکھ کر سخت زدوکوب کیا حتی کہ پریشان ہوکر امام ابوحنیفہ جیل خانہ سے فرار ہوکر اسی حجاز مقدس میں پناہ گزیں ہوکر روپوش ہوئے جہاں کے اساتذہ بلکہ اساتذہ کے اساتذہ کو امام ابوحنیفہ کے استاذ خاص حماد کوفہ کے بچوں بلکہ بچوں کے بچوں سے بھی علم میں بہت کمتر وفروتر سمجھتے تھے، امام ابوحنیفہ کے ساتھیوں سے حماد کے ایک شاگرد خاص مغیرہ نے حماد کی اس بات کو شرارت وبے راہ روی قرار دیا ہے۔ (کما تقدم تفصیله)

جیل خانہ اموی حکومت سے امام ابوحنیفہ بدعویٰ مصنف انوار ۱۳۰ھ میں فرار ہوئے اور منصور کے بغداد منتقل ہونے کے بعد یعنی ۱۴۴/ ۱۴۵ھ کے بعد حجاز سے واپس کوفہ عراق آئے۔ (کما مر تفصیله) پھر روپوشی کے اس پندرہ سال سے زیادہ والے طویل زمانے میں امام ابوحنیفہ حجاز میں معلوم نہیں کیا کرتے رہے؟ مگر مصنف انوار اور کوثریہ کذابہ حرافہ کا دعوی ہے کہ ۱۲۱ھ تا ۱۵۰ھ کی تیس سال مدت میں کوفہ میں رہ کر امام ابوحنیفہ معدوم الوجود خیالی مکذوبہ چھل رکنی مجلس تدوین کی معاونت سے فقہ حنفی کی تدوین کرتے رہے، کوثریہ کذابہ حرافہ بشمول مصنف انوار کیوں نہیں بتلاتے کہ انھیں کے دعوی کے مطابق جب امام ابوحنیفہ کوفہ سے بہت دور حجاز میں روپوش رہ کر معلوم نہیں کیا کرتے رہے اور وہاں سے واپس ہوئے تو ان کے ذہن میں چھل رکنی مجلس تدوین قائم کر کے تدوین فقہ حنفی کا منصوبہ تھا، پھر ۱۴۷ھ میں ہمیشہ کے لیے محبوس ومقید ہوکر جیل خانہ بغداد میں ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے تو مدت مجلس تدوین فقہ حنفی کو انھوں نے کس طرح پورا کیا؟

اکاذیب پرستوں کی اسی طرح کی متعارض ومتضاد پیچ در پیچ باتیں انھیں کذاب اعظم قرار دینے کے لیے کفایت کرتی ہیں، کوثریہ کذابہ حرافہ بشمول مصنف انوار کیوں نہیں بتلاتے کہ کس دلیل معتبر سے ثابت ہے کہ اکثر اہل علم امام لیث کو حنفی المذہب کہتے ہیں جبکہ ان کا سلفی المذہب اہل حدیث ہونا دلائل واضحہ کثیرہ سے ثابت ہے؟ یہ قاضی زکریا انصاری شارح بخاری کا حدود اربع کیا ہے جنھوں نے بالجزم بدعویٰ مصنف انوار امام لیث کو حنفی المذہب کہا ہے؟ اور کیا واقعی کسی معتبر طریق سے ان نامعلوم قاضی زکریا انصاری نے یہ مکذوبہ مردودہ باطل بات کہی بھی ہے؟ یا کوثریہ کذابہ حرافہ بشمول مصنف انوار نے اپنی عادت کے مطابق جھوٹ موٹ ان کی طرف یہ بات منسوب کردی ہے؟

مصنف انوار اور فرقۂ کوثریہ کذابہ کے ''حافظ ابن ابی العوام'' کی کتاب مناقب ابی حنیفہ ومسند ابی حنیفہ کا مجموعۂ اکاذیب ہونا اور ابن ابی العوام کا رافضی باطنی حکومت کا آلۂ کار ونمک خوار ہونا ہم تفصیل سے واضح کر آئے ہیں، اگر اس کذاب اعظم نے امام لیث کو شاگرد ابی حنیفہ لکھا ہوتو بعید نہیں کیونکہ کذابین ہر طرح کے اکاذیب لکھ اور کہہ سکتے ہیں۔

یہ محض کوثریہ کذابہ بشمول مصنف انوار کی کذب بیانی ودروغ بافی ہے کہ امام لیث امام ابوحنیفہ کے سفر حج کی خبر سن کر حج کرنے آتے، اس غرض سے کہ امام ابوحنیفہ سے استفادہ کریں اور ان کے مصیب الرای وسریع الجواب ہونے کی ثنا خوانی کریں، اگر فی الواقع یہی بات تھی تو امام لیث کوفہ آ کر دربار ابوحنیفہ سے وابستہ ہوکر مجلس تدوین فقہ حنفی کے رکن رکین کیوں نہیں بن گئے اور انھیں بشمول مصنف انوار کوثریہ کذابہ حرافہ نے مجلس تدوین کا رکن کیوں نہیں قرار دیا جبکہ ۱۳۰ھ کے بعد پیدا ہونے والے کتنے افراد کو اس فرقہ کذابہ نے رکن مجلس تدوین بنا کر دعوی کردیا کہ تیس سال تک یہ امام ابوحنیفہ کی سرپرستی میں تدوین کرتے رہے، یا

حجاز میں اپنی پندرہ سال سے زیادہ مدت والی روپوشی کے زمانے میں امام ابوحنیفہ نے خفیہ طور پر امام لیث کو بلا کر اپنی مرجی رائے پرستی والی فقہ کیوں نہیں پڑھا دی؟ مصنف انوار بشمول کوثر یہ کذابہ اکاذیب گھڑنے میں کتنے حوصلہ مند ہیں؟!

جب بدعوی مصنف انوار امام لیث بذات خود ائمہ مجتہدین میں سے تھے، وہ کس طرح جہمیت زدہ غالی ترین مرجی مذہب عرف حنفی مذہب کے پیرو بنے؟ بدعویٰ مصنف انوار امام شافعی نے امام لیث کو امام مالک سے زیادہ فقیہ اگر کہا ہے تو امام مالک کے فضائل میں اقوال شافعی کے ساتھ اس قول کی صورت تطبیق کیا ہے خصوصا بقول امام شافعی و باعتراف محمد بن حسن حنفی جہمی مرجی امام مالک کے بالمقابل امام ابوحنیفہ جب جاہل مطلق تھے اور علوم کتاب وسنت واجماع امت وآثار واقوال صحابہ وتابعین سے ناآشنائے محض تھے تو امام لیث ان صفات سے متصف امام ابوحنیفہ کے حنفی عرف جہمیت زدہ مرجی مذہب کے پیرو کیسے بن گئے؟ کیا امام مالک سے جو شخص زیادہ فقیہ ہو وہ کسی جاہل مطلق کے اختراعی وبدعات کثیرہ پر مشتمل مذہب کا پیرو ہو سکتا ہے؟ امام شافعی اگر خدمت امام لیث میں بار یاب نہ ہونے پر متأسف تھے تو وہ اپنے حالات ومصالح سے مجبور تھے اور اس طرح کی بات اسلاف میں بکثرت پائی جاتی رہی ہے، عہد نبوی میں کتنے مؤمنین مخلصین دیدار نبوی اپنے حالات کے سبب نہیں کر سکے، آخر اس پر فرقہ کوثر یہ کذابہ کیوں نہیں غور کرتا؟

یہ امام شافعی کا اپنا ذاتی خیال ہے کہ امام لیث کے تلامذہ نے امام لیث کو ضائع کر دیا ورنہ امام لیث کا نام ان کے تلامذہ کے ذریعہ آج تک ائمہ فرقہ مرجیہ کے بالمقابل کہیں زیادہ احترام واکرام کے ساتھ زندہ ہے، بحوالۂ جامع بیان العلم امام لیث نے بدعویٰ مصنف انوار خلاف سنت ستر مسائل لکھ کر خدمت امام مالک میں بھیج دیے تو ہر امام اپنے سے اختلاف رکھنے والے مسائل میں دوسرے اماموں کی باتیں اپنی دانست میں خلاف نصوص سمجھتا ہے، اس کا فی الواقع امر واقع کے مطابق ہونا ضروری نہیں، امام لیث اور امام مالک دونوں اہلحدیث تھے، ائمہ اہل حدیث کے یہاں ستر کیا اس سے زیادہ مسائل میں اختلاف موجود ہے مگر فرقہ جہمیہ ومرجیہ کے آخر ذیلی فرقے دس پندرہ سے زیادہ ہو گئے، امام ابوحنیفہ کے ہزاروں مسائل کو ان کے خصوصی تلامذہ امام ابو یوسف ومحمد وحسن بن زیاد وزفر وغیرہ نے کیوں غلط قرار دیا؟ اس پر ذرا فرقۂ کوثر یہ کذابہ خصوصاً مصنف انوار کے حامی روشنی ڈالیں۔

امام لیث کو علماء فن رجال نے ثقہ، فقیہ، متورع وسخی کہا اور کثرتِ آمدنی کے باوجود داد ودہش کے باعث وجوبِ زکوۃ سے مستثنی سمجھا تو اس سے فرقۂ کوثر یہ کذابہ حرافہ بشمول مصنف انوار کا کیا بنا بگڑا؟ علمائے اہل حدیث وائمہ اہل حدیث میں متعدد لوگ ایسے ہی گزرے ہیں، کچھ نا توفیق قسم کے کروڑ پتی اور ارب پتی مدعیان اہل حدیث ایک پیسہ بھی کسی اہل حدیث عالم بلکہ اپنے ضرورت مند اساتذہ پر خرچ کے روادار نہیں، اور اس طرح کے کتنے مرجیہ جہمیہ رائے پرست بھی ہیں تو مصنف انوار کا کیا ہوا؟ حضرت ابوسفیان صحابی ہوتے ہوئے اور صاحبِ مال ہوتے ہوئے اپنے بال بچوں کو بقدر کفایت بھی خرچ نہیں دیتے تھے، حضرت ابوبکر اپنا سارا اثاثہ تک راہِ الٰہی میں دے دیتے اور حضرت عمر فاروق نصف اثاثہ دے ڈالتے۔

مصنف انوار نے جو بحوالۂ حافظ ذہبی لکھا کہ امام لیث کی سالانہ آمدنی اسی ہزار دینار تھی تو اس کے بالمقابل سالانہ موصوف کی بیس اکیس ہزار دینار آمدنی کو اصح کہا ہے۔[1] البتہ یہ مستبعد نہیں کہ زندگی کے کسی مرحلہ میں کچھ سالوں تک ان کی آمدنی اسی ہزار دینار بھی ہو جایا کرتی رہی ہو کیونکہ ایک زمانہ تک موصوف حکومت کے بہت اصرار پر پورے ملک کے حاکم ووالی ہو گئے تھے

[1] سير أعلام النبلاء (٨/ ١٥٢)

اورحکومت نے انھیں بڑی بڑی جاگیریں اورنقد نذرانے تحائف کا التزام کر رکھا تھا مگر اس قدر آمدنی کے باوجود زکوۃ کا موصوف پر نہ فرض ہونا تو خیر دوسری بات ہے، موصوف پر قرض بھی رہا کرتا تھا، ان کی داد و دہش خصوصاً علمائے اہل حدیث پر بہت تھی۔[1]

مصنف انوار نے جو یہ کہا کہ امام مالک نے سینی بھر کھجور امام لیث کے پاس بھیجی تو امام لیث نے سینی کو اشرفیوں سے بھر کر واپس کیا، وہ روایت اس طرح ہے کہ امام لیث نے سینی میں ایک ہزار اشرفیاں بھر کر امام مالک کو واپس کی۔[2] ہم بیان کر آئے ہیں کہ مصر میں ایک حنفی المذہب قاضی آ گیا جس کی حنفیت و مرجیت سے بیزار ہو کر امام لیث نے اسے بیک بنی دوگوش مصر سے نکلوادیا، اسی سے امام لیث کا حنفی مذہب کے معاملہ میں نظریہ ظاہر ہوتا ہے۔ مصنف انوار نے امام لیث کے بعد کئی محدثین کا ذکر کیا، ہم سب پر تنقید کر کے زیادہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے بلکہ (۸۲ تا ۱۲۲) نمبرات کے تحت مصنف انوار نے جو بدعنوانیاں کی ہیں ان پر تبصرہ سے ہم بنظر اختصار اعراض کر رہے ہیں، البتہ نمبر (۱۲۳) کے تحت امام حمیدی سے ہم مصنف انوار کی ہفوات پر نظر کرنا چاہتے ہیں۔

۱۲۳۔ شیخ حمیدی ابوبکر عبداللہ بن زبیر بن عیسی بن عبیداللہ بن اسامہ (متوفی ۲۱۹ یا ۲۰۰ھ)

مصنف انوار نے کہا:

''شیخ حمیدی بڑے پایہ کے محدث، سفیان بن عیینہ کے تلمیذ خاص اور وہ امام اعظم کے تلمیذ خاص ہیں، اسی وجہ سے امام شافعی وغیرہ ان کی بڑی عزت کرتے تھے، ان کے علاوہ مسلم بن خالد، فضیل بن عیاض (تلمیذ امام اعظم) اور دراوردی وغیرہ سے بھی حدیث حاصل کی، آپ سے امام بخاری، ذہلی، ابو زرعہ، ابو حاتم، بشر بن موسی وغیرہ نے روایت کی، امام بخاری نے آپ کے اور نعیم خزاعی کے اعتماد پر امام اعظم کے بارے میں ایسی باتیں نقل کی ہیں جو ان کے شایان شان نہ تھیں، جس پر حافظ سخاوی شافعی کو اعلان بالتوبیخ میں لکھنا پڑا کہ ابن عدی، خطیب، ابن ابی شیبہ، بخاری، نسائی، ابوالشیخ وغیرہ نے ائمہ متبوعین کے بارے میں جو طریقہ اختیار کیا ہے اس سے دوسروں کو اجتناب کرنا چاہیے، حافظ ابن حجر نے لکھا کہ حمیدی فقہ وحدیث میں امام بخاری کے شیخ تھے، طبقات سبکی وغیرہ میں ہے کہ شیخ حمیدی فقہائے عراق کے بارے میں شدید تھے، ان کے خلاف برے کلمات استعمال کرتے جو ان کے لیے موزوں نہ تھے، غضب کے وقت اپنی طبیعت پر قابو نہ رکھ سکتے تھے، کوئی شخص ان کے خلافِ مزاج بات کہتا تو جواب میں ان کو بہت سخت سست کہتے اور بے آبرو کر دیتے تھے، مجلس امام شافعی میں ابن عبدالحکم کو اور ان کے ماں باپ کو جھوٹا کہا، امام احمد نے کہا کہ بشر بن سری سے ناراض ہوئے تو انھیں جہمی ومتروک کہہ دیا، پھر انھوں نے بحلف اطمینان دلایا کہ جہمی نہیں ہیں پھر بھی نہیں مانا، حالانکہ دوسرے ائمہ نے بشر کی توثیق کی اور ان سے روایت بھی کی، بخاری نے بھی ان سے روایت کی، مسند حمیدی آپ کی بلند پایہ تالیف ہے جو مجلس علمی کراچی کی طرف سے حیدر آباد میں بہترین ٹائپ سے عمدہ کاغذ پر حضرت المحترم مولانا ابوالمآثر الحاج حبیب الرحمان اعظمی دامت برکاتہم کی گراں قدر تعلیقات کے ساتھ زیر طبع ہے۔''[3]

---

[1] سیر أعلام النبلاء (۸/ ۱۵۸) وحلیة الأولیاء (۷/ ۳۲۲)

[2] سیر أعلام النبلاء (۸/ ۱۵۱) وحلیة الأولیاء (۷/ ۳۲۲)

[3] مقدمه انوار (۱/ ۲۳٤)

مصنف انوار وفرقہ کوثریہ کے اکاذیب کا پوسٹ مارٹم:

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار نے بھی اپنے ہم مزاج کوثریہ جہمیہ مرجیہ رائے پرست کذابین کی طرح عام محدثین کے ساتھ امام حمیدی کے خلاف بہت زور آزمائی کر رکھی ہے، کیونکہ امام حمیدی نے بھی عام محدثین کی طرح امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب مجروح اصحاب پر تجریح کر رکھی ہے، بلکہ انھوں نے امام ابوحنیفہ کے رد میں ایک کتاب بھی لکھی ہے، ہم نے بھی مصنف انوار اور ان کے ہم مزاج کوثریہ کے اکاذیب کی پردہ دری کا تہیہ کر رکھا ہے جیسا کہ ناظرین کرام دیکھتے آرہے ہیں۔

بشر بن سری اور امام حمیدی سے متعلق اکاذیب کوثریہ کا تحقیقی جائزہ:

مصنف انوار نے اپنے سارے بیانات کی طرح اپنے مذکورہ بالا بیان میں بھی امام حمیدی کے خلاف زہر افشانی کر رکھی ہے، اپنی عادت اکاذیب پرستی کے مطابق اولاً مصنف انوار نے امام حمیدی کو امام ابوحنیفہ کا تلمیذ التلامذہ قرار دینے کی جھوٹی کوشش کی، مصنف انوار کی پوری پارٹی مکر وفریب وکذب بیانی میں بہت مہارت کے باوجود بھی اپنی اجتماعی طاقت صرف کر کے قیامت تک کسی معتبر روایت سے امام حمیدی کو امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کا شاگرد نہیں ثابت کر سکتی، امام بخاری نے صرف امام حمیدی ونعیم خزاعی کے اعتماد پر امام ابوحنیفہ اور ان کے مجروح ہم مذہب اصحاب پر تجریح نہیں کی ہے جیسا کہ یہ بات گذشتہ صفحات میں واضح طور پر مبرہن ہو چکی ہے۔

ثانیاً: امام ابوحنیفہ اور ان کے مجروح ہم مذہب اصحاب پر نہایت مختصر الفاظ میں تجریح بخاری شایان شان اگر بقول فرقۂ کوثریہ کذابہ بشمول مصنف انوار نہیں تو دوسری معتبر سندوں سے جن میں نہ امام حمیدی ونعیم خزاعی نہ بخاری ہیں، یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے استاذ خاص حماد نے اپنے ثقہ اصحاب کے ساتھ سرکاری اسلامی عدالت میں اپنی وفات ۱۱۹/ ۱۲۰ھ سے پہلے امام ابوحنیفہ کے خلاف یہ موثق ومعتبر دعوی دائر کیا کہ امام ابوحنیفہ جہمیہ کے خصوصی عقیدہ خلق قرآن کے معتقد ہیں، حماد کے اس دعوی کے اثبات میں بہت سارے شاہدین عادلین صادقین ثقات نے شہادت دی اور امام ابوحنیفہ کو بھری عدالت میں اپنے معتقد خلق قرآن ہونے کا اقرار کرنا پڑا، قاضیٔ عدالت نے فیصلہ کیا کہ اپنے اس کافرانہ مشرکانہ عقیدہ سے توبہ کیجیے ورنہ سزائے قتل دی جائے گی، امام ابوحنیفہ نے اس فیصلۂ عدالت پر محض عارضی طور پر بظاہر عقیدۂ خلق قرآن سے توبہ کر لی پورے شہر میں انھیں گھما کر سرکاری طور پر اعلان کیا گیا کہ فی الوقت انھوں نے اس عقیدہ سے توبہ کر لی ہے، اگر توبہ شکنی کر کے پھر اس عقیدہ کا اظہار کریں تو حکومت کو مطلع کریں، مناسب کارروائی ہوگی، امام ابوحنیفہ یکے بعد دیگرے توبہ کرتے اور اس عقیدہ کے معتقد ہونے کا اظہار کرتے رہے اور سرکاری دھمکی سے متأثر ہو کر اس سے توبہ کرتے اور عقیدہ مذکورہ کے اپنے حواس پر غلبہ کے باعث پھر اس کا اظہار کرتے، اس کی بنا پر حکومت نے انھیں درس وتدریس وفتوی دینے حتی کہ مسجد میں فرض نمازوں سے زیادہ سنن ونوافل ودرود پر پابندی لگا دی، کیا کئی معتبر اسانید بلکہ اسانید متواترہ سے ثابت اس بات کا ذکر امام بخاری نے اپنی کسی کتاب میں امام حمیدی ونعیم خزاعی کے حوالے سے کیا ہے؟ ہرگز نہیں، یہ تفصیلات دوسری اسانید معتبرہ سے ثابت ہیں، بعض کی طرف امام بخاری نے صرف اشارہ کیا ہے۔

ثالثاً: بحوالہ سخاوی جو بات مصنف انوار نے لکھی اگر تمام محدثین اس پر عمل کریں تو علم جرح وتعدیل، جو اسلام کے خصوصی علوم میں سے ہے، فیل ہو جائے، مصنف انوار اور کوثریہ ائمہ متبوعین کا کیا مطلب سمجھتے ہیں؟ کیا جہمی رافضی، خارجی، قدری، معتزلی اور اس طرح کے مذاہب کے بنیادی ائمہ ائمۂ متبوعین نہیں ہیں؟ اور کیوں مصنف انوار اور ان کے ہم مزاج کذابین اپنے جہل مرکب کی بنا پر صرف چار ائمہ کو ائمہ متبوعین کہتے ہیں، حالانکہ دوسرے تقلید پرست ان کی تعداد بارہ بتلاتے ہیں، اگر ان ائمۂ متبوعین میں سے قابل تجریح لوگوں کی تجریح نہ کی جائے تو کتب تراجم تجریحی کلمات سے کیوں بھری پڑی ہیں؟ فرقۂ کوثریہ کے لوگ بشمول مصنف انوار سخاوی وسبکی والی بات امام ابوحنیفہ کے اساتذہ خصوصاً امام حماد کو یہ بتلانے اور منانے کیوں نہیں گئے کہ دیکھیئے یہ ائمہ متبوعین میں سے ہیں، ان کے خلاف کوئی لفظ آپ نہ آپ کے اصحاب سرکاری عدالت یا سرکاری عدالت سے باہر بولیں؟ آخر امام ابراہیم نخعی ائمہ متبوعین میں سے کیوں نہیں جن کے مسلک اہل سنت کو چھوڑ کر مصنف انوار وکوثریہ کی مستدل روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ کے دیے ہوئے چالیس ہزار درہم کے بدلے امام ابوحنیفہ کے استاذ خاص حماد ان ابی سلیمان مرجی المذہب اور فرقۂ مرجیہ کے صدر ورئیس بن گئے؟ (كما مر تفصيله) بعض روایات سے پتہ لگتا ہے کہ امام ابراہیم نخعی کو حماد کی تبدیلیٔ مذہب وعقیدہ پر شک ہوا کرتا تھا، اس لیے وہ آخری عمر میں کہنے لگے تھے کہ اس ملعون کو میرے پاس پھٹکنے بھی نہ دو۔[1] کوثریہ بشمول مصنف انوار امام ابوحنیفہ کے ان استاذ الاساتذہ ابراہیم نخعی کو کیوں سمجھانے نہیں گئے کہ سبکی وسخاوی کی باتوں نیز ہماری باتوں پر عمل کرتے ہوئے آپ حماد جیسے امام متبوع استاذِ خاص ابی حنیفہ کے خلاف کوئی لفظ نہ بولیے؟

رابعًا: مصنف انوار اپنے فرقہ کوثریہ کی تقلید میں بشر بن سری کے خلاف امام حمیدی سے منقول روایت کے سبب امام حمیدی کو مطعون کرتے ہیں جبکہ بسند صحیح مروی ہے کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ قرآن مجید کی بابت جہمیہ جیسی بات کرنے کے سبب بشر بن سری پر امام حمزہ بن حارث بن عمیر عدوی بصری مکہ مکرمہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ٹوٹ پڑے اور انھیں زدوکوب کیا۔[2]

امام احمد بن حنبل کا ایک قول ان کی کتاب العلل (۱/۲۳۲) میں یہ لکھا ہے:

"تكلم بشر بشيء بمكة فوثب عليه إنسان فذل بمكة فجلس إلينا مما أصابه من الذل"[3]

''بشر نے مکہ مکرمہ میں کوئی زیادہ خراب بات کہہ دی تو ایک آدمی ان پر مارنے پیٹنے کے لیے پل پڑے اس سے ان کی مکہ مکرمہ میں تذلیل ہوئی تو وہ ہمارے پاس اپنی معذرت کرنے اور ذلت کے داغ دھونے کے لیے بیٹھ گئے۔''

امام ذہبی امام احمد سے ناقل ہیں:

"سمع من سفيان ألف حديث، وسمعنا منه فذكر حديث ﴿نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ فقال: ما أدري ما هذا؟ أليش هذا؟ فوثب عليه أهل مكة، والحميدي فأسمعوه فاعتذر

[1] الضعفاء للعقيلي ترجمة حماد (۱/ ۳۰۲) ومتعدد كتب رجال. [2] الضعفاء للعقيلي (۱/ ۱۴۳ بسند صحيح)

[3] نیز ملاحظہ ہو سير أعلام النبلاء (۹/ ۳۳۳)

بعد فلم يقبل منه، وزهد الناس فيه فلما قدمت مكة المرة الثانية كان يجيء إلينا فلا نكتب عنه وجعل يتلطف فلا نكتب عنه"❶

''امام احمد نے کہا کہ بشر نے امام سفیان بن عیینہ سے ایک ہزار احادیث پڑھیں اور ہم نے بھی اس سے سماع کیا، پھر امام ابن عیینہ نے اس حدیث کا ذکر کیا جس میں قرآنی الفاظ ﴿نَّاضِرَةٌ ۝ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ ہیں تو بشر نے کہا کہ اس کا مطلب میں نہیں جانتا، یہ آخر کیا معنی رکھتا ہے؟ بشر کی اس بات پر خفا ہو کر اہل مکہ ان پر ٹوٹ پڑے اور امام حمیدی بھی تمام لوگوں کے ساتھ انھیں مارنے میں شریک ہو گئے، ان لوگوں نے بشر کو اس حدیث وآیت کا مطلب سنایا اور ان کی بڑی تذلیل کی، بشر نے اپنی غلطی کی معذرت کی مگر پھر بھی تمام لوگ ان سے متنفر ہی رہے اور ان کی معذرت لوگوں میں مقبول نہ ہو سکی، پھر جب میں یعنی امام احمد دوبارہ بغداد سے مکہ مکرمہ آیا تو بشر ہمارے پاس آئے مگر ہم ان کی بیان کردہ احادیث نہ لکھتے، بشر ہماری خوشامد وچاپلوسی بھی کرتے، پھر بھی ہم ان پر توجہ نہ دیتے اور ان کی احادیث نہ لکھتے۔ امام دارقطنی نے کہا

"وجدوا عليه في أمر المذهب فحلف واعتذر إلى الحميدي في ذلك، وهو في الحديث صدوق، وقال الدارقطني في موضع أخر: مكي ثقة"❷

''بشر پر اہل مکہ مذہبی معاملہ میں ناراض ہو گئے تو بشر نے بحلف حمیدی سے معذرت کی، بشر صدوق وثقہ مکی راوی ہیں۔''

ان تمام نقول کا حاصل یہ ہے کہ بشر کی بابت جہمی العقیدہ کا خیال قائم ہو جانے کے سبب تمام حاضرین اہل مکہ حمزہ بن حارث بن عمیر عدوی کی سرکردگی میں بشر کو زدوکوب کرنے کے لیے کود پڑے اور انھیں مارنے پیٹنے لگے، تمام مارنے پیٹنے والوں میں امام حمیدی بھی اس لیے شریک ہو گئے کہ امام حمیدی کے استاذ حمزہ بن حارث کی سرکردگی میں تمام حاضرین اہل مکہ بشر کو مار پیٹ رہے تھے، اپنے استاذ اور تمام اہل مکہ کے اس کام میں معاونت کے لیے امام حمیدی بھی شریک ہو گئے، امام حمیدی کے شاگردِ حمزہ ہونے کی صراحت امام ابن ابی حاتم نے بھی کی ہے۔❸

اس تفصیل سے صاف واضح ہے کہ امام حمیدی بشر کو مارنے میں اپنے استاذ حمزہ اور عام تلامذۂ سفیان بن عیینہ کی متابعت میں شریک ہوئے تھے اور بشر کو عقیدۂ فاسدہ رکھنے والا سمجھ کر امام احمد بن حنبل سمیت عام تلامذہ سفیان بن عیینہ وحمزہ بن حارث اور عام لوگوں نے متروک قرار دے دیا تھا، پھر ان کی معذرت پہلی دوسری بار شدت ناراضگی کے سبب تمام ہی لوگوں نے قبول نہیں کی، اس میں صرف امام حمیدی ہی خاص نہیں مگر اکاذیب کے پرستار مصنف انوار اور ان کے ہم مزاج کوثریہ نے ائمہ کے کلام میں تحریف وتزویر سے کام لے کر یہ بات امام حمیدی ہی کے ساتھ خاص کر دی، آخر اس فرقۂ کذابہ نے اس جرم میں امام احمد وحمزہ وعام تلامذۂ سفیان بن عیینہ کو کیوں نہیں شریک کیا؟ بشر نے معذرت تنہا امام حمیدی سے نہیں کی تھی بلکہ تمام ہی حضرات سے کی تھی اور کئی بار لوگوں نے ان کی معذرت رد کر دی تھی، اس میں امام حمیدی کی کوئی تخصیص نہیں، پھر جس طرح سب لوگوں نے ان کی معذرت مقبول مان کر ان کی ثقاہت تسلیم کی اور ان کی حدیثیں لکھیں، اس طرح امام حمیدی نے بھی کیا۔ اس معاملہ میں مصنف انوار

---

❶ ميزان الاعتدال (١/ ٣١٧ و ٣١٨) وتهذيب التهذيب (١/ ٣٩٤) والكامل لابن عدي (٢/ ٤٤٩)

❷ تهذيب التهذيب (١/ ٣٩٥)　❸ الجرح والتعديل (٣/ ٢١٠ ترجمة حمزه بن حارث) وتهذيب التهذيب (٣/ ٢٤)

کو سب سے زیادہ ائمہ متبوعین میں سے امام احمد وسفیان بن عیینہ وحمزہ وغیرہ کو مطعون کرنا چاہیے کہ ان تمام حضرات نے موصوف کی معذرت قبول نہیں کی، پھر سب کے آخر میں امام حمیدی کو مطعون کرنا چاہیے کیونکہ امام حمیدی نے ان سارے حضرات کی متابعت میں یہ کام کیا تھا مگر افسوس کہ کذاب وتحریف کار وتدلیس شعار وتلبیس باز مصنف انوار اور ان کے کوثری المذہب ساتھی اکاذیب کے پرستار اور اکاذیب کے ترویج کنندہ ہیں، اور بلا وجہ امام حمیدی کا بھوت اپنے ناپاک حواس پر مسلط کیے ہوئے ہیں۔

تذکرۂ مسند حمیدی مع تعلیقات رکن تحریک کوثری حبیب الرحمٰن اعظمی:

جو مسند حمیدی فرقۂ کوثریہ جہمیہ مرجیہ کے ''حضرت المحترم مولانا ابو المآثر حبیب الرحمان صاحب اعظمی دامت برکاتہم'' رکن تحریک کوثری کی گراں قدر تعلیقات کے ساتھ بقول مصنف انوار زیر طبع تھی، وہ کئی سال پہلے طبع ہو کر بازار میں آ گئی ہے، اس کی تعلیقات وتقدمہ میں بھی کوثریہ کے یہ رکن رکین عادت کوثریہ کے مطابق اپنے کمالات دکھلاتے ہیں، اس پر بھرپور تبصرہ تعلیق نگار کے تذکرہ میں ہم پیش کرنے والے ہیں، ان شاء اللہ ہمارے تبصرہ سے کوثریہ کے ان کذاب وتحریف کار رکن رکین کے راز ہائے سربستہ کھلیں گے۔

مصنف انوار کی لغو طرازیاں در بارۂ امام حمیدی وابن عبد الحکم:

مصنف انوار نے جو یہ کہا کہ طبقات سبکی وغیرہ میں ہے:

۱۔ شیخ حمیدی فقہائے عراق کے بارے میں شدید تھے۔

۲۔ ان کے خلاف برے کلمات استعمال کرتے تھے جو ان کے لیے موزوں نہ تھے۔

۳۔ غضب کے وقت اپنی طبیعت پر قابو نہ رکھ سکتے تھے۔

۴۔ کوئی شخص ان کے خلافِ مزاج بات کرتا... إلی آخر ما قال الذي سبق ذکره.

مصنف انوار پر ہمارا تبصرہ:

وہ سب اکاذیب کوثریہ جہمیہ مرجیہ اور پرستارانِ رائے وقیاس کی تلبیسات سے ہے، مصنف انوار نے لکھا ہے:

> ''امام صاحب (امام ابو حنیفہ) نے فرمایا کہ خدا عمرو بن عبید پر لعنت کرے جس نے کلامی مسائل کے دروازے کھول دیے، فرمایا خدا جہم بن صفوان ومقاتل بن سلیمان کو ہلاک کرے ایک نے نفی میں افراط کی دوسرا تشبیہ میں حد سے بڑھ گیا..الخ۔''[1]

امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب مذکورہ لوگوں پر لعن طعن، سب وشتم، بدزبانی وبدکلامی وگالی گلوچ کو مصنف انوار نے فضائل ومناقب ابی حنیفہ میں شمار کر رکھا ہے، اسی طرح مسلک اہل سنت ونصوص واسلاف کے خلاف زور آزمائی ومحاذ آرائی بذریعہ دروغ بافی وتلبیس کاری کرنے والے فقہائے عراق کے بارے میں اگر امام حمیدی اور دوسرے ائمہ پاسبان سنت وحامیان مسلک حق شدید تھے اور ان کے خلاف اپنے کلمات استعمال کرتے تھے جو بدعوئ مصنف انوار بحوالۂ سبکی برے اور ''غیر موزوں''

[1] مقدمه انوار (۱/ ۱۲۸)

تھے، اور ان پر مسلک حق کے خلاف شیطانی حرکات وتلبیسات کے باعث غضب ناک ہو کر بقول مصنف انوار بحوالہ سبکی اپنی طبیعت پر قابو نہ رکھ سکتے تھے اور ان کے خلاف مزاج بات کہنے والے بے راہ رو منحرفین عن الحق کو بہت سخت وسست کہتے رہے تو مصنف انوار سمیت تمام کوثریہ کے اصول کے مطابق بہت زیادہ قابل مدح وستائش ولائق صد آفریں تھے، امام حمیدی اور ان جیسے حامیانِ حق کے اس طرز عمل کی ثنا خوانی کے بجائے ہجو سرائی کوثریہ ہی کے اصول ہیں، یہ محض شیطنت وتلبیس وبے راہ روی وغلط کاری وشرارت ہے، کیونکہ اللہ ورسول وصحابہ وتابعین واسلاف کرام نے بھی ملعونین وشیطان صفت نا ہنجاروں وگمراہوں پر سخت ترین غیظ وغضب ولعن طعن وسب وشتم کیا، انھیں بے آبرو کر کے ان کے کالے کرتوت دکھائے ہیں، جو چیز مکذوبہ طور پر اپنے ائمہ کی طرف منسوب کر کے کوثریہ نے اپنے ائمہ کے فضائل ومحامد قرار دے لیے ہیں وہ بات اگر فی الواقع حامیان دین حنیف ومسلک اہل سنت واہل حدیث میں پائی جاتی ہے تو وہ کوثریہ جہمیہ مرجیہ پرستاران اکاذیب وآراء وظنون واوہام کی نظر میں بری اور قابل طعن وملامت کیوں ہے؟

اصل معاملہ کیا ہے؟

مصنف انوار بشمول کوثریہ پرستاران اکاذیب نے یہ بات محض جھوٹ ومکذوب کہی کہ امام حمیدی نے مجلس امام شافعی میں ابن عبدالحکم اور ان کے والدین کو جھوٹا کہا۔ یہ پوری کہانی اس طرح منقول ہے:

"قال ابن السبكي: قال ابن خزيمة، فيما رواه الحاكم عن الحافظ حسينك التميمي عن ابن خزيمة، قال: كان ابن عبد الحكم من أصحاب الشافعي، فوقعت بينه وبين البويطي وحشة في مرض الشافعي، فحدثني أبو جعفر السكري صديق الربيع قال: لما مرض الشافعي جاء ابن عبد الحكم ينازع البويطي في مجلس الشافعي، فقال البويطي: أنا أحق به منك، وجاء الحميدي، وكان بمصر، فقال: قال الشافعي: ليس أحد أحق بمجلسي من البويطي، وليس أحد من أصحابي أعلم منه، فقال له ابن عبد الحكم: كذبت! فقال له الحميدي: كذبت أنت وأبوك وأمك، وغضب ابن عبد الحكم فترك مذهب الشافعي، فحدثني ابن عبد الحكم قال: كان الحميدي معي في الدار نحوا من سنة، وأعطاني كتاب ابن عيينة، ثم أبوا إلا أن يوقعوا بيننا ما وقع."[1]

''ابن السبکی نے کہا کہ روایت حاکم کے مطابق حافظ حسینک نے حافظ ابن خزیمہ سے روایت کی کہ ابن عبدالحکم امام شافعی کے یہاں اصحابِ مذہب میں سے تھے، امام شافعی کے مرض الموت میں ابن عبدالحکم اور بویطی کے درمیان وحشت پیدا ہوئی، چنانچہ مجھ سے ابوجعفر سکری صدیق ربیع نے کہا کہ جب امام شافعی مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو ابن عبدالحکم، بویطی سے امام شافعی کی جانشینی کے معاملہ میں نزاع کرنے آئے، اس نزاع کے موقع پر

[1] ملاحظہ ہو طبقات الشافعية لابن السبكي (٢/ ١٦ و ص: ١٧ و ٢/ ٦٨ و ٦٩) نیز ملاحظہ ہو: سير أعلام النبلاء (١٢/ ٦٠ و ٢/ ٤٩٨ و ٤٩٩) وتاريخ خطيب (١٤/ ٣٠١) ووفيات الأعيان لابن خلكان (٧/ ٦٣)

بویطی نے کہا کہ میں تمھارے بالمقابل امام شافعی کا جانشین ہونے کا زیادہ حقدار ہوں، اتنے میں اس نزاع کے موقع پر امام حمیدی آئے جو اس وقت مصر میں مقیم تھے، امام حمیدی بولے کہ امام شافعی کا فرمان ہے کہ میری جانشینی کا حق بویطی سے زیادہ کسی کو نہیں ہے کیونکہ بویطی میرے اصحاب میں سب سے بڑے عالم ہیں، امام حمیدی کے یہ کہنے پر ابن عبد الحکم نے امام حمیدی کو جھوٹا کہا تو امام حمیدی نے انھیں اور ان کے والدین کو جھوٹ بولنے والا کہا، اس پر ابن عبد الحکم نے غضب ناک ہوکر مذہب شافعی ہی کو ترک کر دیا، چنانچہ مجھ (ابو جعفر سکری صدیق ربیع) سے ابن عبد الحکم نے کہا کہ حمیدی میرے گھر تقریباً سال بھر رہے اور انھوں نے مجھے ابن عیینہ کی کتاب بھی دی، پھر یہی لوگ ہمارے درمیان مذکورہ نزاع کھڑا کر رہے ہیں۔''

اس معاملہ میں فرقہ کوثریہ کا پہلا جارحانہ اقدام:

ہم کہتے ہیں کہ اولاً امام ابن خزیمہ سے امام شافعی کے مرض الموت میں ابن عبد الحکم (محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم) اور بویطی کے درمیان جس وحشت کا ذکر ہے اس زمانے یعنی ۲۰۴ھ میں امام ابن خزیمہ پیدا ہی نہیں ہوئے تھے بلکہ اس واقعہ کے انیس (۱۹) سال بعد پیدا ہوئے، بنابریں موصوف نے اپنے اس قول کی سند مع وضاحت یہ بیان کی کہ یہ بات محمد سے ابو جعفر سکری صدیق الربیع نے بیان کی ہے کہ امام شافعی کے مرض الموت میں امام شافعی کی جانشینی کے مسئلہ پر دونوں کے درمیان نزاع وتوحش پیدا ہوا، اس روایت میں واقع لفظ ''مجلس شافعی'' کا معنی امام شافعی کی جانشینی کا مسئلہ ہے مگر جہل مرکب کے باعث یا تلبیس کاری ودجل وعیاری کے باعث عام کوثریہ کی طرح مصنف انوار نے اس لفظ کا ترجمہ ''مجلس شافعی'' کر کے لوگوں کو اپنے دام تزویر میں لانے کی ناپاک ونامراد کوشش کی ہے، جس وقت یہ نزاع وتوحش نمودار ہوا اس وقت امام شافعی مرض الموت میں گرفتار ایک کمرہ میں پڑے ہوئے تھے، اس وقت ان کے پاس صرف گنے چنے بعض تلامذہ بشمول حمیدی موجود تھے اور مسئلۂ مذکور میں نزاع امام شافعی والے کمرہ سے کچھ فاصلہ پر دوسری جگہ ہو رہا تھا، اس نزاع سے متعلق جو سند امام ابن خزیمہ نے بیان کی ہے اسی پر اس واقعہ کے معتبر وغیرہ معتبر ہونے کا دار ومدار ہے بشرطیکہ کسی دوسری سند سے یہ روایت نہ مروی ہو۔

ہم دیکھتے ہیں کہ امام ابن خزیمہ کی بیان کردہ اس سند میں ''ابو جعفر سکری صدیق الربیع'' واقع ہیں، ان کا ترجمہ کتبِ رجال میں نہیں ملتا، نہ انھوں نے یہ بیان کیا کہ میں نے قصہ مذکورہ فلاں ثقہ راوی سے سنا ہے، لہٰذا اس سند میں انقطاع بھی ہے اور اس کے مدار علیہ راوی غیر موثق یعنی مجہول ہیں، ان دونوں علل قادحہ کے سبب یہ روایت ہی ساقط الاعتبار ہے جسے کوثریہ کذابہ نے بشمول مصنف انوار حجت بنا رکھا ہے، ائمہ کے درمیان اس طرح کے نزاع سے متعلق ایسی غیر معتبر روایت کو دلیل بنانا نہایت گھناؤنا ومجرمانہ اور بیہودہ ولایعنی ذلیل وقبیح ومذموم ترین حرکت ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ پورا طائفہ کوثریہ جہمیہ مرجیہ اکاذیب کا پرستار بہت زیادہ سے بھی زیادہ مجرم ہے۔

اس معاملہ میں فرقۂ کوثریہ کا دوسرا جارحانہ اقدام:

ثانیاً: اس روایت میں صراحت ہے کہ اس نزاع کے موقع پر امام حمیدی سے پہلے ان پر محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم نے کذب بیانی کا الزام بلا وجہ وسبب لگایا تھا امام حمیدی پر ابن عبد الحکم کے الزام مذکور لگانے میں اس صریح پہل کی طرف فرقۂ کوثریہ

کذابہ سے اشارۃ بھی ذکر نہیں کیا تا کہ امام حمیدی کو زیادہ مطعون کر سکے، یعنی کہ اپنی مستدل ساقط الاعتبار روایت سے استدلال کرنے میں اس فرقہ کذابہ نے تحریف وتلبیس پر مشتمل دوسری گھناؤنی مجرمانہ حرکت مذمومہ کی۔

اس معاملہ میں فرقہ کوثریہ کا تیسرا جارحانہ اقدام:

ثالثاً: یہ معلوم ہے کہ "البادئ بالشر أظلم" شرانگیزی کی ابتدا کرنے والا دوسروں کے بالمقابل کہیں زیادہ ظالم ہے، یہ مثل تمام لوگوں میں مسلم ومقبول ہے اورنص قرآنی ﴿لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ﴾ کے ہم معنی ہے، دریں صورت اس معاملہ میں ابن عبدالحکم "أظلم" اور امام حمیدی مظلوم قرار پاتے ہیں اور مظلوم کو قرآن مجید وشریعت نے اجازت دی ہے کہ اُظلم کے خلاف سب وشتم کر سکتا ہے، اسی اصول کے تحت امام حمیدی نے ابن عبدالحکم کے خلاف ابن عبدالحکم سے زیادہ کلماتِ سوء استعمال کیے، فرقہ کوثریہ کذابہ نے اس حقیقت امر کو ظاہر نہیں ہونے دیا بلکہ امام حمیدی کو بیجا طور پر مطعون کر کے اپنی مجرمانہ ملذوبہ شیطانی عادت وفطرت کا مظاہرہ کیا۔

اس معاملہ میں فرقہ کوثریہ کا چوتھا جارحانہ اقدام:

رابعاً: فرقہ کوثریہ کذابہ حرافہ کی اس مستدل روایت سے واضح طور پر مستفاد ہوتا ہے کہ جب ابن عبدالحکم وبویطی کے درمیان یہ نزاع چل رہا تھا تو امام حمیدی جائے نزاع کے بجائے امام شافعی کے پاس تھے اور اس نزاع کی آواز امام شافعی کے کمرہ میں صاف سنائی دے رہی تھی، اسی نزاع کے حل کے لیے امام شافعی نے امام حمیدی کو جائے نزاع کی طرف یہ کہنے کے لیے بھیجا کہ امام شافعی کا حکم ہے کہ ان کا جانشیں بویطی ہوں گے، کوئی دوسرا نہیں ہوگا کیونکہ بتصریح امام شافعی تلامذۂ شافعی میں ان کی جانشینی کا منصب سنبھالنے کے اہل صرف بویطی ہی ہیں، صاف ظاہر ہے کہ امام حمیدی نے جو بات جائے نزاع میں کہی تھی وہ درحقیقت فرمان شافعی کی نقل تھی، امام حمیدی صرف قاصد وپیغامبر تھے اور امام حمیدی کے ثقہ وصدوق ہونے پر ابن عبدالحکم سمیت سبھی لوگوں کا اس واقعہ سے پہلے اجماع تھا، ایسے متفق علیہ صدوق وثقہ پیغامبر وقاصد کے پیغام کی تکذیب کی ابن عبدالحکم کے پاس کوئی بھی وجہِ جواز نہیں تھی، اس کے باوجود انھوں نے امام حمیدی کے خلاف اتنا بھاری جارحانہ اقدام کر ڈالا، ظاہر ہے کہ امام حمیدی شرعی اعتبار سے حق بجانب اور بالکل بے خطا کار تھے، تمام تر غلطی ابن عبدالحکم کی تھی، اس واضح بات کی طرف ادنی ترین اشارہ کیے بغیر فرقہ کوثریہ کذابہ حرافہ نے بشمول مصنف انوار امام حمیدی کو مطعون کر ڈالا، ظاہر ہے کہ یہ اس فرقہ کذابہ حرافہ کی چوتھی گھناؤنی جارحیت وشرارت وشیطنت ہے۔

اس معاملہ میں فرقہ کوثریہ کا پانچواں جارحانہ اقدام:

خامساً: اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ امام حمیدی کے خلاف ابن عبدالحکم کی جارحیت انتہائی اشتعال انگیز اور باعثِ غیظ وغضب تھی، اسی کے ردعمل میں امام حمیدی نے ابن عبدالحکم کو پلٹ کر مطعون کر ڈالا اور ان کے بالمقابل ایک لفظ زیادہ استعمال کیا، اس صورت میں امام حمیدی کو معذور قرار دینا ہی عدل وانصاف ہے، ایسا نہ کر کے فرقہ کوثریہ کذابہ بشمول مصنف انوار نے تمام تر گناہ امام حمیدی کے سر منڈھ دیا، ظاہر ہے کہ یہ اس سلسلے میں فرقۂ کوثریہ کی پانچویں گھناؤنی شیطانی قبیح حرکت ہے۔

اس معاملہ میں فرقہ کوثریہ کا چھٹا جارحانہ اقدام:

سادساً: اسی روایت میں پوری صراحت ہے کہ بلاوجہ امام شافعی کی پیغام رسانی کے سبب مغلوب الغضب ہوکر ابن عبدالحکم نے اگر چہ اپنی زبان سے امام حمیدی کے خلاف ناشائستہ لفظ استعمال کیا مگر ان کا ضمیر امام حمیدی کی صدق مقالی کا اندر ہی اندر معترف تھا، اسی بنا پر انھوں نے امام شافعی کے بیٹھنے کے مقام کو چھوڑ کر ایک کھمبے کے فاصلہ سے دور تیسرے والے کھمبے کے پاس جا بیٹھے تاکہ امام حمیدی کی پیغام رسائی کے مطابق فرمان شافعی کی تعمیل میں بویطی بیٹھ کر امام شافعی کے فرائض جانشینی انجام دے سکیں، البتہ ابن عبدالحکم امام شافعی کے اس فیصلہ کن فرمان سے امام شافعی ہی پر خفا ہو گئے اور اپنا حلقہ الگ قائم کر کے وہاں بیٹھنے لگے اور امام شافعی کے طریق ومسلک کو چھوڑ کر دوسرے طریق پر عمل پیرا ہوئے، یعنی رہے تو وہ مذہب اہل حدیث ہی سے منسلک مگر طریق تفقہ شافعی کو بدل دیا، یہ بھی ابن عبدالحکم کی غلط روی اور امام حمیدی کی صدق مقالی وسعادت مندی کی واضح دلیل ہے کہ غیظ وغضب سے مغلوب ہوکر امام شافعی پر بھی بلا وجہ خفا ہوکر ابن عبدالحکم سعادت مند شاگرد کی طرح فرمان شافعی پر عمل کرتے ہوئے حلقۂ بویطی میں بیٹھنے کے بجائے اپنا الگ حلقہ قائم کیا اور طریق تفقہ شافعی سے مختلف طریقِ تفقہ اختیار کیا، اس حقیقت امر کو بھی فرقہ کوثریہ کذابہ حرافہ نے چھپایا اور ظاہر نہیں ہونے دیا، یہ اس معاملہ میں اس حرافہ کی چھٹی شیطانی حرکتِ مذمومہ ہے۔

اس معاملہ میں فرقۂ کوثریہ کا ساتواں جارحانہ اقدام:

سابعاً: یہ معلوم ہے کہ امام شافعی کا قیام ابن عبدالحکم کے گھر پر ابن عبدالحکم نے رکھا تھا اور ان کی بہر طور ضیافت وتعظیم وتوقیر خود کرتے اور اپنی اولاد کو بھی ایسا ہی کرنے کا حکم دیتے، ابن عبدالحکم نے امام شافعی وامام حمیدی کے خلاف یہ اقدام کر کے اپنے بزرگ صالح امامِ وقت ثقہ وصدوق، عظیم المرتبت والد کی بھی نافرمانی کر کے غلطی کا ارتکاب کیا، البتہ اتنی شرافتِ خاندانی کو برقرار رکھا کہ وابستگانِ امام شافعی کو اپنے گھر میں نہ رہنے دیا، ان کی خدمت حسبِ سابق کرتے رہے امام شافعی کی ظاہری تعظیم وتوقیر میں فرق نہیں آنے دیا اور ان کی موت پر نہایت اعزاز کے ساتھ اپنے والدین وبرادران ورشتہ داران کے ہمراہ شریک رہے اور اپنے آبائی وموروثی مقبرہ میں امام شافعی کی تدفین کی مگر فرقہ کوثریہ کذابہ نے ان امور کا بھی اقرار واعتراف نہیں کیا، یہ اس فرقہ کذابہ کی ساتویں گھناؤنی حرکتِ قبیحہ ہے۔

اس معامہ میں فرقہ کوثریہ کا آٹھواں جارحانہ اقدام:

ثامناً: اس روایت ابن خزیمہ کے معاً بعد تاریخ خطیب ودیگر متعدد کتب تراجم میں امام ابن خزیمہ کا بیان منقول ہے کہ مجھ سے ابن عبدالحکم نے کہا کہ امام حمیدی ہمارے گھر میں سال بھر رہے، انھوں نے مجھے امام سفیان بن عیینہ کی کتاب دی، پھر بھی لوگوں نے ہمارے درمیان یہ ناخوشگوار واقعہ کرا کر ہی دم لیا، اس روایت کی سند صحیح ہے، اس کے مطابق ابن عبدالحکم اپنے اور امام حمیدی کے درمیان پیش آمدہ ناخوشگوار واقعہ کا سبب حمیدی کے بجائے اور کچھ ہی لوگوں کو بتلایا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابن عبدالحکم امام حمیدی کی اس معاملہ میں بے گناہی وعدم تلویث کے معترف تھے، نیز

امام حمیدی کی صدق مقالی کے مقر بھی تھے مگر فرقہ کوثریہ کذابہ نے بشمول مصنف انوار اس کے ذکر سے مجرمانہ انحراف کر کے اپنی آٹھویں شیطانی حرکتِ قبیحہ کا ثبوت دیا۔

اس معاملہ میں فرقۂ کوثریہ کا نواں جارحانہ اقدام:

تاسعاً: ابوجعفر سکری والی روایت بالفرض صحیح ہوتو اہل اسلام کا یہ متفق علیہ اصول ہے کہ جن ائمہ کی ثقاہت وامامت ثابت ہو ان میں معاصرت کی بنیاد پر اگر اس قسم کی ناخوشگوار بات فی الواقع ہو جائے تو دونوں فریق کے درمیان واقع ہونے والی اس ناخوشگوار بات کو نظر انداز کیا جائے اور اسے مزید ہوا دینے سے اغماض کیا جائے، اور دونوں کو ثقہ مان کر کسی کے خلاف لفاظی سے پرہیز کیا جائے مگر اس فرقۂ کوثریہ کذابہ بشمول مصنف انوار نے ایسا نہ کر کے بھی اپنی فطری بدقماشی کا ثبوت دیا ہے، یہ اس معاملہ میں اس کی نویں شیطنت ہے۔

اس معاملہ میں فرقۂ کوثریہ کا دسواں جارحانہ اقدام:

عاشراً: دوسری روایت معتبرہ میں اس ناخوشگوار واقعہ کے ذکر کے بغیر اسی نزاع کا ذکر ہے جسے امام حمیدی کی پیغام رسانی نے ختم کر دیا، ہوسکتا ہے کہ اندرونی طور پر ابن عبدالحکم کو اس صورت حال سے اذیت پہنچی ہو مگر امام حمیدی یا کسی کے خلاف کسی نامناسب گفتار وکردار کا کوئی ذکر نہیں اور یہی بہتر بھی ہے، مگر اس کا ذکر بھی فرقہ کوثریہ کذابہ بشمول مصنف انوار نے نہ کر کے ظاہر کیا کہ محدثین وفقہاء وتلامذہ واساتذہ کے درمیان اتنے بڑے پیمانے پر غلط روی پائی جاتی تھی، یہ اس فرقہ کذابہ کی دسویں شیطانی گھناؤنی حرکت ہے۔

تنبیہ بلیغ:

اس بات کا ذکر آچکا ہے کہ امام حمیدی نے امام ابوحنیفہ کے رد میں ایک مستقل کتاب لکھی، افسوس کہ اس کتاب حمیدی تک ہماری رسائی نہ ہوسکی اور ہم اس سے مستفید نہ ہو سکے مگر میسر شدہ کتب رجال وسیر وتراجم وتاریخ ومناقب میں امام ابوحنیفہ کی تجریح شدید میں اتنی کثرت سے ہم کو روایات معتبرہ ملتی ہیں کہ انھیں سے امام حمیدی کی ایک ضخیم کتاب بآسانی تیار کی جاسکتی ہے، ہم نے عمداً وقصداً ان روایات کے ذکر سے اپنی اس کتاب میں اغماض واعراض کیا ہے، صرف انھیں بعض روایات کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے جن سے متعلق بحث ونظر کرنے پر فرقہ کوثریہ کذابہ حرافہ خصوصاً رکن تحریک کوثری مصنف انوار نے ہم کو مجبور کر رکھا ہے کہ اس فرقۂ کذابہ حرافہ خصوصاً مصنف انوار کی تلبیساتِ قبیحہ کے رازہائے سربستہ آشکار کریں، ناظرین کرام کو معلوم ہے کہ ہم اپنی یہ کتاب انوار الباری کے رد میں محض بطور دفاع لکھ رہے ہیں جس میں مصنف انوار الباری نے محدثین کرام اور مسلک محدثین کرام ومذہب اہل حدیث کے خلاف نہایت جارحانہ شیطانی انداز میں اپنے اکاذیب ودخائل اور اپنے فرقۂ باطلہ کذابہ حرافہ دلاسہ، لباسہ، عیارہ وفریب کارہ، بہروپیہ، مکارہ کے اکاذیب ودخائل ودسائس بھر دیے ہیں، ظاہر ہے کہ دفاعی کتاب میں صرف دفاع ہی پر اکتفا کیا جاسکتا ہے، تمام حقائق کے ایضاح کے لیے مزید اقدامات نہیں کیے جاسکتے۔

اس فرقۂ کذابہ بشمول مصنف انوار نے امام حمیدی کی روایت کردہ اس ثابت شدہ بات پر بھی اپنے اکاذیب وتلبیسات کا

استعمال بہت زیادہ کیا ہے، اور اس پر ہماری طرف سے بحث وتحقیق گزر چکی ہے کہ امام ابوحنیفہ حج کے لیے مکہ مکرمہ آئے، اس موقع پر صرف ایک معمولی مسئلہ حج میں موصوف امام ابوحنیفہ نے متعدد واضح وظاہر غلطیاں ایسی کیں جس کی توقع عام حجاج سے بھی نہیں کی جاسکتی، بنابریں حج کے موقع پر ان کا سر مونڈنے والے حجام نے اس معمولی مسئلہ کے متعلق امام ابوحنیفہ سے سرزد ہونے والی واضح ترین غلطیوں کو دیکھ کر بار بار امام ابوحنیفہ کو ٹوکا، ان پر اعتراضات کیے اور غلطیوں کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی، حجام کے اس طرز عمل سے امام ابوحنیفہ پر اتنا اثر ہوا کہ وہ سمجھے کہ یہ حجام کوئی بہت ہی بڑا صاحب علم وفضل ہے، تب ہی ان مسائل کو جانتا اور ان میں صادر ہونے والی میری غلطیوں کی اصلاح کی طرف بار بار توجہ دلاتا ہے، اس لیے عام اضطرار میں موصوف حجام سے پوچھ بیٹھے کہ اتنے سارے علوم جن سے میں آشنا نہیں آپ نے کیسے اور کس سے حاصل کیے؟ حجام نے کہا کہ میں اپنے وطن مکہ مکرمہ کے امام وقت حضرت عطاء بن ابی رباح کے یہاں آمد ورفت رکھتا ہوں اور اس قسم کی علمی معلومات مجھے امام موصوف کے فیض ورابطہ ومصاحبہ سے حاصل ہوتی رہتی ہیں۔

امام حمیدی نے بہت اختصار کے ساتھ بلکہ بطور اشارہ اس واقعہ کو ذکر کرکے یہ تبصرہ کیا ہے کہ جن امام ابوحنیفہ کو اس طرح کے موٹے موٹے مسائل معلوم نہ ہوں ان کا نصوص کے خلاف اپنے قیاسی مسائل بیان کرکے عوام الناس کا دینی ومذہبی قائد وپیشوا بن جانا عجائب میں سے ہے، اس روایت کا ذکر عام ترجمہ نگاروں کی طرح علامہ شبلی نے بھی کیا ہے اور ان روایات اور انھیں نقل کرنے والے رواۃ کو اپنی نہایت جارحیت وردوقدح ونقد ونظر کا نشانہ بہت ہی زیادہ قبیح انداز بیان کے ذریعہ بنایا ہے، ہم ان روایات امام حمیدی پر تحقیقی بحث ونظر گذشتہ صفحات میں کر آئے ہیں اور کوثریہ خصوصا مصنف انوار کے دجل وفریب کے رموز واسرار سربستہ واضح کر چکے ہیں، اور حسب ضرورت دفاعی طور پر ہم اکاذیب کوثریہ کا جائزہ لینے کے لیے ہی یہ کتاب لکھ بھی رہے ہیں۔ واللّٰه المستعان علی ما یصنعون، وهو الموفق للصواب.

ترجمہ حمیدی کے بعد ہم مصنف انوار کے ذکر کردہ دو تراجم پر اختصار کے پیش نظر تبصرہ سے اعراض کر رہے ہیں اور معنوی طور پر ان پر تبصرہ بھی آچکا ہے۔ یعنی (۱۲۴) عیسی بن ابان (۱۲۵) یحییٰ بن صالح وحاظی۔

۱۲۶۔ حافظ سلیمان بن حرب بغدادی (متوفی ۲۲۴ھ)

مصنف انوار نے کہا ہے:

''حافظ سلیمان مشہور حافظ حدیث ہیں، ابو حاتم نے بیان کیا کہ میں آپ کی مجلسِ درس میں شریک ہوا، حاضرین کا اندازہ چالیس ہزار (۴۰،۰۰۰) تھا، اونچی جگہ بنائی گئی جس پر آپ نے درس دیا، مامون اور تمام امرائے دربار حاضر تھے، خود مامون بھی آپ کے املی درس کو لکھتے تھے۔''[1]

امام ابوحنیفہ نے بقول سلیمان بن حرب نماز وتر کو فرض کہا اور امام سلیمان نے دوسرے ائمہ کی طرح ان پر سخت تجریح کی:

ہم کہتے ہیں کہ حافظ سلیمان بن حرب ۱۴۰ھ میں پیدا ہوئے، وفات ابی حنیفہ کے وقت ان کی عمر دس سال تھی، انھوں نے

[1] مقدمه انوار (۱/ ۲۳۲ بحوالۂ تذکرة الحفاظ)

حماد بن زید کا یہ بیان نقل کیا ہے:

"شهدت أبا حنيفة، وسئل عن الوتر، فقال: فريضة، قلت: كم الصلوة؟ قال: خمس، قلت: فالوتر؟ قال: فريضة."[1]

''میں نے ابوحنیفہ کا مشاہدہ کیا کہ ان سے وتر کی بابت پوچھا گیا تو انھوں یعنی ابوحنیفہ نے کہا وتر والی نماز فرض ہے، حماد بن زید نے ان سے کہا کہ دن رات میں کل کتنی نمازیں فرض ہیں؟ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ پانچ نمازیں دن رات میں فرض ہیں، امام حماد بن زید نے کہا کہ جب ایک طرف آپ نماز وتر کو فرض کہتے ہیں اور دوسری طرف دن ورات میں صرف پانچ نمازیں فرض کہتے ہیں تو فرض نمازوں کی تعداد چھ ہوئی، پھر تو آپ کا قول بذات خود تعارض وتضاد واضطراب کا شکار ہے یا بعض روایت کے مطابق یہ کہا کہ آپ کو پانچ چھ تک کی گنتی بھی نہیں آتی۔''

جواہر المضیہ ترجمہ حماد بن نعیم خزاعی میں کہا گیا کہ انھوں نے نقل کیا کہ ابوحنیفہ وتر کو فرض کہتے تھے، اس روایت کی سند بہت زیادہ معتبر وصحیح ہے اور تمام اہل اسلام ہمیشہ سے یہی جانتے اور مانتے اور کہتے اور تسلیم کرتے ہیں کہ دن ورات میں صرف پانچ نمازیں فرض ہیں، یہی بات تمام اہل اسلام کی موافقت میں خود امام ابوحنیفہ بھی کہتے ہیں مگر اس کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان پانچ نمازوں سے ایک زیادہ نماز بھی روزانہ فرض ہے، جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آپ کی اس بات کا مطلب یہ ہوا کہ روزانہ چھ نمازیں فرض ہیں تو موصوف فرماتے ہیں کہ نہیں فرض نمازیں تو پانچ ہی ہوئیں، ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے احکام شریعت میں نصوص شریعت واجماع امت کے خلاف اپنی طرف سے محض رائے وقیاس کے ذریعہ فریضہ کا اضافہ کر لیا، پھر بھی انھیں نصوص واجماع کے خلاف قیاس ورائے پرستی میں امام ابوحنیفہ کی مہارت کا یہ حال تھا کہ پانچ کو چھ اور چھ کو پانچ بتلاتے تھے۔

اسی طریق ابوحنیفہ پر اگر کوئی اشارۃً بھی تضاد کا الزام خفیف ترین لفظ میں لگائے تو وہ فرقۂ حنفیہ خصوصا فرقہ کوثریہ کذابہ حرافہ کی نظر میں بہت بڑا مجرم اور گستاخ وبے ادب ودشنام طراز ہے، اس سے بھی زیادہ لطف کی بات یہ ہے کہ اپنی فرض قرار دی ہوئی چھٹی نماز وتر کو امام ابوحنیفہ اپنے دوسرے قول میں اپنی اصطلاح کے مطابق واجب کہتے ہیں، جس کا درجہ ان کی اصطلاح میں فرض سے کمتر اور سنت مؤکدہ سے بالاتر ہے، پھر بھی یہی امام ابوحنیفہ اپنے تیسرے قول میں اپنی فرض یا واجب قرار دی ہوئی نماز کو سنت مؤکدہ بھی کہتے ہیں، اور اس قسم کے بہت سارے متعارض ومضطرب فقہی موقف کے باوجود کوئی شخص ہلکے سے ہلکے لفظ میں اضطراب وتعارض کا نام لے لے تو وہ فرقۂ حنفیہ خصوصاً فرقۂ کوثریہ کذابہ حرافہ کی نظر میں بہت بڑا مجرم وگستاخ وبے ادب اور امت کے فقیہ اعظم کی شان میں بے ادبی ودریدہ دہی کرنے والا ہے!!

حافظ سلیمان بن حرب نے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو راہِ الٰہی سے بہت زیادہ روکنے والا بتایا:

حافظ سلیمان بن حرب نے کہا:

"حدثنا حماد بن زيد قال: قال ابن عون: فئة أن فيكم صدادين يصدون عن سبيل الله، قال سليمان بن حرب: أبو حنيفة وأصحابه ممن يصدون عن سبيل الله."[2]

[1] المعرفة والتاريخ للفسوي (٢/ ٧٩٣) وعام كتب تراجم ورجال ومتعدد كتب حديث.

[2] المعرفة التاريخ للفسوي (٢/ ٧٨٦) وخطيب (١٣/ ٣٩٩) ومتعدد كتب وكتب رجال وسير.

''سلیمان بن حرب نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا کہ امام ابن عون نے کہا کہ تم لوگوں کے درمیان کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ کی راہ یعنی دین اسلام سے لوگوں کو بکثرت روکنے والے ہیں، حافظ سلیمان نے کہا کہ ہمارے یہاں عراق کی سرزمین میں رہنے والے ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب اصحاب لوگوں کو راہ حق وصواب، راہ الٰہی وطریق خداوندی سے لوگوں کو بہت زیادہ روکنے والے ہیں۔''

اور یہ بہت واضح بات ہے کہ فی الواقع امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب اصحاب لوگوں کو راہ حق وراہ صواب یعنی راہِ خداوندی وطریق خداوندی سے بہت زیادہ روکنے والے تھے، خود امام ابوحنیفہ کے شاگرد خاص ابو یوسف سے بسند صحیح مروی ہے:

"قال الفسوي: حدثنا عبيد الله بن معاذ حدثني محمد بن معاذ قال: سمعت سعيد بن مسلم قال: قلت لأبي يوسف: أكان أبو حنيفة جهميا؟ قال: نعم، قلت: أكان مرجئا؟ قال: نعم، قلت: ولقد قلت له أرأيت امرأة تزوجت سنديا فولدت له أولادا مفلفلي الرؤوس، ثم تزوجت بعده تركيا فولدت له أولادا صغار الأعين عراض الوجوه، قال: هم للزوج الأول، قال: فقلت له: فعلام كنتم تجالسونه؟ قال: على مدارسة العلم."[1]

''سعید بن مسلم نے کہا کہ میں نے ابو یوسف سے پوچھا کہ ابوحنیفہ جہمی تھے؟ ابو یوسف نے کہا ہاں، میں نے کہا کیا وہ مرجی بھی تھے؟ کہا ہاں، میں نے (سعید بن مسلم) نے کہا ایک خاتون نے ایک سندھی آدمی سے شادی کی تو اسے سندھی شوہر سے پلپلے سر والے متعدد بچے پیدا ہوئے، پھر سندھی شوہر کے بعد اس نے ایک ترکی آدمی سے شادی کی جس سے اسے چھوٹی آنکھوں اور چوڑے چہرے والے متعدد بچے پیدا ہوئے تو اس کے جواب میں ابوحنیفہ نے کہا کہ وہ سارے بچے شوہر اول یعنی سندھی سے پیدا ہونے والے مانے جائیں گے، میں نے (یعنی سعید بن مسلم) نے ابو یوسف سے کہا کہ ابوحنیفہ جب اتنے نہایت غلط فتاوی دینے والے تھے تو آپ لوگ کیوں ان کی درسگاہ میں بیٹھ کر پڑھتے تھے؟ ابو یوسف نے کہا کہ صرف حصولِ علم کی خاطر ہم ان کی درسگاہ میں پڑھنے بیٹھتے تھے۔''

اس روایت کی سند بہت صحیح ومعتبر ہے امام فسوی صرف ثقہ رواۃ سے نقل روایت کرتے ہیں۔[2] عبید اللہ بن معاذ نے اسے محمد بن معاذ بن عباد بن معاذ عنبری سے نقل کیا جو ثقہ تھے۔[3] محمد بن معاذ عنبری نے اسے سعید بن مسلم باہلی سے نقل کیا جن کا ثقہ ہونا ہم بیان کر آئے ہیں، ان کے اس بیان کی معنوی متابع وشواہد کثیرہ ہیں۔ سعید باہلی نے اسے ابو یوسف سے نقل کیا ہے جو مصنف انوار وفرقۂ حنفیہ کے نزدیک بالاتفاق ثقہ ہیں اور دوسرے اہل علم کے نزدیک مختلف فیہ ہیں مگر ان کے معنوی متابع وشواہد بکثرت ہیں، اس معنی ومفہوم کی متعدد روایات معتبرہ کا ذکر ہم متفرق مقامات پر مفصل ومحقق طور پر شرح وبسط کے ساتھ کر آئے ہیں، حافظ ابن حبان نے بسند صحیح نقل کیا کہ امام ابوحنیفہ داعی قسم کے جہمی مرجی تھے، ظاہر ہے کہ ان کے ہم مذہب اصحاب بھی اسی

---

[1] والمعرفة والتاريخ للفسوي (٢/ ٧٨٢)

[2] مقدمه تاريخ فسوي عام كتب تراجم ترجمۂ فسوى. نیز ملاحظہ ہو توثیق عبداللہ بن معاذ کے لیے تهذيب التهذيب وتقريب التهذيب وتهذيب الكمال وتذهيب الكاشف وغيرها.

[3] تهذيب التهذيب وتهذيب الكمال وعام كتب تراجم ترجمۂ محمد بن معاذ.

طور وطریق کے پابند تھے، اور یہ صورت بہت واضح طور پر دلیل ہے کہ یہ لوگ بندگانِ خدا کو راہِ حق سے بہت زیادہ روکنے والے اور غلط فتاوی دیکر لوگوں کو غلط راہ پر ڈالنے والے تھے۔

امام ابوحنیفہ نے بقول سلیمان بن حرب امام سعید بن جبیر پر الزام لگایا:

مصنف انوار کے ثقہ حافظ محدث قرار دیے ہوئے یہی امام سلیمان بن حرب ناقل ہیں کہ امام حماد بن زید نے کہا کہ میں مسجد حرام خانۂ کعبہ میں امام ابوحنیفہ کے پاس آ کر بیٹھ گیا تو موصوف امام ابوحنیفہ نے حضرت سعید بن جبیر جیسے امام اہل سنت واہلحدیث کو مرجی المذہب بتلایا، میں نے موصوف ابوحنیفہ سے کہا کہ آپ کو یہ بات کس نے بتلائی کہ امام سعید بن جبیر مرجی المذہب تھے؟ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ سالم بن عجلان افطس نے مجھے یہ بات بتلائی ہے، میں نے کہا سالم افطس تو بذات خود غالی و داعی مرجی المذہب تھے، ان کی بات غیر مقبول ہے، مجھے تو امام ایوب سختیانی نے بتلایا کہ مجھے سعید بن جبیر نے قدری المذہب طلق بن حبیب کے پاس بیٹھا دیکھا تو تاکید کے ساتھ طلق کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے منع کیا، ان حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ اے ابوحنیفہ! ذرا یہ بتلایئے کہ طلق کا کیا مذہب تھا؟ امام ابوحنیفہ اس سوال کے جواب سے ساکت رہے، یکے بعد دیگرے یہی سوال تین بار ابوحنیفہ سے کیا گیا تو آخر میں زچ ہو کر ابوحنیفہ نے کہا کہ طلق مسلک عدل کے پیرو تھے، پھر امام ابوحنیفہ مجھ پر یعنی حماد بن زید پر متوجہ ہو کر بولے کہ اللہ امام ایوب سختیانی پر رحم فرمائے، وہ میری موجودگی میں مدینہ منورہ آئے تو میں ان کے پاس قبر نبوی و منبر نبوی کے درمیان اس غرض سے بیٹھ گیا کہ ان کی کوئی غلطی پکڑ سکوں، پھر وہ وہاں سے اٹھ کر ایسی جگہ آ کھڑے ہوئے جسے سوچ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

یہ روایت بھی بہت ٹھوس اور صحیح الاسناد ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے امام سعید بن جبیر جیسے جلیل القدر سنی المذہب اہلحدیث واہل سنت تابعی امام پر بدعت پرست مرجئ المذہب ہونے کا غلط الزام لگایا، یہ معلوم ہے کہ تمام اسلاف کرام کو اصلاً سنی المذہب اہل سنت واہل حدیث ماننا لازم ہے الا یہ کہ اس کے خلاف کوئی ٹھوس مستحکم دلیل قائم ہو، اور امام سعید بن جبیر کے سنی المسلک ہونے پر ٹھوس دلائل قائم ہیں اس لیے اس بے بنیاد ولغو دعوئ ابی حنیفہ پر ان سے دلیل طلب کی گئی تو موصوف ابوحنیفہ نے بطور دلیل کہا کہ سالم بن عجلان افطس نے بتلایا کہ امام سعید مرجی تھے، امام ابوحنیفہ کے اس لغو دعوی پر پیش کردہ لغو ولایعنی و ناقابل قبول دلیل پر یہ تجریح قادح پیش کی گئی کہ سالم افطس بذات خود داعی قسم کے مرجی المذہب تھے، اور داعی قسم کے بدعتی مذہب والے راوی کی جس بات سے تقویتِ بدعت ہو وہ بالاجماع باطل ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ بنیادی قسم کے اصول حدیث وقواعد جرح وتعدیل سے ناواقف تھے اور اتنا بھی نہیں جانتے تھے کہ کسی موقف پر کس طرح کی شرعی دلیل پیش کرنی چاہیے جس سے معترض لاجواب ہو جائے؟ اس روایت سے امام ابوحنیفہ کا غلط گو ہونا بھی لازم آتا ہے، اور وہ بھی مسجد حرام میں! یہ معلوم ہے کہ غلط گوئی یا کسی بھی غلط روی کی قباحت وشناعت مسجد حرام میں کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہے، امام حماد بن زید نے دعوئ ابی حنیفہ کے مزید ابطال کے لیے کہا کہ آپ کے استاذ امام ایوب سختیانی نے مجھے طلق بن حبیب جیسے داعی قسم کے بدعت پرست قدری المذہب کے پاس بیٹھا دیکھا تو مجھے اس سے منع کیا، یعنی کہ داعی قسم کے بدعت پرستوں کے ساتھ مجالست ممنوع ہے، پھر آپ کا سالم افطس جیسے داعی بدعات کی بات کو

بطور دلیل پیش کرنا باطل سے بھی باطل تر ہے۔ اے ابوحنیفہ! یہ بتلاؤ کہ طلق کس مذہب پر کاربند تھے؟ امام ابوحنیفہ ساکت و لاجواب رہے، بار بار کی باز پرس پر بولے کہ وہ مذہب عدل (معتزلی مذہب) کے پیرو تھے، معتزلہ بزعم خویش اپنے کو عدل پرست مراد توحید پرست کہتے ہیں، جیسا کہ تمام اہل بدعت کی عادت ہے، معتزلی وقدری بدعتی مذہب میں کئی بنیادی امور میں اختلاف ہے، طلق کو قدری المذہب بتلانے کے بجائے معتزلی المذہب بتلانے میں اور اس کے لیے لفظ ''العدل'' استعمال کرنے میں بھی امام ابوحنیفہ سے غلط بیانی سرزد ہوئی، بہر حال وہ اپنے دعوی ودلیل کا ابطال امام حماد بن زید کے ہاتھوں دیکھ کر لاجواب ہو گئے، کچھ بولنے کی ہمت اپنے اندر نہ پا سکے، پھر امام حماد بن زید نے امام ابوحنیفہ کی ایک اور بھاری غلط روی کا ذکر کیا کہ انھوں نے بتصریح خویش مسجد نبوی میں کہا کہ میں مسجد نبوی میں امام ایوب سختیانی کی غلطی پکڑنے کی غرض سے امام سختیانی کے پاس بیٹھا، ظاہر ہے کہ امام ایوب سختیانی جلیل القدر تابعی اور امام ابوحنیفہ کے استاد تھے، ایک جلیل القدر تابعی جو اپنا استاد بھی ہو اس کی غلطی کی ٹوہ وتلاش میں لگنا قرآنی فرمان ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ بِهِ عِلْمٌ﴾ اور اس معنی کی دوسری آیات واحادیث کی خلاف ورزی اور مجرمانہ حرکت ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ابوحنیفہ اتنے بھاری جرم کے مرتکب بتصریح خویش ہوئے اور وہ بھی مسجد نبوی میں!

ان باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ اپنے اساتذہ کی طرف غلط باتوں کے انتساب اور ان کے ساتھ بے ادبی وگستاخی کے عادی تھے جس کے باعث وہ معاصرین کے توبیخی کلمات بھی سننے پر مجبور ہوتے اور ان کلمات کا ان کے پاس کوئی معقول یا نامعقول جواب نہ ہوتا، بس ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدیم کے مصداق بنے ہوئے بے بس پڑے رہتے، اس کے باوجود ان کی تقلید کا دعویدار فرقہ کوثریہ کذابیہ خرافہ الٹ کر اہل حدیث ہی پر بے ادبی گستاخی، غلط روی، غلط دعاوی، غلط استدلال کا مکذوب الزام مکذوب لگاتا پھرتا ہے!!

امام ابوحنیفہ بقول سلیمان بن حرب متفق علیہ طور پر مجروح ہیں:

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہی حافظ سلیمان بن حرب فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے معاصر کوفی وغیر کوفی تمام ائمہ اسلام امام ابوحنیفہ کی مذمت وتجریح پر متفق ہیں، پھر حافظ سلیمان نے امام ابوحنیفہ پر مزید رد وقدح بھی کی، یہ روایت بھی بسند صحیح تاریخ فسوی (۲/۷۹۴) نیز دوسری کتبِ تراجم میں منقول ہے، مصنف انوار اور ان کے حامی اپنے ممدوح حافظ سلیمان بن حرب کے کلمات جرح برابی حنیفہ پر خوب غیر جانب دار ہو کر غور کریں، اس طرح کی باتوں کا ذکر پہلے بھی شرح وبسط کے ساتھ آچکا ہے اور اس سے بھی کہیں زیادہ حافظ سلیمان نے امام ابوحنیفہ کے خلاف اقوالِ سلف نقل کیے ہیں مگر اختصار کے پیش نظر ہم صرف انھیں باتوں پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۲۷۔ امام ابوعبید قاسم بن سلام (متوفی ۲۲۴ھ یا ۲۲۵ھ)

مصنف انوار نے امام ابوعبید کی بابت لکھا:

''ابن عیینہ، حفص بن غیاث، یحییٰ قطان، ابن المبارک، وکیع، یزید بن ہارون (تلامذۂ امام اعظم) وغیرہ سے روایت کی، مشہور محدث، فقیہ، نحوی تھے، طرسوس کے قاضی رہے، ابن راھویہ نے کہا خدا کو حق بات پیاری ہے ابو عبید مجھ سے زیادہ اُفقہ واُعلم ہیں، ہم ان کے محتاج ہیں وہ ہمارے محتاج نہیں، غریب الحدیث کی تفسیر میں بہت

مشہور ہوئے کیونکہ بڑے ادیب تھے، ایک کتاب غریب الحدیث چالیس سال میں تالیف کی۔"[1]

ہم کہتے ہیں جن اساتذۂ ابی عبید کو مصنف انوار نے تلامذۂ ابی حنیفہ کہا ہے ان سب نے سخت تجریحِ ابی حنیفہ کر رکھی ہے، خود ابوعبید وابن راہویہ نے بھی تجریحِ ابی حنیفہ کی ہے، تقریباً سب کے تجریحی کلمات کا ذکر آ چکا ہے، اختصار کے پیش نظر ہم مزید کچھ لکھنے سے احتراز کر رہے ہیں، صفحات الٹ کر دیکھ لیں۔

۱۲۸۔ حافظ ابوالحسن علی بن الجعد بن عبید جوھری بغدادی (مولود ۱۳۳ھ ومتوفی ۲۳۰ھ)

مصنف انوار نے عنوان بالا کے تحت لکھا:

"حافظ جوہری موصوف بخاری وابو داود کے رواۃ سے مشہور محدث وفقیہ ہیں، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں محدث عبدوس وموسی بن داود کا قول نقل کیا کہ ان سے بڑھ کر حافظ حدیث ہم نے نہیں دیکھا، عبدوس سے کہا گیا کہ ان کو جہمی کہا گیا ہے تو فرمایا کہ لوگوں نے جھوٹا الزام لگایا ہے، ابن معین نے توثیق کی، اور کہا شعبہ کی حدیثوں میں سارے بغدادیوں سے زیادہ معتمد ہیں، آپ ربانی العلم ہیں، ابوزرعہ نے صدوق فی الحدیث کہا، دارقطنی نے ثقہ مأمون، ابن قانع نے ثقۃ ثبت کہا، امام ابو یوسف کے خاص اصحاب میں سے ہیں، امام اعظم ابوحنیفہ کو بھی دیکھا ہے اور آپ کے جنازہ پر بھی حاضر ہوئے، جریر بن عثمان، شعبہ، ثوری، امام مالک وغیرہ سے روایت کی، آپ سے امام بخاری، ابوداود، ابن معین، ابوبکر بن ابی شیبہ، ابوزرعہ، ابن ابی الدنیا وغیرہ نے روایت کی۔"[2]

ہم کہتے ہیں کہ علی بن جعد کا جہمی المذہب، بدعقیدہ اور بعض صحابہ کی شان میں ناموزوں بات کرنا محقق ہے، مصنف انوار کا یہ دعوی بذات خود مکذوب ہے کہ انھیں جہمی کہنے والوں کو عبدوس نے جھوٹا کہا ہے، عام احناف جہمی مرجی بدعقیدہ کو حنفی المذہب اور ائمہ احناف سے وابستہ قرار دے لینے کے عادی ہیں، ان کا امام ابوحنیفہ کو دیکھنا، ان کے جنازہ میں شریک ہونا، قاضی ابو یوسف کے اصحاب میں سے ہونے کا دعویٰ مصنف انوار کذب خالص ہے، البتہ بدعقیدہ جہمی وبعض صحابہ کی شان میں ناموزوں بات کہنے کے باوجود روایت حدیث میں ان کا ثقہ وصدوق ہونا محقق ہے۔ امام احمد نے نہ جاننے کی حالت میں ان سے بعض روایات نقل کر لی تھیں، پھر علم ہونے پر ان کی روایات کو قلم زد کر دیا اور لوگوں کو ان سے روایت کرنے سے منع کر دیا، امام بخاری نے صحیح میں صرف ان کی بعض روایات لی ہیں جن کے شواہد ومتابع موجود ہیں، تمام کتبِ رجال کا یہی حاصل ہے۔

۱۲۹۔ شیخ فرخ مولی ابی یوسف (مولود ۱۳۶ھ ومتوفی ۲۳۰ھ)

مصنف انوار نے عنوان بالا کے تحت کہا:

"شیخ فرخ محدث ثقہ فاضل اجل تھے، امام احمد، ابن معین، امام بخاری ومسلم، ابوداود، ابوزرعہ وغیرہ نے آپ سے روایت کی اور توثیق کی، صغر سنی میں امام اعظم کو دیکھا اور جنازہ میں شریک ہوئے، فقہ میں امام ابو یوسف سے درجۂ تخصص حاصل کیا، آپ سے احمد بن ابی عمران (استاذ طحاوی) نے تفقہ کیا۔"[3]

---

[1] مقدمه انوار (۱/ ۲۳۲ بحواله تهذيب)

[2] مقدمه انوار (۱/ ۲۳۲، بحواله حدائق وربانی)

[3] مقدمه انوار (۱/ ۱۳۲ بحواله حدائق)

ہم کہتے ہیں کہ جس حدائق کے حوالہ سے مصنف انوار نے یہ باتیں لکھیں وہ بھی کتب کوثر یہ کذابہ کی طرح مجموعۂ اکاذیب ہے، ان کا صغرسنی میں امام ابوحنیفہ کو دیکھنا، جنازۂ ابی حنیفہ میں شریک ہونا اور ابو یوسف سے فقہ میں متخصص ہونا اکاذیبِ مصنف انوار اور ان کے ہم مزاج لوگوں سے ہے، نیز انھیں ائمہ مذکورین کا استاذ اور ثقہ کہنا بھی خالص جھوٹ ہے، صرف طحاوی سے ان کی توثیق منقول ہے، ''لفظ فرخ'' میں ''ج'' نہیں خ ہے، جواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ مطبوع بتحقیق دکتور عبد الفتاح میں ہر ترجمہ والے کا ترجمہ جن کتب تراجم میں پایا جاتا ہے ان کا ذکر کیا گیا ہے مگر ترجمہ فرخ کے لیے صرف طبقات سنیہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔[1] یہ طبقات سنیہ بھی مجموعۂ اکاذیب ہے، جواہر المضیہ میں ابو یوسف سے ان کے تخصص فقہ کرنے پر کوئی دلیل مذکور نہیں، صرف ایک روایت جواہر المضیہ میں اس طرح منقول ہے:

''قال الطحاوي: حدثنا ابن أبي عمران حدثني فرخ مولى أبي يوسف قال: رأيت مولاي أبا يوسف إذا دخل في القنوت للوتر رفع يديه في الدعاء''

''فرخ نے کہا کہ ابو یوسف جب وتر کی دعائے قنوت پڑھتے تو جس طرح دعا مانگتے وقت ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں اسی طرح ہاتھ اٹھاتے۔''

مصنف انوار اور جملہ فرقۂ دیوبندیہ کوثریہ جہمیہ مرجیہ حنفیہ کا عمل اپنے امام کے اس عمل کے خلاف ہے، اسی سند سے مروی ہے کہ ابو یوسف سے ملنے اگر کوئی شخص آتا اور اس سے ابو یوسف ملنا نہ چاہتے تو اپنا سر جھکا کر یا بستر پر رکھ کر فرخ سے کہلوا دیتے کہ کہہ دو! ''قد وضع رأسه ليظن أنه نام'' کہ ابو یوسف وضع سر کیے ہوئے ہیں تاکہ مخاطب انھیں سوتا ہوا سمجھ کر واپس چلا جائے۔[2] ''وضع رأس'' اصطلاح میں سونے کے معنی میں آتا ہے مگر ابو یوسف اپنی معروف عادت حیلہ سازی ودروغ گوئی وکذب بیانی کے مطابق اپنے خادم کو بھی دروغ گوئی کی تعلیم دیتے اور خادم مذکور فرخ تعلیم ابی یوسف پر عمل کرتے ہوئے یہ حیلہ بازی مع دروغ گوئی کرتے، اس کے باوجود ان دونوں آقا ومولی کذابین وحیلہ گروں کو ثقہ کہنا کافی عیاری کے علاوہ کیا ہے؟ تمام احناف عموما اور فرقۂ کوثریہ خصوصا اپنے اماموں سے سیکھ کر ہی یہ ساری حیلہ سازیاں، مکر بازیاں، فریب کاریاں، عیاریاں وکذب بیانیاں کر کے اپنے کام بناتے ہیں۔ اس قوم پر افسوس ہے جو کذابین وعیارین ومکارین وحیلہ بازوں کو اپنا امام بنا کر جھوٹ ومکر وفریب کو اپنا سرمایۂ افتخار بنائے۔

۱۳۰۔ سید الحفاظ امام یحییٰ بن معین ابو زکریا بغدادی تلمیذ الامام ابو یوسف ومحمد (متوفی ۲۳۳ھ)

مصنف انوار نے عنوان بالا کے تحت کہا:

''تذکرۃ الحفاظ میں آپ کو ''الإمام الفرد سيد الحفاظ'' لکھا ہے، آپ نے جامع صغیر امام محمد سے پڑھی اور فقہ حاصل کی، حدیث میں امام ابو یوسف سے شرف تلمذ کیا، عیون التواریخ میں ہے کہ امام احمد، ابن مدینی (شیخ اکبر امام بخاری) ابن ابی شیبہ، اسحاق آپ کے کمال علم وفضل کی وجہ سے تعظیم وتکریم کرتے، آپ کو ورثہ میں دس لاکھ روپے ملے جو آپ نے تحصیل علم حدیث پر صرف کر دیے، اپنے ہاتھ سے چھ لاکھ احادیث لکھیں، بقول امام احمد

[1] جواهر المضية (٢/ ٦٩)　[2] جواهر المضية (٢/ ٦٩١)

جس حدیث کو یحییٰ بن معین نہ جانیں وہ حدیث نہیں۔ علامہ کوثری نے لکھا کہ میں نے آپ کی تصنیف کردہ تاریخ بروایت دوری کتب خانۂ ظاہریہ دمشق میں دیکھی ہے، جرح وتعدیل کے سلسلے میں آپ سے اختلاف روایات بھی پایا جاتا ہے، حافظ ذہبی نے ثقات پر کلام کے بارے میں ''ابن معین کو متصلب حنفی بلکہ متعصب بھی لکھا ہے، اس کے باوجود بھی بعض رواۃ نے آپ کی طرف اصحاب امام اعظم کی بابت سخت ناموزوں کلمات منسوب کر دیے جو یقیناً آپ نے نہیں کہے ہوں گے۔''[1]

حنفی مرجی جہمی کوثری دیوبندی اساتذہ سے پڑھنے سے غیر سلفی ہونا لازم نہیں آتا:

ہم کہتے ہیں کہ تذکرۃ الحفاظ میں بجا طور پر امام ابن معین کو ''الإمام الفرد سید الحفاظ'' کہا گیا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ امام ابن معین نے امام محمد سے امام محمد کی تصنیف کردہ کتاب جامع صغیر پڑھی اور ان سے حدیث کی فقہ ان کے طریق تفقہ کے مطابق پڑھی، نیز امام ابو یوسف سے بھی موصوف کو شرف تلمذ حاصل ہے، پھر اس سے مصنف انوار وفرقۂ حنفیہ کوثریہ جہمیہ مرجیہ رائے وقیاس پرست نصوص وطریق اسلاف سے منحرف ہو کر مجموعۂ رائے وقیاس کو اپنا دین ومذہب بنا لینے والے فرقے کو اس سے دینی علمی تحقیقی نقطۂ نظر سے کیا فائدہ پہنچا؟ ہم نے اور بہت سارے اہل اسلام اہل علم نے ابتدا میں پرائمری ومڈل وہائی اسکول میں برہمنوں، ٹھاکروں، ویشیوں، ہریجنوں اور بہت سارے غیر مسلموں سے پڑھا ہے، یہ اتنی واضح بات ہے جس کی وضاحت کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں، بہت سارے سلفی المسلک اہل حدیث طلباء آج بھی حنفی، جہمی، مرجی کوثری، دیوبندی، بریلوی، شیعی درسگاہوں میں پڑھتے اور پڑھ کر فارغ ہوتے ہیں، کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ غیر سلفی درسگاہوں میں غیر سلفی اساتذہ سے پڑھے ہوئے سلفی علماء غیر مسلم، ہندو، مشرک، عیسائی، کمیونسٹ، دھریہ، بدھشٹ، جینی المذہب وغیرہ بن جاتے ہیں؟ غیر سلفی، مسلم یا غیر مسلم اساتذہ کا ادب واحترام حدود شرع میں رہتے ہوئے کرتے ہیں، نیز اگر والدین اور دیگر خاندانی غیر مسلم بزرگوں نے سلفی المذہب مسلم ہو جانے والے سلفی مذہب پر برقرار رہنے والے اپنے تلامذہ واولاد واہل خاندان کو تعلیم وتربیت دی، ان کی پرورش وپرداخت کی تو ان غیر سلفی یا غیر مسلم اساتذہ وسرپرستوں، آباء واجداد کی پرورش وپرداخت تربیت وتعلیم کی اہمیت اپنی جگہ پر مگر اس طرح کے سلفی المذہب علماء کی بابت یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ غیر مسلم یا غیر سلفی مذاہب کو وہ اپنے سلفی مذہب سے زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔

آپ غور کیجیے تو بہت سے انبیاء کرام ومرسلین عظام بشمول خاتم النبین سید العالمین محمد رسول اللہ ﷺ کے مرجی وسرپرست وتربیت وتادیب دینے والے غیر مسلم مشرکین وکفار تک تھے، اتنی موٹی بات ہمارے خیال سے اپنے حواس حوالۂ تقلید پرستی کر دینے والے بھی سمجھتے ہوں گے۔ منصب نبوت ورسالت پر سرفراز ہونے سے پہلے آپ کے آٹھ نو چچا اور ابتدائے امر میں دادا ووالدہ اور زوجۂ محترمہ ام المومنین خدیجۃ الکبری پندرہ سالوں تک ہر مرحلۂ زندگی اور شعبۂ حیات میں آپ کی بھرپور رفیقہ وشریکہ وسہیمہ رہیں جو بہت زیادہ ظاہر بات ہے مگر ان کے باوجود آپ ﷺ اور دوسرے بہت سارے انبیاء اور مرسلین بہر حال بے لچک دین توحید پر قائم رہے، ہم تمام ہی محدثین کرام کو چوتھی ہجری سے پہلے علی الاطلاق بشمول امام یحییٰ بن معین مذہب اہلحدیث کا پیر

[1] مقدمہ انوار (۱/ ۲۳۲ و ۲۳۳)

وپابند مانتے ہیں الا یہ کہ جس کی بابت ٹھوس ومستحکم دلائل سے استثناء ثابت ہوا سے ہی مستثنی مانتے ہیں، فرقۂ کوثر یہ کذابہ حرافہ کے بانی وموسس وسر پرست ومرجی کوثری نے بزعم خویش جو تاریخ ابن معین بروایت دوری دیکھی ہے اسے تعلیق وتحشیہ وتقدیم سے آراستہ مطبوع شکل میں چار ضخیم جلدوں میں ہم نے بھی دیکھا ہے۔ تاریخ ابن معین کا صرف ایک نسخہ دوری والا ہی نہیں ہے بلکہ امام ابن معین کے بہت سارے تلامذہ نے بھی تاریخ ابن معین کے نسخے تیار کیے اور ان تمام نسخوں کی روایات ابن معین سے بطریق روایت مروی ہو کر کتب رجال وسیر وتواریخ وعلل وغیرھا میں موجود ہیں، ہماری نظر ان تمام نسخوں والی روایات پر ہے، کوثری اور کوثری کے تیار کردہ فرقۂ کذابہ حرافہ کے کتب اہل اسلام پر تعلیق وتحشیہ وتقدمہ لکھ کر حنفیت وجہمیت وارجاء ورائے پرستی کی طرف سے دفاع اور اپنی مدح سرائی والی تحریک قبیح سے حقائق بدل سکیں گے اور نہ کوثریت کے چہرہ سے داغہائے بدنما دور ہو سکیں گے، ابھی حامیان سلفیت زندہ ہیں جن کی بابت حق پر قائم رہنے اور مخالفین سلفیت پر غالب رہنے کی نبوی پیش گوئی موجود ہے، یہ حامیانِ سلفیت سلفیت کے خلاف فرقہ کوثر یہ کذابہ حرافہ کے تیار کردہ مجموعہ ہائے تلبیسات کو کامیاب نہ ہونے دیں گے۔

کوثری صرف ایک نسخہ دوری والی تاریخ ابن معین دیکھ کر پھول کر کپا ہو گئے ہیں اور حامیانِ سلفیت کے پاس خزینہ ہائے کتب اسلام موجود ہیں، نسخۂ دوری والی تاریخ ابن معین اور اس کی تعلیقات وحواشی وتقدمہ سے امام ابن معین کا مخالف حنفیت و جہمیت وارجاء اور رائے پرستی ہونا ظاہر ہے، اس نسخہ میں اگر چہ امام ابوحنیفہ پر کوئی قادح تجریح ابن معین سے منقول نہیں مگر فقہ حنفی کی تدوین کرنے والی معدوم الوجود خیالی چہل ارکان مجلس کے بہت سارے اراکین کے کذاب وخبیث وبدعقیدہ وبدقماش ہونے کی صراحت ہے، اور جن متعدد اہل حدیث حضرات کوظلماً وجوراً وزوراً وکذباً ارکان مجلس تدوین حنفی کہا گیا ہے ان کی بابت ایسی باتیں اس نسخہ میں موجود ہیں جن سے دعاوی کوثر یہ کذابہ حرافہ کی تکذیب صریح ہوتی ہے۔نسخہ دوری والی تاریخ ابن معین میں امام ابوحنیفہ پر تجریحات قادحہ منقول نہ ہونے سے لازم نہیں آتا کہ دوسرے نسخہ ہائے تاریخ ابن معین میں ایسی تجریحات نہیں ہیں، جیسا کہ بہت واضح معاملہ ہے، ان نسخہ ہائے تاریخ ابن معین میں پائی جانے والی تجریحات قادحہ نیز امام ابوحنیفہ کے نیچے والے بعض رواۃ پر کوثری اور ارکان تحریک کوثری کی حاشیہ آرائی سے حقیقت حال پر ذرہ برابر بھی آنچ آنے والی نہیں، کوثر یہ اپنی اس ناپاک ونجس کارستانی سے اپنے نفس امارہ بالسوء کو مطمئن کرنے کی کوشش میں اس طرح ناکام ہو کر رہے گا کہ اسے سر عام اعلان کرنا پڑے گا: ﴿الآن حصحص الحق..﴾ [سورة يوسف]

جرح وتعدیل کے سلسلے میں صرف امام ابن معین سے مروی روایات میں اختلاف نہیں پایا جاتا بلکہ اکثر وبیشتر ائمہ جرح وتعدیل کے یہاں پایا جاتا ہے، ان روایات مختلفہ پر غیر جانب دارانہ گہری نظر ڈال کر حقیقت امر پر پہنچنا کوئی بڑا مشکل معاملہ نہیں ہے، حافظ ذہبی کے جس رسالے کے حوالے سے امام ابن معین کو کوثری کی تقلید میں متصلب متعصب حنفی مصنف انوار نے کہا ہے اس تک ہماری رسائی نہیں ہوسکی، اور اسے دیکھے بغیر فرقہ کوثر یہ کذابہ حرافہ اور اس کے بانی وسر پرست کی تحریر پر اعتماد کرنے کے لیے ضمیر تیار نہیں ہوتا کیونکہ جس نسخۂ دوری والی تاریخ ابن معین کو دیکھ کر کوثری اور ان کی تقلید میں سارے کوثر یہ پھول کر کپا ہو گئے ہیں اسی کی مشتملات سے امام بن معین کا غیر حنفی بلکہ مخالف حنفیت وجہمیت ومرجیت ورائے پرستی ہونا بہت واضح ہے، پھر حافظ ذہبی نے جو بات بھی اس رسالہ محولہ کوثری میں لکھی ہے اسے سیاق وسباق کے ساتھ دیکھ کر بلکہ پورا رسالہ دیکھ کر ہی کوئی بات کہی جاسکتی ہے کہ کس نقطۂ نظر کو ملحوظ رکھ کر حافظ ذہبی نے یہ بات کہی ہے؟

امام ابن معین کے غیر حنفی غیر مرجی ہونے پر پہلی دلیلِ قاطع:

نسخۂ دوری والی تاریخ ابن معین میں اپنا عقیدہ ومذہب امام ابن معین نے "الإيمان يزيد وينقص وهو قول وعمل" بتلایا ہے۔[1] نیز فرمایا کہ "إنما دخل حماد في الإرجاء لحاجة" یعنی امام ابوحنیفہ کے مذہب وعقیدہ میں امام وپیشوا حماد کسی دنیا پرستی والی حاجت وضرورت سے مغلوب ہوکر مرجی مذہب کے پیرو ہوئے۔[2] اس سے صاف ظاہر ہے کہ استاد وشاگرد دونوں کو امام ابن معین نے مرجی کہا ہے اور جس دنیاوی ضرورت سے مغلوب ومجبور ہوکر حماد داخلِ ارجاء ہوئے تھے وہ کوثری اور کوثریہ کی مستدل روایت کے مطابق چالیس ہزار درہم کی تلاش تھی، یہ ضرورتِ حماد امام ابوحنیفہ نے اپنے مرجی المذہب ساتھیوں کے تعاون سے پوری کردی۔ کما تقدم کرارا ومرارا

اس تصریحِ ابن معین سے ابوحنیفہ کا مرجی المذہب ہونا ثابت ہے، اس کے دفاع میں کوثریہ وغیر کوثریہ ہزار سخن سازی کریں حنفیہ کا داغ ارجاء دور نہیں ہوسکتا، قیامت آسکتی ہے مگر کوثریہ وغیر کوثریہ کی اجتماعی کوشش بھی اس داغ ابن معین واہل حدیث سے پیچھا چھڑا نہیں سکتی۔

امام ابن معین کے غیر حنفی غیر مرجی ہونے پر دوسری دلیل قاطع:

اسی نسخہ دوری والی تاریخ ابن معین میں یہ قول ابی حنیفہ بھی منقول ہے:

"قال أبو نعيم: وسمعت زفر يقول: كنا نختلف أبا حنيفة فقال يوما أبو حنيفة لأبي يوسف... الخ."[3]

جس کا حاصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کا تمام سرمایۂ علم فقہ مجموعہ رائے وقیاس ہے۔

امام ابن معین کے غیر حنفی غیر مرجی ہونے پر تیسری دلیل قاطع اور حنفیہ کے شیعہ ہونے پر دلیل قاطع:

اسی تاریخ ابن معین میں یہ بھی ہے:

"قلت ليحيىٰ۔ من قال: أبو بكر وعمر و عثمان ؟ فقال هو مصيب، ومن قال: أبو بكر وعمر وعثمان وعلى فهو مصيب، ومن قال: أبو بكر وعمر وعلي وعثمان فهو شيعي، ومن قال أبو بكر وعمر وعثمان، وسكت فهو مصيب، قال يحيىٰ: وأنا أقول أبو بكر وعمر وعثمان وعلي وهذا مذهبنا، وهذا قولنا"[4]

''امام ابن معین نے کہا کہ فضیلت خلفاء راشدین کی ترتیب میں جو ابوبکر وعمر وعثمان کہے وہ صحیح طور پر مسلک اہل حدیث عرف مسلک اہل سنت پر قائم ہے جو کہے ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وہ بھی مسلک اہل سنت پر ہے اور جو ابوبکر وعمر وعلی وعثمان کہے وہ شیعی مسلک پر قائم ہے اور جو ابوبکر وعمر وعثمان کہہ کر خاموش ہوجائے آگے حضرت علی کا نام نہ لے وہ بھی مسلک اہل سنت پر ہے اور میرا مذہب ومسلک ابوبکر وعمر وعثمان وعلی، والی ترتیب ہے۔''

---

[1] تاريخ ابن معين مطبوع سعوديه (١/ ٤٦٣)
[2] تاريخ ابن معين بروايت دورى (١/ ٤٣٣)
[3] تاريخ ابن معين بروايت دوري (١/ ٥٠٠)
[4] تاريخ ابن معين بروايت دورى (١/ ٤٦٥)

کوثریہ اور کوثریہ سے پہلے والے احناف کی کتب مناقب ابی حنیفہ وتراجم حنفیہ والی کتابوں میں امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب اصحاب کا مذہب اس سلسلے میں وہی بتلایا گیا ہے جو بقول امام ابن معین شیعی مذہب ہے۔

امام ابن معین کے غیر حنفی غیر مرجی ہونے پر چوتھی دلیل قاطع:

اسی نسخہ دوری والی تاریخ ابن معین میں صراحت ہے:

"سمعت يحيىٰ يقول: قال أبو حنيفة: تعلمت من حجام بمكة ثلاث أشياء، قعدت قدامه فقلت: احلق شقي الأيسر فقال: أبدأ بالأيمن، وقال الحجام: استقبل القبلة، و قال لي الحجام: أبلغ إلى العظمين بالحلق"[1]

''میں نے حجام سے تین علوم سیکھے، میں حجام کے سامنے قبلہ کی طرف پشت کر کے بیٹھ گیا اور بولا کہ تم بائیں طرف والے میرے سر کو مونڈنا شروع کرو، حجام نے کہا نہیں طریقِ سنت کے مطابق میں داہنی طرف سے مونڈوں گا اور آپ قبلہ رخ ہو کر بیٹھیں، نیز میں داڑھوں کی ہڈیوں تک آپ کے بال مونڈوں گا۔''

مصنف انوار نے اس روایت کو بحوالہ امام حمیدی نقل کر دینے کے جرم میں امام بخاری وامام حمیدی اور جملہ اہلحدیث کو مطعون کیا ہے، اب وہ اپنے متصلب متعصب حنفی قرار دیے ہوئے امام ابن معین کو بھی مطعون کریں، اس روایت ابن معین سے ان دیوبندی اماموں کی بھی تکذیب ہوتی ہے جو اس روایت میں حسب عادت تحریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ داہنے بائیں جانب سر کا مطلب امام ابوحنیفہ نے اپنے اعتبار سے سمجھا، کیونکہ اس روایت ابن معین میں یہ قول ابی حنیفہ منقول ہے کہ "احلق شقي الأيسر" فرقہ دیوبندیہ نے بھی اپنے اسلاف احناف ہی سے تحریف کاری وتکذیب حقائق کا فن سیکھا ہے۔

امام ابن معین کے غیر حنفی مرجی ہونے پر پانچویں دلیل قاطع:

نیز امام دوری نے کہا:

"سمعت يحيىٰ يقول: ركعتي الفجر يقضيها، قلت ليحيىٰ: فإن جاء، والإمام في صلوة الفجر، كيف يصنع؟ قال: إذا جاء المسجد ولم يركع دخل مع الإمام، وأخر ركعتي الفجر حتى تطلع الشمس، قلت: يصليهما حين يسلم الإمام؟ قال: إن فعل لم أر عليه شيئا، وأحب إلي إذا طلعت الشمس"[2]

''میں نے امام ابن معین کو کہتے سنا کہ نمازی جو فجر والی فرض نماز سے پہلے سنت فجر نہیں پڑھ سکا، اسے سنت فجر کی قضا کرنی ہوگی، میں نے کہا کہ اگر نمازی مسجد میں اس وقت آیا کہ نماز فجر کی جماعت ہو رہی تھی تو نمازی کیا کرے؟ امام ابن معین نے کہا کہ وہ جماعت میں شامل ہو جائے سنت فجر کو مؤخر کر دے، طلوع آفتاب ہو تو پڑھے، میں نے کہا کہ اگر نمازی امام کے سلام پھیرنے کے بعد ہی طلوع آفتاب سے پہلے سنت فجر پڑھ لے تو کیا اس میں کوئی حرج ہے؟ امام ابن معین نے کہا کہ اگر وہ ایسا کر لے تو کوئی بھی حرج نہیں، البتہ میرے نزدیک زیادہ

[1] تاريخ ابن معين (١/ ٤٧٥)　[2] تاريخ ابن معين روايت دوری (١/ ٤٧٥)

بہتر یہ ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد پڑھے۔''

ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ امام ابن معین نے اپنے مذکورہ بالا فتوی میں حنفی مذہب کی جڑ ہی کاٹ دی کیونکہ حنفی مذہب کا ایک فتوی یہ ہے کہ جس کی سنت فجر یا کسی بھی نماز کی سنت چھوٹ گئی اس کی قضا ہے ہی نہیں، دوسرا فتوی ہے کہ اگر بڑا شوق ہوتو سنت فجر کی قضا صرف نفل سمجھ کر طلوع آفتاب کے بعد پڑھے، نیز دوسری نمازوں کی قضا بھی کرسکتا ہے، یعنی کہ سنت مؤکدہ کی قضا حنفی مذہب میں سنت مؤکدہ نہیں ہے، اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ حنفی مذہب کا موقف یہ ہے کہ سنت فجر پڑھے بغیر جو مسجد میں اس وقت آیا کہ جماعت فجر ہورہی تھی تو اگر امام کے ساتھ سلام پھیرنے کی گنجائش ہوتو جماعت میں شامل ہوئے بغیر سنت فجر پڑھے، پھر جماعت فجر میں شریک ہو، اور امام ابن معین فرقہ حنفیہ کے مذہب کی جڑ کاٹتے ہوئے احادیث نبویہ کے مطابق یہ بتلاتے ہیں کہ ایسا آدمی سنت فجر ترک کر کے جماعت میں شریک ہوجائے اور امام کے سلام پھیرنے کے فورا بعد سورج نکلنے سے پہلے یا سورج نکلنے کے بعد سنت فجر کی قضا کرے۔

امام بن معین کے غیر حنفی مرجی ہونے پر چھٹی دلیل قاطع:

نیز اسی تاریخ بن معین میں ہے:

"في الرجل يصلي خلف الصف وحده يعيد صلوته"[1]

''جو نمازی صف کے پیچھے تن تنہا نماز پڑھے وہ اسے دہرائے کیونکہ اس کی یہ نماز نماز ہی نہیں ہوئی۔''

اس فتوی ابن معین سے بھی حنفی مذہب کی جڑ کٹتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ ابن معین حنفی نہیں بلکہ اہلحدیث تھے۔

امام ابن معین کے غیر حنفی ہونے پر ساتویں دلیل قاطع:

اسی تاریخ ابن معین میں ہے:

"سمعت يحيىٰ في الرجل وهو على غير وضوء أو هو جنب، قال: يعيد ولا يعيدون"[2]

''ابن معین نے کہا کہ جو امام بھول کر بے وضو یا بحالت جنابت نماز پڑھا دے تو علم ہونے پر وہ امام تن تنہا نماز کی قضا کرے اور مقتدی لوگوں کو قضا کرنے کی ضرورت نہیں۔''

فرقہ کوثریہ دیوبندیہ اگر سچا ہے تو عقائد ومسائل ابن معین کی روشنی میں انھیں حنفی المذہب ثابت کرے؟

اس فتوی امام ابن معین سے بھی انکا غیر حنفی اہل حدیث ہونا واضح ہوتا ہے کیونکہ فقہی موقف اس کے بالکل خلاف ہے، اس طرح کی مثالوں سے یہ پوری کتاب بھری ہوئی ہے، ائمہ احناف کو عام طور سے اس کتاب میں ابن معین نے کذاب وخبیث وبدچلن کہا ہے، پھر بھی اگر اس فرقہ کوکوثری کی فتنہ سامانی سے یہ الٹی بات دماغ وکھوپڑی میں سما گئی ہے کہ ابن معین متصلب ومتعصب حنفی تھے تو دنیا میں ہمیشہ سے ایسا ہوتا آیا ہے کہ اکثر لوگوں کی کھوپڑی میں گوبر ونجس چیزیں بھری ہوتی ہیں، وہ رات کو دن اور دن کو رات سمجھتے ہیں، ہم اسی مختصر سی بات پر یہ سلسلہ وگفتگو ختم کرتے ہیں۔

---

[1] تاریخ ابن معین بروایت دوری (١/ ٧٤٦)　[2] تاریخ معین (١/ ٤٧٦)

امام ابوحنیفہ پر تجریح ابن معین:

کتاب السنۃ للامام عبداللہ میں بسند صحیح مروی ہے:

"قال ابن معين: كان أبو حنيفة مرجئا، وكان من الدعاة، ولم يكن في الحديث بشيء الخ" [1]

''ابوحنیفہ داعی قسم کے غالی مرجی تھے اور حدیث میں "ليس بشيء" تھے البتہ ان کے شاگرد ابی یوسف "ليس به بأس" ہیں۔

امام ابن معین نے اپنے اس قول میں امام ابوحنیفہ کو سخت مجروح وداعی غالی مرجی کہا البتہ اس روایت میں ابو یوسف کو "ليس به بأس" کہا مگر دوسری روایات اس کے معارض ہیں۔ (کما تقدم) اس سے مصنف انوار کی قلعی کھل جاتی ہے کہ ابن معین نے ابوحنیفہ پر تجریح نہیں کی۔

۱۳۱۔ حافظ علی بن محمد ابوالحسن طنافسی (متوفی ۲۳۳ھ)

مصنف انوار نے عنوان بالا کے تحت کہا:

''حافظ طنافسی کو حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں محدث وعالم قزوین لکھا، علمی خاندان سے تھے، آپ کے دونوں ماموں یعلی بن عبید ومحمد بن عبید بھی بڑے محدث تھے اور صاحب زادے حسین قاضی قزوین تھے، آپ نے مشاہیر ائمہ حدیث کوفہ کی شاگردی کی، قابل ذکر اساتذہ عبد اللہ بن ادریس، حفص بن غیاث، وکیع، ابن عیینہ تلامذۂ امام اعظم اور ابومعاویہ وابن وہب وغیرہ ہیں، آپ سے ابوزرعہ، ابوحاتم، ابن ماجہ، صاحب زادے حسین طنافسی وغیرہ علمائے حدیث نے روایت کی، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، محدث خلیلی نے آپ کو اور آپ کے بھائی حسن بن محمد طنافسی کو قزوین کے بلند پایہ امام کہا، دور دور سے علماء تحصیل حدیث کے لیے آپ کے پاس آتے تھے، ابو حاتم نے کہا آپ ثقہ صدوق تھے اور آپ مجھے باعتبار فضل وصلاح ابن ابی شیبہ سے بھی زیادہ محبوب ہیں، اگرچہ ابن ابی شیبہ حدیث کے علم وفہم میں زیادہ ہیں۔" [2]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار نے طنافسی کے جن اساتذہ وتلامذہ کا ذکر کیا ہے ان سب نے صرف ایک آدھ کو مستثنیٰ کر کے امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب تلامذہ کو مجروح وغیر معتبر قرار دیا ہے اور سخت تنقید کی ہے جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے۔ بقول مصنف انوار جن ابن حبان نے طنافسی کو ثقات میں ذکر کیا انھوں نے امام ابوحنیفہ کو خود اور دوسرے ائمہ سے نقل کرتے ہوئے سخت مجروح کہا، اور ابو حاتم رازی نے کہا کہ امام ابن المبارک نے امام ابوحنیفہ کو متروک، امام سفیان نے غیر ثقہ (غیر ملیٔ) امام یحییٰ بن سعید قطان نے بھی متروک کہا، اور امام ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید مقری نے کہا کہ خود امام ابوحنیفہ نے اپنی بیان کردہ احادیث وفقہی روایات کو مجموعۂ اباطیل و پادر ہوا کہا، اور محمد بن جابر یمامی وابن مبارک نے کہا کہ امام ابوحنیفہ نے یمامی کے یہاں سے کتب حماد بن ابی سلیمان کو چرا لیا اور حماد سے سنے بغیر ان کی روایت حماد سے کرتے رہے، امام احمد بن حنبل سے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہ کی رائے مذموم ہے اور ابوحنیفہ بذات خود ناقابل ذکر یعنی متروک الحدیث والرای ہیں، نیز امام ابن مبارک

---

[1] كتاب السنة روايت نمبر (۴۰۲، ۱/ ۲۲۶)　[2] مقدمه انوار (۱/ ۲۳۳ بحوالۂ تذکرہ وتھذیب)

نے امام ابوحنیفہ کو حدیث میں مسکین کہا، بعض روایات کے مطابق ابن مبارک نے حدیث میں امام ابوحنیفہ کو یتیم کہا۔[1]

نیز امام ابن ابی شیبہ نے امام ابوحنیفہ پر تجریح قادح وتنقید شدید کی اور ان پر مستقل رد بلیغ لکھا[2] اور ہم عرض کر آئے ہیں کہ محدثین کرام اصلاً مذہب اہل حدیث کے پیرو تھے الا یہ کہ جس کے خلاف بدلائل معتبرہ غیر اہل حدیث ہونے کا ثبوت ہو اسی کو غیر اہل حدیث مانا جائے گا، حافظ طنافسی اور ان کے جملہ متعلقین محدثین کا مسلکاً اہل حدیث ہونا اصولی طور پر ثابت امر ہے، اس کے خلاف اگر کوثریہ کذابہ حرافہ کا دعوی ہو کہ ان میں سے سب یا اکثر یا بعض اہل حدیث تھے تو اس دعوی کو بلا دلائل معتبرہ نہیں تسلیم کیا جا سکتا ہے، محدثین کے فضائل بیان کر کے فرقۂ کوثریہ کے لوگ دراصل مذہب اہل حدیث کے فضائل بیان کرتے ہیں، اور معاندین اہل حدیث کا فضائل اہل حدیث بیان کرنے پر مجبور ہونا بھی معجزات الٰہیہ میں سے ایک بھاری معجزہ ہے۔

۱۳۲۔ امام محمد بن سماعہ تمیمی (متوفی ۲۳۳ھ) بعمر ایک سو تین سال یعنی مولود ۱۳۰ھ:

مصنف انوار نے امام محمد بن سماعہ تمیمی کی بابت لکھا:

''مشہور محدث وفقیہ، تلمیذ خاص ابو یوسف ومحمد وحسن بن زیاد ہیں، عیون التاریخ میں حافظ ثقہ، صاحب اختیارات فی المذہب وصاحب روایات ومصنفات لکھا ہے، ابن معین فرمایا کرتے کہ جس طرح اہل الرای میں محمد بن سماعہ جچی تلی بات کہتے ہیں اگر اسی طرح اہلحدیث بھی کہتے تو نہایت درجہ کی اچھی بات ہوتی، انتقال پر فرمایا اہل الرای سے علم کی خوشبو رخصت ہوئی، یہی محمد بن سماعہ اپنے شیخ امام ابو یوسف کے بارے میں راوی ہیں کہ وہ قضا کے زمانے میں بھی روزانہ دو سو رکعات پڑھا کرتے تھے اور خود ان کا بھی معمول دوسروں نے نقل کیا، مامون کے زمانہ میں بغداد کے قاضی رہے، معتصم کے زمانہ میں بوجہ ضعف بصر مستعفی ہو گئے، آپ ہی نے نوادر ابی یوسف ومحمد کتابی صورت میں جمع کیا۔

''آپ نے امام محمد کو خواب میں دیکھا کہ سوئی کا سوراخ بنا رہے ہیں، معبر نے بتلایا کہ وہ شخص حکمت کی باتیں کہتا تھا، لہٰذا تم سے اس کی بات نظر انداز نہ ہو جائے اس پر آپ نے نوادر ملفوظات محمد جمع کر دیے، ابن سماعہ بڑے عابد و زاہد تھے، خود بیان کیا کہ چالیس سال تک تکبیر اولی فوت نہیں ہوئی سوائے ایک دن کے جس روز والدہ ماجدہ کی وفات ہوئی تو ایک نماز جماعت سے نہ ہو سکی، اس کی تلافی کے خیال سے میں نے پچیس نمازیں پڑھیں، خواب میں کسی نے کہا تم نے پچیس نمازیں ضرور پڑھیں لیکن تامینِ ملائکہ کو کہاں سے لاؤ گے، آپ کی تصانیف سے کتاب ادب القاضی، کتاب المحاضر والسجلات ونوادر زیادہ مشہور ہیں۔''[3]

ہم کہتے ہیں کہ محمد بن سماعہ بقول صیمری ثقہ ضرور تھے مگر جن ابو یوسف ومحمد سے انھوں نے کتب نوادر وامالی وغیرہ لکھیں وہ مجموعۂ اکاذیب ہیں، کیونکہ یہ کتابیں ابو یوسف ومحمد کی تصنیف ہیں جن سے ابن سماعہ نے انھیں نقل کیا اور ابو یوسف ومحمد کا مشہور عالم کذاب ہونا معلوم ہے، اور کذابین کی تصنیف کردہ کتابیں مجموعۂ اکاذیب کے علاوہ کچھ نہیں، نیز صیمری نے اگرچہ لکھا ہے کہ

---

[1] الجرح والتعديل (٨/ ٤٤٨، ٤٥٠)
[2] عام كتب تراجم.
[3] مقدمه انوار (١/ ٢٣٣ و ٢٣٤ بحواله جواهر ومقدمه نصب إبراهيم)

انھیں مامون نے قاضیٔ بغداد بنایا اور معتصم کے زمانہ میں بوجہ ضعف بصر یہ مستعفی ہو گئے، مگر صیمری کی اس بات کو حافظ خطیب نے غلط قرار دیا ہے۔[1] اور ابن معین والی بات صیمری نے بلا سند ذکر کی ہے اور بلا سند والی روایت غیر معتبر ہے اور غیر معتبر روایت سے کسی بات کا اثبات یا انکار نہیں ہوتا۔ اس بے سند بات سے ابن سماعہ کا حنفی المذہب ہونا ثابت ہوتا ہے جس کی تصدیق دوسری معتبر روایات سے ہوتی ہے مگر اس سے ابن معین کا حنفی المذہب ہونا لازم نہیں ہوتا، اور یہ بحث گزر چکی ہے کہ ابن معین اپنی کتابوں کے مطابق اہل حدیث تھے حنفی نہیں تھے، جس روایت میں یہ مذکور ہے کہ ابن سماعہ چالیس سال تک تکبیر اولی سے نمازیں پڑھتے رہے صرف ایک نماز میں ایسا نہ ہو سکا، اس کے راوی ابو العلاء واسطی غیر ثقہ ہیں۔[2] فرقہ کوثریہ کے بانی نے بھی تانیب الخطیب میں انھیں غیر ثقہ کہا، نیز اس کی سند میں دوسری بھی علل قادحہ ہیں جن کی تفصیل سے بنظر اختصار ہم گریز کرتے ہیں۔

جس روایت میں منقول ہے کہ زمانۂ قضا میں بھی ابن سماعہ روزانہ دو سو رکعات نوافل پڑھتے اس کی سند میں طلحہ بن محمد بن جعفر غیر ثقہ معتزلی ہیں۔[3] نیز اسی سند میں مکرم بھی ہیں جن کی کتاب مناقب ابی حنیفہ مجموعۂ اکاذیب ہے، (کما مر) نیز اس سند میں احمد بن عطیہ المعروف بابن المغلس ہیں جن کا بہت زیادہ کذاب ہونا اوائل کتاب میں بیان ہو چکا ہے، ان کی جمع کردہ کتاب نوادر دراصل ابو یوسف ومحمد کی تصنیف ہے جو مشہور عالم کذاب ہیں، ان کی ہر کتاب مجموعۂ اکاذیب ہے، جس خوابِ ابن سماعہ کو باعث تصنیف نوادر ملفوظات ابی یوسف ومحمد کہا گیا ہے اس کی کوئی سند نہیں ہے، کیونکہ ابن سماعہ بقول مصنف انوار ۲۳۳ھ میں فوت ہوئے اور جس خواب کی بنا پر انھوں نے کتاب مذکور لکھی اسے دیکھنے والے امام محمد بن موسی بن خوارزمی ابوبکر وہ ۴۰۳ھ میں فوت ہوئے۔[4] اگر فرض کیا جائے کہ امام محمد بن موسی نے ایک سو سال کی عمر پائی تو لازم آتا ہے کہ موصوف ۳۰۳ھ میں پیدا ہوئے، یعنی وفات ابن سماعہ کے ایک سو سال سے بھی زیادہ بعد، اس صورت میں کم از کم تین واسطوں والی سند غائب ہے اور ایسی بے سند روایت بالاتفاق ساقط الاعتبار ہے۔

مصنف انوار نے محمد بن سماعہ سے متعلق ایک بات کا ذکر نہیں کیا، وہ یہ کہ خلیفۂ مامون رشید کے خادم خاص ابراہیم بن سعید نے بیان کیا کہ مامون نے کہا کہ بظاہر کار خیر معلوم ہونے والے دس امور خدا کی قسم اللہ تعالیٰ کی طرف باریابی نہیں پاتے، ابراہیم نے کہا کہ اے امیر المومنین ان ظاہری کار خیر عشرہ کو آپ مجھے بتلا دیجیے، مامون نے کہا کہ (۱) ابراہیم بریہ کا خطبہ دیتے ہوئے بظاہر خوف خدا سے منبر پر رونا، (۲) عبدالرحمان بن اسحاق کا خشوع ظاہری، (۳) محمد بن سماعہ کا جعلی وبناوٹی تقشّف (زہد وتقوی)، (۴) ابن جبغویہ کی تہجد گزاری، (۵) عیاش کی نماز چاشت، (۶) ابن سندی کے دوشنبہ وجمعرات والے روزے، (۷) ابو رجاء کی حدیث بیانی، (۸) مرجّی کے مواعظ، (۹) حفصویہ کا صدقہ، (۱۰) علی بن قریش کی کتاب الیتامی۔[5] یہ سارے دسوں حضرات حنفی ائمہ ہیں۔ کاش ہمیں بھی کتب محمد بن سماعہ سے استفادہ کا موقع ملتا!!

۱۳۳۔ حافظ محمد بن عبداللہ بن نمیر (متوفی ۲۳۴ھ)

مصنف انوار نے عنوان بالا کے تحت کہا:

---

[1] أخبار أبي حنيفة وأصحابه (ص: ١٥٤ و ١٥٥) وخطيب (٥/ ٣٤٢)　[2] خطيب (٥/ ٣٤٢)

[3] تاريخ خطيب (٥/ ٣٤٣)　[4] خطيب (٣/ ٢٤٧) وجواهر المضية (٣/ ٣٧٤) وعام كتب رجال.

[5] خطيب (٥/ ٣٤٢)

''یہ اور ان کے والد ماجد بلند پایہ محدث تھے، والد ماجد امام اعظم کے مشہور تلامذہ میں سے تھے، ابن ابی شیبہ نے آپ کے واسطہ سے امام اعظم کی متعدد روایات نقل کیں، جواہر المضیہ میں ان کا تذکرہ ہے، حافظ محمد بن عبد اللہ مذکور کو ''درۃ العراق'' کہتے اور بڑی تعظیم کرتے تھے، علی بن الحسین بن جنید نے کہا کہ کوفہ میں ان کے علم، فہم، زہد اور اتباع سنت کی نظیر نہ تھی، احمد بن صالح مصری نے کہا کہ بغداد میں امام احمد و کوفہ میں محمد بن عبد اللہ بن نمیر کا مثل نہیں تھا، یہ دونوں جامع شخص تھے، امام بخاری، مسلم، ابو داود سب ان کے شاگرد ہیں، صحیح مسلم میں ۵۷۳ احادیث آپ سے مروی ہیں۔'' [1]

ہم کہتے ہیں کہ جن امام محمد بن عبد اللہ بن نمیر اور ان کے باپ عبد اللہ بن نمیر کے اتنے سارے مناقب وفضائل مصنف انوار نے بیان کیے ہیں، ان سے بسند معتبر مروی ہے

''أدركت الناس وما يكتبون الحديث عن أبي حنيفة فكيف الرأي؟'' [2]

''ہم نے تمام ہی لوگوں کا یہ حال پایا کہ وہ امام ابوحنیفہ کی حدیث تک لکھنے کے روادار نہ تھے چہ جائیکہ ان کی رائیں لکھیں۔''

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان دونوں باپ بیٹے کا کہنا ہے کہ امام ابوحنیفہ بالاجماع متروک الحدیث والرای تھے یہی بات امام بخاری نے بھی تاریخ کبیر ترجمہ ابی حنیفہ میں بایں الفاظ لکھی ہے: ''سكتوا عن رأيه وعن حديثه'' جس پر کوثریہ بشمول مصنف انوار نے آسمان سر پر اٹھا لیا ہے، امام عبد اللہ بن نمیر تو بدعویٰ مصنف انوار حنفی المذہب اور امام ابوحنیفہ کے ہم مذہب شاگرد تھے، اور اس میں شک نہیں کہ اہل علم ثقہ تلامذہ اپنے استاذ سے زیادہ واقف ہوتے ہیں، صرف اتنی ہی بات فرقہ کوثریہ کذابہ حرافہ بشمول مصنف انوار کے دجل وتلبیس کی پردہ دری کے لیے کافی ووافی ہے۔ یہ باپ بیٹا تو باعتراف مصنف انوار اتباع سنت کرنے والے تھے اور امام ابوحنیفہ بالاجماع اتباع مذہبِ ارجاء کرتے تھے، پھر ان سے امام ابوحنیفہ کا کیا تعلق؟ امام محمد بن عبد اللہ بن نمیر کی کتاب الضعفاء والمتروکین نامی ایک کتاب ہے، اسی سے امام ابوحنیفہ پر تجریح منقول ہے۔

۱۳۴۔ حافظ ابوخیثمہ زہیر بن حرب نسائی (مولود ۱۶۰ھ ومتوفی ۲۳۴ھ) بعمر چوہتر سال:

مصنف انوار نے کہا:

''حافظ ابوخیثمہ زہیر بن حرب مشہور حافظ حدیث اکابر ائمہ محدثین سفیان بن عیینہ، یحییٰ قطان، عبد الرزاق بن ہمام صاحب مصنف، حفص بن غیاث، عبد اللہ بن ادریس تلامذہ واصحاب امام اعظم کے شاگرد ہیں۔ امام بخاری، مسلم، ابو داود، ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا اور ایک بڑی جماعت محدثین نے آپ سے روایت کی، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور لکھا کہ یہ درجۂ امام احمد وابن معین کے ہیں، یعقوب بن شیبہ وابن نمیر نے انھیں ابن ابی شیبہ پر ترجیح دی، امام نسائی وخطیب نے ثقہ ثبت حجۃ حافظ متقن وغیرہ لکھا، صرف صحیح مسلم میں ان کی سند سے بارہ سو اکیاسی (۱۲۸۱) احادیث مروی ہیں۔ [3] ان مناقب عالیہ وجلالت قدر کے ساتھ بواسطۂ اصحاب امام اعظم سے حدیث میں شرف تلمذ حاصل ہے اور آپ سے مسانید میں روایت کی ہے۔'' [4]

---

[1] مقدمه انوار (١/ ٢٣٤ بحواله تهذيب التهذيب وتذكرة الحفاظ)

[2] الضعفاء للعقيلي (٤/ ٢٨٣) وخطيب (١٣/ ٤٤٤)

[3] تذكرة الحفاظ وتهذيب. [4] مقدمه انوار (١/ ٢٣٤)

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار نے امام ابوخیثمہ زہیر بن حرب کے جتنے اساتذہ وتلامذہ کے نام گنائے بعض کومستثنی کر کے سبھی نے امام ابوحنیفہ پر سخت تجریح وتنقید کی ہے جیسا کہ ناظرین کرام کومعلوم ہو چکا ہے، اور معلوم ہوتا جائے گا، امام ابوخیثمہ بھی ان ائمہ کرام کے اس بیان کے عموم میں شامل ہیں کہ امام ابوحنیفہ متروک الحدیث والرای ومرجی وغیر ثقہ وغیر معتبر ہیں۔ جن امام ابن حبان کے حوالے سے مصنف انوار نے مذکورہ بالا بات لکھی انھوں نے خود اور امام احمد وابن معین نے امام ابوحنیفہ کو متروک الحدیث والرای کہا ہے، نیز امام یعقوب بن شیبہ وابن نمیر وابن ابی شیبہ ونسائی وخطیب وامام مسلم نے بھی اسی طرح کی تجریح کی۔

۱۳۵۔ حافظ سلیمان بن داود بن بشر بن زیادہ ابوایوب منقری شاذکونی (متوفی ۲۳۴ھ):

مصنف انوار نے عنوان بالا کے تحت کہا:

''حافظ سلیمان شاذکونی مشہور حافظ حدیث ثقہ کثیر الحدیث تھے، بغداد آ کر درس حدیث دیا، پھر اصبہان جا کر سکونت کی، امام احمد وابن معین کے درجہ میں تھے، خطیب نے نقل کیا کہ ابوعبید قاسم بن سلام نے کہا کہ علم حدیث امام احمد وعلی بن عبداللہ (ابن مدینی) ابن معین، ابن ابی شیبہ پر منتہی ہوا، امام احمد ان میں افقہ تھے، علی اعلم تھے، ابن معین میں جامعیت تھی، ابن ابی شیبہ حفظ حدیث میں بڑھ کر تھے، ابو یحییٰ نے کہا کہ ابوعبید سے خطا ہوئی، حفظ حدیث میں سب سے بڑھ کر مرتبہ سلیمان بن داود شاذکونی کا ہے، محدث خوارزمی نے اس کے بعد لکھا کہ شاذکونی بھی ان حضرات میں ہیں، یعنی جو مسانید میں امام صاحب سے روایت کرتے ہیں۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ حافظ شاذکونی کے سال وفات میں اختلاف ہے، کچھ لوگوں نے ۲۳۴ھ اور کچھ نے ۲۳۶ھ بتلایا ہے۔[2] مصنف انوار کا شاذکونی کو علی الاطلاق ثقہ کہنا اور مجروح ہونے کی طرف اشارہ بھی نہ کرنا علمی خیانت و بد دیانتی ہے اور یہی وصف نیز اس قسم کے اوصاف قبیحہ فرقۂ کوثریہ کذابیہ کا شعار ہیں۔ اکثر اہل علم نے ان پر سخت تجریح کی ہے اور بعض ہی نے توثیق کی ہے اگر چہ ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ موصوف معمولی درجہ کے معتبر ہیں لیکن جن روایات میں علل قادحہ ظاہر ہوں وہ ساقط الاعتبار ہیں، مصنف انوار کے ''محدث خوارزمی'' حد درجہ کے کذاب اور اکاذیب پرست مرجی وبدعقیدہ وبد اطوار آدمی تھے جنھوں نے مجموعۂ ہائے اکاذیب کو مرویاتِ ابی حنیفہ کہا۔ شاذکونی کا ترجمہ تاریخ بغداد (۱۰/ ۴۰ تا ۴۸) سیر اعلام النبلاء ومیزان الاعتدال ولسان المیز ان والکامل لابن عدی وغیرہ میں ہے، یہ بھی امام ابوحنیفہ کے ناقدین وجارحین کے عموم میں شامل ہیں۔

۱۳۶۔ حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان عبسی کوفی (متوفی ۲۳۵ھ)

مصنف انوار نے حافظ ابن ابی شیبہ کی بابت لکھا ہے:

''تذکرۃ الحفاظ میں انھیں الحافظ، عدیم النظیر، الثبت، النحریر لکھا، امام بخاری، مسلم، ابوداود، ابن ماجہ کے استاذ ہیں، ان کی کتابوں میں آپ سے بکثرت روایات ہیں، عمرو فلاس نے کہا آپ سے بڑا حافظ حدیث ہماری نظر سے نہیں گزرا، ابوزرعہ نے کہا آپ سے ایک لاکھ احادیث میں نے لکھیں، آپ کی بہترین یادگار ''مصنف'' دنیائے اسلام

---

[1] مقدمه انوار (۱۹/ ۲۳٤) بحوالۂ جامع المسانید (۲/ ٤٧٣)

[2] سیر أعلام النبلاء (۱۰/ ٦٨٣) ولسان المیزان و عام کتب تراجم ترجمة شاذکونی.

کی بے نظیر کتابوں میں سے ہے جس پر مفصل تبصرہ مناسب ہے۔۔الخ۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار کے یہ ممدوح امام ابوحنیفہ پر سخت تجریح وتنقید وتردید کرنے والوں میں ہیں، امام ابوحنیفہ پر ان کے بعض کلمات تجریح کا ذکر صفحات گذشتہ میں آچکا ہے، ہم زیادہ تفصیل میں جانا پسند نہیں کرتے، البتہ مصنف انوار کے تبصرۂ مصنف ابن ابی شیبہ کا قدرے جائزہ ہم ضرور لیں گے۔

مصنف ابن ابی شیبہ:

مصنف انوار نے کہا کہ ''حافظ ابن حزم نے اسے موطأ مالک پر مقدم کیا، احادیثِ احکام کی جامع ترین کتاب ہے جس میں اہل حجاز واہل عراق کی روایات وآثار کو جمع کر دیا ہے، کوثری نے لکھا حافظ موصوف کبار ائمہ حدیث میں سے تھے، آپ کی مصنف ابوابِ فقہ پر مرتب ہے، ہر باب میں حدیث مرفوع، موصول، مرسل، مقطوع، موقوف کے ساتھ آثار واقوال صحابہ، فتاوی تابعین، اہل علم کے اقوال بطریق محدثین سند کے ساتھ جمع کیے جن سے مسائل اجماعیہ وخلافیہ پر پوری روشنی ملتی ہے، فقہ حنفی کا بہترین ذخیرہ اس میں موجود ہے مصنف کے مکمل قلمی نسخہ کی آٹھ ضخیم جلدیں مکتبہ مراد استنبول میں موجود ہیں جہاں مصنف عبدالرزاق کا بھی مکمل نسخہ پانچ ضخیم جلدوں میں ہے، ہندوستان میں کامل نسخے خزانہ آصفیہ اور مکتبہ سندیہ میں ہیں، ناقص نسخے بہت جگہ ہیں۔۔الخ۔[2]

ہم کہتے ہیں کہ دونوں مصنف طبع ہو کر آ گئے ہیں، مصنف عبدالرزاق پر فرقۂ کوثریہ کذابہ حرافہ کے رکن رکین اسی فرقۂ کذابہ کے ''محدثِ شہیر علامۂ کبیر'' کی تعلیق وتحشیہ کوثریہ کی عادت تحریف وکذب پرستی کے مطابق اکاذیب ودجل وتلبیس کاریوں پر مشتمل ہے، کاش کوئی سلفی ادارۂ طباعت اسے اکاذیب ودسائس کوثریہ پر نظر رکھتے ہوئے شائع کرتا۔ دونوں مصنفات سے ظاہر ہو جائے گا کہ فقہ حنفی احادیث نبویہ وآثار صحابہ واقوال تابعین راجحہ کی مخالفت پر قائم ہے، اپنی اس بات کے ساتھ جو دجل وتلبیسات عام کوثریہ کذابہ حرافہ کی طرح مصنف انوار نے کی ہیں ان پر بہت کچھ ہمارا تبصرہ گزر چکا ہے اور باقی تذکرۂ امام بخاری میں آئے گا، جس میں مصنف انوار نے اپنی اور اپنی کوثری برادری والے جوہر دروغ بافی وعیاری وتحریف کاری زیادہ دکھائے ہیں۔ إن شاء الله وهو المستعان على ما تصفه الكوثرية الكذابة الحرافة.

۱۳۷۔ حافظ بشر بن الولید بن خالد کندی (متوفی ۲۳۸ھ)

مصنف انوار نے کہا:

''حافظ بشر کندی امام ابو یوسف کے اصحاب میں جلیل القدر محدث، فقیہ، دین دار، صالح، عابد تھے، حدیث امام مالک وحماد بن زید وغیرہ سے بھی حاصل کی، آپ سے ابونعیم، موصلی، ابویعلی وغیرہ اور ابو داود نے روایت کی، دارقطنی نے ثقہ کہا، حالت پیری، ضعف ومرض میں بھی دو سو رکعات نفل روزانہ پڑھتے، معتصم باللہ نے خلق قرآن کے قائل نہ ہونے پر آپ کو قید کر دیا اور ہر چند کوشش کی مگر قائل نہ ہوئے، پھر متوکل کے زمانے میں رہا ہوئے،

[1] مقدمہ انوار (۱/ ۲۳۴ و ۲۳۵)　　[2] مقدمہ انوار (۱/ ۲۳۵)

آپ نے فرمایا کہ ہم اکثر حضرت سفیان بن عیینہ کی مجلس میں جاتے جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو پوچھتے کہ اصحاب ابی حنیفہ سے کوئی یہاں پر ہے؟ تبھی میری طرف اشارہ کرتے اور میں جواب عرض کرتا، لوگوں نے آپ سے مشکل مسائل ونوادر میں استفادہ کیا۔"[1]

ہم کہتے ہیں کہ فرقۂ کوثریہ کذابہ حرافہ کے افراد میں سے مصنف انوار کے ممدوح حدائق الحنفیہ کے مصنف بھی ہیں، کذاب کو کذابین ہی سے رسم وراہ ہوتی ہے ورنہ بشر کا ترجمہ متقدمین کی کتب رجال میں ہے، ان سے اعراض اور مجموعۂ اکاذیب سے گہرا لگاؤ بے معنی نہیں۔ امام سفیان بن عیینہ سے متعلق مصنف انوار نے عام کذاب مرجیہ وکوثریہ کی طرح جو بیہودہ گوئی کی ہے تو اس کہانی کی سند میں احمد بن عطیہ المعروف بابن المغلس ہے۔[2] جو بہت زیادہ بے حیا قسم کا کذاب وبد قماش تھا جیسا کہ اوائل کتاب میں بیان ہو چکا ہے، اور اس کذب سے اسے روایت کرنے والا ابو بکر محمد بن حمدان بن الصباح نیساپوری مجہول ہے۔[3] جس کا بہت بڑا کذاب ہونا بھی بعید نہیں۔ بہر حال یہ روایت مکذوبہ ہے جسے کوثریہ کذابہ بشمول مصنف انوار نے دلیل وحجت بنا لیا ہے، اس مقصد سے کہ امام سفیان بن عیینہ علوم ابی حنیفہ کے محتاج وشائق تھے، حالانکہ احناف خصوصاً امام ابوحنیفہ پر امام سفیان بن عیینہ کے بہت سارے کلمات جرح ونقد ہیں، بعض کا ذکر ہم خلافِ مصلحت ونا پسندیدہ سمجھ کر نظر انداز کرتے ہیں، روزانہ حتی کہ بحالت مرض بھی ان کے دوسو رکعات نوافل پڑھنے والی روایت کی سند میں احمد بن عطیہ کذاب ہے۔[4] اور احمد بن عطیہ سے اسے مکرم نے نقل کیا جن کی مناقب ابی حنیفہ مجموعۂ اکاذیب ہے۔

بشر بن ولید ابتدائے امر میں خلق قرآن کے معاملے میں موقف امام احمد بن حنبل وعام اہل حدیث پر قائم تھے، پھر جہمی حکومت کے شدائد دیکھ کر توقف کا موقف اختیار کیا، بنابریں عام اہل حدیث نے انھیں متروک قرار دیا۔[5] لیکن محض وجہ مذکور کی بنا پر انھیں متروک کہنا ٹھیک نہیں، البتہ امام ابو داود نے انھیں بالصراحۃ غیر ثقہ کہا۔[6] امام ابوعلی صالح بن محمد جزرہ نے انھیں "صدوق من أهل الرأي" کہا۔[7] ہم عرض کر آئے ہیں کہ صدوق ہونا غیر ثقہ ہونے کے منافی نہیں، چنانچہ انھیں صدوق کہنے والے امام ابوعلی جزرہ نے "لكنه لا يعقل ما يحدث به كان قد خرف" بھی کہا۔[8] یہ جرح مفسر ہے اور موصوف بشر کے غیر ثقہ ہونے پر دال ہے۔ امام دارقطنی نے انھیں ثقہ کہا مگر تجریح ابو داود وجزرہ کے بالمقابل کوئی اعتبار نہیں کیونکہ امام دارقطنی کبھی کبھار بطریق ابن حبان کے مطابق بھی بعض رواۃ کو ثقہ کہہ دیا کرتے تھے، اور دو اماموں کی تجریح کے بالمقابل ایک امام کی توثیق یوں بھی بے وزن ہے اور لفظ ثقہ کا اطلاق کبھی کبھار صدوق پر ہوتا ہے، اس لیے تمام اقوال وامور پر نظر رکھتے ہوئے انھیں غیر ثقہ ہی ماننا راجح ہے۔ ہم نقل کر آئے ہیں کہ جہمی حنفی حکومت کی جہمیت والی پالیسی کی موافقت میں بشر کو چھوڑ کر اہل الرائے وروافض بقول امام ابوقدامہ مسلک اہل سنت کی مخالفت پر متفق ہو گئے تھے۔[9] اگر بشر نے امام مالک وحماد بن زید سے علم حدیث حاصل کیا تو یہ معلوم ہے کہ دونوں حضرات نے امام ابوحنیفہ پر سخت تجریح وتنقید کی ہے۔

---

[1] مقدمہ انوار (١/ ٢٣٧ بحوالۂ حدائق)　[2] خطیب (٧/ ٨٢)　[3] لسان المیزان (٥/ ١٤٧)
[4] خطیب (٧/ ٨٢)　[5] خطیب (٧/ ٨٣)
[6] خطیب (٧/ ٨٣)　[7] خطیب (٧/ ٨٣)
[8] خطیب (٧/ ٨٤)　[9] خطیب (٧/ ٨٣)

۱۳۸۔ حافظ اسحاق بن راہویہ حنظلی (مولود ۱۶۱/ ۱۶۶ھ ومتوفی ۲۳۸ھ)

مصنف انوار نے حافظ ابن راھویہ کی بابت کہا:

''آپ نے ابن عیینہ، ابن علیہ، جریر، بشر بن مفصل، حفص بن غیاث، ابن ادریس، ابن المبارک، عبدالرزاق، عیسی بن یونس، شعیب بن اسحاق وغیرہ سے روایت کی، آپ سے ابن ماجہ کے سوا باقی ارباب صحاح نے اور بقیہ بن ولید ویحییٰ بن آدم، جو آپ کے شیوخ میں ہیں، اور امام احمد بن اسحاق کوسج، محمد بن رافع وابن معین اقرانِ ابن راہویہ نے روایت کی، ابن مبارک سے نوجوانی کے زمانہ میں حدیث سنی اور بوجہ کم عمری آپ سے روایت نہ کی، قیام مرو میں ابتدائی تفقہ بھی آپ نے ابن مبارک وغیرہ کی خدمت میں رہ کر امام اعظم کے مذہب پر کیا تھا، پھر جب بصرہ جا کر عبدالرحمٰن بن مھدی کے شاگرد ہوئے تو فقہ حنفی سے منحرف ہوگئے اور اصحاب ظواہر کا طریقہ اختیار کرلیا، حالات امام اعظم میں ہم نقل کرآئے ہیں کہ کچھ لوگوں نے کتب امام اعظم دریا برد کرنے کی اسکیم بنائی جس پر مامون نے انھیں بلاکر امام صاحب کی طرف سے مدافعت کی اور انھیں تنبیہ کی کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کریں، ان میں ابن راھویہ بھی تھے جو امام بخاری کے خاص شیوخ میں ہیں، ممکن ہے کہ امام بخاری میں جو انحراف فقہ حنفی یا ائمہ احناف سے آیا یا ظاہریت کی طرف زیادہ میلان ہوا اس میں ان کے تلمذ کا بھی دخل ہو، یوں ابتداء میں امام بخاری کو بھی فقہ عراق وفقہائے احناف سے ربط رہا۔ ابن راھویہ کا حافظہ بے مثل تھا، اپنے تلامذہ کو گیارہ ہزار احادیث املا کرائیں، پھر ان کا اعادہ کیا تو ایک حرف زیادہ یا کم نہ کیا، وفات سے دو سال قبل حافظہ میں تغیر ہوگیا تھا۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ امام ابن راہویہ بھی ان رائے پرست احناف میں سے تھے جو بغداد میں امام شافعی کے قدوم میمونت لزوم کی برکت سے مذہب رائے پرستی سے تائب ہوکر پابند مذہب اہل حدیث ہوگئے، اور اپنے مذہب سابق یعنی رائے پرستی والے حنفی مذہب کو بدعت کہنے لگے، بقدرضرورت اس کی تفصیل تذکرہ امام شافعی میں آچکی ہے، امام ابن المبارک کو مصنف انوار وفرقۂ کوثریہ کا حنفی المذہب کہنا سفید جھوٹ ہے جس کی تفصیل بقدرضرورت گزرچکی ہے، حنفی مذہب سے تائب ہوکر اہل حدیث ہوجانے والے ائمہ کرام کو فرقۂ کوثریہ کے اصحاب ظواہر کہنے سے تحریک کوثری اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکے گی، مامون کے زمانے میں کتب ائمہ احناف کو دریا برد کرنے کا معدوم الوجود قصہ جو ائمہ اہل حدیث کی طرف کوثریہ کذابہ حرافہ بشمول مصنف نے کیا اس کی تکذیب ہم کرآئے ہیں، امام بخاری کے فقہ حنفی وائمہ احناف سے انحراف وظاہریت کی طرف میلان کا تحقیقی جائزہ اکاذیب کوثریہ مع مصنف انوار کا رد بلیغ تذکرۂ امام بخاری میں آرہا ہے، فقہ عراق سے مراد کوثریہ کذابہ بشمول مصنف انوار کا فقہ حنفی ظاہر کرنا صریح کذب بیانی ہے، فقہ عراق اور فقہ حنفی میں زمین وآسمان کا فرق ہے، فقہ عراق سے اہل حدیث کی مراد عراقی ائمہ حدیث کی فقہ ہے جس میں اور فقہ حجازی اہل حدیث میں کوئی معنوی فرق نہیں اور ظاہری فرق کوئی معنوی فرق نہیں۔

امام احمد سے بسند صحیح مروی ہے:

"قيل لأحمد: قول أبي حنيفة: الطلاق قبل النكاح؟ فقال: مسكين أبو حنيفة كأنه لم

---

[1] مقدمه انوار (۱/ ۲۳۷)

يکن من أهل العراق، كأنه لم يكن من العلم بشيء، وفي رواية: كأنه مبتدئ الإسلام"[1]

''امام احمد سے طلاق قبل النکاح سے متعلق قول ابی حنیفہ کا ذکر کیا گیا تو امام احمد نے کہا کہ امام ابوحنیفہ علم میں مسکین آدمی تھے، ایسا لگتا ہے کہ وہ عراق جیسے مخزن علم وفضل کے آدمی تھے ہی نہیں، گویا انھیں علم سے کوئی واسطہ ہی نہ تھا، معلوم ہوتا ہے کہ وہ بالکل نومسلم آدمی تھے جنھیں ابتدائے امر میں علم سے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا۔''

اس فرمانِ امام احمد سے ظاہر ہوتا ہے کہ علمائے عراق میں بھی اہل حدیث تھے، صرف اہل الرای مرجیہ حنفیہ ہی اہل حدیث نہ تھے نیز اس فرمان امام احمد سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ نومسلم آدمی علوم اسلام سے نا آشنا معلوم پڑتے تھے، اور ہم بتلا آئے ہیں کہ امام ابوحنیفہ فی الواقع ابتداءً غیر مسلم تھے بعد میں کسی مرحلہ زندگی میں اپنے والدین کے ساتھ قبول اسلام کیا اور ان کی ابتدائی تعلیم وتربیت ائمہ مرجیہ وجہمیہ کے ذریعہ ہوئی۔

۱۳۹۔ حافظ ابراہیم بن یوسف بلخی متوفی ۲۳۹/ ۲۴۰ھ)

مصنف انوار نے حافظ ابراہیم بن یوسف بلخی کی بابت لکھا:

''ابن مبارک، ابن عیینہ، ابوالاحوص، ابومعاویہ، ابویوسف القاضی، ہشیم وغیرہ سے روایت کی، امام مالک سے بھی ایک حدیث سنی، آپ سے نسائی، زکریا سجزی، محمد بن کرام وغیرہ ایک جماعت نے روایت کی، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، امام ابویوسف کی خدمت میں رہ پڑے یہاں تک کہ فقہ میں کمال حاصل کیا ابوحاتم نے کہا کہ ان سے حدیث نہیں لیں گے، حافظ ذہبی نے اس پر کہا کہ یہ محض تہمت ارجاء کے سبب ان پر حملہ کیا گیا ہے، نسائی نے انھیں اپنے شیوخ میں ذکر کیا اور ثقہ کہا۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ یہ باہلی النسب صاحب الرای ہیں جس سے بظاہر مستفاد ہوتا ہے کہ یہ رائے پرست حنفی تھے مگر یہ صرف ظاہری بات ہے ورنہ حافظ ابن حجر نے کہا:

"قال محمد بن داود الغوفي: لا أكتب عمن يقول: الإيمان قول وعمل، فأتيت إبراهيم بن يوسف فأخبرته فقال: اكتب عني فإني أقول: الإيمان قول وعمل"

''امام ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ان کا ظاہری مذہب ارجاء تھا مگر باطن میں یہ سنی یعنی اہل حدیث تھے چنانچہ امام محمد بن بن داؤد فوغی نے کہا کہ میں نے قسم کھا رکھی تھی کہ صرف اسی شیخ سے حدیث لکھوں گا جو ایمان کو قول وعمل سے مرکب ہونے کا معتقد ہو، چنانچہ میں ابراہیم موصوف کے پاس آیا اور ان سے اپنی قسم کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ تم میری بیان کردہ احادیث لکھوں کیونکہ میں مرجی نہیں ہوں بلکہ ایمان کے قول وعمل سے مرکب ہونے کا عقیدہ رکھتا ہوں۔''

قاضی ابویوسف سے ان کا لزوم ثابت ہے مگر قاضی ابویوسف بذات خود امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب اصحاب کے جہمی مرجی رائے پرستی والے مذہب سے بیزاری اور مسلک اہل سنت سے وابستگی کا اظہار کھل کر کرتے تھے، امام ابوحاتم رازی نے جو

[1] خطیب (۱۳/ ۴۳۸ و ۴۴۱)
[2] مقدمہ انوار (۲/ ۲۳۷) بحوالۂ تہذیب (۱/ ۱۸۴)

ان کی بابت "لایشتغل بحدیثه" کہا تو حافظ ذہبی کا اس پر یہ کہنا کہ "هذا تحامل للإرجاء" (ارجاء کے سبب بے جا تجریح ہے) وہ حافظ ذہبی کا ایک ظن ہے اور ہر ظن کا مطابق واقع ہونا ضروری نہیں، امام ابوحاتم رازی نے کتنے غیر سنی رواۃ کی توثیق کی اور ان سے روایت قبول کی ہے، یہ بات محتاج توضیح نہیں بلکہ خود بخود واضح ہے البتہ دوسرے ائمہ کی توثیق ثابت کے بالمقابل تجریح ابی حاتم غیر مفسر ہے اور توثیق کے بالمقابل تجریح غیر قادح وغیر مؤثر ہے۔ بظاہر موصوف ابراہیم مرجی تھے اسی ظاہر کے مطابق درسگاہِ مالک میں امام قتیبہ بن سعید نے انھیں مرجی المذہب کہہ دیا جبکہ موصوف درسگاہ مالک میں صرف ایک حدیث سن سکے تھے، امام مالک نے انھیں مرجی ہونے کے باعث اپنی درسگاہ سے خارج کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ جو غیر سنی جہمی مرجی حنفی بدعقیدہ رواۃ درسگاہ مالک سے فیض یاب ہو سکے، حتی کہ امام ابوحنیفہ بھی، وہ اپنے جہمی مرجی حنفی مذہب کو چھپا کر کیونکہ وہ امام مالک کے سامنے اپنے کو سنی المذہب اہل سنت ظاہر کرتے تھے ورنہ وہ امام مالک سے فیضان نہ پاتے۔

۱۴۰۔ حافظ عثمان بن محمد بن ابراہیم الکوفی المعروف با بن ابی شیبہ (متوفی ۲۳۹ھ) بعمر اسی سال:

مصنف انوار نے موصوف حافظ عثمان کی بابت کہا:

''مشہور محدث ابوبکر بن ابی شیبہ صاحب ''المصنف'' کے بھائی تھے، مکہ معظّمہ و رے وغیرہ کے علمی سفر کیے، مسند وتفسیر لکھی، بغداد جا کر درس حدیث دیا، شریک بن عبداللہ، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن عبید بن ادریس، جریر بن عبدالحمید، ہشیم وغیرہ سے حدیث سنی، محدث خوارزمی نے فرمایا کہ امام اعظم سے بھی آپ نے مسانید میں روایت کی۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار کے محدث خوارزمی کذاب تھے اور اکاذیب کے زبردست حامی تھے، ان کی کسی بات کا کوئی اعتبار نہیں الا یہ کہ دوسرے معتبر ذرائع سے اس کی تصدیق ہو۔

۱۴۱۔ امام یحییٰ بن اکثم بن محمد بن قطن بن سمعانی مروزی (متوفی ۲۴۲/۲۴۳ھ) بعمر بیاسی سال:

مصنف انوار نے امام یحییٰ بن اکثم کی بابت کہا:

''مشہور محدث وفقیہ امام محمد کے اصحاب خاص میں سے تھے، حدیث امام محمد، ابن مبارک، ابن عیینہ وغیرہ سے سنی اور روایت کی، آپ سے امام بخاری نے غیر جامع میں اور امام ترمذی نے روایت کی، بیس سال کی عمر میں قاضیٔ بصرہ ہوئے، اہل بصرہ نے کم عمر سمجھا تو فرمایا میں عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے عمر میں بڑا ہوں جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کا قاضی بنایا تھا اور معاذ بن جبل سے بھی عمر میں زیادہ ہوں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاضی یمن بنایا۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار نے اپنے ہی جیسے کذاب مصنف حدائق الحنفیہ کی کتاب حدائق الحنفیہ سے امام یحییٰ بن اکثم کا ترجمہ یہ ظاہر کرنے کے لیے لکھا کہ موصوف یحییٰ انھیں کی طرح نیز جملہ کذابین کوثریہ حرافہ کی طرح مرجی المذہب رائے پرست حنفی تھے مگر زیادہ تفصیل میں پڑے بغیر ہم امام احمد بن حنبل کا یہ قول ان کی بابت نقل کرتے ہیں:

"ما عرفت فيه بدعة، وذكر له ما يرميه الناس، فقال: سبحان الله من يقول هذا؟ وأنكر

---

[1] مقدمه انوار (۱/ ۲۳۸) [2] مقدمه انوار (۲/ ۲۳۸ بحواله حدائق)

ذلك إنكارا شديدا"[1]

''مجھے موصوف یحییٰ بن اکثم میں کسی بھی بدعت کا پایا جانا معلوم نہیں، امام احمد سے ان پر لگائے گئے اتہامات کا ذکر کیا گیا تو امام احمد نے اس کی سخت نفی اور اس پر سخت نکیر کی۔''

یہ معلوم ہے کہ امام احمد حنفی مذہب کو بدعتی مذہب سمجھتے تھے، اس سے لازم آتا ہے کہ امام احمد یحییٰ ابن اکثم کو غیر حنفی اہل حدیث قرار دیتے تھے اور امام احمد کا فرمان تمام لوگوں کے خلاف حجت ہے۔

حافظ ابن کثیر نے فرمایا:

"وقد كان يحيىٰ بن أكثم هذا من أئمة السنة، وعلماء الناس، ومن المعظمين للفقه والحديث واتباع المآثر."[2]

''امام یحییٰ بن اکثم ائمہ اہل سنت یعنی ائمہ اہل حدیث وعلمائے امت اور حدیث وفقہ کے تعظیم کندہ اور اثر کے اتباع کرنے والے مراد اثری عرف سلفی عرف اہل حدیث تھے۔''

یہ مختصر سی تحقیق امام یحییٰ کے غیر حنفی غیر مرجی غیر جہمی غیر رائے پرست اہل حدیث امام ثابت کرنے کے لیے کافی ہے موصوف کے سنی المذہب اہل حدیث ہونے والی بات امام احمد سے مصنف انوار کے ہم مذہب عبد القادر قرشی نے ابھی الجواہر المضیہ (۳/۵۸۳) میں نقل کی ہے، وكفى به حجة!

۱۴۲۔ حافظ ولید بن شجاع ابو ہمام ابن ابی بدر سکونی کوفی (متوفی ۲۴۳ھ):

مصنف انوار نے عنوان بالا کے تحت کہا:

''امام مسلم، ابو داود، ترمذی، ابن ماجہ کے حدیث میں استاذ ہیں، ابن معین نے کہا کہ ان کے پاس ایک لاکھ حدیثیں ثقات کی موجود تھیں، حافظ ذہبی نے میزان میں انھیں حافظ حدیث لکھا۔''[3]

ہم کہتے ہیں کہ امام ولید کے اس تعارف سے رد حقائق والی تحریک کوثری بشمول مصنف کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، امام ولید اہل حدیث آدمی تھے۔

۱۴۳۔ محدث کوفہ ابو کریب محمد بن علاء الہمدانی الکوفی (متوفی ۲۴۳ھ) بعمر ستاسی سال:

مصنف انوار نے عنوان بالا کے تحت کہا:

''ابو کریب کوفہ کے مشہور حفاظ حدیث میں سے ہیں، تمام ارباب صحاح ستہ نے ان سے روایت کی، موسیٰ بن اسحاق کا بیان ہے کہ میں نے ابو کریب سے ایک لاکھ حدیث سنی، ابن نمیر نے کہا کہ عراق میں ان سے زیادہ کثیر الحدیث کوئی نہ تھا، علامہ یاقوت حموی نے کہا ابو کریب متفق علیہ ثقہ ہیں۔''[4]

---

[1] ملاحظہ ہو خطیب (١٤/ ١٩٨) وتهذيب التهذيب (١١/ ١٥٩) وتهذيب الكمال (١٤٨٦) وطبقات الحنابلة.../٤١٢ وجواهر المضية (٣/ ٥٨٣)

[2] البداية والنهاية واقعات ٢٣٧هـ (١٠/ ٣٤٨)

[3] مقدمہ انوار (١/ ٢٣٨)

[4] مقدمہ انوار (١/ ٢٣٨ بحوالہ تہذیب و تذکرہ)

ہم کہتے ہیں کہ جن ابن نمیر سے مصنف انوار نے مدح ابی کریب نقل کی، ان کی تجریح ابی حنیفہ کا ذکر تذکرۂ ابن نمیر میں آ چکا ہے، اور اس تذکرۂ ابوکریب سے بھی مصنف انوار کی تحریک مسخِ حقائق کو کوئی بھی فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے۔

۱۴۴۔ شیخ ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ عدنی (متوفی ۲۴۳ھ)

عنوان بالا کے تحت مصنف انوار نے کہا:

''شیخ عدنی نے مکہ معظّمہ میں سکونت کی، اپنے زمانہ کے شیخ حرم ہوئے، ۷۷ حج کیے ہر وقت طواف میں مشغول رہے، امام مسلم وترمذی نے ان سے روایت کی، آپ کی مسند مشہور ہے۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ ان اہل حدیث امام کے اس تذکرۂ مصنف انوار سے بھی ان کی تحریک مسخ حقائق کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔

۱۴۵۔ حافظ احمد بن منیع ابوجعفر بغوی الاصم (مولود ۱۶۰ھ متوفی ۲۴۴ھ)

مصنف انوار نے عنوان بالا کے تحت کہا:

''حافظ احمد بن منیع نے بغداد میں سکونت کی، حدیث وفقہ میں امام ابو یوسف کے تلمیذ خاص ہیں، اور آپ سے تمام ارباب صحاح نے روایت کی، محدث خلیل نے کہا کہ آپ علم میں امام احمد کے اقران کے برابر ہیں، چالیس سال تک ہر تیسرے روز ختم قرآن کا معمول رہا، آپ کی مسند مشہور ہے جس کو آپ کے نامور شاگرد اسحاق بن ابراہیم بن جمیل نے روایت کیا۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ اس تذکرۂ حافظ احمد بن منیع سے بھی مصنف انوار کے عزائم اور مسخ حقائق کو کوئی بھی فائدہ نہیں پہنچا۔

(۱۴۶، ۱۴۷) نمبرات کے تحت مصنف انوار نے حافظ اسحاق بن موسیٰ، حافظ سلمہ بن شبیب، حافظ احمد بن کثیر دورقی، حافظ اسماعیل بن توبہ ابوسھل ثقفی قزوینی، حافظ عمرو الفلاس، امام ابوجعفر دارمی کے مختصر تراجم لکھے، جن سے مصنف انوار کی تحریک تکذیب حقائق کو کوئی فائدہ نہیں، اکثر محدثین نے حنفی المذہب لوگوں اور حنفی مذہب کی تجریح ومذمت کی ہے۔

ایضاح:

مقدمہ انوار الباری کی پہلی جلد پر ہمارا تبصرہ وجائزہ ختم ہوا، مصنف انوار نے ختم مقدمہ انوار الباری جلد اول کے پشت والے صفحہ پر کہا ہے کہ مقدمہ انوار الباری کی دوسری جلد کی ضخامت پہلی والی سے زیادہ ہوگی، بہر حال ہم نے بھی مصنف انوار اور ان کے معاونین ومساعدین وہم مزاج اسلاف خصوصاً کوثری اور زعمائے کوثریہ کذابہ ودیوبندیہ کے فراہم کردہ مواد ومسالہ سے تیار کی جانے والی فتنہ انگیز وبلاخیز اکاذیب پر مشتمل کتاب کی پردہ دری کا تہیہ کیا ہوا ہے۔

مگر ایک بات یہ ہے کہ صحیح بخاری کی شرح کے نام پر لکھی جانے والی اس فساد انگیز مجموعہ اکاذیب کتاب کے مقدمہ میں امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب تلامذہ کے تراجم کے نام پر تمام محدثین ومسلک محدثین کے خلاف زہر افشانی وزورِ آزمائی ومحاذ آرائی بذریعہ اکاذیب وتلبیسات ومکر وفریب وعیاری وتحریف کاری وحق پوشی ومسخ وردِ حقائق وابطال وقائع کی کوئی وجہ ومناسبت

[1] مقدمہ انوار (۱/ ۱۳۸)　[2] مقدمہ انوار (۱/ ۱۳۸ بحوالۂ تھذیب)

اپنی بے لگام ومطلق العنان تحریر سے نہیں ظاہر کی، جبکہ امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب تلامذہ سے صحیح بخاری کا کوئی براہ راست ربط نظر نہیں آتا، اس ضروری وضاحت کی طرف مصنف انوار اور ان کے اساتذہ ومساعدین واحباب وہم مذہب معاونین نے کوئی بھی توجہ نہیں دی۔

الحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات، والصلوة والسلام على جميع أنبيائه ورسله، واتباعهم خاصة على خاتم النبيين ورحمة للعالمين محمد رسول الله وآله وأصحابه وأتباعه إلى يوم الدين.

محمد رئیس ندوی
جامعہ سلفیہ بنارس
۱۴/اگست ۱۹۹۹ء

فرقۂ دیوبندیہ کی رسوائے زمانہ کتاب
مقدمہ انوار الباری (جلد دوم) کا تحقیقی جائزہ

المسمى به

اللمحات إلى ما في أنوار الباري من الظلمات

از

بندۂ خاکسار محمد رئیس ندوی

غفر الله له وعفاعنه وأدخله في جنة الفردوس

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اس کتاب مقدمہ انوار الباری کی پہلی اور دوسری جلد کے ٹائیٹل اوران ٹائیٹل والے پیج کے بعد تیسرے صفحہ کے سرورق پر قرآنی آیت ﴿اللّٰهُ نُوْرُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْض﴾ کے الفاظ معلوم نہیں کس مناسبت سے لکھے گئے ہیں؟ پھر پہلی جلد کے پانچ صفحات فہرست مضامین پر مشتمل ہیں اور ساتویں صفحہ پر''بسم اللّٰه الرحمن الرحيم، الحمد للّٰه وسلام على عباده الذين اصطفى'' لکھ کر بہت طویل وعریض پیش لفظ پر مشتمل دس صفحات اٹھائیس ذیلی عناوین کے تحت لکھے گئے ہیں، اس کی تاریخ تحریر''۱۲؍ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ'' تیسرا ایڈیشن درج ہے، چالیس سال بیت گئے مگر جس کتاب کو چالیس جلدوں میں لکھنے کا عزم ظاہر کیا گیا تھا اس کی کل صرف چودہ جلدیں ہماری دانست کے مطابق تیار ہوکر چھپ سکیں اور کئی سال پہلے مصنف انوار کا انتقال ہوگیا، فرقہ دیوبندیہ کے دم خم سے ظاہر ہو رہا تھا کہ یہ کام وفاتِ مصنف انوار اوران کے جانشینوں کے بعد بھی تاتکمیل کتاب جاری رہے گا، رفتار اشاعت دیکھ کر ہمارا خیال تھا کہ یہ کتاب ساٹھ سالوں میں تیار ہو جائے گی مگر ہمارے اس خیال کو بڑا دھچکا لگا یہ دیکھ کر کہ یہی حالت رہی تو شاید اس کتاب کی تکمیل میں ڈیڑھ صدیاں یعنی پورے ڈیڑھ سو سال لگ جائیں۔

مقدمہ انوار الباری کے مضامین کی فہرست والے سات صفحات کے بعد صفحہ (۱۳) پر نمایاں طور پر''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم'' کی جگہ پر''۷۸۶'' کا عدد لکھا گیا ہے۔ اس اندھیر نگری کے ذریعہ ظاہر کیا گیا ہے کہ دیوبندی حنفی کوثری مرجی مذہب میں یہ غیر اسلامی رسم بلکہ مشرکانہ، کافرانہ وملحدانہ رسم بھی جاری ہے، اس فرقہ کی تمام کتابوں میں یہ کارستانی نظر آتی ہے، حد یہ ہوگئی کہ تھانوی ترجمہ قرآن والے نسخہ کو اسی بابلی شیطانی سحر کاری والی رسم کو ملحوظ رکھ کر نقوش پر مشتمل تعویذات کے طویل سلسلہ سے مزین کیا گیا ہے، اس بابلی شیطانی سحر کاری والے منحوس عدد کو اوپر لکھ کر نیچے "تذكره أمير المومنين في الحديث الشيخ الجليل أبي عبد اللّٰه محمد بن إسماعيل بن إبراهيم البخاري رحمه اللّٰه تعالى" تحریر کیا گیا ہے، پہلی جلد میں اس عدد بابلی شیطانی کی جگہ پر "بسم اللّٰه الرحمن الرحيم، الحمد اللّٰه وسلام على عباده الذين اصطفى" تحریر ہے، دونوں جلدوں کے اس تضاد وتعارض واضطراب کے سبب کا سمجھنا ہماری سمجھ سے باہر ہے، نیز اس جلد کے صرف بانوے صفحہ پر تذکرۂ امام بخاری ختم ہے، یعنی امام بخاری پر صرف اڑتیس صفحات سیاہ کیے گئے ہیں، اس کے بعد والے صفحات (۲۷۶ تا ۴۷۰) دوسرے حضرات کے تراجم پر مشتمل ہیں، تذکرۂ امام بخاری کے نام سے لکھی گئی اس جلد کے اندر بد عنوانی کر کے ان ساری باتوں کو داخل کتاب کرنے کا سبب بھی سمجھ سے باہر ہے۔

اس کے بعد مصنف موصوف نے دو صفحہ پر اپنے احوال زندگی مختصراً لکھے، پھر انیس (۱۹) صفحات میں اس مقدمہ پر تقاریظ دیوبندیہ کوثریہ کے تبصرے مرقوم ہیں، جن میں اس مجموعۂ اکاذیب وطومار اباطیل وانبار تلبیسات کے خوب فضائل ومحامد بیان کیے

ہیں گئے، جن کا حاصل یہ ہے کہ پورا فرقۂ دیوبندیہ اس کے لفظ لفظ سے اس قدر فرحاں وشاداں ہے کہ شدت فرحت وشادمانی سے اپنے حواس کھوکر بدحواسی واختلاط کے دائرہ میں داخل ہوگیا ہے، ہم بھی اپنے عزم کے مطابق ان دیوبندی نگارشات کا تحقیقی جائزہ لیں گے۔ اللہ تبارک وتعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمارے اس کام یعنی "دفاع عن الحدیث وأھله" کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور اس کے لیے ضروری وسائل فراہم کرے۔ آمین۔ ہمارے اس کام میں مدد ومعاونت ومساعدت کرنے والوں کو جزائے خیر سے بہرور کرے، خصوصاً ہارٹ اٹیک جیسی دو سالوں سے لاحق موذی بیماری میں جن لوگوں نے میری عیادت ومزاج پرسی وتسلی وتسکین دہی کی اور کرتے آرہے ہیں انھیں دنیا وآخرت میں خوش وخرم رکھے اور اجر جزیل سے نوازے آمین۔

وما توفيقي إلا بالله، وهو الموفق للصواب، وهو المستعان على ما يصفون، سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

۱۷/ اگست/ ۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ، ۱۹۹۹ء گیارہ بجے شب

ایضاح وانتباہ

عام مرجی حنفی کوثری دیوبندی تقلید پرستوں کی طرح مصنف انوار الباری نے بھی ''برعکس نام نہند زنگی را کافور'' کی مثل ومحاورہ کے مصداق بن کر صحیح البخاری کی شرح کے نام پر اپنے اور اپنے اساتذہ خصوصاً شیخ انور کشمیری وکوثری ودیگر احناف وغیر احناف کی طرف منسوب کردہ اپنے اکاذیب یا فی الواقع ان کے بیان کردہ اباطیل کے انبار جمع کر دیے، خاص طور پر شرح صحیح بخاری کے پہلے بطور مقدمہ اس کی دو جلدیں جن کا دوسرا نام مصنف انوار نے اپنے طریق دجل وتلبیس پر چلتے ہوئے "تذکرۃ المحدثین" رکھ لیا ہے، اس میں امام بخاری کی سیرت کے نام سے صرف چالیس صفحات سیاہ کیے، وہ بھی اس کا بیشتر حصہ امام بخاری کے خلاف اپنی تقلید کوثری دیوبندی حنفی چال بازی سے محض تنقید وتجریح امام بخاری وصحیح بخاری وتصانیف بخاری ہی کی ہے، اس کے برعکس دو جلدوں پر مشتمل مقدمہ اور مزید چودہ جلدیں امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب اصحاب وفقہ حنفی کے فضائل ومناقب اور دوسرے ائمہ اہل حدیث وکتب اہل حدیث کے رد ونقد وجرح ہی میں لکھی ہیں، امام بخاری کی اس کتاب کی شرح میں امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب اصحاب وفقہ حنفی کی بالا دستی کے اثبات پر اس قدر توجہ، وہ بھی جمع اکاذیب واباطیل کے ذریعہ، ایک نہایت حیرت انگیز معاملہ ہے۔ مصنف انوار نے مناقب ابی حنیفہ پر لکھی جانے والی چھبیس کتابوں کا ذکر کر کے مزید کہا کہ امام صاحب کا ترجمہ ساٹھ سے اوپر عام کتب تراجم ورجال وتاریخ میں بھی ہے۔[1]

مصنف انوار نے یہ نہیں بتلایا کہ امام بخاری کی سیرت وترجمہ پر کتنی کتابیں موجود ہیں، حالانکہ تراجم ضعفاء کو چھوڑ کر کتب رجال وتراجم وتاریخ پر جو ہزاروں کتابیں لکھی گئی ہیں ان سب میں سے اکثر میں بخاری کی سیرت وترجمہ پر نہایت مبسوط تحریریں ہیں، بعض میں اوسط درجہ کی اور بعض میں مختصر، ان کی طرف مصنف انوار نے اشارہ بھی نہیں کیا، خاص طور سے اردو داں طبقہ کے لیے حضرت العلام الامام عبد السلام مبارکپوری کی امام بخاری پر ضخیم ومبسوط کتاب کی تو ہوا بھی مصنف انوار اور ان جیسے تقلید پرستوں کو نہیں لگی، اس کتاب کے ایک سے زیادہ اردو ایڈیشن نکل چکے ہیں اور اس کا عربی وانگریزی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے، اور ان کے بھی ایک سے زیادہ ایڈیشن نکل چکے ہیں، صرف یہی ایک تحقیقی کتاب ہی مصنف انوار کے ذکر کردہ کتب مناقب ابی حنیفہ مشتمل بر اکاذیب کتابوں پر کہیں سے بھی زیادہ کہیں بھاری ہے، ان کے علاوہ عربی زبان میں جو سیرت بخاری وترجمہ بخاری پر سینکڑوں سے تجاوز کر کے ہزاروں کتابوں تک پہنچی ہوئی ہیں وہ رد اکاذیب مصنف انوار اور ان کے معاونین ومخالفین ومساعدین وارکان فرقۂ کوثریہ ودیوبندیہ کے لیے بہت کافی اور وافی ہیں۔

مصنف انوار نے اس بات کا تو ذکر کیا کہ امام شافعی نے کہا: "الناس عيال في الفقه على أبي حنيفة وأصحابه" حالانکہ امام شافعی سے اسی کے ساتھ یہ بھی مروی ہے: "الناس عيال في الرأي على أبي حنيفة وأصحابه" اور ہم بتلا آئے

[1] مقدمہ انوار (۱/ ۲۶ و ۲۷)

ہیں کہ رائے کو بھی کچھ لوگ بلکہ عام احناف لفظ فقہ سے تعبیر کرتے ہیں، اور امام شافعی کا قول دراصل رائے ہی منقول ہے جسے بعض لوگوں نے بزعم خویش فقہ کے لفظ سے حکایت معنوی کرتے ہوئے تعبیر کر دیا ہے، مگر امام شافعی نے جو یہ کہا کہ دلائل شرعیہ سے خالی محض غلط رائے پر مشتمل کتابیں لکھی یا لکھوائی ہیں ویسی کسی نے بھی نہیں لکھی لکھوائی ہیں، اس کی تفصیل بھی گزر چکی ہے۔

اردو زبان میں سیرت بخاری از حضرت العلام الامام عبد السلام مبارکپوری کے علاوہ بھی کتابیں ہیں اور امام بخاری کے خلاف لکھی جانے والی دیوبندی کتابوں کے رد و ابطال میں تو بہت ساری کتابیں ہیں مگر ؎

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے!

محمد رئیس ندوی

جامعہ سلفیہ بنارس

۴/ جمادی الأولی ۱۴۲۰ھ

امام بخاری (مولود ۱۹۴ھ متوفی ۲۵۶ھ) بعمر باسٹھ سال، اسم مبارک، خاندانی حالات، سن پیدائش وابتدائی حالات، علمی شغف ومطالعہ

مقدمہ انوار جلد دوم کے صفحہ (۱۴) سے امام بخاری کا تذکرہ شروع ہوکر صفحہ (۵۳) پر ختم ہوتا ہے، یعنی کہ معنوی طور پر کل چالیس صفحات تذکرۂ امام بخاری پر مشتمل ہیں، ان صفحات میں بہت کافی حصہ امام بخاری پر نیش زنی، تنقید وتردید اور تعریضات سے پر ہے، پہلے صفحہ (ص:۱۴) پر شہ سرخی کے بعد چار ذیلی سرخیاں قائم کی گئی ہیں، پہلی ذیلی سرخی کے تحت ایک طرف عبارت امیر المؤمنین فی الحدیث الشیخ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ الجعفی رحمہ اللہ پر ختم ہے، دوسری ذیلی سرخی ''خاندانی حالات'' کے تحت تقریباً چھ سطور مسطور ہیں، اس طرح مصنف انوار الباری کی یہ کتاب تذکرہ محدثین کے بجائے تنقید وتردید محدثین خصوصاً امام بخاری پر لکھی گئی ہے۔ لکھا ہے:

''بردزبہ فارسی کلمہ ہے، کاشتکار کو کہتے ہیں، بردزبہ مجوسی تھے، ان کے بیٹے مغیرہ، یمان جعفی والیٔ بخارا کے ہاتھ پر اسلام لائے، اسی نسبت سے وہ جعفی مشہور ہوئے، مغیرہ کے فرزند ابراہیم کے حالات معلوم نہ ہو سکے، حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں بھی یہی لکھا ہے کہ مجھے ان کے حالات نہیں ملے، ابراہیم کے صاحب زادہ اسماعیل کے بارے میں حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ وہ علماء اتقیاء میں سے تھے، حافظ نے کتاب ثقات ابن حبان سے نقل کیا کہ اسماعیل بن ابراہیم طبقہ رابعہ کے محدث تھے، انھوں نے حماد بن زید اور مالک وغیرہ سے روایت کی اور ابن مبارک تلمیذ امام اعظم کی صحبت میں بیٹھے، امام بخاری نے تاریخ کبیر میں اسی طرح لکھا ہے کہ اسماعیل بن ابراہیم نے حماد بن زید کو دیکھا، ابن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا اور مالک سے حدیث سنی۔''

مصنف انوار نے اس کے بعد ''سن پیدائش وابتدائی حالات'' کے ذیلی عنوان کے تحت تقریباً یہ پانچ سطری عبارت لکھی:

''امام بخاری رحمہ اللہ ۱۳؍شوال ۱۹۴ھ کو بعد نماز جمعہ پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد کا انتقال صغرسنی ہی میں ہوگیا تھا، لہٰذا اپنی والدہ محترمہ کی تربیت ونگرانی ہی میں ابتدائی تعلیم حاصل کی، پھر اپنی والدہ اور بڑے بھائی کے ساتھ حج کو تشریف لے گئے اور مکہ معظّمہ میں قیام کر کے تحصیل علم میں مشغول ہوئے، مشہور ہے کہ امام بخاری کی بینائی چھوٹی عمر میں زائل ہوگئی تھی، آپ کی والدہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا فرمایا تو انھوں نے کہا کہ خدا نے تمھاری دعاؤں کی وجہ سے بیٹے کی بینائی واپس کر دی ہے، امام بخاری صبح کو اٹھے تو بینا تھے۔''

مصنف انوار کے پہلے صفحہ متعلقۂ امام بخاری کا تجزیہ:

مصنف انوار نے اس کے بعد ''علمی شغف ومطالعہ'' کے ذیلی عنوان کے تحت تقریباً چھ سطری عبارت لکھی، جس کی دو سطریں چودھویں صفحہ سے تجاوز کر کے پندرہویں میں داخل ہوئیں۔ ملاحظہ ہو:

''امام بخاری نے لکھا ہے کہ جب میں سولہ سال کی عمر میں داخل ہوا تو ابن مبارک اور وکیع کی کتابیں یاد کر لی تھیں اور ان لوگوں (علمائے عراق) کے علم سے واقف ہو گیا تھا، پھر میں اپنی والدہ ماجدہ اور بھائی کے ساتھ حج کے لیے گیا، حافظ ابن حجر نے لکھا کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام بخاری نے سب سے پہلا سفر ۲۱۰ھ میں کیا اور اگر وہ ابتدائی تعلیم ہی کے وقت سفر کر لیتے تو اپنے معاصرین کی طرح وہ بھی طبقۂ عالیہ کے لوگوں کو پا لیتے، حافظ حدیث عبد الرزاق کا زمانہ ان کو مل بھی گیا تھا اور امام بخاری نے ارادہ بھی کیا تھا کہ ان کے پاس یمن جا کر استفادہ کریں مگر ان سے کہا گیا کہ شیخ مذکور کا انتقال ہو گیا ہے، اس لیے وہ یمن میں نہ گئے، اس کے بعد معلوم ہوا کہ وہ اس وقت زندہ تھے، چنانچہ امام بخاری ان سے بالواسطہ روایت کرتے ہیں۔''[1]

مصنف انوار کے پہلے صفحہ کے مشتملات پر ہماری نظر: کیا امام بخاری کی چوتھی پشت والے دادا بردزبہ مسلمان ہو کر احنف کے نام سے موسوم ہوئے؟

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار نے طبقات سبکی کے حوالے سے اہل حدیث پر بہت کچھ نیش زنی کی ہے، اسی طبقات سبکی میں مصنف انوار کے بیان کردہ نسب نامہ امام بخاری کی چوتھی پشت ''بردزبہ'' کے باپ کا نام ''بزذبہ'' بتلایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ امام بخاری کی چوتھی پشت والے دادا ''بردزبہ'' کا نام ''الاحنف'' بھی بتلایا گیا ہے۔[2]

یہ بہت واضح بات ہے کہ لفظ ''الاحنف'' خالص عربی لفظ ہے جو صفت مشبہ بروزن ''أحمر وأخضر'' ہے، اس لفظ کا ایک معنی بہت زیادہ عقلمند ودانش مند ہے، اور اس کا ایک معنی اپنے اشتقاق کے اعتبار سے ملت ابراہیم حنیف کا بہت زیادہ متبع وپیرو کار بھی ہے، ہمارے خیال سے یہ ''بردزبہ'' بھی مسلمان ہو کر دولت ایمانی سے بہرہ ور ہوئے تھے اور ان کے قومی فارسی نام کو برقرار رکھتے ہوئے اسلامی نامی ''الاحنف'' رکھ دیا تھا۔ عام کتب تراجم میں بردزبہ عرف الاحنف کے صاحب زادے مغیرہ کو یمان جعفی والیٔ بخارا کے ہاتھ پر اسلام لانے والا کہا گیا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے والدہ بردزبہ بھی یمان جعفی والیٔ بخارا کے ہاتھ پر اسلام نہیں لائے۔ ہم اس بات کو راجح سمجھتے ہیں کہ جب والیٔ بخارا یمان جعفی کے ہاتھ پر بردزبہ اسلام لائے تو ان کے ساتھ ان کے کم سن وکم عمر ونابالغ صاحب زادے مغیرہ اپنے باپ کی متابعت میں مسلمان ہو گئے، مغیرہ چونکہ بچپن میں اپنے باپ بردزبہ عرف احنف کی متابعت میں مسلمان ہوئے اس لیے وہ اپنے فارسی الاصل مجوسی المذہب نام کے ساتھ مشہور ومعروف نہ ہو سکے بلکہ ان کا اصل فارسی ومجوسی نام ایک گم شدہ ومفقود الخبر چیز بن کر رہ گیا جیسا کہ عام طور پر ہوا کرتا ہے۔

---

[1] مقدمه انوار (٢/ ١٤ و ١٥)

[2] طبقات الشافعية الكبير للسبكي (٢/ ٢١٢)

تذکرۂ یمان جعفی جس کے ہاتھ پر امام بخاری کے اجداد اسلام لائے:

جس والیٔ بخارا حضرت یمان بن اخنس بن خنیس جعفی کے ہاتھ پر یہ باپ بیٹا (بردزبہ عرف احنف ومغیرہ بن بردزبہ الاحنف) اسلام لائے اور اسی بنا پر ایک دوسرے کے مولی کہلائے، ان کے آباء واجداد میں سے کون صاحب سب سے پہلے مسلمان ہوئے؟ ہم کو تعیین کے ساتھ یہ بات معلوم نہ ہوسکی مگر اتنی بات عام کتب سیر میں منقول ہے کہ نبی ﷺ کے اواخر زندگی ۱۰ھ میں قبیلہ سعد العشیر ہ کا وفد خدمتِ نبوی میں آ کر مسلمان ہوا تھا، ہمیں یقین کی حد تک ظن غالب ہے کہ اس قبیلہ سعد العشیر ہ کے اس وفد میں یمان بن اخنس کے باپ دادا میں سے کوئی ضرور شریک رہا ہوگا، یا اس وفد کی تبلیغ وتلقین سے مسلمان ہو گیا ہوگا، یعنی کہ عہد نبوی میں ان کے خاندان والے لوگ دولت ایمان سے بہرہ ور ہوئے، عام اہل علم کا کہنا ہے کہ حجۃ الوداع کے زمانہ تک پورا عرب اسلام سے بہرہ ور ہوگیا تھا اور سب کو بذریعہ اعلان بحکم نبوی حجۃ الوداع میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی، اس موقع پر کئی لوگ حجۃ الوداع میں شریک نہ ہو سکے یا عہد نبوی میں مدینہ منورہ یا کہیں بھی دیدار نبوی سے بہرہ ور ہوکر اعزاز صحابیت سے معزز نہ ہو سکے، لہٰذا جس کی بابت معتبر دلیل سے صحابی ہونے کا ثبوت نہ ہو اسے قطعیت کے ساتھ صحابی نہیں کہا جاسکتا، یہ عین ممکن ہے کہ یمان بن اخنس کا اصل اسم علم یمان کے بجائے کچھ اور رہا ہو اور یمان وطنی نسبت ہو جس کے ساتھ موصوف مشہور ومتصف ہوئے کیونکہ ان کے قبیلے کا یمنی الاصل ہونا قطعی بات ہے، اور یمن کی طرف نسبت لفظ یمنی ویمینی کی طرح یمانی بھی ہوتی ہے بلکہ لفظ یمانی یمنی النسبۃ میں زیادہ مشہور ومستعمل ہے، متواتر المعنی حدیث نبوی میں "الإیمان یمان" سے بھی اسی کا سراغ لگتا ہے، اور ہم یہ بھی بعید نہیں سمجھتے کہ خود یمان بن اخنس بھی شرفِ صحابیت سے بالکل اواخر عہد نبوی میں مشرف ہو گئے ہوں اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد کسی زمانے میں انھیں حکومت وقت کی طرف سے بخارا اور اس کے ماتحت علاقوں کا والی وحاکم بنا دیا گیا ہو۔

عہد فاروقی میں خراسان بشمول بخارا پر اسلامی قبضہ:

ہم دیکھتے ہیں کہ عہد فاروقی ہی میں خراسان کا اکثر وبیشتر حصہ مفتوح ہوکر حکومت اسلامیہ میں شامل ہوگیا تھا، خراسان ہی کا ایک نہایت مشہور ومعروف شہر بخارا بھی ہے، اس کے ماتحت علاقے بھی خراسان میں شامل ہیں، البتہ خراسان کا جو حصہ ماوراء النہر اس بنا پر کہلاتا ہے کہ وہ دریائے جیحون کے اس پار ہے اس میں بخارا بھی شامل ہے، اور ہر چہار جانب اسلامی فتوحات کا سلسلہ بڑی تیزی کے ساتھ بشمول خراسان جاری تھا لیکن حضرت عمر فاروق کا فاتحین اسلام کے لیے یہ فرمان جاری ہوگیا تھا کہ وہ دریائے جیحون پار کر کے ماوراء النہر کے خراسانی علاقے میں داخل ہونے کے عزائم کو بروئے کار لانے میں توقف سے کام لیں، اس کے باوجود اسلامی سالار اعظم احنف بن قیس کی سرکردگی میں فاتح اسلامی لشکر دریائے جیحون کو پار کر گیا اور فتوحات کا سلسلہ جاری رہا، حافظ ابن کثیر دوسرے مؤرخین کی طرح لکھتے ہیں:

"فعبر النهر واستوثق ملك خراسان على أيدي الأحنف بن قيس، واستخلف في كل بلدة أميرا، ورجع الأحنف فنزل مرورروذا وكتب إلى عمر بما فتح الله عليه من بلاد خراسان بكمالها.. الخ."

''احنف بن قیس نے دریائے جیحون کو لشکر اسلام کے ساتھ پار کیا اور پورا ملک خراسان حضرت احنف بن قیس کے ذریعہ فتح ہوا، احنف بن قیس ہر خراسانی ریاست پر ایک امیر (والی وحاکم) مقرر کرتے رہے، پورے خراسان کو فتح کر کے اور اس کی ہر ریاست پر ایک امیر وحاکم ووالی مقرر کر کے جب حضرت احنف بن قیس اپنے عارضی ہیڈ کوارٹر مروروذ پر واپس آئے تو خلیفۃ المسلمین امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق کو بذریعہ خط مطلع کیا کہ پورا خراسان مفتوح ہو گیا اور وہاں اسلامی حکومت قائم ہو گئی۔''

اس خبر سے حضرت عمر فاروق کو کوئی خاص خوشی نہ ہوئی بلکہ انھوں نے یہ تاثر ظاہر کیا کہ کاش ہمارے اور خراسان کے درمیان دریائے آتش حائل ہوتا، حضرت علی مرتضی نے عرض کیا کہ آپ ایسی بات کیوں کہہ رہے ہیں؟ حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ باشندگانِ خراسان بار بار عہد شکنی کرنے کے عادی ہیں، وہ اپنے اوپر اسلامی حکومت کے ساتھ وفاداری کا عہد وپیان کرنے کے بعد بار بار بغاوت وعہد شکنی کرتے رہتے ہیں، تو یہ اچھا ہی ہے ہماری طرف سے البتہ کوئی لغزش نہیں ہونی چاہیے پھر حضرت عمر فاروق نے سپہ سالار اعظم احنف بن قیس کو تحریری حکم دیا کہ دریائے جیحون کو عبور کر کے اس کے اس پار خراسانی علاقوں پر قبضہ کے بجائے فی الوقت صرف دریائے جیحون کے اس پار ہی کے خراسانی علاقوں کے قبضہ پر اکتفا کرو، لیکن چونکہ خراسانیوں کے شکست خوردہ لوگ چینی وروسی امرائے ترک سے مدد لے کر بار بار لشکر اسلام اور مقبوضات اسلامی پر حملے کرتے رہتے تھے، اس لیے ان حملوں کے جواب میں نہر جیحون پار کر کے خراسانیوں کی طاقت کو پامال کیے بغیر چارہ کار بھی نہیں تھا، اس لیے یہ سلسلہ حضرت احنف بن قیس نے جاری رکھا۔[1]

ان واقعات کی خبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو برابر دی جاتی رہی اور وہ حضرت احنف بن قیس کے خطوط بر سر منبر تمام صحابہ وغیر صحابہ حاضرین کو سنا کر خوش ہوتے رہے۔[2]

امام بخاری کی چوتھی پشت والے دادا کا اسلامی نام احنف کیوں رکھا گیا؟

ہمارا اپنا خیال ہے کہ حضرت احنف بن قیس نے خراسان ریاست بخارا کو فتح کر کے وہاں کا امیر یمان بن اخنس جعفی کو بنایا اور انھیں کے دست حق پر امام بخاری کے جد اعلی بردزبہ عرف احنف اور ان کے صاحبزادے مغیرہ مسلمان ہو کر رشتہ ولائے اسلام کی بنا پر مولی الجعفی کہلائے، اور بردزبہ کا اسلامی نام لشکر اسلام کے سالار اعظم فاتح اکبر حضرت احنف کے اسم گرامی پر تبرکاً رکھا گیا جیسا کہ ہمیشہ سے لے کر آج تک رواج چلا آ رہا ہے۔

یہ بات اوپر بیان ہوئی کہ ذرا سا موقع ملنے پر خراسان کے کفار ومشرکین اسلامی حکومت کے ساتھ غدر وبے وفائی کر کے بغاوت کر بیٹھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ فاروق اعظم کی شہادت کے بعد خلیفہ راشد قرار پانے والے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی بخارا پر عساکر اسلام کو فوج کشی کر کے وہاں کے باشندوں کو قابو میں لانا پڑا تھا، پھر حضرت عثمان کے آخری دور خلافت سے لے کر حضرت علی مرتضی کے زمانۂ خلافت تک خانہ جنگی کا سلسلہ جاری رہا اور فتوحات کا بڑھتا ہوا

---

[1] ملاحظہ ہو تفصیل کے لیے البداية والنهاية (٧/ ١٤٣، ١٤٤) وتاريخ طبري واقعات ٢٢هـ ٢٣هـ.

[2] البداية والنهاية (٧/ ١٤٥ و ١٤٦)

سیلاب رک گیا مگر حضرت علی بن ابی طالب کے بعد والے خلیفہ راشد حضرت حسن بن علی اہل اسلام کے لیے بھلائی و مصلحت دیکھ کر امیر معاویہ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو گئے اور امیر معاویہ کو سانس لینے کا موقع ملا تو فتوحات کا سلسلہ جاری ہو گیا، اس خانہ جنگی والے عرصہ میں بہت سارے ممالک بغاوت کر کے علیحدہ ہو گئے مگر امیر معاویہ کے دور خلافت میں پھر انھیں اسلامی حکومت میں واپس لایا گیا اور یہ سلسلہ برابر خلفائے بنو امیہ و بنو عباسیہ کے زمانے میں جاری رہا۔

تنبیہ:

شہر بخارا اور ریاست بخارا کی تاریخ پر امام غنجار محمد بن احمد بن محمد بن سلیمان ابوعبد اللہ البخاری کی ایک مستقل ضخیم کتاب ہے، اس کتاب کو ہم نے بہت تلاش کیا مگر مل نہ سکی ورنہ امام بخاری اور یمانی جعفی سے متعلق زیادہ معلومات جمع کرنے پر ہم قادر ہو سکتے تھے۔

امام ابوحنیفہ اور امام بخاری کے فارسی و مملوک ہونے کا موازنہ:

یہ بات واضح ہے کہ امام بخاری اور ان کے آباء واجداد فارسی الاصل والنسل ہیں، اس میں کسی کا ذرہ برابر کوئی اختلاف نہیں، یعنی کہ یہ بات کم از کم اجماع سکوتی کا درجہ رکھتی ہے، نیز یہ بھی متحقق و اجماعی بات ہے کہ امام بخاری کے اجداد میں سے کسی پر کبھی غلامی و مملوکیت کا وقت نہیں آیا، وہ ہمیشہ آزاد و خوشحال و فارغ البال رہے، امام بخاری اور ان کے ولائے اسلام والے موالی کی دینی و سیاسی و تصنیفی و تحقیقی خدمات اس قدر اظہر من الشمس ہیں کہ ان سے کوئی صاحب ہوش و گوش انسان مجال انکار نہیں پا سکتا بلکہ سب لوگ بطیب خاطر انشراح صدر کے ساتھ ان حقائق کو بدل و جان تسلیم کرتے اور اس پر فخر بھی کرتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ بعض منافق صفت کور باطن بدنصیبوں کو ان حقائق واضحہ کے تسلیم سے عار ہو مگر ایسے باطن لوگوں کی خباثت وخساست سے حقائق نہیں بدلا کرتے، تنہا امام بخاری کی صرف تصنیفی خدمات کو اگر دیکھیے تو پورا ایک ضخیم کتب خانہ نظر آتا ہے، ان کے مولی اور استاذ امام مسندی جن کا تعارف آگے آ رہا ہے ان کی خدمات جلیلہ بھی بہت ظاہر و باہر ہیں۔

ناظرین کرام کو معلوم ہو چکا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا فارسی الاصل والنسل ہونے کے بجائے بابلی الاصل والنسل ہونا متحقق ہے، اسی طرح ان کا یا ان کے باپ دادا کا مملوک و غلام ہونا بھی متحقق ہے، اسلام میں اس قسم کی باتوں کا کوئی خاص وزن نہیں مگر احادیث نبویہ میں بعض قبائل و ممالک و خانوادوں کے مناقب و فضائل بکثرت بیان کیے گئے ہیں، مصنف انوار اور ان کی پارٹی کے جملہ اشخاص جو ذرا بھی بولنے یا لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، وہ سارا زور بیان ابوحنیفہ کے فارسی الاصل ہونے پر صرف کرتے ہیں اور ان پر ناجائز طور پر حدیث نبوی ”لو كان الدين، وفي رواية: العلم معلقا بالثريا لتناوله رجل، وفي رواية: رجال من أهل فارس“ کو منطبق کرنے کی کوشش کر کے بہت بھاری کبیرہ و خطیرہ گناہ کے مجرم بنتے ہیں، یہ حدیث نبوی امام بخاری اور اس طرح کے دوسرے فارسی الاصل محدثین کرام پر منطبق ہوتی ہے، اور جس روایت میں صرف ”رجل“ منقول ہے اس سے متعین طور پر مراد حضرت سلمان فارسی مشہور و معروف صحابی (جن کا فتح فارس میں بہت ہاتھ رہا اور جو نبی ﷺ کے جنگی مشیروں میں سے تھے) ہیں، اگر کسی کو زیادہ کچھ نظر نہ آتا ہو تو وہ سوچے کہ چوبیس گھنٹے کا ہر لمحہ امام بخاری کی لکھی ہوئی کتاب صحیح بخاری کی تلاوت ہو رہی ہے کیونکہ دنیا میں ہر لمحہ کہیں نہ کہیں درس بخاری کا سلسلہ جاری ہے۔

امام بخاری اور امام ابوحنیفہ کا سال ولادت ووفات:

مصنف انوار نے امام بخاری کی جو تاریخ ولادت ووفات لکھی ہے وہ متفق علیہ ہے، امام بخاری کا خود یہ فرمان ہے کہ میں نے اپنے والد کی وہ تحریر دیکھی ہے جس میں میری تاریخ ولادت مذکور ہے مگر ناظرین کرام دیکھ آئے ہیں کہ ۸۰ھ میں امام ابو حنیفہ کا پیدا ہونا اگرچہ متحقق ہے لیکن کذابین نے اس متحقق بات سے لوگوں کو منحرف کرنے کے لیے بہت سارے مکذوبہ اختراعی اقوال پھیلا دیے ہیں، یعنی کسی نے کہا ۷۷ھ میں پیدا ہوئے، کسی نے کہا ۷۳/ ۷۲/ ۷۱/ ۷۰/ ۶۲/ ۶۳/ ۶۱ھ میں پیدا ہوئے، اور مصنف انوار جیسے کذابین کے اصول سے لازم آتا ہے کہ موصوف ۶۰ھ سے بھی بہت پہلے حتی کہ ۵۰ھ سے بھی پہلے پیدا ہوئے، اکاذیب پرست مصنف انوار جیسے کذابین نے ان اکاذیب سے بہت زیادہ ناجائز فائدہ اٹھا کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی ناپاک ومذموم سعی نامشکور کی اور اکاذیب کو اپنی دانست میں نصوص شرعیہ قرار دے کر دم لیا، جس کی تفصیلی تکذیب ہماری طرف سے گزر چکی ہے نیز اگرچہ امام ابوحنیفہ کی وفات ۱۵۰ھ میں ہونا متحقق ہے مگر ۱۵۱/ ۱۵۳ھ کے اقوال بھی منقول ہیں، البتہ ان کے قائلین کذابین نہیں تھے بلکہ اس کے دوسرے اسباب ہیں جو معلوم ومعروف ہیں۔

فضیلتِ بخاری سے متعلق مصنوعی حدیث:

مختلف کتابوں میں فضیلت بخاری سے متعلق ایک طویل موضوع مرفوع حدیث منقول ہے جس کے موضوع ومکذوب ہونے کی صراحت ائمہ کرام وعلمائے عظام نے کر دی ہے۔[1] یہ معلوم ہے کہ بخارا خراسان کی ریاست کا صوبائی راجدھانی رہا ہے، اور خراسان کی مذمت میں بھی موضوع مرفوع حدیث وارد ہوئی ہے۔[2] امام بخاری اور دوسرے خراسانی ائمہ اہل حدیث کی فضیلت کے لیے نصوص شرعیہ میں علمائے حق کے فضائل ومناقب میں وارد شدہ باتیں بہت کافی ہیں، یہ نصوص بڑی کثرت سے کتاب وسنت وآثار صحابہ میں موجود ہیں۔

یہ بتلایا جا چکا ہے کہ بسند معتبر ثابت ہے کہ امام ابوحنیفہ کی ولادت خراسان میں ہوئی اور بچپن سے لے کر عنفوان شباب تک موصوف امام ابوحنیفہ کی پرورش وتعلیم وتربیت خراسان ہی میں ہوئی، جہاں جہم بن صفوان ومحمد بن کرام کا ہیڈ کوارٹر تھا، اور بسند معتبر ثابت ہے کہ امام ابوحنیفہ کا ارشاد ہے کہ ہمارے خاندان والوں کی تعلیم وتربیت جہم کی بیوی ولونڈی کے ذریعہ ہوئی، اس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں آ چکی ہے۔

بخارا وخراسان کے مناقب ومثالب میں شعراء وادباء وسیاحین کے مختلف بیانات منقول ہیں جن کی کسی قدر تفصیل معجم البلدان تذکرۂ بخارا وخراسان میں ہے، یہ معلوم ہے کہ کسی ملک وخطہ وشہر وقصبہ وقریہ کے مناقب میں نصوص وآثار واردہ کا

---

[1] الموضوعات لابن الجوزي (۲/ ۵۸ و ۵۹) واللآلي المصنوعة للسيوطي (۱/ ۲۴۲، ۲۴۳) ومعجم البلدان مطبوع بيروت لبنان ۱۳۹۹هـ ۹۷۹ء (۱/ ۳۵۳ و ۳۵۴) وسيرة الإمام البخاري للإمام العلام عبد السلام مباركپوری عربي ایڈیشن ۴۵ و اردو ایڈیشن طبع چهارم ۱۹۸۶ء (ص ۴۳ و ۴۴)

[2] كتاب الأباطيل للإمام الجوزقاني الهمداني متوفى ۵۴۳ھ (۱/ ۲۷۵ و ۲۷۶) والموضوعات لابن الجوزي (۲/ ۳۸) واللائي المصنوعة للسيوطي (۱/ ۴۲۶ و ۴۲۷) وحلية الأولياء (۵/ ۱۹۲) والفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة للشوكاني (ص: ۴۱۰ و ۴۱۱)

اطلاق وہاں سکونت پذیر صحابہ وتابعین معتبرین مخلصین وائمہ اسلاف وعلمائے حق کی بابت ہی ہوتا ہے مثالب کا نہیں، اسی طرح وہاں کے کفار ومشرکین ومعاندین حق، ائمہ زیغ وضلال وبدعات پر صرف مثالب کا اطلاق ہوتا ہے مناقب کا نہیں، اور اکاذیب سے کسی بھی چیز کا اثبات وانکار نہیں ہوسکتا خواہ وہ اللہ تعالی وانبیاء ومرسلین علیہم السلام کی طرف منسوب ہوں یا صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین واسلاف عظام رحمہم اللہ کی طرف۔

ہم عرض کرآئے ہیں کہ عراق کو سرزمین فتن وشرور وماوائے شیاطین احادیث نبویہ بلکہ قرآنی آیات متعلقہ بابل وھاروت وماروت نیز اقوال صحابہ وتابعین وائمہ اسلاف میں کہا گیا ہے، مگر اس سرزمین میں مبعوث ہونے والے انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم السلام اوران کے متبعین ومؤمنین صادقین اور وہاں سکونت پذیر صحابہ وتابعین معتبرین وپرستاران حق پر ان کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔

یہ معلوم ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فارسی الاصل والنسل ومجوسی المذہب تھے، اسی طرح دیگر صحابہ وتابعین کرام واسلاف عظام کا حال رہا، پھر سلمان فارسی اپنے ملک میں رہنے والے عیسائی مبلغین وراہبین وعلماء کے زیر اثر عیسائی مذہب کے پیرو بھی ہوئے اور پھر یہودی مذہب کی طرف مائل ہوئے، آخر میں دربار نبوی میں حاضر ہوکر اسلام لائے، فارسی الاصل ومجوسی المذہب تابعین حق پرستوں کی تعداد تو بہت زیادہ ہے، ان کا شمار مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔

یہ بھی معلوم ہے کہ فارس کے مجوسی المذہب حکمرانوں کا قبضہ حدود فارس کے باہر بہت دور دور تک پہنچ گیا تھا، سرزمین عرب کا اچھا خاصہ حصہ بھی ان کے زیرنگیں ہوگیا اور ہندوستان وخراسان وروس وچین کے اچھے خاصے حصوں کا یہی حال ہوا، اپنے مقبوضہ غیر فارسی ممالک میں فارس حکمرانوں نے فارسی النسل لوگوں کی نوآبادیاں بکثرت قائم کی تھیں، انھیں میں سے خراسان بشمول بخارا بھی تھا، جہاں نوآبادساکنین کی طرح امام بخاری کے آباء واجداد بھی سکونت پذیر ہوئے۔ ہمارا اپنا خیال ہے کہ اپنی زندگی کا جتنا حصہ امام ابوحنیفہ نے خراسان میں گزارا اتنا امام بخاری نے اپنے وطن بخارا ریاستِ خراسان میں نہیں گزارا، ان کی زندگی کا بیشتر حصہ عرب ممالک اور غیر خراسانی ممالک میں گزرا، یہ بات اتنی واضح ہے جو وضاحت طلب نہیں۔

امام بخاری کے خاندانی حالات:

گزشتہ مباحث سے امام بخاری کے خاندانی حالات پر کسی قدر روشنی پڑتی ہے، ان کے اجداد میں سے بردزبہ عرف احنف کا معاشی پیشہ کاشتکاری وزراعت تھا، مجوسی مذہب اور مجوسیت زدہ ہندو مذہب میں کاشتکاری کو سب سے اونچا ذریعہ معاش کہا گیا ہے، نصوص قرآن وسنت میں زراعت وکاشتکاری کا بکثرت ذکر بطور امتنان واحسان کیا گیا ہے، خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرمان نبوی کے مطابق مدنی زندگی میں زراعت وکاشتکاری کرتے تھے، شجر کاری اور زراعت کے فضائل میں احادیث نبویہ موجود ہیں، انصار مدینہ اپنے باغات کے بعض حصے ہجرت نبوی کے بعد والے اوائل زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مختص کردیتے تھے، جب بطور فیئ وغنیمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زراعت وکاشتکاری وباغات والی زمینیں ملیں تو انصار مدینہ کے ان موہوبہ باغات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تصرف میں لانے سے معذرت کردی، اور اپنے حصے والی حاصل شدہ کاشت والی زمینوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود کاشت وباغبانی کراتے تھے، جن بعض روایات میں کاشتکاری سے متعلق بعض مذمت والی باتیں منقول ہیں ان کا ظاہری مطلب مراد نہیں بلکہ ان سے اس قدر اشتغال مراد ہے کہ دوسرے فرائض میں کوتاہی وغفلت ہونے لگے وہ مذموم ہے، اور یہ بات تمام ہی ذرائع معاش ومشاغل کی بابت وارد ہے۔

امام بخاری کے اجداد اوران کے مولی امام مسندی کے اجداد کے حالات تفصیل سے نہیں ملتے، امام مسندی امام بخاری کے خصوصی اساتذہ میں سے ہیں، یہ بھی امام بخاری کی طرح بخارا ہی کے باشندہ تھے، رشتہ موالات کے ساتھ دونوں میں علمی رشتے بھی بہت مستحکم رہے۔ امام بخاری کے پردادا ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ احنف کے حالات نہیں معلوم ہوئے، صرف اتنا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بخارا کے معزز ترین شرفاء میں سے تھے۔

والد امام بخاری:

امام بخاری نے اپنی تاریخ کبیر میں لکھا:

"إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة الجعفي أبو الحسن رأي حماد بن زيد صافح ابن المبارك بكلتا يديه وسمع مالكا."[1]

''میرے والد محترم اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ جعفی کی کنیت ابوالحسن ہے، انھوں نے امام زید بن حماد بصری امام عبداللہ بن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرتے دیکھا، نیز انھوں نے امام مالک سے سماع حدیث کیا۔''

امام بخاری کا سماع ولقا اپنے والد محترم امام اسماعیل بن ابراہیم سے نہیں ہوسکا، لہٰذا مذکورہ بالا روایت معلق ہے، اسے امام بخاری نے اپنی تاریخ کے ترجمہ عبداللہ بن مسلمہ مرادی میں موصولاً اس طرح بیان کیا ہے:

"حدثني أصحابنا يحيىٰ وغيره عن أبي قال رأيت حماد بن زيد وجاءه ابن المبارك بمكة فصافحه بكلتا يديه."[2]

''ہمارے اصحاب مراد اساتذہ یحیٰ بن جعفر بیکندی وغیرہ نے میرے والد اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ جعفی سے روایت کی کہ اسماعیل نے کہا میں نے حماد بن زید کو دیکھا کہ مکہ مکرمہ میں ان کے پاس امام عبداللہ بن مبارک آئے تو ان سے حماد بن زید نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔''

نیز حافظ ابن حجر ناقل ہیں:

"وقال في التاريخ: رأي حماد بن زيد فصافح ابن المبارك بكلتا يديه، أخبرني بذلك أصحابنا يحيىٰ وغيره"[3]

''امام بخاری نے تاریخ میں کہا کہ میرے باپ اسماعیل بن ابراہیم نے حماد بن زید کو امام ابن المبارک سے دونوں ہاتھوں کے ساتھ مصافحہ کرتے دیکھا ہے، اس روایت کی خبر مجھے میرے اساتذہ امام یحیٰ بن جعفر بیکندی وغیرہ نے دی ہے۔''

امام بخاری نے کتاب الاستئذان باب المصافحہ کے بعد "باب الأخذ باليدين" کے ترجمۃ الباب میں کہا:

"وصافح حماد بن زيد ابن المبارك بيديه."[4]

---

[1] تاريخ كبير للإمام البخاري (١/ ٣٤٢ و ٣٤٣، قسم: ١، ترجمه ١٠٩٣هـ)

[2] تهذيب التهذيب (١/ ٢٤٠)

[3] تهذيب التهذيب (١/ ٢٤٠)

[4] صحيح البخاري طبع بيروت لبنان (١١/ ٥٥ و ٥٦)

''امام حماد بن زید نے امام ابن المبارک سے دونوں ہاتھوں کے ساتھ مصافحہ کیا۔''

امام غنجار نے تاریخ بخارا میں اسحاق بن احمد بن خلف سے روایت کی:

"سمعت محمد بن إسماعيل البخاري يقول: سمع أبي من مالك، ورأى حماد بن زيد يصافح ابن المبارك بكلتا يديه." ❶

''میں نے امام بخاری سے کہتے سنا کہ میرے والد اسماعیل نے امام مالک سے سماعِ حدیث کیا اور حماد بن زید کو ابن المبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرتے دیکھا۔''

حافظ ابن حبان نے کہا:

"روى عن مالك وحماد بن زيد وروى عنه العراقيون." ❷

''والد امام بخاری اسماعیل نے امام مالک وحماد بن زید سے روایت کی اور ان سے عراقیوں نے روایت کی۔''

ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کے والد امام مالک وزید بن حماد کے شاگرد تھے اور انھوں نے مکہ مکرمہ میں ابن المبارک سے حماد بن زید کو مصافحہ کرتے دیکھا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام بخاری کے والد حج اور تحصیل علم کے لیے مکہ مکرمہ آمد ورفت رکھتے تھے، اور بقول حافظ ابن حبان ان سے عراقی لوگ روایت کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام بخاری کے والد عراق بھی جاتے رہے اور وہاں درس حدیث دیتے رہے، گویا تحصیل علم اور درس دینے کے لیے امام بخاری کے والد حرمین شریفین وعراق وخراسان کے سفر کرتے رہتے تھے، امام بخاری کے والد کا ذکر تہذیب التہذیب میں کرنے کے باوجود تقریب التہذیب میں نہیں کیا گیا اور ان کی بالصراحہ توثیق نہیں کی، مگر موصوف کا ثقہ ہونا اس طرح واضح ہے کہ امام بخاری اپنی صحیح میں بالجزم تعلیق ثقہ رواۃ سے مروی روایت کی کرتے ہیں، نیز حافظ ابن حبان کا انھیں ثقات میں داخل کرنا اور امام یحییٰ بن جعفر بیکندی وغیرہ کا ان سے روایت کرنا بھی ان کے ثقہ ہونے پر دال ہے، والد امام بخاری کے تلامذہ میں احمد بن حفص ونصر بن حسین وغیرہما بھی ہیں۔ ❸

تنبیہ وایضاح: دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کا مسئلہ:

امام بخاری کے والد نے اگر چہ مشاہدہ کیا تھا کہ امام حماد بن زید نے امام ابن المبارک سے دونوں ہاتھوں کے ساتھ مصافحہ کیا مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ والد امام بخاری کا بھی معاملہ مصافحہ میں یہی معمول تھا۔

امام البخاری نے خود اپنی کتاب البر میں نقل کیا ہے:

"عن أنس كان النبي ﷺ إذا لقي الرجل لا ينزع يده حتى يكون هو الذي ينزع يده."

''حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب کسی سے بوقت ملاقات مصافحہ کرتے تو اپنے ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے اور جس سے آپ ﷺ مصافحہ کرتے وہ صحابی بھی ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرتے اور اس صحابی

❶ فتح الباري بحوالۂ تاريخ بخاري لغنجار (١١/ ٥٦) ❷ ثقات ابن حبان طبقه رابعة (٨/ ٩٨)

❸ سيرة البخاري (ص: ٤٢)

کے مصافحہ والے ہاتھ سے اس وقت تک اپنا ہاتھ نہیں کھینچتے یا چھوڑتے تھے جب تک وہ صحابی اپنا مصافحہ والا ہاتھ نہیں کھینچ لیتا تھا۔''[1]

امام ترمذی نے بسند معتبر ایک صحابی کے سوال "فيأخذ بيده ويصافحه" کا یہ جواب نبوی نقل کیا: "نعم" یعنی ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا ہی مسنون ہے، یہ حدیث نبوی ان لوگوں کی تمام تاویلات وسخن سازیوں کا خاتمہ کر دیتی ہے جو صرف دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کو بلا دلیل مسنون کہتے پھرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن ہشام سے مروی ہے:

"كنا مع النبي ﷺ وهو آخذ بيد عمر بن الخطاب"[2]

''ہماری موجودگی میں آپ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب سے صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا۔''

امام ترمذی نے حضرت ابن مسعود سے یہ حدیث نبوی نقل کی:

"من تمام التحية الأخذ باليد"[3] ''مکمل سلام ایک ہاتھ سے مصافحہ ہے۔''

امام بخاری نے فرمایا کہ کبیر تابعی عبدالرحمٰن بن یزید نخعی ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے تھے۔ (سندہ صحیح)

صرف داہنے ہاتھ سے مصافحہ کرنا بائیں ہاتھ کو لگائے بغیر احادیث صحیحہ سے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کا معمول ثابت ہے، بائیں ہاتھ کا استعمال مصافحہ میں آپ ﷺ سے اور آپ کے صحابہ سے ثابت نہیں، معمول نبوی ومعمول صحابہ کے خلاف بعد والے اسلاف کا معمول حجت نہیں، نصوص نبویہ کے خلاف بعض صحابہ تک کا عمل حجت نہیں تو بعد والے اسلاف کا معمول کیونکر حجت ہوسکتا ہے؟ اس مسئلہ پر طرفین کی جانب سے متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ دو ہاتھوں سے مصافحہ کے حامی حضرات کے پاس کوئی بھی شرعی دلیل نہیں، نہ ان کے پاس فریق ثانی کے پیش کردہ دلائل کا کوئی معقول جواب ہے۔

بعض حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ ایک ہاتھ (داہنے ہاتھ) سے مصافحہ جائز ہے اور دونوں ہاتھوں سے بھی جائز ہے مگر اس موقف پر بھی کوئی معتبر دلیل نہیں آتی۔ تفصیل ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ ناظرین طرفین کی کتابوں کا حق وصواب تک غیر جانب دارانہ مطالعہ پہنچنے کے لیے کریں، ان شاء اللہ اصل معاملہ کھل کر سامنے آجائے گا۔

تنبیہ ثانی:

صحیح بخاری اور متعدد کتب حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ جب تک نبی ﷺ زندہ تھے وہ تشہد و قعدہ نماز میں تحیات پڑھتے وقت "السلام عليك أيها النبي" کہا کرتے تھے لیکن جب آپ ﷺ فوت ہوگئے تو ہم "السلام على النبي" کہنے لگے۔[4]

---

[1] فتح الباري (١١/ ٥٦، اس کی سند معتبر ہے)

[2] صحيح البخاري مع فتح الباري باب للمصافحة (١١/ ٥٤) وكتاب الإيمان والنذور (١١/ ٥٢٣)

[3] رواه الترمذي وهو صحيح بشواهده.

[4] صحيح البخاري مع فتح الباري، كتاب الاستيذان، باب الأخذ باليد حديث نمبر (٦٢٦٥، ١١/ ٥٦) وأخرجه ابن أبي شيبة في مسنده والإسماعيلي في مستخرجه وأبو نعيم في مستخرجه.

اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ اس پر تمام صحابہ کا اجماع ہے کہ وفات نبوی کے بعد تشہد نماز میں "السلام علی النبي" ہی کہنا چاہیے، اس حدیث واجماع صحابہ سے فرقہ بریلویہ کے "السلام علیك أیها النبي" والی حدیث سے غیب نبوی پر استدلال کی تکذیب ہوتی ہے، تمام اہل اسلام کو صحابہ کے اس اجماعی موقف پر ہی عمل کرنا چاہیے اور صحابہ کا اجماع بالاتفاق حجت ہے۔

والد امام بخاری کا تجارتی کاروبار میں تورع:

امام بخاری کے والد محترم صرف ایک ثقہ، کثیر الاسفار وبکثرت تعلیم وتدریس ہی کا کام نہ کرتے تھے بلکہ اقتصادی ومعاشی حالات کے استحکام اور مالی اعتبار سے قوی رہنے کے لیے بہت تقوی وطہارت کو ملحوظ رکھتے ہوئے بڑے پیمانے پر تجارتی کاروبار بھی کرتے تھے، انھوں نے بوقت وفات بہت کافی مال ودولت اور تجارتی ساز وسامان ترکہ میں چھوڑا جو امام بخاری کو اپنے باپ کی میراث میں ملا، بوقت وفات والد امام بخاری نے احمد بن حفص بخاری سے، جو والد بخاری کی عیادت کے لیے ان کے پاس موجود تھے، کہا: "لا أعلم من مالي درهما من حرام، ولا درهما من شبهة" اتنے سارے مالی ترکہ میں ایک درہم بھی حرام یا شبہے والا نہیں جانتا، یہ سن کر امام احمد بن حفص بخاری پر یہ تاثر ہوا: "فتضاغرت إلی نفسي عند ذلك" میں اپنے آپ کو اس موقع پر ذلیل وخوار سمجھنے لگا۔[1]

مالی اعتبار سے مستحکم وقوی مومن بھی اقتصادی بدحالی کے شکار مومن سے حدیث نبوی "المؤمن القوي خیر من الضعیف" کے مطابق بہتر ہے۔

امام احمد بن حفص بخاری والد امام بخاری کے علم وفضل کے معترف تھے:

امام احمد بن حفص بخاری کو امام بخاری کے والد کے علم وفضل اور علم تعبیرِ خواب کا بہت احساس تھا، انھوں نے ایک بار خواب میں نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ قمیص میں ملبوس ہیں اور آپ کے پہلو میں ایک عورت رو رہی ہے، آپ نے رونے والی اس خاتون سے کہا کہ میں جب تک زندہ ہوں تمھیں نہیں رونا چاہیے، میری وفات کے بعد البتہ تم رونا، اس خواب کو دیکھنے کے بعد امام احمد بن حفص اس کی تعبیر بتلانے والے عالم کی جستجو دل ہی دل میں کرنے لگے، انھیں والد امام بخاری کے علاوہ دوسرا عالم ایسا نظر نہ آیا جو اس خواب کی تعبیر بتا سکے، لہٰذا وہ خدمت والد امام بخاری میں تعبیر پوچھنے پہنچے، ان سے خواب کا ذکر کیا، امام بخاری کے والد نے فرمایا ابھی ایک زمانہ تک سنت نبویہ زندہ وپائندہ رہے گی۔[2] موصوف امام احمد بن حفص بخاری کو حنفی المذہب کہا جاتا ہے، جو لائق بحث ونظر ہے، ان کا تذکرہ آگے بھی آئے گا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام احمد بن حفص امام بخاری کے والد اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ جعفی کے علم وفضل کے معترف اور ان کے معتقد تھے، امام بخاری نے کہا:

"لقیت أکثر من ألف رجل من العلماء بالأمصار فما رأیته أحدا منهم یختلف في أن الإیمان قول وعمل ویزید وینقص."[3]

''میں مختلف مقامات کے ایک ہزار سے زیادہ اہل علم علماء کی ملاقات سے بہرہ ور ہوا مگر ان میں سے کسی کو بھی میں

[1] مقدمه فتح الباری (ص: ٤٧٩) و مقدمه شرح بخاري للقسطلاني (١/ ٢٦) وطبقات الکبری للسبکي (٢/ ٢١٣)

[2] سیر أعلام النبلاء ترجمه امام احمد بن حفص (١٠/ ١٥٧)　[3] فتح الباري مع صحیح البخاري (١/ ٤٧ تا ٤٩)

نے ایمان کے قول وعمل ہونے اور گھٹنے بڑھنے کے معاملہ میں اختلاف کرنے والانہیں پایا۔''

امام بخاری جن علماء سے ملے ان میں ابوحفص کبیر اور ان کے صاحبزادے بھی تھے بلکہ مکتب میں انھوں نے ابوحفص کبیر سے پڑھا بھی تھا، اس کا لازمی مطلب ہے کہ ابوحفص کبیر بھی ایمان کے قول وعمل ہونے اور گھٹنے بڑھنے کا عقیدہ رکھتے تھے، یعنی کہ وہ اہل حدیث تھے۔

والد امام بخاری نے اپنے ہاں بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے ایک مکتب ومدرسہ قائم کر رکھا تھا:

امام بخاری سے بسند معتبر منقول ہے:

"كنت عند أبي حفص أحمد بن حفص أسمع كتاب الجامع "جامع سفيان" في كتاب والدي فمر أبو حفص على حرف ولم يكن عندي ما ذكر فراجعته فقال الثانية كذلك فراجعته الثانية فقال كذلك فراجعته الثالثه فسكت سويعة ثم قال: من هذا؟ قالوا هذا ابن إسماعيل بن إبراهيم بن بردزبه فقال أبو حفص: هو كما قال، احفظوا فإن هذا يوما يصير رجلا." [1]

''میں اپنے والد کے قائم کردہ مکتب و مدرسہ میں ابوحفص احمد بن حفص کے پاس پڑھتا تھا، وہ ہمیں جامع سفیان ثوری پڑھا رہے تھے، وہ ایک ایسے حرف کو پڑھاتے ہوئے گزرے چلے جا رہے تھے جو حرف میرے پاس محفوظ علم میں اس طرح نہیں تھا جس طرح وہ پڑھا رہے تھے، لہٰذا میں نے ان سے اس سلسلے میں مراجعہ کیا تو مراجعہ کے بعد بھی وہ اسی طرح یہ حرف پڑھا کر آگے بڑھ جانا چاہتے تھے مگر میں نے پھر مراجعہ کیا، اسی طرح تیسری بار بھی ہوا تو وہ کچھ دیر خاموش رہے پھر بولے کہ مراجعہ کرنے والا لڑکا کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ امام اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ کے لڑکے محمد ہیں، ابوحفص نے کہا کہ اصل بات وہی صحیح ہے جو یہ صاحبزادے کہہ رہے ہیں، تم سب لوگ یاد رکھو کہ یہ بچہ آگے چل کر بہت بڑا امام زمانہ ہوگا۔''

امام بخاری کی مکتبی تعلیم کے زمانہ کی حیرت انگیز صلاحیت:

اس روایت سے معلوم ہوا کہ والد امام بخاری بچوں کی تعلیم وتربیت خصوصاً چھوٹے بچوں کی تعلیم وتأدیب وتربیت کے لیے ایک مدرسہ ومکتب بھی کھولے ہوئے تھے، اس سے جہاں ان کی مالداری ودولتمندی کا پتہ لگتا ہے وہیں اہل اسلام میں تعلیم دین کی ترویج واشاعت کے جذبۂ صادقہ کا بھی پتہ لگتا ہے کہ انھوں نے ایک مستقل مدرسہ اپنے زیر انتظام قائم کر رکھا تھا جہاں جامع سفیان ثوری کی بھی تعلیم ہوتی تھی، اس مدرسہ میں ابوحفص احمد بن حفص حنفی کہے جانے والے امام بخاری بھی مدرس ومعلم والد امام بخاری کی طرف سے مقرر تھے، امید غالب ہے کہ یہ احمد بن حفص مدرسۂ والد امام بخاری میں باتنخواہ مدرس تھے اور تنخواہ لے کر دین کی تعلیم حنفی مذہب میں جائز نہیں، اگرچہ عرصۂ دراز سے علماء احناف اپنے اس حنفی فتوی کے خلاف مسلک اہلحدیث پر عامل ہیں اور تنخواہ لے کر ہی دینی تعلیم دیتے ہیں مگر زمانہ امام بخاری میں علماء احناف ایسا نہیں کرتے تھے۔

اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ امام ابوحفص کے حنفی المذہب ہونے کا صرف یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے ورنہ وہ غیر حنفی

[1] خطیب (۲/ ۱۱)

اہل حدیث تھے، ان کے بیٹے محمد بن احمد بن حفص کی بابت امام ذہبی نے لکھا کہ ”كان من أئمة الإسلام والسنة“یعنی یہ ائمہ اسلام وائمہ اہل سنت میں سے تھے۔❶ سنت کے لفظ کا اطلاق اہل سنت پر ہوتا ہے، اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ باپ بیٹے دونوں اہل سنت کے ائمہ میں سے تھے، دوسری جگہ ترجمہ محمد بن احمد بن حفص بن زبرقان میں حافظ ذہبی نے لکھا ”وكان ثقة إماما ورعا زاهدا ربانيا صاحب سنة واتباع“ یعنی موصوف ثقہ امام متقی زاہد ربانی صاحب سنت واتباع تھے۔❷

امام بخاری سے منقول ہے کہ انھوں نے ایک ہزار اساتذہ سے زیادہ مشائخ سے پڑھا، یہ سارے مشائخ امام بخاری مذہباً اہل حدیث تھے، اس کا لازمی مطلب ہے کہ ابوحفص کبیر بھی اپنے بیٹے کی طرح مذہباً اہل حدیث تھے کیونکہ یہ بھی امام بخاری کے اساتذہ میں سے تھے، اور والد امام بخاری کے جس مکتب میں وہ جامع سفیان ثوری کا درس دیتے تھے وہ مکتب بھی اہلحدیث مذہب والوں کا تھا، یہ بہت مستبعد ہے کہ والد امام بخاری کسی غیر اہل حدیث حنفی مرجی کو اپنے یہاں مکتب کا مدرس مقرر کریں اور انھیں جامع سفیان ثوری پڑھانے کو کہیں، جامع ثوری جس امام سفیان ثوری کی کتاب ہے وہ اہل حدیث تھے، کسی اہل حدیث امام کی لکھی ہوئی کتاب جو حنفی مذہب کے خلاف ہو کسی غیر اہلحدیث مدرسہ کے نصاب میں اس زمانہ میں داخل ہو بہت مستبعد ہے، اس کا حاصل یہ کہ امام بخاری کے یہ مکتبی استاذ ابوحفص اہل حدیث مذہب کے پیرو تھے۔

امام بخاری کی بابت احمد بن حفص کی پیش گوئی کا تحقق:

امام ابوحفص کی امام بخاری کی بابت فراست والی پیش گوئی کس قدر سچ ثابت ہوئی کہ امام بخاری نہایت کم عمری میں بہت بڑے امام اہل حدیث بن کر منصۂ شہود پر نمودار ہوئے، یہ کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ مکتبی تعلیم پانے کے زمانے میں امام بخاری کے والد کے قائم کردہ مکتب میں جامع ثوری کی تعلیم ہوا کرتی تھی، اور امام بخاری کی تعلیمی پختگی کا یہ حال تھا کہ اپنے استاذ سے صادر ہو جانے والی بعض غلطیوں پر مراجعہ کرتے اور استاذ محترم بار بار کے مراجعہ پر غلطی سے متنبہ ہو کر اس سے رجوع کرتے اور نہایت فراخدلی وانشراح صدر کے ساتھ اس بچہ کی بابت اتنی بھاری حیرت انگیز پیش گوئی کرتے جو پیش گوئی حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی، اس طرح کی کرامت والی پیش گوئی کسی حنفی المذہب مرجی عالم سے صادر ہونا مستبعد ہے کیونکہ کرامات کا صدور اولیاء اللہ سے ہوتا ہے اور مسلک اہلحدیث کے خلاف عقیدہ وعمل ومسلک رکھنے والا بقول شیخ جیلانی ولی نہیں ہوسکتا، لہٰذا احمد بن حفص جیسے ولی کی بابت حنفی المذہب مرجی ہونے کا پروپیگنڈہ ودعوی غیر صحیح ہے، آج کل تعلیمی ترقی کا بڑا غلغلہ ہے مگر اس زمانے میں جس جامع ثوری کو مکتب کے بچے بخوبی سمجھ کر پڑھا کرتے تھے آج اسے اچھے خاصے اساتذہ بھی صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتے۔ فإنا لله وإنا إليه راجعون

امام بخاری واستاذ امام بخاری احمد بن اسحاق وابوحفص بقول لیث بن نصر مجدد دین تھے:

حافظ ذہبی ناقل ہیں کہ احمد بن اسحق نے کہا:

”قال عبد الله بن محمد بن عمر بن الأديب: سمعت الليث بن نصر الشاعر يقول: تذاكرنا الحديث: إن على رأس كل مائة سنة من يصلح أن يكون علم الزمان. فبدأت

❶ سير أعلام النبلاء (١٠/ ١٥٩) ❷ سير أعلام النبلاء (١٢/ ٦١٨)

بأبي حفص أحمد بن حفص، فقلت: هو في فقهه وورعه وعمله يصلح أن يكون علم الزمان، ثم ثنيت بمحمد بن إسماعيل البخاري فقلت: هو في معرفة الحديث وطرقه يصلح أن يكون علما، ثم ثلثت بأحمد بن إسحاق السرماري فقلت: رجل يقرأ على منبر الخليفة ههنا يقول: شهدت مرة أن رجلا وحده كسر جند العدو، عني نفسه، فإنه يصلح أن يكون علم الزمان، قالوا: نعم."[1]

''یعنی ہرصدی کے سرے پر''علم الزمان'' ہونے کی صلاحیت رکھنے والا کوئی نہ کوئی پیدا ہوتا رہے گا تو میں نے ابو حفص احمد بن حفص کو دوسری صدی کا ''علم الزمان'' قرار دیا، یہ کہہ کر کہ وہ اپنی فقہ و ورع وعمل کے اعتبار سے دوسری صدی کے ''علم الزمان'' کے لائق ہیں اور تیسری صدی کے ''علم الزمان'' امام بخاری ہیں اور چوتھی صدی کے علم ''علم الزمان'' احمد بن اسحاق سرماری ہیں بایں وجہ کہ وہ یہاں منبر خلیفہ پر قراءت کر کے (خطبہ دیتے) اور انھوں نے تنہا اعدائے اسلام کے لشکر کو اپنی شجاعت کی بدولت شکست دے دی، سبھی حاضرین نے اس بات کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ ہاں بات ایسی ہی ہے۔''

فرقہ مرجیہ کی چیرہ دستیاں:

ظاہر ہے کہ اسلاف کی اصطلاح میں اہل سنت کا امام اور صاحب سنت و اتباع کا لفظ اہلحدیث ہی کے لیے بولا جاتا تھا، حنفیہ کو اسلاف بدعتی فرقہ مرجیہ کہتے ہیں اور اس زمانے کے احناف بلکہ ہر زمانے کے جہمیت زدہ مرجی مذہب کے پابند رہے تاکہ وہ کبھی اہل سنت واصحاب سنت رہے، اور صرف یہ لوگ مرجی المذہب ہی نہیں بلکہ مرجی مذہب کے سرگرم داعی ومبلغ بھی ہمیشہ سے رہے ہیں، آج بھی تبلیغی جماعت کے نام سے یہ فرقہ اس مرجی مذہب کا نہایت سرگرم داعی ومبلغ بن کر پوری دنیا میں تبلیغ دین کے نام پر تبلیغ ارجاء کر رہا ہے، یہ لوگوں کو صرف کلمہ توحید پڑھنے کی تلقین کرتا پھرتا ہے کیونکہ اس کے دین ومذہب وایمان میں اعمال داخل ہی نہیں ہیں، اس کے نزدیک اعمال کی حیثیت بہت معمولی ہے، اسی تناسب سے یہ اعمال کی طرف بھی لوگوں کو توجہ دلاتا ہے مگر اس کا بہت التزام کرتا ہے کہ کوئی بھی شرعی عمل مرجی مذہب عرف حنفی دیوبندی مذہب کے خلاف نہ ہو نے پائے، دوسروں کو بھی ہر عمل میں مرجی مذہب کی پابندی کا التزام رکھنے کی ہدایت کرتا ہے۔

اتفاق سے میں شہر گورکھپور کی جامع مسجد میں ان مرجیہ کے ہونے والے تبلیغی اجتماع اور چلہ کشی کی تحریک والی اس پارٹی کے اجلاس میں شریک ہوا مگر محض آمین بالجہر، رفع الیدین عند الرکوع اور سینے پر ہاتھ باندھنے پر اس کے بہت سے افراد مجھ پر بہت برا فروختہ ہو کر لڑنے لگے، بڑی مشکل سے ان کے پنجۂ استبداد سے رہائی حاصل کرنے میں میں کامیاب ہو سکا، ان کے اس مرجیانہ تشدد کا شکوہ حضرت العلام خطیب الاسلام مولانا عبد الرؤف رحمانی جھنڈانگری نے بھی اپنی کتاب ''سفرنامۂ حجاز'' میں کیا ہے، میں گورکھپور والے واقعہ سے پہلے متعدد بار اس فرقہ کے تبلیغی اجتماعات میں شریک ہوا مگر ان اجتماعات میں میری مادر علمی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو کے اساتذہ بلکہ حضرت الاستاذ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی وحضرت الاستاذ مولانا منظور احمد نعمانی

[1] سير أعلام النبلاء (١٠/ ١٥٧، ١٥٨)

بھی شریک رہا کرتے تھے، انھیں کی روادارانہ پالیسی کے احترام میں یہ فرقہ جبراً وقہراً اپنی حدت پسندی کے مظاہرہ سے باز رہا کرتا تھا، اس فرقہ کی سب سے بڑی مرکزی عالمی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کے قوانین واصول وضوابط میں یہ داخل ہے کہ کوئی اہل حدیث طالب علم ان کی درسگاہ میں داخلہ لے کر پڑھنے نہ پائے، عام طور سے اس کی تمام ذیلی شاخوں اور دیوبندی تعلیمی وغیر تعلیمی اداروں میں بھی اس کا التزام رہا کرتا ہے حتی کہ اس کے عوام کالانعام بھی فرقہ مرجیہ ومذہب مرجیہ کی بالا دستی ثابت کرنے کی خاطر اہل حدیث عوام بلکہ اہل علم سے لڑتے جھگڑتے اور تشدد وشدید تعصب کے مظاہرے کرتے رہتے ہیں۔

صرف دارالعلوم ندوۃ العلماء میں اس طرح کا ارجاء والا تشدد نہیں پایا جاتا جس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے قیام وتاسیس میں اہل حدیث علماء وعوام پیش پیش رہے، اس کے سب سے پہلے شیخ الحدیث ومہتمم حضرت العلام حفیظ اللہ اہلحدیث ہی تھے، بیس سال کی طویل مدت تک نواب سید علی حسن ولد نواب صدیق حسن ناظم رہے اور تحریک شہیدین سے خونی وعلمی رشتہ رکھنے والے اس ادارہ پر حاوی رہے، ہم اپنی کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں ثابت کر چکے ہیں کہ تحریک شہیدین دراصل اہلحدیث تحریک تھی، بس دارالعلوم ندوۃ العلماء کو اسی کا پاس ولحاظ اہل حدیث کے ساتھ رواداری برتنے میں ہے ؎

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف　　　آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہے

تمام مرجی اداروں کی حمایت ومعاونت ومساعدت اس تبلیغی جماعت کو قولاً وعملاً ومالاً حاصل ہے، یعنی تمام مرجی افراد عوام وخواص انفرادی واجتماعی طور پر اپنے پیسے وعمل ومحنت مرجی مذہب کی تبلیغ واشاعت وپھیلاؤ اور بالا دستی کے حصول کے لیے عالمی پیمانے پر سرگرم عمل ہیں، اس کی حمایت میں اس جماعت کے اہل قلم نے کتابوں کا بہت بڑا انبار جمع کر دیا ہے جو مجموعۂ اکاذیب ہیں، انوار الباری شرح بخاری کے نام پر اسی غرض وغایت سے لکھی جارہی ہے، مسلم پرسنل لا بورڈ کے تحت جس فقہ کی تدوین کی جارہی ہے اس کے زعماء خصوصا مولوی مجاہد الاسلام علی الاعلان اجلاسوں میں کہتے ہیں کہ جس طرح چہل رکنی مجلس تدوین فقہ حنفی کے ذریعہ امام ابو حنیفہ نے تدوین فقہ حنفی کی اسی طرح ہم بھی کر رہے ہیں مگر اس مجلس تدوین کے اراکین تو سینکڑوں سے بھی متجاوز ہیں، ہم بھی اس کے متعدد اجلاسوں میں شریک ہوتے رہے ہیں، اب ہارٹ اٹیک والی بیماری کے سبب معذور ہیں۔ ہماری اس کتاب میں اس معدوم الوجود مجلس تدوین نیز دوسرے مرجی اکاذیب کی خبر لی گئی ہے، ان سے پوری مرجی پارٹی تغافل وتجاہل برت رہی ہے۔

استاذ امام بخاری احمد بن اسحاق سرماری بخاری کا مختصر ترجمہ:

یہ احمد بن اسحاق سرماری ریاستِ بخارا کے ماتحت دیہاتی گاؤں میں سے ایک گاؤں سرماری کے باشندے تھے، اور بہت بڑے فوجی سپہ سالار اور فاتح مجاہد ہونے کے ساتھ ائمہ اہل حدیث میں سے تھے، یہ بھی امام بخاری کے اساتذہ میں سے تھے، انھوں نے صرف اپنی ایک تلوار کی بابت فرمایا کہ اس سے میں نے کم از کم ایک ہزار تر کی کفار کو یقینی طور پر قتل کیا ہے، ان سے مذہب اسلام کو بہت فروغ ہوا اور اسلامی خلافت کا دائرہ بہت وسیع ہوا، کچھ حضرات نے ان کا سال وفات ۲۵۰ھ بتلایا ہے مگر زیادہ محققین نے ۲۴۲ھ بتلایا ہے۔[1]

[1] سير أعلام النبلاء (١٣/ ٣٧ تا ٤٠) طبقات صفوي، الوافي بالوفيات (٦/ ٢٤١) وتهذيب التهذيب (١/ ١١ و ١٢) والجمع بين رجال الصحيحين (١/ ٨) وتهذيب الكمال (١/ ١٧) وعام كتب رجال وتاريخ .

روایت مذکورہ کی تصحیح اور لیث بن نصر خراسانی کا ترجمہ:

اس علم الزمان والی روایت کی سند معتبر ہے، اس کے راوی لیث کے باپ کے نام میں اختلاف ہے، کسی نے کہا کہ ان کے باپ کا نام مظفر ہے، کسی نے کہا رافع بن نصر بن یسار ہے، کسی نے کہا نصر بن یسار ہے، البتہ ان کے خراسانی الاصل ہونے پر اتفاق ہے، یہ کتب کثیرہ کے مصنف تھے۔[1] ظاہر ہے کہ یہ روایت ان کی کسی کتاب سے نقل کی گئی ہے۔

ترجمہ عبداللہ بن محمد بن عمر بن بریہی سکسکی:

ان سے روایت مذکورہ کے ناقل عبداللہ بن محمد بن عمر بن ابی بکر بن اسماعیل بریہی سکسکی ابومحمد (متوفی ۷۶۴ھ) ہیں جو ''ورع صالح'' تھے جو کلمۂ توثیق ہے[2] یہ بھی ان کی کتاب ہی سے منقول ہے۔

حدیث مذکور میں مجدد دین کے لفظ کی تعبیر علم الزمان سے کی گئی ہے:

اس روایت میں جس حدیث نبوی کا ذکر ہے، اس کا لفظ ''علم الزمان'' معروف نہیں، راوی نے بخیال خویش روایت بالمعنی کرتے ہوئے اسے ان الفاظ کے ساتھ نقل کر دیا ہے، ہم ترجمہ امام شافعی میں نقل کر آئے ہیں کہ اس حدیث نبوی کے الفاظ ہیں: "إن اللّٰه يبعث على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها" ''یعنی ہر صدی کے سرے پر اللہ تعالی ایسا مایہ ناز فرزند اسلام مبعوث کرے گا جو دین اسلام کی تجدید کرے گا۔''[3]

ہم کہہ آئے ہیں کہ اکثر اہل علم نے پہلی صدی کا مجدد خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز (متوفی ۱۰۱ھ) کو اور دوسری صدی کا امام شافعی کو اور تیسری کا امام بخاری کو قرار دیا ہے۔

پہلی صدی کے مجدد خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز ہیں اور دوسری کے امام شافعی:

اس میں اہل علم کا اپنے اپنے نقطۂ نظر سے اختلاف ہوسکتا ہے اور ہوا ہے، امام لیث نے دوسری صدی کا مجدد اپنے علم وخیال کے مطابق امام ابوحفص احمد بن حفص بخاری کو قرار دیا جو امام شافعی ہی کے سال ولادت میں پیدا ہوئے مگر انھوں نے عمر لمبی پائی اور ۲۱۷ھ میں فوت ہوئے جبکہ امام شافعی ان سے تیرہ سال پہلے ۲۰۴ھ ہی میں فوت ہوگئے، مگر اس حدیث کا انطباق ابوحفص احمد بن حفص پر از روئے تحقیق نہیں ہوتا، امام شافعی کے تجدیدی کارناموں کے بالمقابل ان کا کوئی کارنامہ نظر نہیں آتا، موصوف امام بخاری کے والد کے قائم کردہ مکتب میں پڑھایا کرتے تھے، کیا ایک مکتب کا مدرس دین کا تجدیدی کام کر سکے گا؟

والد امام بخاری کے قائم کردہ مکتب میں جامع ثوری بھی پڑھائی جاتی تھی:

پھر موصوف ابوحفص احمد بن حفص اس مکتب میں اور کتابوں کے ساتھ جامع سفیان ثوری بھی پڑھاتے تھے، جس کے

---

[1] بغية الوعاة (٢/ ٢٧٠)　　[2] بغية الوعاة (٢/ ٥٩)

[3] سنن أبي داود حديث نمبر (٤٢٩١) ومستدرك حاكم (٤/ ٥٢٢) وخطيب (٢/ ......) ومعرفة السنن والآثار للبيهقي (١/ ٥٢) وجامع الأصول (١١/ ٣٢٠ تا ٣٢٤) مع الشرح وهو حديث صحيح وحلية الأولياء ترجمة إمام شافعي وتوالي التأسيس للحافظ ابن حجر.

مصنف امام سفیان ثوری حنفی مرجی مذہب سے اس قدر نالاں تھے کہ امام ابوحنیفہ کو دین کی ایک ایک کڑی توڑ دینے والا، بار بار مرتکبِ کفر ہو کر حکومت کی کارروائی سے خوفزدہ ہو کر توبہ کرنے والا، ان کے عقیدۂ ارجاء کے سخت مخالف وحریف، ایمان کو قولِ مجرد اور کمی بیشی سے محفوظ قرار دینے کے سبب امام ابوحنیفہ سے سخت بے زار ومتنفر، ان سے بات اور سلام وکلام تک کے روادار نہ تھے، اس کتاب میں بھی انھوں نے امام ابوحنیفہ اور ان کے مذہب کے خلاف بہت ساری باتیں لکھ چھوڑی ہیں، ایسی کتاب جس مکتب کے نصاب تعلیم میں شامل ہو وہ مکتب ہرگز ہرگز حنفی المذہب ومرجی المشرب مکتب نہیں ہوسکتا تھا، نہ اس مکتب کے منتظمین ومدرسین ہی حنفی المذہب مرجی المشرب ہو سکتے تھے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام بخاری کے والد ماجد اور ان کے قائم کردہ مدرسہ کے دیگر معاونین ومساعدین اپنے استاذ خاص امام مالک کے ہم مذہب یعنی اہلحدیث تھے، اور امام ابوحفص احمد بن حفص بھی اہلحدیث واہل سنت تھے حنفی مرجی ہرگز نہ تھے۔

ان کا خواب میں دیدار نبوی سے مشرف ہونا اور والد امام بخاری کی اس خواب کی تعبیر کے مطابق مذہب اہل سنت یعنی مذہب اہلحدیث کے باقی دیرقرار وزندہ وپائندہ رہنے کی بشارت سے بہرہ ور ہونا بھی ان کے غیرحنفی وغیرمرجی ہونے کے دلائل میں سے ہے، موصوف احمد بن حفص امام ہشیم بن بشیر وجریر بن عبدالحمید جیسے ائمہ اہل حدیث کے شاگرد تھے، یہ بھی بعید نہیں کہ موصوف ابوحفص امام مالک کے شاگرد اور امام شافعی کے ساتھی رہے ہوں، عدم ذکر سے عدم وجود کا لازم نہ آنا مسلمات میں سے ہے، اس زمانے میں کوئی بھی سوجھ بوجھ رکھنے والا صاحب علم وفضل درسگاہ امام مالک میں بار یاب ہو کر تحصیل علم کے شوق وذوق سے محروم نہیں ہوسکتا تھا، امام ابوحنیفہ بذات خود علوم مالک کے لیے بے چین ومضطرب وبےقرار رہتے تھے، مرجیہ واہل الرای خصوصاً کوفی مرجیہ کے خلاف امام مالک کے رویہ کو دیکھ کر امام ابوحنیفہ کو اگر چہ ہمت نہ ہوسکی کہ ظاہر ونمودار ہو کر درسگاہ مالکی میں داخلہ لے سکیں، کیونکہ امام ابوحنیفہ کا جہمی مذہب اور جہمی مذہب کے ائمہ اور مرجی مذہب اور مرجی مذہب کے ائمہ سے غیرمعمولی قسم کے روابط وعقیدت کے معاملات امام مالک پر پوشیدہ نہیں رہ سکتے تھے، دریں صورت امام ابوحنیفہ کبھی کبھار خفیہ طور پر نہایت عقیدت وادب وتعظیم کا مظاہرہ کرتے ہوئے تھوڑی ہی دیر کے لیے امام مالک کے پاس اطفالِ مکتب کی طرح بیٹھنے ہی میں عافیت سمجھتے تھے کہ کہیں راز کھلنے پر امام مالک کے عتاب وغیظ وغضب کا شکار نہ ہونا پڑے، بنابریں وہ اسی میں عافیت سمجھتے تھے کہ امام مالک کے تلامذہ بلکہ تلامذہ کے تلامذہ سے ہی علوم مالک سے بہرہ ور ہو جائیں۔

امام ابوحفص احمد بن حفص کے اہل حدیث ہونے کی طرف بعض اشارات:

موصوف امام ابوحفص احمد بن حفص کے اہل حدیث ہونے کی طرف اس بات سے بھی اشارہ ملتا ہے کہ ان کے صاحبزادے محمد بن احمد بن حفص امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب تلامذہ کی حلال قرار دی ہوئی نبیذ مسکر (نشہ آور وغیر انگوری شراب) کے حرام ہونے کے قائل تھے۔[1] جہاں تک یہ معاملہ ہے کہ ابوحفص احمد بن حفص امام ابوحنیفہ کے شاگرد محمد بن حسن کے شاگرد تھے تو امام محمد بن حسن بھی بدعوئ خویش امام مالک کے شاگرد تھے، اور امام شافعی امام محمد بن حسن کے شاگرد تھے، پھر امام محمد بن حسن کو اہل حدیث اور امام شافعی کو حنفی مرجی کیوں نہیں کہا جاتا؟ جہاں تک کتب فقہ حنفی میں امام ابوحفص احمد بن حفص اور

[1] سير أعلام النبلاء (١٢/ ٦١٨)

ان کے صاحبزادے محمد بن احمد بن حفص کی طرف منسوب بعض اقوال مذکور ہیں تو یہ موصوف کے حنفی المذہب ومرجی المسلک ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتی کیونکہ کتب فقہ حنفی میں بہت ساری مکذوب باتیں مختلف اہل علم کی طرف منسوب ہیں، اور جہاں تک یہ معاملہ ہے کہ سیر اعلام النبلاء میں امام ابوحفص کو امام ذہبی نیز بعض دوسرے اہل علم نے حنفی کہا ہے تو اس کا جواب گذر چکا کہ کسی امام کے فقہی یا غیر فقہی اقوال کی خواہ قلیل ہو یا کثیر موافقت کے سبب بھی اس امام کے مذہب کی طرف بعض ائمہ کو منسوب کر دیا جایا کرتا ہے، اس سے لازم نہیں آتا کہ وہ اس امام کا ہم مذہب ہی ہے۔

تنبیہ:

حافظ ذہبی نے ایک روایت بلا سند یہ ذکر کی ہے کہ امام اسحاق بن احمد بن اسحٰق سرماری بخاری متوفی ۲۷۶ھ کے سامنے یہ ذکر آیا کہ امام ابونعیم مقری کی مجلس میں ذکر کیا گیا کہ بخارا کے ایک آدمی مسمی بہ احمد بن حفص کہتے ہیں کہ ”الإیمان قول“ ایمان صرف اظہار کلمۂ اسلام کو کہتے ہیں اس میں عمل داخل نہیں تو امام ابونعیم نے کہا کہ یہ شخص مرجی المذہب ہے، امام اسحاق اتفاق سے امام ابونعیم مقری کے سامنے ہی بیٹھے تھے، انھوں نے شامت کے مارے کہا کہ میں بھی یہی کہتا ہوں تو امام ابونعیم نے غضبناک ہوکر ان کا سر ٹکرانا شروع کر دیا۔[1]

اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحفص واقعتاً مرجی المذہب حنفی تھے اور صاحبزادۂ امام احمد بن اسحاق سرماری بھی مگر اس روایت کی سند ہی مذکور نہیں ہے، اور اس بات کے قائل کا نام بھی نہیں مذکور کہ ثقہ تھا یا غیر ثقہ، اور امام احمد بن اسحٰق جیسے اہلحدیث امام کے لڑکے اسحاق بن احمد سرماری کا اپنے آبائی مذہب یعنی مذہب اہل حدیث کو چھوڑ کر مرجی ہو جانا بھی بہت مستبعد ہے، خصوصاً جبکہ یہ اسحاق بن احمد سرماری بلند پایہ ثقہ محدث بھی تھے، اور ان کی تعلیم وتربیت اپنے اہل حدیث باپ کے زیر نگرانی ہوئی تھی، دریں صورت ان کا مرجی ہونا اصل کے خلاف ہے کیونکہ اصل یہ ہے کہ چوتھی صدی سے پہلے کا ہر محدث مسلک اہل حدیث کا پیرو ہو، اس لیے نہایت ٹھوس مستحکم دلیل کے بغیر اسحاق بن احمد بن اسحٰق کو مرجی المذہب مانا جا سکتا ہے نہ ابوحفص احمد بن حفص کو، اور یہاں اس دعوی پر ٹھوس ومستحکم دلیل تو دور کی بات ہے کام چلاؤ قسم کی معتبر دلیل بھی نہیں۔

بشمول مصنف انوار فرقہ دیوبندیہ کوثریہ مرجیہ کی پھیلائی ہوئی ایک مکذوبہ افواہ:

یہ معلوم ہے کہ اکاذیب پرستی اور اکاذیب کی ترویج واشاعت میں فرقۂ مرجیہ خصوصاً کوثریہ کذابہ کو بہت مہارت وفنکاری حاصل ہے۔ مصنف انوار نے بھی اپنے ہم مسلک کذابین کی طرح لکھا:

> ”ابوحفص احمد بن حفص کبیر کے زمانے میں امام بخاری فارغ التحصیل ہوکر بخارا پہنچے اور فتوی دینا شروع کیا تو آپ (امام ابوحفص کبیر) نے ان کو روکا تھا کہ آپ فتوی دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے، آپ نے اپنے شیخ کا ارشاد نہیں مانا اور فتاوی دیے، جن سے ہنگامے ہوئے اور بخارا سے نکلنا پڑا۔“[2]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار اور تمام کوثریہ نے ابوحفص کبیر کا سال وفات ۲۱۷/ ۲۱۸ھ لکھا ہے، اس لیے انھیں یہ ماننا

[1] سير أعلام النبلاء (۱۳/ ۳٦، ترجمة إسحاق بن أحمد سرماري بخاري)

[2] مقدمه أنوار ترجمة امام أحمد بن حفص أبو حفص كبير (۱/ ۲۳۰ سطر ۱۳ – ۱۵)

لازم ہے کہ امام بخاری فارغ التحصیل ہو کر ۲۱۷ھ سے بہت پہلے اپنے وطن بخارا واپس ہو کر فتوی دینے کی صلاحیت نہ ہونے کے باوجود فتوی دینے لگے اور انھیں فتوی دینے سے ابوحفص کبیر اپنے مرنے سے پہلے یعنی ۲۱۷ھ سے پہلے منع کرتے رہے کہ آپ میں فتوی دینے کی صلاحیت نہیں ہے اس لیے فتوی نہ دیجیے مگر اپنے استاذ ابوحفص کبیر کا یہ حکم انھوں نے نہیں مانا جس سے ہنگامے ہوئے اور بخارا سے امام بخاری کو نکلنا پڑا، یعنی ۲۱۷ھ سے پہلے۔ فرقۂ کوثریہ کذابہ کے اس کذاب اعظم مصنف انوار کو اتنی بھی تمیز نہیں کہ اپنی ہی تحریر کردہ اس بات کا معنی ومطلب سمجھے۔

کذاب مصنف انوار کی تکذیب خود مصنف انوار کی زبانی:

''امام بخاری نے لکھا کہ جب میں سولہ سال کی عمر میں داخل ہوا تو میں نے ابن المبارک ووکیع کی کتابیں یاد کر لیں اور علمائے عراق کے علم سے واقف ہو گیا، پھر میں اپنی والدہ اور بھائی کے ساتھ حج کے لیے گیا، حافظ ابن حجر نے لکھا کہ اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری نے سب سے پہلا سفر ۲۱۰ھ میں کیا الخ۔''[1]

مصنف انوار کی تحریر کردہ اس بات کا مطلب یہ ہوا کہ امام بخاری پندرہویں سال کی عمر میں حنفی مرجی اصول سے فتوی دینے کے اہل اس لیے ہو گئے تھے کہ وہ علوم علمائے عراق سے واقف ہو گئے تھے، ان کی واقفیت کا یہ حال تھا کہ مکتب میں پڑھنے کے زمانے میں انھیں ابوحفص کبیر کی غلطی پر جامع ثوری پڑھاتے وقت ٹوک بیٹھے اور ابوحفص کبیر پر غفلت وبے حسی کا اس قدر غلبہ تھا کہ اس غلطی پر یکے بعد دیگرے تین بار ٹوکنے پر بمشکل تمام متنبہ ہو کر حیرت زدہ ہو کر اطفال مکتب سے پوچھنے لگے کہ یہ کون سا طفل مکتب ہے جس نے میری بے حسی وغفلت شدیدہ کے سبب سرزد ہونے والی اس غلطی پر مجھے ٹوکا ہے؟ تمام اطفال مکتب نے بتلایا کہ آپ جس آدمی کے قائم کردہ اس مکتب ومدرسہ میں مدرس بنے ہوئے ہیں اور اتنی بھاری غلطی پڑھانے میں بار بار ٹوکنے کے باوجود بھی آگے بڑھنے کے لیے کوشاں تھے، اسی آدمی کا یہ لڑکا ہے جس نے آپ کی اس غلطی پر بار بار آپ کو ٹوکا اور آپ کی اصلاح کیے بغیر آگے بڑھ جانے والی کوششیں لایعنی ولغوطولانی کو چلنے نہیں دیا، جو طفل اس قدر ذہین وفطین اور علوم دین وفن سے اس قدر بہرہ ور ہو وہ فارغ التحصیل ہونے پر بھلا اس قدر بے صلاحیت کیسے رہ سکتا ہے کہ ابوحفص کبیر کو ان پر فتوی دینے کی پابندی اس لیے لگانی پڑی کہ ان میں فتوی دینے کی صلاحیت ہی نہیں؟

کیا ابوحفص کبیر اپنے مکتب والے اس شاگرد کی بلند وبالا صلاحیت کی خبر نہیں رکھتے تھے؟ اور کیا ابوحفص کبیر اس قدر غفلت شعار تھے کہ انھیں یہ خبر نہیں ہو سکی کہ بخاری کی عظیم الشان درسگاہ حدیث کے صدر اعلی بلند پایہ محدث داخلی کو امام بخاری نے دس گیارہ سال ہی کی عمر میں علل حدیث سے متعلق ایک اہم غلطی پر ایسا ٹوکا کہ امام داخلی مجبور ہوئے کہ یہ طفل مکتب امام بخاری آگے چل کر بہت بڑے صاحب علم وفضل ہوں گے، اپنے جس مکتبی شاگرد کی بابت ابوحفص کبیر اتنی عظیم توقع والی بھاری پیش گوئی کر چکے تھے وہ جب پندرہ سال کی عمر میں علماءِ عراق کے علوم سے پوری طرح واقف ہو کر اور امام وکیع وابن المبارک کی کتابیں حفظ کر کے فتوی دینے لگا تو ابوحفص کبیر پر یہ کیا شامت سوار ہوئی کہ امام بخاری کو فتوی دینے کی صلاحیت سے عاری وخالی بتلانے لگے؟ یہ سب درحقیقت فرقہ مرجیہ حنفیہ کذابہ کی اکاذیب آفرینی ہے جس نے اس طرح کی بعید از عقل وخرد جھوٹی بات گڑھنے پر

[1] مقدمہ انوار (۲/ ۱٤ بعنوان علمی شغف ومطالعہ آخری پیراگراف)

اس فرقۂ کذابہ کو اس لیے مجبور کیا کہ حماقت وبلادت سے مغلوب ہو کر نشۂ مرجیت میں اس نے اسی کذب آفرینی کو اپنی فتح مندی کا ذریعہ سمجھا، بخاری تو اپنی عمر کے سولہویں سال علوم اہل عراق سے واقف ہو کر ۲۱۰ھ ہی میں حج پر اپنی والدہ اور بھائی کے ساتھ گئے اور وہیں حجاز مقدس میں حجاز مقدس کے اساتذہ حدیث سے تحصیل علوم حدیث میں مشغول ہو گئے، فتنۂ خلق قرآن جہمیت زدہ مرجیت وحنفیت کی سازشوں سے ۲۱۸ھ میں کھڑا ہوا اور ایک عرصہ تک یہ فتنہ جاری رہا، ۲۱۷ھ میں جب ابوحفص کبیر کو موت آئی تو امام بخاری اس کے کتنے سال پہلے فارغ التحصیل ہو کر مختلف بلاد کا سفر کرتے ہوئے اپنے وطن بخارا آئے، یہ ضروری اور اہم بات اس فرقۂ کذابہ نے نہیں تخلیق کی، امام بخاری تو جہمیت زدہ فرقۂ مرجیہ حنفیہ کی اصطلاح والے فارغ التحصیل تو اپنا وطن بخاری چھوڑنے سے پہلے ہو چکے تھے بھلا وہ جہمیہ مرجیہ حنفیہ کے نقطۂ نظر سے فتوی دینے کے لائق وفات ابی حفص کبیر سے پہلے کیوں نہ ہو گئے تھے؟

مصنف انوار اپنے فرقۂ کذابہ حرافہ کی طرح فرماتے ہیں کہ اپنے استاذ امام ابوحفص کبیر کے منع کرنے پر بھی امام بخاری فتوی دینے سے باز نہیں آئے تو ان کے خلاف ہنگامے کھڑے ہوئے اور انھیں اپنے وطن بخارا سے نکل بھاگنے پر مجبور ہونا پڑا، اس فرقہ کذابہ حرافہ بشمول مصنف انوار وکوثریہ کے اصول سے لازم آیا کہ ۱۱۵/ ۱۱۶ھ ہی میں امام بخاری کی غلط فتوی بازی کے سبب اتنے ہنگامے کھڑے ہوئے کہ انھیں ۱۱۵/ ۱۱۶ھ ہی میں بخارا سے نکال باہر کیا گیا، اتنے جرأت مند بلید واحمق قسم کے ان اکاذیب پرستوں سے خدا کی پناہ! کذاب اعظم مصنف انوار نے معلوم نہیں اپنی کس جہمیت زدہ مرجیت حنفیت کے مصالح کے پیش نظر امام بخاری کے فتاوی کے خلاف کھڑے کیے گئے معدوم الوجود خانہ ساز خیال وافسانوی ہنگاموں اور امام بخاری کے خلاف ان ہنگاموں کے موقع پر بخارا سے نکالے جانے کے زمانہ کی تحدید نہیں کی مگر ان کے اور ان کے ہم مشرب لوگوں کے اکاذیب سے اس زمانہ کی تحدید ۱۱۵/ ۱۱۶ھ ہوتی ہے۔

مصنف انوار کی ایک دوسری حیرت انگیز کذب بیانی:

یہی کذاب اعظم مصنف انوار ایک جگہ یہ بھی لکھتے ہیں:

''امام بخاری علم ویقین کی شاہراہ چھوڑ کر ظن اور تخمین کی پگڈنڈیوں پر چلے گئے تھے اور انھوں نے یہ بات بھی بھلا دی کہ ان کی ابتدائی تعلیم اور نشو ونما امام ابوحفص کبیر تلمیذ امام محمد کے حلقۂ درس کی رہین منت ہے، اور شاید ان کو اہل نیشاپور اور بخارا سے جو تکالیف پہنچیں اور ابتلاءات پیش آئے ان کا معنوی سبب یہی تھا کہ انھوں نے اپنے علمی محسنین اور شیوخ الشیوخ کی شان میں احتیاط سے کام نہیں لیا جو خود ان کی شان کے بھی مناسب نہ تھا، اللہ ہم سے اور ان سے مسامحت کا معاملہ فرمائے۔ آمین''[1]

عمداً اکاذیب پرستی کا شیوہ وشعار رکھنے والے کذابین کی دعاؤں کا حال:

ہم کہتے ہیں کہ اپنے اس بیان کے آخر میں جو دعائے مسامحت مصنف انوار جیسے کذاب اعظم نے کی ہے اور اس پر آمین بھی لکھا ہے، تو ہم کہہ آئے ہیں کہ اس طرح کی دعائیں عمداً وقصداً اکاذیب کی تخلیق وترویج اور مسخ حقائق وقلب وقائع کے دروغ باف بے ایمان لوگوں کی مقبول نہیں ہوتیں بلکہ ان کی ایسی دعاؤں پر ان سے مواخذۂ الٰہی ہوگا کہ مسخ وقلب حقائق بذریعہ اکاذیب وتحریفات اور معدوم الوجود واقعات کی بزور تزویر تخلیق کرنے کے باوجود اس طرح کے جرائم پر اس طرح کی دعائیں تم نے کیوں کی ہیں؟

[1] مقدمہ انوار (۲/ ۲۱، آخری پیراگراف)

مرجیہ مکذوبہ کی نقل بلا سند ہے:

امام بخاری وابوحفص کبیر وصغیر کے ساتھ پیش نہ آئے ہوئے اس افسانوی مکذوبہ کہانی کو اس طرح لکھا ہے:

"قال شمس الأئمة: قدم محمد بن إسماعيل البخاري من أبي حفص الكبير، وجعل يفتي فنهاه أبو حفص، وقال: لست بأهل له فلم ينته، حتى سئل عن جنين شرب من لبن شاة أو بقرة فأفتى بثبوت الحرمة فاجتمع الناس وأخرجوه، والمذهب أنه لا رضاع بينهما لأن الرضاع يعتبر بالنسب، وكما لا يتحقق النسب بين بني آدم والبهائم فكذلك لا تثبت حرمة الرضاعة بشرب لبن البهائم." [1]

''شمس الائمہ نے کہا کہ زمانۂ ابوحفص کبیر میں امام بخاری آئے اور فتوی بازی کرنے لگے، انھیں ابوحفص کبیر نے فتوی بازی سے منع کرتے ہوئے کہا کہ تم فتوی دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے حتی کہ امام بخاری سے پوچھا گیا کہ ایک بچہ اور بچی اگر کسی بکری یا گائے کا دودھ پی لیں تو کیا حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی؟ تو امام بخاری نے حرمت رضاعت کے ثابت ہونے کا فتوی دیا، ان کے اس فتوی پر لوگ جمع ہوئے اور انھیں بخارا سے نکال باہر کیا، اور مذہب یہ ہے کہ ایسے دو بچوں کے درمیان حرمت رضاعت نہیں ثابت ہوتی کیونکہ حرمتِ رضاعت نسب سے ثابت ہوتی ہے اور انسان وبہائم (جانوروں) کے درمیان نسب ثابت ہوتا ہے نہ حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے۔''

فرقہ مرجیہ کے شمس الأئمہ کی تعریف:

اس سے معلوم ہوا کہ اپنے فرقہ کذابہ حرافہ کے جس خانہ ساز قصے کی طرف مصنف انوار نے بار بار اشارہ مذمومہ قبیحہ کیا ہے اس کا تخلیق کار وایجاد کنندہ "شمس الأئمة" ہے، اتنے بڑے شیطان لعین کا اس فرقہ کذابہ نے لقب ''شمس الأئمہ'' گھڑ کر اپنی عاقبت مزید درمزید خراب کی، یہ شخص ''شمس ائمہ شیاطین'' تو ہوسکتا ہے یا اکاذیب پرست کذابین کا "شمس الأئمه" ہوسکتا ہے شریف انسانوں کا شمس الأئمہ ہرگز نہیں ہوسکتا، اس فرقہ کذابہ حرافہ کی طرح کذاب اعظم مصنف انوار کو بھی نظر نہیں آیا کہ اس شمس الأئمہ والے لفظ پر جواہر المضیہ کے چھاپنے والے حد درجہ کے کذابین سے بھی یہ حاشیہ چڑھائے بغیر نہ رہا گیا کہ جب علی الاطلاق لفظ "شمس الأئمه" بولا جائے تو اس سے مراد ابوبکر محمد بن احمد بن سھل سرخسی ہوتا ہے جن کا ترجمہ ۲۱۹ کے تحت آرہا ہے۔ [2] اس ناخدا ترس کذاب نے معدوم الوجود واقعہ کی جھوٹی کہانی گھڑی اور نہایت بے باکی سے اسے رائج کیا۔ اس کا ترجمہ جواہر المضیہ کے چار صفحات پر پھیلا ہوا ہے، اس فرقۂ مرجیہ کذابہ کا امام کبیر "أحد الفحول الأئمة الكبار" اصحاب الفنون امام علامہ، حجت، متکلم، فقیہ، اصولی، مناظر بقول خویش علما راسخین، متقین وصالحین ومحسنین میں سے اور نفاق سے بری، پندرہ جلدوں پر مشتمل کتاب مبسوط کو جیل خانہ میں کسی بھی کتاب کی طرف مراجعت کے بغیر تصنیف کرنے والا محض حافظہ کے زور پر کہا گیا ہے، اس کا سال وفات ۴۸۳ھ بتلایا گیا ہے۔ [3]

---

[1] جواهر المضية مطبوع دار العلوم رياض ترجم نمبر (١٠٤: ١/ ١٦٦ و١٦٧)

[2] حاشية برجواهر المضية (١/ ١٠٤)　　[3] جواهر المضية (٣/ ٧٨ مع الحواشي)

یہ معلوم ہے کہ ۴۸۳ھ میں فوت ہونے والا یہ سرخسی کم از کم ۴۰۰ھ کے لگ بھگ پیدا ہوا اور ابوحفص کبیر ۲۱۷ھ میں فوت ہوئے اور ابوحفص کی وفات کے لگ بھگ دو سو سال بعد پیدا ہونے والے سرخسی کی سند کم از کم چار پانچ واسطوں سے ابوحفص تک پہنچتی ہوگی، ان چار پانچ واسطوں کا راوی مجہول الاسم ہے، خود سرخسی کی توثیق کسی بھی ذمہ دار محدث نے نہیں کی، اس بے سند تخلیق سرخسی والی کہانی آخر مکذوب سے مکذوب تر نہایت گھناؤنی ہونے کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتی، یعنی کہ حاشیہ نگاروں نے یہ اشارہ کر دیا کہ جب اس واقعۂ مکذوبہ کے وقوع اور سرخسی کی ولادت کے درمیان کم از کم دو صدیاں حائل ہیں تو معتبر سند کے بغیر اس مکذوبہ قصے کو کیونکر صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

مذکورہ کہانی کی تکذیب فرنگی محلی کی زبانی:

پھر اس معدوم الوجود کہانی پر جواہر المضیہ میں یہ حاشیہ بھی چڑھایا گیا کہ لکھنوی (مولانا عبدالحی فرنگی محلی) نے کہا کہ اس کہانی کا وقوع مستبعد سمجھتا ہوں، اس لیے کہ امام بخاری کی جلالت قدر، دقت فہم، وسعت نظر فکر کی گہرائی کوئی مخفی چیز نہیں، اگر بالفرض یہ کہانی صحیح مان لی جائے تو انسان ہی سے غلطی ہوتی ہے۔[1] مولانا لکھنوی کی بات نقل کرنے میں حاشیہ جواہر المفید میں یہ بات چھوڑ دی گئی ہے کہ مکذوبہ کہانی ہمارے حنفی المذہب لوگوں کی کتابوں میں مشہور ہے، اس کا ذکر شراح ہدایہ بشمول صاحبِ عنایہ نے لکھ چھوڑا ہے۔[2] ہم کہتے ہیں کہ سب سے بڑا معاملہ یہ ہے کہ اس کی سند پیش کی جائے، پھر اس کا معتبر ہونا ثابت کیا جائے، یہ دونوں کام یہ فرقہ کذابہ تا قیامت نہیں کر سکتا، پھر بھی وہ اپنے کام ترویجِ اکاذیب میں مصروف ہی رہے گا۔

حقیقت امر کیا ہے؟

حقیقت امر یہ ہے کہ یہ واقعہ پیش ہی نہیں آیا اور نہ ابوحفص کبیر وصغیر وامام بخاری میں اس طرح کا لغو ولایعنی معاملہ ہوا، ابوحفص کبیر خود ایک اہل حدیث محدث وفقیہ اور والد امام بخاری کے قائم کردہ مکتب کے خادم اور اطفال کے مدرس تھے، ان پر والد امام بخاری اور اہل خاندان امام بخاری کے احسانات تھے، وہ امام بخاری کے معزز استاذ تھے، اپنے اس استاذ کے ادب واحترام میں امام بخاری نے کبھی کوئی کسر نہیں پیدا ہونے دی، امام بخاری کے ہوش سنبھالنے کے بعد ابوحفص کبیر زیادہ دنوں تک زندہ بھی نہیں رہے، ان کے صاحبزادے امام ابوحفص صغیر امام بخاری کے رفیق درس ورفیق سفر اور مخلص ہمدرد واچھے دوست اور ساتھی رہے، ان میں باہم کسی بھی معتبر ذریعہ سے کسی بھی چپقلش کا کوئی نام ونشان کہیں نہیں ملتا، البتہ کذابین کے گوبر ونجاست بھرے ہوئے دلوں، دماغوں، رگوں، پٹھوں میں اکاذیب ہی اکاذیب سرایت کیے ہوئے ہیں، ان اکاذیب سے وہ بہت سارے کام لیتے ہیں، عوام کالانعام کی سیادت وقیادت، عقیدت ومحبت، تحائف وہدایا ونذرانے، روزی روٹی وملبوسات وشاندار محلات وجاندار وسائلِ معاش سب اسی پیشے سے انھیں حاصل ہوتے ہیں۔

صدیوں سے اس کی عادی قوم کے اصلاح کی امید محض دعاؤں سے نظر نہیں آتی، اللہ تعالیٰ اپنا کوئی معجزانہ کرشمہ دکھلائے تو البتہ ہو سکتا ہے، اس میں شک نہیں کہ بقول حافظ ذہبی ابوحفص صغیر وکبیر اعیان محدثین میں سے بلند پایہ فقیہ حضرات تھے، ان لوگوں کے امام بخاری سے گہرے خاندانی مراسم وتعلقات تھے، امام بخاری کے ساتھ بر وصلہ ابوحفص نہیں بلکہ ان کے ساتھ احسانات امام بخاری کے والدین بلکہ ہو سکتا ہے کہ جدین بھی کرتے رہے ہوں۔

---

[1] حاشية بر جواهر المضية (١/ ١٦٦ و ١٦٧)
[2] الفوائد البهية (ص: ١٨ و ١٩)

امام بخاری کی مالی حالت اورضرورت مندوں پر داد ودہش:

جیسا کہ ہم نے عرض کیا ابوحفص کبیر امام بخاری کے والد کے قائم کردہ مکتب میں صرف ایک مدرس تھے اور مدرسہ والی تنخواہ سے کسی طرح اپنی روزی روٹی چلاتے تھے، کیونکہ مکاتب کے مدرسین کی تنخواہ ہی کتنی ہوتی ہے کہ وہ دوسرے یتیم ونادار طلبہ اور ان کے متعلقین کے ساتھ بر وصلہ کرسکیں، مصنف انوار کے اس دعویٰ مکذوبہ پر کوئی بھی معتبر دلیل نہیں، مصنف انوار نے یا تو اسے اپنی صلاحیت اختراعِ اکاذیب سے ایجاد کر لیا یا اپنی طرح کے فرقۂ مرجیہ کے کذابین سے اسے بطور تبرک وچاشنی لے کر زیب قرطاس کر دیا، امام بخاری کی مکتبی تعلیم کے زمانے میں معلوم نہیں والد امام بخاری فوت ہوکر امام بخاری کو یتیم چھوڑ کر عالم آخرت کو سدھار چکے تھے یا زندہ بخیر تھے، اگر موصوف کے والد امام اسماعیل بن ابراہیم فوت ہو گئے تھے تو جیسا کہ عرض کیا گیا بہت بڑی دولت وثروت وجائداد اپنے پس ماندگان کے لیے چھوڑ گئے تھے، والد امام بخاری اپنے آباؤ اجداد کی طرح بہت بڑے کاشت کار بھی تھے اور لمبی چوڑی کاشت کاری کے علاوہ وہ بہت بڑے کامیاب تاجر بھی تھے، ان کے تجارتی کاروبار میں ریشمی کپڑوں کی تجارت بھی تھی اور اتنے بڑے کاروبار کے ساتھ وہ اپنے گھر اپنے قائم کردہ مدرسہ میں مدرس کے فرائض بھی انجام دیتے، وہ درس حدیث عام محدثین کبار کی طرح دیتے، یہ احمد بن حفص ابوحفص کبیر جن کی مدح سرائی میں فرقہ کوثر یہ بشمول مصنف انوار اپنے اس زعم کے سبب رطب اللسان ہے کہ وہ مرجی المذہب حنفی المشرب تھے، وہ البتہ امام بخاری کے والد کے تلامذہ میں سے تھے، اگر احمد بن حفص نے مکتب والد بخاری میں ملازم ومدرس رہ کر امام بخاری کو پڑھایا تو اس سے بڑا احسان والد امام بخاری نے ابوحفص پر کیا کہ انھیں اپنے مدرسہ میں داخل کر کے ان کی تعلیم وتربیت کی۔

آخر کذاب اعظم مصنف انوار نے اس حقیقت ثانیہ کے ذکر سے اپنے ہم مزاج کوثر یہ جہمیہ ومرجیہ حنفیہ رائے پرست کی طرح کیوں حقیقت امر پر پردہ ڈالا اور حق پوشی کی ناپاک ومذموم کوشش اپنی عادت وخطرات ثانیہ کے مطابق کی؟

جس زمانے میں امام بخاری اپنے والد کے قائم کردہ مکتب میں ابوحفص کبیر سے پڑھ رہے تھے، اس زمانے میں اگر وہ یتیم ہو چکے تھے اور باپ کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا تو ظاہر ہے کہ امام بخاری کے گھر والے یہ مکتب اپنے وسائل وافرہ سے چلا رہے تھے، ان کے گھر آبائی پیشہ زراعت اور تجارت بڑے پیمانے پر ان کے بھائی اور والدۂ محترمہ کے ذریعہ جاری تھا، والدہ گھر کے خدام وحشم اور نوکروں چاکروں مزدوروں کی مدد سے اس کاروبار کو چلاتی تھیں، لیکن سب سے بڑی بات یہ تھی کہ سارے کاروبار کی دیکھ بھال ان کے بھائی کرتے تھے، اس طرح امام بخاری اس زمانۂ یتیمی میں بھی نہایت خوشحال وفارغ البال تھے، انھیں کسی کے بر وصلہ کی ضرورت ہی نہیں تھی، البتہ ان کے آبائی مدرسہ کے مدرس ابوحفص نے بھی انھیں دوسرے اساتذہ کی طرح پڑھایا۔

اتنی بڑی دولت وثروت کے باوجود والد امام بخاری کا یہ بیان گزرا کہ مکتب والد امام بخاری میں ملازم ابوحفص کبیر ہی کو مخاطب کر کے کہا کہ میری اتنی بڑی دولت وثروت میں ایک درہم حرام ومشکوک نہیں، والد امام بخاری کی یہ بات سن کر ابوحفص کبیر کا اپنی نظر میں خود کو ذلیل محسوس کرنے کا آخر کیا معنی ومطلب فرقۂ مرجیہ بشمول مصنف انوار سمجھتا ہے؟

امام بخاری کا تجارتی وزراعتی کاروبار:

جو نقد رقوم امام بخاری کو اپنے حصہ کی میراث سے ملی تھیں ان کے خاصے حصے کو امام بخاری نے بطور مضاربت (تجارت کی

وہ صورت کہ ایک آدمی اپنی نقد رقوم کسی کو اس شرط پر دے کہ تجارت کرو اور جو نفع ہو اس میں ہمارا آدھا تہائی یا چوتھائی حصہ ہوگا اور تمھارا باقی ماندہ حصہ ہو، اور اصل نقدی رقوم ہماری رہیں گی اگر نفع کے بالمقابل گھاٹا ہو تو اس میں بھی ہم اسی تناسب سے شریک ہوں گے) لگا دیا تھا۔ اس طرح کا کاروبار حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبری کا بھی تھا جو مکہ مکرمہ کے مال دارترین لوگوں میں سے تھیں، اسی طرح کا کاروبار حضرت خدیجۃ الکبری کے ساتھ ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ بھی کرتے تھے، اسی کاروبار سے حضرت خدیجۃ الکبری کو تو بہت زیادہ منافع حاصل ہوئے ہی تھے، خود ہمارے نبی ﷺ بھی خاصے مالدار ہو گئے، بالآخر آپ ﷺ کے ساتھ حضرت خدیجہ نے شادی ہی کر لی، حضرت خدیجۃ الکبری کی سیرت مطہرہ پر ہماری ایک مبسوط کتاب ہے جسے میں کئی سال پہلے لکھ چکا ہوں، افسوس کہ اس کی طباعت ابھی تک نہ ہو سکی۔

امام بخاری لوگوں کو لمبے لمبے قرض دیا کرتے تھے:

امام بخاری اپنے تجارتی کاروبار کی بدولت بہت مالدار تھے، ایسے مالدار سے لوگ قرض بھی بکثرت لیا کرتے ہیں، ایک آدمی نے پچیس ہزار درہم قرض لیے تھے جو آج کل کے حساب سے پچیس لاکھ روپے کے برابر ہیں، وہ قرض دار اتنی بڑی رقم دبا بیٹھا اور دینے سے راہِ فرار اختیار کر گیا، لوگوں نے کہا ہے کہ لا پرواہ قرض دار اس وقت آمل (طبرستان کا ایک شہر جو بخارا سے قریب ہے) گیا ہے، اس سے پیسے وصول لیجیے، امام بخاری نے فرمایا اسے تقاضہ کے ذریعہ پریشان کرنا ٹھیک نہیں، اس تاجر کو جو اس تحریک کی خبر لگی تو وہ خوارزم بھاگ نکلا، امام بخاری کے تلامذہ نے کہا کہ حکومت سے مدد لے کر سرکاری کارروائی کے ذریعہ رقوم وصول لیجیے، مگر امام بخاری نے یہ تجویز رد کر دی، مگر بعض مخلص تلامذہ نے گورنر آمل کے ذریعہ یہ رقوم واپس دلانے کے لیے سرکاری طور پر چارہ جوئی کی، اس کی خبر امام بخاری کو ہوئی تو ان مخلص تلامذہ پر نکیر کر کے اس کارروائی کو بروئے کار لانے سے منع کر دیا، یہ قرض دار خوارزم سے مرو گیا، وہاں کی حکومت اور تجار نے قرض دار پر سختی کی کہ روپے واپس کرے، امام بخاری نے بمشکل تمام دس درہم ماہوار کی قسط ادا کرنے پر رضامندی ظاہر کی، آخر ایسا بھی نہ ہو سکا اور وہ سارے روپے ڈوب گئے۔[1]

یہ تھی امام بخاری کی دولت مندی کہ بعض قرض دار اتنی بڑی رقم، جو آج کے حساب سے لاکھوں روپے ہوں، دبا بیٹھے اور امام بخاری کے جبین مبارک پر شکن تک نہ آئی بلکہ اس سے اظہار ہمدردی رکھتے، اس واقعہ سے امام بخاری کی حکومت وغیر حکومت وتجار آپ کی ڈوبی ہوئی رقوم کی بازیابی کی کوشش بطور خود کرتے، حکومت بھی اور تجار وعوام بھی، جب ایک ایک آدمی کو پچیس لاکھ امام بخاری قرض دے دیا کرتے تو اس سے امام بخاری کی دولت وثروت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، امام بخاری مشائخ ومحدثین کی مالی مدد بھی کرتے، اس سے علیحدہ ماہوار پانچ سو درہم مساکین محدثین اور طلبہ پر خرچ کرتے۔[2] جس یتیم ویسیر امام بخاری کی دولت وثروت کا یہ حال ہو اس کے ساتھ ابو حفص جیسے مفلوک الحال محدثین وفقہاء بر وصلہ کیا کرتے وہ تو خود امام بخاری کی داد ودہش سے بہرہ ور ہوا کرتے ہوں گے؟!

---

[1] سیرت بخاری کا ماحصل از (ص: ۷۱ و ۷۲ اردو ایڈیشن) و (ص: ۷۱ و ۷۲ عربی ایڈیشن)

[2] سیرت بخاری اردو ایڈیشن (ص: ۷۰ و ۷۱) و عربی ایڈیشن (ص ۷۲) بحوالہ مرقاۃ شرح مرعاۃ (۱/ ۱۴)

امام بخاری کے تجارتی منافع کی ایک جھلک:

یہی ابوحفص، جو والد امام بخاری کے شاگرد اور احسان مند تھے، انھوں نے امام بخاری کی خدمت میں از راہِ خیر خواہی کچھ تجارتی ساز وسامان بھیجے، اسی دن شام کو کچھ تجار اس ساز وسامان پر پچاس ہزار درہم نفع دینے لگے اور یہ بات چیت کر کے وہ چلے گئے کہ کل آئیں گے مگر کل ان کے آنے سے پہلے اس سامان تجارت پر دوسرے تجار دس ہزار درہم نفع دینے لگے مگر موصوف نے کہا کہ میں پانچ ہزار نفع دینے والے تاجرین ہی کو یہ سامان دینے کی نیت رات ہی سے کر چکا ہوں، اس لیے یہ سامان اسی نفع پر میں انھیں دوں گا۔[1] جس کی تجارت میں ایک دن میں پانچ ہزار درہم نفع ہو جائے، اس کی دولت وثروت کا اندازہ لگائیے، پھر مصنف انوار بشمول فرقہ کوثریہ کذابہ اور ان کے عام وجود میں آنے سے پہلے والے مرجیہ کی کذب بیانی ملاحظہ کیجیے کہ کیا اس طرح کے امام بخاری ابوحفص کبیر کی خبر گیری اور بر وصلہ کے محتاج ہو سکتے تھے جو خود ابوحفص جیسے لوگوں کی خبر گیری کیا کرتے تھے؟ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری نے ابوحفص کبیر کی مالی بدحالی دیکھ کر انھیں بھی اپنے کاروبار میں کسی طرح کا شریک بنا لیا تھا تا کہ ان کی اقتصادی حالت سنبھل سکے، بشمول مصنف انوار مرجیہ کذابہ کے اکاذیب کو کون باشعور انسان خاطر میں لا سکتا ہے؟

ابو یوسف سے ابوحفص کے اثباتِ تلمذ کا کوثریہ کذابہ سے مطالبہ، محمد سے حاصل شدہ علوم ابی حفص مجموعہ اکاذیب وتجہم ہیں:

مصنف انوار نے جو یہ کہہ لکھا ہے:

''ابوحفص کبیر نے فقہ وحدیث کی تعلیم ابو یوسف ومحمد سے حاصل کی اور یہ امام محمد کے کبار تلامذہ میں سے ہیں۔''

تو ہم کو کہیں نظر نہیں آیا کہ ابوحفص کبیر نے ابو یوسف سے بھی روایت کی ہے، اگر ان کی تعلیم ابو یوسف ومحمد سے ہوئی تو کوئی شک نہیں کہ اپنے ان دونوں کذاب اساتذہ سے حاصل شدہ ان کا علم مجموعۂ اکاذیب ہے اور محمد کا جہمی ومرجی رائے پرست ہونا محقق ہے، ابو یوسف کے بیانات مختلف ہیں، وہ کبھی امام ابو حنیفہ کے مذہب تجہم وارجاء ورائے پرستی سے اظہار بیزاری کرتے، کبھی ساکت رہتے، اس لیے ان کا معاملہ مشکوک ہے اور عام اہل علم نے ابوحفص کو کبار تلامذۂ محمد سے نیز محمد کو ان کے کبار شیوخ میں ذکر کیا ہے، اگر ابو یوسف کے یہ شاگرد ہوتے تو لوگ امام محمد کو ان کے کبار اساتذہ میں ذکر نہ کرتے، لہٰذا مصنف انوار اور ان کی کذابہ حرافہ کوثریہ دیوبندیہ پارٹی کسی معتبر ذریعہ سے ان کا شاگرد ابی یوسف ہونا ثابت کرے، بہر حال امام محمد سے ان کے علوم حاصلہ مجموعۂ اکاذیبِ جہمیہ ومرجیہ واہل الرای ہیں۔

کیا اساتذۂ امام بخاری اصحاب ظواہر تھے جو فقہ سے مناسبت نہ رکھتے تھے؟

مصنف انوار نے جو یہ لکھا:

''سفر حج کے دوران امام بخاری پر بعض اصحاب ظواہر مثلاً حمیدی، نعیم بن حماد خزاعی، اسماعیل بن عرعرۃ وغیرہ کے اثرات غالب آ گئے، یہ سب فقہ سے مناسبت نہ رکھتے تھے اور خصوصیت سے امام اعظم اور ان کے اصحاب سے برے جذبات وخیالات رکھتے تھے الخ۔''

[1] سیرت بخاري اردو (ص: ٧٣) وعربي (ص: ٧٤ بحواله مقدمه فتح الباري)

تو اولاً کذاب اعظم مصنف انوار اور ان کی کذابہ کوثریہ دیوبندی پارٹی کا کوئی فرد یا اس کے جملہ افراد اپنا سارا زور تزویر وتلبیس صرف کرکے اہل اسلام کے دائرۂ اصول وشرافت میں رہتے ہوئے ثابت کریں کہ مذکورہ اساتذہ امام بخاری اصحاب ظواہر میں سے تھے۔

ثانیاً: یہ کذابین ثابت کریں کہ اپنے ان اساتذہ سے سفر حج ہی کے دوران امام بخاری اثرات سے متاثر ہوئے۔

ثالثاً: یہ کذابین یہ ثابت کریں کہ مذکورہ اساتذہ امام بخاری فقہ سے مناسبت نہیں رکھتے تھے۔

رابعاً: یہ کذابین یہ ثابت کریں کہ یہ اساتذہ امام بخاری خصوصیت سے امام اعظم اور ان کے اصحاب سے برے جذبات رکھتے تھے۔

خامساً: امام بخاری کے دوران سفر حج ہی میں ان اساتذہ سے حصول علوم کرکے ان کے اثرات سے متاثر ہونا چند دنوں کے اندر ممکن ہونا بھی یہ کذابین ثابت کریں، حج محض چند دنوں میں ادا ہو جاتا ہے، اور اس دوران حجاج فرائض ومناسک حج کی ادائیگی میں مصروف رہا کرتے ہیں، پھر یہ سارے اساتذہ امام بخاری اور خود امام بخاری کو کہاں سے اتنی فرصت دورانِ حج ملی کہ ان حضرات سے حصول علم کرکے امام بخاری ان سے متاثر ہو گئے، اور یہ کہ یہ سب اصحاب ظواہر تھے، ان سب کا دوران سفر حج امام بخاری سے مل سکنا تا قیامت یہ فرقہ کذابہ حرافہ نہیں ثابت کر سکتا، ان سے صرف امام حمیدی مکہ مکرمہ کے باشندہ تھے مگر قیاس سے کہا جا سکتا کہ دوران حج ان سے امام بخاری کی ملاقات ہوئی ورنہ دلیل صریح واضح سے اسے ثابت کرنا اس فرقہ کذابہ حرافہ کے لیے ممکن نہیں، مذکورہ اساتذہ امام بخاری سے قطع نظر امام ابو یوسف اور متعدد تلامذۂ ''امام اعظم'' نے علی الاعلان صراحتاً کہا کہ امام ابوحنیفہ جہمی مرجی داعی جہمیت وارجاء معتقد خلق قرآن نصوص کے بالمقابل ذاتی رائے وقیاس پر کاربند اور اپنے ذاتی قیاس ورائے کے خلاف نصوص شرعیہ کو رد کر دینے والے خالص رائے پرست تھے، اس فرقہ کذابہ نے امام بخاری کے اساتذۂ مذکورین پر یہ افترا واختراع وبہتان واتہام والا گھناؤنا جھوٹا الزام کیوں لگا دیا؟ یہ فرقہ کذابہ اپنے اس افترائی اتہام کا صحیح ہونا بدلائل صحیحہ ثابت کرے، متواتر المعنی روایات سے ''امام اعظم'' کا حامیٔ خانہ جنگی اور خلفاء کے خلاف خروج وبغاوت کا زبردست داعی وحامی ہونا بھی ثابت ہے، نیز ان تلامذۂ ابی حنیفہ سے ثابت ہے جن کو یہ فرقۂ کذابہ چہل رکنی مجلس تدوین فقہ حنفی کے ارکان کہتا ہے، ان سارے اوصاف سے امام ابوحنیفہ کو متصف کرنے والے تلامذۂ ابی حنیفہ کی ان باتوں سے عالم اسلام کے سبھی ائمہ اہل سنت وعوامِ اہل سنت کا غضبناک ہوکر ان سے متنفر وتوحش ہونا بالکل فطری بات تھی، اس فطری ردعمل کے رد میں اس فرقۂ کذابہ کے پاس کیا معقول دلیل وتوجیہ ہے؟

کذاب اعظم مصنف انوار فرقۂ کوثریہ دیوبندیہ کی موافقت کرتے ہوئے جو یہ گھناونا جھوٹ وافتراء گھڑے ہوئے ہیں کہ ''امام بخاری نے بھی تاریخ وغیرہ میں وہی باتیں بے تحقیق لکھ دیں جو ان لوگوں سے سنی تھیں'' تو اس فرقۂ کذابہ کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ امام بخاری نے اپنی تاریخ وغیرہ میں ان لوگوں سے سنی ہوئی باتیں بے تحقیق لکھ دیں؟

فرقہ جہمیہ مرجیہ کوثریہ دیوبندیہ کے اکاذیب کے رد بلیغ کی طرف اشارات واضحہ:

امام فسوی نے کہا:

''حدثنا عبد الرحمان بن إبراهيم ثنا أبو مسهر عن مزاحم بن زفر قال: قلت لأبي حنيفة:

يا أبا حنيفة! هذا الذي تفتي والذي وضعت في كتابك هو الحق الذي لا شك فيه؟ فقال: والله لا أدري لعله الباطل الذي لا شك فيه!"[1]

''مزاحم بن زفر نے کہا کہ میں نے ابوحنیفہ سے کہا کہ آپ اپنی کتابوں میں اپنی تدوین کردہ فقہی وغیر فقہی باتوں پر مشتمل جو فتاوی تحریر کیے ہوئے ہیں وہ آپ کے ان فتاوی کے بالکل خلاف ہیں جو آج کل آپ بیان کرتے پھر رہے ہیں، اور یہ میرا خیال ہے کہ آپ کی مدون کردہ کتابوں والے فتاوی ومسائل ہی بلاشک وشبہ آپ کے اس زمانہ والے فتاوی کے بالمقابل صحیح و برحق ہیں؟ امام ابوحنیفہ نے جواباً کہا کہ خدا کی قسم! مجھے پتہ نہیں، غالبا میرے پہلے والے فتاوی مدونہ ایسے اباطیل ہیں جن کے باطل ہونے میں کوئی شک نہیں۔''

مذکورہ بالا روایت کی سند نہایت درجہ صحیح ومعتبر ہے، اس روایت صحیحہ کے مطابق امام ابوحنیفہ نے اپنی کتابوں میں اپنے مدون کردہ فتاوی ومسائل کو مشکوک اور مجموعہ اباطیل قرار دیا ہے، امام ابوحنیفہ کے مجموعۂ اباطیل قرار دادہ یہی مسائل مدونہ جہمیت زدہ مرجیہ حنفیہ رائے پرست کوثریہ دیوبندیہ کے دین وایمان ومذہب ومسلک ہیں، جن کی تعلیم وترویج کے لیے اس فرقہ نے لاکھوں مدارس دنیا میں کھول رکھے ہیں اور انھیں کی اتباع کے یہ لوگ داعی ہیں، عالمی پیانے پر ان کی تبلیغی جماعت کھربوں روپے خرچ کرکے اس کی تبلیغ واشاعت میں مدارس حنفیہ و واعظینِ حنفیہ ومعلمین ومدرسین حنفیہ مصنفین ومؤلفین حنفیہ کی طرح سرگرم عمل اور بہت تازہ دم ونشیط ہے۔

اس فرقۂ کذابہ کے علم وفضل کی طرف منسوب کذابین یہ بتلائیں کہ مذکورہ بالا سند سے مروی مذکورہ روایت کے رواۃ میں سے کون سا راوی امام بخاری کے ان اساتذۂ ظواہر میں سے ہے جو امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے خلاف مشتعل کرنے والے بیانات دیتے تھے، جن کے نام مصنف انوار نے ارکان کوثریہ کی تقلید میں لکھے ہیں، اور مصنف انوار سمیت جملہ ارکان تحریک کوثری وزعیم تحریک کوثری اس طرح کی باتوں پر نیز پوری دیوبندی حنفی مرجی جہمی رائے پرست پارٹی نعرۂ تحسین وتصدیق وتوثیق لگا رہی ہے؟ امام ابوحنیفہ کے مجموعۂ اباطیل قرار دیے ہوئے عقائد وفتاوی ومسائل کو دین وایمان ومذہب ومسلک اوڑھنا بچھونا بنالینے والے لوگوں کا امام بخاری اور ان کے اساتذۂ مذکورین کے خلاف نعرۂ بدتمیزی لگانا کون سے طریق عمل سے تعبیر کئے جانے کا مستحق ہے؟ امام فسوی (۷۸۲/۲) نے بسند صحیح ابو یوسف رکن مجلس تدوین فقہ حنفی سے امام ابوحنیفہ کا جہمی مرجی وخلاف نصوص فتوی دینے والا ہونا نقل کیا، پھر یہی بات دوسری سند سے (۷۸۳/۲) نقل کی اور اسی صفحہ پر بسند صحیح ابن المبارک رکن مجلس تدوین فقہ حنفی امام ابوحنیفہ کا ہوا پرست بدعتی مرجی المذہب ہونا نقل کیا، اور اسی صفحہ پر بسند صحیح امام سفیان بن عیینہ سے یہ نقل کیا کہ امام ابوحنیفہ نے اہل اسلام کو جتنا زیادہ ضرر پہنچایا اس سے زیادہ مضرت رساں دنیا میں کوئی پیدا ہی نہیں ہوا۔

پھر (۷۸۴/۲) بسند صحیح امام یحییٰ بن حمزہ وسعید بن عبدالعزیز تنوخی دونوں کا یہ بیان نقل کیا کہ امام ابوحنیفہ جوتا وچپل کی پرستش وعبادت کو مباح وجائز وبےضرر فعل بتلاتے تھے، پھر اسی صفحہ پر بسند صحیح بشر بن ابی الازہر نے خواب دیکھا جس کے ہر چہار جانب سربراہان مذہب نصرانیت موجود تھے، میں نے اس خواب کا ذکر ابو یوسف رکن مجلس تدوین فقہ حنفی سے کیا تو انھوں نے کہا کہ اس خواب کا ذکر آپ اور کسی سے نہ کیجیے گا، پھر (۷۸۵/۲) بسند صحیح نقل کیا کہ امام ایوب نے کہا کہ ابوحنیفہ واصحاب

[1] تاريخ فسوى (٢/ ٧٨٢)

ابی حنیفہ وہ لوگ ہیں جو قرآنی آیت ﴿یریدون لیطفئوا نور الله بافواههم﴾ کے مصداقین میں سے ہیں، اس کے بعد اس طرح کی بہت ساری روایات معتبرہ انھیں معنی ومفہوم کی نقل کیں، کیا یہ وہی اساتذۂ امام بخاری ہیں جن کے نام مصنف انوار اور کوثری کذابہ پارٹی نے لکھے ہیں؟ اس قسم کی بہت ساری روایات معتبرہ کا ذکر گذشتہ صفحات میں آ چکا ہے۔

کیا فقہ سے مناسبت صرف وہی امام ابو حنیفہ اور ان کے ہم مذہب اصحاب ہی رکھتے تھے اور رکھتے آ رہے ہیں اور رکھتے ہیں اور رکھتے رہیں گے جنھوں نے اپنے مجموعۂ فتاوی ومسائل وعقائد ونظریات کو مشکوک ومجموعہ اباطیل کہا ہے، اور ان کے علاوہ جملہ ائمہ اسلام دنیا میں آج تک پیدا ہوئے اور ہوں گے وہ فقہ سے مناسبت نہ رکھتے تھے؟ کیا انہی حقائق میں سے بعض کا ذکر کر دینے والے امام بخاری نے یہ باتیں بے تحقیق لکھ دیں ہیں اور اکاذیب کے پرستار مصنف انوار سمیت سارے جہمیت زدہ مرجیہ حنفیہ اہل الرای ہی صداقت کیش ہیں؟ کیا کذب وباطل پرستی ہی ان کذابین کے مذہب میں حق پرستی اور تحقیق پسندی ہے؟

کذاب اعظم مصنف انوار سمیت ان کی پارٹی کا یہ مکذوبہ دعوی ذرہ برابر بھی شائبۂ صداقت نہیں رکھتا کہ امام بخاری پر ابتدائی سولہ سال کی عمر تک جو بہتر اثرات فقہ وفقہائے حنفیہ کے بارے میں تھے وہ ختم ہوگئے، وہ اہل فتوی کے درجہ تک بھی نہ پہنچ سکے۔ [1]

امام بخاری تو اہل حدیث والدین وخاندان میں پیدا ہوئے، اہل حدیث والدین وخاندان کی گود میں پروان چڑھے، اہل حدیث خاندان خصوصا والدہ وبھائی واساتذہ کی زیر تربیت رہ کر تعلیم پائی اور پیدائش سے لے کر وفات تک اہل حدیث رہے، متواتر حدیث نبوی میں "كل مولود يولد على الفطرة" جو کہا گیا ہے تو اس سے مراد یہی ہے کہ ہر بچہ مذہب اہل حدیث پر پیدا ہوتا ہے، پھر اسے جیسا ماحول ملتا ہے اسی میں ڈھل جاتا ہے، بحمد اللہ امام بخاری اہل حدیث ماحول میں بچپن سے لے کر وفات تک رہے اور اہل حدیث مذہب پر ہمیشہ برقرار رہے، اسی کی حمایت وحفاظت اور اسی کی طرف سے دفاع میں پوری زندگی اور سرمایہ نچھاور کیا، امام ابو حنیفہ غیر مسلم عیسائی والدین کے گھر پیدا ہوئے، ایک طویل زمانہ تک عیسائیوں کے زیر تربیت وپرورش اور زیر تعلیم رہے، پھر نہ جانے کس عمر میں کس کے ہاتھ پر کیسے مسلمان ہوئے مگر ائمہ جہمیہ ومرجیہ واہل الرای کے ذریعہ ان کی تعلیم وتربیت ہوئی، وہ ان کی تعلیم کی بدولت جہمیت ومرجیت کے بڑے مناظر ومتکلم ومبلغ جہمیت وارجاء رہے، خوف حکومت سے بظاہر تجہم کو تو چھوڑ دیا مگر بقول ابو یوسف بباطن جہمیت ہی پر ان کی وفات ہوئی، وہ مسلمانوں میں باہم خانہ جنگی، اسلامی حکومتوں کے خلاف خروج وبغاوت کے حامی اور اس کے لیے پیسے خرچ کرنے والے تھے، موصوف کا یہ طریق عمل تمام اکابر ائمہ کرام کی نظر میں بے حد مبغوض ومکروہ رہا، ہر قابل ذکر امام اہل سنت نے وضاحت سے فرمایا کہ موصوف اسلام اور اہل اسلام کے لیے بے حد ضرر ناک اور اسلام کی ہر ہر کڑی کے توڑنے والے تھے، موصوف کو اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت وخروج کی سرگرم حمایت کے جرم میں حکومت وقت نے پندرہ دن مقید ومحبوس رکھ کر زبردستی زہر ہلاہل پلا کر ہلاک کر دیا اور ان کے ہلاک کیے جانے پر اکابر ائمہ کرام امام اوزاعی، امام سفیان ثوری، امام سفیان عیینہ، امام مالک، امام ابن عون، حماد بن مسلم، حماد بن زید وغیرہم نے اطمینان کا سانس لیا، ان ائمہ دین کے برخلاف کسی کا ایک لفظ بھی حمایت میں نہیں ملتا مگر جس مذہب کی بنیاد موصوف ڈال کر اور اسے برقرار رکھنے والے اپنے تلامذہ تیار کر کے دنیا سے گئے انھوں نے اسے بہر قیمت برقرار رکھا، مناصب حکومت پر

[1] مقدمه انوار (١/ ٢٣٠ ترجمه أبو حفص كبير)

قابض ہوکر بذریعہ سازش جہمی حنفی حکومت قائم کرنے میں کامیابی حاصل کی اور غیر حنفی غیر جہمی غیر مرجی غیر رائے پرست طاقتوں کو بزور شمشیر وسنان نام نہاد اسلامی حکومت کے ہاتھوں توڑا، ائمہ اہل سنت میں سے بہت سے افراد کو قتل کیا، ان کے درس وتدریس پر پابندی لگائی، اہل سنت کو سرکاری ملازمت سے محروم رکھا، غیر جہمی اسلامی حکومت نے عقیدۂ خلق قرآن رکھنے کے سبب موصوف کو صرف دھمکی دیکر توبہ کراکے آزاد چھوڑ دیا مگر اس کا بدلہ جہمی حکومت نے لاکھوں اہل سنت کو قتل وقید وحبس زوراً وجبراً جہمی بنانے سے لیا، پورے عالم اہل سنت میں کہرام مچ گیا، آج بھی جہمیت زدہ اس مرجی حنفی رائے پرست فرقے کا یہی طریق عمل صدیوں کی طرح جاری ہے، بزور طاقت ومال مسلک اہل سنت والوں پر یہ لوگ مظالم ڈھاتے آرہے ہیں، ان سے سخت عداوت وکدورت رکھتے اور تصانیف ورسائل کے ذریعہ اہل حدیث پر رد وقدح واستہزا و مذاق اڑانے کا طویل وعریض سلسلہ رکھتے ہیں، پناہ بخدا کیا یہ ساری باتیں غیر تحقیقی ہیں؟ ہماری کتاب ''ضمیر کا بحران'' پڑھیے، اس میں ان باتوں کی زیادہ وضاحت ملے گی۔

طبقات شیرازی میں امام بخاری کا عدم ذکر:

طبقات شیرازی میں فقہاء کی فہرست میں امام بخاری کے عدم ذکر کو مصنف انوار نے بڑی خوشی سے ذکر کیا، اس میں ان سارے لوگوں کا ذکر ہے جنھیں مصنف انوار نے معدوم الوجود چہل رکنی مجلس تدوین کے ارکان کہا ہے، نیز بہت سارے فقہائے مرجیہ جن کو مصنف انوار اور ان کی کوثری دیوبندی پارٹی فقہاء کہتی ہے ان کا ذکر طبقاتِ شیرازی میں ہے، اگر محدثین کرام نے امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب جہمی، مرجی، رائے پرست حنفی فقہاء کا ذکر زمرۂ محدثین میں نہیں کیا تو اسے وہ اور ان کی پارٹی ظلم وستم، تعصب وعناد سے تعبیر کرتی ہے اور ان محدثین کے فقیہ ہونے سے بالصراحۃ جو مصنف انوار اور ان کی پارٹی والے اعراض کرتے ہیں وہ عین عدل وانصاف ورواداری ہے، اسی فرق کی وضاحت ذرا فرقۂ کوثریہ کردے مگر دائرۂ شرافت میں رہتے ہوئے، امام نعیم بن حماد خزاعی (متوفی ۲۲۸ھ) نے اپنی وفات سے بہت پہلے کہا کہ ''محمد بن إسماعيل فقيه هذه الأمة'' یعنی امام بخاری امت محمدیہ (علی صاحبها الصلوة والسلام) کے فقیہ ہیں۔[1] یہی بات امام یعقوب بن ابراہیم دورقی نے بھی کہی۔ ابو مصعب زہری نے کہا کہ فقہ وحدیث میں امام بخاری وامام مالک کا درجہ یکساں ہے۔[2] امام بزار محمد بن بشار امام بخاری کو ''سيد الفقهاء'' کہتے تھے۔[3] ان نقول سے فرقہ مرجیہ حنفیہ رائے پرست کوثریہ دیوبندیہ بشمول مصنف انوار کی تکذیب ہوتی ہے، مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

مصنف انوار کی پرواز زاغ:

مصنف انوار نے کہا:

''امام ابوحفص کبیر کا حافظہ حیرت انگیز تھا، خلف بن ایوب وابوسلیمان آپ کے رفیق درس تھے، جو کچھ وہ دونوں

[1] خطيب (٢/ ٢٢) تهذيب الكمال (ص: ١١٧١) ومقدمه فتح البارى (ص: ٤٨٣) البداية والنهاية (١١/ ٣١) وسير أعلام النبلاء (١٢/ ٤١٩)

[2] سير أعلام النبلاء (١٢/ ٤٢٠) وتهذيب الكمال (ص: ١١٧١) ومقدمه فتح الباري (ص: ٤٨٣)

[3] سير أعلام النبلاء (١٢/ ٤٢٢) وخطيب (٢/ ١٦) وتهذيب الأسماء واللغات للنووي (١/ ٦٨) وتهذيب الكمال (ص: ١١٧٠) ومقدمه فتح الباري (ص: ٤٨٣)

ایک برس میں یاد کرتے یہ ایک ماہ میں یاد کر لیتے، وہ لکھتے تھے یہ لکھنے سے بھی بے نیاز تھے، جب امام محمد نے ان سب کو سند فراغت اور اجازت اختیاری دی تو خلف بلخ کو، ابوسلیمان سمرقندی کو، آپ بخارا کو روانہ ہوئے، آپ نے کشتی کا سفر کیا، آپ کی ساری کتابیں پانی کے تھپیڑوں سے خراب ہوگئیں، بخارا پہنچ کر جس قدر پڑھا لکھا تھا اس کو پھر سے لکھ ڈالا بجز تین یا پانچ مسائل کے الف واو تک بھی مقدم ومؤخر نہ ہوا..الخ۔"[1]

ہم کہتے ہیں کہ یہ سب اکاذیب مصنف انوار وکوثریہ ہیں، اگر انھیں سچ قرار دینے کا کوئی دعویدار ہے تو دائرۂ شرافت واصولِ اسلام میں رہتے ہوئے ان کا مدلل حوالوں سے معتبر ہونا ثابت کرے، مصنف انوار نے اپنے ان اکاذیب کا کوئی حوالہ حدائق وغیرہ کے علاوہ نہیں دیا، حدائق بھی بالکل انوار الباری کے طرز پر متأخر مرجی کی مصنف انوار ہی جیسے کذاب کی لکھی ہوئی ہے، یہ بھی مجموعۂ اکاذیب کتاب بزبان اردو ہے۔ ہمارا دعوی ہے کہ مذکورہ بالا جھوٹی باتوں کا سچ ہونا فرقۂ کوثریہ دیوبندیہ تا قیامت ثابت نہیں کرسکتا۔[2]

ان دونوں اماموں کی ثقاہت سے کسی ایک فرد وبشر نے اختلاف نہیں کیا، اگر اس اجماع امت سے اختلاف کیا تو فرق جہمیہ مرجیہ حنفیہ رائے پرست، دیوبندیہ بشمول مصنف انوار نے، امام نعیم بن حماد کا ثقہ امام ہونا مصنف انوار اور ان کی دیوبندی پارٹی کو تسلیم ہے، جیسا کہ اوائل کتاب میں بیان ہوا اور امام ابراہیم بن دورقی (متوفی ۲۵۲ھ) کا ثقہ امام محدث وفقیہ ہونا متفق علیہ ہے، جیسا کہ عام کتب رجال وتاریخ میں منقول ہے، ان دونوں ائمہ کرام کی اس بات پر اجماع ہوچکنے کے بعد کذاب اعظم مصنف انوار اور ان کی کذابہ حرافہ پارٹی پادر ہوا کے علاوہ کیا ہذیان سرائی کرسکتی ہے؟ مصنفِ طبقات نے امام بخاری کے فقیہ امت ہونے سے کہاں انکار کیا ہے؟ امام نعیم نے یہ بات ۲۲۸ھ سے بہت پہلے کہی، یعنی وفات بخاری کے تیس سال سے بھی پہلے۔ وسيأتي التفصيل

بہت بڑے فقیہ ومحدث ومجاہد وفاتح امام احمد بن اسحاق سرماری بخاری کی عیادت کے لیے امام بخاری گئے، جب امام بخاری عیادت سے فارغ ہوکر واپس ہوئے تو امام سرماری موصوف نے کہا:

"من أراد أن ينظر إلى فقيه بحقه وصدقه فلينظر إلى محمد بن إسماعيل.. الخ"

"جو حقیقتاً وصداقتاً فقیہ دیکھنا چاہتا ہو وہ امام بخاری کو دیکھے۔"

امام بخاری جب امام سرماری کے یہاں پہنچے تھے تو انھیں بیمار ہونے کے باوجود امام سرماری نے اپنی گود میں لے لیا تھا۔"[3]

ائمہ نیشاپور نے متفق اللسان ہوکر کہا کہ "محمد أفقه من إسحاق" یعنی امام بخاری امام اسحاق بن راہویہ سے بھی بڑے فقیہ ہیں۔[4] خود امام اسحٰق بن راہویہ نے کہا: "اكتبوا عن هذا الشاب البخاري فلو كان في زمن الحسن لاحتاج الناس إليه لمعرفته بالحديث وفقهه" یعنی امام بخاری کے علوم لکھو، اگر یہ نوجوان آدمی زمانۂ حسن بصری میں ہوتے تو لوگ ان کی طرف رجوع کے محتاج ہوتے اس لیے کہ انھیں حدیث وفقہ میں معرفت ہے۔

یہ صرف اکاذیبِ مصنف انوار وحدائق کے مدح گانے میں بدمست ہیں ان کے بنائے صرف ایک کام بن رہا ہے وہ ہے

[1] مقدمه انوار (١/ ٢٣٠) [2] مقدمه فتح الباري (ص: ٤٨٣)

[3] سير أعلام النبلاء (١٢/ ٤١٧) ومقدمه فتح الباري (ص: ٤٥٨)

[4] سير أعلام النبلاء (١٢/ ٤١٨) وطبقات الشافعية للسبكي (٢/ ٢٢٣) ومقدمه فتح الباري (ص: ٤٨٥)

اہلحدیث کے خلاف زور دار شرارتوں سے پرتحریک بازی ومحاذ آرائی، ایک طرف مصنف انوار لکھتے ہیں کہ ابوحفص اپنے درس علوم کو لکھتے ہی نہیں تھے، دوسری طرف لکھتے ہیں ان کی کتابیں دریا کے تھپیڑوں سے خراب ہوگئیں، تیسری طرف لکھتے ہیں کہ ان خراب شدہ کتابوں کو دوبارہ محض حافظہ کے زور پر موصوف نے لکھ ڈالا، کیا یہ سارے اکاذیب باہم متعارض ومتناقض نہیں ہیں؟ ہم امام ابوحفص کبیر وصغیر کو اہل حدیث ہی مانتے ہیں، اگر فرقہ کوثریہ دیوبندیہ کا دعوی اس کے خلاف ہے تو مدلل دلیلِ معتبر سے ثابت کرے مگر کسی بھی اہلحدیث امام یا غیر اہلحدیث امام کے متعلق اکاذیب کا انتساب ہمیں گوارا نہیں، اگر مصنف انوار کا یہ دعوی صحیح ہے کہ امام محمد نے مذکورہ تینوں حضرات کو سند فراغت واختیار دیکر ہر ایک کو تین ممالک میں بھیجا تو اس کا دوسرا مطلب یہ ہوا کہ اپنی تعلیم وتربیت سے امام محمد اپنے ہی جیسا اپنے شاگردوں کو بھی جہمی المذہب مرجی المشرب حنفی ورائے پرست بنا کر اسلامی حکومت کے خلاف سازش رچا کر جہمی حکومت قائم کرانے کی کوشش کے لیے بھیجا کرتے تھے اور یہ سازش نتیجہ خیز ثابت ہوئی اور جہمی حنفی حکومت معرض وجود میں آ کر اسلام کے اصل چہرے کو بگاڑ کر فلسفۂ یونان وہندوستان کا خول چڑھانے میں مصروف ہو گئی، اس طرح دنیائے اسلام میں باعتبار تعداد احناف بڑھنے لگے۔

امام ابوحفص کا رعب وجلال:

مصنف انوار نے کہا:

''آپ (ابوحفص کبیر) کے علم کا بڑا رعب وجلال تھا، ایک دفعہ والئ بخارا محمد بن طالوت نے زیارت کا ارادہ کیا، لوگوں نے روکا کہ تم ان سے بھی بات نہ کرسکو گے، وہ ملاقات کو گیا، سلام کر کے بیٹھ گیا، آپ نے خود اس سے ہر چند کہا کہ کوئی مطلب ہو تو کہو مگر وہ اس قدر مرعوب ہوا کہ کچھ نہ کہہ سکا، واپس ہو کر لوگوں سے کہا تم واقعی درست کہتے تھے، میری طرف جس وقت امام نے دیکھا تو میں اپنے ہوش کھو چکا تھا۔'' [1]

یہ معدوم الوجود واقعہ کی سند بھی مصنف انوار پر پیش کرنی ایک بھاری قرض ہے، مصنف انوار تو مر گئے اب ان کے روحانی وارثین یعنی فرقہ کوثریہ دیوبندیہ مرجیہ کے لوگ اس کی سند پیش کر کے اس کا معتبر ہونا ثابت کریں ؎

چہ دلا ور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

ہم مکذوبہ ومعدوم الوجود قصص منسوب کیے بغیر ہر امام کی طرح امام ابوحفص کو بھی اہلحدیث غیر مرجی غیر حنفی مانتے ہیں، اس کے رد میں فرقۂ کوثریہ جہمیہ مرجیہ جو کچھ کرسکتا ہو مدلل طور پر کہے، امام ابوحفص کے سینکڑوں سال بعد پیدا ہونے والے حافظ ذہبی کے بلا دلیل انھیں حنفی کہہ دینے سے انھیں حنفی مرجی نہیں مانا جا سکتا جبکہ حافظ ذہبی نے خود ہی انھیں اہل سنت یعنی اہلحدیث میں سے کہا ہے، اہل سنت اور اہل الارجاء وحنفیہ دو مختلف گروہ ہیں، ہم کئی بار عرض کر چکے ہیں کہ چوتھی صدی کے پہلے والے ہر محدث کا اہل حدیث مذہب کا پیروکار ہونا اصل ہے، اس اصل کے خلاف نہایت ٹھوس ومستحکم دلیل ہی کی بنیاد پر کسی محدث کو غیر اہلحدیث خصوصا مرجی حنفی مانا جا سکتا ہے، امام بخاری کے خلاف امام ابوحفص کبیر کا کسی طرح کا جارحانہ اقدام مستبعد سے بھی مستبعد تر ہے، کیونکہ وہ امام بخاری کے والدین اور خود امام بخاری کے مرہون احسان ہونے کے ساتھ امام بخاری کے مکتبی استاذ

[1] مقدمہ انوار (١/ ٢٣٠)

رہ چکے تھے، بخارا میں فارغ التحصیل ہوکر آنے پر امام ابوحفص فرطِ مسرت سے باغ باغ ہوکر اپنے اس عظیم المرتبت شاگرد کے شان دار استقبال اور ان کے ساتھ اظہارِ عقیدتمندی میں مصروف ہونگے، اصل کا تقاضا یہی ہے حتی کہ اس کے خلاف بدلیل معتبر کوئی بات ثابت ہو، ۲۱۷ھ میں ابوحفص کی وفات سے پہلے اپنے وطن سے امام بخاری کے نکالے جانے کا کوئی بھی واقعہ وہم وقیاس سے بالاتر ہے، ان ایام میں امام بخاری بخارا سے بہت دور عرب مما لک میں اہم علماء سے ملنے جلنے اور تصنیف کتب میں مصروف تھے، یہ مکذوبہ خیال فرقۂ مرجیہ کے ذہن میں کیسے آ گیا؟ ضرور ہی اس میں کوئی مرجی تگڑم بازی دخیل واثر انداز ہوگی!

میدان تحقیق میں ہوائی باتوں سے کوئی کام نہیں بنتا، اس میں دلائل معتبرہ کی ضرورت ہوتی ہے، جن سے فرقہ مرجیہ حنفیہ کے لوگ اسی طرح محروم ہیں جس طرح گدھے اپنے سر کے سینگ سے محروم ہیں۔

مصنف انوار ہی نے لکھا ہے کہ ''امام بخاری نے اپنی والدہ محترمہ کی تربیت ونگرانی میں ابتدائی تعلیم حاصل کی، پھر اپنی والدہ اور بڑے بھائی کے ساتھ حج کو گئے اور مکہ معظّمہ میں قیام کر کے تحصیل علم میں مصروف ہوئے۔'' پھر مصنف انوار جیسے کذاب اعظم کو کیسے یہ خیال دماغ نجس میں سما گیا کہ امام بخاری کی خبر گیری وتعلیم وتربیت ابوحفص ہی نے کی؟ ابوحفص تو امام بخاری کے والد کے مکتب میں صرف ایک مدرس تھے، وہ بعض اسباق ضرور امام بخاری کو پڑھاتے رہے لیکن ان کی خبر گیری وکفالت کا ابوحفص کی طرف انتساب اکاذیبِ مرجیہ میں سے ہے۔

والدہ محترمہ کی دعاؤں کی برکت یا بلفظ دیگر کرامت سے امام بخاری کی بینائی کی واپسی:

مصنف انوار نے ''مشہور ہے'' کے لفظ سے صغر سنی میں امام بخاری کی بینائی زائل ہونے والی بات کا ذکر کیا اور واپسی بینائی بذریعہ دعائے والدۂ بخاری سے خواب میں بشارتِ ابراہیم خلیل علیہ السلام کا ذکر کیا، مصنف انوار نے امام بخاری ودیگر محدثین کے بارہ میں عام مرجیہ کی طرح حسد وعداوت کے باعث ہی ''مشہور ہے'' کا لفظ لکھا ہے، کیونکہ بہت ساری مشہور باتوں کا صحیح ہونا ضروری نہیں ہوتا خصوصاً مرجیہ کی اڑائی ہوئی مشہور کردہ باتیں عموماً بالکل بے اصل ومکذوب ہوا کرتی ہیں، یہ صرف ''مشہور ہے'' والی بات نہیں بلکہ حقیقت ثابتہ ہے، حافظ خطیب ناقل ہیں:

''حدثني أبو القاسم عبد الله بن أحمد بن علي السو ذرجاني بأصبهان من لفظه قال: نبأنا علي بن محمد بن الحسين الفقيه قال: نبأنا خلف بن محمد بن الخيام قال سمعت أبا محمد المؤذن عبد الله بن محمد بن إسحاق السمسار يقول سمعت شيخي... الخ.''[1]

یہ مصنف انوار کی ''مشہور ہے'' والی بات کی سند ہے اور یہ سند صحیح ومعتبر ہے۔ (كما سيأتي) اس سے امام بخاری کی والدہ محترمہ کا صاحبۂ کرامات ومستجابۃ الدعوات، تہجد گزار مؤمنہ مخلصہ ہونا ظاہر ہے، اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

امام بخاری کی ابتدائے تحصیل علم حدیث کا زمانہ:

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ مکتب کے زمانۂ تعلیم ہی میں امام بخاری نے جامع ثوری پڑھ لی تھی، اور اسے پڑھانے والے استاذ سے سرزد ہونے والی غلطی پر روک ٹوک بھی کی جس سے استاذ اس قدر متاثر ہوکر اپنی فراست سے پیش گوئی کرنے پر مجبور ہوئے

[1] خطیب (۲/ ۱۰)

کہ یہ بچہ آگے چل کر ایک عظیم الشان انسان ہوگا اور اسے بڑی شہرت حاصل ہوگی۔[1]

جامع ثوری بذات خود بہت سی احادیث کا مجموعہ ہے، گویا مکتب کے زمانۂ تعلیم ہی سے امام بخاری حدیث پڑھنے لگے تھے اور مہارت بھی رکھتے تھے۔ لکھا ہے:

"ومات أبوه، وهو صغير، فنشأ في حجر أمه فألهمه الله حفظ الحديث، وهو في المكتب، وقرأ الكتب المشهورة، وهو ابن ستة عشرة سنة، حتى قيل إنه كان يحفظ، وهو صبي، سبعين ألف حديث سردا."[2]

''امام بخاری کے بچپن ہی میں ان کے والد فوت ہوگئے، اس لیے انھوں نے اپنی ماں کے زیر تربیت نشو ونما پائی، اللہ تعالی نے انھیں اسی زمانے میں حفظ حدیث کی توفیق بخشی جبکہ وہ طفل مکتب تھے حتی کہ کہا جاتا ہے کہ بچپن ہی میں انھیں ستر ہزار احادیث از بر حفظ تھیں اور سولہ سال کی عمر کے اندر ہی اندر وہ تمام کتب مشہورہ پڑھ چکے تھے۔''

حافظ خطیب نے بسند صحیح نقل کیا کہ امام بخاری نے فرمایا:

"ألهمت حفظ الحديث وأنا في الكتاب قال: وكم أتى عليك إذ ذاك؟ قال: عشر سنين أو أقل، ثم خرجت من المكتب بعد العشر فجعلت أختلف إلى الداخلي وغيره، وقال يوما فيما يقرأ للناس: سفيان عن أبي الزبير عن إبراهيم فقلت له: يا أبا فلان إن أبا الزبير لم يرو عن إبراهيم فانتهرني، فقلت له: ارجع إلى الأصل إن كان عندك، فدخل ونظر فيه، ثم خرج، فقال لي: كيف هو يا غلام؟ قلت: هو الزبير بن عدي عن إبراهيم، فأخذ القلم مني وأحكم كتابه، فقال: صدقت، فقال له بعض أصحابه: ابن كم كنت إذ رددت عليه؟ فقال: ابن إحدى عشرة، فلما طعنت في ست عشرة سنة حفظت كتب ابن المبارك ووكيع، وعرفت كلام هؤلاء، ثم خرجت مع أمي وأخي أحمد إلى مكة، فلما حججت رجع أخي بها، وتخلفت في طلب الحديث، فلما طعنت في ثمان عشرة جعلت أصنف قضايا الصحابة والتابعين وأقاويلهم، وذلك أيام عبيد الله بن موسى، وصنفت كتاب التاريخ إذ ذاك عند قبر الرسول ﷺ في الليالي المقمرة، وقال: قل اسم في التاريخ إلا وله عندي قصة إلا أني كرهت تطويل الكتاب."[3]

''امام بخاری نے فرمایا کہ میں جب مکتب میں پڑھ رہا تھا تبھی مجھے حفظ حدیث کی توفیق منجانب اللہ بخشی گئی، امام ابو جعفر محمد بن ابی حاتم وراق نے امام بخاری سے کہا اس وقت آپ کی عمر کیا تھی؟ فرمایا دس سال سے بھی زیادہ کم،

[1] نیز ملاحظہ ہو: مقدمه فتح الباري (ص: ٤٨٣)

[2] البداية والنهاية (١١/ ٣٠)

[3] خطيب (٢/ ٦ و ٧) وتهذيب الكمال (ص: ١١٦٩) وطبقات الشافعية للسبكي (٢/ ٢١٦) ومقدمه فتح الباري (ص: ٤٧٨ و ٤٧٩) وسير أعلام النبلاء (١٢/ ٣٩٣ و ٤٠٠ و ٤٠١)

پھر میں مکتب سے پڑھ کر دس سال کی عمر میں فارغ ہو کر نکلا تو میں بخارا کے امام داخلی وغیرہ جیسے محدثین کی درسگاہِ حدیث میں حدیث پڑھنے جانے لگا، ایک دن موصوف امام داخلی اپنے رف والے نسخہ کو دیکھ کر لوگوں کو حدیث پڑھا رہے تھے کہ فرمایا: "سفيان عن أبي الزبير عن إبراهيم"، میں نے علامہ داخلی کی کنیت کیساتھ انھیں مخاطب کر کے کہا کہ ابوالزبیر نے ابراہیم سے روایت نہیں کی ہے، اس پر امام داخلی نے مجھے ڈانٹ دیا، پھر بھی میں نے ان سے عرض کیا کہ اگر آپ کے پاس اصل نسخہ ہو تو اس کی طرف مراجعت کر کے دیکھ لیجیے۔ امام داخلی کو یہ تجویز پسند آئی اور وہ اندر اصل نسخہ دیکھنے چلے گئے اور اسے دیکھا، پھر باہر آ کر مجھ سے بولے ارے یہ بتلاؤ کہ اصل میں کس طرح ہے؟ میں نے کہا: "سفيان عن الزبير بن عدي عن إبراهيم" امام داخلی نے فوراً میرے ہاتھ سے قلم لے کر رف والے نسخ کی یہ غلطی درست کی اور کہا کہ اے لڑکے تم نے سچ بات کہی۔ امام بخاری کے بعض اصحاب نے کہا کہ اس وقت آپ کی عمر کیا تھی؟ فرمایا گیارہ سال، پھر جب میں سولہویں سال کی عمر میں داخل ہوا تو امام ابن المبارک ووکیع کی کتابیں پڑھ چکا تھا، اور ان لوگوں (مراد علمائے عراق) کے کلام سے واقف ہو چکا تھا، پھر میں سولہویں سال کی عمر میں اپنی والدہ اور بھائی احمد بن اسماعیل کے ساتھ حج کے لیے نکلا، حج سے فارغ ہونے پر میرے بھائی والدہ کے ساتھ گھر واپس آ گئے، مگر میں حصولِ علم حدیث کے لیے رک گیا اور دو ہی سال میں اس قدر علوم سے آراستہ ہو گیا کہ اٹھارہویں سال کی عمر میں داخل ہوتے ہی میں نے "قضايا الصحابة والتابعين وأقاويلهم" نامی کتاب تصنیف کر ڈالی، یہ حضرت امام عبید اللہ بن موسی (متوفی ۲۱۳ھ) کے زمانے کی بات ہے، اس زمانے میں میں نے قبر نبوی کے پاس چاندنی راتوں میں کتاب "التاریخ"، لکھی، جو نام بھی میری کتاب التاریخ میں مذکور ہیں ان سے کم ہی ایسے ہیں جن کے متعلق میرے پاس کسی نہ کسی قصے (واقعہ) کا علم موجود نہ ہو مگر اختصار کے پیش نظر میں نے ان واقعات کو نظر انداز کر دیا۔"

امام بخاری عمر کے اٹھارہویں سال کا مطلب ہوا ۲۱۱/۲۱۲ھ، یعنی کہ امام بخاری ۲۱۱/۲۱۲ھ میں تصنیفِ کتب، وہ بھی اتنے اہم موضوعات پر، کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے تھے، امام بخاری کا یہ کہنا کہ میں نے ان کتابوں کی تصنیف عبید اللہ بن موسیٰ (متوفی ۲۱۳ھ) کے زمانے میں کرنے لگا تھا بلکہ کر چکا تھا، تو ظاہر ہے کہ وفات عبید اللہ سے ڈیڑھ دو سال پہلے ہی امام بخاری ان کتابوں کی تصنیف کر چکے تھے، فوت ہونے والے امام محمد بن یوسف فریابی کے یہاں امام بخاری درس حدیث دے چکے ہیں۔[1] اس کا مطلب ہے کہ امام بخاری ۲۱۱/۲۱۲ھ سے درس وتدریس اور تصنیف وتالیف دونوں کام کرنے لگے تھے۔

امام داخلی کا ترجمہ نہ ملنے پر اظہار افسوس اور دیگر ائمہ محدثین سے امام بخاری کا تلمذ:

افسوس کہ ہمیں امام داخلی کا ترجمہ حتی کہ نام و ولدیت تک کا پتہ نہ لگ سکا جن کی درسگاہِ حدیث میں امام بخاری اپنی عمر کے گیارہویں سال پڑھ رہے تھے، یعنی ۲۰۴/ ۲۰۵ھ میں، اسی زمانے میں شہر بخارا و ریاست بخارا میں بڑے بڑے نامور فقہائے محدثین موجود تھے حتی کہ آپ کے آباء واجداد کے مولی حضرت یمان جعفی کی نسل سے نہایت عظیم المرتبت محدث امام ابو جعفر

[1] عام کتب رجال.

عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن جعفر بن یمان مسندی (مولود ۱۳۹ھ ومتوفی ۲۲۹ھ) بخارا ہی میں درس حدیث دے رہے تھے، امام مسندی کی درسگاہ میں امام بخاری نے علوم حدیث کی تعلیم پائی، ان سے امام بخاری نے صرف صحیح بخاری میں چوالیس (۴۴) احادیث روایت کی ہیں۔ امام مسندی بہت بڑے اہل حدیث عالم تھے، ماوراء النہر یعنی دریائے جیحون کے پار والے علاقہ خراسان میں صرف مسند احادیث بترتیب صحابہ مرتب کرنے کا کام سب سے پہلے انھوں نے کیا، یہ احادیث مرسلہ ومقطوعہ کو قبول کرتے تھے نہ نقل کرتے تھے، امام حسن بن شجاع نے امام بخاری سے کہا کہ جب آپ خزائنِ حدیث امام مسندی ہی کے پاس رہا کرتے ہیں تو آپ سے علوم حدیث بھلا فوت ہو سکتے ہیں؟[1]

اس سے معلوم ہوا کہ امام مسندی خزائن علوم حدیث کے مجموعہ تھے، ان سے امام بخاری کا رشتہ ولاء بھی تھا، وہ سنی المذہب یعنی اہل حدیث بھی تھے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام بخاری کو مذہب اہل حدیث سے جو لگاؤ تھا وہ موروثی تھا، ان کے موالی اور آباء واجداد اور اس زمانے کے علماءِ بخارا مذہب اہل حدیث کے پیرو تھے، شاید باید ہی کوئی چھپا چھپا یا قسمت کا مارا بدنصیب مرجی المذہب حنفی ورائے پرست رہا ہو، حکومت بھی مذہب اہلحدیث ہی کی پیرو تھی، وہ امام داخلی یقیناً اہلحدیث مذہب کے متبع تھے جن کا ذکر اوپر آیا۔ اس زمانے میں اہل علم کو مرجی حنفی مذہب سے سخت تنفر وتوحش تھا، خود امام محمد بن یوسف فریابی مرجیہ حنفیہ کو اپنے پاس پھٹکنے تک نہ دیتے، امام بخاری جہمی ومرجی حنفی رائے پرست سے روایت کا پوری طرح بائیکاٹ رکھتے تھے، اگر مصنف انوار کا یہ دعوی ہے کہ امام بخاری احمد بن حفص ابوحفص سے حدیث پڑھے ہوئے تھے تو انھیں یہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ احمد بن حفص اہلحدیث تھے۔

تنبیہ:

حافظ ابن حجر نے جو یہ کہا کہ امام بخاری نے سب سے پہلا سفر ۲۱۰ھ میں کیا، اگر وہ ابتدائے تعلیم کے وقت ہی سفر کر لیتے تو اپنے دوسرے معاصرین کی طرح وہ بھی طبقہ عالیہ کے لوگوں کو پا لیتے، حافظ حدیث عبدالرزاق کا زمانہ ان کو مل بھی گیا تھا اور امام بخاری نے ارادہ بھی کیا تھا کہ ان کے پاس یمن جا کر استفادہ کریں مگر ان سے کہا گیا کہ شیخ مذکور کا انتقال ہو گیا، اس لیے وہ یمن نہ گئے، اس کے بعد معلوم ہوا کہ وہ اس وقت زندہ تھے، چنانچہ امام بخاری ان سے بالواسطہ روایت کرتے ہیں۔[2] اس کلام حافظ ابن حجر میں ہم کو کلام ہے، مصنف انوار تو ہر وہ بات ضرور لکھنے کا التزام کرتے ہیں جس میں غیر جہمیت زدہ مرجیہ حنفیہ محدثین کی کسی بھی طرح کی تنقیص ظاہر ہوتی ہو، مگر ہمیں کذابین جہمیہ مرجیہ رائے پرستوں کی باتوں کی پرواہ نہیں لیکن کلام ابن حجر سے ظاہر ہونے والی بات سے ظاہر ہونے والی تنقیصِ بخاری کا ازالہ ضروری ہے۔

الامام العلام الشیخ عبدالسلام مبارکپوری نے امام بخاری کی روایت کردہ احادیثِ ثلاثیات کے اساتذہ کی تفصیل اس طرح دی ہے اور کہا ہے کہ امام بخاری کے متعدد اساتذہ ایسے ہیں جو امام مالک وابی حنیفہ کے شیوخ کے ہم طبقہ ہیں، مثلاً:

۱۔ محمد بن عبداللہ الانصاری (۲) حمید (۳) انس الصحابی

۲۔ مکی بن ابراہیم (۲) یزید بن عبید (۳) سلمۃ بن الاکوع الصحابی

[1] عام کتب رجال.
[2] مقدمه انوار (۲/ ۱۴ و ۱۵) و مقدمه فتح الباري (ص: ۴۷۸)

۳۔ علی بن عیاش (۲) حریز بن عثمان (۳) عبداللہ بن بسر الصحابی

۴۔ ابونعیم (۲) الاعمش (۳) الصحابی المخضرم

۵۔ عبیداللہ بن موسی (۲) معروف (۳) ابوالطفیل الصحابی

۶۔ خلاد بن یحییٰ (۲) عیسی بن طہمان (۳) انس الصحابی

۷۔ عصام بن خالد (۲) حریز بن عثمان (۳) عبداللہ بن بسر الصحابی

اس طرح کے چند سلسلوں کو لکھ کر محدثین لکھتے ہیں کہ "كان البخاري سمع شعبة ومن كان في طبقته" گویا امام بخاری نے شعبہ اور ان کے ہم طبقہ سے حدیث لی جو امام مالک وابوحنیفہ کے اساتذہ تھے الخ۔[1] امام بخاری اگر امام عبدالرزاق کو پالیتے تو بھی ان کی احادیث ثلاثیات سے عالی ہو کر ثنائیات کو نہ پہنچتیں کیونکہ امام عبدالرزاق کو نہ پانے سے امام بخاری کے اسناد عالیہ میں کوئی نقص نہیں ہوا، مصنف انوار نے حافظ ابن حجر کی ایک اہم بات اپنی عیاری ومکاری وتلبیس کاری وتدلیس بازی کے سبب نقل کیے بغیر چھوڑ دی وہ یہ کہ "وإن كان أدرك ما قاربها كيزيد بن هارون وأبي داود الطيالسي" یعنی اگرچہ امام بخاری کو امام عبدالرزاق مل نہ سکے مگر امام بخاری کو امام عبدالرزاق کے تقریباً ہم طبقہ اساتذہ مثلاً امام یزید بن ہارون اور ابوداود طیالسی وغیرہما مل گئے۔[2]

واضح رہے کہ امام عبدالرزاق ۲۱۱ھ میں فوت ہوئے اور امام طیالسی ۲۰۴ھ میں اور امام یزید بن ہارون ۲۰۶ھ میں، اور یہ معلوم ہے کہ امام عبدالرزاق ۲۰۰ھ میں مختلط وفاقد البصر ہو گئے تھے، اس لیے ان سے اخذِ حدیث ۲۰۰ھ سے پہلے ہی کارگر ہو سکتا تھا، اس کے بعد ان سے پڑھنا بیکار و کالعدم تھا، حافظ ابن حجر کی اس بات میں جھول اور نظر ہے اور یہ بہت واضح بھی ہے، معلوم نہیں حافظ ابن حجر سے یہ تسامح کیسے صادر ہو گیا؟ امام بخاری ۲۰۰ھ میں صرف پانچ چھ سال کے طفل مکتب تھے، اس عمر میں وہ بھلا کس طرح امام عبدالرزاق کے یہاں طویل وعریض سفر کر کے جاتے؟ اس لیے حافظ ابن حجر کی یہ بات سراسر تسامح ہی تسامح ہے، البتہ امام بخاری نے بالواسطہ امام عبدالرزاق سے بکثرت روایت کی ہے۔

امام ابوحنیفہ کا ذکر خیر:

امام ابوحنیفہ سے ایک تو بقول شاہ ولی اللہ سلسلۂ روایتِ حدیث جاری ہی نہ ہو سکا، یعنی معنوی طور پر، اور جو کچھ بظاہر جاری بھی ہوا تو ان کی روایت کردہ کل روایات کی تعداد حافظ ابن حبان، جو احادیث ابی حنیفہ کے نہایت درجہ اسپیشلسٹ ومتخصص و پی، ایچ، ڈی تھے، کی تصریح کے مطابق کل مرویات مسندۂ ابی حنیفہ کی تعداد ایک سو تیس (۱۳۰) ہے، جن میں سے ایک سو بیس مرویات کی نقل میں وہ غیر معمولی غلطی کے مرتکب ہوئے، صرف دس حدیثیں بیان کرنے میں ان کا حال قدر غنیمت ہے، حافظ ابن حبان کے الفاظ یہ ہیں:

"كان رجلا جدلا ظاهر الورع، لم يكن الحديث صناعته، حدث بمائة وثلاثين حديثا

[1] سيرة بخاري اردو ایڈیشن (ص: ٥٣) وعربی ایڈیشن (ص: ٥٤ و ٥٥)

[2] مقدمه فتح الباري (ص: ٤٧٨)

مسانيد ما له حديث في الدنيا غيرها، أخطأ منها في مائة وعشرين حديثا، إما أن يقلب إسناده أو غير متنه من حيث لا يعلم، فلما غلب خطأه على صوابه استحق ترك الاحتجاج به في الأخبار، ومن جهة أخرى لا يجوز الاحتجاج به لأنه كان داعيا إلى الإرجاء، والداعية إلى البدع لا يجوز أن يحتج به عند أئمتنا قاطبة، ولا أعلم بينهم خلافا على أن أئمة المسلمين وأهل الورع في الدين في جميع الأمصار وسائر الأقطار جرحوه، وأطلقوه عليه القدح إلا الواحد بعد الواحد، قد ذكرنا ما روي فيه من ذلك في كتاب التنبيه على التمويه، فأغنى ذلك عن تكرارها في هذا الكتاب غير أني أذكر منها جملا يستدل بها على ما ولاءها."❶

''امام ابوحنیفہ ایک بہت بڑے مناظرہ باز اور جدال پسند تھے، بظاہر تقوی شعار تھے، حدیث ان کا فن نہیں تھی، انھوں نے کل ایک سوتیس مسند احادیث بیان کیں، ان کے علاوہ دنیا میں ان کی کوئی مسند روایت نہیں، ان کی ایک سوتیس روایات مسندہ میں ایک سوبیس (۱۲۰) کو بیان کرنے میں وہ خطا کے شکار ہوئے، انھوں نے غیر شعوری طور پر ان کی سندیں الٹ پلٹ دیں یا غیر شعوری طور پر ان کے مضامین ردوبدل کر دیے، جب صواب طریق پر بیان حدیث کے بالمقابل غلط طریق پر بیان حدیث کا اتنا زیادہ غلبہ ہوگیا کہ ایک سوتیس مرویات مسندہ میں ترانوے فیصد سے بھی زیادہ غیر معمولی غلطیاں کر بیٹھے تو متروک قرار دینے کے لائق ہوگئے، انھیں متروک الحدیث قرار دینے کا ایک دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ وہ مذہب ارجاء کے داعی تھے اور داعیٔ بدعات کو حجت بنانا ہمارے تمام اہل سنت ائمہ کے نزدیک جائز نہیں، مجھے اس معاملہ میں ائمہ اہل حدیث کے درمیان کسی اختلاف کا علم نہیں، علاوہ ازیں تمام ممالک وشہروں کے ائمہ مسلمین اور دینی امور میں تقوی شعار حضرات ان پر جرح قادح کرنے پر متفق ہیں، اس سلسلے میں ان ائمہ سے مروی روایات کا ذکر ہم نے اپنی کتاب "التنبیه علی التمویه" میں کیا ہے، یہی ذکر کافی ہے کہ ہم اپنی اس کتاب "المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین" میں مکرر کریں، پھر بھی ہم ان میں سے کچھ روایات کا ذکر دے رہے ہیں جن سے دوسری روایات پر قیاس کرتے ہوئے استدلال کیا جا سکتا ہے۔''

حافظ ابن حبان کے اس بیان کو نیز اب تک اس کتاب میں ہم امام ابوحنیفہ پر تجریح والے کلمات ائمہ اسلام نقل کر آئے ہیں ان پر غور کریں، پھر امام ابوحنیفہ کے دفاع میں فرقہ کوثریہ جہمیہ مرجیہ حنفیہ اور اس کے پہلے والے مرجیہ حنفیہ نے جو کہا لکھا ہے ان کا موازنہ تجریحاتِ ائمہ سے کریں، امام ابن حبان کی امام ابوحنیفہ پر یہ تجریح متعدد کئی ائمہ کی طرح بہت مفسر وواضح ہے، اسے جرح غیر مفسر ومجمل ومبہم کر کے رد کرنا تحقیق وانصاف پسند لوگوں کے لیے ناممکن سے بھی زیادہ ناممکن ہے۔

اوپر کی تفصیل سے صاف ظاہر ہے کہ امام بخاری باعتبار طبقہ امام ابوحنیفہ وامام مالک کے ہم طبقہ وہم درجہ ہیں، اس سے زیادہ عالی سند امام بخاری کے لیے باعتبار سال ولادت ممکن بھی نہ تھی۔

---

❶ المجروحين ترجمة أبي حنيفة (٢/ ٦٣ و ٦٤)

تصنیف کا آغاز:

مذکورہ بالاعنوان کے تحت مصنف انوار نے کہا کہ امام بخاری نے کہا کہ میں نے اٹھارہویں سال کی عمر میں قضایا الصحابہ والتابعین اور تاریخ کبیر لکھی، ہم اوپر اس سے زیادہ تفصیل بیان کر آئے ہیں۔

امام احمد سے تعلق:

مصنف انوار نے عنوان مذکور کے تحت جو کچھ لکھا اس کا حاصل یہ ہے کہ امام بخاری بکثرت بغداد جاتے اور امام احمد سے ملتے، امام احمد انھیں خراسان کے بجائے بغداد ہی میں سکونت پذیر ہونے کا مشورہ دیتے، امام احمد سے اتنی ملاقاتوں کے باوجود ان سے امام بخاری نے روایت بہت کم کی حتی کہ حافظ ابن حجر نے ”كتاب النكاح باب ما يحل من النساء“ میں تصریح کی کہ امام بخاری نے امام احمد سے یہاں صرف ایک روایت لی اور ایک مغازی میں، ان دو کے سوانہیں، شاید اس لیے کہ امام بخاری کو شیوخ احمد سے لقاوسماع ہو گیا، اس لیے ان سے مستغنی ہو گئے، امام احمد کے بالمقابل انھوں نے ابن مدینی سے زیادہ روایات لیں۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ ہر آدمی اپنے مصالح دوسروں کے بالمقابل زیادہ جانتا ہے، امام بخاری نے بخارا سے حج اور تحصیل علم کے لیے نکلنے کے بعد بخارا میں بھی شاید باید قیام کیا اور علمی و دینی خدمت کی خاطر وہ کسی ایک شہر و ملک میں زیادہ رہ بھی نہیں سکتے تھے اور نہ رہے۔ حافظ ابن حجر نے مصنف انوار کے محولہ مقام کتاب النکاح (۹/۱۵۴) میں یقیناً یہ تصریح کی ہے کہ یہی دو احادیث امام بخاری نے امام احمد سے لیں، کیونکہ انھیں مشائخ احمد سے احادیث مل گئیں، لہٰذا سند عالی کا لحاظ کرتے ہوئے انھوں نے امام احمد سے صرف انھیں احادیث کی روایت پر اکتفا کیا، امام ابن القیسر انی نے کتاب ”الجمع بين حال الصحيحين“ ترجمہ امام احمد میں مذکورہ دونوں حدیثوں کے علاوہ ایک تیسری حدیث بھی امام احمد سے امام بخاری کے نقل کرنے کا ذکر کیا ہے۔[2]

قیام بصرہ اور تصنیف:

عنوان مذکور کے تحت مصنف انوار نے جو کچھ کہا اس کا حاصل یہ ہے کہ امام بخاری بقول خویش پانچ سال بصرہ اور تصنیف میں مشغول رہے، ہر سال حج کرنے جاتے، پہلے موقعۂ حج پر امام حمیدی کے ساتھ کسی کا کسی علمی معاملی میں جھگڑا ہو رہا تھا، جس کا امام بخاری نے حمیدی کے حق میں فیصلہ کیا کیونکہ حق انھیں کے ساتھ تھا۔[3] ہم کہتے ہیں کہ یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ اٹھارہویں سال کی نوعمری میں امام بخاری کو اس قدر علمی ملکہ حاصل تھا کہ بڑے بڑے مشائخ کے درمیان علمی نزاع میں حکم اور فیصل کا فریضہ انجام دیتے، ہم بیان کر آئے ہیں کہ بیس سال سے زیادہ عمر ہونے پر بلکہ بقول مصنف انوار تیس سال سے زیادہ عمر ہونے پر امام ابوحنیفہ فقہ پڑھنے کے لیے درسگاہ حماد میں داخل ہوئے اور انھیں اپنی طرح کا مرجی بھی وصیتِ امام اہل سنت ابراہیم نخعی استاد حماد کے خلاف بنالیا۔

علم حدیث وفقہ کے لیے اسفار:

مذکورہ بالاعنوان کے تحت مصنف انوار کی تحریر کا حاصل یہ ہے کہ امام بخاری حصول علم حدیث وفقہ کے لیے مختلف دور دراز

[1] مقدمه انوار (۲/ ۱۵) [2] الجمع بين رجال الصحيحين (۱/ ۵۰) [3] مقدمه انوار (۲/ ۱۵)

شہروں میں پہنچے، بلخ گئے اور مکی بن ابراہیم شاگرد ابی حنیفہ کے شاگرد ہوئے، ان سے گیارہ احادیث ثلاثیات اپنی صحیح میں روایت کیں، بغداد میں معلیٰ بن منصور شاگرد ابی حنیفہ و ابی یوسف و محمد کے شاگرد بنے، یحیٰی قطان شاگرد ابی حنیفہ کے شاگرد ہوئے، بصرہ کے ابو عاصم النبیل ضحاک شاگرد ابی حنیفہ کے شاگرد بنے جن سے چھ ثلاثیات صحیح بخاری میں ہیں، علاوہ ازیں تین ثلاثیات محمد بن عبداللہ انصاری حنفی شاگرد ابی یوسف و محمد سے روایت کیں۔ [1]

ہم کہتے ہیں کہ امام بخاری کے اساتذۂ مذکورین سے صحیح بخاری میں احادیث منقولہ اس امر کی دلیل قاطع ہیں کہ انھیں مصنف انوار کا حنفی مرجی المذہب کہنا خالص جھوٹ ہے، اور اس سے بھی بڑا جھوٹ یہ کہ محمد بن عبداللہ انصاری و معلیٰ بن منصور کو چھوڑ کر معدوم الوجود افسانوی مجلس تدوین فقہ حنفی کا انھیں رکن کہا گیا، مصنف انوار کے ان اکاذیب "ظلمات بعضها فوق بعض" کی حقیقت ہم ان کے تراجم میں واضح کر آئے ہیں اور بتلا آئے ہیں کہ مصنف انوار کے اصول سے امام ابو حنیفہ کا شاگرد مکی بن ابراہیم ہونا لازم آتا ہے۔ جب مصنف انوار نے اپنے دوسرے تقلیدی بھائیوں کی طرح اکاذیب پرستی ہی پر کمر بستہ ہیں تو کوئی کیا کر سکتا ہے؟

ثلاثیات بخاری:

عنوان مذکور کے تحت اکاذیب پرست مصنف انوار نے کہا:

''ثلاثیات حنفی شیوخ سے ہیں، امام اعظم کی اکثر روایات ثلاثیات ہیں، ان سے اعلی احادیث ثنائیات ہوتی ہے وہ بھی مرویات ابی حنیفہ میں بکثرت ہیں، ملاحظہ ہوں مسانید الامام الاعظم و کتاب الآ ثار بلکہ وحدانیات بھی ہیں کیونکہ امام صاحب کا لقا وسماع بھی بعض صحابہ سے ثابت ہے، ملاحظہ ہو مناقب کردری وموفق ومقدمہ اوجز المسالک از شیخ زکریا سہارنپوری۔'' [2]

ہم کہتے ہیں کہ ۱۹۴ھ میں پیدا ہونے والے امام بخاری کے لیے اتنی ثلاثیات کا ہونا واقعہ غیر معمولی سرمایۂ افتخار ہے، اگر اکاذیب پرست مصنف انوار اور ان جیسے جہمیت زدہ مرجیہ حنفیہ کوثریہ دیوبندیہ اپنی جہالت مرکبہ اور بلادت شنیعہ کے سبب نہ سمجھیں تو بہت ساری مخلوقات سورج کی روشنی سے نا آشنا ہوتی ہیں، اور ہم کہہ آئے ہیں کہ جن بیس ثلاثیاتِ بخاری کے شیوخ مصنف انوار حنفی مرجی بتلاتے ہیں وہ محض خالص جھوٹ ہے، اس میں ذرا بھی شائبۂ صداقت نہیں، امام ابو حنیفہ کی مرویات خواہ وحدانیات وثنایات وثلاثیات ہوں یا رباعیات وخماسات وسداسیات وغیرہ ہوں سب مجموعۂ اکاذیب ہیں، شاید ہی کوئی روایت جو ثلاثیات سے بہت کمتر ہو معتبر ہو مگر امام ابو حنیفہ بذات خود کئی ائمہ کرام کی تصریحات کے مطابق متفق علیہ طور پر ساقط الاعتبار ہیں، اس لیے ان کی کوئی بھی روایت کسی کام کی نہیں، مسانید امام اعظم وکتاب الآ ثار وکتب کردری وموفق وزکریا سہارنپوری مجموعۂ اکاذیب کے علاوہ کچھ نہیں، مصنف انوار پہلے یہ ثابت کریں کہ جب امام ابو حنیفہ نصرانی المذہب والدین کے یہاں پیدا ہوئے اور نہ جانے کس عمر میں مسلمان ہو کر ائمہ جہمیہ کے زیر تعلیم رہے، جن کو خود مصنف انوار کافر کہتے ہیں، تو اس ابو حنیفہ نے کس سن وسال میں صحیح العقائد مومن بن کر کسی صحابی کو دیکھ کر اس سے سماع کر سکے؟ مصنف انوار اپنے جن امام العصر کا مجموعۂ افادات انوار الباری کو محض مکذوب طور پر کہتے ہیں وہ صراحت کر گئے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کو کسی بھی صحابی کا سماع نصیب نہیں ہوا،

[1] مقدمہ انوار (۲/ ۱۵)
[2] ماحصل از مقدمہ انوار (۱/ ۱۵ و ۱٦)

اور صرف ایک صحابی حضرت انس رضی اللہ عنہ کا دیدار ہوا ان کے علاوہ کسی صحابی کا نہیں، اور ہم کہہ آئے ہیں کہ علامہ انوار اور ان کی پارٹی میں دم ہو تو بطریق اہل اسلام اپنے دعوی کو صحیح ثابت کریں اور ہمارا دعوی یہ ہے کہ تا قیامت اپنی اجتماعی محنت سے بھی مرجیہ حنفیہ دیوبندیہ کوثریہ ان اکاذیب کو صحیح نہیں ثابت کر سکتے۔

متاخرین کی تضعیف حدیث:

عنوان مذکور کے تحت مصنف انوار کی تحریر کا ماحصل یہ ہے کہ ''علماء کا فیصلہ ہے کہ متاخرین کی تضعیف حدیث متقدمین کی مرویات پر اثر انداز نہیں ہو سکتی، علامہ ابن امیر الحاج نے لکھا کہ بطور تنزل صحیحین کی اصحیت دوسری تمام کتب حدیث پر مان لی جائے تو یہ صحیحین کی بعد والی کتابوں کی بہ نسبت ہے نہ کہ پہلے والی ان ائمہ مجتہدین متبوعین کی مرویات کے جو ان دونوں سے پہلے ہو چکے، یہ بات اگر چہ ظاہر ہے، پھر بھی بعض لوگوں سے مخفی ہے یا دانستہ مخفی رکھ کر عوام کو مغالطہ دیا جاتا ہے۔[1]

ہم کہتے کہ اگر مصنف انوار کی یہ بات صحیح ہے اور امیر الحاج کی تحریر کا یہی مطلب ہے تو امام ابوحنیفہ کے کذاب اساتذہ نے جو انبار اکاذیب جمع کیے ہیں انھیں احادیث معتبرہ ماننا لازم ہوگا، مثلاً جابر جعفی وحارث اعور، کلبی، جیسے کذابین کے جمع کردہ اکاذیب کو مجموعۂ نصوص ماننا ہوگا، مصنف انوار کی اس بات کا کذب خالص ہونا اگر چہ بہت واضح ہے مگر دانستہ طور پر کذاب اعظم اور ان کی کذابہ حرافہ پارٹی والے عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کے لیے دجل وتلبیس اور اخفاء حق واظہار باطل سے کام لے رہے ہیں۔ كما لا يخفى

مصنف انوار کے لفظ ''ائمہ مجتہدین متبوعین'' سے کیا مراد ہے؟ کیا جابر جعفی، جعد بن درہم، جہم بن صفوان، محمد بن کرام، حارث اعور، کلبی وغیرہ ائمہ مجتہدین متبوعین نہیں تھے؟ کیوں ان کے جمع کردہ اکاذیب کو مرویات ابی حنیفہ پر فائق وبرتر قرار دیکر اسلام سے مکمل بغاوت وخروج نہ اختیار کر لیا جائے اور اس طرز عمل کی تحسین وتقدیس وتحمید وتسبیح کی جائے؟

بس اک نگاہ پر ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

ائمہ متبوعین اور ارباب صحاح ستہ:

عنوان مذکور کے تحت کذاب اعظم مصنف انوار کی تحریر کا حاصل یہ ہے کہ ''شیخین واصحاب سنن باہم معاصر ہیں جو تدوینِ اسلامی کے بعد ہوئے، انھوں نے فہم معانی حدیث کی صرف ہمت کی اور گراں قدر حدیثی تالیفات کیں لیکن ان سے پہلے والے مجتہدین کے پاس اصولی مواد زیادہ وافر تھا اور ذخیرۂ احادیث بھی زیادہ تھا۔[2] إلى آخر ما كذب وهذى.

ہم کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور انھیں جیسے مسلک ومذہب رکھنے والوں سے پہلے حارث اعور، جابر جعفی، جعد بن درہم، جہم بن صفوان وغیرہ کے پاس انبار اکاذیب بشکل احادیث مرفوعہ وموقوفہ ومقطوعہ واقاویلِ سلف امام ابوحنیفہ اور ان جیسے لوگوں کے انبار مرویات وفقہیات سے کہیں زیادہ سے بھی بہت زیادہ تھے، کیوں نہ اسے اصل ایمان واسلام قرار دیکر مصنف انوار جیسے کذابین کے سر میں سر ملا کر مقلدانہ منظوم ومنثور گانے گائے جائیں اور اسلام وایمان کو بالائے طاق رکھ کر مجوس وفلاسفہ، یونانی ونمارۂ بابل وفراعنۂ مصر وغیرھم کے ملغوبہ مذاہب کو دین وایمان بنا لیا جائے؟ مصنف انوار اور ان جیسے کذابین کی ان باتوں کا حاصلِ مطلب اگر اس سے علاوہ کچھ اور ہو تو اس کی وضاحت دائرہ اصول اسلام میں رہ کر کی جائے۔

[1] مقدمه انوار (١ / ١٦)
[2] مقدمه انوار (٢ / ١٦)

امام بخاری کے اساتذہ:

مصنف انوار نے عنوان مذکور کے تحت امام بخاری کے ایک ہزار اسی اساتذہ کا اجمالی ذکر کیا اور دعوی کیا کہ ان کی اکثریت حنفی المذہب تھے۔❶ ہم کہتے ہیں کہ جب جھوٹ ہی کی ترویج واشاعت خدمت دین وایمان وتحقیق وعلم کذابین کے نزدیک ہے تو اکثر کیا سبھی اساتذہ امام بخاری کو حنفی المذہب قرار دینے میں کون سی چیز کذابین کے لیے مانع ہے؟

علم حدیث وفقہ امام بخاری کی نظر میں:

عنوان مذکور کے تحت مصنف انوار کی تحریر کا حاصل یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنے تلامذہ کو حدیث سے متعلق قیمتی معلومات دیں اور مشکلاتِ حدیث کا ذکر کیا، اس سلسلے میں اربع مع اربع مثل اربع فی اربع والی تقریر بڑی دلچسپ ہے..الخ۔❷

چلیے مصنف انوار نے امام بخاری کی کسی خوبی کا زبانِ قلم سے اقرار کر کے دنیائے حدیث پر بڑا احسان کیا، اس بیان میں مصنف انوار نے یہ بھی ظاہر کیا کہ فقہ اعزاز حدیث سے کم نہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ حدیث ہی نہیں پورا قرآن مجید بھی فقہ ہی فقہ ہے، دونوں میں فرق سمجھنا سمجھ کی نارسائی ہے۔

رجال حنفیہ وحافظ ابن حجر:

عنوان مذکور کے تحت تحریر مصنف انوار کا حاصل یہ ہے والد امام بخاری کی ملاقات، صحبت یا صرف مصافحۂ ابن مبارک کا ذکر سب بطور منقبت کرتے ہیں، اس لیے کہ ابن مبارک بہت بڑے مسلم امام حدیث تھے، لیکن وہ امام اعظم کے تلمیذ خاص تھے، مزی نے تہذیب الکمال میں انھیں تلامذۂ ابی حنیفہ میں ذکر کیا لیکن حافظ نے انھیں تہذیب التہذیب میں تلامذۂ ابن مبارک میں ذکر نہیں کیا، کتب رجال دیکھنے والے جانتے ہیں کہ ایسا دو ایک جگہ نہیں بلکہ بکثرت ملے گا کہ تہذیب الکمال میں بڑے بڑے محدثین وفقہاء کا ذکر تلامذۂ ابی حنیفہ وتلامذۂ اصحاب ابی حنیفہ کے طور پر موجود ہے مگر حافظ نے اسے حذف کر دیا تا کہ حنفیہ کی تنویر شان نہ ہو ہمارے شاہ انور فرماتے تھے کہ رجال حنفیہ کو جس قدر نقصان حافظ نے پہنچایا اور کسی نے نہیں پہنچایا، وہ برابر اسی فکر میں رہتے کہ کوئی حنفی ہوتو اسے گرائیں اور شافعی ہوتو ابھاریں، ہم اس کی مثال آگے بھی پیش کرتے رہیں گے۔❸

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار اور انھیں کی طرح بے تکی ہانکنے والے ان کے ائمہ واساتذہ وارکان تحریک ارجاء وکوثریہ جہمیہ یا تو جہل مرکب کے شکار ہیں کہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ حافظ کی کتاب تہذیب التہذیب مزی کی تہذیب الکمال کی تلخیص ہے اور ملخص اصل کتاب کی بہت ساری باتیں حذف کر دیتا ہے یا ان کو نہایت ملخص کر کے لکھ دیا کرتا ہے یا پھر عیار ودجاجلہ جانتے بوجھتے ہوئے بھی یہ اکاذیب اپنی دھاک بٹھانے کے لیے لکھتے ہیں۔

ہم بتلا آئے ہیں کہ امام ابن المبارک سے والد امام بخاری نے مصافحہ نہیں کیا بلکہ انھوں نے حماد وابن المبارک کو مکہ مکرمہ میں مصافحہ کرتے دیکھا، کیا یہ بات منقبت وفضیلت کی نہیں ہے کہ اس کا ذکر کرنا ان کذابین پر گراں ہے؟ امام ابن المبارک کی بابت یہ تفصیل گزری کہ عام ائمہ اسلام کی طرح انھوں نے امام ابوحنیفہ کو متروک قرار دیا، ایسی صورت میں تو اور بھی ضرور ہو گیا

❶ مقدمہ انوار (٢/ ١٦) ❷ مقدمہ انوار (٢/ ١٦ و ١٧) ❸ مقدمہ انور (٢/ ١٧)

کہ حافظ ابن حجر انھیں تلامذۂ ابی حنیفہ کی فہرست میں نہ ذکر کریں، امام ابن المبارک نے امام ابوحنیفہ، ان کی حدیث وفقہ، رہن سہن، عبادت اور ریاضت سے متعلق جو باتیں کہی ہیں ان میں سے خاصی مقدار کا ذکر ہم کر آئے ہیں، اس سے ناظرین کرام اندازہ لگائیں کہ امام ابن المبارک کی نظر میں امام ابوحنیفہ اور ان کی حدیث وفقہ ورہن سہن وعبادت کی کیا قدر و قیمت تھی؟ اگر حافظ ابن حجر نے اسی قسم کے اسباب کے تحت تہذیب التہذیب سے رجال حنفیہ کو نکال باہر کیا تو کیا غلط کیا؟ رجال حدیث کی کتاب میں رجال جہمیت زدہ مرجیہ حنفیہ رائے پرست کے جھوٹے مناقب فضائل بیان کرنے سے کتاب کی معنوی نظافت وطہارت متأثر ہوتی ہے، کیا اتنی بات بھی مصنف انوار اور ان کی پارٹی والے نہیں جانتے؟ رجال حنفیہ کو حافظ نے نہیں خود امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے نقصان پہنچایا اور امام ابوحنیفہ نے اپنے مجموعۂ علوم کو شرور وفتن ومجموعۂ اغلاط واباطیل کہا، اپنے تلامذہ کو خطاب کر کے انھیں بہت زیادہ اکاذیب کا جامع کہا، خصوصاً معدوم الوجود چہل رکنی مجلس تدوین فقہ حنفی کے امیر منشی ابو یوسف کو کذاب کہا، دوسرے اراکین مجلس تدوین نے بھی انھیں اور امام محمد کو کذاب کہا، اراکین مجلس تدوین حنفی میں سے بعض نے بعض کو جہمی مرجی حتی کہ امام ابوحنیفہ کو بھی جہمی مرجی ومعتقد خلق قرآن کہا، ناظرین کرام ہماری کتاب سے صفحات الٹ کر دیکھ لیں۔ حد یہ ہوگئی کہ امام ابن حبان نے کہا:

”أخبرني محمد بن المنذر حدثنا عثمان بن سعيد قال حدثنا أبو الربيع الزهراني قال سمعت حماد بن زيد يقول: سمعت أبا حنيفة يقول: لم أكد ألقىٰ شيخا إلا دخلت عليه ما ليس من حديثه إلا هشام بن عروة“ (1)

”امام ابوحنیفہ نے کہا کہ ہشام بن عروہ کے علاوہ جتنے بھی اساتذہ سے میں نے پڑھا، ان کی بیان کردہ باتوں میں میں نے ان کی نہ بیان کردہ باتیں بھی اپنی طرف سے اختراعی طور پر شامل کر دیں اور ان کی طرف منسوب کر دیا۔“

ذرا ناظرین کرام فرقہ مرجیہ حنفیہ کے لوگوں سے اس فرمانِ ابوحنیفہ کا معنی ومطلب پوچھیں؟ اس روایت کی تصحیح ہم نقل کر آئے ہیں۔

سبب تالیف جامع صحیح:

عنوان مذکور کے تحت تحریر مصنف انوار کا حاصل یہ ہے کہ امام اسحاق بن راہویہ نے ایک بار تمنا ظاہر کی کہ کاش احادیث صحیحہ کا کوئی مختصر مجموعہ تیار ہو جائے، امام بخاری بھی اس مجلس میں موجود تھے، چنانچہ امام بخاری میں امام اسحٰق کی اس بات سے اس کام کا داعیہ پیدا ہوا اور انھوں نے صحیح البخاری تصنیف کر دی، ہم کہتے ہیں کہ دنیا میں ہر اچھے برے کام کے دواعی ہی پیدا ہونے سے وہ کام وجود پذیر ہوتے ہیں، امام ابن راہویہ کی تمنائے مذکور بہت زیادہ اچھی تھی، اس سے امام بخاری نے متأثر ہو کر یہ کام کیا تو بہت اچھا کیا، یہ بیان ہو چکا ہے کہ جن ابن المبارک کے واسطہ سے امام ابن راہویہ شاگرد ابی حنیفہ تھے، انھوں نے بھاری وجوہ سے دوسرے ائمہ کی طرح امام ابوحنیفہ کو متروک قرار دیا اور ابن راہویہ بھی پہلے حنفی المذہب مرجی المشرب تھے، امام شافعی بغداد آئے تو ان کی بدعت شکن حمایت مذہب اہل حدیث اور تحریک سے متأثر ہو کر وہ مذہب اہل حدیث کے متبع ہو گئے اور حنفی مرجی مذہب کو انھوں نے بدعتی مذہب بہت صراحت سے قرار دیا۔ كما مر تفصيله

(1) المجروحين (٣/ ٧٢)

امام بخاری سے پہلے تالیف حدیث:

زیرعنوانِ مذکورتحریر مصنف انوار کا حاصل یہ ہے کہ امام بخاری سے پہلے زیادہ مسانید کا رواج تھا، چنانچہ متعدد محدثین نے مسانید مرتب کیے اور ان مرتبین مسانید سے پہلے اکابر ائمہ احناف امام ابو یوسف ومحمد کے ذریعہ کتب الآ ثار للامام الاعظم مرتب ہوئیں، موطأ امام مالک مرتب ہوئی، ان سب میں احادیث کے ساتھ اقوال صحابہ وتابعین بھی لکھے گئے، حافظ ابن جریج نے مکہ معظّمہ، امام اوزاعی نے شام، ثوری نے کوفہ، حماد بن سلمہ نے بصرہ میں مصنفات تیار کیں، مصنف عبد الرزاق، کتب ابن المبارک، کتاب الصیام وکتاب الزکاۃ یوسف بن ابی یوسف وحمیدی وغیرہ منصۂ شہود پر آ چکی تھیں، ہر امام اور حافظ حدیث نے کوئی نہ کوئی مجموعہ احادیث وآ ثار بصورت مسند یا مصنف ضرور چھوڑا تھا، جامع صحیح بخاری امام بخاری کے ابتدائی دور کی نہیں بلکہ آخری دور کی تصنیف ہے، اور ہم ابتدائے مقدمہ میں عرض کر آئے ہیں کہ زمانہ صحابہ میں بھی جمع حدیث کا کام ہوا، حضرت عمر بن عبد العزیز نے باقاعدہ تدوین حدیث کی مہم شروع کی، امام شعبی (متوفی ۱۱۰ھ) زہری (متوفی ۱۲۰ھ) ابو بکر حزمی (متوفی ۱۲۴ھ) نے بڑے پیمانے پر احادیث جمع کیں، پھر ۱۲۰ھ سے امام اعظم نے چالیس شرکائے تدوین فقہ اور دوسرے اصحاب وتلامذہ کے ساتھ تیس سال تک احادیث وآ ثار، فتاوی صحابہ واقوال تابعین، قضائے صحابہ وتعامل سلف کی روشنی میں لاکھوں احکام ومسائل کا استخراج کیا...الخ۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ امام بخاری سے پہلے متعدد ائمہ نے مجموعہائے احادیث وآ ثار واقوال صحابہ وتابعین ضرور مرتب کیے مگر مصنف انوار اور ان جیسے کذابین کا یہ دعوی جھوٹ ومکذوب ہے کہ ہر حافظ حدیث نے کوئی نہ کوئی مجموعہ احادیث وآ ثار چھوڑا، امام ابراہیم نخعی، امام ربیعہ بن ابی عبد الرحمٰن، وامام نافع مولی ابن عمر وعکرمہ اور اس طرح کے سیکڑوں نہیں ہزاروں ائمہ حفاظ حدیث نے کون سا مجموعۂ احادیث چھوڑا ہے؟ اس فرقہ شتر بے مہار وبے لگام کی زبان اکاذیب پرست کی بے راہ روی حد سے درجہ تجاوز کیے ہوئے ہے، ائمہ مذکورین کے سنین وفیات میں مصنف انوار کی تحریر متعارض اور ایک دوسرے کی تکذیب کنندہ ہے، ۱۲۰ھ سے لے کر پچیس تیس سال تک بذریعہ معدوم الوجود چہل رکنی مجلس تدوین کے ذریعہ فقہ احادیث وآ ثار وفتاوی صحابہ وتابعین کی تدوین ابی حنیفہ کی من گھڑت خیالی افسانوی کہانی کا خالص مکذوب ہونا اور ان کے قائد اعظم واصحاب کی تدوین کتب فقہ وحدیث وآ ثار کا افترائے خالص ہونا ہم بیان کر آئے ہیں۔

امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب تدوین اور ابو یوسف ومحمد وغیرہما کی تصانیف کا مجموعۂ اکاذیب ہونا تصریحات ابی حنیفہ سے واضح کیا جا چکا ہے، کذب بیانی میں اتنی بلند پروازی صرف ابالسہ وشاگردان ابلیس ہی کے بس کی بات ہے، اس لیے اس میں شک نہیں کہ امام بخاری کے سامنے امام بخاری کے متعدد اساتذہ واساتذۂ اساتذہ کی کتابیں موجود تھیں اور سب سے امام بخاری نے استفادہ کیا، اہل الرای کے علوم بھی امام بخاری کے پیش نظر رہے جو ان کی نظر میں مجموعہ اکاذیب اور خلاف نصوص تھے، قاضی ابو یوسف ومحمد اور اس قسم کے تلامذۂ ابی حنیفہ کا بتصریح ابی حنیفہ کذاب ہونا معروف ہے، ان کا تیار کردہ مجموعۂ فقہ یا حدیث وآ ثار وفتاوی صحابہ وتابعین مجموعۂ اکاذیب کے علاوہ کیا ہے؟

[1] مقدمہ انوار (۲/ ۱۷ و ۱۸)

ایک اہم غلطی کا ازالہ:

زیرعنوانِ مذکورتحریر مصنف انوار کا حاصل یہ ہے کہ مصنف انوار کے معاصر مولانا عبد الرؤف رحمانی ﷾ کی تصنیف نصرۃ الباری بھی مذہب اہل حدیث پر اپنی کرم فرمائی کی خاطر دیکھی ہے مگر ان میں اس طرح کی کتب اہل حدیث کو چونکہ سمجھنے کی بالکل صلاحیت نہیں، اور اللہ ورسول وصحابہ وتابعین ودیگر اسلاف پر افترا پردازی نیز دوسرے اکاذیب کی ایجاد اور اکاذیب کے پرستار لوگ کوئی بھی بات سمجھنے کی صلاحیت سے محروم کر دیے جاتے ہیں، یا سچ بولنے کا وصف ان سے چھن جاتا ہے، اس لیے جو ان کے دماغ پر اکاذیب میں سے سما تا ہے بکتے رہتے ہیں، أعاذنا اللّٰہ من شرور الکذابین وھفواتھم و وساوسھم۔ آمین

جامع صحیح کے لیے اساتذۂ بخاری کی توثیق:

زیرعنوان مذکورعبارت مصنف انوار کا حاصل یہ ہے کہ ''ابوجعفر عقیلی نے کہا کہ جامع بخاری کی تکمیل کے بعد امام بخاری نے اسے اپنے تین اساتذہ ابن مدینی، امام احمد، ابن معین پر پیش کیا، سب نے چار احادیث کے علاوہ سب کی تصحیح کی، بستان المحدثین از شاہ عبدالعزیز تذکرۂ امام مسلم میں ہے کہ وہ صحیح وسقیم احادیث کی پہچان میں اپنے تمام اہل عصر پر ممتاز تھے، بعض امور میں صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر بھی ترجیح وفضیلت ہے، بخاری کی اکثر روایات اہل شام سے ہیں، اس لیے ان کے رواۃ میں امام بخاری سے غلطیاں ہو جاتی ہیں، نیز حدیث میں امام بخاری کے تصرفات تقدیم وتأخیر، حذف واختصار کی وجہ سے بعض جگہ تعقید پیدا ہو جاتی ہے۔ الخ۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار نے اپنے فرقہ والوں کی عادت تحریف وتزویر کے مطابق امام عقیلی کی پوری بات نہیں نقل کی، مصنف انوار کی نقل کردہ عبارت عقیلی کے بعد امام عقیلی کا یہ ارشاد بھی ہے کہ ان احادیث کی تصحیح میں امام بخاری ہی کی بات صحیح ہے، یہ چار احادیث بھی صحیح ہی ہیں، اور ہم مزید کہتے کہ چار حدیثوں کے صحیح ہونے میں ان ائمہ نے صرف توقف اور ان کے حسن ہونے کی نفی نہیں کی، حدیث کے متابع بکثرت ہیں۔

شاہ عبدالعزیز نے صرف بعض امور میں صحیح بخاری پر صحیح مسلم کو ترجیح دی ہے، مجموعی اعتبار سے انھوں نے بھی صحیح بخاری ہی کو صحیح مسلم پر ترجیح دی۔

بقول شاہ ولی اللہ دہلوی صحیحین کی ہر حدیث قطعی ویقینی طور پر صحیح ہے اور یہ اجماعی بات ہے:

ہم کہتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز کے باپ شاہ ولی اللہ ﷫ نے لکھا ہے:

"أما الصحیحان فقد اتفق المحدثون علی أن جمیع ما فیھما من المتصل المرفوع صحیح بالقطع... الخ."[2]

''صحیحین میں جتنی بھی متصل مرفوع احادیث ہیں وہ تمام محدثین کے اجماع کے مطابق قطعی طور پر صحیح ہیں...الخ۔''

شاہ ولی اللہ کے اس فرمان کے برخلاف مصنف انوار اور ان کی پارٹی والے کذابین مدعی ہیں کہ صحیحین کی ساری احادیث ظنی

[1] مقدمہ انوار (۲/ ۱۹)　　[2] حجة اللّٰہ البالغة (۱/ ۱۳٤)

الصحۃ ہیں اور سب ظنی طور پر بھی صحیح نہیں، ایسے کذابین کا اپنے کو محدثین میں شمار کر لینا ظاہر ہے کہ بڑے درجہ کا بے نظیر جھوٹ و دروغ بے فروغ ہے، ایسے مکذوبہ قسم کے محدثین بتصریح شاہ ولی اللہ بدعت پرست خارقینِ اجماع امت ہیں، اور فرقۂ دیوبندیہ مدعی ہے کہ وہ مسلک شاہ ولی اللہ پر کاربند ہے، اس پارٹی کے اکاذیب کے ظلمات بعضها فوق بعض ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں رہ جاتا ہے۔

بقول حافظ ابن کثیر صحیح بخاری کی ہر حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع ہے:

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سے سیکڑوں سال پہلے حافظ ابن کثیر نے کہا:

"وأجمع العلماء على قبوله وصحة ما فيه، وكذلك سائر أهل الإسلام" [1]

'' تمام علماء کا اجماع ہے کہ صحیح البخاری کی احادیث قابل قبول ہیں اور اس میں جتنی بھی احادیث ہیں سب صحیح ہیں اور تمام علماء کی طرح تمام اہل اسلام کا بھی اس پر اجماع ہے۔''

امام ابن کثیر نے تو فرقہ جہمیہ کوثریہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ دیوبندیہ کی اور بھی جڑ کاٹ کر رکھ دی، یہ حافظ ابن حجر سے پہلے کے امام ہیں، انھوں نے صحیح بخاری کی شرح لکھی، جس کے اوائل میں امام بخاری و صحیح بخاری کے متعلق بھرپور تفصیل پیش کی، اس کتاب کا نام بھی ''فتح الباری'' ہے۔

بقول حافظ ابن حجر صحیح بخاری میں صرف صحیح حدیث ہی نقل کرنے کا التزام ہے:

حافظ ابن حجر نے اپنی شرح صحیح البخاری "فتح الباري" کے مقدمہ "هدي الساري" میں کہا:

"تقرر أنه التزم فيه الصحة، وأنه لا يورد فيه إلا حديثا صحيحا، هذا اصل موضوعه، وهو مستفاد من تسميته إياه الجامع الصحيح المسند من حديث رسول الله ﷺ وسننه وأيامه، ومما نقلناه عنه من رواية الأئمة عنه صريحا" [2]

'' یہ طے شدہ بات ہے کہ اپنی اس کتاب میں امام بخاری نے صرف صحیح حدیث نقل کا التزام کیا ہے، اور یہ کہ اس کتاب میں وہ صرف صحیح حدیث ہی نقل کرتے ہیں، ان کی اس کتاب کا موضوع ہی یہی ہے کہ اس میں صحیح احادیث ہی منقول ہوں، یہ بات اس کتاب کے نام ہی سے ظاہر ہے اور ائمہ کرام نے ان سے صریح طور پر یہ بات نقل بھی کی ہے۔''

امام بخاری کا اپنا بھی یہی ارشاد ہے:

امام بخاری کا خود اپنا ارشاد ہے:

"وما أدخلت حديثا فيه حتى استخرت الله وصليت ركعتين وتيقنت صحته" [3]

''میں نے جامع صحیح میں ہر حدیث کو نقل کرنے سے پہلے دو رکعت نماز استخارہ پڑھ کر استخارہ کیا اور جب اس کے صحیح ہونے کا یقین ہو گیا تو اسے داخل صحیح کیا۔''

---

[1] البداية والنهاية واقعات ٢٥٦هـ (١١/ ٣٠)
[2] مقدمه فتح الباري (ص: ٨)
[3] مقدمه فتح الباري (ص: ٤٨٩) وعام كتب تراجم.

ایک دوسری روایت صحیحہ میں بھی ہے کہ امام بخاری نے فرمایا کہ اپنی جامع صحیح میں صرف صحیح حدیث ہی نقل کی، اور بہت سی صحیح احادیث کو طوالت کے سبب ترک بھی کر دیا۔[1] امام بخاری جیسے محتاط اور گوشۂ علوم حدیث پر گہری ناقدانہ نظر رکھنے والے کو نماز استخارہ کے بعد جس حدیث کے صحیح ہونے کا یقین ہو، نہ کہ فرقہ مرجیہ حنفیہ والاظن، اس کے صحیح ہونے میں اگر تین ائمہ کو توقف ہوا تو اس توقف سے ان حدیثوں کے حسن ہونے کی نفی لازم نہیں آتی، اور اکثر متابع یا ایک ہی قوی متابع سے وہ صحیح ہو جاتی ہے، اور اس میں شک نہیں کہ صحیح البخاری کی ہر حدیث کثیر المتابع ہے، بہر حال امام عقیلی کا فیصلہ ناظرین کرام کے سامنے ہے جس سے مصنف انوار اور ان کی پارٹی کی تحریف بازی وحذف واسقاط مجرمانہ کا واضح ثبوت ملتا ہے، اگر عربی عبارت سمجھنے کی استعداد اس فرقہ میں نہیں تو سیرت بخاری از حضرت العلام الامام شیخ عبد السلام مبارکپوری اردو ایڈیشن کو کیوں نہیں دیکھ لیا؟ یہ کتاب ۱۳۲۹ھ ہی میں شائع ہو چکی تھی جس کے بہت بعد انوار الباری لکھنے کا منصوبہ بنا۔

مصنف انوار کے امام الدیوبندیہ کا ارشاد:

مصنف انوار وفرقہ دیوبندیہ کے امام مولانا احمد علی سہارنپوری نے لکھا ہے:

”وأجمعت الأمة على صحة هذا الكتابين و وجوب العمل بأحاديثهما“[2]

”پوری امت صحیح بخاری وصحیح مسلم کی حدیثوں کے صحیح ہونے اور احادیث کے واجب العمل ہونے پر متفق ہے۔“

امام الدیوبندیہ کی یہ بات مصنف انوار اور ان جیسے مرجیہ حنفیہ دیوبندیہ کی تکذیب کے لیے کافی ہے اور خود امام الدیوبندیہ موصوف کی بھی اس سے تکذیب ہوتی ہے کیونکہ صحیحین کی اکثر احادیث کو فرقۂ دیوبندیہ حنفیہ واجب العمل ماننے کے بجائے رائے وقیاس کا پرستار ہے۔ كما سيأتي۔ شاہ عبد العزیز کی جو بات مصنف انوار نے نقل کی اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ محض حسن ترتیب کے اعتبار سے صحیح مسلم صحیح بخاری پر فائق ہے ورنہ ان کی صراحت ہے کہ مجموعی اعتبار سے صحیح بخاری ہی صحیح مسلم پر فائق ہے، افسوس کہ اکاذیب پرستی ہی کو مصنف انوار اور ان کے ہم مزاج لوگوں نے اپنا شعار بنانا فریضۂ زندگی بنا لیا۔

امام بخاری کا بے نظیر حافظہ:

عنوان مذکورہ کے زیر تحت مصنف انوار نے امام داخلی کی غلطی پر گرفت بخاری والے واقعہ اور اسی نوع کے ایک اور واقعہ کا ذکر کیا ہے۔[3]

تالیفات امام بخاری: قضايا الصحابة والتابعين وأقاويلهم:

زیر عنوان مذکور مصنف انوار نے لکھا:

”سب سے پہلے تصنیف جو ۲۱۲ھ میں تاریخ کبیر سے پہلے لکھی۔ (غیر مطبوع) کتاب کا موضوع ومواد نام سے ظاہر ہے۔“[4]

ہم کہتے ہیں کہ اس کتاب کا پورا نام ”قضايا الصحابة والتابعين وأقاويلهم“ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس

---

[1] خطیب (۲/ ۸ و ۹) وعام کتب رجال. [2] مقدمه صحيح البخاري (....../ ۷٤)

[3] مقدمه انوار (۲/ ۱۹) والفضل ما شهدت به الأعداء. [4] مقدمه انوار (۲/ ۲۰)

کتاب میں امام بخاری نے صحابہ وتابعین کے فیصلے وفتاوی، آثار واقوال لکھے ہیں، جن سے قرآن وحدیث فہمی میں مدد ملتی اور راجح ومرجوح کی طرف رہنمائی حاصل ہوتی اور جن امور میں تصریح یا تلمیح نصوص نہ ہوں ان سے متعلق روشنی فراہم ہوتی ہے، اس کے باوجود مصنف انوار نے امام بخاری اور اس طرح کے محدثین کرام پر بہتان طرازی کی ہے کہ یہ آثار واقوال صحابہ کو خاطر میں نہیں لاتے، حالانکہ جو اقوالِ صحابہ خلاف نصوص ہوں ان کا قابل نظر انداز ہونا متفق علیہ ہے ورنہ ان کی وقعت ماننے پر سبھی علمائے اہلحدیث متفق ہیں۔ اس سلسلے میں تفصیل گزر چکی ہے، افسوس کہ یہ کتاب غیر مطبوع اور اس کے وجود کا ہم کو پتہ نہیں ورنہ اس سے مصنف انوار کے مرجی حنفی رائے پرست کوثری دیوبندی کذب پر زیادہ روشنی پڑتی۔

۲۔ التاریخ الکبیر:

مصنف انوار نے کہا:

"التاریخ الکبیر" امام بخاری نے مسجد نبوی (علی صاحبها الصلوة والتحیات) میں چاند کی روشنی میں لکھی، ترتیب حروف تہجی سے ہے، امام بخاری کے شیخ امام اسحاق بن راہویہ تلمیذ ابن مبارک تلمیذ امام اعظم نے اس کتاب کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے امیر عبداللہ بن طاہر خراسانی سے فرمایا تھا، لیجیے آپ کو جادو دکھاؤں، کتاب مذکور موٹے ٹائپ کے حروف سے آٹھ جزو میں تقسیم ہو کر دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن سے شائع ہوگئی ہے، راقم الحروف نے اس کا مطالعہ کیا ہے لیکن اس کے جادو ہونے کا معمہ تا ایں دم لاینحل ہے، ہوسکتا ہے امام بخاری کی موجودگی میں یہ جملہ انھیں خوش کرنے کو کہا ہو یا غیر موجودگی میں تنقید کے طور پر کیونکہ تاریخی اعتبار سے خصوصاً امام بخاری کے علمی تبحر و وسعت معلومات سے جو توقع قائم ہوسکتی ہے وہ اس سے پوری نہیں ہوتی.. الخ۔[1]

اکاذیبِ مصنف انوار پر تبصرہ:

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار تو مر گئے، ان کے حامیان فرقہ دیوبندیہ والے بتلائیں کہ ان کے تحریر کردہ لفظ مسجد نبوی کے بعد "علی صاحبها الصلوة والتحیات" کے الفاظ لکھنا کہاں تک درست ہے؟

مصنف انوار کا مجرمانہ حذف واسقاط:

امام بخاری نے باعتراف مصنف انوار تاریخ کبیر چاند کی روشنی میں لکھی، یعنی کہ بچپن میں بینائی جاتے رہنے کے باوجود اپنی والدہ کی کرامت سے موصوف اس قدر دیدہ ور ہوگئے کہ چاندنی میں اتنی ضخیم کتاب اور اہم کتاب لکھ سکتے تھے، اسی کتاب کی بابت امام بخاری کا بیان ہے کہ میں نے اسے قبر نبوی کے پاس لکھا۔[2]

مصنف انوار نے یہ اہم بات جو فضائل امام بخاری سے متعلق ہے نقل نہیں کی مگر انھیں قدم قدم پر شکوہ ہے کہ محدثین نے

---

[1] مقدمه انوار (۲/ ۲۰)

[2] خطيب (۲/ ۷) وسير أعلام النبلاء (۱۲/ ٤٠٠) و تهذيب الكمال (ص: ۱۶۹) و طبقات الشافعية السبكي (۲/ ۲۱۶) و مقدمه فتح الباري (ص: ٤٧٩)

رجال حنفیہ کا ذکر ویسے نہیں کیا جیسے وہ اور ان کی کوثری جہمی مرجی حنفی رائے پرست دیوبندی پارٹی والے چاہتے ہیں، یہ مصنف انوار نے حذف واسقاط یا ایک قسم کی یہودیانہ تحریف کا ارتکاب کیا اور نہایت دو وجہی گھٹیا حرکت بھی۔

امام ابن راہویہ سے متعلق تلبیس مصنف انوار کی وضاحت:

امام بخاری کے جن شیخ اسحاق ابن راہویہ کو مصنف انوار نے تلمیذ ابن المبارک امام اعظم کہا، وہ پہلے حنفی مرجی تھی، امام شافعی کے ورود بغداد پر امام شافعی کے تجدیدی کارناموں کو دیکھ کر مرجی مذہب سے تائب ہو کر اہل حدیث ہو گئے اور مذہب حنفی مرجی کو بدعتی مذہب کہنے لگے (کمامر) یہ گزر چکا ہے کہ ان کے استاد ابن المبارک اہل حدیث امام تھے، امام ابوحنیفہ سے بعض روایات کی تھیں مگر امام ابوحنیفہ میں بہت زیادہ تجریحات قادحہ کے پیش نظر انھیں عام ائمہ اسلام کی طرح متروک قرار دے دیا۔ (کما تقدم مرارا) امام اسحاق ابن راہویہ امام بخاری کو "فقیه هذه الأمة" اور دوسرے القاب مدحیہ سے نوازتے تھے۔

مصنف انوار کی شپرہ چشمی:

امام اسحاق نے تاریخ بخاری امیر عبداللہ بن طاہر کے سامنے یہ کہہ کر پیش کی کہ آیئے میں آپ کو "سحر" دکھاؤں، حدیث نبوی میں عمدہ خطاب کو "إن من البيان لسحرا" بطور مدح کہا گیا ہے، اسی حدیث کو ملحوظ رکھتے ہوئے امام اسحاق نے اسے سحر کہا، اگر اس عظیم الشان کتاب کی سحر انگیزی سے جہمیہ و مرجیہ حنفیہ رائے پرست کوثریہ دیوبندیہ کی آنکھیں جس طرح سورج کی روشنی دیکھنے سے اندھی ہو جاتی ہیں اسی طرح ائمہ جہمیہ مرجیہ رائے پرستوں کا حال رہا، جعد بن درہم وغیرہ آخر کس طرح کی الٹی کھوپڑی والے تھے تو چشمہ آفتاب را چہ گناہ؟ مسیلمہ کذاب واسود عنسی اور اس طرح کے بہت سارے کذابین نصوص کتاب وسنت کو بھی معمہ لاینحل سمجھتے تھے، اگر تاریخ کبیر بخاری مصنف انوار اور ان کے حامیان کذابین کی نظر میں معمہ لاینحل ہے تو کیا کہا جائے؟ امام بخاری کے تجدیدی کارناموں میں سے ایک کو امام اسحاق جیسے مداح بخاری بطور تنقید سحر کہہ نہیں سکتے تھے، نہ انھیں محض خوش کرنے کے لیے فرقۂ کوثریہ کذابہ حرافہ والی تکڑم بازی کی خاطر خلاف امر واقع سخن سازی کر سکتے تھے، مصنف انوار کے یہ اکاذیب خالص دیوبندی ہذیانیات ہیں۔

ترتیب تراجم تاریخ بخاری سے متعلق مصنف انوار کی کذب بیانی و تلبیس کاری:

مصنف انوار کی یہ بات بھی ان کے کوثریہ اکاذیب میں سے ہے کہ ترتیب تاریخ کبیر حروف تہجی سے ہے، اس کی جلد اول شروع سے لے کر (ص: ۱۷۲) ترجمہ (۱۷۸) تک ان حضرات کے تراجم پر مشتمل ہے جن کے نام "محمد" ہیں یہ ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے نام کی تقدیم کے لحاظ سے ہے، اسی طرح متعدد کتب رجال میں بھی کیا گیا ہے اور متعدد کتب رجال کی ابتدا "احمد" نام والے رواۃ کے تراجم سے کی گئی ہے، اس میں تقدیم اسم نبوی کی وجہ سے ملحوظ ہے، آپ کی ذات گرامی کا اتنا لحاظ کہ آپ کے نام والے رجال و رواۃ کا ذکر مقدم رکھا جائے فرقہ جہمیہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ تصور بھی نہیں کر سکتا، پھر بھی یہی فرقہ خصوصا اس کا ایک ذیلی فرقہ بریلوی شان نبوی میں اپنے کو بڑا باادب باتمیز اور اہل حدیث کو بے ادب و بے تمیز و گستاخ کہتے پھرنے کو اپنا فریضۂ زندگی اور وظیفۂ حیات قرار دیے ہوئے ہیں، امام بخاری نے اس کتاب کی ابتدا خاتم النبیین علیہ الصلوۃ والسلام کے

ترجمہ سے کی ہے، نوصفحات پر ترجمہ نبوی مشتمل ہے، امام بخاری نے خود فرمایا:

"هذه الأسامي وضعت على ا، ب، ت، ث وإنما أبدي بمحمد بين حروف ا، ب، ت، ث لحال النبي ﷺ لأن اسمه محمد." الخ ❶

''اس کتاب کے رجال کی ترتیب میں نے حروف تہجی پر رکھی ہے مگر ابتدا اسم محمد سے اسم نبوی کے لحاظ سے کی ہے کیونکہ آپ کا اسم عام محمد ہے، پھر بھی آپ ﷺ کے بعد محمد نامی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تراجم صحابہ کی عظمت کے پیش نظر لکھے ہیں، ان کے بعد محمد نامی رواۃ کے تراجم لکھے۔''

مصنف انوار نے اس کتاب کے دس وصف خاص کا ذکر محض محدثین واہل حدیث سے بغض وعداوت ونفرت وتوحش کے سبب نہیں کیا، اپنی اس رذیل وخسیس حرکت کو موصوف نے محدثین کرام کی طرف ظلماً وزوراً وکذباً وافتراءً وبھتاناً منسوب کر دیا، اس بدتمیزی کی کوئی حد بھی ہے؟ کیا آپ اور صحابہ کے ساتھ جو ادب اہل حدیث نے ملحوظ رکھا ہے اس کا تصور جہمیت زدہ مرجیہ حنفیہ کے تو ہم وتصور میں بھی کبھی آ سکتا ہے؟ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ یہ قوم اپنے قیاس ورائے کو نصوص نبویہ پر مقدم رکھنے کی عادی ہے؟ مثالیں بہت زیادہ سے بھی زیادہ ہیں مگر تطویل سے بچنا ہمارے پیش نظر ہے۔

تاریخ کبیر پر امیر عبداللہ بن طاہر کا تبصرہ:

امام ابن راہویہ نے جب تاریخ کبیر امیر عبداللہ بن طاہر (مولود ۱۸۲ھ ومتوفی ۲۴۸ھ) کی خدمت میں اسے جادو اثر کہہ کے پیش کی تو امیر موصوف نے کہا تعجب ہے کہ اتنی کم عمری میں اتنی زبردست کتاب امام بخاری لکھ سکتے ہیں، انھوں نے اتنی اہم کتاب کیسے لکھ دی؟ ❷

ترجمۂ امیر عبداللہ بن طاہر:

امیر عبداللہ بن طاہر حاکم خراسان کو حافظ ذہبی اور دوسرے ائمہ نے امیر عادل وفقیہ ومحدث شاگرد امام وکیع ویحییٰ بن الفریس وغیرہ اور استاذ امام ابن راہویہ ونصر بن زیادہ وفضل بن محمد شعرانی وغیرہ کہا، بہت بڑا ادیب اور شاعر وفصیح وبلیغ، ممدوح، سخی، فیاض، اور فاتح ومجاہد وسیاست دان بہترین حکمراں کہا۔ ❸

اپنی تاریخ کبیر پر امام بخاری کا تبصرہ:

امام بخاری نے خود کہا کہ عام لوگ نہیں سمجھ سکتے کہ یہ کتاب میں نے کیسے اور کس طرح لکھ دی؟ میں نے اسے تین مرتبہ مکرر سہ کرر لکھا۔ ❹ ایک روایت میں یوں ہے کہ میں نے اپنی ہر کتاب تین تین بار لکھی۔ ❺ جب امام بخاری نے کہہ دیا کہ عام لوگ میری اس کتاب کی بابت نہیں سمجھ سکتے کہ کیسے اور کیونکر لکھ دیا تو مصنف انوار سمیت ان کی پارٹی والے کیسے سمجھ سکیں گے؟ ہاں صحیح النظر اصحاب علم وفضل سمجھ سکتے ہیں۔

---

❶ تاریخ کبیر (ج: ۱۱) ❷ (۲/ ۷) و عام كتب رجال.

❸ سير أعلام النبلاء (۱۰/ ٦٨٤، ٦٨٥) والبحر (ص: ۳۷٦) و تاريخ طبري (۹/ ٦١٣، ٦٢٤) الولاة القضاة للكندي (ص: ۱۸۰) و خطيب (۹/ ٤٨٣، ٤٨٤) والبداية والنهاية (۱۰/ ۳۰۲، ۳۰۳ وغيرها)

❹ خطيب (۲/ ۷) و عام كتب رجال و سير. ❺ عام كتب رجال و سير.

مصنف انوار کی تاریخ کبیر کے خلاف بے تمیزی:

مصنف انوار نے امام بخاری سے کدورت وعداوت اور حسد کے سبب اپنی پارٹی والوں کی طرح اسے بے کار سی کتاب قرار دیا اور اس میں مندرج تراجم کو بہت مختصر کہا، جبکہ بعد والوں کی کتابوں کو اس سے زیادہ مفید ومفصل کہا۔[1]

یہ مصنف انوار کی بیہودگی ہے، مختصر سی جامع کتاب لکھنے کی ضرورت خود امام بخاری نے محسوس کی ہے اور بسا اوقات نہایت مختصر جامع کتاب کئی اعتبار سے زیادہ مفید ہوتی ہے مگر یہ بدخواہوں کے سمجھنے کی چیز نہیں، حافظ ابن حجر کی تقریب التہذیب صرف ایک جلد میں ہے، مختصر سی کتاب ہے، بارہ جلدوں پر مشتمل جس کتاب کا جامع ملخص ہے اس کا نام تہذیب التہذیب ہے اور تہذیب التہذیب بھی تہذیب الکمال کا ملخص ہے، جو تہذیب التہذیب سے بھی کہیں زیادہ ضخیم ومطول ہے اور تہذیب الکمال بھی الکمال کا ملخص ہے مگر تقریب التہذیب گویا ان ساری مطولات کا عطر ہے جس میں دریا بکوزہ کر دیا گیا ہے، کیا مصنف انوار میں اتنی بات سمجھنے کی بھی صلاحیت نہیں ہے؟ امام ذہبی کی دیوان الضعفاء والمتروکین کو دیکھیے، ایک مختصر سی جلد میں دسوں جلدوں کی باتوں کو اس میں دریا بکوزہ کر دیا گیا ہے، اسی طرح ان کی کتاب العبر کا اختصار بھی قابل دید ہے، صاحب فہم کے لیے اتنی مثالیں کافی ہیں جبکہ غبی واحمق کے لیے کتب خانہ بھی ناکافی ہے، مصنف انوار نے اس جگہ امام بخاری کے خلاف بہت زیادہ بدتمیزی کی مگر ہم سب پر لمبی بحث نہیں کرنا چاہتے، مصنف انوار نے جس مجموعہ اکاذیب مسانید ابی حنیفہ کو تصنیف ابی حنیفہ کہا ہے اس کے آخر میں خوارزمی نے رجال جامع المسانید کے ترجمہ کے لیے زیادہ تر حوالہ تاریخ کبیر للبخاری ہی کا دیا، سیر اعلام النبلاء کے جن رجال کے تراجم لکھے گئے اس کے محشی اگر کسی بھی راوی کا ذکر تاریخ بخاری میں پاتے ہیں تو ضرور ذکر کرتے ہیں، اسی طرح بہت سارے لوگوں کا عمل ہے مگر کہتے ہیں کہ بندر ادرک کے مزہ سے آشنا نہیں ہوتے، بیچارے مصنف انوار کا یہی حال ہے۔

تاریخ کبیر میں ذکر ابی حنیفہ:

دراصل مصنف انوار عام جہمیہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ کوثریہ کذابہ کی طرح امام بخاری اور جملہ محدثین کو اپنا تابع فرمان دیکھنا چاہتے ہیں، امام بخاری نے امام ابوحنیفہ کا ترجمہ تاریخ کبیر میں صرف اس قدر لکھا ہے:

''امام صاحب مرجی تھے، لوگوں نے ان سے، ان کی رائے سے اور ان کی حدیث سے سکوت اختیار کیا ہے۔''

تاریخ کبیر بخاری میں مذکور ترجمۂ ابی حنیفہ پر مصنف انوار اور فرقہ مرجیہ کا ردعمل:

مصنف انوار تاریخ بخاری سے مندرجہ بالا ترجمۂ ابی حنیفہ نقل کر کے انتہائی غیظ وغضب وجدلیات مرجیت سے مغلوب ہو کر فرماتے ہیں:

> ''امام ابوحنیفہ کے ذاتی حالات، ان کی رائے، ان کی حدیث میں سے کوئی چیز آگے بڑھانے کے لائق نہیں سمجھی گئی، اب ایسا کرنے والے اور سمجھنے والے کون لوگ تھے؟ ایسے اکابر کی پہیلیوں کو بوجھنا میرے جیسے طفل مکتب کے لیے بہت دشوار ہے، اس لیے اپنے زمانہ کے محقق کبیر ناقد بصیر انور شاہ ثانی علامہ کوثری کی تانیب الخطیب سے مدد

---

[1] مقدمه انوار (٢/ ٢٠)

لے کر عرض کرتا ہوں تا کہ ناظرین مستفید ہوں، علامہ کوثری کے متعلق اتنا اور عرض کر دوں کہ خطیب کا رد بے مثل اور نہایت جاندار بے جھجک لکھا، دوسرے معاندین متعصبین کے خلاف تحقیقانہ انداز میں لکھ گئے کہ مظلوم حنفیت کی طرف سے مدافعت کا بڑی حد تک حق ادا ہو گیا مگر قیام مصر کے زمانہ میں بیسیوں ملاقات کے باوجود کوثری کی زبان سے امام بخاری کی شان میں ایک کلمہ بھی نہیں سنا، ان کے محتاط قلم سے شاید اسی ایک جگہ کے سوا، جس کی نقل آگے آ رہی ہے، امام صاحب موصوف کے بارے میں کچھ نہیں ہے، شاید ہمارے شاہ صاحب کی طرح وہ بھی یعنی کوثری بھی صبر و ضبط کی کمزوری کے باعث اس تصریح پر بادل نخواستہ مجبور ہوئے۔ واللہ العظیم اس وقت شب کے بارہ بجے یہ سطور لکھتے ہوئے دل بیٹھا جا رہا ہے، آنکھوں میں آنسو ہیں، امام عالی مقام امیر المؤمنین فی الحدیث کی تالیف جلیل صحیح بخاری کے احسان عظیم سے گردن جھکی ہے، قلم آگے لکھنے سے رک رہا ہے مگر پھر امام اعظم کے مرتبت عالیہ کو سوچتا ہوں جن کے حالات تفصیل سے ذکر ہو چکے ہیں، کون اور کیسے یقین کرے گا کہ ایسا جلیل القدر محدث ایسے امام اعظم کے بارے میں کسی غلط فہمی یا کاوش وحسد کی وجہ سے ایسی تیز و تند تنقید کر سکتا ہے جو اوپر ذکر ہوئی یا اس سے بھی زیادہ سخت تاریخ صغیر وغیرہ سے آئندہ نقل ہوگی، اب علامہ کوثری کا تبصرہ ملاحظہ ہو...الخ۔"[1]

امام بخاری کے خلاف مصنف انوار کے طوفان بدتمیزی کا جائزہ:

ہم کہتے ہیں کہ جس طرح مصنف انوار اور ان کے حوالی موالی اپنے زمانے کے کذاب اعظم اور ردو مسخ حقائق کے امام اعظم ہیں، ان سے کہیں بڑھ کر ان کے علامہ کوثری جہمی مرجی رائے پرست حنفی اور ان کے حوالی وموالی و معاونین و مساعدین اپنے زمانے کے کذاب اعظم اور ردو مسخ حقائق کے امام اعظم تھے، یہ انور شاہ ثانی ہی نہیں بلکہ ردو مسخ حقائق میں سینکڑوں انور شاہ کے کان کاٹنے والے تھے، انور شاہ بقول مصنف انوار صبر و ضبط کی دولت سے محروم ہونے کے سبب اپنے ائمہ احناف کی نمک حرامی والا پیشہ چھوڑ کر نمک حلالی اور ائمہ محدثین خصوصاً امام بخاری و شارح صحیح بخاری حافظ ابن حجر کے خلاف آگ اگلنے لگے کیونکہ بتصریح قرآنی محروم القسمہ بدقماش لوگ ہی دولت صبر و ضبط سے محروم اور نمک حرام ہوا کرتے ہیں، قرآن مجید نے تو اہل ایمان کو صبر و ضبط کی بہت زیادہ تلقین کی ہے اور ہمارے رسول ﷺ تک کو حکم دیا: ﴿**فاصبر كما صبر أولو العزم من الرسل**﴾ تمام اولوالعزم رسولوں کا شیوہ وشعار صبر رہا ہے، لہٰذا صبر پر آپ ﷺ بھی کاربند رہیں، اس کا دامن چھوٹنے نہ پائے، مگر کذاب اعظم مصنف انوار کے ائمہ مرجیہ نے بتصریح مصنف انوار ان قرآنی فرامین کی پابندی بالکل نہیں کی، جو ائمہ مصنف انوار اتنے سارے نصوص قرآن وسنت کو پس پشت ڈال کر بے راہ روی اختیار کرنے ہی کو اپنا فریضۂ زندگی بنائے ہوں وہ جس قدر بھی بے راہ روی اختیار کریں کم ہے۔ امام ابو حنیفہ کی تجریح میں سینکڑوں صفحات کے مضامین کو امام بخاری نے صرف ایک سطری عبارت میں دریا بکوزہ کر دیا، امام بخاری کے اس کمال لازوال کی داد دینے کی بجائے فرقۂ مرجیہ حنفیہ رائے پرست کے لوگوں کا آسانی سر پر اٹھا کر بہت ساری کتابیں لکھنا، جبکہ یہ ساری کتابیں امام بخاری کی ایک سطر کے بالمقابل پادر ہوا سے زیادہ وقیع نہیں، کیا معنی رکھتا ہے؟

---

[1] مقدمہ انوار (٢/ ٢١)

ہم لکھ آئے ہیں کہ ائمہ اسلام کی تصریحات کے مطابق فرقۂ جہمیہ اور مذہب جہمیت کو جنم دینے والا فرقہ و مذہب مرجیہ ہے، اوپر یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ امام ابو یوسف شاگرد خاص ابی حنیفہ و چہل رکنی مجلس تدوین فقہ حنفی کے میر منشی اور علوم ابی حنیفہ کے ناشر وترویج و اشاعت کار نے کسی لاگ لپٹ کے بغیر امام ابوحنیفہ کو جہمی المذہب کہا ہے، اور یہ کہا ہے کہ جہمی مذہب پر امام ابو حنیفہ فوت ہوئے، نیز یہ دوسرے ارکان مجلس تدوین فقہ نے بھی کہا ہے جو بدعویٰ مصنف انوار تربیت ابی حنیفہ سے بہت بڑے بڑے مفسر ومحدث وفقیہ وماہرین علوم اسلام اور بیحد ثقہ ومعتبر ہوئے، نیز امام ابوحنیفہ کی بابت یہی بات چہل ارکان مجلس تدوین فقہ حنفی کے علاوہ دوسرے ائمہ اسلام نے بھی کہی ہے، جس فرقۂ مرجیہ و مذہب مرجیہ نے مذہب جہمیہ وفرقۂ جہمیہ کو جنم دیا اس کے کسی امام اعظم کو جہمی نہ کہہ کر صرف مرجی کہنا امام بخاری کی بہت زیادہ نرم اور خفیف جرح ہے۔

یہاں ہم اس سلسلے کی ایک روایت کا اور ذکر کر دینا مناسب سمجھتے ہیں:

"قال الحافظ الخطيب أخبرنا محمد بن عبيد الله الجبائي أخبرنا محمد بن عبد الله بن إبراهيم الشافعي حدثني عمرو بن الهشيم البزار أخبرنا عبد الله بن سعيد (سعد) بقصر ابن هبيرة حدثني أبي أن أباه أخبره أن ابن أبي ليلى كان يتمثل بهذه الأبيات:

إلى شنآن المرجئين ورأيهم　　عمر بن ذر و ابن قيس الماصر

وعتيبة الدباب لا نرضى به　　وأبو حنيفة شيخ سوء كافر [1]

''قاضی محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلی نے قصر ابن ہبیرہ میں متعدد اشعار پر مشتمل ایک نظم پڑھی جس کے دو اشعار یہ ہیں: ''مرجیہ کی قبیح ومبغوض روش اور ان کی رائے پرستی سے ہم کو بہت تنفر وتوحش ہے، اس فرقۂ مرجیہ کے پیشوا و ائمہ یہ ہیں، عمر بن ذر، عمر بن قیس ماصر وعتبہ و دباب جو تمہارے لیے پسندیدہ نہیں اور امام ابوحنیفہ کا دینی طور و طریق بہت برا درجۂ کفر کو پہنچا ہوا ہے۔''

اس روایت کی سند معتبر ہے، خطیب نے اسے اپنے جس استاذ محمد بن عبیداللہ الجبائی بن محمد بن الحجاج ابو الحسن (مولود ۳۲۵ھ ومتوفی ۴۲) سے نقل کیا وہ ثقہ مامون ہیں۔[2]

ترجمہ امام محمد بن عبداللہ بن ابراہیم شافعی:

جبائی نے یہ روایت محمد بن عبداللہ بن شافعی (مولود ۲۶۰ھ ومتوفی ۳۵۴ھ) سے نقل کی وہ ثقہ وثبت ہیں۔[3]

ترجمہ عمرو بن ہشیم البزار:

امام محمد بن عبداللہ الشافعی نے اسے عمرو بن ہشیم البزار سے نقل کیا اور عمرو بن ہشیم البزار سے روایت کرنے والوں میں امام اصمعی عبدالملک[4] بن قرب بن عبدالملک بن علی بن اصمع ابوسعید باہلی ثقہ وصدوق سنی المذہب (متوفی ۲۱۶ھ) بھی ہیں، یعنی

[1] خطيب (١٣/ ٣٨٧، ٣٨٨)　[2] خطيب (٣/ ٣٣٦)

[3] خطيب (٥/ ٤٥٦ تا ٤٥٨) والمنتظم (٧/ ٣٢) و تذكرة الحفاظ (٣/ ٨٨، ٨٨١) والعبر (٢/ ٣٠١) ودول الإسلام (١/ ٢٢٠) والوافي بالوفيات (٣/ ٣٤٧) و مرأة الجنان (٢/ ٣٥٧ و ٣٥٨) والبداية والنهاية (١١/ ٢٩٤) و سير أعلام النبلاء (١٦/ ٣٩ تا ٤٤)

[4] البداية والنهاية (١٠/ ٢٠)

عمرو بن ہشیم بزار سے کم از کم دو ثقہ رواۃ امام محمد بن عبداللہ شافعی اصمعی نے روایت کی ہے اور جس راوی سے ایک ہی ثقہ راوی نقل کرے اور اس پر ثبوت تجریح نہ ہو وہ امام ابن حبان اور ان جیسے اصول رکھنے والے ائمہ کے نزدیک ثقہ ہے، حنفیہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ [عام کتب مصطلح حدیث] اور موصوف پر کسی بھی قسم کی تجریح ثابت نہیں، لہٰذا وہ ثقہ ہیں۔[1] عمرو بن ہشیم البزار نے یہ روایت عبداللہ بن سعید (سعد) بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف زھری ابواسحاق بغدادی (متوفی ۲۳۸ھ) سے نقل کی اور انھوں نے اپنے باپ سعد بن ابراہیم متوفی ۲۰۱ھ سے نقل کی اور سعد بن ابراہیم نے اسے اپنے باپ ابراہیم بن سعد (متوفی ۱۸۵ھ) سے نقل کی اور یہ تینوں ثقہ ہیں، تہذیب التہذیب اور عام کتب رجال میں ان کے تراجم ہیں، لہٰذا یہ روایت معتبر ہے۔

روایت مذکورہ پر تبصرہ:

متعدد روایات ہم اس معنی کی نقل کر آئے ہیں کہ ابوحنیفہ کے جہمی المذہب ہونے کی شکایت بہت ثقہ گواہوں کے ساتھ جا کر عدالت ابن ابی لیلی میں امام ابوحنیفہ کے استاذ حماد بن ابی سلیمان نے شواہد معتبرہ کے ساتھ کی، جس کا امام ابوحنیفہ نے اقرار کیا، بنابریں عدالت ابن ابی لیلی سے، نیز حکام بالاحتی کہ خلیفہ کی طرف سے یہ فیصلہ ہوا کہ امام ابوحنیفہ اپنے اس عقیدہ و مذہب سے توبہ کریں ورنہ سزائے موت دی جائے گی، امام ابوحنیفہ نے عدالت کے سامنے توبہ کر لی اور ان کی اس توبہ کی تشہیر تمام شہر میں امام ابوحنیفہ کو گھما گھما کر کرائی گئی اور انھیں یہ دھمکی دی گئی کہ اگر دوبارہ اس مذہب وعقیدہ کو اختیار کیا تو سخت کاروائی ہوگی، بعض روایات میں ہے کہ ان کے لڑکے نے گھر پر خفیہ طور پر پوچھا کہ آپ نے عدالت میں کیسے اپنے اس مذہب سے رجوع کا اظہار کر دیا؟ امام ابوحنیفہ نے کہا میرا عقیدہ و مذہب اب بھی یہی ہے، میں نے ظاہری طور پر اس سے توبہ تقیہ کرتے ہوئے کی ہے، امام ابوحنیفہ پر یہ پابندی بھی لگائی گئی کہ درس و تدریس وفتوی دینے کا کام بند کریں، لوگوں سے ملیں جلیں نہیں، مسجد میں صرف فرض نماز پڑھیں، سنن ونوافل و اذکار اپنے گھر کریں، ان امور کی تفصیل گزر چکی ہے۔ امام ابوحنیفہ حقیقتاً اس مذہب کے پیرو رہے، توبہ صرف بقول خویش ''تقیۃ'' کی تھی، پھر جب اپنے عقیدہ و مذہب کے جذبات سے مغلوب ہوئے تو موصوف دوبارہ سہ بارہ علی الاعلان اپنے جہمی و مرجی ہونے کا اعلان کرنے لگتے اور حکومت کی جانب سے سخت رویہ کا شکار ہوتے، یہ حقائق لوگوں پر پوشیدہ رہنے والے نہیں تھے، امام ابوحنیفہ اپنے اس عقیدہ و مذہب کے داعی ومبلغ بھی تھے اور اہل علم کا متفق علیہ اصول ہے کہ ایسے راوی کی نہ روایت قبول کی جائے نہ رائے وقیاس پر مشتمل فقہی فتاوے ومسائل قبول کیے جائیں، اسی بات کو امام بخاری نے تاریخ کبیر میں لکھ دیا تو مصنف انوار اپنے فرقے والوں کی طرح امام بخاری کے خلاف آگ بگولہ کیوں ہیں؟

امام بخاری کے رد میں کوثری کے اکاذیب:

گزشتہ تفصیل سے ظاہر ہے کہ درجۂ کفر تک پہنچے ہوئے عقیدہ و مذہب کے باعث ہی امام بخاری نے اپنے پہلے والے ائمہ کے اتباع میں امام ابوحنیفہ کو متروک الحدیث والرای متفق علیہ طور پر قرار دیا، کوثری نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس قول بخاری میں عقیدۂ باطلہ رکھنے والوں کی طرف اشارہ ہو کیونکہ ارجائے ابی حنیفہ عقیدۃ اہل سنت کی طرح تھا۔[2] حالانکہ یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ تمام ائمہ اسلام متفقہ طور پر امام ابوحنیفہ کے مذہب وعقیدہ کو درجۂ کفر تک پہنچا ہوا مانتے اور انھیں اس مذہب وعقیدہ

[1] تهذيب التهذيب (۸/ ۱۰۰ و ۱۰۱)　[2] مقدمه انوار (۲/ ۲۱)

کا داعی ومبلغ بھی کہتے تھے، اس لیے کذاب اعظم کوثری کی یہ سخن سازی مردود ہے۔

دوسرا جواب کذاب اعظم کوثری نے یہ دیا کہ امام ابوحنیفہ کے مناقب و مدائح سے سکوت کرنے والے بے تحقیق گری پڑی روایت چلتی کرنے کے عادی تھے، ایسے لوگوں کی باتوں سے امام ابوحنیفہ پر کوئی اثر پڑنے والا نہیں کیونکہ ان کے علوم شرعیہ مشرق سے مغرب تک پھیل چکے تھے۔[1] حالانکہ کوئی بھی محدث، امام، امام ابوحنیفہ کے مذہب وعقیدہ کو گوارا کرنے کی حد تک بھی برداشت کرنے کو تیار نہیں تھا، سارے ائمہ اسلام کو سادہ لوح بے تحقیق گری پڑی روایت چلتی کرنے والا کہنا خالص افترا ہے اور امام صاحب کی زندگی میں ان کا مذہب وعقیدہ اور مجموعۂ فتاوی ومسائل سب کی نظر میں مبغوض و ناپسندیدہ رہا، ان کی وفات کے بعد بذریعہ تگڑم بازی ان کے ہم مذہب اصحاب سرکاری مناصب پر فائز ہوکر ان کے مذہب کی سرکاری قوت سے ترویج واشاعت میں لگ گئے، پھر بھی شدید مزاحمت ومخالفت و مدافعت کا سلسلہ جاری تھا مگر سرکار کے سامنے ہوا پرست جی حضوری کرنے والوں کی کثرت ہوتی ہے، اس لیے اسے فروغ ہوتا گیا، کوثری کا تیسرا جواب مصنف انوار نے یہ نقل کیا کہ امام بخاری نے صرف اپنی ذاتی رائے کو سب کی طرف منسوب کر دیا ہے اور اپنے محسنین کے احسان کو فراموش کر دیا ہے بنابریں انھیں اپنے وطن سے نکلنا پڑا۔[2]

حالانکہ ناظرین کرام دیکھ آئے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے اساتذہ سے لے کر عام تلامذہ وعوام وخواص مسلسل ان کے خلاف شدید ردعمل اور تجرتج شدید کا مظاہرہ کرتے رہے، اسے امام بخاری کی ذاتی رائے مبنی برظن وتخمین وہی کہے گا جو اپنی شپرہ چشمی کے باعث ان حقائق کو دیکھنے کی صلاحیت سے محروم ہو چکا ہو۔

امام بخاری کو اگر اپنے محسنین جہمیہ ومرجیہ ورائے پرستوں کی احسان فراموش کے سبب وطن سے بے وطن ہونا پڑا تو امام ابو حنیفہ کو بار بار کیونکر سرکاری تہدید وتوعید اور توبہ کے حکم کیوں پیش آئے؟ آخر انھیں محبوس ومقید ہوکر ہلاک ہونا پڑا، آخر اس کا کیا سبب ہوا؟ مصنف انوار نے حاشیہ لگایا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی احادیث فلاں فلاں کتب حدیث میں مروی ہیں، حالانکہ ہم مصنف انوار کے ان اکاذیب کی حقیقت بیان کر آئے ہیں، بھلا متعدد کتب حدیث میں جابر جعفی، حارث اعور، ابن ابی عیاش، کلبی، واقدی، حسن بن عمارہ وغیرہ جیسے کذابین کی روایات کیوں موجود ہیں؟

مصنف انوار کی امام بخاری کے خلاف بدعنوانیاں:

مذکورہ بالا اکاذیب سے فارغ ہوکر مصنف انوار نے اپنے اکاذیب مسموعہ کا نشانہ ان کی کتاب ''تاریخ اوسط'' کو بھی بنایا اور کہا کہ ''تاریخ اوسط'' میں بھی اسی طریقہ پر راہ مستقیم ومعتدل سے امام بخاری الگ رہے... إلی آخر ما افتریٰ و هذی۔ ہم مصنف انوار کی یہ باتیں نقل کر آئے ہیں کہ کذاب اعظم مصنف انوار اور ان کے حمایت کار بحلف بیان کر سکتے ہیں کہ انھیں امام بخاری کی تاریخ اوسط کی زیارت نصیب ہوئی؟

امام بخاری کی تاریخ صغیر کے خلاف مصنف انوار کی فتنہ سامانیاں:

مذکورہ بالا ہذیان سرائیوں کے بعد مصنف انوار نے بحوالۂ کوثری کہا کہ امام بخاری نے اپنی تاریخ صغیر میں فرمایا کہ میں نے اسماعیل بن عرعرہ سے کہتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ جہم کی ایک عورت ہمارے یہاں آئی اور ہماری عورتوں

[1] ماحصل از مقدمہ انوار (۲/ ۲۱)　　[2] ماحصل ازمقدمہ انوار (۲/ ۲۱)

کی اتالیق رہی، کوثری نے چند سطور پہلے یہی روایت تاریخ خطیب سے نقل کی اور اس کے رجال پر بحث کر کے بتلایا کہ وہ خود امام بخاری ونسائی اور ابو حاتم وغیرہ کے قول سے غیر ثقہ ہیں، اور یہ سند منقطع بھی ہے، پھر کیسے کہہ دیا کہ میں نے امام صاحب سے سنا گویا ابتدا ہی سے جھوٹ چل رہا ہے، اسماعیل بن عرعرہ کا ذکر کس تاریخ میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بصری ہیں، عباس بن عبدالعظیم عنبری کے معاصر ہیں، اصحاب صحاح ستہ میں سے کسی نے ان کی روایت نہیں لی، اگر مان لیا جائے کہ زوجۂ جہم خواتین ابی حنیفہ کی اتالیق تھی تو اس سے کیا ہوا؟ اعتراض تو تب ہوتا ہے کہ وہ عورت عقائد جہم پھیلاتی تھی۔[1] ہم مصنف انوار کے ان اکاذیب کی تکذیب کر آئے ہیں، ناظرین کرام صفحات الٹ کر دیکھ لیں۔

مصنف انوار کی مزید درمزید فتنہ انگیزی وفساد خیزی:

یہاں پہنچ کر مصنف انوار نے تاریخ صغیر للبخاری میں امام حمیدی سے مروی حجاج کے ساتھ سفر حج پر پیش آمدہ واقعہ کا ذکر کیا اور کہا کہ جن امام صاحب نے ساڑھے بارہ لاکھ مسائل واحکام شریعت کو مدون کیا ان سے یہ بات کیونکر صادر ہوسکتی ہے؟ حمیدی والی سند میں علتِ انقطاع بھی ہے، اس کے بعد مزید درمزید ہذیان سرائی کی۔[2]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار کے ان اکاذیب کا حال بھی ہم بیان کر آئے ہیں، گذشتہ صفحات کی طرف مراجعت کریں۔ امام ابوحنیفہ نے کو اپنے فتاوی ومسائل وعلوم کو خود ہی مجموعۂ اکاذیب واباطیل وشرور وفتن واغالیط کہا ہے۔ کما تقدم تفصیله

مصنف انوار کی مزید ہذیان سرائی:

مصنف انوار نے مزید ہذیان سرائی کرتے ہوئے کہا:

''تیسری روایت سفیان۔ (شاید سفیان ثوری ہے) سے بطریق نعیم بن حماد تاریخ صغیر میں نقل کی ہے کہ وفات ابو حنیفہ پر انھوں نے کہا کہ اچھا ہوا وہ مرگئے انھوں نے اسلام کے جوڑ جوڑ پر ضرب لگائی الخ۔[3]

ہم کہتے ہیں کہ ان سارے اکاذیب مصنف انوار کا جائزہ ہم لے چکے ہیں، سفیان بن عیینہ اور ثوری میں جو جاہل مطلق تمیز نہ رکھے وہ امام بخاری وجملہ محدثین کے خلاف بدتمیزی وبدزبانی وہذیان سرائی وبیہودگی کی تمام سرحد توڑنے میں ہر طرح کی بے حیائی کرنے میں ذرا بھی جھجک محسوس نہ کرے، اور اس کی باتیں اس کے فرقہ کے بے راہ لوگوں کو بہت پسند بھی آئیں، انھیں احساس تک نہ ہو کہ کتنے بڑے طوفان بدتمیزی اٹھائے جارہے ہیں اور اکاذیب پرستی کو دینداری وتحقیق پسندی کہا جارہا ہے، ہم بتلا آئے ہیں کہ یہ بات سفیان ثوری وسفیان بن عیینہ دونوں نے کہی اور ان کے علاوہ بہت سارے ائمۂ دین نے باصراحت کہی اور تمام ائمہ اسلام نے بذریعہ سکوت اس کی تصدیق کی، اس زمانے کے کسی بھی فرد نے اس پر نکیر نہ کی، یہ تو بعد کے مرجیہ و رائے پرست حنفیہ نے بزور اکاذیب کرنا شروع کیا جن کی تکذیب بھی حامیانِ سنت کرتے رہے مگر بے حیا وکذاب لوگوں پر حقائق کا کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ یہ مسخ حقائق ہی کو دین وایمان بنائے ہوئے ہیں۔

---

[1] ماحصل از مقدمه انوار (٢/ ٢٢)
[2] مقدمه انوار (٢/ ٢٢، ٢٣)
[3] ماحصل از مقدمه انوار (٢/ ٢٣)

امام بخاری کی چوتھی کتاب التاریخ صغیر کے خلاف مصنف انوار کی بیہودہ گوئی:

مصنف انوار نے ذکر تاریخ صغیر میں تاریخ اوسط وصغیر کی بابت پھر بیہودہ گوئی کی کہ ان دونوں کتابوں میں روایت ودرایت کے اعتبار سے وہ اعتراضات ہیں جن میں سے بعض تاریخ کبیر کے ذیل میں مذکور ہوئیں۔[1] ہم کہتے ہیں اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی، ان اکاذیب کوثر یہ ومصنف انوار کی حقیقت بھی واضح ہو چکی ہے۔

امام بخاری کی پانچویں تا بارہویں کتابوں کا ذکر مصنف انوار:

مذکورہ باتوں کے بعد مصنف انوار نے امام بخاری کی کتاب الجامع الکبیر، خلق افعال العباد، المسند الکبیر، اسامی صحابہ، کتاب العلل، کتاب الفوائد، کتاب الوحدان، الادب المفرد کا ذکر کیا، ان میں سے اکثر غیر مطبوع بلکہ بعض مفقود ہیں، فرقۂ مرجیہ نے اپنے مذہب کے حق میں زہر ہلاہل سمجھ کر اپنی معروف عیاری وزور زبردستی کے بل پر انھیں منصۂ شہود پر نہیں آنے دیا اور اکاذیب پر مشتمل مصنوعی کتابوں کا مصنف امام ابوحنیفہ کو قرار دے کر چھپوا دیں، ان میں سے دو مطبوع کتابوں خلق افعال العباد والادب المفرد میں بھی مصنف مرجیہ کے خلاف بہت مواد ہیں مگر سارے احساسات ان میں اکاذیب کی ترویج و پرستش کے لیے ہیں، خلق افعال العباد کو ذہلی کا جواب مصنف انوار نے قرار دیا جبکہ دراصل یہ کتاب عام فرق باطلہ بشمول جہمیہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ کے رد میں بھی ہے۔

امام بخاری کی (۱۳ و ۱۴) کتاب الضعفاء الصغیر کا ذکر مصنف انوار:

مصنف انوار نے امام بخاری کی اہم ترین کتابوں میں سے الضعفاء الکبیر کا اشارۃً بھی ذکر نہیں کیا جو فرقہ مرجیہ کے لیے صواعق محرقہ ہے، البتہ ضعفاء صغیر کا ذکر اسی بدتمیزی کے ساتھ کیا جو اس فرقہ کا شعار ہے، مصنف انوار کو اس کا بڑا دکھ ہے کہ اس میں قاضی ابو یوسف کو متروک کہا گیا، حالانکہ انھیں نسائی نے ثقہ کہا، کئی ائمہ اہل حدیث کی طرف توثیق ابی یوسف منسوب ہے اور یہ کہ امام بخاری نے یوسف واسد بن عمرو وغیرہ کی تجریح کی۔[2]

ہم کہتے ہیں کہ فرقۂ مرجیہ حنفیہ کے نزدیک امام ابوحنیفہ سے زیادہ معتدل وحق گو کون ہوسکتا ہے؟ انھوں نے ابو یوسف کو خصوصاً اور اپنے ہم مذہب تلامذہ کو علی الاطلاق کذاب قرار دیا ہے، اسی بات کی تعبیر امام بخاری نے دوسرے ائمہ کرام کی تجریحات خارجہ کو پیش رکھتے ہوئے کر دی تو بشمول مصنف انوار اس فرقہ کے لوگ امام بخاری پر کیوں خفا ہوتے ہیں؟ اپنے امام اعظم ابوحنیفہ اور اراکین مجلس تدوین پر کیوں خفا نہیں ہیں؟ مفصل بحث ہماری طرف سے گزر چکی ہے۔

امام بخاری کی پندرہ تا بائیس کتابوں کا ذکر مصنف انوار:

مصنف انوار نے یہاں پہنچ کر امام بخاری کی مزید آٹھ کتابوں کا ذکر کیا، کتاب المبسوط، الجامع الصغیر، کتاب الرقاق، برالوالدین، کتاب الاشربہ، کتاب الکنی اور کتاب التفسیر الکبیر کا ذکر بلاتبصرہ کیا کیونکہ یہ کتابیں غیر مطبوع ہیں اور ان کے قلمی نسخوں کا بھی قطعی طور پر پتہ نہیں لگ رہا ہے ورنہ ان کتابوں میں بھی بشمول امام ابوحنیفہ تمام اصحاب الرای کے خلاف مواد موجود ہے، افسوس کہ ہماری رسائی ان کتابوں تک نہیں ہوسکی۔

---

[1] مقدمہ انوار (۲/ ۲٤) [2] ماحصل از مقدمہ انوار (۲/ ۳۵)

۲۳۔ جزء القراءۃ خلف الامام:

یہ کتاب مطبوع ہے اور بآسانی مل جاتی ہے، اس کے خلاف مصنف انوار نے بہت زیادہ زور آزمائی اس کے تعارف میں اسی جگہ کی، پھر بھی ان کی تشفی نہیں ہوئی تو فرمایا ''یہ رسالہ قراءت خلف الامام کی (کما قال) اثبات میں ہے اس مسئلہ پر پوری بحث اپنے موقع پر انوار الباری میں آئے گی اور ہم بتلائیں گے کہ دلائل کی قوت کس کے ساتھ زیادہ ہے۔'' [1] إن شاء اللّٰه

ہم بھی ان شاء اللہ تعالیٰ اس موقع پر پہنچ کر مصنف انوار اور ان کی مرجی جہمیت زدہ حنفی رائے پرست کوثری دیوبندی تقلید پرست جماعت کی خبر لیں گے، فاتحۃ الکتاب پر ایک مبسوط کتاب کی تصنیف سے ہم تین سال پہلے فارغ ہوگئے ہیں، مصنف انوار کی لغویات کا تذکرہ کیے بغیر ہم نے احناف اور ان کے حلیفوں کی بخیہ دری کردی ہے، کاش یہ کتاب چھپ جائے!

جزء القراءۃ کے خلاف مصنف انوار و جہمیت زدہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ کی لغویات:

مذکورہ بالا ہذیان سرائی کے باوصف مصنف انوار نے کہا:

''اس وقت کتاب مذکور کا صرف مختصر تعارف کرانا مقصود ہے، بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اثنائے بحث میں جا بجا عصبیت کا رنگ موجود ہے اور جیسے اعتدال و انصاف کے ساتھ دونوں طرف کے پورے دلائل ذکر کر کے امام بخاری جیسے جلیل القدر کو محاکمہ کے طور سے لکھنا چاہیے تھا وہ صورت اختیار نہیں کی، مثلاً خود ہی ایک جگہ احناف کی ایک دلیل ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہاں آیت میں قراءت سے مراد وہ نماز ہے جو خطبہ کے وقت پڑھنی چاہیے، یعنی جو دیر سے نماز جمعہ کے لیے مسجد پہنچے کہ خطبہ ہو رہا ہو تو ضرور دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے اور نماز بغیر قراءت کے ہوتی نہیں، پس یہی نماز وقتِ خطبہ آیت میں مراد ہے، آگے انصات کا حکم بھی اس لیے کہ خطبہ کے وقت خاموش رہنا چاہیے پھر بہت سی احادیث خطبہ کے درمیان دو رکعت پڑھنے کے جواز پر پیش کی ہیں گویا بحث پوری ہوگئی، حالانکہ یہاں دوسری بہت سی باتوں کی وضاحت ضروری تھی، مثلاً امام احمد استاذ بخاری نے اجماع ذکر کیا ہے کہ یہ آیت نماز کی قراءت میں اتری ہے، اور اس پر بھی اجماع نقل کیا ہے کہ جہر والی نماز میں مقتدی پر قراءت واجب نہیں، دوسری جگہ امام احمد نے فرمایا کہ یہ آیت نماز کے بارے میں اتری، امام ابن تیمیہ نے فتاوی میں کہا کہ سلف سے بطور استفاضہ منقول ہے کہ یہ آیت قراءت صلوۃ میں اتری اگرچہ بعض نے خطبہ میں بھی کہا ہے۔ امام بخاری کے متعلق حضرت شاہ انور صاحب نے فرمایا تھا کہ صحیح بخاری میں تو خاموش رہتے ہیں مگر باہر دوسرے رسائل وتصانیف جزء القراءۃ و جزء رفع الیدین وغیرہ میں تیز لسانی کرتے ہیں میں نے بڑے غور سے اسی متن کی روشنی میں امام بخاری کی تاریخ ضعفاء صغیر، جزء القرأۃ، جزء رفع الیدین وغیرہ کا مطالعہ کیا، حاصل مطالعہ آپ کے سامنے آئے گا..الخ۔''

مصنف انوار کی مذکورہ بالا لغو طرازی پر مختصر تبصرہ:

اسی طرح کی بات مصنف انوار نے تقریباً مزید تین صفحات میں لکھی ہے اور یہ سب انور شاہ کی کتاب فصل الخطاب کے بل

[1] مقدمه انوار (۲/ ۲٦)

پر کیا ہے مگر فصل الخطاب کے رد میں جماعت اہل حدیث کی طرف سے لکھی گئی کتابوں خصوصاً "الكتاب المستطاب" للحافظ العلام عبداللہ امرتسری کو مصنف انوار نے نہیں دیکھا جس میں جہمیت زدہ مرجیت کے سارے ہفوات و بکواسات کا اصل حلیہ ظاہر کیا گیا ہے، ناظرین کرام اس سلسلے میں اس موضوع پر لکھی گئی ہماری کتاب اگر چھپ جائے تو دیکھیں تشفی ہو جائے گی اور آگے چل کر ہم مزید اس جگہ مصنف انوار کی بیہودہ طرازیوں کا تحقیقی جائزہ لیں گئے جہاں انھوں نے اس موضوع پر جہمی مرجی لغو طرازی کا وعدہ کیا ہے۔ واضح رہے کہ امام الجہمیہ جہم بن صفوان نے اللہ تعالی کے اسماء وصفات سے متعلق سینکڑوں آیات اور کئی امور سے متعلق بہت ساری آیات کی تحریف معنوی کی ہے، اس کی بیہودہ طرازیوں میں سے ایک یہ ہے کہ قرآنی بیان کے بالکل خلاف غیر مدخولہ عورت کو بھی مطابق عدت طلاق کا فتوی دینا تھا، اپنے اسی امام کے طرز استدلال پر اس پارٹی کے سارے اختلافی مسائل میں استدلال ہوئے ہیں، اہل اسلام سے تقریبا نوے فیصد مسائل وامور میں جہمیہ اور جہمیہ سے اخذ کر کے مرجیہ حنفیہ رائے پرست کوثریہ وغیرہ نے دلائل مزعومہ پیش کیے ہیں۔

جہمیہ اور خنزیر برّی کا مسئلہ:

امام بخاری نے جزء القرأۃ میں زعیم فرقۂ مرجیہ حنفیہ امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب احناف پر تعریض کی ہے کہ یہ لوگ خنزیر بری (سور) کو "لا بأس به" (مباح وحلال) کہتے تھے، جس پر ائمہ اہل حدیث میں سے امام ابن تیمیہ نے بھی نکیر کی ہے۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ امام بخاری اور دوسرے اہل حدیث ائمہ جہمیہ مرجیہ حنفیہ رائے پرست کوثریہ دیوبندیہ کی طرح بلا ثبوت کوئی بات نہیں کہتے، امام ابن تیمیہ یا کوئی اہل حدیث امام اس پر نکیر کرے تو وہ اپنے علم کے مطابق کرتا ہے ورنہ جن ائمہ اہل حدیث کے نزدیک جو بات ثابت ہے وہ اسے ثابت مانیں گے۔

امام ابن حبان نے کہا:

"أخبرنا محمدبن القاسم بن حاتم قال حدثنا محمد بن بندار السمناني حدثنا ابن المصفى قال: حدثنا سويد بن عبد العزيز قال: جاء رجل إلى أبي حنيفة فقال ما تقول في رجل أكل لحم الخنزير؟ قال: لا شيء عليه."[2]

''سوید بن عبدالعزیز نے کہا کہ ایک آدمی امام ابوحنیفہ کے پاس آ کر بولا کہ جو آدمی خنزیر کا گوشت کھائے اس کی بابت آپ کا کیا فتوی ہے؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ خنزیر کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں۔''

اس روایت کے راوی سوید بن عبدالعزیز دمشقی حمصی واسطی (مولود ۱۰۸ھ ومتوفی ۱۹۸ھ) کو اگرچہ کچھ اہل علم نے ضعیف حتی کہ بعض نے متروک کہا ہے لیکن امام دحیم نے ثقہ کہا اور امام ہشیم نے انھیں خیر کہہ کر اس کی ثنا خوانی کی، امام ابن حبان نے انھیں ثقہ ہونے کے قریب کہا، یعنی حسن الحدیث کہا، امام دارقطنی نے "يعتبر حديثه" کہا۔[3] اس کا مطلب ہے کہ یہ حسن الحدیث درجہ کے معتبر ہیں اور متابع وشاہد ملنے پر ان کی روایت صحیح مان لی جاتی ہے، ان سے اسے روایت کرنے والے

[1] مقدمه انوار (ص: ۲۸، ۲۹) [2] المجروحين لابن حبان (۳/ ۷۳)

[3] سير أعلام النبلاء (۹/ ۱۸، ۱۹) وعام كتب رجال.

امام محمد بن مصفی بن بهلول حمصی بطور راجح ثقہ ہیں۔[1] ان سے اسے روایت کرنے والے محمد بن داود بن ابی نظر سمنانی حنظلی تونسی ثقہ ہیں۔[2] الجرح والتعدیل میں ان کی توثیق نہیں ہے صرف تعارف ہے خطیب (۵/ ۲۵۳، ۲۵۴) میں صراحت ہے کہ "كان هو و أخوه عندنا هاهنا من أصحاب الحديث ثقتين" یعنی یہ محمد بن داود اور ان کے بھائی ثقہ اہل حدیث ہیں، ان سے اسے روایت کرنے والے محمد بن قاسم بن حاتم ابو بکر سمنانی کا ترجمہ خطیب (۳/ ۱۷۹، ۱۸۰) میں ہے، یہ امام ابن حبان کے اصول سے ثقہ ہیں۔

روایت مذکورہ کی معنوی متابعت:

اس روایت معتبرہ کی معنوی متابعت مندرجہ ذیل روایت سے ہوتی ہے:

"قال الإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل: حدثني إبراهيم (هو ابن سعد) ثنا أبو سلمة التنبوذكي (هو موسى بن إسماعيل المنقرئ) حدثني من سمع همام (هوابن يحيىٰ العوذي البصري) قال سئل أبو حنيفة عن خنزير بري قال: لا بأس بأكله."

"امام ابوحنیفہ سے خنزیر کے گوشت کھانے کے بارے میں پوچھا گیا تو موصوف نے کہا کہ اسے کھانے میں کوئی مضائقہ وحرج نہیں۔"[3]

اس روایت کی سند کے سبھی رواۃ ثقہ ہیں، صرف ایک راوی مجہول ہے جس کا ضعف مذکورہ بالا روایت کی متابعت سے دور ہوجاتا ہے اور ان دونوں حضرات سے امام بخاری مقدم ہیں، انھیں یہ روایت ضرور ہی صحیح سند سے ملی ہوگی تبھی انھوں نے بالجزم کہا کہ ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب تلامذہ خنزیر بری کو "لا بأس به" کہتے تھے۔

امام ابوحنیفہ کے "يرى السيف في الأمة" کے وصف سے متصف ہونے کا ثبوت متواتر المعنی روایت سے موجود ہے۔ (کما تقدم) باقی مباحث میں سے بعض پر تبصرہ گزر چکا ہے اور بعض جو باقی ہیں ان پر مفصل تحقیق آرہی ہے، یہ بار بار بتلایا گیا کہ موفق رافضی ومعتزلی حنفی تھا، اس کی کتاب مجموعۂ اکاذیب ہے، اس کے حوالے سے دفاع عن ابی حنیفہ صرف کذابین ہی کا کام ہوسکتا ہے۔ موفق کا تعارف اوائل کتاب میں آچکا ہے۔

۲۴۔ جزء رفع الیدین:

مصنف انوار نے امام بخاری کی اس تصنیف پر بھی لمبی تنقید ولغوطرازی کی ہے، اصل مسئلہ سمجھنے کے لیے ہماری کتاب "رسول اللہ ﷺ کا صحیح طریقۂ نماز" بحث رفع الیدین کا مطالعہ کافی ہوگا، اور آگے چل کر شرح صحیح بخاری میں جو لغوطرازی فرقہ دیوبندیہ نے کی ہے اس کا تحقیقی جائزہ ہم وہاں لیں گے، اگر فرقہ دیوبندیہ کوثریہ جہمیہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ سمجھتا ہے کہ حامیاں سنت اس کی بیہودہ گالی گلوچ سے مرعوب ہوکر اپنے قدم پیچھے ہٹالیں گے تو یہ جہل مرکب ہے جس کے وہ روز اول سے شکار رہے اسی طرح اب بھی ہے اور تا قیامت رہے گا۔

---

[1] عام كتب رجال. [2] ملاحظہ ہو: الجرح والتعديل ترجمق (۱۳۷۲ھ، ۲/ ۲۵)

[3] كتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل روايت نمبر (۳۲۰، ۱/ ۲۰۶)

۲۵۔ جامع صحیح:

امام بخاری کی اس معجزۂ نبوی پر مشتمل کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف انوار پر عراق دیوبندیت وسودائے کوثریت وغیظ مرجیت بہت زیادہ سوار ہوگیا، اور معجزات انبیاء علیہم السلام سے جس طرح منکرین انبیاء بدحواس ہوکر اپنے انبیاء دشمنی میں زیادہ سے زیادہ تیز ہو جایا کرتے تھے کچھ یہی حال مصنف انوار اور ان کے اس فرقہ کا ہوا جس کی سرپرستی وحمایت و مدافعت میں یہ اپنی کتاب انوار الباری مجموعہ اکاذیب وظلمات بعضہا فوق بعض ادھوری چھوڑ کر عالم برزخ سدھارے، وہاں انھیں فتنہ انکار حدیث اور حامیان حدیث کے رد وقدح میں اتنی بے لگامی و دیدہ دری اختیار کرنے پر معلوم نہیں کن حالات سے دوچار ہونا پڑ رہا ہوا اور بروز قیامت کیا حشر ہو، مگر انھوں نے مقدمہ ہی میں امام بخاری کی اس کتاب عظیم کے خلاف بیس سے زیادہ صفحات سیاہ کیے، ہم ان کی تقلیدی کوثری دیوبندی جہمیت زدہ مرجیت ورائے پرستی والی اس تنقید بخاری کا نقداً نقد جائزہ لینے کا ارادہ رکھتے ہیں جس سے مصنف انوار اور ان کی پارٹی والوں کے حقائق معلوم ہوں گے۔

مصنف انوار صحیح بخاری کی بابت کیا فرماتے ہیں؟

مصنف انوار لکھتے ہیں:

''یہ امام بخاری کی سب سے زیادہ مشہور، مقبول، عظیم الشان اور رفیع المنزلت تالیف ہے، خود امام بخاری کو اس پر بہت ناز تھا، فرمایا کرتے تھے کہ خدا کے یہاں بخاری کو میں نے نجات کا ذریعہ بنایا ہے۔''[1]

مصنف انوار کے اس فرمان پر ہمارا تبصرہ:

اس میں شک نہیں کہ صحیح بخاری امام بخاری کی جملہ کتابوں میں سے زیادہ مشہور، مقبول، عظیم الشان اور رفیع المنزلت کتاب ہے، یہی وجہ ہے کہ مصنف انوار اسے نسخۂ شفاء، مصائب ومشکلات کے وقت ختم بخاری کو حل مشکلات وخیر وبرکت کا عظیم سرمایہ، دین ودنیا کی سب سے بڑی عزت وسعادت وقابل فخر دولت کہنے پر مجبور ہیں، نیز کہتے ہیں کہ اسے پڑھنا سرور کائنات سے ہم کلامی کی برکت حاصل ہونا ہے سنیے تو مبارک ارشادات کے انوار سے منور ہو جایئے اور بھی اس کے فضائل بیان کیے ہیں، انوار الباری کے مقدمہ کی دونوں جلدوں اور اصل کتاب کی ہر جلد کے آخری صفحۂ ٹائیٹل پر یہ سب باتیں موصوف لکھے ہوئے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند سے لے کر تمام دیوبندی بڑے مدارس میں یہ کتاب پڑھائی جاتی ہے حتی کہ مصنف انوار یہ کہنے پر بھی مجبور ہوئے:

مصنف انوار کا صحیح بخاری ودیگر کتب بخاری کے خلاف اپنی بدتمیزیوں وبیہودگیوں کا اعتراف:

''خلاصہ یہ کہ امام بخاری کی شخصیت اتنی بلند وبرتر ہے کہ ہم اور ہم سے پہلے دوسروں نے ان پر یا ان کی صحیح پر اور دیگر تالیفات پر جتنا بھی نقد کیا ہے اگر اس سے دس گنا مزید بھی کر دیا جائے تو اس تمام سے بھی ان کی بلند شخصیت یا صحیح کی عظمت مجروح نہیں ہوسکتی الخ۔''[2]

---

[1] مقدمہ انوار (۲/ ۳۲) [2] مقدمہ انوار (۲/ ۴۸)

ہم مصنف انوار کے یہ الفاظ پہلے بھی نقل کر آئے ہیں، پھر تو مصنف انوار اور ان کے فرقۂ دیوبندیہ کوثریہ جہمیت زدہ مرجیت ورائے پرست کی امام بخاری اور صحیح بخاری پر ساری تنقیدیں پادر ہوا ہیں۔

امام بخاری کیا فرماتے ہیں؟

حتی کہ امام بخاری نے بخود فرمایا:

"لا أجيئ بحديث عن الصحابة والتابعين إلا ... إلا وله أصل، أحفظ ذلك عن كتاب الله وسنة رسوله." [1]

''میں نے جتنے صحابہ وتابعین سے اپنی صحیح میں روایت نقل کی ہے ان میں سے اکثر کے مقام و زمانہ و ولادت و وفات وسکونت گاہ سے واقف ہوں نیز جو آثار صحابہ وتابعین میں نے اس کتاب میں موقوفاً نقل کیے ہیں ان کا اصل مجھے کتاب وسنت میں معلوم ہے۔''

نیز امام بخاری نے یہ بھی کہا ہے کہ مجھے ایک لاکھ صحیح احادیث اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں اور میں نے اپنی جملہ تصانیف میں دولاکھ احادیث نقل کر رکھی ہیں اور اپنی ہر تصنیف تین تین بار لکھی ہے، یعنی اس میں حذف و اضافہ، کمی وبیشی و ترتیب میں ترمیم وغیرہ تین بار کی ہے۔ [2]

مصنف انوار کی امام بخاری پر تعریض اور کذب بیانی:

مصنف انوار الباری کی تعریض جہمی مرجی حنفی رائے پرستی کوثری دیوبندی تقلیدی بدتمیزی والی تعریض ہے کہ'' امام بخاری کو اپنی اس کتاب پر بہت ناز تھا۔'' کیا پورا فرقۂ جہمیہ مرجیہ حنفیہ رائے پرست کوثریہ دیوبندیہ مقلدہ اس کا کوئی ثبوت پیش کر سکتا ہے کہ اپنے اس غیر منفرد و بے نظیر تجدیدی کارنامہ پر امام بخاری کو بڑا ناز تھا؟ بطور تحدیث نعمت اس عظیم الشان کتاب کی تصنیف و محاسن و اوصاف کا ذکر کر دینا دوسری بات ہے اور فرقۂ مرجیہ کے ناز نخرہ گھمنڈ واستکبار ورعونت وغیرہ والی باتیں بالکل شریعت و شرفاء کی نظر میں مبغوض وقبیح ہیں، صحیح بخاری کی ہر حدیث نقل کرنے سے پہلے باقاعدہ غسل مع الوضوء کر کے نماز استخارہ پڑھنی اور اللہ رب العالمین سے دعائے خیر کرنی تو نہایت عمدہ کارنامہ ہے، اس کا ذکر اس لیے بھی طلباء وعلماء کے سامنے کر دینے سے یہ فائدہ عظیمہ ہونے کی امید قوی ہے کہ اہل علم اس طریق خیر کا اتباع کریں گے، کسی کار خیر کو ذریعۂ نجات سمجھنا تو ایمان کی نشانیوں میں سے ہے، اگر اس کار خیر کو امام بخاری نے ذریعہ نجات سمجھا تو کیا بیجا کیا؟ البتہ فرقۂ مرجیہ ان کی کتاب کے خلاف یعنی احادیث نبویہ کے خلاف اپنی جہمیت زدہ ارجائی طوفان بدتمیزی مچا کر اسی کو ذریعہ معاش وشکم وسیری بنالے تو اس کے پاس تمیز نام کی کوئی چیز ہو تو سوچے کہ خدمت دین وعلم وتحقیق کے نام پر وہ کتنے فسادات برپا کر رہا ہے؟

تصنیفِ صحیح بخاری سے پہلے تصنیف شدہ کتب حدیث کی فہرست بقلم مصنف انوار:

مصنف انوار آگے بڑھتے ہوئے تعریض وشرارت وبیہودگی کے طور پر فرماتے ہیں:

---

[1] مقدمہ فتح الباري (ص: ٤٨٧)
[2] مقدمہ فتح الباري (ص: ٤٨٧)

''صحیح بخاری کی تالیف کے وقت اس سے پہلے حدیث کی لکھی ہوئی ایک سو سے زیادہ کتابیں منصۂ شہود پر آ چکی تھیں۔'' الخ۔''

ہم کہتے ہیں کہ ایک سو سے زیادہ نہیں بلکہ ہزاروں سے زیادہ کتب حدیث تصنیف صحیح بخاری سے پہلے رہی ہوں تو آخر ان ساری کتب حدیث کے بجائے مصنف انوار اور ان کی مرجی پارٹی والوں کو اسی صحیح بخاری ہی سے کیوں اس قدر کدورت بغض وحسد وتوحش وتنفر ہے کہ ساری بدتمیزیاں اس کے خلاف کر کے بھی سیر نہیں ہوتے؟ جب ان کذابین کی بابت کہا جاتا ہے کہ یہ اعدائے سنن نبویہ ہیں اور یہ بات اپنی طرف سے نہیں بلکہ سنت خلفاء راشدین پر عمل کرتے ہوئے کہی جاتی ہے تو یہ اپنے محبانِ سنن ہونے کے مصنوعی گیت گانے لگتے ہیں، اور اس کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ ہم نے امام بخاری کے رد میں بہت کچھ کر ڈالا ہے۔ یہاں بھی مصنف انوار اپنے امام اعظم کے مسانید کتاب الآثار بروایت ابو یوسف ومحمد کا ذکر کرنے سے نہیں چوکے، حالانکہ امام ابوحنیفہ کا یہ بیان گذر چکا ہے کہ انھوں نے اپنی کتابیں مرتب کرنے والے تلامذہ کو مخاطب کر کے برملا ڈنکے کی چوٹ پر کہا کہ تم لوگ مجموعہ اکاذیب تیار کر کے میری طرف منسوب کر رہے ہو، نیز امام ابوحنیفہ نے بالصراحت کہا ہے کہ میرے سارے علوم مجموعہ رائے وقیاس واکاذیب وشرور وفتن واباطیل ہیں، ان سے بچ کر رہو، اس کے باوجود ان مجموعہائے اکاذیب وشرور و فتن واباطیل کی مدح سرائی میں زمین وآسمان کے قلابے ملانے کو اگر اس فرقہ کے لوگ اپنا فریضہ سمجھتے ہیں تو سمجھیں مگر محدثین کرام خصوصاً امام بخاری اور اہل حدیث کے خلاف طوفان بدتمیزی کیوں برپا کرتے ہیں؟ امام مالک کی مؤطا کی بابت امام شافعی نے کہا تھا کہ کتاب اللہ کے بعد اصح ترین کتاب یہی ہے جس کی نظیر روئے زمین پر نہیں مگر تمام اہل علم متفق اللسان ہو کر کہتے چلے آرہے ہیں کہ امام شافعی کی یہ بات صحیحین کی تصنیف سے پہلے صادر ہوئی تھی۔

یہاں مصنف انوار نے بہت ساری کتب حدیث کے نام گنائے ہیں جو صحیحین سے پہلے لکھی گئیں اور ان کتابوں کو صحیحین کے بالمقابل کہیں زیادہ ممتاز قرار دیا[1] یہ مصنف انوار اور ان کے اپنے فرقے والوں نے اپنے ظرف کی بات کی ہے، آخر ابلیس لعین ''أنا خیر منه'' کا نعرہ روز ازل میں لگا چکا ہے، یہ اس کے اپنے ظرف کی بات تھی، مصنف انوار اور ان کے فرقے والے تو بہرحال اپنے آپ کو اسلام ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

مصنف انوار صحیح بخاری کو صحیح بخاری کے بعد لکھی جانے والی کتابوں پر فائق و برتر مانتے ہیں:

کہیں تو مصنف انوار اور ان کی پارٹی والے سند عالی کے فضائل اپنے گھڑے ہوئے بعض اصول کے مطابق بیان کرتے ہیں، کبھی اس کے خلاف بھی بکواس کرتے ہیں، اس طرح کے لوگوں سے کس بنیاد پر بات کی جائے؟ پھر بھی فرماتے ہیں:

''جامع صحیح بخاری مجموعی حیثیت سے اپنے بعد کی تمام کتابوں پر فوقیت وامتیاز رکھتی ہے، اس کے تراجم اور ابواب کو بھی امام بخاری کی فقہی ذکاوت ودقت نظر کے باعث خصوصی فضیلت وبرتری حاصل ہے الخ۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ زن عزیز مصر نے ﴿وما أبرئ نفسي إن النفس لأمارة بالسوء﴾ کے ساتھ بھرے شاہی دربار میں ﴿الآن حصحص الحق أنا راودته عن نفسه وانه لمن الصالحين﴾ بھی کہا تھا لیکن اس سلسلے میں یہ قرآنی فرمان بھی

[1] مقدمه انوار (ص: ۳۲، ۳۳) [2] مقدمه أنوار (۲/ ۲٤)

ہے کہ ﴿لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ﴾[1] یعنی خیانت شعار لوگوں کی خیانت بازی حق کے بالمقابل کبھی اللہ تعالیٰ کامیاب نہیں ہونے دیتا، پھر بھی ایک طرف عزیز مصر اور اس کے حامیوں نے بھید کھل جانے کے بعد ہمیشہ کے لیے حضرت یوسف کے خلاف کچھ بولنے سے چپ سادھ لی مگر مصنف انوار اور ان کے فرقے والے چپ سادھنے کے بجائے معلوم نہیں کس کے اتباع میں اپنے طوفان بدتمیزی میں زیادہ سے زیادہ تیز گام ہوتے جا رہے ہیں؟

ہم یہاں مصنف انوار اور ان کے مداحین سے پوچھتے ہیں کہ کیا کتب ابی حنیفہ اور ان کے ہم مذہب تلامذہ پر بھی مجموعی اعتبار سے صحیح بخاری کو وہ فوقیت و برتری حاصل ہے جس کا ذکر مصنف انوار بار بار اور زور وشور سے کرتے ہیں اور ہم ان کتابوں کا مجموعۂ اکاذیب ہونا واضح کر چکے ہیں؟

مصنف انوار کی ناسمجھی:

مصنف انوار صحیح بخاری کو پہلے والی جملہ کتابوں پر فائق و برتر کہہ کر فرماتے ہیں:

''امام بخاری خود بھی درجۂ اجتہاد رکھتے تھے، اس لیے انھوں نے جمع احادیث کا کام اپنے نقطۂ نظر سے قائم کیے ہوئے تراجم و ابواب کے مطابق کیا اور دوسرے ائمۂ مجتہدین کے نقطۂ نظر کو نظر انداز کر دیا، اگر وہ ایسا نہ کرتے تو کتاب مذکور کی اہمیت و افادیت میں غیر معمولی اضافہ ہوجاتا۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار اور ان کی پارٹی والے اپنے کالے کرتوتوں سے اپنے ضمیر وظرف و نگاہ وبصیرت سے محروم ہو چکے ہیں ورنہ انھیں وہ باتیں صحیح بخاری میں ضرور نظر آئیں جن کے نہ ہونے کا شکوہ مذکورہ بالا بیان میں کیا ہے، کسی اہل حدیث مدرس ومعلم سے یہ لوگ صحیح بخاری پڑھیں تو شاید کچھ نظر آنے لگے۔

اندھیرے میں اندھے کی تیراندازی:

مصنف انوار نے کہا:

''ائمہ متبوعین میں سے صرف امام مالک سے بخاری میں روایات زیادہ ہیں، اپنے شیخ امام احمد سے بھی صرف دو روایات لی ہیں، امام شافعی سے کوئی روایت نہیں لی، حالانکہ وہ بخاری کے شیخ الشیخ تھے، ان کے بعض اقوال کو بھی "قال بعض الناس" کہہ کر بیان کیا، امام اعظم بھی امام بخاری کے شیخ الشیخ ہیں مگر ان سے بھی کوئی روایت نہیں لی، ان کے اقوال بھی "قال بعض الناس" ہی سے نقل کیے ہیں بلکہ ایک دو جگہ زیادہ برہمی کا اظہار کیا جس کی وجہ امام صاحب کے مسلک سے ناواقفیت و بدگمانی، غلط فہمی اور کچھ رنجش معلوم ہوتی ہے۔''[3]

ہم کہتے ہیں کہ ائمہ متبوعین کی تعداد ائمہ اربعہ کے علاوہ مزید آٹھ عدد تصریح اہل تقلید کے مطابق ہے، جن میں امام سفیان ثوری واوزاعی و ابن راہویہ وابوثور ولیث بن سعد وغیرہم بھی داخل ہیں، کیا مصنف انوار اور ان کے فرقے والوں کو سمجھائی نہیں دیتا کہ ان حضرات سے بھی بہت ساری روایات صحیح بخاری میں ہیں، امام ابن راہویہ ہی کی تجویز وتحریک پر امام بخاری نے صحیح

---

[1] [یوسف: ٥٢] [2] مقدمه انوار (٢/ ٣٤) [3] مقدمه انوار (٢/ ٣٤)

بخاری لکھی، اس کے پہلے جتنے کتب حدیث تھیں ان میں صرف صحیح حدیثیں ہی لکھنے کا التزام نہیں کیا گیا تھا، مصنف انوار ہی بذات خود سند عالی کی مدح سرائی میں بہت رطب اللسان ہیں، انھیں کی رطب اللسانی کے مطابق سند عالی کی خاطر ہی امام بخاری نے امام احمد و شافعی سے روایات بہت کم لیں کیونکہ دوسرے ثقہ عظیم المرتبت عالی سند والوں سے وہ روایات بڑی سہولت وفراوانی سے حاصل کی تھی جو امام شافعی واحمد کی مرویات ان کے شروط پر تھیں، کیا مصنف انوار ہی کے بیان کردہ اصول پر امام بخاری کا عمل جرم بن گیا؟

''امام اعظم'' (ابوحنیفہ) سے سلسلۂ روایت بقول شاہ ولی اللہ محدث جاری ہی نہیں ہوا، نیز یہ بیان ہوا کہ امام بخاری بعض اعتبار سے امام ابوحنیفہ کے طبقہ اساتذہ میں اور بعض اعتبار سے امام ابوحنیفہ کے ہم طبقہ تھے اور ان دونوں طبقوں کے بلند پایہ ثقہ محدثین بکثرت تھے، امام ابوحنیفہ کی روایات تو انھیں کے حسب بیان مجموعہ اغلاط واباطیل وشرور وفتن تھیں، انھیں جمع کر کے وہ اتنی پاکیزہ کتاب کی پاکیزگی پر کیوں حرف آنے دیتے؟

امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب تلامذہ واساتذہ سے اگر امام بخاری کو رنجش تھی تو بالکل بجا تھی، امام ابوحنیفہ کے عقائد ومذاہب، جو مشہور ومعروف ہیں، ان سے امام بخاری واقف تھے، صرف بعض کا ذکر بطور نمونہ انھوں نے بعض کتابوں میں کر دیا ہے، جیسا کہ گذشتہ صفحات کی ہماری پیش کردہ تفاصیل سے یہ باتیں ظاہر ہیں، امام ابوحنیفہ کے اساتذہ اور اساتذہ کے ہم درجہ ائمہ کرام نے امام ابوحنیفہ پر جو تبصرہ جات کیے ان کی تفصیل بڑی حد تک ہم بیان کر آئے ہیں جو معاملہ فہمی کے لیے بہت کافی ہیں، امام ابوحنیفہ سے امام بخاری کی رنجش ان کے مسلک سے ناواقفیت، بدگمانی، غلط فہمی نہیں تھی بلکہ سورج سے بھی زیادہ واضح حقائق تھے جن کا بیان ہو چکا ہے۔

مصنف انوار کے امام العصر انور شاہ کشمیری کی نظر میں زیادہ بہتر طریقہ:

مصنف انوار فرماتے ہیں:

''یہاں زیادہ بہتر یہ ہے کہ ''امام العصر الأستاذ المعظم حضرت شاہ صاحب قدس سرہ'' کے الفاظ میں کچھ حقائق ادا کروں، اثنائے درس بخاری شریف نویں پارہ (ص: ۳۰۶) میں ''قال حماد'' پر فرمایا حماد استاذ ہیں امام اعظم کے بلکہ امام صاحب ان کی زبان ہیں، اگرچہ کہنے والوں نے حماد کو بھی مرجی کہہ دیا، پس حماد وابراہیم نخعی کے اقوال تو امام بخاری نقل کرتے ہیں لیکن امام ابوحنیفہ کے نہیں، حالانکہ امام ابوحنیفہ کے عقائد تو سب حماد، نخعی، علقمہ، ابن مسعود ہی سے ماخوذ ہیں، پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ حماد سے دوستی ہو اور امام ابوحنیفہ سے دشمنی ہو۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا بات اگر واقعی شاہ انور نے کہی ہے تو اصول روایت کے مطابق یہ بات کالعدم ہے کیونکہ مصنف انوار اور ان جیسے لوگوں کا کذاب ہونا ظاہر ہو چکا ہے، پھر بھی اگر شاہ انور نے یہ بات کہی ہے تو ان کی کتاب فصل الخطاب پر رد لکھنے والے حافظ عبداللہ امرتسری نے کتاب المستطاب میں بالکل بجا کہا ہے کہ جھوٹے پروپیگنڈہ سے مجھے غلط فہمی بھی تھی کہ شاہ انور کچھ علمی سوجھ بوجھ رکھتے ہیں مگر اس کی اس کتاب سے معلوم ہوا کہ وہ علوم سے محض ناواقف ہیں۔

[1] مقدمہ انوار (۲/ ۳٤)

علامہ شاہ انور کی طرف مصنف انوار کی نقل کردہ بات پر تبصرہ:

ہم کہتے ہیں کہ صحیح بخاری میں حماد کی کوئی بھی روایت نہیں لی گئی اور صحیح مسلم میں حماد کی روایت اصلاً نہیں بلکہ مقروناً ہے صرف ایک عدد منقول ہے، مقرون کا مطلب ہے کہ ان کے ساتھ دوسری معتبر روایت بطور متابع موجود ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ صحیحین میں سے کسی میں بھی اصلاً ان کی کوئی بھی روایت نہیں جیسا کہ کتاب "الجمع بين رجال الصحيحين" (۲/ ۱۰۴ و ۱۰۵) اور عام کتب رجال سے ظاہر ہے، امام بخاری نے صحیح کے مقام مذکور پر حماد کا صرف ایک قول نقل کر دیا ہے ان کی روایت نہیں نقل کی۔

علامہ شاہ انور کی یہ بات بہت شہرت پذیر ہے کہ حماد شاگرد نخعی ہیں اور حماد کے شاگرد خاص اور زبان امام ابوحنیفہ ہیں، ہم نے گذشتہ صفحات میں اس معاملہ کا جائزہ لیا ہے، ہم اسی جائزہ کو کافی سمجھ رہے تھے مگر معلوم ہوتا ہے کچھ مزید ناخوشگوار حقائق بیان کرنے ہوں گے، ہم بیان کر آئے ہیں کہ حماد کی ثقاہت مختلف فیہ ہے اور راجح یہ ہے کہ ان سے صرف سفیان ثوری و شعبہ و ہشام دستوائی کی روایات ہی کام چلاؤ حد تک معتبر ہیں، باقی کسی بھی راوی کی ان سے روایت معتبر نہیں بلکہ بقول بعض ان کی حماد سے کی ہوئی روایت بھی معرض خطرہ میں ہے، نیز یہ کہ حماد مرجی المذہب تھے، کوثری و مصنف انوار کے امام اعظم چندہ کر کے چالیس ہزار درھم دے کر حماد کو مرجی المذہب بنا کر فرقۂ مرجیہ کا صدر سرپرست و مربی بنایا، کوثری و مصنف انوار کی اس مستدل روایت سے صاف ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ بذات خود مرجی اشاعت دامے، درمے، قدمے و سخنے کرنے میں سرگرم تھے، وہ بہت بڑے مبلغ ارجاء تھے حتی کہ اپنے استاذ خاص کو بھی کچھ دے دلا کر مرجی بنالیا، کیا ائمہ کرام نے حماد کو غیر ثقہ و غیر صدوق کذاب کہا ہے۔

امام مغیرہ بن مقسم نے صاف طور پر کہا: "كذب حماد" امام اعمش وابو بکر بن عیاش، محمد بن اسماعیل صائغ، عبداللہ بن غنام اور کئی ائمہ نے کہا "وما كنا نصدقه" جب حماد اپنے زمانہ کے فرقۂ مرجیہ کے صدر و سرپرست و مربی تھے تو ان کا مبلغ و داعی ارجاء ہونا بہت واضح ہے اور مبلغ بدعات کی روایت اکثر ائمہ کرام کے قول کے مطابق بالاجماع مردود ہوتی ہے، بعض غیر معتبر روایات کے مطابق امام ابراہیم نخعی کو یہ شک ہو گیا تھا یا پتہ لگ گیا تھا کہ حماد ارجاء کے شکار ہو گئے ہیں، اس لیے انھوں نے کہا کہ "لا تدعوا هذا الملعون يدخل علي يعنى حماد بن أبي سليمان حين تكلم في الإرجاء" یعنی مرجی المذہب ہو جانے والے اس ملعون کو میرے سامنے مت آنے دو۔[1] مگر ہم نے ان روایات کا ذکر گزشتہ صفحات کے تذکرہ حماد میں اس لیے نہیں کیا کہ ان پر کلام ہے اور ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ وہ امام نخعی کی زندگی میں مرجی نہیں ہوئے تھے بلکہ بعض ائمہ کرام نے ان سے پوچھا کہ تم ابراہیم نخعی کے شاگرد ہو کر مرجی کیسے ہو گئے؟ کیا امام نخعی بھی مرجی تھے؟ تو انھوں نے صاف کہا کہ نہیں ابراہیم مرجی نہیں تھے بلکہ تم لوگوں کی طرح "شاک" تھے یعنی شاک فی الایمان تھے، نیز یہ کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو میں انھیں بھی مرجی بنا لیتا۔

موصوف پر اس مرجی مذہب کا بھوت اس طرح سوار تھا کہ مسلک اہل سنت کو "شر" سے تعبیر کرنے لگے، ان سب باتوں کی تفصیل آچکی ہے، علاوہ ازیں ان پر دیوانگی اور آسیب و بے ہوشی کا دورہ آتا جس کے سبب وہ مرفوع القلم ہو گئے تھے اور مختلط وحواس باختہ بھی، جب مرجی ہو گئے تو وصیت نخعی کے مطابق تمام اہل سنت، یعنی اہل حدیث نے ان کا ایسا بائیکاٹ کیا کہ ان کے

[1] الضعفاء للعقيلي (۱/ ۳۰۳) و متعدد كتب رجال.

سلام کے جواب تک نہ دیتے، پھر بھی یہ خلق قرآن کے قائل نہیں تھے مگر یہ بیان ہو چکا ہے کہ متواتر روایات سے امام ابوحنیفہ کا معتقد خلق قرآن جہمی ہونا ثابت ہے، جن بعض ائمہ نے ان کے جہمی ہونے سے لاعلمی ظاہر کی ہے وہ ان کے اپنے علم کی بات ہے، بہت سارے ائمہ نے انھیں معتقد خلق قرآن اور جہمی کہا اور اثبات نفی پر مقدم ہے، بعض روایات کے مطابق امام ابوحنیفہ نے عقیدۂ خلق قرآن سے توبہ کر لی تھی، پہلے ہمارا حسن ظن بھی یہی تھا مگر یہ توبہ انھیں کے بقول تقیتاً تھی، اور متعدد روایات میں صراحت ہے کہ مرتے وقت بھی موصوف معتقد خلق قرآن وجہمی تھے اور اثبات نفی پر مقدم ہونے کے ساتھ تمام ائمہ اسلام کا ان سے اظہار بیزاری بھی اسی کی طرف واضح اشارہ کرتا ہے، یہ سو فیصد غلط بات ہے کہ امام ابوحنیفہ وحماد امام نخعی اور علقمہ وابن مسعود کا عقیدہ رکھتے تھے، کتاب السنۃ للامام عبداللہ بن احمد اور اس طرح کی دوسری کتاب دیکھیے امام ابراہیم نخعی اور علقمہ وابن مسعود قول وعمل کو ایمان کہتے ہیں اور اس میں کمی بیشی کے قائل تھے مگر امام ابوحنیفہ وحماد اس کے منکر تھے، بایں ہمہ امام ابوحنیفہ سیئ الحفظ بھی تھے۔ (کمامر)

اعمال کو ایمان وعقائد میں کیسے داخل کیا جا سکتا ہے؟

مذکورہ بالا سوال مصنف انوار نے شاہ انور کی طرف منسوب کیا ہے، امام بخاری کی صحیح کے کتاب الایمان میں اس کا جواب نصوص کتاب وسنت واقوال سلف سے موجود ہے، قرآن مجید کی آٹھ آیات میں ایمان کے بڑھنے کی صراحت ہے اور جو چیز بڑھے وہ گھٹتی ضرور ہے اور ہر چیز اپنے ضد سے بھی پہچانی جاتی ہے، ایمان کی ضد نفاق وکفر وشرک ہے، ان کے بڑھنے پر بہت سارے نصوص ہیں جس کا لازمی مطلب ہے کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے، اس اعتبار سے اس پر دلالت کرنے والی آیات کی تعداد بہت زیادہ ہو جاتی ہے اور یہ کمی زیادتی صرف عمل سے ہوتی ہے۔

تمام اسلاف صحابہ وتابعین کا اس پر اجماع رہا ہے جیسا کہ کتاب السنۃ للامام عبداللہ بن احمد واللالکائی وغیرہ سے ظاہر ہے، یہ بات علامہ انور شاہ جیسے لوگوں کے دماغ میں کیونکر سما سکتی ہے جبکہ ان کے ائمہ جہم وجعد بن درہم وحماد وامام ابوحنیفہ کے دماغ میں نہیں سما سکی؟

ہم بہت ساری اور باتیں نقل کر آئے ہیں کہ جن لوگوں کو مصنف انوار مجلس تدوین فقہ حنفی کے ارکان کہتے ہیں ان میں سے بہت سارے لوگ امام ابوحنیفہ کو جہمی ومعتقد خلق قرآن کہتے ہیں، اسی طرح کی بعض روایات اور بیشتر کتب اہل اسلام پر فرقہ کوثریہ نے حاشیہ آرائی کی ہے،

”عن أبي يوسف حين سئل أكان أبو حنيفة يقول: القرآن مخلوق؟ قال: معاذ الله، ولا أنا أقوله، فقلت: أكان يرى رأي جهم؟ فقال: معاذ الله، ولا أنا أقوله.“[1]

یعنی ابو یوسف سے بقول امام بیہقی بسند صحیح مروی ہے کہ امام ابوحنیفہ نہ معتقد خلق قرآن تھے نہ جہمی تھے، اس روایت سے امام ابوحنیفہ کو معتقد خلق قرآن وجہمی ثابت کرنے والی روایات پر نقض وارد ہوتا ہے، مگر ہم کہتے ہیں کہ امام بیہقی کا اس سند کے رواۃ کو ثقات کہہ دینا امام ابوحنیفہ کی اس بات کے بالمقابل کالعدم قرار پاتا ہے کہ ابو یوسف کذاب ہیں اور میری طرف غلط ومکذوب باتیں منسوب کرتے ہیں نیز اس سند میں اور بھی علل ہیں ہم تطویل سے بچنے کے لیے تفصیل میں نہیں پڑ رہے ہیں۔

[1] حاشیہ بر كتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد نيز كتاب السنة للألكائي (ص: ٣٧٠)

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل ناقل ہیں:

"حدثني إسماعيل بن إسحاق الأزدي القاضي حدثني نصر بن علي ثنا الأصمعي عن سعيد بن سلم قال: قلت لأبي يوسف: كان أبو حنيفة يقول بقول جهم؟ فقال: نعم"[1]

یعنی سعید بن سلم نے کہا کہ میں نے ابو یوسف قاضی سے پوچھا کہ کیا ابوحنیفہ مذہب جہم کے پیرو تھے؟ ابو یوسف نے کہا کہ ہاں۔

امام عبداللہ بن احمد نے جس اسماعیل بن اسحاق سے یہ روایت نقل کی وہ ثقہ ہیں۔[2] اسماعیل نے یہ روایت جس نصر بن علی بن نصرازدی سے نقل کی وہ بھی ثقہ ہیں۔[3] نصر نے جس اصمعی (عبدالملک بن قریب) سے اسے نقل کیا وہ بھی ثقہ ہیں۔[4] اصمعی نے اسے جس سعید بن سلم باہلی سے نقل کیا وہ اہل حدیث ہیں۔[5] اور وہ اصول ابن حبان کے مطابق ثقہ ہیں ان کے کئی تابع ہیں جن میں سے کئی کا ذکر ہم کر چکے ہیں اور ایک کا یہاں کر رہے ہیں۔

امام عبداللہ بن احمد ناقل ہیں:

"حدثني أحمد بن إبراهيم ثنا خالد بن خداش عن عبدالملك بن قريب الأصمعي عن حازم الطفاوي قال: وكان من أصحاب الحديث، أبو حنيفة إنما كان يعمل بكتب جهم تأتيه من خراسان"

یعنی امام ابوحنیفہ خراسان سے درآمد شدہ کتب جہم بن صفوان پر عمل کیا کرتے تھے۔[6]

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ جہمی تھے، اس پر حسب عادت محشی نے حاشیہ چڑھایا کہ ''حازم طفاوی کے ترجمہ پر واقف نہیں ہوا'' محشی صاحب کے ناواقف ہونے سے لازم نہیں آتا کہ کوئی بھی حازم طفاوی سے واقف نہیں، امام ابن حبان کے اصول سے یہ ثقہ ہیں اور اس کے خلاف کوئی بھی دلیل نہیں ہے، فتدبر۔ حازم طفاوی کی متابعت سعید بن سلم اور متعدد لوگوں نے کی ہے۔ (کما مر) نصوص کتاب وسنت تو ایمان میں عمل کو داخل مانیں، اس میں کمی وبیشی کی صراحت کریں اور مصنف انوار انور شاہ سے نقل کریں کہ ایمان میں عمل کو کیسے داخل مانا جا سکتا ہے؟ یعنی کہ موصوف کی کھوپڑی میں تصریحات قرآنی ونبوی نہیں سماتی تھیں۔ جہمیہ مرجیہ کی کھوپڑی میں یہ بات بھلے نہ سمائے اہل اسلام کی سمجھ میں یہ بات خوب آ رہی ہے، جہمیہ مرجیہ کی کھوپڑی میں نہ سمانے کے سبب ہی امام اہل سنت ابوبکر بن عیاش نے کہا:

"كان مغيرة يقول والله الذي لا إله إلا هو لأنا أخوف على الدين منهم من الفساق، قال و حلف الأعمش والله الذي لا إله إلا هو ما أعرف ما هو شرمنهم قيل لأبي بكر يعني: المرجية؟ قال: المرجية وغير المرجية."[7]

---

[1] كتاب السنة للإمام عبد الله حديث نمبر (٢٣٢، ١/ ١٨١)　[2] خطيب (٦/ ٢٨٤) والجرح والتعديل (٢/ ٢٨٤)

[3] تقريب التهذيب، تهذيب التهذيب وعام كتب رجال.

[4] تقريب التهذيب وتهذيب التهذيب و عام كتب رجال.　[5] خطيب (٩/ ٧٩)

[6] السنة للإمام عبد الله بن أحمد (١/ ١٨٣) روايت نمبر (٢٣٧ مطبوع سعودى عرب ١٤٠٦ﻫ ١٩٨٦م)

[7] السنة للإمام عبد الله بن أحمد حديث نمبر (٢٥٩، ١/ ١٩٠)

''امام مغیرہ بن مقسم کہا کرتے تھے کہ کلمۂ اسلام کی قسم مجھے اسلام کے لیے ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب سے فساق کے بالمقابل زیادہ خطرہ لاحق ہے، ابو بکر عیاش سے کہا گیا کہ مرجیہ سے یہ خطرہ لاحق ہے؟ کہا کہ خواہ مرجیہ ہوں یا غیر مرجیہ سبھی سے یہ خطرہ لاحق ہے۔''

اس روایت کی سند محشی کتاب السنۃ کی تصریح کے مطابق صحیح ہے، ہم نے اپنی کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں متعدد صحابہ سے نقل کیا ہے کہ ایمان قول وعمل سے مرکب ہے اور گھٹتا بڑھتا ہے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع ہے، کسی صحابی سے اس کے خلاف ایک لفظ بھی مروی نہیں، ہم نقل کر آئے ہیں کہ متعدد تابعین کا بھی یہی عقیدہ ہے، حضرت عمیر بن حبیب صحابی کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ [1]

امام احمد کے صاحبزادے امام عبداللہ نے اپنے باپ احمد بن حنبل کا یہ عقیدہ نقل کیا ہے کہ ایمان قول وعمل سے مرکب ہے اور گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ [2] امام وکیع، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، امام مالک، حماد بن سلمہ، حماد بن زید، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی، عبداللہ بن المبارک، معدوم الوجود فرضی مجلس تدوین فقہ کے اکثر ارکان، عبیداللہ بن عمیر تابعی، عبداللہ بن یزید مقری، ابن جریج اور دوسرے ائمہ کرام ایمان کو قول وعمل سے کہتے ہیں، اس میں کمی بیشی کا عقیدہ رکھتے ہیں، جہمیہ مرجیہ کے علاوہ اس کے خلاف کسی نے اقدام نہیں کیا، اور مرجیہ جہمیہ کے خلاف ائمہ اہل سنت کے بہت تیز تند فتاوی ہیں، ان کی تفصیل السنہ کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں نیز کتاب الایمان لابن ابی شیبہ ولابن تیمیہ وغیرہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

عام اہل علم ارجاء کو بدعت کہتے ہیں، اگر دیوبندی امام العصر کے دماغ میں یہ بات نہیں سماتی تو جہمیہ کے ائمہ عصر جعد بن درہم وجہم بن صفوان کے دماغوں میں بھی یہ بات نہیں سماتی تھی ورنہ متواتر المعنی احادیث نبویہ میں کہا گیا ہے کہ کسی کے دل میں ذرہ برابر، کسی کے دل میں جو برابر، کسی کے دل میں رائی برابر، کسی کے دل میں گیہوں برابر بھی ایمان ہوتا ہے، یہ ایمان کے گھٹنے بڑھنے کی صراحت نہیں ہے؟ خود قرآن مجید نے متعدد آیات میں یہی بات کہی ہے۔

شاہ انور سے مصنف انوار مزید ناقل ہیں:

''یوں ہی اپنے گھر بیٹھ کر جو چاہو اعتراض کیے جاؤ اور اپنا دین علیحدہ علیحدہ بناتے جاؤ، مگر دین تو وہی ہوگا جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو۔'' [3]

ہم کہتے ہیں امام بخاری اور جملہ محدثین پر انور شاہ ترجمان مذہب دیوبندیہ کا کتنا گھناؤنا الزام و بہتان ہے کہ انھوں نے خانہ ساز اختراعی چیز کو اپنا دین وایمان و مذہب بنالیا ہے؟ نیز ہم کہتے ہیں کہ جو دین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے وہ انور شاہ جیسے جہمیت زدہ مرجی رائے پرست و قیاس پرست کے اختیار کردہ مذہب ومسلک وعقیدہ کے سراسر خلاف ہے، اور اس میں شک نہیں کہ نصوص شریعت کے خلاف والا یہ انوری مذہب وعقیدہ اسلاف کی اصطلاح میں جہمیت زدہ مرجی مذہب ہے، امام ابن المبارک و ابن راہویہ کو حنفی سمجھنا محض بد دماغی ہے، کتاب السنہ للامام عبداللہ وغیرہ میں ان دونوں حضرات نیز عام ائمہ کرام کا مسلک وعقیدہ یہی بتلایا گیا ہے کہ ایمان قول وعمل کے مجموعہ کو کہتے ہیں اور اس میں کمی بیشی ہوتی ہے ائمہ اسلام پر افترا پردازی کرنا انوری وکوثری دیوبندی مرجی جہمیت زدہ رائے پرستی والے مذہب میں اگر فرض ہے تو یہ ضروری نہیں کہ اہل اسلام پر افترا پردازی بھی کوئی محمود شی بنے بلکہ درحقیقت یہ بہت بھاری مذموم وشنیع وقبیح چیز ہے۔

[1] أصابة ترجمة عمير بن حبيب.　[2] كتاب السنة (١/ ٣٠٧، ٣٠٨)　[3] مقدمه انوار (٢/ ٣٥)

''کفر دون کفر'' کا معنی ومطلب تک انور شاہ نہیں سمجھتے تھے:

مصنف انوار تہہ بہ تہہ اکاذیب کے ڈھیر لگانے میں بڑے گرم جوش ونشیط ہیں، وہ اپنے خسر محترم انور شاہ کی طرف منسوب کر کے کہتے ہیں:

''امام بخاری نے پہلے پارہ میں کتاب الایمان کے ذیل میں ''کفر دون کفر'' کا باب قائم کیا اور پوری قوت سے بتلایا کہ عمل ذرا بھی کم ہوا تو کفر ہو گیا اور وہاں کوئی نرمی نہیں اختیار کی تا کہ صورت اعتدال پیدا ہوا۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ امام العصر کے لقب سے ملقب صحیح بخاری کی شرح فیض الباری، نیز انوار الباری کی املاء کرنے والے نے اپنے اس بیان میں امام بخاری پر کھلی ہوئی افترا پردازی و بہتان طرازی واتہام بازی کی حد کر دی ہے اور اپنے جہل مرکب کا بڑا زبردست مظاہرہ کیا ہے، امام بخاری کی پوری تبویب یہ ہے:

"باب كفران العشير وكفر دون كفر فيه عن أبي سعيد عن النبيﷺ"

ہم پوچھتے ہیں کہ انور شاہ اور ان کے داماد مصنف انوار تو عالم برزخ میں اپنے اس طرح کے کارناموں کے مزے لے رہے ہوں گے مگر کوئی بھی دیوبندی مدعی علم بتلائے کہ امام بخاری کی اس تبویب کے کس لفظ وحرف ونقطہ وحرکت میں پوری قوت سے بتلایا گیا کہ عمل ذرا بھی کم ہوا تو کفر ہو جائے گا؟ یہ انتہا درجہ کی افترا پردازی اور جہالت مرکبہ ہے، اس تبویب کا مطلب بہت ظاہر اور واضح ہے کہ شوہر کے ساتھ بیوی کی نافرمانی و ناقدری والے طرز عمل پر بھی شریعت میں لفظ کفر کا اطلاق ہوا ہے، حالانکہ لفظ کفر کے اس اطلاق سے شوہر کی نافرمانی و ناقدری سے بیوی کا کافرہ ہونا لازم نہیں آتا بلکہ اس لفظ کے اطلاق سے مصطلح کفر کے بجائے لغوی کفر یا کفران نعمت ہی مراد ہو سکتا ہے، اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ جس طرح ایمان کے بہت سارے مدارج ہیں، جن کی بنا پر ایمان میں کمی بیشی کا پایا جانا لازمی ہے اسی طرح ایمان کی ضد کفر کا حال ہے کہ اس کے بھی کئی مدارج ہیں، بنا بریں کفر میں بھی کمی بیشی پائی جاتی ہے، ان دیوبندی فقیہوں کو معلوم نہیں ہے کہ ہمارے رسول محمد ﷺ کے چچا ابولہب اور ابو طالب دونوں کافر تھے مگر دونوں کے کفر میں کھلا ہوا واضح تفاوت موجود ہے اور ''و بضدها تتبين الأشياء'' کے اصول سے کفر کی کمی بیشی سے ایمان کی کمی بیشی کا اثبات واضح طور پر ہوتا ہے۔ ''کفر دون کفر'' امام بخاری کا ذاتی قول نہیں ہے بلکہ بقول حافظ ابن حجر بعض آثار میں یہی لفظ وارد ہے، بھلا کوئی بھی بتلائے کہ اس تبویب سے یہاں کہاں ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاری نے پوری قوت سے بتلایا ہے کہ ذرا سا عمل کم ہوا تو کفر ہو جائے گا؟

ہمارے خیال سے یہاں ہفوات مصنف انوار وفرقۂ دیوبندیہ کی تکذیب کے لیے اتنی بات کافی ہے اور اصل مفصل تحقیقی بحث شرح میں آئے گی۔

ترجمان فرقہ دیوبندیہ انور شاہ کی چھلانگ بازی:

پہلے پارہ صحیح بخاری سے چھلانگ باز ترجمان فرقۂ دیوبندیہ نے ایسی چھلانگ لگائی کہ ستائیسویں پارہ (ص:۱۰۰۲) پر پہنچ گئے، حالانکہ پہلے پارہ ہی میں ان کی تکذیب موجود ہے اگرچہ ستائیسویں پارہ والی بات بھی ان کے دعاوئ مکذوبہ کی تکذیب

[1] مقدمه انوار (۲/ ۳٤)

کرتی ہے، کفر دون کفر والے باب سے دو باب پہلے ہی امام بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے: "من قال: إن الإيمان هو العمل" اس باب میں دو آیتوں سے ایمان کے لیے عمل کا اطلاق بہت واضح طور پر ثابت کیا گیا ہے، پھر حدیث پیش کی: "أن رسول اللهﷺ سئل أي العمل أفضل؟ فقال: إيمان بالله ورسوله" یعنی خدمت نبوی میں سوال کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ و رسول پر ایمان رکھنا سب سے افضل عمل ہے، اس کے بعد سب سے افضل عمل جہاد ہے پھر حج مقبول ہے۔[1] جب اللہ ورسول پر ایمان لانے کو شریعت نے عمل کہا تو فرقۂ دیوبندیہ دعویدار ایمان بن کر اسلام سے بغاوت کرتے ہوئے کیوں کہتا ہے کہ ایمان عمل کو نہیں کہتے بلکہ ایمان وعمل دو مختلف چیزیں ہیں؟

پھر اللہ و رسول پر ایمان کے بعد جن اعمال کو درجہ بدرجہ افضل کہا گیا ہے ان پر لفظ ایمان کا اطلاق شریعت میں واضح ہے، جس کے خلاف فرقۂ دیوبندیہ محاذ آرائی کے باوجود حامئ اسلام بنا پھرتا ہے، اب جن اعمال کو ایمان کہا گیا ہے ان کو انجام دینے اور انجام نہ دینے میں تفاوت کا ہونا لازمی ہے، ان اعمال میں جس قدر کمی بیشی ہوگی اس تناسب سے ایمان میں کمی بیشی ہوگی، پھر ایمان کو عمل سے خارج ہونے کا عقیدہ رکھنا شریعت سے بغاوت ہے یا نہیں؟ ان اعمال میں سے اگر ایمان باللہ والرسول کے علاوہ والے اعمال میں کمی بیشی ہوگی، تو ایمان میں کمی بیشی ہوگی، اسی طرح ایمان باللہ والرسول کے بھی مدارج ہیں، انبیاء کرام علیہم السلام کا جو ایمان ہوگا اس کے برابر کسی امتی کا ایمان نہیں ہوسکتا، یہ بات تو صحیح بخاری میں ''کفر دون کفر'' والی بحث سے پہلے پیش ہوگئی ہے کہ اعمال میں کمی ہونے یا ممنوعات شرعیہ کے ارتکاب سے کفر نہیں لازم آئے گا بلکہ ایمان میں کمی لازم آئے گی بشرطیکہ کوئی ایسی بات نہ پائی جائے جو واقعتاً موجب کفر ہو، تو یہ فقاہت انوری کتنی چھلانگ باز ہے کہ بیک جنبش نویں پارہ سے ستائیسویں پارہ میں پہنچ گئی؟

یہ سوال انوری کہ حنفیہ اور اہل سنت یا بلفظ دیگر اہل حدیث کے مسلک میں کیا فرق رہ گیا؟ بد دماغی کی بہت اونچی اڑان ہے، دونوں کے مسلک کا فرق واضح ہے، ایک نصوص واسلاف کے مطابق ہے، دوسرا نصوص واسلاف کے بالکل خلاف ومعارض ہے۔

امام بخاری حنفیہ سے حدیثیں کیوں نہیں لیتے؟

مصنف انوار نے کہا:

''مقبلی یمنی محدث نے کہا کہ امام بخاری حنفیہ سے حدیثیں نہیں لیتے، اگرچہ بہت کم درجہ کے لوگوں سے لیتے ہیں، چنانچہ مثال دی کہ امام محمد (استاذ الامام شافعی وابن معین) سے روایت نہیں لی اور مروان سے لی جس کی کسی نے بھی توثیق نہیں کی بلکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ مروان فتنہ پرداز، خون ریزیوں کا سبب اور حضرت عثمان کی شہادت کا باعث ہوا، اس کی غرض ہر جنگ میں یہ ہوتی تھی کہ بڑوں میں سے کوئی نہ رہے تا کہ ہم صاحب حکومت بنیں، جنگ جمل میں حضرت عائشہ نے فرمایا کون ہے جو حرم نبوی پر دست درازی کرتا ہے؟ مراد اپنے بھانجے ابن زبیر تھے، یہ سن کر اشتر نخعی چلے گئے پھر کوئی آیا اور اونٹ کو تلوار ماری جس سے وہ گرنے لگی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو فورا وہاں پہنچ کر حضرت عائشہ کو گرنے سے بچایا اور جنگ ختم ہوگئی، اسی طرح حضرت طلحہ وزبیر حدیث نبوی سن کر جنگ سے واپس ہونے لگے تو مروان نے پیچھے سے حضرت طلحہ کو تیر مار کر زخمی کر دیا

[1] صحيح البخاري مع فتح الباري باب نمبر ١٨ حديث نمبر (٢٦، ١/ ٧٧)

اس کا ریمارک "یری السیف علی الأمة" کیجیے جس کا مصداق امام بخاری نے امام ابوحنیفہ کو بنایا، حالانکہ اس کے صحیح مصداق مروان جیسے رواۃ بخاری تھے، زیدی نے مستقل کتاب میں امام بخاری پر اعتراضات کیے اور کہا کہ امام محمد سے روایات نہیں لی، یہ کتاب طبع نہیں ہوئی۔[1]

مروان بن الحکم سے متعلق دیوبندیوں کے امام العصر کی باتوں پر تبصرہ:

ہم کہتے ہیں کہ یہ مقبلی یمنی اور زیدی کون سے محدث ہیں جن کا حدود اربعہ مصنف انوار کے بلکہ دیوبندیہ کے امام العصر نے نہیں بتلایا کہ یہ امام بخاری کے بالمقابل میدان علم وتحقیق اور بحث ونظر میں کیا قدر و قیمت رکھتے ہیں؟ جنھیں یہی نہیں معلوم کہ امام محمد شاگرد ابوحنیفہ ایک نہایت مشہور ومعروف کذاب اور جہمی مرجی آدمی تھے اور جہمیہ ومرجیہ والا طریقِ جدال اختیار کیے ہوئے تھے، ان حضرت محمد جہمی مرجی کی ثقاہت پہلے ان مقبلی یمنی و زیدی ثابت کر کے ان کے کذاب وجہمی و مرجی اور داعی جہمیت وارجاء سے بری ہونے پر سیر حاصل تحقیقی منصفانہ بحث کر کے ظاہر کرتے کہ یہ حضرت صحیح بخاری کے شروط پر صحیح اترتے تھے، اس کے باوجود ان سے روایت نہ کر کے امام بخاری نے غلطی کی مگر انھیں یہ بھی بتلانا پڑتا کہ امام بخاری نے بہت سے اسباب کے تحت بہت سے معاصر وغیر معاصر ثقہ محدثین سے روایت نہیں لی تو کیوں؟ کیا اسی طرح کا معاملہ امام محمد اور ان جیسے جہمیہ مرجیہ کذابین کا تو نہیں ہے؟

دیوبندیہ کے امام العصر بھی عجیب امام العصر ہیں، وہ سب سے پہلے امام ابوحنیفہ کو مطعون کیوں نہیں کرتے کہ انھوں نے اپنی بیان کردہ احادیث وفقہی مسائل کو مجموعۂ اباطیل وشرور وفتن واکاذیب واغلاط قرار دے کر واضح کر دیا کہ میری کوئی بھی روایت نہ قبول کی جائے، نہ روایت کی جائے نہ لکھی جائے، ہم بتلا آئے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے صاف طور پر کہا: "لا ترو عني شیئا ولا تکتب عني کل ما سمعته" مجھ سے نہ کوئی روایت زبانی کرو نہ میری سماعت کردہ تمام باتوں کو لکھو، مجھے پتہ نہیں کہ اپنی بیان کردہ باتوں میں مرتکب خطا ہو جاتا ہوں یا نہیں؟ پھر موصوف کو یقین ہو گیا کہ میری بیان کردہ احادیث وفقہی باتیں بالکل ہی مجموعۂ اغلاط واباطیل ہیں، جب امام ابوحنیفہ نے خود یہ فرد یا تو جن لوگوں نے ان کی طرف منسوب روایات ومسائل کو لکھا، یعنی امام محمد وابو یوسف اور اس طرح کے لوگ، وہ بذات خود کذاب وغیر ثقہ ہونے کے باوجود صرف امام ابوحنیفہ کے صادر کردہ حکم کے مخالف بلکہ معاند ہوئے کہ منع کرنے کے باوجود انھیں لکھا اور لکھا کیا بلکہ اپنی خانہ ساز باتیں امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کر کے کتابی شکل دے دی اور بشمول امام بخاری جن ائمہ کرام نے امام ابوحنیفہ کے فرمان عالی پر عمل کرتے ہوئے ان کی طرف منسوب کوئی بات نہیں لکھی یا برائے نام کسی مصلحت سے کسی نے ایک آدھ بات لکھ ہی دی تو ان پر دیوبندیہ کے امام العصر کا خفا ہونا اور اپنی باتیں نہ لکھنے کا حکم دینے والے اور اس حکم کی خلاف ورزی کر کے الٹی سیدھی مکذوبہ باتیں لکھنے والوں کی طرف داری کرنی بذات خود بھاری ظلم وستم اور علم ودین کے ساتھ چارسوبیسی و چال بازی ومکاری ہے۔

"مروان کی توثیق"

مروان کی حدیث امام بخاری نے اگر اپنی صحیح اور دوسری کتابوں میں نقل کی تو امام بخاری پر خفا ہونے کے بجائے سب سے پہلے امام ابوحنیفہ کی خبر لیں کہ جس جامع المسانید کو یہ تصنیفِ ابی حنیفہ کہتے ہیں اس میں صراحت کی گئی ہے کہ امام ابوحنیفہ نے

[1] ملخص از مقدمہ انوار (۲/ ۳۵)

مروان کی احادیث نقل کی ہیں، نیز ابو یوسف ومحمد اور اس قماش کے دوسرے ائمہ احناف نے بھی یہ کام کیا ہے، جامع المسانید کے اواخر میں تراجم رجال کو ملاحظہ کریں اور امام ابو یوسف ومحمد وغیرہما کی جو کتابیں دستیاب ہوں انھیں دیکھیں، اس سے بڑھ کر یہ کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب تلامذہ کے استاذ الاساتذہ بلکہ استاذ استاذ الاساتذہ امام مالک اور ان کے طبقہ کے محدثین نے بھی مروان کی احادیث نقل کیں اور حجت بنائیں، اور اس سے بڑھ کر یہ کہ سہل بن سعد ساعدی صحابی نے بھی مروان سے روایت کی اور امام ابوحنیفہ کے دوسرے کئی اساتذہ کے اساتذہ نے بھی مروان سے روایت کی، مثلاً عروۃ بن زبیر، علی بن الحسین، ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث، سعید بن المسیب، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، مجاہد، ابوسفیان مولی ابن ابی احمد۔ [1]

دیوبندیہ کے امام العصر کے علم وفضل کا یہ حال ہے کہ فرماتے ہیں کہ مروان کی کسی نے توثیق نہیں کی، حضرت سہل بن سعد ساعدی صحابی کا مروان سے روایت کرنا صحابی کی توثیق ہے اور صحابی کی توثیق سارے غیر صحابی ائمہ کی توثیق سے برتر اور اعلیٰ ہے، دیوبندیہ فرقہ کی طرف سے لکھی گئی قواعد فی علوم الحدیث (ص: ۲۱۶ تا ۲۲۷) میں صراحت ہے کہ جن ائمہ کرام نے صرف ثقہ رواۃ سے روایت کا التزام کیا ان میں سید التابعین سعید بن المسیب بھی ہیں، یعنی کہ مروان کی توثیق سید التابعین سعید بن المسیب نے بھی کی، ان صحابی وتابعی کی توثیق کے بالمقابل مروان پر کسی کی تجریح روایت حدیث کے معاملہ میں ثابت نہیں، گویا کہ مروان کی توثیق پر اجماع سکوتی ہے، امام بخاری کا مروان کی حدیثوں کا داخل صحیح کرنا واضح طور پر توثیق ہے، امام بخاری کی توثیق پر انگلی اٹھانے والے دیوبندیہ خصوصاً ان کے امام العصر آخر کس کھیت کی مولی ہیں جو جبال العلم سے اپنی کھوپڑی ٹکرانے کی حماقت میں بدہوش ہیں؟

مروان کے سبب بہت سارے فتنے اٹھے تو فتنے اٹھنے کے معاملہ میں اور روایت کرنے میں ثقہ ہونے کے معاملہ میں بہت فرق ہے، جو اس فرق کو نہیں سمجھتا وہ کس قسم کا امام العصر ہے؟ فتنے والے زمانے کی روایات بقول حافظ ابن حجر رواۃ نے نہیں لی ہیں، بعض اہل علم مروان کے لیے رؤیت نبویہ ثابت مانتے ہیں، دریں صورت وہ صحابی قرار پاتے ہیں اور صحابی خواہ کتنا گنہگار ہو اس کی ثقاہت منصوص ہے، لیکن ہم دلائل کا جائزہ لے کر اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ دیدار نبوی سے شرف یاب ہونے کا موقع مروان کو حاصل نہیں ہوسکا مگر روایت میں موصوف کا ثقہ ہونا متحقق ہے، خوارج کا بڑے بڑے فتنوں کو کھڑا کرنا نص نبوی سے ثابت ہے مگر روایت میں کتنے خوارج کو ثقہ مانا جاتا ہے؟ بہرحال کذابین کی روایت بذات خود بہت بڑا فتنہ وفساد ہے، وہ اگر تحدیث وتدوین کریں تو ان کا فتنہ بہت زیادہ ہے، ان کی طرفداری میں رطب اللسان رہنا صرف انھیں جیسے کذابین اپنا فریضۂ زندگی بنائے ہوئے ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

"وهو صحابي عند طائفة كبيرة لأنه ولد في حياة النبي ﷺ وروى عنه في حديث صلح الحديبية." [2]

''بہت سارے اہل علم کی نظر میں مروان صحابی ہیں کیونکہ عہد نبوی میں پیدا ہوئے اور آپ ﷺ سے صلح حدیبیہ والی حدیث روایت کی۔''

---

[1] تهذيب الكمال و تهذيب التهذيب و مقدمه فتح الباري و سير أعلام النبلاء (٣/ ٤٧٦ تا ٤٧٩) واصابة (٣/ ٤٥٥ و ٤٥٦) والجمع بين رجال الصحيحين (٢/ ١٠٥) والبداية والنهاية (٨/ ٢٣٩ و ٢٥٧)

[2] البداية (٨/ ٢٨٢)

حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں موصوف کی صحابیت کی نفی کی ہے اور اصابہ کے طبقہ ثانیہ میں ذکر کرنے کے باوجود انھوں نے حصول شرف صحابیت سے انکار کیا ہے، امام ذہبی نے ان کی صحابیت کو محتمل بتلایا ہے۔[1] جنگ جمل وصفین میں شریک صحابہ کرام پر "یری السیف علی الأمة" کی بات منطبق نہیں کی جا سکتی کیونکہ صحابہ کرام کی عظمت کا یہی تقاضا ہے، کیا انور شاہ کشمیری کو صحابہ کی عظمت کا احساس نہیں؟

اس میں شک نہیں کہ دونوں جنگوں میں غیر صحابہ افراد کی بھی کثرت تھی جو ہر قیمت جنگ جاری رکھنے کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے مگر ان کی صرف اس حرکت کو ان کے مجروح ہونے کا ذریعہ نہیں بنایا جا سکتا، اور اس میں بھی شک نہیں کہ امام ابوحنیفہ خلیفہ کے خلاف جنگ آرائی کی حوصلہ افزائی کرتے جو خانہ جنگی کا سلسلہ نظر آتا اور خلافت عباسیہ کے خلاف بھی اسی طرح کا معاملہ ہے مگر محض اس جنگی کارروائی کے باعث انھیں مجروح نہیں کہا جاتا، البتہ ان کے اس اقدام کی مذمت و تقبیح ضرور کی جاتی ہے لیکن موصوف کو مجروح قرار دینے کے اسباب دیگر ہیں جن کا تذکرہ صرف بقدر حاجت کرنے پر ہم نے اکتفا کیا ہے، ساری باتوں کا ذکر مصالح کے خلاف بھی ہے کہ غیر مسلموں میں تاریخ اسلام کا کیا تصور قائم ہوگا؟

جن امور سے مروان کو متہم کیا جاتا ہے ان کا امر واقع کے مطابق ہونا بھی ضروری نہیں، محمد بن ابی بکر کا نام قاتلین خلیفۂ راشد حضرت عثمان غنی میں آیا کرتا ہے، انھیں جب مصر کا گورنر بنانے کی تجویز پیش کی گئی اور اس وقت کے گورنر مصر کو معزول کرنے کا مطالبہ ہوا تو حضرت عثمان نے لوگوں کی دلجوئی کے لیے یہ بات مان لی اور ان کی مصر پر گورنری کا سرکاری پروانہ لکھ کر روانہ کیا، دریں اثنا یہ شور وغل مچایا گیا کہ ایک سرکاری خط سرکاری مہر سے مزین خفیہ طور پر محمد بن ابی بکر سے پہلے والے گورنر کے نام روانہ کیا گیا کہ جیسے ہی محمد بن ابی بکر وہاں پہنچیں انھیں قتل کر دیا جائے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس وہ خط لایا گیا انھوں نے کہا کہ مجھے اس خط کا کوئی علم نہیں اور بعض مفسدہ پرداز لوگ جعلی مہر بھی اس فساد کے زمانے میں بنوا کر اس طرح کا خط لکھ دیتے ہوں گے، بعض لوگوں نے مروان پر شک ظاہر کیا لیکن حضرت عثمان کو مروان پر پورا اعتماد تھا انھوں نے کہا کہ یہ کارستانی مفسدہ پرداز لوگوں کی ہے، عام کتب تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔

فرقۂ دیوبندیہ حنفیہ نے مجددِ دین شیخ الکل سید نذیر حسین کے خلاف حج کے موقع پر گھناؤنے اتہامات کے انبار لگا کر اس وقت کی حجازی حنفی حکومت کو شیخ الکل اور ان کے سینکڑوں ساتھیوں کو قتل کرانے کی سازش رچائی مگر یہ سارے اتہامات کا انبار اکاذیب کے علاوہ کچھ نہیں تھا جیسا کہ تفصیل آ رہی ہے۔

یزید بن معاویہ کا ایک واقعہ:

امام بخاری نے تاریخ کبیر ترجمہ شباک بن عائذ القیسی کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ نھیک بن عمرو قیسی ایک وفد لے کر یزید کے یہاں گئے، اس وقت رَے میں یزید کے قیام کے لیے خیمہ خوب سجایا گیا تھا، وفود اور یزید کے درمیان ایک پردہ حائل تھا، خلیفہ یزید کی طرف سے وفود والوں کے لیے دیے گئے تحریری عطیہ کا اعلان وفود کے پاس آ کر یزید کا منادی بطور اعلان سناتا، وفود لوگ یہ سمجھ بیٹھے کہ یزید نہاں خانہ میں شراب پینے کے لیے بیٹھ کر شراب نوشی کر رہا ہوگا، اتفاق سے تیز آندھی کا جھونکا آیا اور

[1] سير أعلام النبلاء ترجمة مروان.

خلیفہ اور وفود کے درمیان کا پردہ ہٹ گیا، لوگوں نے دیکھا کہ یزید تلاوت قرآن مجید کر رہا ہے۔[1] یعنی کہ ''مادر چہ خیالیم وفلک در چہ خیال'' والا معاملہ تھا۔

حاصل یہ کہ ضروری نہیں کہ مروان پر لگائے گئے سارے الزامات صحیح ہوں، کچھ بھی ہو روایت کے معاملہ میں اسے عام اہل علم نے ثقہ مانا ہے حتی کہ کتب احناف کے مطابق امام ابو حنیفہ ومحمد بن حسن و ابو یوسف و دیگر ائمہ اہل الرائے نے بھی، لہٰذا مروان پر چھینٹا کشی کر کے امام بخاری کی عظمت شان اور نظافت طریق کو داغدار بنانے کی کوشش کرنے والے فرقۂ دیوبندیہ وکوثریہ مقلدہ کو ہوش کے ناخن لینے چاہیے ورنہ خود ان کے ائمہ کا کردار داغ دار ہو کر رہے گا۔

زیدی ومقبلی یمنی کی کتاب پر ہم واقف نہ ہو سکے ورنہ اس کا مناسب تعارف کراتے، جنگ جمل وصفین کی تاریخ تحریر کرنے والے عام لوگ ثقہ نہیں تھے، ان کی ہر روایت پر آنکھ بند کر کے اعتماد نہیں کیا جا سکتا، افسوس کہ دیوبندیہ کے امام العصر نے یہ بے راہ روی بھی اختیار کی۔

امام ابن ابی اویس اور نعیم بن حماد:

یہ بحث اوائل کتاب میں گزر چکی ہے کہ امام ابو نعیم کو کذاب کہنے والے مصنف انوار اور ان کے سر پرستوں حامیوں معاونین نے اپنی تکذیب خود کر کے برملا تحریری طور پر اعتراف کر لیا ہے کہ رجال بخاری میں سے ہونے کے سبب امام ابو نعیم کو ثقہ ماننا ضروری ہے، اسی طرح امام ابن ابی اویس کا بھی حال ہے، اپنے اس اعتراف کے باوجود مروان کے خلاف دیوبندی کوثری طوفان بدتمیزی، نیز امام نعیم و ابن ابی اویس کے خلاف ان لوگوں کی بدتمیزی بذات خود متناقض ہو کر مردود و باطل ہوگئی کیونکہ یہ حضرات رجال بخاری ہی سے ہیں۔

جہم بن صفوان:

مصنف انوار دیوبندیہ کے امام العصر سے ناقل ہیں:

> ''جہم بن صفوان اواخر عہد تابعین میں پیدا ہوا، صفات الٰہیہ کا منکر تھا، امام صاحب سے اس کا مناظرہ ہوا اور امام صاحب نے آخر میں اس سے فرمایا کہ اے کافر! میرے پاس سے تو جا، مسامرہ میں یہ واقعہ موجود ہے، میں نے اسے اکفار الملحدین میں بھی ذکر کیا ہے کہ امام صاحب جلد باز نہ تھے جو بغیر اتمام حجت ہی کافر کہہ دیتے الخ۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ فرقۂ جہمیہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ دیوبندیہ کا حال معلوم ہے، اس نے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی و شیخ الکل سید نذیر حسین رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب پر بلا دلیل وحجت محض جھوٹ کے زور پر فتوئ کفر والحاد لگایا اور اب پشیماں ہو کر مغلوب ناموں کے انبار لگا رہے ہیں۔

مسامرہ واکفاء الملحدین میں اس دعوی کی سند مذکور نہیں کہ امام ابو حنیفہ نے جہم کو کافر کہا، نہ کسی صحیح طریق سے یہ بات ثابت ہی ہے، البتہ یہ ثابت ہے کہ امام ابو حنیفہ اور ان کے ہم مذہب تلامذہ مذہب جہم کے پیرو تھے اور انھوں نے جہم کو اپنا امام بنا رکھا تھا۔ کما مر مراراً و کراراً.

---

[1] تاریخ کبیر (٤/ ٢٧٠) [2] مقدمه انوار (٢/ ٣٣٥، ٣٦)

دیوبندیہ کے امام العصر مدعی ہیں کہ رواۃ بخاری کی ایک سو سے زیادہ غلطیاں ہیں:

مصنف انوار نے اپنے امام العصر سے نقل کیا:

''میری نظر میں بخاری کے رواۃ کی ایک سو سے زیادہ غلطیاں ہیں اور ایک راوی کئی جگہ باہم متعارض ومتخالف روایات کرتا ہے، ایسا بھی بہت ہے جیسے میں درس میں حسب مواقع بتلادیا کرتا ہوں اور اس پر بھی متنبہ کرتا ہوں کہ کہاں نئی چیز آئی ہے اور اس کا کیا فائدہ ہے؟ حافظ ابن حجر سے بھی حوالوں وغیرہ میں بہت غلطیاں ہوئی ہیں، ان کو بعض اوقات قیود حدیث محفوظ نہ رہیں اور میں نے انھیں قیود سے جواب دہی کی ہے۔''❶

ہم کہتے ہیں کہ اپنے اس دعوی پر بطور مثال دیوبندیہ کے امام العصر کو امام بخاری وحافظ ابن حجر کی بہت ساری غلطیوں میں سے صرف تین کا ذکر کرنا چاہیے تھا، جب تک ان غلطیوں کا ذکر دیوبندیہ کے عالم برزخ میں پہنچے ہوئے امام العصر کی جانب سے فرقۂ دیوبندیہ کوثریہ کذابہ حرافہ کرکے دکھانہیں دیتا تب تک اس کے امام العصر اپنی پارٹی سمیت اکذب الناس ہی مانے جائیں گے کیونکہ ہم صحیح بخاری میں مندرج تمام باتوں کے صحیح ہونے پر اجماع امت نقل کر آئے ہیں اور حافظ ابن حجر اسی اجماع والی کتاب کے شارح ہیں، دیکھنا ہے کہ یہ کذابہ حرافہ فرقہ اپنے مکذوبہ دعاوی کا ثبوت کیونکر پیش کرتا ہے؟

بدعویٰ امام العصر امام بخاری صحیح بخاری سے باہر تیز لسانی کرتے ہیں:

مصنف انوار فرقۂ دیوبندیہ کے امام العصر سے ناقل ہیں:

''امام بخاری تو اپنی صحیح میں کف لسانی کرتے ہیں لیکن باہر خوب تیز لسانی کرتے ہیں، یہ کیا چیز ہے؟ دیکھو جزء القرأۃ ورفع الیدین وغیرہ ہم نے یعنی مصنف انوار نے شاہ صاحب کے اس ارشاد کی روشنی میں اوپر کچھ ارشادات کیے ہیں۔''❷

اس میں شک نہیں کہ ایک ہی محقق اپنی مختلف کتابوں میں ہر ایک کے موضوع کے لحاظ سے مختلف طرز بیان اختیار کرتا ہے جس طرح صحیح بخاری میں جہمیت زدہ مرجیہ حنفیہ رائے پرست کوثریہ کے خلاف حسب مواقع نقد ونظر کیا گیا ہے اسی طرح بعض دیگر کتابوں میں بھی ہم نے دیوبندیہ کے امام العصر کے ارشاد مذکور کی روشنی میں کیے گئے اشاراتِ مصنف انوار کے اکاذیب کی قلعی کھول دی ہے ؎

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سر بستہ نہ یہ رسوائیاں ہوتیں

صحیح البخاری کی کتاب الحیل کے خلاف دیوبندی امام العصر کی فتنہ سامانی:

مصنف انوار اپنے دیوبندی امام العصر سے ناقل ہیں:

کتاب الحیل میں امام بخاری نے حنفیہ کے خلاف بہت زور صرف کیا اور ایک اعتراض کو باربار دہرایا ہے، حالانکہ خود

❶ مقدمه انوار (۲/ ۳۳٦)　　❷ مقدمه انوار (۲/ ۳۳۳٦)

ہمارے یہاں امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں تصریح کر دی ہے کہ زکوۃ وصدقات واجبہ کو ساقط کرنے کے لیے حیلہ کرنا کسی صورت میں جائز نہیں، لہٰذا جو لوگ حیلہ کے مسائل لکھیں انھیں امام ابو یوسف کی یہ عبارت بھی ضرور نقل کرنی چاہیے تاکہ معلوم ہو کہ رفع حقوق یا اثبات باطل کے لیے حیلہ جائز نہیں البتہ اثبات حق یا رفع باطل کے لیے درست ہے، مثلاً کوئی شخص اس طرح مبتلا ہو جائے کہ واجبات سے اس کی کمر ٹوٹ رہی ہو اور ان کی وجہ سے قریب بہ ہلاک ہو اور مجبورا باعث ناداری اپنی گردن واجبات سے چھڑانی چاہے تو اس کے لیے ہمارے یہاں حیلہ کی گنجائش ہے، اور ایسی صورتوں کا جواز دوسروں کے یہاں بھی ملے گا، یہ یاد رہے کہ حیلہ بمعنی مکاری نہیں ہے جیسا کہ آج کل رائج ہے بلکہ بمعنی تدبیر گنجائش ہے کہ اصول قرآن وحدیث واقوال صحابہ کو سامنے رکھ کر حادثہ پیش آمدہ کا حل پیدا کریں، امام محمد سے امام عینی وغیرہ نے ابطال حق کے لیے حیلہ کو ممنوع لکھا ہے جس کے بعد حیلہ پر اعتراض نہیں ہوسکتا، دوسرے یہ کہ جواز حیلہ و نفاذ حیلہ دو الگ چیزیں ہیں، ہم دونوں میں فرق کرتے ہیں، امام بخاری نے یہ فرق نہیں کیا، اس لیے اعتراض کر دیا، حالانکہ ابتدائی کتابوں میں ہے کہ کسی فعل کا عدم جواز اور ہے اور نفاذ اور، یہ فرق بھی اسی وقت ہوگا کہ لفظ حیلہ اپنی ظاہری صورت پر ہو اور اس کے حقیقی اصلی معنی کا لحاظ نہ ہو، کتب فقہ میں سقوط زکوۃ ہی کا ذکر ہوگا مگر دیانۃً ہمارے نزدیک بھی جائز ہوگا، پھر کیا اعتراض رہا؟ اسی طرح امام بخاری نے اعتراض کر دیا ہے بعض الناس تعجیل زکوۃ کے بھی قائل ہیں حالانکہ یہ بات بھی اصول فقہ سے متعلق ہے اور شارح وقایہ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ ذمہ مشغول ہو حق کے ساتھ تو نفس وجوب ہے اور فارغ کرنا ہو ذمہ کو تو وجوب اور ہے، لہٰذا ہمارے یہاں سبب وجوب فی الذمہ متحقق ہوجانے کی وجہ سے ادائیگی زکوۃ درست ہوجاتی ہے نہ کہ وجوب سے بھی قبل تاکہ تعجیل زکوۃ کا وجوب درست ہو۔"[1]

اس دیوبندی بکواس کا جائزہ:

ہم کہتے ہیں کہ اگر ہم کو امید ہوتی کہ "مجموعۂ افادات امام العصر" یعنی مجموعۂ اکاذیب والی یہ دیوبندی کتاب پوری ہو جائے گی تو ہم ان اکاذیب دیوبندی امام العصر کی بحث کتاب الحیل آنے تک کے لیے موخر کر دیتے مگر اس کی تکمیل کی بظاہر صورت نظر نہیں آ رہی ہے، اس لیے اس پر اپنا تبصرہ ابھی کر دے رہے ہیں۔

امام ابو حنیفہ کی طرف کذاب تلامذۂ ابی حنیفہ کی منسوب کردہ کتاب الحیل پر امام اہل حدیث ابن المبارک کے بعض تبصروں کا ذکر صفحات گذشتہ میں آچکا ہے کہ احناف کے یہاں رائج اس کتاب کی ہلاکت خیزیاں وفتنہ انگیزیاں ومفسدہ اندازیاں کس حد تک پہنچی ہوئی ہیں، ہم اس کتاب کی تصنیف سے امام ابو حنیفہ کو بری مانتے ہیں مگر چونکہ احناف کے یہاں اسے تعصب ابی حنیفہ کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہے اور کیا جا رہا ہے اور امید کہ تا قیامت کیا جاتا رہے گا، اس لیے اس پر امام ابن المبارک کے بعض اہم تبصروں کو ناظرین کرام ہماری اس کتاب کے صفحات الٹ کر دیکھ لیں، ان سے مذکورہ بالا ہفوات واکاذیب دیوبندی امام العصر واضح ہو جائیں گے، ہم بیان کر آئے ہیں کہ جتنی بھی فقہی وغیر فقہی باتیں خواہ حیلہ بازی سے متعلق ہوں یا پورے دین اسلام سے متعلق ہوں اپنی طرف ان کے انتساب کو امام ابو حنیفہ نے واضح طور پر مجموعۂ اکاذیب واباطیل وشرور وفتن وفسادات کہا ہے، اور اپنی فقہ کی تدوین کے میر منشی امام ابو یوسف مع دیگر تلامذۂ خاص کو کذاب و دروغ باف کہا ہے اور ابو یوسف

[1] مقدمہ انوار (۲/ ۳۶، ۳۷)

نے امام محمد کو اور امام محمد نے ابو یوسف کو کذاب کہا ہے، اس لیے ان اکاذیب کی حمایت و دفاع میں دیوبندی امام العصر کی سخن سازیاں محض اکاذیب ہیں، یہی بات مذکورہ بالا اکاذیب دیوبندی امام العصر کی قلعی کھولنے کے لیے کافی ہے، صحیح البخاری کی کتاب الحیل نے تو حنفی حیلہ بازیوں کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے، بنابریں سارے احناف امام بخاری کی ضرب کاری سے بری طرح تلملا رہے ہیں، امام ابن المبارک کو یہ فرقہ کذابہ حرافہ حنفی اور فقہ حنفی کی معدوم الوجود مجلس تدوین کا رکن کہتا ہے، اس لیے ابن المبارک کا اس حنفی کذاب پر رد بلیغ بہت کافی ہے جو امام بخاری سے کہیں مقدم ہے، جن شرعی حیلوں کا جن قیود کے ساتھ نصوص کتاب وسنت سے ثبوت ہے، ہر طرح کے شرعی حیلے اصطلاحِ شرع میں مذموم حیلے کے خانہ میں آتے ہی نہیں اور ان کے جواز بلکہ استحسان پر اہل حدیث متفق ہیں۔

حقیقی حیلہ گری کے فوائد دام حقیقت میں گرفتار لوگوں کے لیے:

حنفی حیلہ گری یہودی حیلہ بازی کی نقل محض ہے، اسی یہودی بازی گری نے اس پارٹی کو سیاست و قیادت وحکومت تک رسائی دلائی ہے، جس طرح آج کل ایک عرصہ سے یہودی حیلہ گری نے پوری دنیا کو عموما اور اہل اسلام کو خصوصا اپنے خونریز پنجہ میں جکڑ رکھا ہے، اب یہود کے قائد اعظم دجال کے ظہور کا زمانہ قریب سے قریب تر ہو رہا ہے، اس لیے اس کا راستہ ہموار ہو رہا ہے، کچھ مدعیان اسلام بھی اپنی حیلہ گری سے دجال کے معاون بنیں گے، جیسا کہ احادیث نبویہ میں صراحت ہے کہ مدینہ منورہ میں دجال داخل نہ ہو سکے گا مگر حدود حرم نبوی کے باہر سے ایسی حیلہ گری کرے گا کہ منافق صفت مدعیان اسلام و حامیان دجال حدود حرم نبوی سے باہر نکل کر دجال سے جا ملیں گے، اللہ تعالی تمام اہل اسلام کو اس یہودی بازی گری وحیلہ سازی وحیلہ بازی و حیلہ جوئی کے شرور وفتن سے محفوظ رکھے، آمین۔ کاش تھوڑی ہی دیر کے لیے احناف اپنی تقلیدی حنفیت پرست عینک اتار کر امام بخاری کی کتاب الحیل غیر جانبدرانہ طور پر دیکھتے تو حنفی حیلہ گری کے راز ہائے سربستہ کھل جاتے۔

ہم اس سلسلے میں زیادہ لمبی بحث سے بچنے کے لیے یہ عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ حنفی حیلہ گری کو امام ابن المبارک نے ابلیس سے کہیں بڑے ابلیس کی کارستانی، کفر وارتداد، دجل وفریب وشیطنیت سے کہیں زیادہ شیطنت کہا اور دوسرے ائمہ اسلام نے امام ابن المبارک کی موافقت کی خصوصاً امام ابوحنیفہ کے استاذ الاساتذہ امام اوزاعی اور متعدد ائمہ کرام نے۔

ایک معمولی سی حنفی حیلہ گری کا ذکر بطور نمونہ ہم کر رہے ہیں کہ صحیح حدیث نبوی میں دو قلہ (مٹکا) پانی کو آب کثیر کہا گیا، اسے رد کرنے کے لیے یہ حیلہ گری اختیار کی گئی کہ ہمارے حنفی لوگوں میں کتنے لوگ تو دو قلہ پیشاب ہی کر ڈالتے ہیں، اتنی مقدار والے پانی کو آبِ کثیر کیونکر کہہ سکتے ہیں۔[1] اس روایت صحیحہ کے اوپر احناف خصوصا فرقہ کوثریہ و دیوبندیہ نے بہت زور صرف کیا اور خطیب ہی پر حاشیہ آرائی کی اور تانیب الخطیب ومتعدد کتابوں میں حنفی حیلہ گری سے کام لیا گیا مگر جیسا کہ ترجمان دارالعلوم دیوبند معترف ہے کہ اہلحدیث اہل قلم نے اس قسم کی حنفی حیلہ گری و بازی گری کو ایک قدم بھی آگے نہ چلنے دیا، حنفی بازی گری کا حال ملاحظہ ہو کہ یہ روایت صحیحہ امام ابار احمد بن علی بن مسلم کی کتاب میں موجود ہے، ابار کی اس کتاب کی بعض روایات حافظ خطیب نے بدو واسطہ نقل کی ہیں، اگر یہ دونوں واسطے یا ان میں سے کوئی ایک واسطہ غیر معتبر بھی ہو تو اس کے صحیح ہونے پر کوئی

[1] خطیب (۱۲/ ٤٠٥)

حرف نہیں آتا، چہ جائیکہ یہ دونوں واسطے معتبر ہیں؟ اس سلسلے میں التنکیل کی طرف مراجعت کافی ہوگی اور ہماری یہ کتاب تو بہر حال اکاذیبِ دیوبندیہ کوثریہ کا مفصل رد ہے۔

ایک حدیث نبوی میں طہارت ووضو کو نصف ایمان کہا گیا ہے، اسے رد کرنے کے لیے یہ حنفی حیلہ گری استعمال کی گئی کہ آدمی دو مرتبہ وضو کرے تو کامل الایمان ہو جائے، دوسرے شرائع اسلام ملحوظ رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟[1] واضح رہے کہ حنفی مذہب میں ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں مگر یہاں اس حدیث نبوی کا مذاق اڑانے کے لیے اس حنفی موقف سے تنازل اختیار کر کے تکمیلِ ایمان کے لیے یہ حنفی بازی گری دکھائی گئی، اس روایت صحیحہ کو بھی غیر معتبر قرار دینے پر حاشیۂ خطیب وتانیب الخطیب وغیرہ میں زور آزمائی کی گئی مگر التنکیل میں ان اکاذیب حنفیہ کوثریہ کی حقیقت واضح کر دی گئی ہے، ہم صرف اسی مختصر سی بات پر اکتفا کر رہے ہیں۔

اس قسم کی حنفی حیلہ گری کی قباحت وشناعت سے احناف بھی گھبرا اٹھے اور بطور دفاع بحوالہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد حافظ ابن قیم خطیب پر طویل حاشیہ چڑھایا مگر اس حاشیہ بازی سے کام بننے والا نہیں، خنزیر بری کے سلسلے میں حافظ ابن تیمیہ کے دفاعِ ابن تیمیہ کا حال ناظرین کرام دیکھ آئے ہیں، بالکل یہی حال اس دفاع کا بھی ہے، عجیب بات ہے کہ اس قسم کے دور میں اس فرقہ کو حافظ ابن تیمیہ اور ان جیسے حضرات یاد آ جاتے ہیں جبکہ انھیں ابن تیمیہ اور ان جیسے حضرات کی بابت حنفی رویہ پر ﴿لا يرقبون فيكم إلا وّلا ذمة﴾ والی آیت صادق آتی ہے۔

امام بخاری کی معرفت فقہ حنفی پر مصنف انوار دیوبندی کی شرر باری:

مصنف انوار اپنے فرقہ کے امام العصر سے ناقل ہیں:

''امام بخاری سے نقل ہے کہ ان کو فقہ حنفی سے معرفت حاصل ہے، میں (دیوبندیوں کے امام العصر) کہتا ہوں کہ ان کی کتابوں سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو فقہ حنفی سے صرف سنی سنائی معرفت حاصل ہے، صفت نفس نہیں بنی ہے۔ (اس جملہ کا مطلب دیوبندی امام العصر اور ان کے چیلے ہی جانتے ہوں گے، ہم اپنی قلتِ معلومات کے سبب نگارشات حنفیہ خصوصا دیوبندیہ کی ہر بات کا مطلب نہیں سمجھ پاتے، کیا کوئی دیوبندی اس کا مطلب بتلائے گا؟) اور بہت کم چیزیں صحیح طور سے پہنچی ہیں، ہمارے یہاں اکراہ کی صورت یہ ہے کہ اپنی ذات یا قریبی رشتہ دار گزرتی ہو، مثلاً قتل نفس، قطع عضو، ضرب مبرح کی دھمکی اور بخاری یہ سمجھے کہ دوسروں پر بھی گزرے تب بھی اکراہ ہے، حالانکہ کوئی ذی فہم بھی اس کو اس حالت میں اکراہ نہ سمجھے گا، یہ بات اور ہے کہ دین وشریعت کی رو سے دوسرے کی جان ومال کو بھی بچانا ضروری ہے۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ امام بخاری کا اپنا فرمان یہ ہے کہ طلب علم کیلئے سفر شروع کرنے سے پہلے اپنی ہی وطن میں اس قدر حصول علم کر چکا تھا کہ دوسرے علوم کے ساتھ اہل الرای کی فقہ کی پوری معرفت حاصل کر چکا تھا، امام بخاری جیسے ثقہ امام کے بالمقابل فرقۂ دیوبندیہ کے امام العصر اور ان کے چیلوں کا کذاب ہونا ظاہر ہے، پھر ناظرین کرام خود سوچیں کہ بات کس کی صحیح ہے؟ امام بخاری کی یا فرقۂ کذابہ حرافہ کی؟ بھلا کوئی سلیم الطبع تصریح امام بخاری کے بالمقابل دعاویٔ کذابین کو صحیح ماننے پر تیار ہوسکتا ہے؟

یہ اہل اسلام کا متفق علیہ اصول ہے کہ جس کا صدوق وثقہ ہونا متحقق ہو اس کی تکذیب کرنے والا بذات خود بہت بڑا کذاب

[1] خطیب (۱۳/ ٤٠٤)
[2] مقدمہ انوار (۲/ ۳۷)

ہے، حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے صحابہ کا صدوق ہونا متحقق ہے، سینکڑوں نصوص قرآنی ونصوص نبوی میں ان کی تکذیب کر نے والوں کو بہت بڑا کذب وافاک ومفتری کہا گیا ہے، انھیں نصوص ہی سے اہل اسلام کا مذکورہ متفق علیہ اصول ماخوذ ہے، لہٰذا فرقۂ دیوبندیہ کے امام العصر کی اس بات پر پورا فرقۂ دیوبندیہ مرجیہ خوش بھی ہوتو، لازم آتا ہے کہ پورا فرقہ دیوبندیہ کذاب ہے۔

اکراہ مذکور پر بحث:

دیوبندیہ کے امام العصر نے اکراہ کی جس صورت کو جائز کہا اور امام بخاری کے خلاف یہ شرر باری کی کہ اس مسئلہ کو جس طرح امام بخاری نے سمجھا اس طرح کوئی بھی ذی فہم انسان نہیں سمجھ سکتا، جہالت ہی جہالت ہے جس کے ساتھ غباوت و بلادت بھی شامل ہے، امام بخاری نے اپنے موقف پر نصوص سے استدلال کیا ہے اور اشارہ کیا ہے کہ موقف احناف پر کتاب وسنت میں سے کوئی بھی دلیل نہیں، نیز یہ کہ کتاب وسنت کے خلاف اپنے اختیار کردہ موقف کو بذریعہ استحسان انھیں احناف نے باطل بھی قرار دیا ہے اور ان کے اس استحسان پر بھی کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہیں، دیوبندیہ کے امام العصر کے پاس امام بخاری کے حنفیہ پر اس رد بلیغ کا کوئی جواب تو تھا نہیں، جواب کیا ہوتا جب ان کے امام اعظم کے ہم مذہب اصحاب کے پاس ہی کوئی دلیل شرعی نہیں تھی بلکہ دلیل شرعی کے خلاف انھوں نے موقف محض زور قیاس سے اختیار کیا تھا تو دیوبندیہ کے امام العصر اور پوری دیوبندیہ پارٹی والوں کے پاس کیا دلیل شرعی ہو سکتی تھی؟ پھر دلیل شرعی کے خلاف اپنے اختیار کردہ موقف کو بھی کسی دلیل شرعی کے بغیر بذریعہ استحسان اسی قوم نے توڑ ڈالا، ان پیچ در پیچ نصوص شرعیہ کے خلاف ان احناف پر امام بخاری نے رد بلیغ کیا تو اس کا کوئی معقول جواب دینے کے بجائے دیوبندیہ کے امام العصر مذکورہ اکراہ کی دونوں صورتوں کا فرق سمجھا کر خاموش ہو گئے، حالانکہ دونوں صورتوں کا فرق ظاہر ہونے کے باوجود شریعت نے دونوں صورتوں کے حکم کو یکساں رکھا ہے۔

دیوبندی امام العصر پر فرض یہ تھا کہ دونوں صورتوں کے لیے شریعت کے یکساں ہونے کا حکم دلائل شرعیہ سے رد کرتے مگر ان دیوبندی امام العصر کے پاس دلائل شرعیہ کے خلاف کہاں دلائل مل سکتے تھے؟ اس لیے امام بخاری ہی پر طعن زن ہو گئے کہ انھوں نے دونوں صورتوں کا فرق نہیں سمجھا، دیوبندی امام العصر کی اس غباوت وبلادت پر دنیائے احناف نعرۂ تحسین لگا رہی ہے اور اسے کوئی خوف وخطرہ نہیں کہ نصوص کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بے معنی لغو اعتراض نصوص کے موافقین پر کرنا جرم اعظم و اثم جسیم ہے، اور انھیں خوف وخطرہ ہو تو کیوں کر ہو جب جوتے چپل کی عبادت اور خنزیر خوری بھی ان کے یہاں لاباس بہ ہے جس سے اسلام وایمان میں کوئی فرق نہ آئے تو یہ قوم کیا کچھ نہیں کر سکتی ہے؟ امام بخاری کے موقف پر جمہور امت کا فتوی ہے اور جہمیہ مرجیہ رائے پرستوں کو چھوڑ کر سبھی ائمہ اسلام امام بخاری کے ساتھ ہیں، بلا دلیل وحجت امام بخاری پر لغو و لایعنی طنز و تعریض واعتراض خود نازنین طناز ومعترضین کے لیے دنیا وآخرت میں باعث صد ہزار رسوائی ہے، ہم پھر اہل حدیث کی طرف سے چیلنج کرتے ہیں کہ سارے احناف اگر چہ اس موقف جمہور کے دلائل شرعیہ کے جواب سے گنگ رہتے آئے ہیں مگر ان میں ذرہ برابر بھی اگر غیرت ہے تو دائرۂ شرافت میں رہتے ہوئے اصول شریعت پر قائم رہتے ہوئے موقف جمہور بشمول امام بخاری کے بالمقابل کوئی منصوص دلیل دیں اور اس معاملہ میں استحسان کا سہارا لینے کے جواز پر کوئی نص شرعی پیش کریں، ہمارا دعوی یہ ہے کہ قیامت تک ان رائے پرستوں سے اس کا جواب ممکن ہی نہ ہو سکے گا۔

بذریعہ تحلیل حنفیہ کے یہاں کی ہوئی حرام شادی جائز ہے:

مصنف انوار اپنے فرقۂ دیوبندیہ کے امام العصر سے ناقل ہیں:

''(ص: ۱۰۳۰) پارہ اٹھائیس بخاری شریف میں ''وھو تزویج صحیح'' کے جملہ پر امام العصر نے فرمایا کہ امام بخاری کو جو ہم سے قضائے قاضی کے ظاہراً و باطناً نافذ ہونے کے مسئلہ میں اختلاف ہے، اس لیے ایک ہی مسئلہ کو ہیر پھیر کر بار بار لا رہے ہیں، مقصود اپنا دل ٹھنڈا کرنا اور حق کی مخالفت کرنا ہے، حالانکہ یہاں بھی فقہ حنفی سے پوری طرح واقف نہ ہونے کی وجہ کارفرما ہے کیونکہ یہاں یہ مسئلہ یوں ہی مطلق اور عام نہیں بلکہ قیود وشروط ہونا ضروری ہیں، دوسرے وہ عقود وشروط املاک مرسلہ میں نہیں پھر اس محل میں بھی صلاحیت انشائے حکم کی موجود ہونا (یہ کون سی اردو ہے؟) ضروری ہے وغیرہ، (ص: ۱۰۶۴) پارہ انتیس بخاری میں ''يؤم المهاجرين الأولين'' کے جملہ پر فرمایا کہ دیکھیے یہ امامت صلوۃ ہے، اس کا یہاں کیا تعلق تھا؟

امام بخاری کا بھی وہ حال ہے کہ زور والا مارے اور رونے نہ دے، پھر مسکرا کر فرمایا (یعنی دیوبندیہ کے امام العصر نے) اب چوں کہ وقت کم رہ گیا ہے، اس لیے ادب چھوٹ گیا۔ (افسوس صد ہزار افسوس اس جملہ میں اشارہ فرمایا تھا، یہ حضرت شاہ صاحب کے درس بخاری کا آخری وقت تھا۔)

اس دیوبندی مرجی جہمی رائے پرستی والی حیلہ گری پر ہمارا تبصرہ:

ہم کہتے ہیں کہ یہ کون سی دیوبندی شریعت ہے کہ وقت کم ہو تو دیوبندی شریعت کے امام العصر بے ادب و گستاخ بن کر امام بخاری اور دوسرے ائمہ اسلام کے خلاف طوفان بدتمیزی کھڑا کرنے میں سرگرم عمل ہو جائیں، یہ دیوبندی امام العصر ارشاد مصنف انوار کے مطابق غیب داں بھی تھے کہ محدثین وفقہاء خصوصاً امام بخاری پر مذکورہ بیہودہ گوئی کے وقت اشارۃً بتلا دیا کہ بس اسی سال میں مر کر عالم برزخ میں جا کر اپنی جہمیت زدہ مرجی حنفی رائے پرستی دیوبندی والی ائمہ ونصوص کے خلاف زور آزمائی کا صلہ حاصل کرنے جانے والا ہوں، یہ کیسی بدتمیزی ہے امام بخاری کے ساتھ کہ ان کی بات بلا جھجک و بلا شرم وحیا ہر قسم کے شرف انسانی والے اوصاف کو بالائے طاق رکھ کر دیوبندی امام العصر نے درسگاہ حدیث میں یہ کہا کہ امام بخاری ہیر پھیر کرنے والے اور ہیر پھیر والی بات بار بار لا کر اپنا دل ٹھنڈا کرنا چاہتے اور حق کی مخالفت کرنا چاہتے تھے، اور وہ فقہ حنفی سے واقفیت نہ رکھنے کے باوجود فقہ حنفی پر بے جا اعتراض کرتے اور ایسی زبردست دھاندلی بازی کرتے کہ فقہ حنفی کو اس قدر مارتے پیٹتے اور پرستاران فقہ حنفی کو اس قدر زدوکوب کرتے کہ وہ رونے پر مجبور ہوتے مگر امام بخاری مار مار کر انھیں رونے بھی نہیں دیتے۔

اس طرح کا زور تو جہمیت زدہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ کو ثریہ دیوبندیہ کو حاصل تھا کہ مجوس و ہنود و یہود و نصاری مشرک اتراک و تاتار کے ساتھ مل کر سازش کر کے عالم اسلام پر جہمی مرجی حنفی حکومت مجوس و ہنود و یہود و نصاری و تاتار و اتراک کی اندرونی مدد و معاونت سے قائم کر کے اصل کتاب وسنت والے اہل حدیث مذہب کے خلاف بڑے پیمانہ پر اقدامات قبیحہ کیے، اور محدثین و مذہب محدثین کے خلاف بہت ساری کاروائیاں کیں، جس وقت یہ ساری بکواسات دیوبندی امام العصر کر کے سارے مرجیہ ورائے پرستوں کو خوش کر کے اپنے لیے نعرۂ تحسین لگوا رہے تھے اس وقت بھی انھیں ائمہ عصر کی تائید وتقویت سے

قائم ہندوستان پر مسلط برطانوی حکومت اہل حدیثوں پر مظالم کے پہاڑ توڑتی اور دیوبندیہ پر نعمت ہائے خسروانہ نچھاور کرتی تھی، اس کے ائمہ العصر کا ہمیشہ یہ وطیرہ رہا کہ حکومتِ زمانہ کے چشم وابرو کو دیکھ کر اپنا طور طریق متعین کرتے، خطرۂ جان لاحق ہوا تو اپنے عقائد شرکیہ وکفریہ اور مذہب مرجی وجہمیت سے بظاہر تقیۃً توبہ کر لی پھر ذرا سا موقع دیکھا تو اصلی رنگ پر آ گئے، اسی طرح کا ہیر پھیر زندگی بھر کرتے رہے اور دوسروں کو بھی یہی طریق عمل سکھلا گئے کہ بے گناہ ثقہ ائمہ اہل حدیث پر خوب جہمیانہ مرجیانہ چھینٹا کشی اور بدتمیزی کرتے رہو اور اسی کو اپنا دین وایمان قرار دو!

ناجائز عدالتی شادی جہمی مرجی شریعت کی نظر میں:

نصوص کتاب وسنت میں کسی مسلم فرد کے لیے وہی مسلمہ یا کتابیہ خاتون جنسی تعلقات کے لیے حلال ہے جس کے ساتھ اسلامی طریق پر صحیح نکاح ہوا ہو، لونڈی ہو تو وہ باقاعدہ صحیح طریقہ پر خریدی گئی ہو یا ہبہ کی گئی ہو یا میراث میں ملی ہو اور اس کے ساتھ اس کے باپ نے یا کسی نے وطی نہ کی ہو جس کے وطی کرنے سے اس لونڈی کے ساتھ جنسی تعلق حرام قرار پاتا ہو، شریعت کا یہ قانون نصوص کتاب وسنت اور صحابہ و دیگر اسلاف کے اجماعی موقف سے بنا ہوا ہے، اس شرعی قانون محکم کے خلاف جہمیت زدہ مرجی رائے پرست حنفی دیوبندی کوثری نے قوانین اسلام کو پامال کرنے اور نصوص کتاب وسنت کو پس پشت ڈالنے کے لیے یہ کہا ہے کہ کوئی فاسق و فاجر بددیانت بدمعاش بدقماش آدمی اپنے ہی جیسے فاسق وفاجر و بدقماش دو گواہوں کو شراب وکباب کھلا پلا کر عدالت میں دعوی دائر کر دے کہ فلاں پاک دامن عورت سے ہمارا باقاعدہ نکاح ہوا ہے اور عدالت بھی اس بدقماش اور گواہوں کے اکاذیب جہمیہ ومرجیہ کے مطابق فیصلہ کر دے کہ وہ عورت شخص مذکور کی منکوحہ وزوجہ ہے تو ظاہراً و باطناً بہر طور اس آدمی کے لیے وہ عورت بالکل حلال ہے اور اس عورت کے لیے بھی اس فاسق فاجر جعلی بناوٹی منافق شوہر کو حوالہ وطی کے لیے اپنے کو دینا حلال ہے۔ دونوں کا میاں بیوی کے طور پر رہنا سہنا بالکل جائز وصحیح ہے۔

اسی طرح کوئی بدچلن فاسق و فاجر کسی کی لونڈی پر جابرانہ قبضہ کر کے غصب کر لے اور عدالتی چارہ جوئی پر جھوٹ ہی کہہ دے کہ لونڈی مرگئی، عدالت اس سے قیمت دلا کر اصل مالک کو دیدے اور وہ لونڈی زندہ ہو اور لوگوں کو معلوم بھی ہو، پھر بھی وہ لونڈی اس غاصب ظالم فاسق کے لیے حلال ہے اور اس لونڈی کے لیے بھی حلال ہے کہ دل و جان سے اس غاصب کے حوالے اپنے آپ کو کر دے، اسلامی معاشرہ میں ایسے ایسے ایمان سوز وحیا سوز وفساد وفتن برپا کرنے والے قوانین ساز ائمہ العصر اور نصوص کتاب وسنت کے خلاف اس طرح کے گھناونے کام کرنے والوں کو قائدین اسلام قرار دے لینا فرض بنالینا جس مذہب میں جائز ہو اس کی اباحیت پسندی مجوس و بابک اور موجودہ پورے معاشرہ سے بالکل مختلف نہیں۔ اگر محدثین خصوصا امام بخاری نے اس مذموم ومرذول قانون کے خلافِ نصوص ہونے کی طرف اشارتاً بھی توجہ دلائی تو وہ بہت بڑے ہیر پھیر کرنے والے زبردستی جہمیہ مرجیہ کے ائمہ عصر اور ان کی شریعت خانہ ساز کو مار کر رونے بھی دینے سے جبراً روکنے والے بن گئے، پھر اس طرح کے نکاح یا لونڈی پر غاصبانہ قبضہ کے صحیح ہونے کا فتوی دینے والے مالیات کے معاملہ میں اس کے خلاف فتوی دیں اور اس پر بھی اشارۃً محدثین خصوصا امام بخاری اشارۃً نکیر کریں تو جہمیہ مرجیہ دیوبندیہ کے ائمہ عصر امام بخاری و محدثین کی کتب حدیث کے درس کے نام پر تمام محدثین کے خلاف اپنی درسگاہ حدیث میں وہ طوفان بدتمیزی مچائیں کہ سارے

جہمیت زدہ مرجیہ رائے پرست نعرۂ تحسین بلند کرنے لگیں تو یہ بہت اچھی بات ہے۔

امام بخاری نے ایک طرف اس قسم کے جہمی مرجی قانون کا خلافِ نصوص ہونا ظاہر کیا، پھر نکاح وغصب لونڈی کے معاملہ میں خلاف نصوص یہ طریق عمل اختیار کرنے سے بالکل مختلف مالیات کے بارہ میں قوانین پر نکیر کرتے ہوئے دونوں کے درمیان اشارۃً تفریق کی وجہ پوچھی تو دیوبندی امام العصر کہتے ہیں کہ ہمارے جہمیت زدہ مرجی مذہب میں اس طرح کے نکاح وغصب جاریہ اور مالیات کے معاملات میں تفریق کی گئی ہے، بس اسی پر پوری مرجی رائے پرست پارٹی پھول کر کپا ہوگئی اور نعرۂ تحسین بلند کر کے خوشی ظاہر کی کہ ہمارے لیے تو نہایت مزے دار قوانین ہمارے ائمہ العصر نے بنا رکھے ہیں۔ ہمارے ائمہ عصر تو ان معاملات میں مجوس و بابک و ہنود و نصاری و اتراک و تاتار سب کے کان کاٹ بیٹھے ہیں، اجی دیوبندی امام العصر! یہ تو امام بخاری بھی جانتے تھے کہ اس طرح کے نکاح وغصب جاریہ اور اس کے مفاد و معارض مالیات والے قوانین حنفی مذہب میں ہیں، وہ ان متعارض قوانین حنفیہ پر نکیر کر رہے ہیں کہ یہ نصوص کے خلاف ہیں اور تم جواب میں کہتے ہو کہ ان دونوں حالات میں ہمارے مذہب میں تفریق کی گئی ہے لیکن اپنے خانہ ساز قوانین کے مخالف نصوص ہونے کا کوئی جواب نہیں دیتے ہو جو نسخۂ دیوبندی امام العصر کے زیر درس تھا اس کے ایک صفحہ (۱۰۶۴) پر امامتِ صلوۃ کا مسئلہ کہاں ہے؟ اس کی تبویب کہاں ہے؟

دیوبندی امام العصر اگر اسی طرح کے جاہل مطلق ہوا کرتے ہوں تو امام شافعی کے سامنے جہمی امام محمد بن حسن نے جو یہ اقرار و اعتراف کیا کہ اہلحدیث امام مالک کے بالمقابل امام ابوحنیفہ جاہل محض اور علوم کتاب وسنت سے بالکل تہی دست صرف قیاس پرست ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں، امام بخاری نے محولہ صفحہ صحیح بخاری میں "باب استقضاء الموالي واستعمالهم" میں یہ حدیث نقل کی کہ حضرت سالم مولی ابی حذیفہ مہاجرین اولین اور دیگر صحابہ کرام کو مسجد قباء میں نماز پڑھایا کرتے، ان مقتدیوں میں حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ اول اور حضرت عمر فاروق خلیفہ ثانی و دیگر قریشی صحابہ بھی رہتے، امام بخاری کا مطلب یہ ہے کہ جب موالی نمازوں میں قریشی وغیر قریشی صحابہ کی امامت کر سکتے ہیں تو عدالتوں میں قاضی اور سرکاری مناصب کے حاکم و عامل بھی بنائے جا سکتے ہیں مگر دیوبندی امام العصر کی کھوپڑی میں امام بخاری کی واضح المعنی بات سمجھنے کی اگر تمیز ہی ہوتی تو وہ وہی جہمیت زدہ مرجیہ حنفیہ دیوبندیہ ہی کے امام العصر کیوں بنائے جاتے بلکہ کسی واقعاتی علمی منصب پر فائز ہوتے۔

اس کے بعد مصنف انوار نے یہاں وہ بات لکھی جس کا ذکر آ چکا ہے کہ دیوبندی امام العصر صاحب زندگی بھر امام بخاری کے ادب کی بنا پر اپنے ائمہ جہمیہ مرجیہ کی نمک حرامی کرتے رہے، معلوم نہیں کہ جہمیہ مرجیہ سے ان دیوبندی امام العصر نے کتنا نمک حلال کھا لیا تھا جن کے یہاں بڑی سے بڑی معصیت حتی کہ شرک وخنزیر خوری سے بھی ایمان میں ذرہ برابر کمی نہیں ہوتی؟

دیوبندی امام العصر کا یہ دعوی کہ احادیث صحیح بخاری اپنی صحت کیلئے متابع کی محتاج ہیں:

یہاں دیوبندی امام العصر نے بڑی کرم فرمائی یہ کی کہ'' ہماری ان جہمیانہ مرجیانہ دیوبندی باتوں سے یہ نہ سمجھ لینا کہ بخاری کی احادیث بھی چند راویوں کے ضعف وغیرہ کی وجہ سے گر گئیں، اس لیے کہ ان کے متابعات دوسری کتب حدیث میں عمدہ راویوں سے موجود ہیں، یہ ان کی وجہ سے قوی ہوگئیں، اسی سیاق میں مصنف انوار نے کہا کہ دیوبندی امام العصر کی ان ہذیان سرائیوں کے وقت'' حضرت مخدوم ومعظم مولانا العلام مفتی سید محمد حسین صاحب مدظلہ مفتیٔ رانڈ پر دسورت بھی موجود تھے جو ایک

عرصہ سے صدر مفتی دارالعلوم دیوبند ہیں۔ [1]

ان دیوبندی امام العصر کی جہالت مرکبہ کا یہ عالم ہے کہ وہ اتنا بھی علم نہیں رکھتے کہ صحیح بخاری کی احادیث بذات خود صحیح ہیں اور اس پر جہمیہ مرجیہ کوثر یہ دیوبندیہ کے علاوہ امت کا اجماع بھی ہے، احادیث بخاری اپنی صحت کے لیے دوسری کتابوں کی متابع وشواہد کی محتاج نہیں، بعض راویوں کے ضعف وغیرہ میں واقع لفظ ''وغیرہ'' کی وضاحت فرقۂ دیوبندیہ سے مطلوب ہے کیونکہ دیوبندی امام العصر اوران کی ترجمانی کرنے والے مصنف انوار تو عالم برزخ کی مشغولیات سے فارغ ہونے والے نہیں، پھر حشر وقیامت کا مرحلہ ان کی شریعت دشمنی کی بنا پر ان کے لیے بڑا ہوش ربا ہوگا، دیوبندی ائمہ عصر کی پارٹی والے مفتی بالقابہم بھی تو جہمیت زدہ مرجی رائے پرست کوثری دیوبندی ہوتے ہیں وہ اپنے دائرۂ جہمیت و مرجیت سے باہر کیوں رہیں گے؟ ہم بہرحال یہ سمجھتے ہیں کہ جہمیت زدہ مرجیت بہت زیادہ نفس امارہ کے لیے مزیدار ہے، ائمہ جہمیہ مرجیہ جہم وارجاء میں معتدل ہو کر واصل ضلالت خود ہوئے مگر اس مزیدار چیز سے ان کا عشق نہ گیا۔

جہمیت زدہ مرجیت پر ائمہ اسلام کی رد وقدح دیوبندی امام العصر کی نظر میں ابتلائے امام احمد کے وقت سے شروع ہوئی:

مصنف انوار اپنے امام العصر سے ناقل ہیں:

''امام احمد کے ابتلا سے قبل تک حنفیہ پر ردوقدح نہ تھی، اس فتنہ کے بعد سے یہ چیزیں پیدا ہوئیں اور جو خالص حدیث یا فقہ سے کم مناسبت رکھنے والے تھے انھوں نے اس میں زیادہ حصہ لیا، جو محدث اور فقیہ بھی تھے وہ محتاط رہے اور بہت حضرات نے حنفیہ کی طرف سے دفاع بھی کیا ہے بلکہ مناقب امام صاحب و صاحبین پر مستقل کتابیں بھی لکھیں، جزاهم الله خير الجزاء (اس عربی جملہ پر مصنف انوار کا ایک بھاری حاشیہ ہے جس کا ذکر آگے آرہا ہے) [2]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار نے جو بات اپنے دیوبندی امام العصر کے حوالے سے لکھی ہے وہی بات معنوی طور پر کوثری اور ارکان تحریک کوثری نے بکثرت اپنی کتابوں یا حواشی وتعلیقات کتب اہل اسلام میں لکھی ہے، اور خود مصنف انوار نے بھی بار بار کی تکرار کے ساتھ اسے لکھا ہے جیسا کہ گذرا مگر اہل نظر پر یہ حقیقت مخفی نہیں کہ جہمیہ مرجیہ اہل الرای قیاس پرست یہود ومجوس کی تحریک وغیرہ کی سازش سے جو جہمی حکومت قائم ہوکر امام احمد اور تمام ائمہ اسلام کے لیے باعث ابتلا ہوئی، اس کے ابتلا کا دور ۲۱۸ھ سے شروع ہوا اور اس ابتلا کے اراکین ومعاونین وحامیان وکارکنان کی ولادت باشقاوت کے بہت پہلے بانی مذہب جہمیہ مرجیہ رائے پرست قیاس پرست اعدائے نصوص کتاب وسنت ودشمنان ومسلک اہل سنت ومعاندین مذہب اہل حدیث کے مظالم فرعونی ومصائب نمرودی وفسادات ہامانی وقارونی فتن ہائے سامری وبابلی ہاروتی ماروتی شروع ہونے سے بہت پہلے جعد بن درہم ۱۲۰ھ میں اس کا چیلا جہم بن صفوان ۱۲۸ھ میں اور ان کے آلۂ کار افراد اسی زمانہ کے لگ بھگ قتل کر کے واصل جہنم کیے گئے اور ۱۵۰ھ سے بہت پہلے بانی مذہب مرجیہ (جو مذہب جہمیہ کے ملغوبہ سے تیار کیا گیا) حنفیہ رائے پرست امام ابوحنیفہ پر ائمہ کرام کے تیز وتند تبصرے منقول ہو چکے تھے۔

---

[1] مقدمہ انوار (۲/ ۳۸)　[2] مقدمہ انوار (۲/ ۳۸)

مصنف انوار اور ان کے حلقوں کی معدوم الوجود خیالی چہل رکنی مجلس تدوین فقہ حنفی کے اراکین میں سے اکثر و بیشتر حضرات نیز دیگر ائمہ کرام امام ابوحنیفہ کے جہمی مرجی "یری السیف علی الأمة، ینقض الإسلام عروةً عروةً، من عمل بکتاب الحیل لأبي حنیفة فهو کذا و کذا." اورلکڑی کے ستون کو بلا دلیل وحجت زبردستی سونے کے ستون کہنے والے، دجال من الدجالۃ، جاہل محض، بلاعلم وفضل فقہی قیادت وسیادت کے علمبردار، شرور وفتن وفسادات وتباہ کاری مچانے والے، نصوص شریعت کے خلاف تحریک چلانے والے وغیرہ وغیرہ اوصاف قبیحہ وصفات مذمومہ سے متصف کر چکے تھے، کما تقدم مراراً و کراراً. اس کے باوجود دیوبندی وکوثری مرجی ائمہ العصر ومحققین کا یہ جھوٹا دعوی کہ حنفیہ پر رد وقدح ابتلائے امام احمد، یعنی ۲۱۸ھ، سے شروع ہوا، کتنا خلاف امر واقع اور مکذوب و ردحقائق ومسخ وقائع وتحریف تاریخ اور واقعات تاریخ کی الٹ پلٹ ہے؟ کیا یہ ائمہ دیوبندیہ کوثریہ کوئی خاص نشہ آور چیز کھاپی کر مدہوش ہوکراپنے ہوش وحواس کھو بیٹھے اور بہکی بہکی بے سروپا والی بےتکی باتیں کرنے کے عادی تھے؟ اس کے علاوہ بھی کوئی معقول جواب اس فرقہ کے پاس موجود ہے؟

اس فرقہ دیوبندیہ جہمیہ کے موجودہ ائمہ العصر بتلائیں کہ وہ کون سے فقہائے محدثین تھے جوجہمیت زدہ مرجی حنفی رائے پرستی والے مذہب اور اس کے بانیوں کے اوپر مذکورہ بالاقسم کے تبصرہ کے خلاف کوئی لفظ بولتے تھے۔ اور یہ کہ وہ ایسا کرنے میں محتاط تھے؟ کن فقہائے محدثین نے ائمہ مرجیہ کے دفاع میں مستقل کتابیں لکھیں؟ تیسری صدی سے پہلے کسی غیر مرجی فقیہ محدث کی کوئی تصنیف اس موضوع پر یہ فرقہ ضرور بتلائے۔ ہم دعوی کے ساتھ کہتے ہیں کہ تاقیامت ہمارے اس سوال کا کوئی مثبت و معقول جواب فرقۂ مرجیہ حنفیہ کوثریہ دیوبندیہ رائے پرست نہ دے سکے گا، ہم امام سلیمان بن حرب (متوفی ۲۲۴ھ) کا بیان نقل کرآئے ہیں کہ دنیا کے کسی بھی امام کا نام بتلاؤ جس نے مرجی مذہب اور بانی مرجی مذہب کی مدح میں کوئی ایک لفظ بھی کہا ہو؟ سب نے صرف مذمت ہی مذمت کی ہے۔

مصنف انوار کے مذکورہ بیان کے حاشیہ پرنظر:

دیوبندی امام العصر کے زیرنظر بیان پرمصنف انوار نے لمبا حاشیہ چڑھایا:

''عزیزم گرامی قدر مولانا محمد انظر شاہ استاذ دارالعلوم (واضح رہے کہ یہ انظر شاہ شیخ انور کے صاحب زادے ہیں) کی طرف سے رسالۂ ''نقش'' میں حضرت شاہ صاحب کے ملفوظات گرامی کا سلسلہ جاری تھا کہ اکتوبر ۱۹۶۰ء کے پرچہ کی گیارہویں قسط میں ملفوظات مذکورہ بالا بھی شائع ہوئے جن کو اکثر اکابر نے پسند کیا اور محترم المقام مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی نے اپنے صدق مورخہ ۴/ نومبر ۱۹۶۰ء) میں حسب ذیل نوٹ تحریر فرمایا:

تقلید جامد:

''ماضی قریب میں علامہ انورشاہ کشمیری دیوبندی جس پایہ کے فاضل جلیل گزرے کسی پرمخفی نہیں، ان کے ملفوظاتِ درس ان کے شاگرد خصوصی مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری (یہ شاہ انور کے داماد بھی ہیں) کے قلم سے دیوبند کے ماہنامہ ''نقش'' میں شائع ہورہے ہیں، اس کے ایک تازہ نمبر سے جستہ جستہ۔

''اثنائے درس بخاری میں فرمایا کہ حماد استاذ ہیں امام اعظم کے الخ، اور اسی رنگ کی عبارتیں اور بھی متعدد ہیں، یہ سب آخر کیا ہے؟ علامہ کشمیری امام بخاری صاحب کے منکر یا مخالف ہیں؟ ان کی کتاب کا شمارہ صحیح ترین اور مستند کتابوں میں نہیں کرتے؟ یہ کچھ نہیں علامہ ان کے پوری طرح معتقد ہیں ان کی اور ان کی کتاب کی عظمت کے ہر طرح قائل ہیں لیکن علم کا حق اور سچائی کا حق ان کی ذات سے بھی بڑھ کر اپنے اوپر سمجھتے ہیں، اس لیے جہاں کہیں اپنی بصیرت کے مطابق ان کی علمی تحقیق میں کوئی خامی یا کوتاہی نظر میں آئی اس کا اظہار بھی برملا اور بے تکلف ان کی ذات کے ساتھ ہر رشتۂ احترام کو چھوڑے بغیر کر دیتے ہیں، اور خود امام بخاری کا بھی یہی طرز عمل اپنے معاصرین اور بزرگوں کے ساتھ تھا، جیسا کہ ایک حد تک اوپر کے حوالوں سے بھی ظاہر ہو رہا ہے، پس یہی مسلک صحیح و صائب ہے، کل بھی یہی صحیح تھا اور آج بھی یہی صحیح ہے۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ کسی زمانے میں ہم نے کسی پرچہ میں دیکھا تھا کہ ''صدق جدید'' نام کے پرچے کا مطلب ہے کہ زمانۂ قدیم میں ''صدق'' کا جو معنی و مطلب سمجھا جاتا رہا اس سے مختلف معنی میں ''یہ صدق جدید'' یعنی مجموعہ اکاذیب شائع ہو رہا ہے، بہت زمانہ کے بعد اس ظریف مضمون نگار کی صداقت آج ہماری سمجھ میں آ گئی ہے کہ ''صدق جدید'' کے ایڈیٹر صاحب پر بھی آخر جہمیت زدہ مرجیت کی زلف گرہ گر کے عشق کا بھوت سوار رہا اور ''ایں خانہ ہمہ آفتاب است'' کی مثل اس فرقے کے ہر فرد پر صادق آ رہی ہے۔

جب دیوبندیہ کے امام العصر کو تقلیدی مستی کے سبب اتنی خبر نہیں کہ ابتلائے امام احمد کی ابتداء ۲۱۸ھ سے شروع ہوئی جس کے بہت پہلے معاصرین ابی حنیفہ بلکہ کچھ اساتذۂ ابی حنیفہ بھی انھیں جہمی مرجی معتقد خلق قرآن خلاف نصوص محض رائے پرستی کا شعار رکھنے والا بتلایا، حتی کہ امام موصوف نے خود اپنے علوم کو مجموعہ رائے وقیاس و مجموعۂ اغلاط واباطیل واکاذیب وشرور وفتن قرار دیا تو مولانا عبدالماجد دریا آبادی جیسے دیوبندی تقلید پرست کی عقل و ہوش مندی اس کا ادراک کیونکر کر سکتی ہے؟

انوار الباری بدعویٰ مصنف انوار اشاراتِ انور کی شرح

مذکورہ بالا اکاذیب نویسی کے بعد مصنف انوار لکھتے ہیں:

راقم الحروف (مصنف انوار) عرض کرتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے مذکورہ بالا ارشادات واشارات کی حیثیت ایک متن کی ہے جس کی شرح وتفصیل ناظرین کو اس مقدمہ کے بعد انوار الباری میں بھی جا بجا ملے گی "إن شاء اللّٰه و ما توفيقي إلا باللّٰه العلي العظيم أستغفره وأتوب إليه"

ہم کہتے ہیں کہ ایک طرف مصنف انوار پوری انوار الباری مع مقدمہ کو ''مجموعۂ افادات انور'' لکھے ہوئے ہیں، دوسری طرف مذکورہ ارشادات و اشاراتِ انور کو متن اور انوار الباری مع مقدمہ کو اس کی شرح وتفصیل کہہ رہے ہیں، یہ باتیں باہم متعارض ہونے کے ساتھ مجموعہ اکاذیب ہی ہیں اور ان کی حقیقت بیان کرنے کا ہم نے بھی عزم کر رکھا ہے۔ اکاذیب پرست کے دعائیہ جملے "إن شاء اللّٰه وما توفيقي إلا باللّٰه العلي العظيم أستغفره وأتوب إليه" کے مقبول ہونے کے شرائط مفتوحہ میں جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ کذابین اور عمداً اسلاف کرام کے خلاف محاذ آرائی تحریک سب وشتم واکاذیب کی

[1] مقدمه انوار (۲/ ۳۸ بحواله صدق جديد)

ترویج اورحرام خوری وحرام پوشی واتہام بازی و بہتان طرازی وتلبیس کاری وہ بلائے درماں ہیں جو حضرت سعد بن ابی وقاص پراتہام بازی کرنے والے، نیز قاتلین امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل خاندان کے قاتلین کی دعائیں مقبول نہیں ہوسکیں کیونکہ ان کے جرائم ان کے مقبول ہونے سے مانع رہے۔

تنقید رواۃ بخاری کی جواب دہی بذریعہ حافظ ابن حجر:

اکاذیب پرستی واکاذیب نویسی کے عادی مصنف انوار نے لکھا:

''تنقید رواۃ بخاری کی جواب دہی میں حافظ نے پوری سعی کی ہے جو مقدمہ فتح الباری میں قابل دید ہے، تہذیب میں بارہ صفحات لکھے اور آخر میں لکھا کہ جس شخص کی عدالت ثابت ہو چکی اس کے بارے میں کوئی جرح بھی قابل قبول نہیں، معلوم نہیں اس اصول کو امام اعظم اور ان کے اصحاب کے لیے کیوں نہیں برتا گیا؟ ان کی تعدیل وتوثیق بھی تو خود ان کے زمانۂ خیر القرون کے اکابر رجال نے بالاتفاق کر دی تھی، پھر بعد کے لوگوں نے ان پر بے بنیاد جرح کا سلسلہ جاری کیا تو اس کو اہمیت دے دے کر ہر زمانہ میں ابھارابھار کر آگے بڑھانے کی کوشش کیوں کی گئی؟ تو بہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر چہ کنند؟''

حافظ نے یہاں ایک اجمالی جواب بھی دیا ہے کہ ہر منصف کو جاننا چاہیے کہ صاحب صحیح نے جب کسی راوی سے روایت کی ہے تو اپنے نزدیک اس کی عدالت سے مطمئن ہو کر ہی روایت کی ہے اور وہ خود اس راوی کے اچھے برے حال سے پورے واقف تھے، ان سے غفلت کیسے ہوئی؟ خصوصاً جبکہ جمہور ائمہ حدیث نے ان کی جلالت قدر کی وجہ سے ان کی کتاب کو صحیح کا لقب دیا اور یہ دوسرے محدثین کو حاصل نہیں، گویا جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ جن رواۃ کو صاحب صحیح نے ذکر کیا وہ عادل ہیں، لہٰذا کوئی طعن و جرح رواۃِ صحیحین پر اس وقت تک قابل اعتنا نہ ہوگی جب تک کہ وجوہِ قدح کو صاف سے شرح کر کے نہ بیان کیا جائے، پھر یہ بھی دیکھا جائے گا کہ واقع میں بھی وہ قدح و جرح بننے کی صلاحیت رکھتی ہے یا نہیں؟ اور حضرت شیخ ابوالحسن مقدسی تو ہر راویٔ صحیح کی بابت کہتے تھے کہ یہ پل سے گزر چکا ہے، یعنی اس کے بارے میں کوئی نقد قابل لحاظ نہیں۔ (ائمہ مجتہدین نے جن رواۃ پر اطمینان کر کے تدوین فقہ کی وہ بھی تو پل سے گزر چکے لہٰذا ان پر اور زیادہ اطمینان ہونا چاہیے) شیخ ابوالفتح قشیری فرماتے ہیں کہ یہی ہمارا بھی عقیدہ ہے اور اسی پر عمل بھی ہے۔ (امام صاحب اور ان کے اصحاب پر بھی کسی کی جرح نہیں سننی چاہیے جبکہ ان کی توثیق امام بخاری ومسلم کے اکابر شیخ نے کی تھی)

شیخین (بخاری ومسلم) کی کتابوں کو جب صحیحین مان لیا گیا تو گویا ان کے رواۃ کی عدالت بھی مسلم ہوگئی ان میں کلام صحیح نہیں، پھر وجوہِ طعن پر مفصل بحث کرنے کے بعد حافظ نے یہ بھی کہا کہ بعض لوگوں نے بعض پر عقائد کے اختلاف کی وجہ سے طعن و جرح کیا، لہٰذا اس پر متنبہ رہنا چاہیے اور اس پر جب تک وہ امر حق ثابت نہ ہو عمل نہ کرنا چاہیے، اسی طرح اہل ورع و زہد نے ان لوگوں پر عیب لگایا جو دنیوی کاروبار میں لگے حالانکہ وہ صدق و دیانت کے اعتبار سے بے عیب تھے، اس سے بھی زیادہ ناقابل اعتبار وہ تضعیف ہے جو بعض رواۃ کی دوسروں کے تعلق یا باہمی معاصرۃ کی وجہ سے کی گئی، اور سب سے زیادہ غیر ضروری تضعیف ان کی ہے جو اپنے سے زیادہ باوثوق وعالی قدر ومنزلت اور علم حدیث کے زیادہ عالم وواقفوں پر کی جائے، ان سب جروح وطعن کا کوئی اعتبار نہیں۔ (ائمہ مجتہدین اور ان کے اصحاب خاص کے بارے میں بھی بعد کے حضرات کی تضعیف کو

اسی اصول سے غیر ضروری سمجھنا چاہیے)۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ تنقید رواۃ بخاری کی جو جواب دہی حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں کی ہے اسے مصنف انوار الباری نے قابل دید بتلایا ہے، اسے ہم بہت پہلے بغور دیکھ چکے ہیں، اس کے حوالے سے موصوف نے جو لمبی چوڑی بات نقل کی ہے اس کا موازنہ اصل مقدمہ فتح الباری سے کرنے پر معلوم ہوا کہ عبارت ابن حجر کی نقل میں مصنف انوار نے وہی ارجائی چال بازی اختیار کی ہے جو جہمیت زدہ مرجیت کا خاصہ ہے، اپنے اس بیان کے بعض مقامات پر موصوف نے جو حواشی دیے ہیں انھیں ہم نے بین القوسین میں نقل کر دیا ہے۔

صحیحین کے رواۃ کی تعداد:

صحیحین کے جملہ رواۃ کی تعداد چوبیس سو پانچ ہے جیسا کہ ترقیم کتاب الجمع بین رجال الصحیحین للإمام الحافظ أبي الفضل محمد بن طاهر بن علی المقدسي المعروف بابن القیسراني الشیباني (المولود ۴۴۸ھ ومتوفی جمعہ ۱۵/ ربیع الاول ۵۰۷ھ) سے ظاہر ہے۔[2]

صحیحین کے متفق علیہ رواۃ کی تعداد اور ہر ایک کے مفرد رواۃ کی تعداد:

چوبیس سو پانچ رواۃ میں سے ایک ہزار سے کچھ زیادہ رواۃ تو متفق علیہ ہیں، یعنی ان کی احادیث کی تخریج صحیحین میں سے ہر ایک میں کی گئی ہے، باقی پونے چودہ سو رواۃ میں سے چار سو ساٹھ رواۃ کے لگ بھگ کی احادیث صحیح بخاری میں ہیں، صحیح مسلم میں نہیں ہیں اور نو سو سے کچھ زیادہ رواۃ کی احادیث صحیح مسلم میں ہیں صحیح بخاری میں نہیں ہیں، یعنی رواۃ بخاری کل تقریباً پندرہ سو ہیں، ان کے علاوہ اسی کے لگ بھگ تعلیق بخاری کے رواۃ ہیں جن میں سے کئی ایک صحیح بخاری کے مستقل رواۃ میں بھی شامل ہیں۔ اس طرح تعلیقات سمیت صحیح بخاری کے کل رواۃ لگ بھگ ساڑھے پندرہ سو ہیں۔ صحیح بخاری کے ان ساڑھے پندرہ سو رواۃ میں سے تقریباً ساڑھے چار سو رواۃ پر کسی نہ کسی طرح کی تجریح کی گئی ہے، اوران میں سے تعلیق والے مجروح رواۃ کو خارج کرنے سے صحیح بخاری کے زیادہ سے زیادہ چار سو رواۃ پر تجریح پائی جاتی ہے، اوران سب کا حال یہ ہے کہ اولاً ان کی ثابت شدہ تعدیل وتوثیق کے بالمقابل غیر مفسر ومبہم ومجمل تجریح کالعدم ہے، یہ تمام محدثین کا متفق علیہ اصول ہے۔

ثانیاً: ان مجروح رواۃ میں سے ہر ایک کی احادیث عام طور سے بہت کم ہیں کسی کی صرف ایک حدیث ہے اور اس کی متابع و شواہد یا تو خود صحیح بخاری میں موجود ہے، یا امام بخاری کی دوسری تصانیف میں موجود ہیں یا دوسرے محدثین کی تصانیف میں موجود ہیں، ان شواہد ومتابع کے پیش نظر ان کی روایت کردہ احادیث کو صحیح مان کر داخل صحیح کر لیا گیا ہے اور یہ بھی محدثین کا متفق علیہ اصول ہے۔

مذکورہ بالا امور کو ملحوظ رکھنے سے صحیح بخاری میں مندرج کسی حدیث کے غیر صحیح ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا، اسی طرح صحیح مسلم کا بھی معاملہ ہے۔

---

[1] مقدمہ انوار (۲/ ۳۹، ٤٠ بحوالہ مقدمہ فتح الباری)

[2] ملاحظہ ہو: کتاب الجمع بین رجال الصیحیحین (۲/ ٦١٦ ترجمة: ٢٤٠٥)

تنبیہ بلیغ:

مصنف انوار اور ان کی پارٹی والوں کا یہ کہنا کہ ''صحیحین کے جن مجروح رواۃ کی طرف سے جو طریق دفاع اختیار کر کے انھیں ثقہ ومعتبر کہا گیا ہے وہی طریق امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب تلامذہ کی بابت بھی اختیار کرنا چاہیے'' محض دھاندلی بازی ہے۔ کیا ان دھاندلی بازی کرنے والوں کو یہ نظر نہیں آتا کہ صحیحین جیسی کوئی کتاب نہ امام ابوحنیفہ نے تصنیف کی ہے نہ ان کے ہم مذہب تلامذہ میں سے کسی نے کی ہے؟ اگر مصنف انوار اور ان کی پارٹی والے اپنی مذکورہ بات کہنے میں واقعی اپنے آپ کو سچا سمجھتے ہیں تو وہ سب مل کر اجتماعی کوشش کر کے امام ابوحنیفہ یا ان کے ہم مذہب تلامذہ میں سے کسی کی ایسی کسی تصنیف کا نام بتلائیں جس کی ہر حدیث کی صحت پر اجماع واتفاق ہے، ہمارا دعوی یہ ہے کہ قیامت تک بھی اس پارٹی والے کثرتِ تعداد وکثرت وسائل و ذرائع کے باوجود ایسا ہرگز ہرگز نہ کر سکیں گے اور صرف یہی بات مصنف انوار اینڈ کمپنی کے بہت بڑے کذاب ہونے کی واضح دلیل ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب تلامذہ کی جس تصنیف کی بابت فرقہ دیوبندیہ کا دعوی ہو وہ ثابت کرے کہ اس کی تصنیف کے وقت سے لے کر آج تک اس کتاب کو وہی تلقی بالقبول امت محمدیہ میں حاصل ہے جو صحیحین میں سے ہر ایک کو حاصل ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اپنی حکومت یا مناصب عالیہ کے باوجود پورا فرقۂ جہمیہ ومرجیہ رائے پرست حنفیہ کوثریہ دیوبندیہ اپنے کسی امام کی کسی کتاب پر مذکورہ تلقی بالقبول نہیں دلا سکا اور یہ ممکن بھی نہیں بلکہ محال سے محال تر اور ممنوع سے بھی زیادہ ممنوع ہے۔

کیا یہ ثابت کرنا کسی بھی طرح ممکن ہے کہ صحیح بخاری یا مسلم میں سے کسی ایک کے مصنف پر جہمی، مرجی، معتقد خلق قرآن ہونے اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت وخانہ جنگی کی حوصلہ افزائی کا الزام لگایا جا سکے؟ یہ کام اگر فرقہ دیوبندیہ سو بار جنم لے کر بھی ثابت کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔ اچھا کیا ممکن ہے کہ صحیحین کے کسی مصنف پر ان تجریحات میں سے کوئی ایک تجریح بھی ثابت کی جا سکے جو امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب تلامذہ پر ثابت ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ صحیحین میں سے کسی ایک کے مصنف پر مذہب اہل سنت وجماعت سے انحراف کا الزام عائد کیا جا سکے جبکہ امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب تلامذہ پر یہ الزام قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ وہ اہل سنت وجماعت میں سے ہونے کے بجائے جہمی، مرجی، رائے پرست اور کثرت نصوص کتاب و سنت اور فرامین خلفائے راشدین واولو الامر وآثار صحابہ وتابعین کی مخالفت کرنے والے اور ذاتی آراء وقیاسات پر یا ساقط الاعتبار وغیر معتبر روایات مرفوعہ وموقوفہ پر عمل کرنے والے اور صحیح الاسانید واحادیث مرفوعہ وموقوفہ سے اختلاف رکھنے والے تھے، جیسا کہ اس شرح صحیح بخاری بنام انوار الباری پر ہمارے تبصرہ سے واضح ہوگا، اور یہ بات ایک سے زیادہ بار گزری ہے کہ خلیفہ راشد عمر فاروق کا فرمان ہے کہ اہل الرائے میں حدیث کے حفظ وضبط ونقل وتحدیث کی صلاحیت نہیں ہوتی اور انھیں فتاوی و مسائل بتانے کا بہت شوق ہوتا ہے۔ اور علوم نصوص نہ ہونے کے باعث وہ رائے وقیاس سے کام لینے سے سب خود گمراہ ہوتے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں، اہل الرای کی بابت یہی بات شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی کہی ہے، اور فرقۂ دیوبندیہ مسلک ولی اللہ کی پابندی واتباع کا دعویدار ہے۔

صحیحین میں مندرج احادیث کے صحیح ہونے پر جب اجماع ہے تو اس کا لازمی مطلب ہے کہ ان میں مندرج احادیث کے سارے رواۃ ثقہ ومعتبر ہیں، اس سے لازمی طور پر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے رواۃ میں سے جن پر کچھ تجریحی کلمات وارد

ہوئے ہیں وہ مدفوع و ناقابل اعتنا ہیں، دوسری طرف امام ابوحنیفہ کا خود اپنا بیان ہے کہ میری بیان کردہ باتیں علی الاطلاق خواہ فقہی ہوں یا احادیث وآثار ہوں سب کی سب مجموعۂ اغلاط وشرور واباطیل و پادر ہوا ہیں، اور میرے علوم کی تدوین کرنے والے میرے تلامذہ کذاب و دروغ باف ہیں، عہد امام ابوحنیفہ وعہد اصحاب ابی حنیفہ میں علوم احناف وفقہ احناف ومرویات احناف کو قطعاً کوئی اہمیت ووقعت حاصل نہیں تھی بلکہ انھیں اس زمانے کے ائمہ اہل سنت نشانۂ طعن وتشنیع بنائے ہوئے تھے جس کی تفصیل بڑی حد تک ہماری اس کتاب میں واضح ہو چکی ہے، بعد والے ادوار میں بذریعہ پروپیگنڈا اور بزور تلوار و طاقت امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب علوم ومسائل واحکام کی پذیرائی کرائی گئی اور دھیرے دھیرے لوگوں کی اکثریت اس سے مانوس ہوتی گئی، قدیم ایام میں لوگوں کو معلوم تھا کہ امام ابوحنیفہ پر عائد ہونے والے فتاوائے کفر وضلالت کے سبب ان سے بار بار توبہ کرائی گئی۔

امام علی بن احمد ابار اور یعقوب بن سفیان نے متفقہ طور پر امام نعیم بن حماد سے نقل کیا ہے:

"سمعت معاذ بن معاذ ويحيىٰ بن سعيد القطان يقولان: سمعنا سفيان الثوري: استتيب أبوحنيفة من الكفر مرارًا."[1]

امام معاذ و یحییٰ بن سعید قطان سے اس روایت کے راوی امام نعیم بن حماد خزاعی کو مصنف انوار اور ان کے امام العصر اور تمام محدثین نے ثقہ کہا ہے۔ (کما مر) پھر اس کے معارض بیان میں نعیم بن حماد کو غیر معتبر کہہ کر ان لوگوں نے اپنی تکذیب خود کر لی ہے، بایں ہمہ امام نعیم کی نہایت قوی متابعت موجود ہے وہ یہ کہ امام عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہا:

"حدثني أبو الفضل الخراساني نا سلمة بن شبيب نا الفريابي سمعت سفيان الثوري يقول: استتيب أبو حنيفة من كلام الزنادقة مرارًا."[2]

کتاب السنہ کے محشی، جو احناف کے بہت حامی ہیں، اس روایت کے حاشیہ پر لکھتے ہیں: "رجاله ثقات" حالانکہ محشی کے اس قول میں تدلیس ہے کیونکہ کسی سند کے رجال کے ثقہ ہونے سے اس کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا مگر حقیقت امر یہ ہے کہ یہ روایت صحیح الاسناد ہے اور اپنے پہلے والی روایت صحیحہ سے مل کر بہت زیادہ صحیح ہوگئی ہے، اور اس کے کئی معنوی متابع وشواہد ہیں، اختصار کے پیش نظر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

جس راوی کی عدالت وثقاہت ثابت ہو اس پر جرح غیر مفسر کالعدم ہے:

ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ مصنف انور حافظ ابن حجر سے یہ نقل کر کے کہ جس کی عدالت ثابت ہو چکی ہو اس کی بابت کوئی بھی جرح قابل قبول نہیں، لکھتے ہیں "معلوم نہیں کہ اس اصول کو امام اعظم اور ان کے اصحاب کے لیے کیوں نہیں برتا گیا؟"

کیا امام ابوحنیفہ کی عدالت وثقاہت ثابت ہے اور ان پر جرح غیر مفسر ہے؟

ہم کہتے ہیں کہ اس اصول کو امام اعظم اور ان کے اصحاب کے لیے برتا کیوں نہیں گیا؟ پہلے یہ تو ثابت ہو کہ مصنف انوار کے "امام اعظم" اور "ان کے اصحاب" کی عدالت ثابت ہو چکی تھی جس کے بعد ان پر تجریحات ہوئیں۔ اگر مصنف انوار اور ان

[1] خطيب (١٣/ ٣٩١، ٣٩٢) والمعرفة والتاريخ للنسويج (٢/ ٧٨٦ مع الحواشي)

[2] كتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل نمبر (٢٦٩، ١/ ٣٩٣)

کی پارٹی والے سچے ہیں تو اپنے امام اعظم اوران کے اصحاب کی عدالت ان پر تجریحات وارده سے پہلے ثابت کر دکھائیں، ہمارا دعویٰ ہے کہ مصنف انوار اوران کی پارٹی والے ایسا تا قیامت اپنی اجتماعی طاقت صرف کرنے کے باوجود بھی نہ کرسکیں گے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ جب امام اعظم ابوحنیفہ درسگارہِ حماد میں زیر تعلیم تھے، تبھی اپنے شاگرد سے زیادہ باخبر حماد نے امام ابوحنیفہ کو مشرک وکافر قرار دیا۔ اور مشرک وکافر کی عدالت کا ثابت کرنا فرقہ حنفیہ کوثریہ دیوبندیہ کے بس کی بات نہیں۔

متعدد روایات سے ثابت ہے کہ جوتے چپل کی عبادت اور خنزیر خوری میں امام ابوحنیفہ کوئی حرج وکراہت نہیں محسوس کرتے تھے بلکہ اس کے "لا بأس به" ہونے، یعنی بالکل ہی غیر معیوب وغیر مکروہ ہونے کا فتویٰ دیتے تھے، ایسی صورت میں موصوف کی عدالت کا ثبوت ناممکن ومحال ہے، اگر کہا جائے کہ ان امور سے امام ابوحنیفہ نے توبہ کر لی تھی اور "التائب من الذنب كمن لاذنب له" کے اصول توبہ کے بعد عادل وثقہ ہوگئے تھے تو متعدد روایات معتبرہ میں ہے کہ موصوف نے اپنی توبہ بار بار توڑی اور بار بار حکومت کے مواخذہ پر توبہ کی، اور اپنے گھر یہ بیان دیا کہ میں نے توبہ محض تقیۃً کی ہے ورنہ حقیقتاً میں اسی موقف و مذہب پر قائم ہوں جس کی بنا پر مجھے مشرک کافر کہا جا رہا ہے۔

دریں صورت یہ ثبوت فراہم کرنا ضروری ہے کہ ان امور سے موصوف نے تقیتاً نہیں حقیقتاً خلوص دل سے توبہ کی تھی اور اس کا اثبات بہرحال محال ہے، کیونکہ جن امور کے سبب انھیں مشرک وکافر کہا گیا انھیں مجموعہ والے مذہب پر بقول اہل خراسان موصوف کے شاگرد خاص ابو یوسف وغیرہ نے موصوف کے فوت ہونے کی صراحت کی ہے، دریں صورت فرقہ مرجیہ انھیں کافر مانتا ہے؟ جن روایات میں موصوف سے امور مذکورہ کی نفی کی گئی ہے بغرض صحت وہ کہنے والے کے علم کے مطابق ہے اور نفی پر اثبات بالاتفاق مقدم ہے لیکن پہلے نفی والی کوئی معتبر روایات کسی معتبر امام وقت سے منقول تو ہوں جو امام ابوحنیفہ کا معاصر اور آپ کے ساتھ مجالست ومخالطت رکھتا ہو، علاوہ ازیں نقل روایت میں کثیر الغلط والوھم والخطا اس حد تک ہونا کہ ایک سوتیس احادیث میں سے موصوف سے غیر شعوری طور پر ایک سوبیس روایات کی سندوں اور متنوں میں قلب والٹ پلٹ اور بھاری غلطیوں کا صدور اور اس حد تک کثیر الغلط والخطا راوی کا متفق علیہ طور پر غیر معتبر ہونا متحقق ہے، پھر اس تجریح سے پہلے موصوف کی توثیق کا ثبوت محال و ناممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ تمام ائمہ اسلام باستثنا مرجی ٹولہ موصوف کے متروک الحدیث والرای ہونے پر متفق ہیں، اور ائمہ اسلام سے اختلاف رکھنے والے مرجی ٹولے کا کوئی اعتبار ائمہ اسلام کے بالمقابل نہیں کیا جاسکتا، یہ بھی متفق علیہ اصول ہے، ہم اسی اختصار پر اکتفا کرتے ہیں۔

مصنف انوار کا یہ دعویٰ محض جھوٹ ہے کہ امام ابوحنیفہ کی توثیق وتعدیل ان کے زمانۂ خیر القرون کے اکابر رجال نے بالاتفاق کر دی تھی، اکابر رجال کی بالاتفاق توثیق وتعدیل دور کی بات ہے چند اکابر رجال کی توثیق وتعدیل کا اثبات محال در محال ہے، اگر دعویٰ ہے تو دلیل لازم ہے، ہم اس موضوع پر زیادہ تفصیل میں پڑنا مناسب نہیں سمجھتے ورنہ ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں۔

مصنف انوار کی بدعنوانی:

مصنف انوار نے جو یہ کہا کہ تہذیب میں بارہ صفحات لکھے ہیں اور آخر میں یہ لکھا کہ جس کی عدالت ثابت ہوگی اس کی بابت کوئی جرح قبول نہ کی جائے گی، تو مصنف انوار بتلائیں کہ تہذیب میں کس کے ترجمہ میں بارہ صفحات لکھ کر آخر میں مذکورہ

بات حافظ ابن حجر نے لکھی ہے؟ کذب بیانی کی عادت نے مصنف انوار کو ایک بات بھی سچ بولنے سے محروم کر دیا ہے، تہذیب میں ترجمہ ابی حنیفہ تین صفحات سے بھی کم ہے اور بارہ صفحات کے بالمقابل صرف تین صفحات ترجمہ ابی حنیفہ میں امام ابو حنیفہ کو صاف طور پر "مولى بني تيم الله بن ثعلبة" کہا ہے، جس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر بھی عام اہل علم کی طرح امام ابو حنیفہ اور ان کے باپ دادا کو بنو تیم اللہ کا آزاد کردہ غلام مانتے ہیں، اور اگر کسی نے اس امر مسلم کے خلاف کوئی لب کشائی کی ہے تو اس کی بات کو جھوٹ مانتے ہیں، امام ابو حنیفہ کے متعلق ابنائے فارس اور رؤیتِ انس والی بات کو حافظ ابن حجر نے بصیغۂ تمریض کہا جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ امام ابو حنیفہ کے فارسی الاصل والنسل ہونے کے پروپیگنڈہ کو جھوٹ اور غیر ثابت مانتے ہیں اور ان کا حضرت انس کو دیکھنا بھی باطل مانتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ تقریب التہذیب میں انھوں نے امام ابو حنیفہ کو طبقۂ سادسہ کا آدمی کہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کسی کو بھی نہیں دیکھا اور ان کے تابعی ہونے کا پروپیگنڈہ خالص جھوٹ ہے۔

تین صفحات سے بھی کم والے ترجمہ کو بارہ صفحات کہنا کذب خالص نہیں تو کیا ہے؟ اور یہ بھی جھوٹ ہے کہ آخر میں حافظ ابن حجر نے لکھا کہ جس کی ثقاہت ثابت ہو اس پر جرح اثر انداز نہیں ہو سکتی، تہذیب میں ابن معین سے امام ابو حنیفہ کا ثقہ ہونا محمد بن سعد عوفی سے منقول ہے اور عوفی مذکور ضعیف ہے، ابن معین سے بعض اور روایات میں امام ابو حنیفہ کو ثقہ کہا گیا ہے۔ ابن معین سے مروی دونوں اقوال میں صورت تطبیق یہ ہے کہ ثقہ سے مراد صدوق ہے جو غیر معتبر ہونے کے منافی نہیں، لہٰذا ابن معین سے امام ابو حنیفہ پر تجریح والی روایات میں تطبیق ہو جائے گی، بہر حال کسی بھی امام سے امام ابو حنیفہ کا ثقہ ہونا بلا معارضہ نہیں منقول۔ امام ابو حنیفہ کا متورع و سخی، عابد، زاہد و خوش اخلاق ہونا غیر ثقہ ہونے کے منافی نہیں، حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں امام ابو حنیفہ کے ثقہ وغیرہ ثقہ ہونے کی تصریح کے بغیر معاملہ کسی مصلحت کے تحت چھوڑ دیا لیکن منصف و معتدل انسان دونوں قسم کی باتوں پر نظر ڈال کر یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگا کہ امام ابو حنیفہ غیر ثقہ ہیں، ہمارے خیال سے امام ابن معین سے مروی یہ روایت صحیح فیصلہ کن ہے کہ

"كان أبو حنيفة مرجياً و كان من الدعاة فلم يكن في الحديث شيء وصاحبه أبو يوسف لا بأس به."[1]

یعنی ابو حنیفہ مرجی تھے اور حدیث میں بالکل غیر معتبر تھے البتہ ابو یوسف لا باس بہ تھے۔

مگر ابو یوسف کی بابت یہ بات غیر صحیح ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

اس کے بعد امام ابو حنیفہ کے اساتذہ کی فہرست میں سب سے پہلا نام حضرت عطاء ابن ابی رباح تابعی کا لکھا ہے جن سے ثبوتِ سماع کو امام ابن ابی حاتم نے بحوالہ امام وکیع مشکوک و غیر ثابت قرار دیا ہے۔[2] جس کا مطلب یہ ہوا کہ موصوف امام ابو حنیفہ نے امام عطاء کو دیکھا ضرور ہے اور انھیں دیکھ کر یہ سمجھا ہے کہ ان سے افضل میں نے کسی کو نہیں دیکھا لیکن ان سے امام ابو حنیفہ نے کچھ نہ پڑھا ہے نہ کسی بھی علم یا کسی بھی حدیث کا سماع کیا، یعنی حنفیہ کا یہ پروپیگنڈہ مکذوب محض ہے کہ امام ابو حنیفہ نے امام عطاء سے پڑھا ہے، عطاء کے بعد اساتذۂ ابی حنیفہ کی فہرست میں دوسرا نام تہذیب میں عاصم بن ابی النجود کا لکھا ہے کہ جن

---

[1] كتاب السنة لعبد الله بن أحمد بن حنبل نمبر (٢٠٤، ١/ ٢٢٦)

[2] الجرح والتعديل ترجمة نعمان بن ثابت (٨/ ٤٤٩)

کی بابت کتب رجال میں صراحت ہے کہ عاصم سے امام ابوحنیفہ نے ایک حدیث سننے کا دعوی ضرور کیا ہے مگر ان سے روایت کر نے میں امام ابوحنیفہ غیر ثقہ ہیں اور غیر ثقہ کا کسی سے بھی دعویٰ سماع کا ثبوت کالعدم ہے۔

امام ابوحنیفہ پر امام احمد کی تجریح شدید:

اسی ضمن میں امام عقیلی نے امام احمد بن حنبل کا قول نقل کیا کہ "أبو حنیفة یکذب." [1] اور اس وصف سے متصف کسی راوی کا کسی استاذِ حدیث سے سماع کا دعوی صحیح نہیں مانا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ امام سفیان سے پوچھا گیا کہ عاصم سے روایت مذکورہ مروی ہے؟ تو انھوں نے بالصراحت کہا کہ جس سے مروی ہے، یعنی ابوحنیفہ سے، وہ ثقہ نہیں ہے۔ [2] ہم بیان کر آئے ہیں کہ مجلس مناظرہ میں امام شافعی کے بالمقابل امام محمد بن حسن نے عاصم سے امام ابوحنیفہ کی روایت کردہ حدیث کو بطور دلیل پیش کیا تو امام شافعی نے طرفین کے تمام اہل علم حاضرین سے پوچھا کہ بھلا عاصم سے یہ حدیث کسی ثقہ ومعتبر راوی نے نقل کی ہے تو سب نے متفقہ طور پر کہا کہ نہیں۔ اس کا واضح مطلب ہے کہ فریقین کے ائمہ نے امام ابوحنیفہ کو متفقہ طور پر غیر ثقہ کہا اور جس کا غیر ثقہ ہونا متفق علیہ ہو اس کی بابت مصنف انوار کا یہ بیان جو تمام مرجیہ رائے پرست حنفیہ کوثریہ دیوبندیہ کا بیان ہے کہ جس کی ثقاہت و عدالت ثابت ہو اس پر کوئی جرح اثر انداز نہیں ہو سکتی کیا معنی رکھتا ہے؟ کیونکہ اس کا مفاد یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کا ثقہ ہونا ثابت نہیں بلکہ غیر ثقہ ہونا اجماعی و اتفاقی بات ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ "لأنه مذموم و حدیثه لا یذکر" یعنی امام کی رائے والی بات مذموم ہیں اور ان کی روایت کردہ احادیث ناقابل ذکر ہیں۔ [3]

انھی وجوہ سے امام بخاری نے ائمہ متقدمین کے اقوال کے پیش نظر کہا: "أبو حنیفة مرجئ سکتوا عن رأیه و عن حدیثه" جس پر مصنف انوار اور ان کا پورا فرقہ چراغ پا ہے مگر اس میں امام بخاری کی کیا غلطی ہے، انھوں نے صرف ائمہ متقدمین کی بات کا خلاصہ ونچوڑ لکھ دیا، امام احمد نے یہ بھی کہا: "أبو حنیفة کان یضعف في الحدیث" وفي روایة "لا یکتب حدیثه" اس طرح کی بات عام اہل علم نے کہی ہے، اگر کسی سے امام ابوحنیفہ کا صدوق کہنا ثابت ہے تو صدوق غیر ثقہ ہونے کے منافی نہیں مگر بعض ائمہ نے تو صدوق کی بھی نفی کی ہے لیکن ہمارے نزدیک غیر صدوق کا مطلب یہاں غلطی وخطا والی روایت ہے جو خلاف واقع ہو، کسی بھی امام فن سے خواہ کبیر ہو یا صغیر امام موصوف کی توثیق بلا معارضہ ثابت نہیں اس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

مصنف انوار اور ان کے فرقہ والے سچے ہوں تو حافظ ابن حجر نے صحیحین کے رواۃ کے طرف سے جو طریقِ دفاع اختیار کیا ہے اسی طریق پر امام ابوحنیفہ کا ثقہ ہونا ثابت کر دیں۔

اختلافِ عقائد کی بنا پر تجریح:

اختلاف عقائد کی بنا پر جرح اسی وقت غیر مؤثر مانی جاتی ہے کہ عقیدۂ بدعیہ ساقطِ عدالت نہ ہو، حافظ ابن حبان نے اجماعِ امت نقل کیا ہے کہ مبلغ بدعات غیر ثقہ ہے، مصنف انوار اور ان کے فرقہ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ تمام ائمہ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے دست نگر تھے

[1] الضعفاء للعقیلي (٤/ ٢٨٤) و عام کتب رجال)　　[2] الضعفاء للعقیلي (٤/ ٢٨٤، ٢٨٥) و عام کتب رجال.

[3] الضعفاء للعقیلي (٤/ ٢٨٥) وعام کتب رجال.

جبکہ اہل علم نے انھیں فقیہ ہی نہیں تسلیم کیا؟ جس کسی نے ان سے فقہ کی کوئی تعریف کی اس سے مراد اس کی رائے ہے اور ان کی رائے بمعنی فقہ کی مذمت تمام اہل علم نے کی ہے۔ فرقۂ جہمیہ و مرجیہ رائے پرست کے علاوہ کسی نے بھی فقہ ابی حنیفہ پر اعتماد نہیں کیا۔

صحیحین کے رواۃ پر دعوئ تجریح اوہام انوری ہیں:

صحیحین میں کل پچاس اوہام کا جو ذکر مصنف انوار نے اپنے امام العصر سے نقل کیا ہے وہ در اصل اکاذیب انوری ہیں، ان مذعومہ اوہام میں سے بطور نمونہ نو کا ذکر مصنف انوار نے کیا ہے، ان کا حال ملاحظہ ہو۔

۱۔ مصنف انوار نے کہا: ''شبابہ بن سوار مدینی کی بابت امام احمد نے کہا کہ ارجاء کے سبب میں نے ان سے روایت چھوڑ دی، امام بن مدینی نے بھی کہا کہ یہ عقیدۂ ارجاء رکھتے تھے۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار اکاذیب پرست ہیں، انھوں نے اپنے اکاذیب اپنے شیخ انور کی طرف بھی منسوب کر دیے جیسا کہ بقول ابی حنیفہ تلامذۂ ابی حنیفہ نے ابوحنیفہ کی طرف بڑے پیمانے پر اکاذیب منسوب کیے، شبابہ بن سوار کی بابت حافظ ابن حجر نے جواب دہی کی ہے، اس میں امام ابوزرعہ رازی سے نقل کیا: ''رجع عن الإرجاء'' انھوں نے ارجاء سے رجوع وتوبہ کر لی۔[2] مصنف انوار نے حافظ کی اس بات کو اشارۃ بھی ظاہر نہیں ہونے دیا اور یہ تحریف وتلبیس وفریب ومکر وعیاری و بد دیانتی وخیانت وشیطنت و یہودیت والی بدترین چال بازی ہے، نیز حافظ ابن حجر نے کہا کہ انھیں امام ابن معین، ابن مدینی، ابن سعد، ابوزرعہ، عثمان بن ابی شیبہ وغیرہم نے ثقہ کہا، ان کی توثیق خود امام احمد وابن عدی و عام اہل علم نے کی۔[3] ان ساری باتوں کا ذکر نہ کر کے مصنف انوار نے حقیقت امر کو چھپایا، کیا اس پر ﴿يكتمون الحق﴾ والا قرآنی فقرہ جو یہود کے لیے خاص ہے منطبق نہیں ہوتا؟ مصنف انوار نے مرجیانہ و دیوبندی چال بازی کی حد کر دی اور اپنے شیخ انور کی طرف ان یہودیانہ چالبازیوں کو منسوب کر کے ان کی مٹی بھی پلید کی۔

۲۔ مصنف انوار نے کہا:

''عبدالحمید بن عبدالرحمان ابو یحییٰ اعمانی (صحیح لفظ حمانی ہے) کوفی من شیوخ البخاری، ابوداود نے فرمایا کہ کئی قسم کے مرجی تھے لیکن بخاری نے ''باب حسن الصوت بالقراءة'' میں حدیث ان سے موجود ہے۔''[4]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار کی یہ کون سی خانہ ساز اردو ہے: ''بخاری نے باب الصلاۃ علی النفساء میں حدیث ان سے موجود ہے۔'' موصوف کذب بیانی اور اکاذیب پرستی کے باعث صحیح زبان لکھنے بولنے سے بھی محروم ہو چکے ہیں۔ حافظ نے کہا کہ ابن معین نے انھیں ثقہ ''لا یعقل'' کہا۔ اور ''لا یعقل'' در اصل اس راوی کے لیے کوئی جرح نہیں جو ثقہ ہو، انھیں امام نسائی نے ایک قول میں ثقہ دوسرے میں ''لیس بالقوي'' کہا۔ اور توثیق صریح کے بالمقابل ''لیس بالقوي'' جرح غیر مفسر ہے، اس لیے کالعدم ہے، اسی طرح ابن سعد و احمد وعجلی نے انھیں ''ضعیف'' کہا جو توثیق ثابت کے بالمقابل جرح مبہم ہے، انھیں امام ابن قانع حنفی نے ثقہ کہا، امام ابن حبان نے بھی انھیں ثقات میں شمار کیا ہے۔[5] کئی طرح کے مرجی امام ابو داود نے

---

[1] مقدمه انوار (۱/ ٤٠)　[2] مقدمه فتح الباري (ص: ٤٩)　[3] مقدمه فتح الباري (ص: ٤٠٩)
[4] مقدمه انوار (۲/ ٤١)　[5] تهذيب التهذيب ترجمة عبدالحميد بن عبدالرحمان حماني.

انھیں کہاں۔ یہ مصنف انوار کا جھوٹ ہے، مرجی بھلا کتنے قسم کے ہوتے ہیں؟ مصنف انوار اور ان کی پارٹی مرجی ہے، ان میں اور ان کی پارٹی میں کتنی قسم کی مرجیت پائی جا رہی ہے؟ پھر ان کی صرف ایک حدیث امام بخاری نے فضائل قرآن میں لی جس کے بعض شواہد صحیح مسلم میں بھی ہیں، ان شواہد کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی یہ ایک روایت امام بخاری نے نقل کر دی ہے، اسے اوہام بخاری میں شمار کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟

تمیزے ندارد کمندہوا　　　الٹنے کو روٹی الٹ دی توا

۳۔ عمر بن خدا ہمدانی مصنف انوار نے ان کی بابت کہا:

''ان کو بھی صدوق وثقہ لیکن ارجاء کے خاص طور سے قائل تھے لیکن بخاری میں "باب إذا دعي الرجل فجاء فهل يستأذن" میں حدیث کے راوی ہیں۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار کی یہ اردو بھی عجوبہ روز گار ہے اور بھلا عمر بن خدا ہمدانی کو صحیح بخاری یا کسی بھی کتاب حدیث کے راوی کس ماہر رواۃ نے بتلایا ہے؟ مصنف انوار میں نہ بات بولنے کی تمیز نہ علم وتحقیق سے ذرہ برابر لگاؤ اور بیٹھ گئے رد صحیح بخاری لکھنے! ہم بہرحال اس نام کے راوی پر واقف نہیں ہو سکے اور جب تک مصنف انوار نہ بتلا دیں ہم اس سلسلے میں کیا کہیں؟ البتہ یہ معلوم ہے کہ مصنف انوار پرستار اکاذیب وتلبیس وتدلیس کار نہایت عیار ومکار اور معاند حدیث واہل حدیث وائمہ حدیث خصوصاً معاند صحیح بخاری ومعاند امام بخاری ہیں، ہمارے خیال سے یہ عمر ہمدانی ہیں جو امام ابوحنیفہ کے استاذ تھے، انھیں جیسے مرجیہ کے زیر اثر امام ابوحنیفہ بھی مرجی تھے، فرق یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ میں ارجاء جہم کے ساتھ پایا جاتا تھا اور وہ غیر ثقہ بھی تھے اور کئی وجوہ سے محدثین اور حکمراں طبقہ وعوام وخواص کی نظر میں مبغوض وغیر ثقہ وغیر معتبر تھے، ان کے پاس حدیث کا علم بھی نہیں تھا۔ عمر بن ذر کو امام یحییٰ بن سعد قطان، عجلی، یعقوب بن سفیان، ابن خراش، ابو حاتم رازی، ابن معین ونسائی وغیرہ نے ثقہ وصدوق کہا، کسی نے ان پر تجریح نہیں کی، یہ جس ارجاء کے پیرو تھے وہ معمولی درجہ کا تھا۔[2] ثقہ وصدوق راوی خواہ وہ بدعت پرست ہو مگر اس کی بدعت درجۂ کفر تک نہ پہنچے نہ وہ داعی ہو تو وہ قابل حجت ہے، اس سے مصنف انوار پر کون سی آفت آ رہی ہے؟ کیا ثقہ وصدوق وغیر قادح جرح سے مجروح راوی کی روایت نقل کرنا اوہام میں داخل ہے؟ یہ آخر کس قسم کے آسیبوں کا تسلط مصنف انوار اور ان کے ہم مزاج لوگوں کے سر پر مسلط ہو گیا ہے؟

۴۔ مصنف انوار نے عمرو بن مرہ جملی کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

''ابو حاتم نے کہا ثقہ تھے مگر ارجائی عقیدہ رکھتے تھے۔ پھر بھی بخاری میں حدیث "متى الساعة ؟ باب علامة الحب في الله" میں روایت ہے۔''[3]

ہم کہتے ہیں کہ عمرو بن مرہ جملی ثقہ تھے ان پر تجریح قادح ثابت نہیں، پھر مصنف انوار کے فرقہ کو ان کی حدیث کو امام بخاری کے نقل کرنے پر کیوں دردسر ہو رہا ہے؟ کیا ثقہ وغیر مجروح راوی کی روایت نقل کرنے کو اوہام میں شمار کیا جاتا ہے؟ یہ

[1] مقدمه انوار (۲/ ۴۱)
[2] مقدمه فتح الباري (ص: ۴۳۰) وسير أعلام النبلاء (۶/ ۳۸۵ تا ۳۹۰) و تهذيب التهذيب (۷/ ۳۹۰ و ۳۹۱)
[3] مقدمه انوار (۲/ ۴۱)

آخر مصنف انوار اور ان کی پارٹی والوں خصوصاً ان کے ''امام العصر'' کے دفاع پر کس طرح کے اور بھوت پریت وشیطان سوار ہیں؟

۵۔ ورقاء بن عمر۔ مصنف انوار نے ان کی بابت فرمایا:

''ابو داود نے فرمایا کہ ورقاء صاحب سنت تھے مگر ان میں ارجاء تھا، بخاری باب سقوط قملہ علی وجہ کعب بن عجرہ میں ان سے حدیث مروی ہے۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ ورقاء کی عام اہل علم نے توثیق کی ہے، کوئی بھی مفسر جرح قادح ان پر ثابت نہیں، ان کے بارے میں صرف مشہور تھا کہ مرجی ہیں ورنہ وہ اہل سنت یعنی اہلحدیث تھے، امام احمد نے انھیں اہل حدیث کہا تو کسی نے کہا کہ ان میں ارجاء پایا جاتا تھا، امام احمد نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔[2] جب امام احمد انھیں اہل حدیث جانتے تھے اور ان پر لگائے گئے اتہام ارجاء کی بابت ''لا أدري'' کہتے تھے، اور سنی ومرجی دو متضاد باتیں ہیں تو ان پر اتہامِ ارجاء قطعاً غلط ہے، ان کا ثقہ ہونا متحقق ہے، پھر ثقہ سنی راوی کی روایت صحیح بخاری میں منقول ہونے سے مصنف انوار اور ان کے فرقہ والوں کے سر میں دردسر ہونے کا مطلب کیا ہے؟

۶۔ بشر بن محمد سختیانی۔ ۷۔ سالم بن عجلان۔

۸۔ شعیب بن اسحاق۔ ۹۔ خلاد بن یحییٰ وغیرہ۔

ان چاروں حضرات کے بارے میں مصنف انوار نے الگ الگ کچھ نہیں کہا بلکہ اکٹھا ہی یہ کہا:

''ایسے رواۃ اکثر ہیں جو ارجاء سے متہم ہوئے اور امام احمد وغیرہ نے ان سے روایت نہ کی، جس سے معلوم ہوتا ہے ان میں ارجاء بدعت ہوگا ورنہ ارجاء سنت معیوب نہ تھا، نہ اس کے ساتھ کسی راوی کے متہم ہونے کی وجہ سے اس سے ترک روایت کی جاتی تھی، اسی لیے امام صاحب وغیرہ کو اس زمانہ کے بڑے لوگوں میں سے کسی نے مرجی نہ کہا کہ اس لیے روایت نہ کی گئی، بعد کے لوگوں نے ارجا کے عام ومشترک معنی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو مشکوک بنانے کی سعی کی ہے۔''[3]

ہم کہتے ہیں کہ اسلام سے خارج کرنے والی بدعت اگر راوی میں نہ پائی جائے تو ثقہ وصدوق غیر داعی بدعتی راوی کے حجت ہونے میں اہل سنت ائمہ کے درمیان اتفاق ہے، بشر بن محمد سختیانی کو مقدمہ فتح الباری میں ان مجروح رواۃ میں نہیں شمار کیا گیا جن کی طرف سے حافظ ابن حجر نے دفاع کیا ہے، ہمارے پاس مقدمہ فتح الباری میں بہرحال ان کا ذکر نہیں ہے اور ان پر کسی طرح کی تجریح ثابت نہیں ہے، یہ ثقہ ہیں، معلوم نہیں مصنف انوار نے کس خوشی میں اس ضمن میں ان کا نام بھی گنایا ہے جبکہ ان پر کوئی جرح نہیں؟ رہا جہاں انھیں مرجی کہا گیا تو محض مرجی ہونا غیر ثقہ ہونے کو مستلزم نہیں جب تک کہ وہ بہت غالی اور داعی نہ ہو، بشر بن محمد کا غالی وداعی مرجی ہونا مذکور نہیں۔

سالم بن عجلان افطس کا غالی مرجی ہونا ثابت نہیں، البتہ وہ مرجی داعی تھے تو غیر غالی داعی مرجی کی روایت بالاتفاق معتبر ہے جبکہ وہ ثقہ ہو اور اس میں کوئی دوسری تجریح قادح نہ ہو، ان میں کوئی تجریح قادح نہیں، امام ابن معین، احمد، عجلی، ابن سعد، نسائی وغیرہ نے انھیں ثقہ کہا، ابو حاتم رازی نے ''صدوق في الحديث'' کہا، بایں ہمہ صحیح بخاری میں ان کی صرف دو ایسی

---

❶ مقدمه انوار (۲/ ٤١) ❷ تهذيب التهذيب و سير أعلام النبلاء و مقدمة فتح الباري ترجمة ورقاء.

❸ مقدمه انوار (۲/ ٤١)

احادیث ہیں جن کے لیے شواہد ہیں، پھر مصنف انوار اور ان کی پارٹی والوں اور ان کے ائمہ العصر کے سر میں کیوں درد ہو رہا ہے؟[1]

شعیب بن اسحاق بن عبدالرحمان دمشقی صحیحین کے متفق علیہ راوی ہیں، ان کا ثقہ ہونا محقق ہے، مرجی ہیں مگر غالی داعی نہیں، ان پر کوئی جرح ثابت نہیں ہے۔[2] ان کا ذکر مقدمہ فتح الباری میں ہم دیکھ رہے ہیں، خلاد بن یحییٰ بن صفوان سلمی کوفی کو عام اہل علم نے ثقہ وصدوق کہا اور ان پر کوئی جرح قادح نہیں، عام اہل علم نے ان کی توثیق کی ہے۔ ان حضرات کو مصنف انوار نے ارجاءِ سنت والا مرجی کہا، حالانکہ خوارج ومعتزلہ اور اس نوع کے فرقے اہل سنت والے مرجی کہتے ہیں، وہ مرجی ہیں، البتہ یہ غالی داعی نہیں اور روایت میں محتاط وثقہ ہیں، مرجیہ اہل سنت والی اصطلاح اصل میں مصنف انوار اور ان کی پارٹی نے اس لیے اختیار کی ہے کہ ان کے ائمہ کرام مثلاً امام ابوحنیفہ وغیرہ اہل سنت کے مصطلح اہل ارجاء میں شمار ہونے لگیں مگر اس طرح کی عیاری وفریب کاری ومکاری سے یہ قوم اپنے مقاصد فاسدہ میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔

مصنف انوار کی یہ کذب بیانی بہت واضح ہے کہ امام ابوحنیفہ وغیرہ کو کسی نے اس زمانہ کے بڑوں میں سے مرجی نہیں کہا۔ گزشتہ صفحات میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

ایضاح:

صحیح بخاری کی بابت جو یہ منقول ہے کہ امام بخاری نے اس میں کسی مرجی اور جہمی کی روایت نقل نہیں کی نہ کسی ایسے راوی سے روایت نقل کی جو ایمان کو قول وعمل سے مرکب نہ مانتا ہو اور اس میں کمی بیشی کا معتقد نہ ہو۔ تو اس کا مفاد صرف اس قدر ہے کہ امام بخاری نے اپنے جن اساتذہ وشیوخ سے براہ راست بلا واسطہ روایت کردہ احادیث اپنی صحیح میں داخل کی ہیں ان کے وہ اساتذہ وشیوخ غیر مرجی وغیر بدعتی خالص سنی العقیدہ والمذہب تھے ورنہ اساتذۂ بخاری سے اوپر کے رواۃ کے بارے میں یہ التزام نہیں ہے، صرف یہ التزام ہے کہ روایتِ حدیث میں وہ صحیح الحدیث ومعتبر ہوں، ان کا ایسا صحیح الحدیث ومعتبر ہونا بھی ضروری نہیں کہ ان کے صحیح الحدیث ومعتبر ہونے میں کسی کا اختلاف نہ ہو، بطور راجح واعدل الاقوال وہ صحیح الحدیث ہوں، خواہ ان کے صحیح الحدیث قرار پانے کے لیے مقرون ومتابع وشاہد ہونے کی ضرورت ہو اور یہ شروط ان میں موجود ہوں، یہ بات صحیح بخاری کے رواۃ کے استقرائے تام سے بطور خلاصہ حاصل ہوتی ہے اور صاحب سیرۃ بخاری عبدالسلام مبارکپوری نے بدلائل واضحہ اسی کی صراحت کی ہے۔[3]

صحیح بخاری میں شیوخ بخاری کی تعداد:

امام بخاری نے ''جامع صحیح'' میں براہِ راست جن اساتذہ کی روایت کردہ احادیث نقل کی ہیں ان کی تعداد ہماری دانست کے مطابق صرف تین سو پینسٹھ ہے، جس کی فہرست درج ذیل ہے:

(۱) محمد بن المثنی (۲) محمد بن سلام بن الفرج السلمي البيكندي (۳) محمد بن عبيدالله أبو ثابت المدني (٤)محمد بن عرعره بن البرند السامي (٥) محمد بن فضل أبو النعمان السدوسي

---

[1] مقدمه فتح الباري (ص: ٤٠٤) و تهذيب التهذيب (٣/ ٣٨٢)

[2] مقدمه فتح الباري (ص: ٤٠٤) وتهذيب التهذيب (٤/ ٣٠٤، ٣٠٥)

[3] سيرت امام بخاري اردو ايڈيشن (ص: ١٤٠)

(٦) محمدبن سنان الباهلي البصري (٧) محمد بن يوسف الفريابي (٨) محمد بن مقاتل أبو الحسن المروزي (٩) محمد بن بشارعنبري بندار (١٠) محمد بن غرير الزهري (١١) محمد بن العلاء أبو كريب همداني (١٢) محمد بن كثير العبدي (١٣) محمد بن عبد الرحيم أبو يحيىٰ صاعقة البزاز (١٤) محمد بن محبوب بناني بصري (١٥)محمد بن أبي بكر المقدمي (١٦)محمد بن حاتم بن بزيع بصري (١٧)محمد بن مهران الجمال الرازي (١٨)محمد بن أبان بن وزير بلخى حمدويه (١٩)محمد بن معلى بن عبدالكريم (٢٠) محمد بن عبدالله بن حوشب الطائفي (٢١)محمدبن الصباح دولابي (٢٢)محمد بن مسكين بن نميله (٢٣) محمد بن معمر (٢٤)محمد بن عقبه شيباني كوفي (٢٥)محمد بن عبد اللّٰه بن نمير (٢٦) محمد بن عبد اللّٰه الأنصاري (٢٧) محمد بن جعفر سختياني (٢٨)محمد بن حرب بن حرمان (٢٩) محمد بن عبيد بن ميمون مدني (٣٠) محمد بن خالد الأنصاري (٣١) محمد بن أبي يعقوب كرماني (٣٢) محمد بن عمر السواق البلخي (٣٣) محمد بن عبد اللّٰه بن المثنى بن عبد اللّٰه بن أنس بن مالك الأنصاري (٣٤)محمد بن أبان بن عمران بن زياد بن ناصح واسطي طحان (٣٥)محمد بن عمروبن عباده بن جبلة العتكي البصري (٣٦)محمد بن عمرو بن بكر بن سالم أبو غسان الرازي الطيالسي (٣٧)محمد بن عبيدالله بن يزيد بغدادى نيادى (٣٨)محمد بن رافع بن أبي زيد سابور قشيرى نيساپورى (٣٩) محمد بن سابق تميمى فارسى بغدادى البزار (٤٠) محمد بن سعيد بن سليمان الأصبهاني حمدان (٤١)محمدبن سعيد بن الوليد الخزاعي يقال له مردويه (٤٢) محمد بن حسين بن إبراهيم بن الحر بن زعلان بن إشكاب العامر البغدادي أبو جعفر (٤٣)محمد بن حسن بن هلال ابن أبي زينب فيروز أبو جعفر البصري لقبه محبوب (٤٤) محمد بن عباد بن زبرقان مكي ساكن كوفه (٤٥) محمد بن هشام بن عيسى بن سليمان أبو عبد الله الطالقاني المروزي القصير (٤٦) محمد بن هلال بن رواد الكناني أبو القاسم الشامي (٤٧)محمد بن الوليد بن عبدالحميد القرشي البصري العامري الملقب بحمدان (٤٨)محمد بن وهب بن عطية سلمي دمشقي (٤٩) محمد بن عبد العزيز بن أبي رزمة غزوان يشكرى المروزي (٥٠) محمد بن عبدالعزيز بن محمد بن العمري أبو عبد اللّٰه الرملي المعروف بابن الواسطي (٥١) محمد بن نضر بن عبدالوهاب النيسابوري (٥٢)محمد بن عبد اللّٰه بن محمد بن عبدالملك بن مسلم الرقاشي أبو عبد اللّٰه البصري (٥٣)محمد بن عبد اللّٰه الذهلي (٥٤) محمد بن عبدالله بن المبارك القرشي المخرمي أبو جعفر بغدادي قاضي حلوان (٥٥) محمد بن عبدالله بن إسماعيل بن أبي الثلج أبو بكر بغدادي (٥٦) محمد بن موسى بن عمران القطان أبو جعفر واسطى (٥٧)محمد بن منهال التميمى

المجاشعی أبو جعفر الضرير (٥٨)محمد بن حكم بن سالم المروزي أبو عبد الله الأحول (٥٩) محمد بن عباده واسطي (٦٠)محمد بن أبي غالب القومسی أبو عبد اللّٰه الطيالسي نزيل بغداد (٦١) محمد بن عيسى بن نجيح البغدادي أبو جعفر بن الطباع (٦٢)محمد بن عثمان بن كرامة أبو جعفر عجلي كوفي (٦٣)محمد بن الصلت أبو جعفر أسدي (٦٤)محمد بن الصلت أبو يعلی التوزي (٦٥)أحمد بن عبدالله بن علي بن سويد بن منجوف أبو بكر المنجوفي السدوسي البصري (٦٦) أحمد بن عبد الملك بن واقد بن يحيیٰ حراني أسدي (٦٧)أحمد بن محمد بن الوليد أبو محمد الأزرقي المكي (٦٨)أحمد بن عبد الله بن يونس التميمی اليربوعي الكوفي، و قد تنسب إلى جده، المولود سنة ١٢٣٣ و المتوفى سنة ٢٢٧ھ (٦٩)أحمد بن عبد الله بن أيوب الحنفي أبو الوليد بن أبي رجاء الهروي (٧٠)أحمد بن عاصم أبو محمد البلخي (٧١)أحمد بن الصباح النهشيلی ابو جعفر بن أبي سريج الرازي المقرئ (٧٣)أحمد بن أبي الطيب سليمان البغدادي أبو سليمان المعروف بالمروزي (٧٤)أحمد بن صالح مصري أبو جعفر المعروف بابن الطبري (٧٥)أحمد بن شعيب بن سعيد الحبطی أبو عبد اللّٰه البصري (٧٦)أحمدبن سنان بن أسد ابن حبان القطان أبو جعفر الواسطي (٧٧)أحمد بن سعيد بن صخر الدارمي السرخسي النيساپوري أبو جعفر (٧٨)أحمد بن حميد الطريثيثي أبو الحسن (٨٠) أحمد بن حفص بن عبدالله بن راشد السلمي أبو علي بن أبي عمرو النيشابوري (٨١) أحمد بن الحسن بن جنيدب أبو الحسن الترمذي (٨٢) أحمد بن الحجاج البكري الذهلي الشيباني أبو العباس المروزي (٨٣)أحمد بن أبي بكر القاسم بن الحارث بن زراره بن مصعب بن عبدالرحمان بن عوف أبو مصعب الزهري المدني (٨٤)أحمد بن معمر الحضرمي أبو عبد اللّٰه الصغار الكوفي (٨٥)أحمد بن إسحاق حصين بن جابر السلمي أبو إسحاق السرماري (٨٦)أحمد بن عبيد اللّٰه بن سهيل بن صخر الفداني أبوعبد اللّٰه البصري (٨٧)أحمد بن عثمان بن حكيم الأودي أبو عبدالله الكوفي (٨٨) أحمد بن عمر حميری أبو جعفر البغدادي المخرمي البزار السمسار المعروف بحمدان (٨٩) أحمد بن عيسى بن حسان المصري أبو عبد اللّٰه العسكري (٩٠) أحمد بن محمد بن ثابت بن عثمان بن مسعود بن يزيد الخزاعي أبو الحسن بن شبويه المروزي (٩١)أحمد بن محمد بن موسى المروزي أبو العباس السمسار المعروف بمردويه و ربما ينسب إلى جده (٩٣) أحمد بن محمد بن الوليد بن عقبة بن الأزرق بن عمرو بن الحارث بن شمر الغساني أبو الوليد (٩٤) أحمد بن مقدام بن سليمان بن الأشعث بن أسلم أبو الأشعث البصري (٩٥) أحمد بن النصر بن عبدالوهاب النيشابوري أبو الفضل (٩٦) أحمد بن يعقوب المسعودي أبو يعقوب (٩٧)أحمد عن ابن محمد (٩٨)أحمد عن محمد بن أبي

بكر مقدمي (٩٩)إبراهيم بن الحارث ابن إسماعيل البغدادي أبو إسحاق (١٠٠)إبراهيم بن حمزه بن محمد بن حمزه بن مصعب بن عبدالله بن الزبير العوام المدني أبو إسحاق (١٠١)إبراهيم بن عمر بن مطرف الهاشمي أبو عمرو (١٠٢)إبراهيم بن المنذر بن عبد الله بن المنذر بن المغيره حزامی أبو إسحاق (١٠٣)إبراهيم بن موسى بن يزيد بن زاذان التميمي أبو إسحاق الرازي الفراء المعروف بالصغير (١٠٤)إدريس الصنعاني (١٠٥) آدم بن أبي إياس (١٠٦)أزهر بن جميل بن جناح هاشمي أبو محمد بصري شطي (١٠٧)إسحاق بن إبراهيم بن عبدالرحمان بن منيع البغوى أبو يعقوب (١٠٨)إسحاق بن إبراهيم بن العلاء أبو يعقوب زبيدي (١٠٩)إسحاق بن إبراهيم بن محمد الصواف الباهلي أبو يعقوب البصري (١١٠)إسحاق بن إبراهيم بن مخلد بن إبراهيم بن مطر أبو يعقوب الحنظلي المعروف بابن راهويه المروزي (١١١)إسحاق بن إبراهيم بن نصر البخاري أبو إبراهيم المعروف بالسعدي (١١٢)إسحاق بن إبراهيم بن يزيد أبو النضر الدمشقي الفراديسي مولى عمر بن عبدالعزيز المتوفى ٢٢٧هـ (١١٣) إسحاق بن جبرئيل البغدادي (١١٤) إسحاق بن سليمان بن أبي سليمان الشيباني (١١٥)إسحاق بن شاهين بن الحارث الواسطي أبو بشر (١١٦)إسحاق بن أبي عيسى (١١٧) إسحاق بن محمد بن إسماعيل بن عبد اللّٰه بن أبي فروه فروي مدني أموي (١١٨) إسحاق بن منصور بن بهرام الكوسج أبو يعقوب التميمي المروزي نزيل نيشابورى (١١٩) إسحاق بن وهب بن زياد علاف أبو يعقوب واسطي (١٢٠) إسحاق بن يزيد الخراساني (١٢١)إسحاق غير منسوب (١٢٢) أسد بن موسى بن إبراهيم بن الوليد بن عبد الملك بن مروان أموي (١٢٣) إسماعيل بن أبان الوراق الأزدى أبو إسحاق الكوفى (١٢٤) إسماعيل بن إبراهيم بن معمر بن الحسن الهذلي أبو معمر القطيعي الهروي (١٢٥)إسماعيل بن خليل الخزاز أبو عبد اللّٰه الكوفي (١٢٦)إسماعيل بن عبد اللّٰه بن عبد اللّٰه بن أويس بن مالك بن أبي عامر الأصبحي (١٢٧) أسيد بن زيد بن نجيح الجمال الهاشمي الكوفي (١٢٨) أصبغ بن الفرج بن سعيد بن نافع أموى مصري (١٢٩) أميه بن بسطام بن المنتشر العيشي أبو بكر البصري (١٣٠) أيوب بن سليمان بن بلال التميمي المدني أبو يحيىٰ (١٣١)بدل بن المبحر بن منبه التميمي اليربوعي أبو المنير البصري (١٣٢) بشر بن الحكم بن حبيب بن مهران العبدي النيشابوري (١٣٤)بشر بن خالد العسكري أبو محمد الفرائضي نزيل البصرة (١٣٥)بشر بن شعيب بن أبي حمزه دينار القرشي الحمصي (١٣٦)بشر بن عبيس بن مرحوم بن عبدالعزيز بن مهران العطار البصري (١٣٧) بشربن محمد السختياني أبو محمد المروزي (١٣٨)بكر بن خلف بصري البخاري أبو محمد العائذ (١٤١)ثابت بن محمد العابد أبو محمد شيباني (١٤٢)جمعه بن عبد اللّٰه

بن زياد بن شداد سلمي أبو بكر بلخي (١٤٣)جنادة بن محمد المري مفتي دمشق (١٤٤)حامد بن عمربن حفص بن عمربن عبيد الله بن أبي بكرة الثقفي البكراوي أبو عبد الرحمان البصري قاضى كرمان نزيل نيشابور (١٤٥)حبان موسى بن سوار السلمي أبو محمد المروزي الكشميهني (١٤٦)حجاج بن منهال الأنماطي أبو محمد السلمي البصري (١٤٧)حرمي بن حفص بن عمر العتكي القسملي أبو على البصري (١٤٨)حسان بن حسان البصري أبو علي بن أبي عباد نزيل مكة (١٤٩) حسان بن عبدالله بن سهل الكندي الواسطي أبو على ساكن مصر (١٥٠)حسن بن إسحاق بن زياد الليثي أبو علي المروزي حسنويه (١٥١) حسن بن بشر بن مسلم بن المسيب الهمداني البجلي أبو علي الكوفي (١٥٢)حسن بن خلف بن شاذان بن زياده أبو علي البزار (١٥٣)حسن بن الربيع بن سليمان البجلي القسري أبو علي الكوفي البوراني (١٥٤)حسن بن شجاع بن رجاء البلخي أبو علي الحافظ (١٥٥)حسن بن الصباح البزار أبو على الواسطي البغدادي (١٥٦)حسن بن عبد العزيز بن الوزير بن صابي بن مالك بن عامر بن عدي بن حمرش الجذامي الجروي أبو علي المصري نزيل بغداد (١٥٧)حسن بن علي بن محمد الهذلي الخلالي أبو علي نزيل مكة المكرمة (١٥٨)حسن بن عمر بن شقيق بن أسماء الجرمي أبو على البصري (١٥٩) حسن بن محمد بن الصباح الزعفراني أبو علي البغدادي (١٦٠)حسن بن إبراهيم البغدادي الشطوي أبو على الصوفي المعروف بأبي علويه (١٦٢)حسن غير منسوب (١٦٣)حسين بن إبراهيم بن الحر بن زعلان العامري أبو علي البغدادي (١٦٤)حسين بن حريث بن الحسن بن ثابت الخزاعي أبو عماد المروزي (١٦٥)حسين بن عيسى حمران الطاعي أبو على القومسي البسطامي الدامغاني (١٦٦)حسين بن محمد بن زياد بن العبدي النيسابوري أبو علي المعروف القباني (١٦٧)حسين بن منصور بن جعفر بن عبد الله بن زين بن محمد بن برد السلمي أبو علي النيسابوري (١٦٨)حسين بن الوليد القرشي أبو على النيسابوري الملقب بكميل (١٦٩)حسين بن يحيىٰ بن جعفر بن أعين البارقي البخاري البيكندي (١٧٠) حسين غير منسوب (١٧١)حسين بن حسين الأشقر (١٧٢)حفص بن عمر بن الحارث بن سخره الأزدي أبو عمر حوضي بصري (١٧٣)حكم بن موسى بن أبي زهير البغدادى أبو صالح القنطري (١٧٤)حكم بن نافع البهراني أبو اليمان الحمصي (١٧٥)حماد بن حميد الخراساني (١٧٦)حيوة بن شريح بن يزيد الحضرمي أبو العباس الحمصي (١٧٧)خالد بن خلي الكلاعي أبو القاسم الحمصي القاضي (١٧٨)خالد بن مخلد القطواني أبو الهشيم البجلي الكوفي (١٧٩) خالد بن يزيد بن زياد الأسدي الكاهلي أبو الهشيم الطبيب الكحال المقري الكوفي (١٨٠)خطاب بن عثمان الطائي الفوزي أبو عمر الحمصي

(١٨١)خلف بن خالد القرشي أبو المهنار المصري (١٨٢)خليفة بن خياط بن خليفة بن خياط العصفري التميمي (١٨٣)خلاد بن يحيىٰ بن صفوان السلمي أبو محمد الكوفي (١٨٤)داود بن رشيد الهاشمي أبو الفضل خوارزمي (١٨٥) داود بن شبيب الباهلي أبو سليمان البصري (١٨٦)ربيع بن نافع أبو توبه الحلبي طرسوسي (١٨٧)ربيع بن يحيىٰ بن مقسم المزني أبو الفضل البصري الأشناني (١٨٨)رجاء بن السندي النيسابوري أبو محمد إسفرائني (١٨٩)روح بن عبد المؤمن الهذلي أبو الحسن البصري المقري (١٩٠) زكريا بن يحيىٰ بن زكريا بن أبي زائده كوفي (١٩١) زكريا بن يحيىٰ بن صالح بن سليمان بن مطر البلخي أبو يحيىٰ اللؤلؤي (١٩٢)زكريا بن يحيىٰ بن عمر بن حصن بن حميد الطائي أبو السكين الكوفي (١٩٣)زهير بن حرب بن شداد الحرشي أبو خيثمة النسائي (١٩٤) زياد بن أيوب بن زياد البغدادي أبو هاشم (١٩٥)زياد بن يحيىٰ بن زياد بن حسان الحساني أبو الخطاب النكري (١٩٦) زيد بن أخزم الطائي النبهاني أبو طالب البصري (١٩٧)سريج بن النعمان بن مردان الجوهري اللؤلؤي أبو الحسين البغدادي أصله من خراسان (١٩٨)سعد بن حفص الطلحي أبو محمد الكوفي (١٩٩)سعيد بن الحكم بن محمد بن سالم (٢٠٠) سعيد بن داود بن سعيد بن أبي زبير الزنيري أبو عثمان المدني (٢٠١) سعيد بن الربيع الحرشي العامري أبو زيد الهروي البصري (٢٠٢)سعيد بن سليمان الضبي أبو عثمان الواسطي البزار سعدويه (٢٠٣) سعيد بن شرحبيل الكندي الكوفي (٢٠٤) سعيد بن عيسى بن تليد الرعيني القتباني أبوعثمان المصري (٢٠٥)سعيد بن كثير بن عفير بن مسلم بن يزيد بن الأسود الأنصاري أبو عثمان المصري وقد ينسب إلى جده (٢٠٦) سعيد بن محمد بن سعيد الجرمي أبو محمد الكوفي (٢٠٧) سعيد بن مروان بن علي أبو عثمان بغدادي نزيل نيسابور (٢٠٨) سعيد بن النضر البغدادي أبو عثمان آملي (٢٠٩)سعيد بن يحيىٰ بن سعيد بن أبان بن سعيد بن العاص بن سعيد بن العاص بن أمين أموى أبو عثمان بغدادي (٢١٠)سليمان بن حرب بن بجيل الأزدي (٢١١)سليمان بن داود العتكى أبو الربيع الزهراني البصري (٢١٢)سليمان بن عبدالرحمن بن عيسى بن ميمون الدمشقي أبو أيوب خولاني (٢١٣)سهل بن بكار بن بشر الدارمي أبو بشر البصري (٢١٤)سيدان بن مضارب الباهلي أبو محمد البصري (٢١٥) شجاع بن الوليد أبو الليث البخاري المؤدب (٢١٦)شهاب بن عباد العبدى أبو عمر الكوفي (٢١٧)صدقه بن الفضل أبو الفضل الحافظ المروزي (٢١٨)صلت بن عبد بن عبدالرحمان بن أبي المغيرة البصري أبو همام الخاركي (٢١٩) ضحاك بن مخلد بن الضحاك بن مسلم أبو عاصم النبيل (٢٢٠) طلق بن غنام بن طلق بن معاوية النخعي أبو محمد الكوفي (٢٢١)عاصم بن على بن عاصم بن صهيب الواسطي أبو الحسين

(٢٢٢)عباده بن يعقوب الرواجني الأسدي أبو سعيد الكوفي (٢٢٣)عباس بن الحسين القنطري أبو الفضل البغدادي (٢٢٤)عباس بن عبد العظيم بن إسماعيل بن توبة العنبري أبو الفضل البصري الباهلي (٢٢٦)عبد الله بن أبي القاضى الخوارزمي (٢٢٧)عبد الله بن براد بن يوسف بن أبي برده بن أبي موسى الأشعرى أبو عامر الكوفي (٢٢٨)عبد الله بن حماد بن أيوب بن موسى الأملي الأموي (٢٢٩)عبد الله بن رجاء بن عمر الفداني البصري (٢٣٠) عبد الله بن الزبير بن عيسى بن عبيد الله بن أسامه بن حميد بن نصر بن الحارث بن أسد بن عبدالعزى أبو بكر الأسدي الحميدي المكي (٢٣١)عبد الله بن سعد بن إبراهيم بن سعد بن إبراهيم بن عبد الرحمان بن عوف الزهري أبو القاسم البغدادي (٢٣٢)عبدالله بن سعيد بن حصين الكندي أبو سعيد الأشج (٢٣٣)عبدالله بن صالح بن محمد بن مسلم الجهني المصري كا تب الليث بن سعد (٢٣٤)عبد الله بن صالح بن مسلم أبو صالح العجلي الكوفي المقري (٢٣٥)عبد الله بن الصباح بن عبد الله الهاشمي العطار البصري المربدي (٢٣٦)عبد الله بن عبدالوهاب الحجبى أبو محمد البصري (٢٣٧)عبدالله بن عثمان بن جبلة بن أبي رواد ميمون الأزدي العتكى أبو عبد الرحمان المروزي عبدان (٢٣٨)عبد الله بن عمرو بن أبي الحجاج ميسرة التميمي المنقري (٢٣٩)عبدالله بن محمد بن أبي شيبة إبراهيم بن عثمان خواستى عبسى أبو بكر الحافظ صاحب المصنف (٢٤٠) عبدالله بن محمد بن أسماء بن مخارق الضبعي أبو عبدالرحمان البصري (٢٤١)عبد الله بن محمد بن أبي الأسود محمد بن الأسود البصري أبو بكر قاضى همدان و قد ينسب إلى جده (٢٤٢)عبد الله بن محمد بن عبد الله بن جعفر اليمان أخنس بن خنيس الجعفي أبو جعفر البخاري الحافظ المعروف بالمسندي (٢٤٣)عبد الله بن مسلمة بن قعنب القعنبي الحارثي أبو عبد الرحمان المدني (٢٤٤) عبدالله بن منير أبو عبدالرحمان المروزي الزاهد الحافظ (٢٤٥)عبد الله بن يزيد العدوي أبو عبدالرحمان المقري (٢٤٦) عبد الله بن يوسف التنيسي أبو محمد كلاعي مصري (٢٤٧) عبدالله بن حماد بن نصر الباهلي البصري أبو يحيىٰ المعروف بالنرسي (٢٤٨)عبد الأعلى بن مسهر بن عبد الأعلى بن مسلم الغساني أبو مسهر الدمشقي (٢٤٩) عبدالرحمان بن إبراهيم بن عمرو بن ميمون القرشي الأموى أبو سعيد الدمشقي القاضي المعروف بدحيم (٢٥٠) عبدالرحمان بن بشر بن حكم بن حبيب بن مهران العبدي أبو محمد النيسابورى (٢٥١) عبدالرحمان بن حماد بن شعيب الشعشي أبو سلمة العنبري (٢٥٢)عبد الرحمان بن عبد الملك بن شيبه الحزامي المدني أبو بكر (٢٥٣)عبد الرحمان بن المبارك بن عبد الله العيشي الطفاوي البصري (٢٥٤)عبد الرحمان بن يحيىٰ بن إسماعيل بن عبيد الله ابن أبي المهاجر المخزومي أبو محمد الدمشقي (٢٥٥)عبد الرحمان بن

يونس بن هاشم الرومي أبو مسلم المستملي البغدادي (٢٥٦)عبد الرحيم بن عبد الرحمان بن محمد بن زياد المحاربي أبو زياد الكوفي (٢٥٧)عبد السلام بن مطهر بن حسام عبدي أبو ظفر البصري (٢٥٨)عبد العزيز بن عبد الله بن يحيىٰ بن عمرو بن أويس بن سعد بن أبي السرح العامري القرشي القاسم المدني (٢٥٩)عبد الغفار بن داود بن مهران بن البكري أبو صالح الحراني (٢٦٠)عبد القدوس بن الحجاج الخولاني البصري (٢٦٢)عبد المتعال بن طالب بن إبراهيم الأنصاري (٢٦٣) عبدة بن عبد الله بن عبدة الخزاعي الصفار أبو سهل البصري (٢٦٤)عبيد الله بن سعد بن إبراهيم بن إبراهيم بن عبد الرحمان بن عوف الزهري أبو الفضل البغدادي نزيل سامراء (٢٦٥)عبيد الله بن سعيد بن يحيىٰ بن برد يشكري أبو قدامه السرخسي نزيل نيسابور (٢٦٦)عبيد الله بن عمرو بن ميسره الجشمي القواريرى أبو سعيد البصري (٢٦٧)عبيد الله بن معاذ بن نصر بن حسان بن الحر بن مالك بن الخشخاش العنبري أبو عمرو البصري (٢٦٨)عبيد الله بن موسى بن أبي المختار باذام العبسي الكوفي أبو محمد (٢٦٩)عبيد بن إسماعيل القرشي الهباري أبو محمد الكوفي (٢٧٠)عثمان بن صالح بن صفوان السهمي أبو يحيىٰ المصري (٢٧١)عثمان بن محمد إبراهيم بن عثمان موسى العبسي أبو الحسن بن أبي شيبة صاحب المسند والتفسير (٢٧٢)عثمان بن الهيثم بن جهم بن عيسى بن حسان بن المنذر الأشج العصري الأزدي أبو عمرو البصري (٢٧٣)عصام بن خالد الحضرمي أبو إسحاق الحمصي (٢٧٤)عفان بن مسلم بن عبد الله الصفار أبو عثمان البصري (٢٧٥)علي بن إبراهيم الواسطي (٢٧٦)علي بن بحر القطان أبو الحسن البغدادي (٢٧٧)علي بن الجعد بن عبيد الجوهري أبو الحسن البغدادي (٢٧٨)علي بن حجر بن إياس بن مقاتل بن مخادش بن شمرخ بن خالد السعدي أبو الحسن المروزي (٢٧٩)علي بن حسن بن شقيق بن دينار بن مشوب العبدي أبو عبد الرحمان المروزي (٢٨٠)علي بن حفص المروزي أبو الحسن نزيل عسقلان (٢٨١)علي بن الحكم بن ظبيان الأنصاري المروزي (٢٨٢)علي بن سلمة بن عقبة القرشي اللبقي أبو الحسن النيسابوري (٢٨٣)علي بن عبد الله بن إبراهيم البغدادي (٢٨٥)علي بن عبد الله بن جعفر بن نجيح السعدي أبو الحسن البصري المعروف بابن المديني صاحب التصانيف (٢٨٥)علي بن عبد الحميد بن مصعب بن يزيد كوفي (٢٨٦)علي بن عياش بن مسلم الألهافي أبو الحسن الخمصي البكاء (٢٨٧)علي بن مسلم بن سعيد الطوسي أبو الحسن نزيل بغداد (٢٨٨)علي بن أبي هاشم عبيد الله بن طبراخ البغدادي (٢٨٩)علي بن الهيثم البغدادي صاحب الطعام (٢٠٩)علي غير منسوب (٢٩١)عمر بن حفص بن غياث بن طلق بن معاوية النخغي أبو حفص الكوفي (٢٩٢)عمر بن

محمد بن الحسن بن الزبير الأسدي أبو حفص الكوفي المعروف بابن التل (٢٩٣)عمرو بن خالد بن فروخ بن سعيد بن عبد الرحمان بن واقد بن ليث التميمي الحنظلي أبو الحسن الحراني الجزري (٢٩٤)عمرو بن الربيع بن طارق بن قرة بن نهيك بن مجاهد الهلالي أبو حفص الكوفي ثم المصري (٢٩٥)عمرو بن زرارة بن واقد الكلابي أبو محمد بن أبي عمرو النيسابوري المقري (٢٩٦)عمرو بن عاصم بن عبيد الله بن وازع الكلابي القيسي أبو عثمان البصري (٢٩٧)عمرو بن العباس الباهلي أبو عثمان البصري الأهوازي الرازي (٢٩٨)عمرو بن علي بن بحر بن كنيز الباهلي أبو حفص البصري الفلاس الصيرفي (٢٩٩)عمروبن عون بن أوس بن الجعد أبو عثمان الواسطي البزار (٣٠٠)عمرو بن عيسى الضبعي أبو عثمان البصري الآدمي (٣٠١) عمرو بن سابور الناقد أبو عثمان الناقد البغدادي ساكن الرقة (٣٠٢)عمرو بن مرزوق الباهلي أبو عثمان البصري (٣٠٢) عمران بن ميسرة المنقري أبو الحسن الآدمي (٣٠٤)العلاء بن عبدالجبار الأنصاري العطار أبو الحسن البصري (٣٠٥) عياش بن الوليد الرقام القطان أبو الوليد البصري (٣٠٦)فروة بن أبي المغراء معدي كرب الكندي أبو القاسم الكوفي (٣٠٧)الفضل بن دكين بن عمرو بن حماد بن زهير بن درهم التيمي أبو نعيم الملائي الكوفي الأحول (٣٠٨)الفضل بن سهل بن إبراهيم الأعرج أبو العباس البغدادي الحافظ (٣٠٩)الفضل بن يعقوب بن إبراهيم بن موسى الرخامي أبو العباس البغدادي (٣١٠) فضيل بن حسين بن طلحة البصري كامل الجحدري ابن أخى كامل بن طلحة (٣١١)قبيصه بن عقبة بن محمد بن سفيان السوائي أبو عامر (٣١٢)قتيبة بن سعيد بن جميل بن طريف بن عبد الله الثقفي أبو رجاء البغلاني (٣١٣)قرة بن حبيب بن يزيد بن شهر زاد القنوي الرماح أبو على بصري (٣١٤) قيس بن حفص بن القعقاع الدارمي أبو محمد البصري مالك بن إسماعيل بن درهم أبو غسان النهدي كوفي (٣١٥)محمود بن آدم أبو أحمد المروزي (٣١٦)مخلد بن مالك بن جابر الجمال أبو جعفر الرازي (٣١٨)مرار بن حمويه بن منصور الثقفي أبو أحمد الهمداني الفقيه (٣١٩)مسدد بن سرهد بن مسربل الأسدى أبو الحسن (٣٢٠)مسلم بن إبراهيم الأزدى الفراهيدي أبو عمرو بصري (٣٢١)مطر بن الفضل المروزي (٣٢٢)مطرف بن عبد الله بن مطرف بن سليمان بن يسار يساري الهلالي أبو مصعب المدني (٣٢٣)معاذ بن أسد بن أبي سخرة الغنوي أبو عبد الله المروزي كاتب ابن المبارك (٣٢٤)معاذ بن فضالة الزهراني الطفاوي أبو زيد البصري (٣٢٤)معاويه بن عمرو بن المهلب بن عمرو بن شبيب الأزدي المعني الكوفي أبو عمرو البغدادي (٣٢٦)معلى بن أسد العمي أبو الهيثم البصري (٣٢٧)مقدمه بن محمد بن يحيىٰ بن عطاء بن مقدم بن مطيع الهلالي المقدمي الواسطي (٣٢٨)مكي بن إبراهيم بن بشير بن فرقد

التميمي الحنظلي أبو السكن البلخي (٣٢٩)المنذر بن الوليد عبد الرحمان بن حبيب العبدي الجارودي أبو العباس البصري (٣٣٠)موسى بن إسماعيل المنقري أبو سلمة التبوذكي البصري (٣٣١)موسى بن حزام الترمذي أبو عمران الفقيه نزيل بلخ (٣٣٢)موسى بن مسعود أبو حذيفه النهدي البصري (٣٣٣)مؤمل بن هشام اليشكرى أبو هشام البصري (٣٣٤)نصر بن على بن نصر بن على بن صهبان الأزدى الجهضي أبو عمرو البصري (٣٣٥)نعيم بن حماد بن معاويه بن الحارث الخزاعي أبو عبد الله المروزي الفارض (٣٣٦)هارون بن أشعث الهمداني أبو عمران البخاري (٣٣٧)هارون بن يحيىٰ القرشى الأسدي النربيري المدني (٣٣٨)هدبه بن خالد بن الأسود بن هدبه القيسي الثوباني أبو خالد البصري (٣٣٩)هشام بن إسماعيل بن يحيىٰ بن سليمان بن عبد الرحمان الحنفي الفقيه (٣٤٠)هشام بن عبدالملك الباهلي أبو وليد الطيالسي البصري (٣٤١)هشام بن عمار بن نصير بن ميسره بن أبان السلمي أبو وليد الدمشقي (٣٤٢)هيثم بن خارجه الخراساني أبو أحمد المروزي (٣٤٣)الوليد بن صالح النحاس الضبي أبو محمد الجزري نزيل بغداد (٣٤٤)يحيىٰ بن بشر البلخي أبو زكريا الفلاس الزاهد (٣٤٥)يحيىٰ بن جعفر بن أعين الأزدي البارقي أبو زكريا البخاري البيكندي (٣٤٦)يحيىٰ بن أبي زياد الشيباني أبو بكر البصري (٣٤٧)يحيىٰ بن سليمان بن يحيىٰ بن سعيد بن مسلم الجعفي أبو سعيد الكوفي المقري (٣٤٨)يحيىٰ بن صالح أبو وحاظى أبو زكريا الشامي (٣٤٩) يحيىٰ بن عبد الله بن بكير القرشي المخزومي أبو زكريا المصري (٣٥٠)يحيىٰ بن عبد الله بن زياد بن شداد السلمي البلخي المعروف بخاقان (٣٥١)يحيىٰ بن قزعة القرشي المكي الموذن (٣٥٢)يحيىٰ بن محمد بن السكن بن حبيب القرشى أبو عبيد الله البصري البزاز (٣٥٣)يحىٰ بن معين بن عوف بن زياد بن بسطام بن عبدالرحمان المري الغطفاني أبو زكريا البغدادي (٣٥٤)يحيىٰ بن موسى بن عبد الله بن سالم الحداني أبو زكريا البلخي السختياني (٣٥٥)يحيىٰ بن يحيىٰ بن بكير بن عبد الرحمان بن يحيىٰ بن حماد التميمي الحنظلي أبو زكريا النيسابوري (٣٥٦)يحيىٰ بن يعلى بن الحارث بن حرب بن جرير بن عبد الحارث المحاربي أبو زكريا الكوفي (٣٥٧) يحيىٰ بن يوسف بن أبى كريمة الزمي أبو يوسف الخراساني (٣٥٨)يسره بن صفوان بن جميل اللخمي أبو صفوان الدمشقي البلاطي (٣٥٩)يوسف بن بهلون التميمي أبو يعقوب الأنباري نزيل كوفة (٣٦٠)يوسف بن محمد العصفري أبو يعقوب الخراساني (٣٦١)يوسف بن عدي بن زريق بن إسماعيل التيمي أبو يعقوب الكوفي (٣٦٢) يوسف بن عيسى بن دينار الزهري أبو يعقوب المروزي (٣٦٣)يوسف بن موسى بن راشد بن بلال القطان أبو يعقوب الكوفي (٣٦٤)يوسف بن يعقوب الصفار أبو يعقوب الكوفي (٣٦٥) أبو أحمد عن محمد بن يحيىٰ الكناني۔

جہمیت زدہ دیوبندیہ کوثریہ رائے پرست حنفیہ کو ہمارا چیلنج:

ہمارا دعوی ہے کہ صحیح بخاری میں اپنے جن اساتذۂ کرام سے امام بخاری نے روایت کی ہے نیز غیر صحیح میں بھی وہ سلفی المذہب اہل حدیث غیر بدعتی ثقہ ومعتبر سے روایت کرتے تھے اور پورا فرقۂ کوثریہ دیوبندیہ حنفیہ مرجیہ جہمیہ مل کر بھی ہمارے اس دعوے کی تغلیط نہیں کر سکتا۔ اگر اسے اس دعوی کے غلط ہونے کا دعوی ہے تو دائرۂ اصول وضوابط میں رہتے ہوئے اپنا دعوی ثابت کرے، ہمارا دعوی ہے کہ قیامت تک بھی یہ فرقہ نامرضیہ ایسا نہ کر سکے گا۔

تعداد احادیثِ صحیح بخاری:

صحیح بخاری میں مکررات کے ساتھ مرفوع احادیث کی تعداد نو ہزار بیاسی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موقوف احادیث اور تابعین عظام رحمہم اللہ کے آثاران احادیث نبویہ کے علاوہ ہیں۔[1] حذف مکررات کے ساتھ صحیح بخاری کی کل احادیث کی تعداد ایک نسخہ کے مطابق دو ہزار چار سو چونسٹھ احادیث ہیں، دوسرے نسخہ کے مطابق دو ہزار چھ سو دو احادیث ہیں، اگر ان میں احادیث معلقہ شامل کر لی جائیں تو تعداد احادیث دو ہزار سات سو اکسٹھ ہو جائے گی، کیونکہ معلقات کی تعداد ایک سو انسٹھ ہے، بعض اعتبار سے ان کی تعداد دو ہزار چھ سو تئیس اور بعض اعتبار سے دو ہزار پانچ سو تیرہ ہے۔[2]

احادیثِ صحیحین میں سے ہر حدیث صحیح بلکہ معنوی اعتبار سے متواتر ہے:

تعداد احادیث صحیح بخاری میں مذکورہ بالا اختلاف اعتباری ہے معنوی وحقیقی نہیں، اور ہر عدد اپنے اعتبار سے صحیح ہے۔ از روئے تحقیق صحیح بخاری میں منقول ہر حدیث صحیح ہے، اسی طرح صحیح مسلم کی بھی ہر حدیث صحیح ہے خصوصاً جو احادیث صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں میں ہیں وہ نہایت اعلی درجہ کی صحیح ہیں، پھر صحیح بخاری کی منفرد احادیث کا درجہ ہے پھر صحیح مسلم کا۔

صحیحین کی جملہ احادیث کو پوری امت نے احادیث صحیحہ مانا اور انھیں قبول کیا ہے، یعنی ان کے صحیح ہونے ومقبول ہونے پر اجماعِ امت ہے، اس اجماعِ امت کو توڑنے والے فرقۂ اہل الرای القیاس مرجیہ حنفیہ کوثریہ دیوبندیہ ہیں، فرقۂ کوثریہ و دیوبندیہ کی تولید شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بہت بعد نہ جانے کن سازشوں کے تحت ہوئی جنھوں نے یعنی شاہ ولی اللہ نے اس اجماع امت کے احترام کو توڑنے والوں پر سخت نکیر کی ہے اور انھیں بہت بڑا مجرم قرار دیا ہے، فرقۂ دیوبندیہ دراصل فرقۂ کوثریہ کا ذہنی غلام بلکہ فرقۂ کوثریہ کا تابع فرمان ہے، ان دونوں فرقوں کی تولید سے پہلے والے فرقۂ مرجیہ حنفیہ سے وابستہ لوگوں میں سے بعض ہی بعض اشخاص نے صرف بعض احادیث صحیحین کے صحیح ہونے کے اجماع امت سے انحراف کیا ہے مگر ان دونوں فرقوں نے بڑے پیمانے پر یہ انحراف اختیار کیا ہے، فرقۂ دیوبندیہ اپنے آپ کو مسلک ولی اللہ کا پیرو و تابع کہتا ہے اس لیے وہ دوغلی اور متضاد پالیسی اختیار کرنے کا مجرم ہے۔

ہماری اپنی تحقیق یہ ہے کہ صحیحین کی احادیث معنوی طور پر متواتر ہیں کیونکہ ان میں سے اگر کوئی حدیث باعتبار سند متواتر نہ ہو تو صحیحین کی ہر حدیث کی تائید وتصدیق آیات قرآنیہ سے ہوتی ہے اور قرآن مجید کا متواتر ہونا متحقق ومتفق علیہ ہے، دریں

[1] مقدمه فتح الباري (ص: ٤٦٩)　[2] مقدمه فتح الباري مع حواشي (ص: ٤٧٧)

صورت صحیحین کی ہر حدیث قرآن مجید کی تصدیق و تائید یافتہ ہونے کے باعث معنوی و حقیقی طور پر متواتر ہوئی، اس معنی و مفہوم کی بات اگر چہ متعدد اہل علم نے کہہ رکھی ہے مگر اختصار کے پیش نظر ہم تفصیل میں پڑنے سے احتراز کر رہے ہیں۔

صحیحین کی بعض احادیث پر بعض اہل علم کا کلام صرف فقہی اعتبار سے ہے:

احادیثِ صحیحین کے صحیح ہونے پر صرف فنی اعتبار سے بعض اہل علم کو کسی نہ کسی ناحیہ سے کلام ہے اور اکثر کلام فنی اعتبار سے بھی کلام کرنے والوں کے اپنے نقطۂ نظر سے ہے، ان حضرات کا نقطۂ نظر ہی دراصل کسی نہ کسی نوع کی غلط فہمی کا شکار ہے ورنہ فنی اعتبار سے بھی صحیحین کی بات صحیح ہے، فن حدیث میں جو مہارت امام بخاری و مسلم کو تھی وہ بعد والوں میں سے کسی میں نہیں تھی، اور ان دونوں نے اپنے پہلے والے ماہرین و ناقدین نیز معاصرین کے اصول ہی پر صحیحین کو مرتب و مدون کیا ہے، ان دونوں اماموں کے بعد والے جن بعض نے بعض احادیثِ صحیحین پر اپنے خیالات و نقطۂ ہائے نظر سے فنی طور پر کلام کیا ہے ان میں امام دارقطنی کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہے، اپنے نقطۂ نظر سے صحیحین کی بعض احادیث پر فنی اعتبار سے کلام کرنے والے امام دارقطنی کے کلام کو امام نووی نے جمہور اہل فقہ و اصول و عام اہل علم کے بالمقابل بہت زیادہ کمزور و مخالف بتلا دیا ہے، حافظ ابن حجر نے اگر چہ کہا ہے کہ امام نووی کی یہ بات معترضین کے اکثر اعتراضات کے متعلق تو ٹھیک ہے مگر بعض کے متعلق درست نہیں۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ از روئے تحقیق امام نووی اور ان کے موافقین ہی کی بات صحیح ہے اور حافظ ابن حجر کی بات مرجوح ہے مگر ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ تفصیلی تحقیق پیش کریں، اس لیے اسی اجمال پر اکتفا کرتے ہیں۔

امام دارقطنی نے صحیح بخاری کی ایک سو دس احادیث پر فنی اعتبار سے کلام کیا ہے، ان میں سے بتیس احادیث کی تخریج میں امام مسلم بھی بخاری سے متفق ہیں، صرف اٹھہتر احادیث کی تخریج میں امام بخاری منفرد ہیں۔

فرقۂ دیوبندیہ مرجیہ رائے پرست مقلدہ کی ترجمانی کرتے ہوئے مصنف انوار نے ''روایات بخاری'' کے عنوان سے دو صفحات سے زیادہ سیاہ کیے، ہماری ذکر کردہ بعض باتیں بھی اس دیوبندی بیان میں شامل ہیں، مصنف انوار نے دعوی کیا ہے کہ صحیح بخاری کی تلقی بالقبول کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی ہر حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع ہو گیا، صحیحین کے جتنے حصے پر کلام کیا گیا ے وہ اس اجماع سے مستثنیٰ ہے۔[2] ہم کہہ آئے ہیں کہ یہ جہمیت زدہ مرجیت کوثریت دیوبندیت رائے پرستی والی تلبیس کاری ہے حقیقت امر اس کے خلاف ہے۔

کتاب الطلاق:

مندرجہ بالا ذیلی عنوان کے تحت صحیح بخاری کے خلاف زور آزمائی کا سلسلہ جاری کرتے ہوئے مصنف انوار نے کہا:

''کتاب الطلاق میں حافظ ابومسعود دمشقی کے تعاقب پر ابوعلی نے کہا کہ حافظ ابومسعود دمشقی نے اچھی تنبیہ کی اور حافظ ابن حجر نے کہا کہ اس کے مقابلے میں ہمارے جواب کی حیثیت امتناعی ہے اور یہ ان سخت دشوار مواضع میں سے ہے جن کا صحیح جواب آسان نہیں، لابد للجواد من كبوة.''[3]

[1] مقدمه فتح الباري (ص: ٣٤٦)
[2] حاصل عبارت مقدمه أنوار الباري (٢/ ٤١)
[3] مقدمه انوار (٢/ ٤٢)

ہم کہتے ہیں کہ پہلے ناظرین کرام حدیث مذکور کی سند مع متن ملاحظہ فرمائیں:

"قال الإمام البخاري في كتاب الطلاق: باب نكاح من أسلم من المشركات و عدتهن. حدثني إبراهيم بن موسى أخبرنا هشام عن ابن جريج وقال عطاء عن ابن عباس: كان المشركون على المنزلتين من النبي ﷺ و المؤمنين، كانوا مشركي أهل الحرب يقاتلهم ويقاتلونه ومشركي أهل عهد لا يقاتلهم ولا يقاتلونه وكانت إذا هاجرت امرأة من أهل الحرب لم تخطب حتى تحيض وتطهر فإذا تطهرت حل لها النكاح، فإن هاجر زوجها قبل أن تنكح ردت إليه، وإن هاجر عبد منهم أو أمة فهما حران، ولهما ما للمهاجرين، ثم ذكرمن أهل العهد مثل حديث مجاهد، وإن هاجر عبداً و أمة للمشركين أهل العهد لم يردوا وردت أثمانهم." [1]

''کتاب الطلاق کے اس باب میں مسلمان ہوجانے والی عورتوں اور ان کی عدت کا بیان ہے، سند مذکور کے ساتھ ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی ﷺ ومومنوں کے بالمقابل مشرکین کے دو گروہ تھے، ایک حربی مشرکین دوسرے معاہدہ والے ذمی مشرکین۔ حربی مشرکین سے آپ ﷺ کی جنگ ہوا کرتی تھی اور یہ حربی مشرکین آپ ﷺ سے جنگ کیا کرتے تھے مگر معاہدہ والے ذمی مشرکین سے نہ آپ ﷺ جنگ کرتے تھے، نہ آپ ﷺ سے یہ مشرکین ہی جنگ کرتے تھے، اگر حربی مشرکوں کی کوئی خاتون مسلمان ہوکر مدینہ منورہ ہجرت کر کے آجاتی تو اس کے ساتھ کسی مہاجر مسلمان کے نکاح کا پیغام دینا صرف اسی وقت جائز وحلال ہوتا جب وہ اپنی عدت گزار لیتی اور ایسی عورت کا شوہر اگر اس کے نکاح سے پہلے مسلمان ہوکر ہجرت کر کے آجاتا تو دونوں کا نکاح برقرار رہتا اور وہ اپنے اس شوہر کو واپس کر دی جاتی، اگر حربی مشرکین کا کوئی غلام یا باندی ہجرت کر کے مسلمان ہوکر دار الہجرۃ آجاتے تو دونوں آزاد قرار پاتے، انھیں مہاجرین جیسے حقوق حاصل رہتے اور معاہدہ والے ذمی لوگوں کی بابت وہ برتاؤ ہوتا تو مجاہد والی حدیث میں مذکور ہے، اور اگر ذمی مشرکین کا کوئی غلام وباندی مسلمان ہوکر ہجرت کر کے آجاتا تو انھیں واپس نہ کیا جاتا بلکہ اس کی قیمت ادا کر دی جاتی۔''

اس حدیث کی سند ومتن پر تحقیقی علمی نظر ڈالنے سے ہم کو کوئی بھی علت خفی یا علت جلی یا علت قادحہ وعلت غیر قادحہ اور قابل اعتراض ولائق جواب بات ذرہ برابر بھی نظر نہیں آتی، ہمیں ان حافظ ابومسعود دمشقی وابوعلی پر سخت حیرت ہے، نیز حافظ دارقطنی وحافظ ابن حجر پر جو اسے کسی بھی علت سے معلول مانے ہوئے ہیں، ان چاروں حفاظ ائمہ کرام کے احترام اور ان کے علم وفضل وتحقیق کے ہم انشراح صدر کے ساتھ معترف ہیں مگر بایں ہمہ از روئے تحقیق اسے معلول قرار دینے میں ہم سمجھتے ہیں کہ ان حضرات ہی سے لغزش ہوئی ہے اور انھیں حضرات پر "ولا بد للجواد من كبوة" کی مثل منطبق ہوتی ہے، حافظ ابن حجر نے

---

[1] صحيح البخاري مع فتح الباري كتاب الطلاق، باب النكاح من أسلم من المشركات وعدتهن، حديث نمبر (٥٢٨٦، ٩/ ٤١٧)

باقی تینوں حفاظ کی تنبیہ وتعلیل کو سخت دشوار کہا اور اس کے جواب کو غیر آسان کہا، نیز اپنے ہی دیے جواب کو ''امتناعی'' کہا، وہ ہماری نظر میں لغزش محض ہے مگر سب سے زیادہ حیرت ہم کو جہمیت زدہ فرقہ مرجیہ حنفیہ دیوبندیہ کے امام العصر پر ہے جو بدعوی مصنف انوار از اول تا آخر تمام محققین ومحدثین ائمہ کے علوم پر نظر رکھتے تھے، وہ بھی پورے فرقۂ اہل الرای کی طرح اس قول فاروقی کے مصداق ہیں کہ یہ فرقہ دشمنان سنت اور حفظ وروایت سنت کی صلاحیت سے محروم ہے، اور اس جہالت شدیدہ قبیحہ کے باوصف فتوی بازی کا شوقین ہے، فرقہ دیوبندیہ کے امام العصر بھی بہت خوش ہوئے کہ صحیح بخاری کی فلاں حدیث کو اتنے ائمہ حدیث نے معلول کہہ دیا اور اس کا دفاع کرنے والے حافظ ابن حجر نے دفاع کو سخت مشکل اور اپنی دفاعی بات کو جواب امتناعی کہا، یہ آخر کس معنی والے امام العصر تھے جو دائیں بائیں کی خبر تک سے ناآشنا تھے؟

جن حفاظ حدیث نے مذکورہ حدیث پر کلام مذکور کیا وہ صرف ایک گوشہ پر نظر ڈال کر لغزش کا شکار ہو گئے، اس کے تمام گوشوں وجوانب پر نظر نہیں ڈال سکے، بس اسی چوک کے سبب ان سے یہ لغزش ہوئی۔

ان حفاظ حدیث نے دیکھا کہ بعض کتب حدیث وتفسیر میں حدیث مذکور کی روایت ابن عباس سے عطاء خراسانی نے کی جو رجال بخاری سے نہیں اور مجروح بھی ہیں، نیز عطاء خراسانی سے اسے نقل کرنے والے امام ابن جریج کا عطاء خراسانی سے سماع نہیں بلکہ ایک طرح کی روایتِ اجازت کی بنا پر انھوں نے اسے روایت کر دیا ہے، لہٰذا ان حضرات کی سمجھ میں آیا کہ اس کی سند میں کئی علل جمع ہیں، حالانکہ یہ بہت واضح بات ہے کہ ایک ہی حدیث کو ایک سے زیادہ رواۃ نقل کیا کرتے ہیں، نبی ﷺ سے ایک ہی حدیث بسا اوقات متعدد صحابہ نقل کرتے ہیں، اسی طرح کسی ایک صحابی کی بیان کردہ حدیث اس صحابی سے متعدد رواۃ نقل کرتے ہیں جس میں سے بعض خود صحابہ ہوتے ہیں اور بعض تابعین ہوتے ہیں، ان تابعین میں بعض ثقہ وصحیح الحدیث اور صحابی مذکور سے متصلاً روایت کنندہ ہوتے اور بعض غیر ثقہ وغیر صحیح الحدیث اور صحابی مذکور سے منقطعاً ومرسلاً روایت کنندہ ہوتے ہیں، ان کا سماع ولقا اس صحابی سے نہیں ہوتا، خواہ اس صحابی سے منقطعاً ومرسلاً روایت کرنے والا تابعی بذات خود ثقہ وصحیح الحدیث ہی کیوں نہ ہو، صحابی سے بعض اتباع تابعین اور ان سے نیچے والے بھی درمیانی سند بیان کیے بغیر روایت کر دیا کرتے ہیں لیکن یہ زیر نظر حدیث صحیح البخاری حضرت ابن عباس سے حضرت ابن عباس کے شاگرد خاص امام عطاء بن ابی رباح نے روایت کی ہے جن سے افضل وجامع العلوم امام ابوحنیفہ نے کسی کو بھی بتصریح خویش نہیں دیکھا۔

مگر عطاء خراسانی کا اولاً حضرت ابن عباس سے لقا وسماع ثابت نہیں خود حدیث مذکور کے ناقد حافظ دارقطنی و جیانی و لالکائی وکلاباذی وغیرہ نے عطاء خراسانی کو رجال بخاری میں نہیں ذکر کیا۔

ثانیاً: عطاء خراسانی کو خود امام بخاری نے مجروح قرار دیا ہے، یہ دونوں باتیں عام کتب رجال کے ساتھ حافظ ابن حجر کی تہذیب التہذیب میں بھی صراحت کے ساتھ موجود ہیں اور اعدل الاقوال کے طور پر عطاء خراسانی کو حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں پانچویں طبقہ کا راوی کہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی صحابی سے عطاء خراسانی کا روایت حدیث کرنا ثابت نہیں ہے، دریں صورت کیونکر ممکن ہے کہ حضرت ابن عباس سے عطاء خراسانی کی کوئی حدیث اپنی صحیح میں نقل کرنے کے روادار ہوں خصوصاً جبکہ عطاء بن ابی رباح سے اس حدیث کے ناقل ابن جریج خدمتِ عطاء بن ابی رباح میں اٹھارہ

سال رہے اور عطاء خراسانی کی خدمت میں کچھ بھی نہ رہے؟ اس لیے یہ بات ماننی لازم ہے کہ حدیث مذکور ابن عباس سے نقل کرنے والے صحیح بخاری میں عطاء بن ابی رباح ہی ہیں، اور یہ بات اس کے منافی نہیں کہ ابن عباس سے یہ حدیث عطاء خراسانی نے بھی منقطعاً روایت کی ہو اور ان سے اسے ابن جریج نے بھی نقل کیا ہو۔

حافظ ابن حجر نے مقدمۂ فتح الباری میں اس حدیث کی تعلیل دارقطنی و جیانی ودمشقی کے دفع کرنے کو دشوار و امتناعی کہا مگر تہذیب التہذیب ترجمۂ عطاء خراسانی میں ہماری پیش کردہ ہی بات کا حاصل معنی لکھ کر اسے متعین طور پر صحیح دفاع کہا ہے، یعنی مقدمہ والی بات سے رجوع کر لیا، مصنف انوار کے امام العصر صاحب کس معنی والے امام العصر تھے کہ حافظ ابن حجر کی لکھی ہوئی اس بات کا معنی ومطلب نہیں سمجھ سکے؟

حافظ ذہبی جو حافظ ابن حجر سے علم وعمر میں بدرجہا مقدم ہیں، انھوں نے سیر اعلام النبلاء ترجمۂ عطاء خراسانی (۶/ ۱۴۱) میں حدیث مذکور کو ابن عباس سے روایت کرنے والا عطاء بن ابی رباح ہی کو قرار دیا ہے۔ اس پر کوثریت زدہ معلقین نے حاشیہ آرائی کے ذریعہ بلا دلیل معتبر ابن عباس سے ناقل عطاء خراسانی ہی کو قرار دیا ہے، ہم کو اس سے کہاں انکار ہے کہ ابن عباس سے یہ حدیث عطاء خراسانی نے بھی نقل کی ہے مگر یہ بھی متحقق ہے کہ ابن عباس سے اسے عطاء بن ابی رباح نے بھی نقل کیا ہے اور عطاء بن ابی رباح کی نقل کردہ حدیث صحیح ہے اور خراسانی والی غیر صحیح ہے، اگرچہ باعتبار متن خراسانی والی روایت بھی صحیح ہے، اسی سند کے ساتھ صحیح بخاری میں کم از کم تین احادیث مروی ہیں، ایک کتاب التفسیر سورۂ نوح میں، دوسری تیسری کتاب الطلاق کے باب مذکور میں۔

فرقۂ دیوبندیہ کس قدر دشمن احادیث ہے کہ حدیث کی صحیح ترین کتاب پر اس طرح کا بے معنی کلام کر کے دل کی بھڑاس نکالتا ہے، البتہ امام دارقطنی وغیرہ نے صرف فنی نقطۂ نظر سے بخیال خویش اس پر جو کلام کیا اس میں وہ لغزش کھا گئے۔

مصنف انوار نے اسی طرح کی بکواس کتاب الذبائح کی ایک حدیث بخاری پر کی، حالانکہ اس پر کلام پہلی والی حدیث پر کلام سے بھی بہت زیادہ گھٹیا اور علمی وفنی اعتبار سے مردود محض ہے، آگے چل کر مصنف انوار نے ایک دو تین نمبر کے تحت بزعم خویش کلام کیا، نمبر دو والی حدیث کی سند بالکل وہی ہے جو ہم کتاب الطلاق والی حدیث کی سند نقل کر کے بحث کر آئے ہیں اور ربشمول مصنف انوار فرقۂ دیوبندیہ کے علمی افلاس کو واضح کر آئے ہیں، اور نمبر تین کے تحت بعینہ کتاب الطلاق والی حدیث کی بات دہرادی جس سے جہمیت زدہ مرجیت کوثریت دیوبندیت کا علمی دیوالیہ پن ظاہر ہوتا ہے اور بس، ایک چوتھی حدیث کتاب الجنائز پر بھی مصنف انوار نے اسی طرح کی بے معنی بات کہی ہے، اس ضمن میں مصنف انوار نے ائمہ احناف کی تصانیف کے ساتھ خود جہمیت زدہ مرجیہ دیوبندیہ کے طرز عمل کا مرثیہ پڑھا ہے اور فضائل احناف میں بذریعہ اکاذیب لمبی ڈینگ بازی کی ہے سب کی حقیقت ہمارے گزشتہ صفحات میں واضح ہو چکی ہے، جب جہمیہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ کوثریہ دیوبندیہ اکاذیب پرستی پر ہی اتر آئیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں؟

اوہام بخاری:

اپنی مذکور بالا اکاذیب نویسی وبیہودہ گوئی سے فارغ ہو کر مصنف انوار نے مندرجہ بالا عنوان کے تحت کہا:

''اوہام صحیحین پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں اور بعض اوہام کی طرف ہم بھی یہاں اشارات دے رہے ہیں مگر اس کا

مطلب یہ نہیں کہ بخاری و مسلم کا جو مقام مسلم ہے اس میں کلام ہے، خصوصاً بخاری کی صحیح کو جو فوقیت وفضیلت بعد کی تمام کتب احادیث پر ہے وہ نا قابل انکار ہے لیکن امام بخاری بھی ایک بشر تھے اور کچھ اوہام و اغلاط سے ان کی شان کم نہیں ہو جاتی... إلى آخر ما افترى وهذى وكذب."[1]

ہم کہتے ہیں کہ فرقہ جہمیت زدہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ کوثریہ دیوبندیہ کے ائمہ خصوصاً کذابین جن کی تقلید کا پھندا یہ فرقہ اپنے گلے کا ہار بنائے ہوئے ہے، وہ اس فرقۂ اکاذیب پرست کی نظر میں بشر سے بڑھ کر یا کم از کم انبیائے معصومین بشمول خاتم النبیین ﷺ کی طرح معصوم ہیں کہ یہ فرقہ یہ قوالی منظوم و منثور طور پر گاتا ہے: "فلعنة ربنا أعداد رمل على من رد قول أبي حنيفة" نیز جو اس خیال خام میں مبتلا ہو کہ امام ابو حنیفہ سے کسی مسئلہ میں لغزش و خطا ہوئی وہ چوپایہ جانور سے بھی گیا گذرا ہے۔ یہ بات مصنف انوار نے اپنے کذاب اسلاف سابقین کی طرح جگہ جگہ دہرائی ہے جس کی بنا پر جہمیت زدہ اس فرقہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ کوثریہ دیوبندیہ کا ہر فرد چوپایہ جانور سے کہیں زیادہ ناکارہ وملعون و مردود قرار پاتا ہے کیونکہ اس فرقہ کا ہر فرد و بشر امام ابو حنیفہ کے بہت سارے عقائد و مسائل کو غلط کہتا اور ان کے خلاف اپنی چاہت والے عقائد و مسائل اختیار کرتا ہے۔

یہاں اس فرقہ کے وکیل مصنف انوار نے اس طرح کی بات لکھی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فرقہ بھی حجیت حدیث کا معتقد ہے، حالانکہ یہ صرف دوغلی دورخی نفاق والی پالیسی کا مظاہرہ ہے، حقیقت امر صرف یہ ہے کہ جو حدیث اس فرقہ کے موافق مزاج ہے بس وہی حجت ہے، خواہ وہ موضوع و مقلوب و معضل و شدید ضعیف کیوں نہ ہو اور جو حدیث اس کے خلاف مزاج ہے خواہ وہ متواتر و مشہور و مستفیض و صحیح سے بھی صحیح تر اور معتبر ہو وہ اس فرقہ کے خانہ ساز اصول کے مطابق مردود ہے، کوئی شک نہیں کہ منکرین حدیث کے فرقوں میں سے یہ فرقہ بھی ایک عجوبۂ روزگار قسم کا فرقہ ہے، جس کے بس عجائب عجائب ہی ہیں!

حدیث ابن عمر:

''اوہام بخاری'' کے عنوان کے تحت دیوبندی مرجی کوثری جہمی بدعنوانیوں کا سلسلہ شروع کرتے ہوئے سب سے پہلے مصنف انوار نے کہا:

"حديث ابن عمر باب قوله تعالى نساء كم حرث لكم فأتوا حرثكم أنى شئتم" (ص: ۶۴۹ مطبوعۂ رشیدیہ) حضرت ابن عمر کی طرف جس قول کی طرف نسبت کی گئی ہے وہ بے اصل ہے اور دوسرے محدثین نے اس کے خلاف روایات کی ہیں، مثلاً ترمذی عن ابن عباس، مسند احمد، ابن ماجہ، دارمی عن خزیمہ بن ثابت، مسند احمد، ابو داود عن ابی ہریرہ، مشکوۃ عن ابی ہریرہ۔ لہٰذا یہ خلافِ روایت و درایت ہوا۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ اسے امام بخاری کے اوہام میں شمار کرنا فرقۂ جہمیت زدہ مرجیہ رائے پرست واکاذیب پرست حنفیہ کوثریہ دیوبندیہ کے اکاذیب وافتراءات میں سے ہے، حضرت ابن عمر تک اس کی سند صحیح ہے، اس میں کوئی بھی علت قادحہ وغیر قادحہ و خفیہ نہیں ہے، البتہ یہ حضرت ابن عمر کا ذاتی قول وفتوی ہے جس سے حضرت ابن عمر کا رجوع ثابت ہے وہ بھی اسی صحیح بخاری سے وہ یہ کہ صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں مرجوع عنه والا قول ابن عمر سے منقول ہے اور بعض میں قول اول منقول ہے اور

[1] مقدمه انوار (۲/ ۴۳)　[2] مقدمه انوار (۲/ ٤٤)

دونوں نسخوں کی بات صحیح ہے، دونوں اقوال ابن عمر سے دو زمانوں سے متعلق ہیں، قول اول مقدم ہے، قول ثانی مؤخر ہے، جو پہلے قول سے رجوع ابن عمر پر دلیل قاطع ہے، نیز موصوف کا رجوع کردہ قول ذاتی قول ہے اور غیر اللہ وغیر الرسول والا قول صحابی یا قول کسے باشد خلاف نص قرآنی ونص نبوی ہو وہ بالاتفاق قابل نظر انداز ہے، اس کے خلاف نص قرآنی ونص نبوی واجب العمل ہے، خصوصاً جبکہ صحابی نے نص کے خلاف والے اپنے قول سے رجوع کر کے موافق نص فتوی اختیار کیا ہو اور نص قرآنی کا نص نبوی میں یہی مطلب اس کے بعد والی حدیث صحیح بخاری نمبر (۴۵۲۸) میں بتلایا گیا ہے۔

نمبر (۴۵۲۸) والی حدیث میں صحیح مسلم میں صراحت ہے کہ "غير أن ذلك في صمام واحد" یعنی ہر طرح سے شوہر یا لونڈی کا مالک الٹ پلٹ کر وطی کا مجاز ہے مگر سوراخ صرف فرج والا، جس سے بچے پیدا ہوتے ہیں، ہونا لازم ہے، یہ تفصیل ہم نے بطور تلخیص کتب شروح صحیح بخاری ومسلم خصوصاً فتح الباری اور کتب تفسیر خصوصاً تفسیر ابن جریر مع تعلیقات علامہ شاکر سے لی ہے، ہماری اس تفصیل سے فرقۂ جہمیت زدہ مرجیہ حنفیہ کوثریہ دیوبندیہ بشمول مصنف انوار اور اس کے امام العصر انور کی بھرپور تکذیب ہوتی ہے، اور واضح ہوتا ہے کہ یہی بے راہ رو فرقہ ہی اوہام پرست ہے بلکہ خود ساختہ اکاذیب پرست ہے، یہ تفصیل گزر چکی ہے کہ اس فرقۂ کذابہ حرافہ کے امام وقت ابو یوسف کی بابت شاعر نے یہ مضمون منظوم کیا تھا کہ ابو یوسف اگر کچھ دن مزید زندہ رہتے تو لونڈوں تک کو لوگوں کے لیے حلال کر چھوڑتے، کوئی شک نہیں کہ فرقۂ جہمیہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ کوثریہ دیوبندیہ نے بشمول غیر انگوری شراب بہت ساری محرمات شرعیہ کو حلال ومباح قرار دے لیا ہے، اسی حرام کاری وحرام نوشی پر ان کا عمل بھی ہے ﴿سيعلم الذين ظلموا أى منقلب ينقلبون﴾ مزاعم تقلید و پندار ہمہ دانی والی جہالت مرکبہ کی شراب خوری سے بدمست ہو کر بے لگام بیہودہ گوئی وکذب بیانی وکذب پرستی کو شعار بنانے والا یہ ناہنجار فرقہ آخرت میں ضرور اپنی بدقماش پالیسی کے سبب ماخوذ ہوگا۔

حدیث ابی بن کعب:

مذکورہ بالا بیہودہ گوئیوں سے اس فرقۂ کذابہ حرافہ کی سیری نہیں ہوئی تو اس کے ترجمان مصنف انوار نے مزید لکھا:

"حديث أبي بن كعب: إذا جامع الرجل المرأة فلم ينزل قال يغسل ما يمس المرأة قال أبو عبد الله البخاري الغسل أحوط" یہ دوسری احادیث بخاری ومسلم وغیرہ سے منسوخ ہے اور قاضی ابن العربی نے صحابہ وائمہ اربعہ کا وجوب غسل پر اجماع نقل کیا ہے مگر امام بخاری نے غسل کو صرف "احوط" کہا۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ اس لفظ "احوط" سے امام بخاری کی مراد ہی یہ ہے کہ وطی بلا انزال سے غسل جنابت لازم واجب ہو جاتا ہے، چنانچہ اس کے پہلے والے باب کی تبویب امام بخاری نے یہ کی: "باب إذا التقى الختانان" اس میں صراحت کر دی کہ حدیثِ باب کے بعض طرق میں جو یہ وارد ہے کہ "فوجب الغسل ينزل أو لم ينزل" یعنی صرف دخول حشفہ ہی سے غسل جنابت واجب ہو جاتا ہے، خواہ انزال ہو یا نہ ہو، صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں اس کے آخر میں "هذا أجود و أوكد وإنما بينا إختلافهم" کی عبارت موجود ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ خواہ انزال بھی ہو محض دخول حشفہ سے احادیث باب کی بنا پر امام

[1] مقدمہ انوار (۲/ ٤٤)

بخاری کے نزدیک نصوص نبویہ کے مطابق غسل جنابت لازم آتا ہے۔ اور اس کے پہلے والا حکم عدم ایجابِ غسل منسوخ ہے، عام کتب شروحِ بخاری خصوصاً فتح الباری میں یہی صراحت ہے مگر فرقۂ کذابہ حرافہ بشمول مصنف انوار کی بات ہی نرالی ہے، یہی حال ان تمام اوہام جہمیت زدہ مرجیہ کوثریہ دیوبندیہ حرافہ بشمول مصنف انوار کا ہے جن کا ذکر مقدمہ انوار کے تین صفحات میں پھیلا ہے اور اپنی عادت کج روی و کج فہمی کے مطابق انھیں مصنف انوار اور ان کی پارٹی والوں نے امام بخاری کی طرف منسوب کر دیا ہے، ہم اختصار کے پیش نظر فی الوقت ان کی تکذیب نظر انداز کرتے ہیں، ہماری اسی تحریر سے حقیقت امر کا اندازہ ہو جا رہا ہے، اگر زندگی اور صحت و عافیت نے ساتھ دیا تو شرح صحیح بخاری کے نام سے لکھی جانے والی اس دیوبندی کوثری مرجی کتاب کے مزعومات واکاذیب کا شرحِ کتاب میں بھر پور مفصل جائزہ لیا جائے گا۔

تدلیس:

عنوان مذکور کے تحت مصنف انوار نے کہا:

''جزائری نے کہا کہ تدلیس الشیوخ یہ ہے کہ محدث اپنے شیخ سے حدیث سنے لیکن روایت کے وقت اس شیخ کا وہ نام، کنیت، نسبت یا وصف بیان کرے جس سے وہ شیخ مشہور نہ ہو۔[1] حافظ ابن حجر نے بھی طبقات المدلسین (ص: ۴) پر یہی تعریف کی، فخر الاسلام نے اس کا نام تلبیس رکھا، سخاوی نے کہا کہ اسی کے قریب بخاری کی وہ روایتیں بھی ہیں جو امام بخاری نے اپنے شیخ ذہلی سے روایت کیں، تیس جگہ روایت کی مگر کسی جگہ باپ کی طرف نسبت کر کے محمد بن یحییٰ نہیں کہا بلکہ کہیں تو صرف ''حدثنا محمد'' کہا، کہیں دادا کی طرف نسبت کر کے محمد بن عبداللہ کہا اور کبھی پر دادا کی طرف نسبت کر کے محمد بن خالد کہا، کہا گیا اس طرح روایت کرنے سے سننے والوں کو وہم ہو سکتا ہے کہ روایتیں بہت سے شیوخ سے ہیں، علامہ سخاوی نے یہ بھی فرمایا کہ اس سے یہ ضروری نہیں کہ روایت کرنے والے کی نیت بھی ایسی ہی ہو بلکہ اہل ورع وتقوی کی طرف گمان بہتر ہی کرنا چاہیے، علامہ ابن دقیق العید نے کہا کہ ثقہ شیخ کی تدلیس میں بھی کوئی مصلحت ہوتی ہے، مثلاً: امتحان اذھان، معرفت رجال وغیرہ، اس کے علاوہ امام ذہلی کے بارے میں یہ بھی کہا گیا کہ امام بخاری و ذہلی میں اختلاف ہو گیا تھا، اس لیے امام بخاری نے سوچا ہوگا کہ تصریح نام سے لوگ سمجھیں گے کہ اس تعدیل سے امام بخاری نے امام ذہلی کے خیال کی بھی تصدیق کر دی۔[2] حافظ نے طبقات المدلسین (ص: ۶) پر لکھا کہ ابوعبداللہ بن مندہ نے امام بخاری کو مدلس کہا کیوں کہ امام بخاری نے ''قال فلان اور قال لنا فلان'' کہا جو تدلیس ہے۔ تاہم ہمارا یقین ہے کہ امام بخاری کی طرف کسی بھی بری نیت سے تدلیس کی نسبت درست نہیں، لہٰذا تدلیس کا اعتراض ان پر صحیح نہیں ہو سکتا الخ۔''[3]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار نے ''تاہم ہمارا یقین ہے الخ'' والی خود اپنی تحریر سے متعدد حوالوں سے امام بخاری پر اپنے لگائے ہوئے الزامات بے جا کی تکذیب کر کے خود اپنی اور اپنے فرقہ کی بھی تکذیب کر لی، جو اکاذیب دیوبندیہ بشمول مصنف انوار کی تکذیب کے لیے بہت کافی ہے، اس سلسلے میں علامہ ابن دقیق العید والی بات ہی صحیح ہے، امام بخاری نے اہل علم کی تشحیذ

[1] مقدمه فتح الملهم (ص: ٣٩)

[2] مقدمه فتح الملهم (ص: ٣٩) [3] مقدمه انوار (٢ / ٤٧)

اذهان کے لیے یہ طریق اختیار کیا اور امام بخاری کا صرف ثقہ سے روایت کرنا متحقق ہے، پھر ان پر الزامات تدلیس سے کیا بنتا بگڑتا ہے؟ اس سلسلے میں تحقیق مزید ہم نے آگے پیش کر کے تمام تلبیسات دیوبندیہ کا حلیہ بیرنگ کر دیا ہے۔ فانتظر!

امام بخاری اور احادیث الباب سے تراجم کی نا مطابقت:

عنوان مذکور کے تحت حسب عادت بدعنوانی کرتے ہوئے ترجمانِ دیوبندیہ مصنف انوار نے کہا:

''باوجودیکہ امام بخاری کے سامنے بہت سی کتابیں مبوب بہ ترتیب فقہ واستنباط ومجتہدین اور کتب فقہ ائمہ اربعہ موجود تھیں، پھر بھی انھوں نے اپنی صحیح میں بعض احادیث کو ایسے ابواب میں داخل کیا کہ ان ابواب سے ان احادیث کو کچھ بھی مناسبت نہیں، چنانچہ شارح مسلم نووی نے مقدمہ شرح مسلم (فصل: ٦) میں ترجیح مسلم کی وجوہ میں ان امور کی طرف اشارہ کیا، اس جگہ صحیح بخاری کی چند احادیث بطور نمونہ پیش ہیں جن کو ترجمۃ الابواب سے مناسبت نہیں۔(۱)''باب ما جاء الذي يغسل به شعر الإنسان'' اس کے تحت دو حدیثیں لائے ہیں، دونوں کو کچھ بھی مناسبتِ عنوان مندرجہ باب سے نہیں، چنانچہ تیسیر القاری میں بھی اس پر تنبیہ کی ہے الخ۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ امام بخاری نے مصنف انوار اور ان کی پارٹی والے جہلائے جہالات مرکبہ کے لیے نہیں بلکہ سمجھ دار طلبہ واہل علم کے لیے اپنی یہ کتاب لکھی ہے، باب مذکور میں امام بخاری کی نقل کردہ دونوں احادیث اس امر کی صریح دلیل ہیں کہ انسانی بال جس پانی سے دھوئے گئے ہوں وہ پاک ہے اور تبویب مذکور کا بھی یہی مطلب بھی ہے، حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ کا سر مونڈنے سے جو بال کٹے ان میں سے داہنی شق والے بال آپ ﷺ نے حضرت انس کے سوتیلے باپ ابوطلحہ کو دے دیے کہ وہ انھیں اپنے پاس یا والدۂ انس ام سلیم زوجہ پاس رکھیں جن میں سے کچھ بال وہ اپنے عطر کو مزید در مزید معطر بنانے کے لیے عطر میں ڈال دیں اور باقی بال مختلف ضرورتوں کے لیے کام میں لائیں اور بائیں شق والے بالوں کو لوگوں میں ایک یا دو بال کر کے تقسیم کریں جن سے عام لوگ بھی فائدہ اٹھائیں۔

یہی وجہ ہے کہ کبیر مخضرم تابعی عبیدہ سلمانی نے کہا: ''آپ ﷺ کے ان بالوں میں سے مجھے ایک بال بھی حاصل ہو جاتا تو وہ میری نظر میں دنیا و مافیھا سے بہتر ہوتا۔'' اگر ان بالوں کو جس پانی سے دھویا گیا وہ ناپاک ہو تو اسے عطر میں ڈالنے کے لیے آپ ﷺ نہ دیتے ورنہ عطر بھی ناپاک ہو جاتا، بہت سے صحابہ وتابعین آپ ﷺ کے بعض بالوں کو دھونے کے لیے پانی کو حصول شفا وتبرک کے لیے استعمال کرتے تھے، جو اس پانی کی طہارت پر نص قاطع ہے، کسی بھی صحابی وتابعی کا اس سے اختلاف منقول نہیں، صرف جہمیہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ کوثریہ دیوبندیہ کو اختلاف ہے، وہ پانی اگر طاہر نہ رہتا تو آپ ﷺ اپنے بالوں کو حفاظت کے ساتھ رکھنے اور ان سے منتفع ہونے کی اجازت ہی نہ دیتے، یہ عام شروح صحیح بخاری خصوصاً فتح الباری کے مباحث کا خلاصہ ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اجماع صحابہ وتابعین کے خلاف فرقۂ جہمیہ مرجیہ رائے پرست کوثریہ دیوبندیہ کے دماغوں میں ایسا ثقیل خناس پایا جاتا ہے جو اس طرح کے جرائم کے ارتکاب سے بھی انھیں مانع نہیں۔

بس ہم صرف اسی ایک مثال کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں، باقی انوری مثالوں کو اسی پر قیاس کیا جائے، اصل شرح میں ہم

[1] مقدمہ انوار (٢/ ٤٨)

احادیث نبویہ کے خلاف ان ساری دیوبندی زور آزمائیوں کا جائزہ لیں گے بشرطیکہ زندگی وصحت وعافیت رہے۔

ان سارے اکاذیب کے بعد مصنف انوار نے یہ اعتراف کیا کہ صحیح بخاری کے خلاف ساری جہمی مرجی حنفی رائے پرست کوثری دیوبندی کوششیں بیکار ہی بیکار ہیں، ان سے بلکہ ان سے بیس گنا دیوبندی لغوطرازی سے عظمت بخاری گھٹنے کے بجائے بڑھتی رہے گی، پھر اپنے اسی دیوبندی خناس کہ بخاری کی احادیث کا درجۂ صحت تمام دوسری کتب صحاح کی مرویات سے اعلی ہے، نیز یہ نظریۂ ابن صلاح بھی صحیح نہیں کہ صحیحین کی احادیث مفید علم قطعی ہیں ظنی نہیں، اکثر اہل علم اس کے خلاف ہیں۔"[1]

ہم کہتے ہیں کہ حق بجانب صحیح بات کہنے والے فرد واحد کی بات تمام لوگوں کی باتوں پر بھاری ہے، فرد واحد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پوری دنیا کے بالمقابل اللہ تعالی نے "امت" کہا ہے اور کئی منفرد افراد کو ہمارے رسول خاتم محمد ﷺ نے بھی امت کہا ہے، ہم اپنی اسی کتاب میں آگے چل کر اس قسم کے ہفواتِ مصنف انوار بلفظ دیگر ترجمان دیوبندیہ کوثریہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ کا جائزہ لیے ہوئے ہیں۔

صحیح بخاری کی مسلم پر ترجیح اجماعِ امت ہے:

امام نووی نے شرح صحیح مسلم کے مقدمہ میں کہا:

"اتفق العلماء على أن أصح الكتب بعد القرآن العزيز الصحيحان البخاري ومسلم، وتلقتهما الأمة بالقبول وكتاب البخاري أصحهما وأكثرهما فوائد، ومعارف ظاهرة وغامضة وقد صح أن مسلماً كان يستفيد من البخاري ويعترف بأنه ليس له نظير في علم الحديث، هذا الذي ذكرناه من ترجيح كتاب البخاري هو المذهب المختار قاله الجماهير و أهل الاتقاق والحذق والغوص على أسرار الحديث... إلى أن قال: و من أخصر ما ترجح به اتفاق العلماء على أن البخاري أجل من مسلم وأعلم بصناعة الحديث منه الخ."[2]

"تمام علماء کا اس پر اجماع واتفاق ہے کہ قرآن عزیز کے بعد صحیحین اصح الکتب ہیں، انھیں پوری امت نے شرف قبولیت بخشا ہے اور صحیحین میں صحیح بخاری صحیح تر اور کثیر ترین فوائد اور ظاہری و باطنی معارف والی ہے، یہ صحیح طور پر ثابت ہے کہ امام مسلم امام بخاری سے مستفید ہونے والوں اور انھیں علم حدیث میں بےنظیر قرار دینے والوں میں سے تھے اور صحیح مسلم پر صحیح بخاری کے بالا جماع راجح ہونے والی جو بات ہم نے کہی ہے یہی بات جمہور علماء و پختہ کارانِ فن اور بحر اسرار کے غوطہ زن ماہرین نے کہی ہے، اور یہ مذہب مختار ہے، المختصر صحیح مسلم پر صحیح بخاری کی ترجیح پر علماء کا اجماع واتفاق ہے کہ بخاری مسلم سے کہیں زیادہ جلیل القدر وفن حدیث کے کہیں زیادہ جان کار ہیں۔"

فرقہ مرجیہ کوثریہ دیوبندیہ اجماع امت کے خلاف بغاوت کا مرتکب ہے:

اس سے معلوم ہوا کہ امام نووی اور جمہور اہل علم و ماہرین علوم حدیث نے اس بات پر تمام لوگوں کا اجماع نقل کیا ہے کہ صحیح

[1] ماحصل از مقدمه انوار (۲/ ۵۱)

[2] مقدمه شرح مسلم للنووي (ص: ١٤) وحواشی سير أعلام النبلاء نیز ترجم مسلم (١٢/ ٥٦٦، ٥٦٧) و متعدد کتب.

بخاری کو صحیح مسلم پر فوقیت حاصل ہے، یہ بات دیگر ہے کہ بعض اعتبار سے صحیح مسلم کو کسی نے راجح قرار دیا ہو، اس بعض اعتباری بات سے یہ لازم نہیں آتا کہ مجموعی اعتبار سے کسی نے صحیح بخاری پر صحیح مسلم کو ترجیح دی ہو، اس سے لازم آیا کہ جہمیت زدہ فرقۂ مرجیہ رائے پرست کوثریہ دیوبندیہ حنفیہ نے اجماع امت کے خلاف بغاوت وخروج کی راہ اختیار کر رکھی ہے، اجماع کی بار بار دہائی دینے والے اس فرقہ کذابہ حرافہ کی دوغلی دورخی متضاد ومتعارض پالیسی اس کی تکذیب کے لیے کافی ہے۔

اگر صحیحین کی احادیث اور ان کے درجہ والی احادیث صحیحہ سے علم نہیں صرف ظن حاصل ہوتا ہے جیسا کہ فرقہ مرجیہ بشمول مصنف انوار اور بعض دیگر مدعی ہیں تو کیا سینکڑوں آیات قرآنیہ میں اطاعت نبوی واتباع نبوی کا حکم دے کر اللہ رب العالمین نے تمام اہل اسلام کو حکم دیا ہے کہ وہ ظنون واوہام کو اپنا دین و مذہب اور ایمان بنائیں؟ فرامین نبویہ کے خلاف اس محاذ آرائی کو اپنا دین و مذہب اور ایمان بنائیں؟ فرامین نبویہ کے خلاف یہ محاذ آرائی بلا شک نصوص سے اعراض وانحراف ہے، احادیث صحیحہ کو ظنون قرار دینے والے بھی اس بات سے متفق ہیں کہ یہ واجب العمل ہیں جیسا کہ خود فرقہ مرجیہ اور اس کے بعض موافقین نے صراحت کر رکھی ہے، تو کیا ظنون کے واجب العمل ہونے والی پالیسی نصوص شرعیہ کے خلاف زور آزمائی و بغاوت نہیں ہے؟ نصوص شرعیہ تو اتباع علم کا حکم دیں اور نصوص کے خلاف راہ بغاوت اختیار کرنے والے ظنون کے اتباع کو واجب کہیں، یہ کیسی بے راہ روی ہے؟

تنبیہ بلیغ:

حضرت عقبہ بن عامر جہنی جیسے فقیہ وعظیم المرتبت صحابی کا ارشاد ہے: "تعلموا قبل الظانين" یعنی پرستارانِ ظنون کے پیدا ہونے سے پہلے تم لوگ پرستاران علم بنے رہنے کے لیے حصول علم کرو۔[1]

یہ بات معنوی طور پر حضرت ابن مسعود نے نبی کریم ﷺ سے مرفوعاً نقل کی ہے: "تعلموا الفرائض، وعلموها الناس، فإني امرؤ مقبوض، وإن العلم سيقبض حتى يختلف الإثنان في الفريضة فلا يجدان من يفصل بينهما" یعنی تم لوگ فرائض کا علم حاصل کرو اور لوگوں کو ان کی تعلیم دو کیونکہ میں فوت ہوجانے والا آدمی ہوں اور علم عنقریب سمٹ سمٹا کر رہ جائے گا یہاں تک کہ ایک فرض والے مسئلہ میں دو آدمیوں کا اختلاف ہوگا جس کا حل وہ علمی بنیاد پر تلاش کریں گے مگر کسی کو نہ پائیں گے جو علمی بنیاد پر ان کے درمیان فیصلہ کردے۔"[2] یہ حدیث معنوی طور پر مرفوعاً وموقوفاً متعدد صحابہ سے مروی ہے۔ اللہ تعالی اور اس کے رسول نے لوگوں کو حصول علم کی تعلیم دی ہے حصول ظن کی نہیں، حضرت عقبہ بن عامر کے قول اور ان کے ہم معنی اقوال نبویہ وصحابہ کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ احادیث صحیحہ سے حاصل ہونے والے علم کو ظن قرار دینے والوں کے پیدا ہونے سے پہلے تم انھیں علم ہی مانو، ان نصوص وآثار صحابہ میں احادیث سے حاصل شدہ علم کو ظن کہنے والوں کی جو مذمت کی گئی ہے وہ مخفی نہیں، لہٰذا امام ابن صلاح ہی کی بات صحیح ہے، جو احادیث صحیحین والی احادیث جیسی صحیح ہوں ان کا بھی یہی معاملہ ہے۔

[1] صحيح البخاري مع فتح الباري كتاب الفرائض باب تعليم الفرائض (١٢/ ٤)

[2] أحمد و ترمذي ونسائي و حاكم و صححه.

تنبیہ بلیغ ثانی:

امام نووی امام ابوعمرو بن الصلاح سے ناقل ہیں:

"جميع ما حكم مسلم بصحته في هذا الكتاب فهو مقطوع بصحته، والعلم النظري حاصل بصحته في نفس الأمر، و هكذا ما حكم البخاري بصحته في كتابه، وذلك لأن الأمة تلقت ذلك بالقبول سوى من لايعتد بخلافه و وفاقه في الإجماع، والذي نختاره أن تلقي الأمة للخبر المنحط عن درجة التواتر بالقبول يوجب العلم النظري بصدقه خلافا لبعض محققي الأصوليين حيث نفى ذلك بناء على أنه لايفيد في حق كل منهم إلا الظن و إنما قبله لأن يجب عليه العمل بالظن والظن قد يخطئ وهذا مندفع لأن ظن من هو معصوم من الخطأ لايخطيء و الأمة في إجماعها معصومة من الخطاء... إلى أن قال: ما اتفق البخاري ومسلم على إخراجه فهو مقطوع بصدق مخبره ثابت يقيناً لتلقي الأمة ذلك بالقبول، وذلك يفيد العلم النظري وهو في إفادة العلم كالمتواتر إلا أن المتواتر يفيد العلم الضروري و تلقي الأمة بالقبول يفيد العلم النظري وقد اتفقت الأمة على أن ما اتفق البخاري ومسلم على صحته فهو حق وصدق، وقد كنت أميل إلى أن ما اتفقا عليه فهو مظنون وأحسبه مذهباً قوياً و قد بان لي الآن أنه ليس كذلك وإن الصواب أنه يفيد العلم."[1]

''صحیحین میں امام بخاری ومسلم میں سے کسی نے جن احادیث کو صحیح قرار دیا ہے وہ قطعی طور پر صحیح ہیں، اور ان سے علم نظری حاصل ہوتا ہے، اس لیے کہ پوری امت انھیں قبول کرنے پر متفق ہے، اس سے اختلاف صرف ایسے بعض اشخاص نے کیا ہے جس کا اختلاف نا قابل اعتبار ہونے کے سبب انعقاد اجماع میں قادح نہیں، اور نہ ہی ان کی موافقت ہی انعقاد اجماع میں کسی کام کی ہے، ہمارا اختیار کردہ مذہب یہ ہے کہ درجۂ تواتر سے نازل جو حدیث صحیح امت کے تلقی بالقبول سے شرف یاب ہے اس کی صداقت پر علم نظری حاصل ہے، بعض محققین نے اس سے اختلاف کر کے مذکورہ موقف کی اس بنا پر نفی کی ہے کہ ہر آدمی کے حق میں وہ مفید ظن ہی ہے، اسے صرف واجب العمل ہونے کی حیثیت سے قبول کیا گیا ہے کیونکہ ظن پر عمل واجب ہے اور ظن میں کبھی کبھار غلطی ہوجاتی ہے لیکن ان بعض اصولی محققین کی بات بے جان اس لیے ہے کہ معصوم کا ظن خطا نہیں کھاتا اور اجماعِ امت خطا سے معصوم ہے، جس حدیث کی تخریج پر بخاری ومسلم متفق ہوں وہ قطعی ویقینی طور پر صدق وثابت ہے، امت کے تلقی بالقبول کے سبب، اور یہ بات حدیث متواتر کی طرح علم ہے، خبر متواتر سے حاصل شدہ علم بدیہی ہے اور غیر متواتر سے حاصل شدہ علم نظری ہے، اور امت اس پر متفق ہے کہ جن حدیث کے صحیح ہونے پر بخاری ومسلم متفق ہوں وہ حق وصدق ہے، میرا بھی میلان ہورہا تھا کہ صحیحین کی احادیث ظنی ہیں، میں اسے قوی مذہب ہونے کے خیال خام میں مبتلا تھا

[1] مقدمه شرح مسلم للنووي (ص: ١٤، ١٥)

مگر مجھ پر یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ معاملہ ویسا نہیں ہے بلکہ صواب بات یہی ہے کہ صحیحین کی احادیث مفید علم ہیں۔''

معلوم ہوا کہ صحیحین کی احادیث کے قطعی الصحت ومفید علم ہونے پر اجماع امت ہے، اس اجماع سے صرف ایسے بعض لوگوں کا اختلاف ہے جو کسی شمار و قطار میں نہیں، لہٰذا جن لوگوں نے بھی اس اجماع امت سے اختلاف کیا ہے ان کا اختلاف بالکل کالعدم ہے، تعجب ہے کہ دلیل کے بغیر اس اجماعِ امت کے بحوالہ امام ابن صلاح نقل کرنے والے امام نووی بھی سیلابِ غلط روی میں بہ گئے اور فرقۂ دیوبندیہ کوثریہ مرجیہ کی بات ہی کہی۔ فرقہ دیوبندیہ بھی اجماع سے منحرف ہے اور وہ اس طرح کا انحراف بکثرت اختیار کرنے کا عادی ہے۔

بس انھیں مباحث پر مصنف انوار نے بخاری سے متعلق انوری افادات کا یہاں خاتمہ کر دیا مگر آگے چل کر اپنی تقلید پرستی والی نیش زنی کا سلسلہ جاری رکھا، ہم سارے اکاذیب انوریہ وکوثریہ و دیوبندیہ مرجیہ تقلید ورائے پرست حنفیہ کا جائزہ لینے کا تہیہ کیے ہوئے ہیں، اکثر و بیشتر اکاذیب انوریہ مع اکاذیب دیوبندیہ کوثریہ جہمیہ مرجیہ رائے پرست واکاذیب پرست حنفیہ کا جائزہ لیا جا چکا ہے اور اگر اقل قلیل کچھ حصہ باقی ہے تو احقاقِ حق وابطالِ باطل جلد ہونے والا ہے۔

۲۔ امام مسلم بن الحجاج ابوالحسین قشیری نیشاپوری (مولود ۲۰۶ھ ومتوفی ۲۶۱ھ) بعمر پچپن سال:

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار نے امام مسلم کا سال ولادت ۲۰۶ھ لکھا ہے مگر تہذیب التہذیب میں ان کا سال ولادت ۲۰۴ھ لکھا ہے اور تقریب التہذیب میں بطور اعدل الاقوال لکھا کہ "مات سنة إحدى و ستين وله سبع و خمسون" یعنی امام مسلم ۲۶۱ھ میں بعمر ستاون سال فوت ہوئے، جس کا لازمی مطلب ہے کہ موصوف ۲۰۲ھ یا ۲۰۳ھ میں پیدا ہوئے، اس سے مصنف انوار کا انحراف معلوم نہیں کیوں ہے؟

بہر قیمت جہمیت زدہ مرجیہ دیوبندیہ کی ہمیشہ سے کوشش رہی ہے کہ امام بخاری وصحیح بخاری کا مرتبہ کسی نہ کسی طرح گرایا جائے مگر جب امام مسلم کا اپنے اوپر امام بخاری کو بہر طور ترجیح دینا ثابت ہے، نیز اسی پر اجماع امت بھی متعدد اہل علم نے نقل کیا ہے جیسا کہ عام کتب رجال میں صراحت ہے، تو جہمیہ مرجیہ کوثریہ دیوبندیہ جیسے بے راہ رولوگوں کی غوغہ آرائی سے کیا بننے بگڑنے والا ہے؟

صاحب سیرۃ البخاری الامام العلام عبدالسلام نے اکتیس شروح مسلم کا ذکر کیا، نیز کہا کہ ہندوستانی اہل حدیث علماء میں سے الامام العلام الحافظ عبداللہ غازی پوری نے "البحر المواج" کے نام سے اور صاحب عون المعبود نے ایک دوسری مبسوط شرح مقدمہ مسلم بھی لکھی۔ محشی سیرۃ البخاری شاکی ہیں کہ جماعت اہل حدیث کی غفلت و بے حسی کے باعث یہ دونوں عظیم شروح شائع نہ ہوسکیں۔[1] ہم کہتے ہیں کہ ہماری اس جماعت کا یہ حال ہے کہ ہماری بعض کتابوں کے مسودے تک نہایت بے تکلفی سے غائب کر کے بہت سکون کے ساتھ ہے اور ہماری دسیوں کتابیں طباعت سے محروم دفتر طباعت کے سرد خانے میں سالہا سال سے پڑی ہیں۔ إنا لله وإنا إليه راجعون۔

ابھی ہم مزید مباحث بھی امام بخاری ومسلم سے متعلق آگے چل کر پیش کرنے والے ہیں، ناظرین کرام منتظر رہیں۔

---

[1] سيرة البخاري اردو (ص: ۳۵۰ تا ۳۵٦)

تنبیہ:

بسند صحیح منقول ہے کہ امام مسلم نے کہا:

"أبو حنيفة النعمان بن ثابت صاحب الرأي مضطرب الحديث ليس له كبير حديث صحيح" [1]

''امام ابوحنیفہ رائے پرست مضطرب الحدیث آدمی تھے، ان سے کچھ زیادہ صحیح احادیث مروی نہیں ہیں۔''

یہی بات بہت سارے ائمہ کرام نے کہی ہے۔ حافظ ابن حبان نے کہا کہ اپنی بیان کردہ کل ایک سو دس احادیث میں صرف دس احادیث امام ابوحنیفہ صحیح طور پر بیان کر سکے ہیں۔ (وسيأتي التفصيل)

امام مسلم کی یہ بات عام اہل علم کے مطابق ہے۔ جو اس قدر مضطرب الحدیث ہو اس کی روایت کردہ کوئی بھی حدیث صحیح یا حسن یا حجت نہیں قرار پا سکتی، اس اصول کے بالمقابل مصنف انوار جیسے مرجیہ کوثریہ دیوبندیہ کیا فرماتے ہیں؟

۳۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ ابن ماجہ قزوینی ربعی (مولود ۲۰۹ھ ومتوفی ۲۷۳ھ) بعمر چونسٹھ سال:

مصنف انوار نے امام ابن ماجہ کا ذکر مختصراً کیا مگر حسب عادت اس میں بھی زہریلے مواد اپنے ہی جیسے غالی تقلید پرست جہمیت زدہ مرجیہ عبدالرشید نعمانی کی کتاب ''ماتمس إليه الحاجة'' کے حوالے سے جمع کر دیے۔ ہم اختصار کے پیش نظر یہاں نہیں مگر نعمانی موصوف اور ان کی کتاب مذکور پر آگے چل کر بھرپور تبصرہ کریں گے۔

۴۔ ابوداود سلیمان بن الاشعث سجستانی (مولود ۲۰۲ھ ومتوفی ۲۷۵ھ) بعمر تہتر سال:

مصنف انوار نے اپنے مرجیانہ دیوبندی مصالح کے مطابق امام ابوداود کا ذکر مختصراً کیا مگر کذب بیانی اور تقلیدی تلبیس کاری والی بات لکھنا نہیں بھولے۔ کہا:

ابوداود کو بعض حضرات نے شافعی اور بعض نے حنبلی کہا، انھیں تفقہ میں بھی حظ وافر تھا، اسی لیے وہ ائمہ متبوعین سے بھی بدظن نہیں بلکہ ان کی جلالت قدر وعظمت کا برملا اعتراف کرتے ہیں۔ [2]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار کی بدتمیزی وجہالت کا یہ حال ہے کہ وہ اتنا بھی سمجھنے سے قاصر ہیں کہ چوتھی صدی ہجری سے پہلے تقلید پرستی کا رواج نہیں تھا، پھر تیسری صدی کے امام ابوداود شافعی یا حنبلی تقلید پرست کیونکر ہو سکتے تھے؟ اپنی اس جھوٹی بات کو کسی تعلیق کے بغیر چھوڑ دیا کہ انوار الباری کے ناظرین انھیں فرقہ دیوبندیہ جیسا کوئی تقلید پرست مولوی سمجھیں، نیز موصوف مصنف انوار نے یہ ظاہر کیا کہ فقہ میں حظ وافر کے حامل ائمہ متبوعین سے بدظن نہیں ہوتے بلکہ حسن ظن رکھتے اور ان کی جلالت وعظمت کے معترف ہوتے ہیں، یعنی جو ائمہ متبوعین سے حسن ظن نہیں رکھتے وہ ان کی جلالت وعظمت کے معترف نہیں ہوتے اور حسن ظن سے مصنف انوار کی مراد ہے تجریح و مذمت نہ کرنا، یعنی جو ائمہ متبوعین پر تجریح وکلام کرتے ہیں وہ فقہ سے ناآشنا و ناواقف وخالی وعاری ہوتے ہیں، ائمہ متبوعین سے مصنف انوار نے اپنا مقصود ومطلب کہیں ظاہر نہیں ہونے مگر ان کے بیانات

[1] خطیب (۱۳/ ۴۵۱) [2] مقدمہ انوار (ص: ۵۷)

سے مستفاد ہوتا ہے کہ وہ ائمہ کرام ہیں جن کی تقلید کی جاتی ہے، چونکہ مصنف انوار صرف چار ائمہ ہی کو ائمہ متبوعین مانتے ہیں، یعنی امام ابوحنیفہ و مالک وشافعی واحمد اس لیے ان کی مراد یہ ہے کہ ان میں جس کسی پر جس نے کوئی تجریح کی ہے وہ فقہ سے خالی و عاری و نا آشنا و ناواقف ہے، اور مصنف انوار اور ان کی پارٹی والوں کو خوب معلوم ہے کہ ان چاروں ائمہ متبوعین میں سے امام ابوحنیفہ کو چھوڑ کر کسی بھی امام پر کسی نے بھی کوئی تجریح نہیں کی ہے مگر امام ابوحنیفہ پر سارے کے سارے محدثین وفقہاء وائمہ کرام واہل علم نے ضرور تجریح کی ہے، اگر کسی نے تجریح کی تصریح سے سکوت کیا ہے تو اس نے جارحین کی اشارۃً بھی تردید نہیں کی بلکہ اپنے سکوت سے جارحین کی تائید وتصدیق کر دی ہے جیسا کہ "السکوت ھو الرضا" والی واقعاتی مثل سے ظاہر ہے۔

دریں صورت واضح رہے کہ امام ابوحنیفہ نے بذات خود اپنے اوپر سب سے زیادہ تجریح کی ہے، ان سے زیادہ تجریح کسی سے بھی منقول نہیں، یہ تفصیل گزر چکی ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اپنی بیان کردہ تمام فقہی وغیر فقہی باتوں کو مجموعۂ اغلاط واباطیل و شرور وفتن و پادر ہوا اور نا قابل نقل وتحریر و نالائق نوشت و روایت، نیز مجموعۂ رائے وقیاس کہا، اور یہ کہا کہ میری مجموعہ رائے و قیاس باتوں میں سے کسی کا کوئی ٹھکانہ نہیں، میں انھیں ہر دور و ہر آن مردود و باطل قرار دیتے رہنے کا شیوہ وشعار رکھتا ہوں، یعنی کہ میں بالکل متروک ہوں، فقہ و رائے و قیاس وعقیدہ و حدیث ہر چیز میں، نیز یہ کہ میں نے اپنے جس بھی استاذ سے کوئی فقہی بات یا حدیث نقل کی اس میں میں نے اپنی طرف سے خود ساختہ من گھڑت بات ضرور شامل کر دی، نیز امام ابوحنیفہ نے اپنے تمام تلامذہ کو علی الاطلاق خصوصاً ابو یوسف کو اور بالخصوص ارکان مجلس تدوین فقہ حنفی کو کذاب کہا، لہٰذا مصنف انوار کے اس جہمی مرجی کوثری دیوبندی تقلیدی ورائے پرستی والے اصول سے لازم آیا کہ امام ابوحنیفہ نے بذات خود اپنے کو غیر فقیہ کہا۔ باقی ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک نے امام ابوحنیفہ پر اسی طرح کی تجریح کی ہے جس طرح کی خود امام ابوحنیفہ نے اپنے اوپر خود کی، البتہ ان ائمہ ثلاثہ کی تجریح ابی حنیفہ اپنے اوپر امام ابوحنیفہ کی تجریح سے قدرے خفیف ہے جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے، امام شافعی نے شاگرد ابی حنیفہ محمد بن حسن کے سامنے استفہام تقریری کے ذریعہ امام ابوحنیفہ کو علوم شریعت سے بالکل بہرہ و جاہل مطلق و نا آشنائے محض کہہ کر محمد بن حسن سے بالصراحت امام ابوحنیفہ کا علوم شریعت سے بالکل بے بہرہ و جاہل مطلق و نا آشنائے محض ہونے کا اقرار واعتراف کرا ہی لیا۔ نیز ہم نقل کر آئے ہیں کہ بتصریح کوثری ابوحنیفہ کے تمام تلامذہ خصوصاً معدوم الوجود مجلس تدوین فقہ کے چہل ارکان نے امام ابوحنیفہ کو بلید واحمق قرار دیا اور والدۂ ابی یوسف نے بھی امام ابوحنیفہ کو بلید واحمق وعقل سے بے بہرہ بھری مجلس میں کہا اور کسی نے اس پر کوئی نکیر نہیں کی۔

لہٰذا مصنف انوار کے جہمی کوثری دیوبندی تقلیدی رائے پرستی والے اصول سے لازم آیا کہ معدوم الوجود مجلس تدوین فقہ ابی حنیفہ کے سارے ارکان اور باقی تمام تلامذۂ ابی حنیفہ بالکل ہی غیر فقیہ تھے، حالانکہ مصنف انوار نے ان سب کو فقیہ ہی نہیں اپنے وقت کے بڑے فقہاء و محدثین ومفسرین و ماہرین علوم اسلامیہ کہا، اس سے مصنف انوار اور ان کی پارٹی والوں کا تضاد گو و متعارض پالیسی والا ہونا بھی لازم آتا ہے، مجلس تدوین فقہ کے میر منشی جن ابو یوسف کو مصنف انوار اور ان کی پارٹی والوں نے کہا ہے انھوں نے امام ابوحنیفہ کو جہمی مرجی، اہل اسلام میں خانہ جنگی کی حوصلہ افزائی کرنے والا قرار دے کر صراحت کی کہ ابوحنیفہ سے کسی قسم کی روایت کرنی درست نہیں۔

اس نوع کی باتیں ان تمام ائمہ کرام نے امام ابوحنیفہ کی بابت کہیں جنھیں مصنف انوار فقیہ کہتے ہیں حتی کہ امام ابوحنیفہ کے استاذ خاص حماد نیز دوسرے اساتذہ امام اوزاعی وشعبہ وایوب سختیانی اور استاذ الاساتذہ امام مالک وغیرھم نے امام ابوحنیفہ پر شدید ترین تجریحات کیں، اس سے ان تمام اساتذۂ امام ابی حنیفہ وتلامذۂ ابی حنیفہ کا غیر فقیہ ہونا لازم آتا ہے، امام ابن المبارک اور دوسرے ارکان مجلس تدوین فقہ حنفی نے امام ابوحنیفہ کو مجروح ومتروک قرار دیا اور عام محدثین وفقہا نے بھی، جیسا کہ ابو یوسف نے محمد بن حسن کو اور محمد بن حسن نے ابو یوسف کو کذاب کہا، اسی طرح کئی اراکین مجلس تدوین فقہ حنفی نے کئی ارکان کو کذاب و متروک ومجروح قرار دیا ہے، لہٰذا نعوذ باللہ سب کے سب غیر فقیہ ہوئے۔

امام احمد سے ائمہ احناف خصوصاً ابوحنیفہ پر زیادہ شدید وقادح تجریحات منقول ہیں حتی کہ بعض روایات معتبرہ کے مطابق امام احمد نے امام ابوحنیفہ کو کذاب تک کہا ہے، نیز یہ کہا کہ اگر اتفاق سے کوئی حنفی صدوق بھی ہو تو بھی اس سے روایت نہ لی جائے، مصنف انوار اور ان جیسے کذاب ومرجیہ کوثریہ دیوبندیہ میں سے بہت سارے لوگ عالم برزخ میں پہنچ کر اپنی کارستانیوں کے مزے لے رہے ہوں گے اور اصل مزہ بروز قیامت آخرت میں چکھیں گے، جو اس روش پر دنیا میں زندہ رہ کر قائم ہیں اور اسی پر مریں گے ان کا جو حشر ہوگا وہ اجمالی طور پر معلوم ہے، وہ اہل اسلام میں اکاذیب وتلبیسات ودجل وخرافات واکاذیب وجامد درجۂ شرک کو پہنچی ہوئی تقلید پرستی وبے بسی کو پھیلاتے ہیں، اس سلسلے میں ہم اتنی ہی بات کو کافی سمجھتے ہیں۔

۵۔ امام ترمذی (مولود ۲۰۹ھ ومتوفی ۲۷۹ھ) بعمر ستر سال:

مصنف انوار نے امام ترمذی ابوعیسی محمد بن عیسی بن سورۃ بن موسی بن ضحاک سلمی بوغی کے نام ونسب ووطن وبعض شیوخ کے ذکر کے بعد یکے بعد دیگرے دو عناوین قائم کیے:

۱۔ جامع ترمذی کی فوقیت دوسری کتب حدیث پر۔ ۲۔ طریق بیانِ مذہب۔

اس عنوان کے تحت موصوف مصنف انوار نے کہا:

> ''مجموعی اعتبار سے یہ کتاب حدیثی فوائد میں بھی دوسرے تمام کتب حدیث پر فائق ہے، اول اس وجہ سے کہ ترتیب عمدہ ہے اور تکرار نہیں، دوسرے اس میں فقہاء کے مذاہب اور ان کے دلائل ذکر کیے ہیں، تیسرے اس میں حدیث کی انواع بھی کھول دی ہیں، مثلاً: صحیح، حسن، ضعیف، غریب، معلل وغیرہ، چوتھے اس وجہ سے کہ اس میں راویوں کے نام، ان کے القاب وکنیت کے علاوہ وہ امور بھی ظاہر کر دیے ہیں جن کا فن رجال سے تعلق ہے۔ [1] بیان مذاہب بھی باوقعت الفاظ سے کرتے ہیں، امام بخاری کی جلالت قدر سے بہت متاثر ہیں، ان سے روایت بھی کرتے ہیں جب کہ دوسرے ارباب صحاح نے ان سے روایت بھی نہیں کی، بیان مذہب کے موقع پر امام بخاری کا مذہب نقل نہیں کرتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو مجتہد فی المذہب تسلیم نہیں کرتے، حضرت الاستاذ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ حنفیہ کا مذہب امام بخاری کی طرح امام ترمذی کو بھی مستند طریقہ پر نہیں پہنچا، امام ترمذی اگرچہ ہر باب میں حدیث کا پورا ذخیرہ تو نہیں پیش کرتے لیکن جتنے صحابہ کی بھی مرویات ان کو محفوظ ہوتی ہیں ان

[1] بستان المحدثین.

سب کی طرف اشارات کر دیتے ہیں۔"[1]

ہم کہتے ہیں کہ امام ترمذی سے متعلق مصنف انوار کے متعدد متعارض ومتضاد اکاذیب، نیز ان کے فرقۂ جہمیت زدہ مرجیہ کوثریہ رائے پرست حنفیہ دیوبندیہ بالخصوص دیوبندی امام العصر اور دیگر ائمہ عصر کے متعارض ومتضاد اکاذیب کا ذکر کر آئے ہیں اوران سے اس کی وضاحت وتوجیہ کا مطالبہ کر آئے ہیں۔[2] ہماری اس کتاب کی پہلی جلد کا پہلا ایڈیشن (مطبوع ۱۴۰۲ھ ۱۹۸۲ء) شائع ہوئے سترہ اٹھارہ سال بیت گئے اور پہلی طباعت کے بعد اس کے دو ایڈیشن اور نکل چکے ہیں، پہلی طباعت مکمل ہوتے ہی ۱۴۰۲ھ میں اس کتاب کے دو تین نسخے مصنف انوار کو اور فرقہ مرجیہ دیوبندیہ کے متعدد اداروں اور اہل علم کہے جانے والوں کی خدمت میں بھیجے گئے مگر ہمارے چیلنج وتحدی ومطالبۂ توضیح وتوجیہ کے جواب سے پورا فرقہ دیوبندیہ کوثریہ سکوت مسلسل تاہنوز اس طرح اختیار کیے ہوئے ہے گویا اس فرقۂ کذابہ حرافہ پر سکوت مرگ طاری ہے، جو اس مصرع کا مصداق ہے۔ ؎

لا حياة لمن تنادي

ناظرین کرام اللمحات کی پہلی جلد کے محولہ صفحات ہی دیکھ کر اطمینان کر سکتے ہیں کہ اس فرقۂ کذابہ حرافہ کا مذہب وایمان صرف اکاذیب پرستی وتضاد وتعارض گوئی ومتضاد دورخی بلکہ سہ رخی حتی کہ مختلف الجہات الکثیرۃ پالیسی ہے، ایک طرف اس فرقہ کذابہ کی طرف سے تذکرۂ امام بخاری میں یہ صراحت ہے کہ امام بخاری جیسے ثقہ وصدوق امام الائمہ نے بالصراحت فرمایا کہ میں سولہویں سال کی عمر میں داخل ہوا تو میں کتب ابن المبارک ووکیع کا حافظ ہو چکا تھا اور علمائے عراق (اصل روایت میں اہل الرای یعنی ائمہ حنفیہ کی صراحت ہے) کے علم سے واقف ہو گیا تھا پھر دوسری طرف اپنی تکذیب بقلم خود تضاد گوئی والی عادت کے مطابق اس طرح کی کہ "حضرت الاستاذ شاہ صاحب فرماتے تھے کہ حنفیہ کا مذہب امام بخاری کی طرح امام ترمذی کو بھی مستند طریقہ پر نہیں پہنچا" فرقۂ دیوبندیہ اور اس کے امام العصر کے مجموعہ کلام بنام "أنوار الباري" کو ہم نے اللمحات کی پہلی جلد کے مقدمہ میں "ظلمات بعضها فوق بعض" کا مصداق کہا اور اسی مناسبت سے اس کے ظلمات واکاذیب وتناقضات پر مشتملات کے ہولناک وخوفناک تاریک سے تاریک تر تاریکیوں کی پردہ دری کے لیے لکھی جانے والی اپنی اس کتاب کا نام "اللمحات إلى ما في أنوار الباري من الظلمات" لکھا۔

پہلی جلد کے محولہ مقام پر امام ترمذی وبخاری سے متعلق اس فرقہ اور اس کے امام العصر کی ظلمات آفرینیوں کی طرف اشارات کیے گئے تھے لیکن ظلماتِ فرقہ دیوبندیہ کی یہ گھٹاٹوپ تاریکیاں ملاحظہ ہوں کہ ایک طرف امام بخاری کی زبان سے نکلے ہوئے یہ الفاظ بطور حجت نقل کیے جا رہے ہیں کہ امام بخاری بقول خویش اپنی عمر کے سولہویں سال میں قدم رکھتے وقت کتب ابن المبارک وکتب وکیع کے حافظ اور مذہب حنفیہ کے علوم سے بھی واقف ہو گئے تھے، دوسری طرف یہ ظلمات آفرینی کہ امام بخاری ہی نہیں امام ترمذی بھی مذہب ائمہ حنفیہ سے واقف نہیں تھے، مصنف انوار کا خلاف حقیقت یہ جھوٹا دعوی بھی ہے کہ ابن المبارک ووکیع معدوم الوجود چہل رکنی مجلس تدوین فقہ حنفی کے رکن رکین وحنفی المذہب تھے جن کی کتابیں ظاہر ہے کہ اس فرقہ کذابہ کے اصول ہی سے مذہب حنفی کے مسائل وعقائد وآراء پر مشتمل ہونگی، مزید یہ صراحت کہ امام بخاری مذہب حنفیہ سے پوری طرح

[1] مقدمہ انوار (۲/ ۵۸) [2] مقدمہ انوار (۲/ ۱۳۷ تا ۱۳۹ و ۱/ ۱۵۳، ۱۵٤)

واقف ہو چکے تھے، دریں صورت اس فرقہ کے ترجمان مصنف انوار کی یہ ساری باتیں انبار اکاذیب متعارضہ کے علاوہ کیا ہیں؟

امام بخاری جیسے ثقہ وصدوق کے اس قول کہ ''میں مذاہب اہل الرای سے واقف ہوں'' کے خلاف اس فرقۂ کذابہ حرافہ کا یہ دعوی کہ علم کے بغیر امام بخاری اسی فرقۂ کذابہ کی طرح مذاہب اہل الرای کی طرف اپنی باتیں منسوب کرتے تھے، نیز یہ کہ ہم نقل کر آئے ہیں کہ یہ فرقہ کذابہ حرافہ امام بخاری اور دیگر محدثین کو دروغ باف روافض کی طرح کذاب قرار دیے ہوئے ہے، بلا شک وشبہ روافض والی دروغ بافی ہے اور اس فرقے کے جملہ علوم مدونہ کا روغن ومسالہ دراصل معتزلہ وجہمیہ مرجیہ رائے پرست کوثریہ کا تیار کردہ ہے، اگر دروغ بافی اس کا شیوہ وشعار نہ رہے تو کیا ہو جبکہ اس کی اساس وبنیاد ہی اسی پر قائم ہے؟ یہ طے شدہ امر ہے کہ صادقین کی تکذیب کرنے والے بذات خود بہت بڑے کذاب وافترا پرداز و بہتان طراز واتہام باز ہیں، وہ اپنے ہی اوپر دوسروں کو بھی ''المرء يقيس على نفسه'' کے مطابق قیاس کرتے ہیں مگر ان کا قیاس فاسد قیاس مع الفارق ہے جو بہت گھناؤنے اور قابل سزا بھاری جرائم میں سے ہے، اس باطل قیاس کا سودا انھیں آخرت میں بے حد مہنگا اور پریشان کن پڑے گا، صدیقین کو اپنے جیسا کذاب وتلبیس کار سمجھ لینا نہایت غیر معمولی جرم ہے۔ ہلاکت خیز جرائم میں اس کا شمار کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے نہایت غیظ وغضب کے عالم میں فرمایا تھا کہ ''ألا وقول الزور'' نیز صدیق اکبر کا فرمان ہے کہ ''الكذب مجانب للإيمان'' نیز ارشاد قرآنی ہے: ﴿إنما يفتري الكذب الذين لا يؤمنون﴾.

امام ترمذی نے اپنی کتاب میں مذہب حنفیہ کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

یہ تفصیل بیان ہو چکی ہے کہ امام صاحب نے اپنے بیان کردہ تمام فقہی علوم ومسائل وعقائد وآرا کو مجموعۂ اغلاط واباطیل و شرور وفتن اور محض رائے وقیاس کہا ہے، اور یہ کہا ہے کہ میں نے جس بھی استاذ سے کوئی علم سیکھا اس میں اپنی خود ساختہ بات بھی ضرور شامل کر دی، نیز موصوف نے اپنے علوم کے مدون کرنے والے تلامذہ کی بابت صراحت کی کہ یہ لوگ میری طرف اپنے خانہ ساز اکاذیب منسوب کر کے انھیں میری کتابیں قرار دینے کا کاروبار کرتے ہیں یعنی امام ترمذی جن کا عظیم المرتبت ثقہ ہونا خود اس فرقۂ مرجیہ کو بھی تسلیم ہے اپنی کتاب میں ان مجموعہ اکاذیب کی کوئی مکذوبہ بات درج کرنے کے روادار نہیں ہو سکتے تھے، اسی پر بنا پر عام محدثین نے امام ابوحنیفہ اور عام ائمہ حنفیہ سے مروی روایات کے ذکر سے بھی اپنی کتابوں کو محفوظ رکھا، البتہ بعض محدثین نے جس طرح دوسرے متعدد غیر ثقہ کذابین رافضہ جہمیہ مرجیہ کی ایک آدھ روایت نقل کر دی اسی طرح ائمہ حنفیہ خصوصاً امام ابوحنیفہ کی بھی بعض روایات نقل کر دیں، نیز ہم ذکر کر آئے ہیں کہ چونکہ امام ابوحنیفہ نے اپنی بیان کردہ فقہی وغیر فقہی بات کی نقل وروایت سے منع کر دیا اس لیے امام ترمذی اور دوسرے محدثین نے ان کی کوئی بات نقل نہیں کی مگر اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ کے ہم مذہب کہے جانے والے تلامذہ نے اپنے استاذ کی اس ممانعت شدیدہ مؤکدہ کی سو فیصدی مخالفت کرتے ہوئے اپنے خود ساختہ اکاذیب منسوبہ إلی أبي حنیفہ کو مذہب ابی حنیفہ قرار دے کر کتابوں میں مدون کر دیا، انھیں مخالفین ابی حنیفہ کی نگارشات وتحریر کردہ کتابوں پر فقہ حنفی ومذہب حنفی کا دارومدار ہے۔

ہم ذکر کر آئے ہیں کہ امام ترمذی نے اپنی جامع میں فرقۂ دیوبندیہ کے رکن مجلس تدوین فقہ حنفی امام وکیع کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ احناف کی کسی فقہی وغیر فقہی بات کی طرف نظر التفات بھی اس بنا پر مت ڈالو کہ مذہب حنفی بزعم فرقۂ دیوبندیہ کے اس حکم

کی تعمیل ضروری محدثین کو کرنی تھی کیونکہ وہ درحقیقت مزاعم فرقہ کذابہ کے برخلاف اہل حدیث ائمہ میں سے بہت بڑے قابل اتباع امام تھے، نیز اسی طرح کی بات معنوی طور پر تمام تر ائمہ اہل حدیث معاصرین ابی حنیفہ وغیر معاصرین ابی حنیفہ نے بھی فرمائی ہے جن میں سے متعدد حضرات ائمہ محدثین کی باتیں ہم نقل بھی کر آئے ہیں خصوصاً امام مالک، شافعی اوراحمد جنھیں یہ فرقہ ائمہ متبوعین کہتا ہے مگر ان کی کسی بھی بات کے اتباع سے اتنا ہی گریزاں ہے جتنا کہ گدھے کے سر سے سینگ!!

فرقہ دیوبندیہ دعویدار ہے کہ وہ مسلک ولی اللہ کا پابند ہے اور ہم عرض کر آئے ہیں کہ خاندان ولی اللہ کے سربراہ شاہ ولی اللہ نے صاف طور پر لکھا ہے کہ ابوحنیفہ سے روایت حدیث کا سلسلہ ہی جاری نہیں ہوا اور ابوحنیفہ کی کوئی روایت امام احمد و بخاری ومسلم وابوداود وترمذی وابن ماجہ ونسائی ودارمی وغیرہ نے نقل نہیں کی۔[1]

امام ترمذی نے کہا:

"سمعت يوسف بن عيسى يقول: سمعت وكيعا يقول حين روى هذا الحديث: لاتنظروا إلى قول أهل الرأي فإن الإشعار سنة و قولهم بدعة، وسمعت أبا السائب يقول كنا عند وكيع فقال لرجل ممن ينظر في الرأي وأشعر رسول اللهﷺ ويقول أبو حنيفة هو مثلة، قال الرجل: قد روي عن إبراهيم النخعي أنه قال: الإشعار مثلة، قال فرأيت وكيعاً غضب غضباً شديداً و قال: أقول قال رسول اللهﷺ وتقول قال إبراهيم، ما أحقك بأن تحبس ثم لا تخرج حتى تنزع عن قولك هذا."

''میں نے یوسف بن عیسی سے سنا کہ وکیع نے اشعار والی حدیث نبوی بیان کر کے کہا کہ تم لوگ اہل الرای احناف کے مذہب کی طرف نظر التفات بھی نہ ڈالو کیونکہ اشعار سنت ہے اور مذہب حنفی بدعت ہے، اور میں نے ابوالسائب سے کہتے سنا کہ ہم وکیع کے پاس تھے تو اس حدیث کو بیان کر کے انھوں نے ایک حنفی سے کہا کہ آپ ﷺ نے اشعار کیا مگر اسے ابوحنیفہ مثلہ کہتے ہیں، اس حنفی نے کہا کہ یہ بات ابراہیم نخعی سے بھی مروی ہے، اس پر امام وکیع بہت زیادہ خفا ہو کر کہنے لگے کہ میں تم سے حدیث نبوی بیان کرتا ہوں جس کے بالمقابل تم قول نخعی ذکر کرتے ہو، تم اس بات کے بہت مستحق ہو کہ قید کر دیے جاؤ اور جب تک حنفی مذہب سے تائب نہ ہو جاؤ جیل خانہ میں بند رہو۔''[2]

فرقہ مرجیہ دیوبندیہ اس فرمان وکیع کی بابت کیا کہتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ امام ترمذی اور عام محدثین نے اپنی کتب حدیث کو امام ابوحنیفہ اور جملہ فقہائے حنفیہ کے اقوال سے پاک رکھا، چنانچہ اس قاعدے کے مطابق امام ابوحنیفہ اور جملہ ائمہ حنفیہ بھی غیر فقیہ قرار پاتے ہیں کیونکہ امام ابوحنیفہ وائمہ حنفیہ کے مذاہب کا بھی ذکر امام ترمذی بلکہ کسی بھی محدث نے نہیں کیا اگر کسی نے کہیں کسی طرح کا ذکر کیا تو نکیر وتردید وتنقید وتکذیب کی خاطر کیا، بڑی دلدل میں پھنسے مصنف انوار اور ان کی پارٹی والے جس سے رہائی ممکن نہیں، امام بخاری کا مذہب اہل حدیث تھا اور امام ترمذی نے مذہب اہل حدیث کا ذکر ہر بات میں کیا، امام مالک و

---

[1] اللمحات (١/ ١٦٥)

[2] جامع ترمذي مع تحفة الأحوذي، أبواب الحج، باب ما جاء في إشعار البدن، طبع مصر (٣/ ٦٥٠، ٦٥١)

شافعی واحمد اوزاعی وصحابہ وتابعین سبھی اہل حدیث تھے، ان میں باہم کسی معاملہ کے اندر اختلاف کالعدم ہے، جس کا لازمی معنی ہوا کہ امام ترمذی نے مذہب بخاری کا ذکر ہر باب میں کیا ہے اور یہ بات اس فرقۂ کذابہ کی تکذیب کے لیے بہت کافی ہے۔

حضرت شاہ صاحب کا ارشاد:

عنوان مذکور کے تحت مصنف انوار نے یہ بدعنوانی کی:

''حضرت شاہ صاحب (فرقہ دیوبندیہ کے امام العصر انور شاہ) نے فرمایا کہ امام ترمذی نے اپنی بہت سی احادیث مرویہ کو خود ضعیف کہا، پھر بھی ان کے معمول بہا ہونے کا اعتراف اس بات کا ثبوت ہے کہ عمل بالحدیث کا مدار صرف قوت سند پر نہیں اور یہی صحیح حقیقت بھی ہے۔'' [1]

ہم کہتے ہیں کہ عام کتب احناف میں امام ابوحنیفہ کا جو یہ قول منقول ہے کہ "إذا صح الحديث فهو مذهبي" اس کا مطلب کیا فرقۂ دیوبندیہ یہ سمجھتا ہے کہ غیر احادیث صحیحہ حتی کہ موضوعہ اور واہیہ ومعلولہ ومعضلہ وغیرہ کو اپنا دین و ایمان قرار دینا ابوحنیفہ کا شیوہ وشعار رہا اور اسی کی تقلید فرقہ دیوبندیہ اپنا دین و مذہب و ایمان بنائے ہوئے ہے؟ جن عبداللہ بن المبارک کو فرقہ دیوبندیہ نے چہل رکنی مجلس تدوین فقہ حنفی کا رکن رکین کہا۔ انھوں نے فرمایا: "الإسناد من الدين لولا الإسناد لقال من شاء ما شاء فإذا قيل له من حدثك؟ بقي" یعنی سند دین اسلام کا جزو ہے اگر اس کی شرط نہ ہوتو کذابین جس مکذوب بات کو چاہیں نص نبوی قرار دے کر دین بنالیں لیکن جب ان کذابین سے مطالبۂ سند کیا جائے تو یہ مبہوت و بدحواس ہو کر رہ جائیں۔ [2]

یہی وجہ ہے کہ سند کا نام سنتے ہی اس فرقہ کے ائمۃ العصر لوگ حواس باختہ ہو کر بدحواسی میں مذکورہ بالاقسم کی ہذیاں سرائی و لغوطرازی کرنے لگتے ہیں۔ فرقۂ دیوبندیہ بشمول مصنف انوار کے جہمی استاذ وامام کوثری نے تانیب الخطیب میں اور خود مصنف انوار اور ائمہ دیوبند نے اسانید پر کیوں بحث فرمائی؟

اس دجل وتلبیس کاری کی حد ہی ہوگئی، اپنے اسی خانہ ساز اصول مکذوبہ ہی کی بنا پر اکاذیب یا اوہام کو احادیث کہہ کر یہ فرقہ اپنا دین وایمان بنائے ہوئے ہے، تازہ کھجور کے ساتھ خشک کھجور کی بیع والی ابوعیاش زید کی حدیث صحیح کو ضعیف کہہ کر حسب عادت امام ابوحنیفہ نے اپنی اختراعی رائے پر کیوں عمل کیا؟ ؂

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

امام ابوحنیفہ اور جملہ ائمہ حنفیہ کی روایت کردہ احادیث کی سندیں کس مقصد سے بیان کی گئی ہیں؟ محدثین کے خلاف فرقۂ مرجیہ کی اکاذیب پرستی کا دارومدار ہی اس پر ہے کہ احادیث صحیحہ وآثار معتبرہ کو غیر معتبرہ کہہ کر خوش رہا کریں، یہ کام مصنف انوار نے فرقۂ دیوبندیہ کی معاونت وحوصلہ افزائی سے بہت زیادہ کیا ہے اور ان کے ظلمات آفریں امام العصر علامہ انور اور دوسرے ائمہ کوثریہ وجہمیہ ودیوبندیہ نے بھی، خطیب کے ترجمہ ابی حنیفہ پر خصوصاً اور عام کتب حدیث ورجال وتاریخ وغیرہ پر عموماً کوثریہ دیوبندیہ نے حواشی چڑھا کر نیز مستقل کتابیں لکھ کر صرف یہی ایک ہی کام تو کیا ہے کہ روایات معتبرہ کی سندوں پر بزور اکاذیب

---

[1] مقدمہ انوار (۲/ ۵۸)

[2] كتاب العلل للترمذي بتحقيق وتعليق إبراهيم علوه عوض مطبوع مصر ۱۳۹۵ھ ۱۹۷۵ء (۵/ ۷۴۰)

کلام کر کے انھیں غیر معتبر قرار دے کر سمجھے کہ اکاذیب کی حمایت ہی اصل دین وایمان ہے، اپنی تقلیدی بدمستی میں اول سے لے کر آخر تک اس فرقے کے ائمہ واہل قلم کا حواس باختہ ہو کر غلبۂ بدحواسی ومراق کے سبب اس طرح کی لغوطرازی چہ معنی دارد؟

امام ترمذی کی پوری کتاب جامع خصوصا کتاب العلل اس فرقۂ کذابہ کے ائمہ کی لغوطرازی کی تکذیب کر رہی ہے مگر اس سے محروم قوم کو کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا۔ مصنف انوار نے اپنے مندرجہ ذیل عناوین کے تحت کہا:

''امام اعظم اور امام ترمذی۔ امام اعظم جامع ترمذی میں۔

امام ترمذی نے رواۃ کی جرح وتعدیل میں امام اعظم ابو حنیفہ کے اقوال سے بھی استفادہ کیا ہے، چنانچہ ان سے عطاء بن ابی رباح کی توثیق اور جابر جعفی کی عدم توثیق نقل کی ہے، حافظ ابن حجر کی تقریب سے ثابت ہے کہ امام صاحب سے روایاتِ حدیث بھی ترمذی ونسائی کے اصل نسخوں میں موجود تھیں لیکن موجودہ مطبوعہ ومتداول نسخوں سے غائب ہیں جو معاندین کی حذف والحاق کی خطرناک پالیسی کا نتیجہ ہے۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار اور ان کی پارٹی والوں خصوصاً ائمۃ العصر لوگوں کی بے بدتمیزی اور جہالت مرکبہ یہاں تک پہنچی ہوئی ہے کہ انھیں توثیق وعدم توثیق کا معنی ومطلب تک سمجھنے کی صلاحیت نہیں، وہ ہر طرح کی علمی صلاحیت سے محروم ہیں، امام ترمذی نے کسی زمانے میں بھول کر اپنی کتاب العلل میں امام ابو حنیفہ کا یہ قول نقل کر دیا تھا کہ "ما رأيت أحداً أكذب من جابر الجعفي ولا أفضل من عطاء بن أبي رباح."[2] اس میں امام ابو حنیفہ کی صرف مدح عطاء مذکور ہے توثیق نہیں، اور یہ معلوم ہے کہ مدح توثیق کو مستلزم نہیں، کتنے کذاب رواۃ کی بہت ساری مدح وثنا مذکور ہے۔ لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ عطاء مدحِ ابی حنیفہ کے محتاج بھی نہیں تھے۔ ان کی مدح وتوثیق ولادت ابی حنیفہ سے بہت پہلے متفقہ طور پر ثابت شدہ امر ہے اور عدم توثیق تجریح کو مستلزم نہیں، کسی راوی کی کوئی امام توثیق کئے بغیر ساکت رہے تو اس سے اس راوی کا مجروح ہونا لازم نہیں آتا۔ سینکڑوں رواۃ کی تجریح سے امام بخاری اپنی کتب تاریخ نیز امام بن ابی حاتم رازی جرح وتعدیل میں نیز دوسرے ائمہ اپنی کتب جرح وتعدیل میں تجریح یا توثیق کے بغیر ساکت ہیں، گر جسے ذرا بھی علم سے لگاؤ ہے اسے معلوم ہے کہ اس سے ان رواۃ کا ثقہ یا مجروح ہونا لازم نہیں آتا، اس نسخۂ علل ترمذی کے مطابق نہایت صراحت کے ساتھ امام ابو حنیفہ سے جابر پر بہت بڑی تجریح "أكذب الناس" موجود ہے، دریں صورت بشمول مصنف انوار فرقۂ مرجیہ دیوبندیہ کا یہ جھوٹ کیا معنی رکھتا ہے کہ امام ترمذی نے ابو حنیفہ سے توثیق عطاء اور عدم توثیق جابر جعفی نقل کی ہے؟

یہ فرقہ کذابہ کتب اسلاف کے اختلاف نسخ سے متعلق بھی معرفت کی صلاحیت سے یکسر محروم ہے، اصل بات یہ ہوئی کہ پہلے تو امام ترمذی نے بے خیالی میں ابو حنیفہ کا قول مذکور اپنی کتاب العلل میں ذکر کر دیا مگر جب انھیں معلوم ہوا کہ خود ابو حنیفہ اور عام اہل علم نے کسی بھی قول ابی حنیفہ کی نقل وروایت کی اجازت نہیں دی بلکہ ممانعت کی ہے تو اسے بعد والے نسخوں سے امام ترمذی نے خود ہی نکال باہر کر کے اپنی کتاب کو پاک کر دیا، جابر جعفی پر تجریح شدید کے لیے قول ابی حنیفہ کے ذکر کی کوئی ضرورت بھی

---

[1] مقدمه انوار (۲/ ۵۹)

[2] كتاب العلل للترمذي نسخۂ إبراهيم عطوه مصرى، مطبوع مصر ۱۳۹۵ھ ۱۹۷۵ء (ص: ۸۴۱) ملحق به جامع ترمذي (ج: ۵)

حنفیہ کے خلاف اقامت حجت کے علاوہ نہیں کیونکہ جابر جعفی کا کذاب ہونا دوسرے ائمہ اہل سنت و اہل حدیث سے ثابت ہے۔

مصنف انوار کی اس بدتمیزی و جہالت مرکبہ کا یہ حال ہے کہ تقریب حافظ ابن حجر کا حوالہ دے کر بالکل جھوٹ بول کر اور افترا پردازی کر کے کہہ دیا کہ امام ابوحنیفہ کی ''روایاتِ حدیث'' بھی ترمذی و نسائی کے اصل نسخوں میں موجود تھی کیونکہ تقریب جس تہذیب التہذیب کی تلخیص ہے اس میں صراحت ہے کہ "له في كتاب الترمذي من رواية عبد الحميد الحماني عنه (أبي حنيفة) قال قال: ما رأيت أكذب من جابر الجعفي ولا أفضل من عطاء بن أبي رباح" یعنی کہ کتاب ترمذی میں بس یہی باب ابی حنیفہ سے بروایت عبدالحمید الحمانی منقول ہے۔❶ یہ تو ابوحنیفہ کی کوئی روایت نہ ہوئی بلکہ ان کا اپنا ایک ذاتی قول ہوا جسے فرقۂ مرجیہ دیوبندیہ بشمول مصنف انوار کا مجموعہ افادات امام العصر و دیگر اکابر محدثین کے نام سے شائع کردہ کتاب انوار الباري (جو درحقیقت ظلمات فوق بعضها علی بعض کی مصداق ہے) میں ''روایات حدیث'' کے بھاری بھرکم الفاظ سے تعبیر کرنا افترا و کذب بیانی کے علاوہ کیا ہے خصوصاً جبکہ امام ترمذی نے بعد والے نسخۂ علل سے اس قول ابی حنیفہ کو تعمیل حکم ابی حنیفہ وائمہ محدثین میں خارج کر کے اپنی کتاب کو پاک کر دیا؟

نیز اسی تہذیب التہذیب میں صراحت ہے:

"وفي رواية أبي على الأسيوطى والمغاربة عن النسائي قال ثنا علي بن حجر ثنا عيسى بن يونس عن النعمان عن عاصم، ولم ينسب النعمان، وفي رواية ابن الأحمر يعني أبا حنيفة إلى أن قال: وليس هذا الحديث في رواية حمزة بن السني ولا ابن حيوة عن النسائي وقد تابع النعمان عليه عن عاصم سفيان الثوري."❷

''امام نسائی سے منقول نسخۂ ابی علی الاسیوطی و مغاربہ میں بسند مذکور نعمان کی ایک عدد روایت عاصم سے مروی ہے جس میں نعمان کا نسب نہیں بیان کیا گیا، البتہ ابن احمر والے نسخۂ سنن نسائی میں نعمان سے مراد ابوحنیفہ ظاہر کیا گیا ہے مگر یہ ایک عدد حدیث بھی ابن الاحمر وغیرہ کے بعد والے نسخۂ ابن السني وابن حيوة میں نہیں ہے اور نعمان کی متابعت عاصم سے اسے نقل کرنے میں امام سفیان ثوری نے بھی کی ہے۔''

اس کا حاصل زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ محض ایک حدیث ابوحنیفہ کی روایت کردہ سنن نسائی کے بعض نسخوں میں ہے، اس ایک عدد روایت کو فرقۂ دیوبندیہ کا ''روایات حدیث'' سے تعبیر کرنا ظاہر ہے کہ خالص دروغ بافی وسفید جھوٹ اور افترائے محض ہے۔ پھر یہ ایک عدد روایت بھی بعد والے نسخۂ جات نسائی سے امام نسائی نے از خود خارج کر دی ہے، نیز یہ معلوم ہے کہ امام نسائی نے اپنی کتاب الضعفاء میں ابوحنیفہ کو مجروح قرار دیا ہے، جس ایک روایت کو اپنی کتاب سے امام نسائی نے خارج کر دیا اس کی بابت فرقۂ دیوبندیہ کا یہ کہنا کہ نسائی کے اصل نسخوں میں امام ابوحنیفہ کی روایات حدیث موجود تھیں، کتنی بڑی دھاندلی بازی اور افترا پردازی ہے؟ خصوصاً جبکہ اس روایت کا ابوحنیفہ سے ان رد کردہ نسخوں میں ہونا بھی مشکوک ہے کیونکہ ان نسخوں میں امام ابوحنیفہ کی تعیین کے بغیر صرف ''نعمان'' کا لفظ مذکور تھا اور امام ابوحنیفہ کے معاصرین میں عاصم سے روایت کرنے والے

❶ تهذيب التهذيب ترجمة أبي حنيفة (١٠/ ٤٠٣)
❷ تهذيب التهذيب (١٠/ ٤٠٣)

نعمان نامی رواۃ ایک سے زائد ہیں، نعمان کو ابوحنیفہ کسی نیچے کے مرجی جہمی حنفی رائے پرست راوی نے اپنی طرف سے لکھ دیا ہو گا۔ اگر برسبیل تنزل ایسا نہیں ہے تو یہ ایک روایت ''روایاتِ حدیث'' کیسے ہوگئی؟ اور جب اسے امام نسائی نے اپنی کتاب سے خارج کر دیا تو اس کا وجود حقیقتاً کالعدم ہو گیا، کیا اتنا بھی سمجھنے کی صلاحیت اس مدعی علوم فرقۂ دیوبندیہ مبتلائے جہل مرکب کو نہیں؟

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ زیادہ سے زیادہ العلل للترمذی وسنن نسائی کے بعض رد کردہ نسخوں میں سے علل ترمذی میں ایک عدد ابوحنیفہ کا ذاتی قول اور سنن نسائی میں ایک روایت مردودہ ہے، اسے اپنی کتاب سے خود امام ترمذی ونسائی نے نکال باہر کیا مگر کذب بیانی میں بلند عزیمت دیوبندیہ کے دم خم دیکھیے، منہ زوری اور کذب وزور کے بل پر ان کتابوں سے ایک عدد ابوحنیفہ کے ذاتی قول اور ایک عدد روایتِ حدیث کو خارج کرنے والے امام ترمذی ونسائی معاندین حذف والحاق کی خطرناک پالیسی رکھنے والے ہیں، کیا یہ ان لوگوں کی ائمہ محدثین کے خلاف بے سبب طوفان بدتمیزی و بدعنوانی و گستاخی و بے حیائی و جرأت بیجا و جسارت مجرمانہ نہیں ہے جو دوسروں پر ناحق بہتان گستاخی لگانے کا پیشہ کیے ہوئے ہیں؟ بلکہ اسی کو اپنی روزی روٹی کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں؟

تنبیہ:

عاصم سے اسے روایت کرنے والے دوسری کتب حدیث کے مطابق ابوحنیفہ بھی ہیں اور ابوحنیفہ کا غیر معتبر و مجروح ساقط الاعتبار ہونا متحقق ہے، عاصم سے اسے امام سفیان ثوری نے نقل کرنے میں ابوحنیفہ کی متابعت نہیں کی بلکہ از روئے تحقیق امام سفیان ثوری نے اسے ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے مگر امام سفیان ثوری مشہور مدلس ہیں اور خود بھی ابوحنیفہ کو غیر ثقہ وغیر مامون کہنے کے علاوہ بہت ساری تجریحات قادحہ سے مجروح کیا ہے، جن میں سے بعض کا ذکر ہم کر آئے ہیں، اس لیے امام سفیان ثوری تدلیس کرتے ہوئے ابوحنیفہ کا نام چھوڑ کر اسے عاصم سے روایت کرتے تھے، یہ بات اتنی مشہور ومعروف تھی کہ ائمہ احناف کے بالمقابل مناظرہ میں امام شافعی نے حنفیہ کی طرف سے اس روایت کی پیشی پر تمام حاضرین مناظرہ سے کہا کہ آپ لوگ سچ بتلائیے کہ کیا عاصم سے اسے روایت کرنے والے جن ابوحنیفہ پر اس کا دار و مدار ہے وہ قابل اعتبار راوی ہیں؟ سبھی موافقین و مخالفین اہل علم نے بیک زبان کہا کہ نہیں وہ معتبر نہیں، دریں صورت مناظرہ ائمہ احناف کی شرمناک شکست و امام شافعی کی شاندار فتح پر ختم ہو گیا، اس روداد مناظرہ کا ذکر ہم گذشتہ صفحات میں کہیں کر آئے ہیں، تدلیس ثوری کے سبب بظاہر اسے نقل کرنے میں ابوحنیفہ کے متابع ثوری نظر آتے ہیں ورنہ امام ثوری نے خود تصریح کر دی ہے کہ یہ حدیث میں نے محض ابوحنیفہ جیسے ساقط الاعتبار غیر ثقہ شخص سے سنی ہے، اس لیے ابوحنیفہ کا ثوری کی متابعت والی بات کی تعبیر میں حافظ ابن حجر کی عبارت میں جھول اور تسامح ہے۔ اس کی تفصیل بھی بقدر حاجت ہم بیان کر آئے ہیں۔

اس تفصیل سے مصنف انوار کی اکاذیب پرستی و اکاذیب کی ترویج و اشاعت بہت ظاہر و باہر ہے۔

امام ترمذی نے مذہب حنفیہ کو ترجیح دی:

مذکورہ بالا عنوان مصنف انوار جیسے بدعنوان اکاذیب پرست کا قائم کردہ ہے، جس کے تحت مصنف انوار نے اپنی بدعنوانیوں اور اکاذیب کے انبار لگا دیے ہیں، چنانچہ انھوں نے اس طرح ہذیاں سرائی کی:

''امام ترمذی مذہباً شافعی تھے لیکن باوجود شافعی ہونے کے انھوں نے امام شافعی کے مسلک کو مرجوح قرار دیا ہے ...الخ۔''[1]

ہم بتلا آئے ہیں کہ امام ترمذی مذہباً اہل حدیث اہل سنت سلفی اثری امام تھے، انھیں مصنف انوار کا مذہب شافعی کا مقلد ظاہر کرنا افترائے محض ہے، مصنف انوار نے کوئی بھی لفظ دجل وتلبیس وکذب بیانی وافترا و دھاندلی و دورخی پالیسی کے بغیر نہیں لکھا ہے، قدمائے اہل حدیث ہی نہیں عصر حاضر کے علمائے اہل حدیث کا بعض مسائل میں باہم اختلاف ہے، کسی اہل حدیث عالم کی تحقیق کے مطابق اس کا بتلایا ہوا کوئی مسئلہ وفتوی اتفاق سے حنفی مذہب کے موافق ہوگیا ہے تو کیا اس طرح کے علمائے اہلحدیث کو اپنی طرح کا پرستاران تقلید کہنا فرقۂ دیوبندیہ اپنا شیوہ و شعار بنانے کا مجاز ہے؟ پھر امام ترمذی یا کسی بھی اہلحدیث امام کو اس طرح کی بات کے سبب پرستاران تقلید حنفی مذہب کہنا کیوں کر جائز ہوا؟

مصنف انوار کی پہلی کذب بیانی جو بہت سارے اکاذیب پر مشتمل ہے:

مصنف انوار اپنی ہوائے اکاذیب کو تیز سے تیز تر کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہوئے کہتے ہیں:

''إبراد في الظهر'' کے مسئلہ میں تو بہت ہی کھل کر مخالفت کی، یعنی امام ترمذی نے امام شافعی کی بدعوئ مصنف انوار بہت ہی زیادہ کھل کر مخالفت کی، مصنف انوار نے مزید کہا کہ اس کو اکثر حضرات نے ذکر بھی کیا، باقی جگہوں میں اتنی صراحت نہیں، لہٰذا وہ چند مقامات جن میں حنفی مذہب کی ترجیح یا تائید بمقابلۂ مذہب شافعی راقم السطور نے اپنے ذاتی مطالعہ میں محسوس کی اور میری یادداشت میں نوٹ تھی نقل کروں گا، اس کے علاوہ بھی بہت جگہ ایسا ہوگا اور دوسرے مذاہب کی تائید وترجیح بھی مقابلۃً ہوں گی مگر مجھے اس وقت صرف ان ہی مذکورہ بالا کا تذکرہ کرنا ہے ان چیزوں سے چونکہ مؤلف کی جلالت قدر کا قلوب پر ایک لازمی اثر ہوتا ہے، اس کے باعث بھی ان کے ذکر پر مجبور ہوں الخ۔''[2]

ہم کہتے ہیں:

أولا: امام ابوحنیفہ نے بہت ہی زیادہ کھل کر اپنی فقہ کی تدوین کرنے والے تلامذہ کو علی الاطلاق خصوصاً ابو یوسف کو کذاب کہا، نیز یہ کہا کہ تم لوگ ان کتابوں میں میری طرف اپنے خود ساختہ اکاذیب منسوب کردیتے ہو، میں جتنی بھی فقہی یا غیر فقہی باتیں کہتا ہوں وہ بذات خود مجموعۂ اغلاط واباطیل وشرور وفتن روزانہ بدلتے رہنے والی میری ذاتی آرا اور قیاسات ہیں، تم میری کہی ہوئی بات کی نقل وروایت تک کرنے کے میری طرف سے مجاز نہیں، چہ جائے کہ تم میری طرف اپنے اکاذیب بکثرت منسوب کرنے کی عادت رکھتے ہو، اسی طرح مصنف انوار کی مزعومہ چہل رکنی مجلس تدوین فقہ حنفی کے اکثر ارکان نے ابوحنیفہ کی بابت اور بعض نے بعض کی بابت اقوال کہے، پہلے مصنف انوار اور ان کے فرقہ والوں کو یہ معاملہ حل کرنے اور حقیقتِ امری ایمان داری کے ساتھ تسلیم کرنے کی حاجت ہے۔

ثانیاً: ہم نے اپنی کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' طبع اول (ص: ۴۳ تا ۴۶) و (ص: ۱۷۳، ۱۷۴) میں بھرپور تفصیلی تحقیق پیش کی ہے کہ ہر عبادت وکار خیر خصوصاً نماز کو اول وقت میں انجام دینے کا نصوص قرآنیہ ونصوص نبویہ میں حکم دیا گیا ہے، اس شرعی حکم کلی وامر عام ومطلق سے صرف اسی نماز یا کار خیر کو مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے جس پر شرعی دلیل قاطع موجود

[1] مقدمہ انوار (۲/ ۵۹) [2] مقدمہ انوار (۲/ ۵۹)

ہو مگر شدت گرمی میں اول وقت پر نماز ظہر پڑھنے کی افضلیت پر کوئی بھی شرعی دلیل قاطع نہیں جن احادیث سے بظاہر ٹھنڈک ہونے تک اسے مؤخر کرنے کا حکم مستفاد ہوتا ہے وہ درحقیقت معذورین و مجبورین، مضمحل اور تھکے ہوئے لوگوں کے لیے صرف رخصت و اجازت ہے، جس امام ترمذی کے سلسلے میں مصنف انوار اور ان کے فرقۂ مرجیہ کوثریہ والوں نے ساری تقلیدی زور آزمائی کی ہے انھوں نے "باب ماجاء في تأخير الظهر في شدة الحر" سے پہلے "باب ما جا في التعجيل بالظهر" میں یہ حدیث عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نقل کی کہ " ما رأيت أحداً كان أشد تعجيلا للظهر من رسول الله ولا من أبي بكر و عمر" یعنی میں نے آپ سے اور آپ ﷺ کے خلفائے راشدین ابوبکر وعمر سے زیادہ نماز ظہر اول وقت میں پڑھنے کے لیے جلدی کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا[1] اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن کہا اور کہا: "وفي الباب عن جابر بن عبد الله وخباب وأبي برزة وابن مسعود و زيد بن ثابت وأنس وجابر بن سمره" یعنی اسی معنی کی حدیث ساتوں صحابہ کرام نے بھی مرفوعاً روایت کی ہے، پھر امام ترمذی نے کہا: "هو الذي اختاره أهل العلم من أصحاب النبي ﷺ ومن بعدهم" یعنی یہی موقف جملہ اہل علم صحابہ اور صحابہ کے بعد والے اسلاف نے اختیار کیا ہے۔

اپنے اس بیان میں امام ترمذی معترف ہیں کہ شدت گرما و غیر شدت گرما کے درمیان کسی تفریق کے بغیر علی الاطلاق آپ ﷺ اور کسی بھی صحابی کے مستثنیٰ کیے بغیر تمام صحابہ اور بعد والے اسلاف کا عمل رہا خصوصاً خلفائے راشدین ابوبکر وعمر کا اور تمام اولوالامر خصوصاً خلفائے راشدین و بالاخص ابوبکر وعمر کی سنت وطریق پر عمل کا حکم قرآن مجید و حدیث نبوی میں بکثرت دیا گیا ہے، اس میں سب سے اہم معاملہ یہ ہے کہ نصوص نبویہ وفرامین خلفائے راشدین میں زوال سے لے کر ایک مثل سایہ اصلیہ ہونے تک ہی نماز ظہر پڑھ لینے کا حکم دیا گیا ہے، جس کی مخالفت حنفی مرجی دیوبندی مذہب نے کر کے کہا کہ ظہر کا شرعی وقت نکل جانے کے بعد یعنی ایک مثل سایہ اصلیہ ہونے کے بعد دو مثل ہونے تک ہر موسم میں نماز ظہر خصوصاً موسم شدت گرما میں نماز ظہر پڑھنی افضل ہے، اور یہ معلوم ہے کہ بلا عذر وسبب وقت نکل جانے پر پڑھی ہوئی نماز باطل و مردود و غیر مقبول ہوتی ہے، لہٰذا فرقۂ دیوبندیہ مرجیہ کوثریہ حنفیہ کی ہر نماز ظہر بلکہ ساری نمازیں باطل و مردود ہوتی ہیں کیونکہ غیر وقت میں اور غیر شرعی طریق پر پڑھی جاتی ہیں۔

حضرت ام المومنین عائشہ والی زیر نظر حدیث کو امام ترمذی نے حسن یعنی معتبر کہا ہے، اگر چہ اس کے ایک راوی حکیم بن جبیر پر ایک سے زیادہ ائمہ کرام نے کلام کیا ہے مگر امام ترمذی اس کلام کو مدفوع مانتے اور یحییٰ قطان سے ناقل ہیں کہ حکیم بن جبیر "لا بأس بحديثه" ہیں، نیز امام ترمذی نے اس کے معنوی شواہد و متابع کی کثرت کی بنا پر اس کی تحسین کی ہے اور حکیم بن جبیر دراصل سنی اہلحدیث ہونے کے بجائے رائے پرست بدعتی تھے، زیادہ تر کلام ان پر اسی وجہ سے ہوا ہے۔

اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی تائید ان احادیث صحیحہ سے ہوتی ہے جن میں فرمان نبوی منقول ہے کہ تمام نمازوں کو علی الاطلاق اول وقت میں پڑھنا افضل ہے۔ نیز میمون بن مہران سے بسند صحیح مروی ہے:

"أن سويد بن غفلة كان يصلي الظهر حين تزول الشمس فأرسل إليه الحجاج لا تسبقنا

[1] جامع ترمذي مع تحفة الأحوذي طبع هندي (١/ ١٤٥ و ١٤٦)

لصلوتنا، فقال سوید: قد صلیتها مع أبي بکر و عمر ھکذا، و الموت أقرب إلي من أن أدعھا" [1]

''حضرت سوید بن غفلہ مخضرم تابعی زوال ہوتے ہی نماز ظہر پڑھ لیا کرتے تھے، ان کے پاس حجاج بن یوسف ثقفی نے کہلا بھیجا کہ آپ ہم سے پہلے نماز نہ پڑھا کیجیے، حضرت سوید نے کہا کہ میں خلیفہ راشد ابو بکر و عمر کے ساتھ یہ نماز اسی اول وقت میں پڑھا کرتا تھا جسے میں چھوڑ نہیں سکتا، خواہ مجھے مار ڈالا جائے کیونکہ مر جانا اس سنت خلفائے راشدین پر عمل کرنے سے زیادہ ہی قریب صحت ہے۔

اول وقت میں نماز ظہر پڑھنے کے بالمقابل آخر وقت میں پڑھنا حجاج بن یوسف ثقفی کی تقلید ہے:

اس حدیث کو طحاوی حنفی نے تصرف کے ساتھ یوں نقل کیا:

"سمع الحجاج أذانه بالظھر، وھو بالجبانة، فأرسل إليه فقال: ما ھذه الصلوة؟ قال: صلیت ھذه الصلوة مع أبي بکر وعمر وعثمان حین زالت الشمس، قال فصرفه، فقال: لا تؤذن ولا تؤم" [2]

''حجاج بن یوسف ثقفی نے جبانہ (مدینہ منورہ کا ایک مقام) میں سوید بن غفلہ کی اذان ظہر سنی تو اس نے انھیں بلا کر کہا کہ آپ یہ کس طرح نماز پڑھتے ہیں؟ سوید نے کہا: اول وقت میں ظہر کی نماز خلفائے راشدین ابو بکر و عمر وعثمان کے ساتھ پڑھتا رہا ہوں تو حجاج نے انھیں اذان دینے اور امامت کے منصب سے معزول کر دیا۔''

کوئی شک نہیں کہ حنفی مذہب اسی حجاج ثقفی جیسے ناصبی بدعت پرست اور ظالم و قاہر حکام کی سنت پر قائم ہے، یہ لوگ نشۂ اقتدار میں متبعین سنت کو سرکاری ملازمتوں تک سے محروم کرنے کے عادی ہیں۔

ابو البختری تابعی سے مروی ہے کہ موسم گرما کی شدت میں حضرت علی نماز ظہر پڑھ کر فارغ ہو جایا کرتے تھے۔ [3] ظاہر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا یہ عمل کوفہ میں بھی جاری رکھا مگر کوفہ کے رائے پرستوں کی عادت ہی سنن نبویہ و سنن خلفائے راشدین کی مخالفت ہے، حضرت اسود بن یزید جیسے مخضرم کوفی تابعین کا ارشاد ہے: "ما رأیت أحداً کان أشد تعجیلاً للظھر من رسول اللہ ﷺ ولا أبي بکر ولا عمر" یعنی میں نہیں جانتا کہ اول وقت میں نماز ظہر پڑھ لینے کی جلدی کرنے والا آپ ﷺ اور ابو بکر و عمر سے بھی زیادہ کوئی تھا۔ [4] یہاں رأیت ''علمت'' کے معنی میں ہے جو بکثرت اسی طرح مستعمل ہے کیونکہ اسود کا آپ ﷺ سے لقا ثابت نہیں لیکن چونکہ اسی پر حضرت ابو بکر و عمر وعثمان کا دائمی عمل تھا۔ یہ اس امر کی دلیل واضح ہے کہ یہی سنت نبوی بھی ہے، اس لیے انھوں نے یہ بات کہہ دی۔

دو قوی سندوں سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے یہ تحریری فرمان تمام حکام و امراء کو بھیجا تھا کہ زوال آفتاب ہوتے ہی نماز ظہر پڑھا کرو۔ [5] خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کا حکم نبوی بھی ہے اور یہ بہت مستبعد ہے کہ کسی کو حکم ابی بکر و عمر کی

---

[1] مصنف ابن أبي شیبة (١/ ٣٢٣)

[2] شرح معاني الآثار للطحاوي (ص: ١٨٨)

[3] مصنف ابن أبي شیبة (١/ ٣٢٣)

[4] مصنف ابن أبي شیبة (١/ ٣٢٢، ٣٢٣ و سنده صحیح)

[5] مصنف ابن أبي شیبة (١/ ٣١٩)

خلاف ورزی کی جرأت ہو، لہٰذا تمام ہی صحابہ کا جو معمول علی الاطلاق امام ترمذی نے نقل کیا ہے وہ بداہتاً ثابت شدہ امر ہے۔

اس حکم مطلق سے (بلکہ بعض میں تصریح موسم گرما کی بھی ہے) بلادلیل عدول حنفیہ ہی کا شعار وشیوہ ہے، طحاوی نے نقل کیا کہ مکہ مکرمہ کے مؤذن ابومحذورہ نے اذان دینے میں ابراد سے کام لیا۔[1]

لیکن یہ معلوم ہے کہ مسجد حرام میں بہت دور دور سے لوگوں کو نماز پڑھنے آنا رہتا تھا اور معذورین کے لیے اس طرح کی رخصت کے قائل ہم اور جملہ اہل حدیث بھی ہیں، طحاوی نے موقف حنفیہ پر ایک عجیب استدلال کیا:

”عن المغيرة بن شعبة قال: صلى بنا رسول الله ﷺ الظهر بالهجير، ثم قال: إن شدة الحر من فيح جهنم فأبردوا بالصلوة.“[2]

حالانکہ اس حدیث کا مفاد صرف یہ ہے کہ معمول نبوی موسم گرما میں بھی شدت گرما کی حالت میں اول وقت ہی میں نماز ظہر پڑھنے کا تھا اور آپ ﷺ نے ایک بار شدت گرما میں نماز ظہر سے فارغ ہو کر کہا کہ اس شدت گرما کو بذریعہ نماز خوانی ٹھنڈا کرو، تو اس سے موقف حنفیہ کی ہرگز تائید نہیں ہوتی، دوسری بات یہ ہے کہ اس کی سند میں واقع شریک بن عبداللہ نخعی آخری عمر میں مختلط ہو گئے تھے اور انھیں کئی ائمہ نے سخت سئ الحفظ اور مجروح کہا ہے جیسا کہ ان کے ترجمہ میں عام کتب رجال کی تصریحات ہیں، نیز ان سے روایت کرنے والے اسحاق بن یعقوب ازرق پر بھی کسی قدر کلام ہے، لہٰذا یہ احادیث کثیرہ صحیحہ کے بالمقابل حجت نہیں اور ہماری بیان کردہ توجیہ کے مطابق اس میں حنفیہ کے لیے حجت نہیں، اسے طحاوی کا نسخ احادیث کثیرہ صحیحہ کی دلیل بنانا قطعاً غلط ہے۔

اس سے قطع نظر اس حدیث کے معنوی طور پر جن صحابہ سے مروی ہونے کے امام ترمذی معترف ہیں، ان میں سے پہلے صحابی حضرت جابر بن عبداللہ سے صحیحین میں مروی ہے کہ ”كان النبي ﷺ يصلي الظهر بالهاجرة“ یعنی آپ کا معمول نماز ظہر بوقت ہاجرہ (مراد شدت گرما کے موسم میں بالکل ابتدائے وقت میں، ہمیشہ پڑھنے کا تھا۔

ان کے بعد والے جن صحابی کا ذکر امام ترمذی نے کیا، یعنی حضرت خباب ان کی حدیث صحیح مسلم میں اس طرح مروی ہے: ”شكونا إلى رسول الله ﷺ حر الرمضاء في جباهنا وأكفنا فلم يشكنا، وفي رواية لابن المنذر قال: إذا زالت الشمس فصلوا“ یعنی ہم نے دربار نبوی میں شدت گرمی کے موسم میں شدت گرمی کے وقت نماز پڑھنے سے اپنی پیشانیوں اور ہتھیلیوں کے جل جانے کا شکوہ کیا مگر آپ ﷺ نے ہمارے شکوہ کو ناقابل التفات قرار دیا، روایت ابن المنذر میں ہے کہ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ خواہ کتنی ہی شدید گرمی ہو زوال آفتاب ہوتے ہی تم نماز ظہر پڑھنے کا معمول بناؤ۔

اس کے بعد والے صحابی حضرت ابو برزہ نے کہا: ”كان يصلي الظهر إذا زالت الشمس“ زوال آفتاب ہوتے ہی نماز ظہر کا پڑھنا معمول نبوی تھا۔[3]

---

[1] شرح معاني الآثار (١/ ١٨٩) [2] شرح معاني الآثار (١/ ١٨٧)

[3] ملخص از صحيح البخاري مع فتح الباري حديث نمبر (٥٤١، ٢/ ٢٢) و صحيح مسلم و متعدد كتب حديث.

ان کے بعد والے صحابی حضرت ابن مسعود سے مروی ہے: "شکونا إلي النبيﷺ حر الرمضاء فلم يشكنا" ہم نے خدمت نبوی میں شدت گرما میں اول وقت میں نماز ظہر پڑھانے کے معمول نبوی کا شکوہ کیا مگر آپ ﷺ نے اس شکوہ کو ناقابل التفات قرار دیا۔[1] یہ حدیث ابن مسعود حضرت خباب والی حدیث جیسی ہے۔ ان کے بعد والے صحابی حضرت انس سے مروی ہے کہ "كنا نصلي مع رسول اللهﷺ في شدة الحر فإذا لم يستطيع أحدنا أن يمكن جبهته من الأرض بسط ثوبه فسجد عليه" یعنی ہم معیت نبوی میں شدت گرمی میں نماز پڑھتے تھے جو آدمی شدت گرما سے جلتی ہوئی زمین پر سجدہ نہیں کر پاتا تھا وہ سجدہ کی جگہ کپڑا بچھا لیتا اور اسی پر سجدہ کرتا تھا۔[2]

ان کے بعد والے صحابی حضرت جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہ "كان النبيﷺ يصلي الظهر إذا دحضت الشمس"[3] یعنی آپ ﷺ کا معمول زوال ہوتے ہی فورا نماز ظہر پڑھنے کا تھا۔ ان ساری احادیث اور ان کی ہم معنی احادیث نبویہ کا معنی بہت واضح ہے کہ معمول نبوی ہمیشہ یہ رہا کہ شدت گرما میں نماز ظہر اول وقت ہی میں پڑھتے تھے، صحابہ کرام نے اس کا شکوہ بھی آپ ﷺ سے کیا مگر آپ ﷺ نے یہی حکم دیا کہ شدت گرمی میں اول وقت ہی میں نماز ظہر پڑھا کرو، انھیں احادیث پر باعتراف امام ترمذی بلا استثنائے احد تمام صحابہ اور بعد والے اسلاف کا عمل رہا، بنا بریں بشمول امام شافعی تمام عام ائمہ اہل حدیث شدت گرما وغیر شدت گرما میں رخصتِ ابراد کو صرف معذورین کے لیے خاص اس لیے مانتے ہیں کہ آپ ﷺ نے شدت گرمی میں اول وقت میں پڑھی جانے والی ظہر کے اپنے معمول ہی کو عزیمت اور اصل قانون مانا ہے اور ابراد والے حکم کو معذورین کے لیے بر سبیل رخصت جاری کیا ہے۔

بعض لوگوں نے "فأبردوا عن الصلوة" کا مطلب یہ بتلایا ہے کہ ابراد کر کے نماز ظہر پڑھنے سے باز رہو اور میرے حکم وعمل کے مطابق اول وقت ہی میں گرمی والے موسم میں ہی اسے پڑھو، نیز "فأبردوا بالظهر" کا مطلب یہ بتلایا کہ اول وقت میں نماز ظہر پڑھ کر اس کی برکت کے ذریعہ شدت نار جہنم کو ٹھنڈی کرنے کی تدبیر کرو، بہر حال کوئی وجہ ضرور ہے جس کے باعث تمام صحابہ اول وقت ہی میں شدت گرمی میں بھی نماز ظہر پڑھنے کا معمول رکھتے تھے کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ تمام صحابہ کسی فرمان نبوی کے خلاف عمل پر متفق ہو جائیں۔ امام ترمذی نے "إذا اشتد الحر فأبردوا عن الصلوة" والی حدیث نبوی بروایت ابی ہریرہ نقل کر کے کہا کہ معنوی طور پر یہ حدیث حضرت ابو سعید خدری، ابو ذر غفاری، ابن عمر، مغیرہ بن شعبہ، صفوان، ابو موسی اشعری، ابن عباس وانس ﷺ سے مروی ہے، پھر فرمایا:

> "وقد اختار قوم من أهل العلم تأخير صلوة الظهر في شدة الحر وهو قول ابن المبارك وأحمد وإسحاق، و قال الشافعي إنما الإبراد بصلوة الظهر إذا كان مسجداً ينتاب أهله من البعد، فأما المصلي وحده والذي يصلي في مسجد قومه فالذي أحب له أن لا يؤخر الصلوة في شدة الحر۔ قال أبو عيسى ومعنى من ذهب إلى تأخير الظهر في شدة الحر هو

---

[1] سنن ابن ماجه.　[2] صحيح البخاري و صحيح مسلم و متعدد كتب حديث.

[3] صحيح مسلم و متعدد كتب حديث.

أولى وأشبه بالاتباع، وأما ما ذهب إليه الشافعي أن الرخصة لمن ينتاب من البعد و المشقة على الناس فإن في حديث أبي ذر ما يدل على خلاف ما قال الشافعي، قال أبوذر: كنا مع النبيﷺ في سفر فأذن بلال بصلوة الظهر، فقال النبيﷺ يا بلال: أبرد ثم أبرد، فلوكان الأمر على ما ذهب إليه الشافعي لم يكن للإبراد في ذلك الوقت معنى لاجتماعهم في السفر، وكانوا لا يحتاجون أن ينتابوا من البعد"[1]

''کچھ اہل علم بشمول ابن مبارک واحمد و اسحاق نے شدتِ گرما میں ابراد تک تاخیر نماز ظہر کی اجازت اس صورت میں دی ہے کہ نمازی مسجد سے دور ہوں اور مسجد میں دور سے آیا کرتے ہوں ورنہ جو تنہا نماز پڑھنے والا ہو یا محلّہ کی قریبی مسجد میں نماز پڑھتا ہو اس کے لیے میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ شدت گرما میں وہ نماز کی تاخیر نہ کریں۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ جو لوگ تاخیر سے نماز ظہر پڑھتے لینے کے استحباب کے قائل ہیں انھیں کی بات زیادہ قابل قبول اور بہتر ہے، اور امام شافعی والی بات حدیث ابو ذر غفاری کے مدلول کے بر خلاف ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ صحابہ کے ساتھ سفر میں تھے کہ اول وقت میں حضرت بلال نے اذان دیدی تو آپ ﷺ نے مکرر فرمایا کہ بلال! ابراد سے کام لو، دریں صورت معاملہ امام شافعی کے قول کے موافق ہوتا تو حدیث ابی ذر میں جس ابراد کا ذکر بے معنی ہو جائے گا کیونکہ سفر مذکور میں سب لوگ اکٹھے ہی تھے، انھیں دور سے نماز کے لیے آنے کی ضرورت نہ تھی۔''

ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ امام ترمذی نے موقف شافعی کا موافق کسی استثنا کے بغیر تمام صحابہ اور بعد والے اسلاف کو بتلایا اور خلاف شافعی والے موقف کا موافق کسی بھی صحابی یا تابعی کو نہیں بتلایا، صرف بعد والے تین افراد ابن المبارک واحمد و اسحاق کا نام لیا اور یہ بہت ظاہر بات ہے کہ تمام صحابہ کے موقف کے بالمقابل موقف بعض متاخرین مرجوح ہے اور رخصت پر تاخیر والی احادیث کا محمول کرنا بہت واضح المعنی ہے، خصوصاً اس حدیث ابی ذر کا جسے اپنی موافقت میں امام ترمذی نے موقف شافعی کے خلاف پیش کیا ہے کیونکہ امام ترمذی کی مستقل حدیث بہرحال سفر کا واقعہ جو بذات خود ایک عذر ہے جس کی بنا پر قصر و جمع بین الصلوتین و ترک سنن مؤکدات کی اجازت ہے، نیز امام ترمذی کی سند حدیث پر خاص بحث ہے لیکن اس سے قطع نظر امام ترمذی کے بیان میں مذہب ابی حنیفہ کا نام ونشان بھی نہیں بلکہ جن تین ائمہ کرام کا نام امام ترمذی نے اپنی موافقت میں لکھا ہے وہ سب مذہب ابی حنیفہ کے بہت مخالف اور ابوحنیفہ پر شدید ترین جرح کرنے والے تھے۔

دریں صورت مصنف انوار کا یہ کہنا کہ امام ترمذی نے بڑے زوروں سے مذہب ابی حنیفہ کی موافقت اور مذہب شافعی کی مخالفت کی ہے بہت بڑا جھوٹ وافترا ہے۔ اور مصنف انوار نے جس انداز میں امام شافعی کی مخالفتِ ترمذی کا ذکر کیا ہے وہ بھی عبارت ترمذی میں نہیں ہے، یعنی کہ یہ بھی مصنف انوار کی کذب بیانی ہے، ایک اہل حدیث امام دوسرے اہل حدیث امام سے اپنے اختلاف کا اظہار اپنی سمجھی ہوئی دلیل کی موافقت میں کرتا ہے، یہ بات دوسری ہے کہ وہ جس شرعی دلیل کو اپنے موافق اور

[1] جامع ترمذی مع تحفة الأحوذي (١/ ١٤٧، ١٤٨)

دوسرے کے مخالف سمجھتا ہے وہ دلیل بذات خود اسی کے خلاف ہے، اور یہاں معاملہ یہی ہے کہ کیا سفر رخصتوں کو موجب نہیں ہے جبکہ تمام مجاہدین تھکے ماندے ہوں؟

ہم اس جگہ زیادہ تفصیل میں نہیں پڑنا چاہتے کیونکہ شرح میں تفصیل آئے گی، یہاں مصنف انوار کی مغالطہ بازی کا اظہار مقصود ہے، امام ترمذی تو امام ابوحنیفہ کا نام لینا اسلاف ائمہ کرام کے فرامین کی روشنی میں ناپسند کرتے ہیں، اور مصنف انوار ان پر افترا پردازی کر کے کہتے ہیں کہ انھوں نے ابوحنیفہ کی حمایت میں بڑی زور دار مخالفت شافعی کی ہے، کیا اس قسم کی تلبیسات معمولی جرائم ہیں؟ امام ترمذی نے تو ان ائمہ کرام کے نام خود بتلا دیے جو شدت گرما میں تاخیر سے نماز ظہر پڑھنے کے قائل ہیں، انھوں نے ان میں ابوحنیفہ کا نام اشارۃً بھی نہیں لیا، پھر مصنف انوار کا بریکٹ میں (یعنی حنفیہ) لکھ دینا وہی جہمیت زدہ مرجیت کوثریت دیوبندیت والی تلبیس نہیں ہے جو اس فرقہ کا شعار ہے؟

اپنی تلبیس کاری میں اضافہ کرتے ہوئے مصنف انوار نے مزید کہا:

''اس مذکورہ عبارت سے امام ترمذی نے مسلک حنفیہ کی نہ صرف پوری تائید کی بلکہ ان کو اہل علم کہا اور امام شافعی کے فہم معنی حدیث کو مرجوح قرار دیا۔'' [1]

اسی قسم کے عیاروں کی بابت کسی نے کہا ؎

اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی

امام ابوحنیفہ کی بابت فرقۂ دیوبندیہ کی معدوم الوجود چہل رکنی مجلس تدوین کے رکن رکین کی یہ بات ہم نقل کر آئے ہیں کہ ''امام ابوحنیفہ حدیث فہمی کی بصیرت سے محروم تھے، اور ان کی رائے بھی کسی کام کی نہیں کیونکہ وہ رائے میں بھی کسی کام کے نہیں تھے، نیز یہ کہ ''فإني قد خرجت عن حديثه ورأيه'' یعنی میں ابوحنیفہ کی حدیث ورائے دونوں سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا۔ [2]

امام ابن المبارک کی یہی بات امام بخاری نے علی الاطلاق تمام اہل علم کی طرف کسی استثناء کے بغیر نقل کی ہے۔ کیا ابن المبارک کی بات کو امام بخاری کا نقل کر دینا بھی جرم ہو گیا کہ اس پر اس فرقہ نے آسمان سر پر اٹھا کر شورش برپا کر رکھی ہے؟ دریں صورت کیسے ممکن تھا کہ امام ترمذی اس گروہ اور اس کے سرکردہ کو اہل علم قرار دیتے؟

نیز یہ بھی گزر چکا ہے کہ فرقۂ دیوبندیہ کی معدوم الوجود مجلس تدوین فقہ حنفی کے رکن امام شریک وسفیان ثوری وحسن بن صالح امام ابوحنیفہ کی بابت کہتے تھے کہ انھیں ذرہ برابر بھی فقہ کی معرفت نہیں ہے۔ [3] امام مالک کا بھی یہ قول گزر چکا ہے کہ ''أبو حنيفة ينقض السنن'' امام ابوحنیفہ سنن نبویہ کو توڑنے میں مصروف رہا کرتے تھے۔ [4] نیز یہ بھی گزرا کہ امام شافعی ومحمد بن حسن دونوں امام ابوحنیفہ کو علوم دینیہ سے جاہل وناواقف قرار دینے پر متفق تھے، امام ابوحنیفہ کے شاگرد خاص ابو یوسف کا یہ بیان گزرا کہ ابوحنیفہ کسی بھی کام کے نہیں تھے، وہ صرف جہمی مرجی تھے اور اسی پر فوت ہوئے۔ اس طرح کی باتیں بہت زیادہ ہیں کہاں تک نقل کی جائیں؟ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم اہل حدیثوں کا اپنا داخلی معاملہ ہے اس میں جہمیت زدہ مرجیہ کوثریہ

---

[1] مقدمہ انوار (۲/ ۶۰)

[2] كتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد روایت نمبر (٣٤٦) ونمبر (٣٤٨، ١/ ٢١٢، ٢١٣) و خطیب قدمر.

[3] كتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد نمبر ٣٣٨، ١/ ٢٧)　[4] كتاب السنة نمبر (٢٩٥، ١/ ١٩٩)

دیوبندیہ کو بذریعہ اکاذیب ٹانگ اڑانے کا کیا حق ہے؟ تلبیسات و تدلیسات و اکاذیب پر مشتمل اس مثال کے علاوہ مزید نو مثالیں مصنف انوار نے تلبیسات ہی کے ساتھ ذکر کیں جن کی حقیقت اصل شرح میں بیان ہوگی، ان اکاذیب پر مصنف انوار نے امام ترمذی سے متعلق اپنے اکاذیب کا سلسلہ یہاں بند کر دیا اور امام نسائی کا ذکر شروع کیا۔

٦۔ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی (مولود ۲۱۵ھ و متوفی ۳۰۳ھ) بعمر اٹھاسی سال:

مصنف انوار نے نسائی کی کنیت ابوعبدالرحمان لکھتے ہوئے ''ابو'' کا لفظ چھوڑ دیا اور ان کا سال ولادت ۲۱۵ھ اور سال وفات ۳۰۳ھ بتلایا، نیز انھیں شافعی المذہب کہا جبکہ مصنف انوار کے اس طرح کے اکاذیب کی ہم تکذیب کر آئے ہیں، اسی ضمن میں مصنف انوار نے ذکر کیا کہ جامع مسجد دمشق میں امام نسائی نے خصائص علی والی اپنی کتاب پڑھی، لوگوں نے انھیں شیعہ کہہ کر مارنا شروع کیا جس کے سبب وہ فوری طور پر مکہ روانہ ہو گئے اور وہیں فوت ہوئے۔[1] یہی حال مصنف انوار اور ان کے فرقے کا ہے کہ بلا وجہ اہل حدیثوں کو متہم کر کے خوب ستاتے ہیں۔ کما هو الظاهر

امام نسائی کی کتاب الضعفاء والمتروکین کا ذکر:

مصنف انوار نے کہا:

''کتاب الضعفاء والمتروکین امام نسائی کی مشہور کتاب ہے، اس میں آپ نے بہت سے ثقہ ائمہ حدیث وفقہ کو ضعیف کہہ دیا ہے، کچھ تو امام نسائی کے مزاج میں تشدد بھی زیادہ تھا جس کی وجہ سے رواۃِ حدیث پر کڑی نظر رکھتے ہیں مگر اس کے ساتھ تعصب کا رنگ بھی موجود ہے یا ان کی سخت مزاجی وکڑی تنقید کی عادت سے فائدہ اٹھا کر لوگوں نے ان کی کتاب الضعفاء میں الحاقی عبارتوں کا اضافہ کر دیا ہے، اور ایسا مستبعد نہیں کیونکہ ان کی سنن نسائی میں حسب تصریح حافظ ابن حجر امام صاحب سے روایت موجود تھی جو موجودہ مطبوعہ نسخوں میں نہیں، اور جس طرح میزان الاعتدال میں امام صاحب کا ذکر الحاقی ہے لوگوں نے بعد کو بڑھا دیا، ممکن ہے کہ امام نسائی کی کتاب میں بھی ایسا ہی کیا ہو کیونکہ ان کی مطبوعہ کتاب میں اس وقت ہے کہ امام صاحب حدیث میں قوی نہیں تھے کثیر الغلط تھے وغیرہ کلمات اگر صحیح ہوتے تو وہ امام صاحب سے سنن نسائی میں روایت کیوں کرتے؟ روایت کرنا ہی اس کی دلیل ہے کہ وہ امام صاحب کو قوی فی الحدیث اور ثقہ سمجھتے تھے۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار اور ان کی پارٹی والوں کو وہ عام کتب اہل اسلام الحاقی نظر آتی ہیں جن میں ان کے خلافِ مزاج کوئی بات لکھی ہو، اور وہ تمام ائمۂ اسلام نہایت سخت مزاج ومتشدد بھی نظر آتے ہیں جنھوں نے ائمہ جہمیہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ کوثریہ دیوبندیہ پر کسی طرح کا کلام کیا ہے، وہ دراصل اپنے اور اپنے ائمہ پر سبھی ائمہ اسلام اور ان کی کتابوں کا قیاس ''المرء يقيس على نفسه'' کے مطابق کرتے ہیں، امام ابوحنیفہ اور ائمہ احناف خصوصاً معدوم الوجود فرضی چہل رکنی مجلس تدوین فقہ حنفی کے ارکان مصنف انوار اور ان کی پارٹی والوں کی نظر میں بے حد معتدل مزاج اور نرم مزاج تھے، اپنے اوپر امام ابوحنیفہ اور ان کے اساتذۂ کرام نے جتنی سخت جرح قادح کی ہے اتنی کسی اور نے نہیں کی، جیسا کہ بعض نقول گزریں کہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ

[1] مقدمہ انوار (۲/ ٦٢، ٦٣)
[2] مقدمہ انوار (۲/ ٦٣)

میں نے اپنے جس استاذ سے کوئی بات نقل کی اس میں اپنی خود ساختہ باتوں کا ضرو بالضرور الحاق و اضافہ کردیا اور میرے خصوصی تلامذہ بالاخص ابو یوسف میری طرف اکاذیب کثیرہ منسوب کر کے میری باتوں میں بکثرت الحاق کے عادی ہیں، کتب واقدی کو حنفی امام محمد بن حسن کے نام کے ساتھ اکاذیبِ کثیرہ کو شامل کر کے شائع کر لیا گیا اور جھوٹا پروپیگنڈہ کیا گیا کہ یہ کتب ائمہ احناف کی ہیں، امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ میری بیان کردہ تمام فقہی وغیر فقہی باتیں مجموعۂ اغلاط و اباطیل وشرور وفتن و نا قابل اعتبار اور نالائق عمل ہیں، میری تمام فقہی وغیرہ فقہی باتیں محض مجموعۂ رائے وقیاس ہیں، ان کا علوم اسلامیہ نقلیہ سے کوئی تعلق نہیں۔

امام نسائی نے بھی چونکہ امام ابوحنیفہ اور ائمہ احناف پر تجریح کی ہے اس لیے وہ بھی تمام ائمہ محدثین کی طرح مصنف انوار اور ان کی پارٹی والوں کی نظر میں متشدد ہیں، سنن نسائی و جامع ترمذی میں امام ابوحنیفہ کی کسی روایت کی موجودگی کی حقیقت ہم بیان کر آئے ہیں، اور حافظ ابن حجر یا کسی بھی محدث کی طرف مصنف انوار کے انتسابِ اکاذیب کا حال بھی واضح کر آئے ہیں، میزان الاعتدال کی جس بات کو مصنف انوار اور ان کی پارٹی والے الحاقی کہہ رہے ہیں اس سے کہیں زیادہ تجریحِ ابی حنیفہ و ائمہ حنفیہ دوسری کتب ذہبی میں اور دوسرے ائمہ اسلام کی کتابوں میں مذکور ومسطور ہیں، ساری کتب اہل اسلام الحاقی ہوگئیں بس صرف مجموعۂ اکاذیب کتب حنفیہ محفوظ وغیر الحاقی ہیں، اس شیطانی تحریک چلانے والوں کا جو حشر بروز قیامت ہوگا وہ دیدنی ہوگا جب تمام ائمہ اسلام کے مقدمات کذابین حنفیہ کے خلاف زیر بحث آئیں گے۔

امام احمد کے صاحبزادے امام عبداللہ (مولود ۲۱۳ھ ومتوفی ۲۹۰ھ) امام نسائی کے معاصر تھے، انھوں نے کتاب السنۃ میں ایک باب "ماحفظت عن أبي وغيره من المشائخ في أبي حنيفة" قائم کیا، ایک دوسرا باب "ما قال حماد بن أبي سليمان في أبي حنيفة" تیسرا باب یہ قائم کیا: "أبو عمرو الأوزاعي" یعنی استاذ ابی حنیفہ امام اوزاعی نے امام ابوحنیفہ پر کیا تجریحات کیں؟ چوتھا باب یہ قائم کیا: "أيوب سختياني و ابن عون" یعنی امام ابوحنیفہ کے اساتذہ امام ایوب سختیانی و ابن عون نے ابوحنیفہ پر کیا تجریحات کیں؟ پانچواں باب یہ قائم کیا: "سليمان الأعمش و مغيرة الضبي وغيرهما" یعنی امام ابوحنیفہ کے اساتذہ اعمش ومغیرہ الضبی وغیرہما نے ابوحنیفہ پر کیا تجریحات کیں؟ چھٹا باب یہ قائم کیا: "رقبة بن مصقلة" یعنی امام ابوحنیفہ کے استاذ رقبہ بن مصقلہ نے ابوحنیفہ پر کیا تجریحات کیں؟ ساتواں باب یہ قائم کیا: "سفيان بن سعيد الثوري" یعنی ابوحنیفہ کے استاذ سفیان ثوری نے ابوحنیفہ پر کیا تجریحات کیں؟ آٹھواں باب یہ قائم کیا: "مالك بن أنس" یعنی ابوحنیفہ کے استاذ الاساتذہ امام مالک نے امام ابوحنیفہ پر کیا تجریحات کیں؟ اسی طرح مزید کئی اور ابواب قائم کیے، کیا امام عبداللہ کا مقام ومرتبہ امام نسائی وغیرہ سے کم ہے؟

امام ابوحنیفہ کو اپنی رائے پرستی پر اتنا ناز وفخر تھا کہ فرمایا کرتے تھے:

"لوأدركني النبي ﷺ وأدركته لأخذ بكثير مني و من قولي وهل الدين إلا الرأي."[1]

''اگر نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ کو میری معاصرت کا شرف حاصل ہوتا تو وہ میری آرا و اقوال کو اپنا دین وایمان بنا لیتے، صحیح دین ومذہب تو بس میری عمدہ رائے وقیاس ہی ہے۔''

[1] كتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل نمبر (۵۹۹، ۱/ ۲۲۶) والمجروحين لابن حبان (۳/ ۶۵) والكامل لابن عدي (۷/ ۲۴۷۵) وخطيب (۱۳/ ۴۰۱) و (ص: ۴۰۷)

یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ صرف اپنی اختراعی رائے کو اپنا دین و مذہب بنا کر اس کی پیروی کرتے تھے۔[1] امام نسائی کا ابوحنیفہ کی ایک عدد بھول سے نقل ہو جانے والی روایت کو اپنی کتاب سے خارج کر دینے کا مطلب ہی یہی ہے کہ وہ ابوحنیفہ کو ساقط الاعتبار سمجھتے تھے مگر مصنف انوار اور ان کی پارٹی والے زبردستی کہتے ہیں کہ امام نسائی نے ابو حنیفہ سے روایت لی ہے، اس لیے ان کے نزدیک ابوحنیفہ قوی وثقہ تھے، اس دھاندلی بازی کی بھی کوئی حد ہے؟ سنن نسائی میں متعدد مجروح رواۃ کی روایات کا موجود ہونا متحقق ہے، اگر مصنف انوار اور ان کی پارٹی والے اندھے بہرے ہوگئے ہوں تو قرآن مجید ہی کا کہنا ہے کہ اندھے بہرے لوگوں کو واضح ترین حقائق سنائی دیتے ہیں نہ دکھائی دیتے ہیں۔

مصنف انوار کی بے راہ روی کی انتہا یہ ہے کہ فرماتے ہیں:

''مخالفین ومعاندین نے جرح کے مفسر ہونے کا طریقہ یہ وضع کرلیا تھا کہ جس کو گرانا ہوا سے باعتبار حافظہ ضعیف کہہ دیا۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ یہ مصنف انوار اور ان کی پارٹی والوں کی انتہائی بدتمیزی ہے کہ جملہ ائمہ جرح وتعدیل کو مخالفین ومعاندین کہہ کر کے اہل علم کے متفق علیہ اصول کو پامال کرنے کی سازش پر کار بند ہیں، کیا سارے کے سارے ائمہ کرام نے ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے بلاوجہ معقول معاند ومخالف بن کر انھیں صرف باعتبار حافظہ ضعیف کہا ہے؟ اور کیا جو باعتبار حافظہ واقعی ضعیف وغیر معتبر وساقط الاعتبار ہوا سے ساقط الاعتبار کہنا تمام ائمہ اسلام کا وطیرہ غلط روی ومخالفت ومعاندت ہے؟ اس طوفان بدتمیزی سے اہل اسلام کے تمام اصول جرح وتعدیل لغو ولایعنی ہو کر رہ جاتے ہیں، اور تمام اہل اسلام کے ساتھ اس طرح کی بدتمیزی وبے ہودگی شیطنت کے علاوہ کیا ہے؟

امام سفیان ثوری نے کئی روایات معتبرہ کے مطابق ابوحنیفہ کو جو "غير ثقة وغير مأمون" کہا ہے۔[3] کیا یہ صرف باعتبار حفظ ضعیف کہا گیا ہے؟ امام نضر بن شمیل نے جو یہ کہا: "كان أبو حنيفة متروك الحديث ليس بثقة."[4] ابوحنیفہ سے بکثرت ایسے اغلاط کا صدور ہوتا تھا جن پر کذب بمعنی بلاقصد غلط روایات کا اطلاق ہوتا تھا۔ باعتبار حفظ اسی راوی کو ساقط الاعتبار قرار دیا جاتا ہے جس کی روایات پر اغلاط کثیرہ کا غلبہ ہو، اصولِ حدیث کے اتنے موٹے اور واضح ومسلم مسئلہ کی بابت مصنف انوار اور ان کی پارٹی والوں کی بے راہ روی قابل صد ہزار ملامت ہے، اور اس بے راہ روی کی قباحت ہزاروں گنا بڑھ جاتی ہے جب اپنی اس بے راہ روی سے متعارض رویہ اختیار کر کے معمولی ضعیف الحفظ کو یہ لوگ غیر ثقہ وغیر معتبر کہنے لگتے ہیں۔

امام نسائی نے امام ابوحنیفہ کو الضعفاء والمتروکین (ص: ۳۰۵) میں "ليس بالقوي في الحديث"، مگر آگے چل کر (ص: ۳۱۰) میں "كثير الغلط والخطأ على قلة روايته" کہا اور کثیر الغلط والخطا کو امام نسائی سے کہیں پہلے والے ائمہ نے ''متروک الحدیث'' قرار دیا ہے جو سخت ترین تجریحات میں سے ہے۔[5]

---

[1] الكامل لابن عدي (٧/ ٢٤٧٥ آخری دو سطریں) [2] مقدمہ انوار (٢/ ٦٣)

[3] كتاب السنة للإمام عبد الله بن أحمد بن حنبل نمبر (٢٧٧، ١/ ٩٥) و نمبر (٢٨، ١/ ١٩٦) و نمبر (٢٨٦، ١/ ١٩٧) والمجروحين (٣/ ٧١) والكامل لابن عدي (٧/ ٢٤٧٢) والضعفاء للعقيلي (٤/ ٢٨٤، ٢٨٥) و (ص: ٢٨١) وخطيب (١٣/ ٤٤٦، ٤٤١١)

[4] الكامل لابن عدي (٧/ ٢٤٧٨) [5] عام كتب مصطلح الحديث.

مصنف انوار نے مزید ہذیان سرائی کی:

''ظاہر ہے کہ آخری عمر میں تو سب ہی کا حافظہ کمزور ہو جاتا ہے، اس لیے یہ بات ہر ایک کے متعلق کہی جا سکتی ہے یا کسی معمولی غیر اہم غلطی ونسیان کو پکڑ کر قلت حفظ کی چھاپ لگا دی، یہ ایک ایسا حربہ تھا جس سے خوب کام لیا گیا، جرح بھی مبہم نہیں، اور بات بھی بالکل غلط نہیں اسی امام ذہبی وغیرہ نے ایسی جرحوں کو کوئی اہمیت نہیں دی۔''❶

ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی مصنف انوار اور ان کی پارٹی والوں کی نہایت مذموم بے راہ روی ہے، مصنف انوار بتلائیں کہ تمام کے تمام ائمہ اسلام پر انھوں نے جو افترا پردازی کی وہ کیا معنی رکھتی ہے؟ کیا امام ابوحنیفہ کا ضعفِ حافظہ صرف اس درجہ کا تھا جو مصنف انوار نے یہاں ظاہر کرنا چاہا ہے؟ پھر امام ابوحنیفہ نے اپنے اوپر جو یہ جرح کی کہ میری بیان کردہ عام فقہی وغیر فقہی باتیں مجموعۂ اغلاط و اباطیل وشرور وفتن ہیں، یہ بات کہنے میں امام ابوحنیفہ نے وہی بے راہ روی اختیار کی ہے جس کا اتہامِ مکذوب انھوں نے تمام ائمہ اسلام پر لگا رکھا ہے؟

امام ذہبی وغیرہ نے ایسا کہاں کہا ہے جو مصنف انوار نے ان کی طرف منسوب کیا ہے؟

مصنف انوار نے جو یہ ہذیان سرائی کی کہ ''میزان میں امام محمد کے بارے میں نسائی کی تلبیس وتضعیف کرنے کے بعد حافظ ذہبی نے لکھا کہ امام محمد نے امام مالک سے جتنی بھی روایات نقل کیں وہ سب قوی ہیں اور علم فقہ میں تو وہ بحر تھے، گویا امام ذہبی نے اپنے اس رویہ سے ثابت کیا کہ چونکہ نسائی وغیرہ نے ضعیف کہہ دیا تھا اس لیے میں نے بھی ان کا ذکر میزان میں کیا ورنہ وہ روایت میں ضعیف ہرگز نہیں تھے، اسی طرح امام ابو یوسف کے بارے میں کہا ہے کہ امام نسائی نے ابو یوسف کو ثقہ کہا تو امام بخاری نے ان کو متروک کہہ دیا، ان ہی چیزوں سے متاثر ہو کر حافظ سخاوی شافعی نے اعلان بالتوبیخ (ص: ۲۵) میں فرمایا کہ ''جو کلام حافظ ابو الشیخ ابن حبان نے اپنی کتاب میں اور خطیب نے تاریخ بغداد میں اور دوسروں نے ان سے پہلے جیسے ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور بخاری و نسائی نے لکھا ہے، ان حضرات کی شان کو ایسے جلیل القدر مجتہدین کے بارے میں جن کے مقاصد و حالات زندگی بہت اچھے تھے، ایسی چیزیں ذکر کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے، لہٰذا ایسی باتوں میں ان حضرات کی پیروی سے میں اجتناب کرتا ہوں۔❷

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار اور ان کی پارٹی والوں کے ان اکاذیب وتلبیسات کا جائزہ ہم لے چکے ہیں، کیا مصنف انوار اور ان کی پارٹی والوں کے نزدیک امام ابوحنیفہ سے زیادہ کوئی معتدل ہو سکتا ہے جنھوں نے محمد بن حسن شیبانی سمیت اپنی فقہ وعلوم کے مدون کرنے والوں خصوصا ابو یوسف کو علی الاطلاق کذاب کہا؟ مصنف انوار کی معدوم الوجود چہل رکنی مجلس تدوین کے ایک اور رکن اسد بن عمرو نے بھی محمد بن حسن کو کذاب کہا۔❸ ان معتدل ائمہ کے بالمقابل حافظ ذہبی کی بات چلانی کون سی انصاف پسندی ہے؟ وہ بھی تدلیس وتلبیس کاری کے ساتھ!!

---

❶ مقدمه انوار (۲/ ۶۳) ❷ مقدمه انوار (۲/ ۶۳) ❸ الضعفاء للعقيلي (٤/ ٥٢ تا ٥٥ عام كتب رجال.

۷۔طحاوی رحمہ اللہ (مولود ۲۲۹ھ ومتوفی ۳۲۱ھ) عمر بانوے سال (طحاوی کے سال ولادت بتلانے میں کوثری کی افترا پردازی):

مذکورہ بالاعنوان شہ سرخی کے طور پر مصنف انوار ہی کا قائم کردہ ہے، مصنف انوار اور ان کی پارٹی والے خصوصا ان کے سرغنہ کوثری جھوٹ بولنے اور تلبیس کاری کرنے کے اس قدر عادی ہیں کہ کوئی بات جھوٹ کے علاوہ کرنا ہی نہیں جانتے۔اس شہ سرخی کے بعد مصنف انوار نے ذیلی سرخی ''نام ونسب وولادت'' کے تحت کہا:

''امام طحاوی کا سال ولادت حسب روایت ابن عساکر ۲۳۹ھ وابن خلکان ۲۳۸ھ ہے مگر سمعانی نے ۲۲۹ھ ذکر کیا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے، حافظ ابن کثیر وحافظ بدرالدین عینی وغیرہ نے بھی اس کو اختیار کیا ہے، لہٰذا امام طحاوی کی عمر وفاتِ امام بخاری کے وقت ستائیس سال ہوگی کیونکہ امام بخاری کی وفات ۲۵۶ھ میں ہوئی۔''[1]

پھر مصنف انوار نے بعنوان ''تحصیل علم وکثرت شیوخ'' لکھا:

> ''امام طحاوی طلب علم کے لیے مسکن سے مصر آئے اور اپنے ماموں امام مزنی تلمیذ امام شافعی کے پاس پڑھتے رہے اور ابتدا میں شافعی مذہب پر رہے، پھر جب احمد بن ابی عمران حنفی مصر میں قاضی ہو کر پہنچے تو ان کی صحبت میں بیٹھے ان سے علم حاصل کیا تو فقہ شافعی کا اتباع ترک کر کے فقہ حنفی کے متبع ہو گئے۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار نے جو یہ کہا کہ طحاوی کا سال ولادت حسب روایت ابن عساکر ۲۳۹ھ وابن خلکان ۲۳۸ھ ہے اور سمعانی ۲۲۹ھ نے ذکر کیا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے، تو امام ابن عساکر نے یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ طحاوی کے معاصر ثقہ محدث ومؤرخ ومصنف تاریخ مصر امام ابوسعید عبدالرحمان بن احمد بن یونس مصری (مولود ۲۸۱ھ ومتوفی ۳۴۷ھ) سے نقل کی ہے۔کذا بین کوثریہ کے امام وقت عبدالقادر قرشی (مولود ۶۹۶ھ ومتوفی ۷۷۵ھ) نے بھی امام ابوسعید مصری سے یہی بات اس طرح نقل کی ہے:

"قال لي الطحاوي: ولدت سنة تسع و ثلثين ومائتين" یعنی امام ابوسعید نے کہا کہ مجھ سے طحاوی نے کہا کہ میں ۲۳۹ھ میں پیدا ہوا۔''[3] اور ابن خلکان نے طحاوی کی سال ولادت ۲۳۸ھ لکھنے کے ساتھ یہ صراحت بھی کی ہے:

"قال أبو سعد السمعاني: ولد سنة تسع وثلاثين ومائتين وهو الصحيح" یعنی سمعانی نے کہا کہ طحاوی ۲۳۹ھ میں پیدا ہوئے اور سمعانی ہی کی بات صحیح ہے۔''[4]

اور سمعانی کی کتاب انساب مطبوع حیدرآباد میں صراحت ہے کہ ''سمعانی کے اس قول پر حاشیہ کہ جن روایات میں طحاوی کا سال ولادت ۲۲۹ھ بتلایا گیا ہے وہ غلط ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ سمعانی کی کتاب انساب کی تلخیص لباب للجزری (۲/ ۲۷۶)

---

[1] مقدمہ انوار (۲/ ٦٤) [2] مقدمہ انوار (۲/ ٦٤ بحوالہ معجم البلدان یاقوت حموی)

[3] الجواهر المضية في طبقات الحنفية مطبوع دارالعلوم ریاض ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸ء بتحقیق دکتور عبدالفتاح محمد الحلوان (۱/ ۲۷۳)

[4] وفيات الأعيان لابن خلكان (۲/ ۷۱، ۷۲)

میں صراحت ہے: "ولد سنة تسع وثلاثين ومأتين" نیز یہی صراحت انساب کی تلخیص سیوطی میں بھی ہے، نیز سیوطی نے اپنی کتاب "حسن المحاضره في تاريخ مصر والقاهرة" میں بھی طحاوی کا سال ولادت ۲۳۹ھ ہی لکھا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے فرمایا: "توفي في مستهل ذي قعدة منها عن اثنين و ثمانين سنة " یعنی طحاوی ۳۲۱ھ میں بعمر بیاسی سال فوت ہوئے۔[1]

حافظ ابن کثیر کی اس بات کا لازمی مطلب یہ ہے کہ طحاوی ۲۳۹ ھ میں پیدا ہوئے۔ طحاوی کے ایک ثقہ معاصر امام عبدالرحمان بن اسحاق بن محمد بن معمر جوہری (جو ۲۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۲۰ھ میں فوت ہوئے) فرماتے ہیں:

"هو (الطحاوي) أسن مني بإحدى عشرة سنةً" یعنی طحاوی مجھ سے گیارہ سال بڑے ہیں۔[2]

امام عبدالرحمان بن اسحاق جوہری کی اس صراحت کا لازمی مطلب ہے کہ طحاوی ۲۳۹ھ میں پیدا ہوئے۔

جس معجم البلدان کے حوالے سے مصنف انوار نے دروغ بافی کی ہے اس میں یہ صراحت ہے: "قال أبو سعيد بن يونس: ومات الطحاوي سنة ۳۲۱هـ ومولده سنة ۲۳۹هـ" یعنی طحاوی کے معاصر مورخ ابوسعید بن یونس نے کہا کہ طحاوی ۳۲۱ھ میں فوت ہوئے اور ۲۳۹ھ میں پیدا ہوئے۔

حافظ ذہبی نے صراحت کی: "وتوفي فيها و له اثنان وثمانون سنة" یعنی طحاوی ۳۲۱ھ میں بعمر بیاسی سال فوت ہوئے۔"[3] حافظ ذہبی نے اپنی دوسری کتاب سیر اعلام النبلاء میں لکھا: "مولده سنة تسع و ثلاثين مائتين."[4]

پھر اسی کتاب میں آگے چل کر لکھا: "ذكره أبو سعيد بن يونس... ثم ذكر مولده و موته" یعنی مؤرخ مصر امام ابوسعید بن یونس نے طحاوی کا ذکر کیا اور پھر ان کے سال ولادت ووفات کا ذکر کیا۔[5]

اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ کہ ابوسعید نے خود طحاوی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ وہ ۲۳۹ھ میں پیدا ہوئے۔ حافظ ذہبی نے اپنی تیسری کتاب تذکرۃ الحفاظ (۳/ ۸۰۹) میں بحوالۂ ابوسعید بن یونس یہی بات لکھی ہے۔

حافظ ابن حجر نے بھی لسان المیزان ترجمہ طحاوی میں یہی بات لکھی، ہمیں بدرالدین عینی کی کتاب تاریخ نہیں مل سکی جس کے ذریعہ کذاب مصنف انوار کی تصدیق یا تکذیب ہو سکے، پھر نویں صدی کے بدرالدین عینی نے اگر طحاوی کے اپنے بیان کے خلاف کوئی بات کہی ہو تو وہ مردود ہے، ان ساری باتوں سے یہ بات واضح ہے کہ مصنف انوار نے ان سارے ائمہ کی طرف اپنی خانہ ساز جھوٹی بات منسوب کر کے تلبیس کاری میں مبالغہ آرائی کی ہے۔

حافظ ابو اسحاق شیرازی نے طبقات الفقہاء (ص: ۱۴۲) میں طحاوی کا سال ولادت ۲۳۸ھ لکھا ہے، اسے نقل کر کے ابن خلکان نے صراحت کر دی کہ صحیح بات ۲۳۹ھ ہی ہے کیونکہ سمعانی وغیرہ نے بحوالہ ابوسعید بن یونس بتصریح طحاوی ۲۳۹ھ والی بات لکھی ہے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس معاملہ میں افتراء پردازی میں مبالغہ آرائی و تلبیس کاری سے کوثری تحریک مسخ حقائق کو کیا فائدہ پہنچنے والا ہے کہ سبھی ارکان تحریک کوثری بشمول فرقۂ دیوبندیہ مع مصنف انوار اہل اسلام میں ترویجِ اکاذیب کیلئے کوشاں ہیں؟

---

[1] البداية والنهاية (۱/ ۱۹۸)　[2] الولادة والقضاة الكندي (ص: ۵۳۶)

[3] العبر للذهبي (۲/ ۱۸۶ و اقعات ۳۲۱هـ) [4] سير أعلام النبلاء (۱۵/ ۲۸)　[5] سير أعلام النبلاء (۱۵/ ۲۹)

طحاوی کا اعتراف حق:

طحاوی امام شافعی کے شاگرد خاص امام ابو ابراہیم اسماعیل بن یحییٰ مزنی (مولود ۱۷۵ھ ومتوفی ۲۶۴ھ) کے بھانجے اور پروردہ وشاگرد تھے، امام مزنی نے ان کی تربیت وتعلیم و پرورش پر کافی توجہ دی، امام مزنی بہت بڑے محدث وفقیہ ہونے کے ساتھ اپنے استاذ امام شافعی کے مدون کردہ علوم کے تلخیص کار واختصار نویس بھی تھے، علوم شافعی کا تیار کردہ مزنی والا ملخص ومختصر نسخہ عوام وخواص میں بہت مقبول ہوا حتی کہ بچیوں کی شادی کے موقع پر امام مزنی کی یہ کتاب جہیز میں ضرور دی جاتی تھی۔

حافظ ابن عبدالبر نے کہا:

"كان أعلم أصحاب الشافعي بالنظر دقيق الفهم والفطنة انتشرت كتبه ومختصراته إلى أقطار الأرض شرقا و غربا وكان تقيا ورعا دينا ...الخ."[1]

"امام مزنی تلامذۂ شافعی میں بالغ النظر ہونے میں سب سے زیادہ علم والے دقیق الفہم اور دقیق باتوں کو سمجھنے میں ذکاوت و فطانت رکھتے تھے، مذہب شافعی مراد اہل حدیث کی حمایت میں ان کی کتابیں اور کتب شافعی کی ان کی تلخیصات ومختصرات تمام دنیا کے ممالک واطراف و جوانب میں اشاعت پذیر تھیں، نیز وہ بہت بڑے متقی ومتورع و دیندار وصبر وضبط والے بھی تھے، ابو القاسم عبیداللہ بن عمر بن احمد شافعی اپنے مصری اساتذہ سے ناقل ہیں کہ مصر کے صالح آدمی جنھیں اہل مصر ابدال میں سے قرار دیتے تھے انھوں نے خواب دیکھا اور صبح کو آواز دے کر تمام لوگوں کو اکٹھا کر کے کہا کہ قندیل کے علاوہ بجھ گئے، یہ سن کر تمام لوگ نہایت عقیدت کے ساتھ امام مزنی سے پیش آنے لگے۔"

امام مزنی نے علوم شافعی کی تلخیص اپنی جس کتاب میں کی اس کا نام "مختصر المزنی" ہے اس کی بابت طحاوی سے مروی ہے:

"قال الخليلي سمعت عبد الله بن محمد الحافظ يقول سمعت أحمد بن محمد الشروطي يقول سمعت الطحاوي يقول: لا يقوم أحد بكتاب المزني فقد صار بكرا لايفتض."[2]

"امام خلیلی ابو یعلی خلیل بن عبداللہ بن احمد بن خلیل قزوینی (مولود ۳۶۷ھ ومتوفی ۴۴۶ھ) نے کہا کہ میں نے حافظ عبداللہ بن محمد بن عقبہ قاضی (متوفی ۳۸۰ھ) کو کہتے سنا کہ میں نے احمد بن محمد شروطی کو کہتے سنا کہ میں نے طحاوی کو سنا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ کوئی بھی آدمی میرے ماموں امام مزنی کی کتاب کا رد نہیں لکھ سکتا، اگر کوئی اس کا رد لکھنے پر مستعد بھی ہوگا تو وہ اتنا ناکارہ اور بے بس و بے کس ثابت ہوگا کہ جس طرح کوئی نامرد ناکارہ و بے حد کمزور آدمی کسی باکرہ دلہن کا پردۂ بکارت توڑنے کی طاقت وصلاحیت نہیں رکھتا، اس کا بھی یہی حال ہوگا، حاصل یہ کہ کتاب مزنی کا رد و جواب کا حوصلہ لے کر جوابی کتاب لکھنے کے لیے بیٹھنے والا بالکل ناکارہ و ناہنجار ثابت ہوگا، اس سے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑے گا، جواب کے نام پر اس کی لکھی ہوئی کتاب بالکل لغو و لا یعنی ہوگی جو کسی بھی کام کی نہیں ہوگی۔"

---

[1] ملخص از الانتقاء لابن عبدالبر (ص: ۱۱۰ و ۱۱۱)

[2] ملاحظہ ہو: كتاب الإرشاد في معرفة علماء الحديث للخليلي (۱/ ۴۳۲)

جس سند سے یہ روایت مروی ہے اسے مصنف انوار وکوثری وارکان تحریک کوثری نے صحیح کہا ہے، اور اس کا مفاد یہ ہے کہ طحاوی کو یقین تھا کہ امام مزنی کی اس کتاب کا رد لکھنے والا کوئی ہو ہی نہیں سکتا اور اگر کوئی اس جذبہ کے تحت اس کا رد لکھنے کے لیے بیٹھے گا بھی تو ناکارہ آدمی جس طرح باکرہ دلہن کی بکارت زائل نہ کرنے کے سبب اپنی اور دلہن اور جاننے والوں کی نظر میں ذلیل وخوار اور نادم وشرمندہ وناکارہ سمجھا جاتا ہے اسی طرح اس شخص کا بھی حال ہوگا۔

طحاوی کے حنفی المذہب استاذ بکار بن قتیبہ بکراوی ثقفی (مولود ۱۸۲ھ ومتوفی ۲۷۰ھ) کو مختصر مزنی کا رد لکھنے کا سودا سوار ہوا، یعنی پوری دنیا میں برسرعام اپنے آپ کو ذلیل ورسوا وخوار ثابت کرنے کا شوق چرایا اور انھوں نے بزعم خویش اس کا رد لکھ بھی ڈالا، مختصر مزنی کا رد لکھنے کا دوسرا مطلب معنوی طور پر امام شافعی کے علوم کا رد لکھنے کے مترادف ہے، گویا بکار بن قتیبہ نے اپنی دانست میں یہ کام کر بھی ڈالا، بکار کا یہ ردعلومِ امام ابوحنیفہ اور تلامذۂ ابی حنیفہ سے کشیدہ کیا گیا تھا اور امام ابوحنیفہ اپنے اور اپنے تلامذہ کے علوم کو مجموعۂ اکاذیب واغلاط واباطیل وشرور وفتن قرار دے چکے تھے، امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد امام شافعی کے سامنے امام ابوحنیفہ کو امام اہلحدیث امام مالک کے بالمقابل جاہل مطلق اور ناآشنائے علوم شرعیہ قرار دے چکے تھے، اس کے باوجود بھی انھیں ائمہ احناف کے علوم سے استفادہ کر کے بکار بن قتیبہ نے بعض دوسرے رسوائے زمانہ علماء احناف کی طرح علوم شافعی وعلوم اصحاب شافعی بلفظ دیگر مذہب اہل حدیث پر رد وقدح کی کتابیں تیار کر دیں۔[1] مگر علمائے اہلحدیث بشمول امام شافعی و مزنی کے رد میں لکھی گئی حنفی کتابیں بتصریح ابی حنیفہ مجموعہ اکاذیب واغلاط واباطیل ہیں، پھر ان حنفی کتابوں میں اہلحدیث کے خلاف بھرے ہوئے مواد ومسالہ کی جو حیثیت از روئے حقیقت ہو سکتی ہے وہ کسی بھی صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی، ان حقائق کے باوصف طحاوی پر شامت سوار ہوئی کہ اپنے اہل حدیث ماموں امام مزنی و دیگر ائمہ حدیث کے احسانات یکسر فراموش کر کے موصوف امام ابوحنیفہ کی مجموعۂ اکاذیب واباطیل وشرور وفتن قرار دی ہوئی کتابوں کے مطالعہ ومدارسہ میں کتب اہلحدیث سے بے اعتنائی اختیار کر کے بہت زیادہ مشغول ومصروف ومنہمک ہو گئے جیسا کہ تفصیل آرہی ہے۔ پہلے مصنف انوار کی اوپر مذکور ایک تلبیس کاری وتحریف بازی ناظرین کرام دیکھ لیں۔

معجم البلدان پر مصنف انوار وکوثریہ کی افترا پردازی:

ہم مصنف انوار کی وہ عبارت نقل کر آئے ہیں جسے موصوف نے معجم البلدان کے حوالے سے اپنی اور اپنی پارٹی کی عادت تلبیس کاری وکذب بیانی کے تحت لکھا ہے۔ اب ناظرین کرام معجم البلدان کی اصل عبارت دیکھیں جسے ہم تلخیص کے ساتھ نقل کر رہے ہیں۔ معجم البلدان لفظ ''طحا'' کے تحت مرقوم ہے:

”وإليها ينسب أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوي الفقيه الحنفي، وليس من نفس طحا، وإنما هومن قرية قريبة منها يقال لها طحطوط، فكره أن يقال له طحطوطي،

[1] ملاحظہ ہو: كتاب الولاة والقضايا للكندي (ص: ٥١١، ٥١٢) نیز ملاحظہ ہو: حسن المحاضرة (١/ ٤٦٣) و سير أعلام النبلاء (١٢/ ٦٠١)

فيظن أنه منسوب إلى الضراط، وهي قرية صغيرة مقدار عشرة أبيات، قال الطحاوي: كان أول من كتبت عنه العلم المزني، وأخذت بقول الشافعي، فلما كان بعد سنين قدم إلينا أحمد بن أبي عمران قاضيا على مصر، فصحبته وأخذت بقوله، وكان ينفقه على مذهب الكوفيين، وتركت قولي الأول، فرأيت المزني في المنام، وهو يقول لي: يا أبا جعفر اعتصبتك يا أبا جعفر اعتصبتك ... إلى أن قال: خرج إلى الشام سنة ٢٦٨ هـ.»[1]

''طحاوی ''طحا'' کی طرف منسوب ہیں حالانکہ وہ اصلاً طحا کے نہیں تھے بلکہ طحا کے قریب دس گھروں پر مشتمل ایک چھوٹے سے گاؤں طحطوط میں پیدا ہونے والے اور رہنے والے تھے جس کے معنی زوروں سے ریاح خارج کرنے کے ہوتے ہیں، اسی لیے طحاوی نے اپنے اصلی وطن منسوب ہونے کو ناپسند کر کے اپنے ضلع کے صدر مقام طحا کی طرف منسوب ہو گئے، طحاوی کا بیان ہے کہ سب سے پہلے میں نے اپنے جس استاذ سے حصول کر کے ان کے علوم لکھے وہ میرے ماموں مزنی ہیں، انھیں کے فیض درس وتعلیم سے میں شافعی المذہب بنا ہوا تھا، اپنے ماموں سے پڑھنے کے بعد احمد بن ابی عمران قاضی کی کئی سال کی صحبت اختیار کی اور حنفی المذہب بن کر پہلے والے اپنے مذہب شافعی کو میں نے ترک کر دیا میں نے مزنی کو ایک دن خواب میں کہتے سنا کہ طحاوی میں نے اسی لئے تمہیں پڑھایا لکھایا تھا کہ میرے مذہب کو چھوڑ کر حنفی بن جاؤ؟ طحاوی ۲۶۸ھ میں شام چلے گئے۔''

ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ معجم البلدان کے حوالے سے مصنف انوار نے جو بات کہی ہے وہ معجم البلدان میں اس طرح نہیں ہے جس طرح مصنف انوار نے اپنی تلبیسات واکاذیب شامل کر کے اس کی طرف منسوب کر دی ہے۔

أولاً: معجم البلدان میں صراحت ہے کہ طحاوی کے معاصر امام ابوسعید بن یونس نے طحاوی ہی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں ۲۳۹ھ میں پیدا ہوا مگر مصنف انوار نے اپنی عادت تلبیس کاری سے کام لے کر اسے ظاہر نہ ہونے دیا کیونکہ طحاوی سے طحاوی کے سال ولادت کا امام ابوسعید بن یونس کا نقل کرنا ایسا واقعہ ہے جو مصنف انوار اور ان کی پارٹی والوں کے جمع کردہ خرمن اکاذیب کے لیے صواعق محرقہ کے مترادف ہے۔

ثانیاً: معجم البلدان میں صراحت ہے کہ امام مزنی سے پڑھ چکنے کے کئی سالوں بعد مصر میں احمد بن عمران قاضی بن کر آئے تو طحاوی ان کے یہاں رہنے لگے اور حنفی بن گئے مگر مصنف انوار نے اپنی اور اپنی پارٹی کی تلبیس کاری سے کام لے کر یہ نہیں ظاہر ہونے دیا کہ امام مزنی کے یہاں کئی سال پڑھ چکنے کے بعد طحاوی صحبتِ احمد بن ابی عمران میں رہ کر حنفی بن گئے۔

ثالثاً: مصنف انوار نے اپنی پارٹی والوں ہی کی طرح معجم البلدان کی بات نہیں ظاہر ہونے دی کہ ضلع طحا کے ہیڈ کوارٹر سے کچھ دوری والے دس گھروں پر مشتمل طحطوط نامی گاؤں طحاوی کا مولد ومسکن وموطن تھا۔

رابعاً: مصنف انوار کا یہ بیان کہ ''طحاوی اپنے مسکن سے طلب علم کے لیے مصر آئے تھے'' ظاہر کرتا ہے کہ طحاوی کا مسکن مصر کے علاوہ کوئی دوسرا ملک تھا جس سے چل کر تحصیل علم کے لیے طحاوی مصر آئے حالانکہ طحاوی کا اصل مسکن وموطن مصر ہی کے

[1] معجم البلدان (٤/ ٢٢)

ایک ضلع ''طحا'' کا نہایت معمولی چھوٹا سا گاؤں تھا جس کی کل آبادی دس گھروں پر مشتمل تھی، معلوم نہیں مصنف انوار کا اپنی اس تلبیس کاری سے کیا مقصود تھا؟ طحاوی کا یہ چھوٹا سا گاؤں آگے چل کر رفتہ رفتہ بڑا گاؤں بن گیا جیسا کہ معجم البلدان سے اسی صفحہ میں لفظ طحطوط کو دیکھنے سے مستفاد ہوتا ہے۔

خامساً: مصنف انوار نے طحاوی کے اس خواب کا اشارۃً بھی ذکر نہیں آنے دیا جس کے مطابق طحاوی کے مربی ماموں نے طحاوی پھٹکارا تھا۔

سادساً: طحاوی اپنے مربی ومعلم ماموں مزنی کی وفات ۲۶۴ھ کے کئی سال بعد یعنی بارہ تیرہ سال بعد احمد بن عمران کی صحبت اختیار کرکے مذہب اہلحدیث چھوڑ کر کھلم کھلا حنفی بنے تھے مگر مصنف انوار نے اپنی یہ تلبیس کاری اپنی پارٹی والوں کی عادت کے مطابق ظاہر نہیں ہونے دی اور یہ نہیں بتلایا کہ وفاتِ مزنی کے بارہ تیرہ سال بعد طحاوی کھل کر حنفی بن گئے۔

سابعاً: تمام روایات پر نظر ڈالنے سے مستفاد ہوتا ہے کہ طحاوی اپنے خاص اغراض و مقاصد کے تحت، جن کا صحیح علم طحاوی ہی کو ہو گا، اپنے ماموں اور دیگر اساتذہ اہل حدیث کی درس گاہوں میں پڑھنے کے ساتھ مذہب اہلحدیث وائمہ اہل حدیث کے حریف جہمیت زدہ مرجی المذہب ائمہ حنفیہ سے گہرا ربط وضبط رکھتے، ان کی لکھی ہوئی کتابیں، جو زیادہ تر رد مذہب اہلحدیث پر تھیں، مطالعہ میں رکھتے۔ مشہور حنفی محقق شیخ عبدالحی فرنگی محلی لکھنوی ہندی اپنی مشہور کتاب ''الفوائد البهية في تراجم الحنفية'' (مطبوع بيروت لبنان سنه طباعت ندارد، ص ۳۲) میں لکھتے ہیں:

''كان الطحاوي يكثر النظر في كتب أبي حنيفة، فقال له المزني: والله لا يجيئني منك شيء فغضب، وانتقل من عنده، و تفقه في مذهب أبي حنيفة، وصار إماما، فكان إذا درس أو أجاب في شيء من المشكلات يقول: رحم الله خالي لوكان حيا لكفر عن يمينه''

یعنی اپنی طالب علمی کے زمانے میں بکثرت حنفی مذہب کی کتابوں کا بغور مطالعہ کرتے، بنا بریں ان کے ماموں مزنی نے انھیں ایک بار پھٹکارتے ہوئے کہا کہ تم سے کوئی کارخیر کبھی صادر ہی نہیں ہو سکے گا، مزنی کی اس بات کا مطلب یہ تھا کہ کتب اہلحدیث سے اعراض و انحراف وعدم اعتنا کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ کی مجموعۂ اکاذیب، فریب، اغلاط و اباطیل وشرور وفتن قرار دی ہوئی حنفی کتابوں کو تم بکثرت بہت غور سے پڑھتے ہو جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمھارا ذہن امام ابوحنیفہ کے مجموعۂ اغلاط و اباطیل وشرور وفتن کے علاوہ کوئی بھی کارخیر صادر نہ ہو سکے گا، اپنے اتنے مشفق ومربی ومعلم استاذ و ماموں امام مزنی (جو اپنے زمانے کے امام اہلحدیث بھی تھے) کی ان خیر خواہی سے پُر باتوں سے عبرت پذیر وموعظت گیر ہونے کے بجائے طحاوی نے برافروختہ ہو کر ائمہ احناف سے خوب سانٹھ گانٹھ کی اور مذہب اہلحدیث کو خیر باد کہہ کے کھلم کھلا حنفی المذہب بن گئے، اور بتصریح شیخ فرنگی محلی فقہ حنفی میں مہارت حاصل کر کے مرجی حنفی امام بن گئے اور امام مذہب حنفی بن کر درس وتدریس دینے لگے اور بزعم خویش جب کسی مشکل مسئلہ کو رائے پرست احناف کے اصول سے حل کر لیتے تو بطور فخر کہتے کہ اللہ میرے ماموں مزنی پر رحم کرے، وہ اگر اس وقت زندہ ہوتے اور میری کارستانیاں دیکھتے تو اپنی قسم کا کفارہ دینے پر مجبور ہو جاتے۔

فرقۂ کوثریہ مع مصنف انوار کی بھاری جہالت مرکبہ:

مسخ حقائق کے لیے نیز اہل اسلام میں ترویج اکاذیب کے لیے کوثری کی قیادت میں چلائی گئی تحریک کے اراکین تقلید کوثری میں مصنف انوار کی طرح یہ کہتے ہوئے بلکہ لکھتے ہوئے نظر آتے ہیں:

''محمد بن احمد شروعی (صحیح لفظ شروطی ہے) کا بیان ہے کہ میں نے امام طحاوی سے پوچھا کہ آپ نے اپنے ماموں مزنی کی کیوں مخالفت کی اور امام ابوحنیفہ کا مذہب کیوں اختیار کیا؟ فرمایا میں دیکھتا تھا کہ ماموں ہمیشہ امام ابوحنیفہ کی کتابیں مطالعہ میں رکھتے تھے ان سے استفادہ کرتے تھے، اسی لیے میں اس کی طرف منتقل ہو گیا۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار اور جملہ ارکان تحریک کوثری مع قائد تحریک کوثری کی یہ بات سو فیصدی جھوٹ اور دروغ بے فروغ ہے کہ مذکورہ بات مرآۃ الجنان للیافعی میں مذکور ہے، مرآۃ الجنان واقعات ۲۶۴ھ زیر ترجمہ طحاوی میں یہ بات نہیں ہے جسے ان کذابین اور مسخ حقائق کے عادی اور تلبیس کاری کے ماہرین نے خانہ ساز طور پر مرآۃ الجنان کی طرف اسی طرح منسوب کر دیا ہے جس طرح امام ابوحنیفہ کا اپنے عام تلامذہ خصوصا ابو یوسف کی بابت کہنا تھا کہ یہ لوگ میری نہ کہی ہوئی باتیں میری طرف اپنی لکھی ہوئی کتابوں میں کذباً وزوراً وافتراءً وبہتاناً تحریر کر کے شائع کرتے ہیں، اگر اس فرقہ کے کسی فرد کو سچ بولنے کا دعوی ہو تو مرآۃ الجنان للیافعی کے صفحہ وجلد وسن کے حوالے سے اس کا ثبوت دے۔

اصل معاملہ کیا ہے؟

امام خلیلی ابو یعلی خلیل بن عبداللہ بن احمد بن خلیل قزوینی (مولود ۳۶۶ھ ومتوفی ۴۴۶ھ) نے اپنی کتاب الارشاد میں کہا:

" سمعت عبد اللّٰه بن محمد الحافظ يقول سمعت أحمد بن محمد الشروطي يقول: قلت للطحاوي: لما خالفت ذلك واخترت مذهب أبي حنيفة؟ قال: لأني كنت أرى خالي يديم النظر في كتب أبي حنيفة فلذلك انتقلت إليه"[2]

''میں نے عبداللہ بن محمد حافظ کو کہتے سنا کہ میں نے احمد شروطی سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے طحاوی سے پوچھا کہ آپ نے اپنے ماموں کی مخالفت کر کے ابوحنیفہ کا مذہب کیوں اختیار کیا؟ طحاوی نے جواب دیا کہ میں اپنے ماموں کو کتب حنفی کا ہمیشہ بنظر غور مطالعہ کرتا ہوا دیکھتا تھا، اسی بنا پر میں حنفی ہو گیا۔''

ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ اس روایت میں یہ منقول نہیں ہے کہ مزنی کتبِ حنفیہ سے استفادہ کرتے تھے بلکہ یہ بات ان کذابین کوثریہ نے تقلید کوثری میں خانہ ساز طور پر بڑھا دی ہے۔ ناظرین کرام غور فرمائیں کہ اپنے خانہ ساز جھوٹ کے بل بوتے پر اس قوم نے بشمول مصنف انوار اکتنی بڑی تلبیس کاری کر رکھی ہے!

---

[1] مقدمه انوار (۲/ ٦٤) بحوالۂ مرأۃ الجنان للیافعی ومقدمۂ کوثري بر شرح معاني الآثار مطبوع بیروت لبنان ۱٤۰۷ھ ۱۹۸۷ء (۱/ ۷)

[2] کتاب الارشاد (۱/ ٤۳۰ تا ٤۳۲)

فرقۂ کوثریہ کی مزید کذب بیانی:

مذکورہ بالا کذب بیانی وتلبیس کاری وعیاری کا مزید سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مصنف انوار نے اپنی پارٹی والوں کی تقلید میں کہا:

''علامہ کوثری نے ''الحاوي في سيرة الإمام الطحاوي'' میں اس جگہ مزید وضاحت کی کہ میں نے اپنے ماموں مزنی کو دیکھ کر خود بھی امام ابوحنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا، ان کی کتابوں نے مجھے حنفی مذہب کا گرویدہ بنا دیا جس طرح کہ ان کی کتابوں نے میرے ماموں کو بھی بہت سے مسائل میں امام ابوحنیفہ کی طرف مائل کر دیا تھا، جیسا کہ مختصر المزنی سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اس میں بہت سے مسائل ایسے مذکور ہیں جن میں مزنی نے امام شافعی کی مخالفت کی ہے۔''❶

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار کے'' علامہ کوثری'' ہی نے چودہویں صدی میں اپنے اختراعی اکاذیب اہل اسلام میں پھیلانے کا فن ایجاد کیا اور اپنی اس تحریک کے جملہ اراکین بشمول مصنف انوار کو بھی یہ فن سکھلایا، اگر چہ کوثری کی ولادت سے پہلے والے جہمیت زدہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ کا بھی شیوہ وشعار اکاذیب پرستی ہی رہا مگر کوثری نے اپنے اسلاف کو اختراع اکاذیب میں مات دے دی، کوثری نے یہ بالکل جھوٹی بات کہی ہے کہ امام مزنی کتب حنفیہ کے مطالعہ سے حنفی مسائل کی طرف مائل ہو کر اپنے استاد امام شافعی سے اختلاف کر کے حنفی مسائل کے پیرو بن گئے، اس کذاب نے شتر بے مہار بن کر اختراع اکاذیب وتولید تلبیسات کر کے اہل اسلام میں ترویج اکاذیب وتلبیسات کی مہم خود چلائی اور اپنے سینکڑوں آلہ کار چیلوں کو اس راستہ کا راہ رو بنا دیا، ان کذابین کو یہ کہاں نظر آ گیا کہ امام مزنی نے مختصر میں کتب حنفیہ سے متأثر ہو کر امام اہل حدیث وعلمائے اہلحدیث کا بعض مسائل میں اپنی تحقیق کی بنیاد پر اختلاف کیا ہے، اگر کسی اہل حدیث امام وفقیہ و عالم ومحدث کا اختیار کردہ موقف احناف کے موافق ہو گیا تو اسے کتب حنفیہ دیکھ کر حنفی موقف اختیار کرنے والا کوئی تلبیس کار کذاب مرجی ہی کہہ سکتا ہے ورنہ کتب احناف کی تردید وتکذیب کی غرض سے امام شافعی کتب احناف کا مطالعہ اس کے باوجود کرتے تھے، امام ابوحنیفہ نے ان کتب احناف کو مجموعۂ اکاذیب واغلاط واباطیل وشرور وفتن کہا ہے، کتب یہود ونصاری ومجوس واہل شرک کا مطالعہ ان کی تردید وتکذیب کی غرض سے کرنے کا نام ان سے استفادہ رکھ لینا کوثریہ اور کوثریہ کے ہم مزاج ہی لوگوں کا کام ہوسکتا ہے۔ امام مزنی نے تو تلخیص کتاب الام للشافعی کے شروع ہی میں یہ صراحت کر دی ہے:

'' اختصرت هذا الكتاب من علم محمد بن إدريس الشافعي رحمه الله ومن معنى قوله، لأقربة على من أراده مع إعلاميه نهيه عن تقليده وتقليد غيره، لينظر فيه لدينه، ويحتاط فيه لنفسه، و بالله التوفيق''❷

''میں نے اس مختصر وملخص کتاب میں علوم شافعی کی تلخیص اور ان کے علوم کی معنوی تعبیر بطور اختصار وتلخیص اس لیے کی ہے تا کہ جو شخص علوم شافعی سے واقفیت کا شائق ہو علوم شافعی کو سمجھ سکے اور میں بتلا دے رہا ہوں کہ امام شافعی

❶ مقدمه انوار (٢/ ٦٤) بحوالۂ الحاوي للكوثري (ص: ١٦)

❷ مختصر المزني على هامش كتاب الإمام للشافعي (١ / ٨)

نے لوگوں کو اپنی تقلید یا کسی دوسرے کی سے منع کیا ہے تا کہ شائق علوم شافعی اپنے دین کے لیے علوم شافعی پر نظر رکھے اور اپنے لیے علوم شافعی میں محتاط رہے۔ وباللّٰه التوفیق"

امام مزنی کی یہ صراحت دیکھ کر ہر شخص کوثری اور ارکان تحریک کوثری کے اکاذیب وتلبیسات کا آسانی اندازہ کر سکتا ہے اور سمجھ سکتا ہے۔ اپنی اور کوثری وکوثریہ کی مذکورہ بالا مکذوبہ عیاری ومکر وفریب وتلبیسات پر مشتمل عبارت پر مصنف انوار نے یہ حاشیہ بھی چڑھایا ہے:

''علامہ کوثری کی تصریحات سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ امام طحاوی احمد بن ابی عمران کی طرف رجوع کرنے سے پہلے بکار بن قتیبہ کا رد بھی کتاب مزنی پر دیکھ چکے تھے، گویا یہ ایک دوسری بڑی وجہ فقہ حنفی کی طرف میلان کی پیدا ہو چکی تھی، اور ان کے نتیجہ ہی میں کچھ روایات مکذوبہ امام طحاوی کے خلاف چلائی گئیں۔'' [1]

ہم کہتے ہیں کہ جب بقول کوثری کتب حنفیہ کے مطالعہ سے متاثر ہو کر مزنی حنفی مذہب کی طرف مائل ہو گئے تھے تو کوثری اور کوثری کے چیلے اس کے معارض یہ بات کیوں کر رہے ہیں کہ اپنے زمانہ کے امام الحنفیہ بکار بن قتیبہ نے مزنی کی کتاب پر رد لکھا تھا، حنفیہ سے متاثر ہو کر امام مزنی اپنی کتاب مختصر میں جو مذہب حنفی کی طرف مائل ہوئے تو طحاوی مزنی کی یہی روش دیکھ کر حنفی بن گئے، دوسری طرف اس کے بالکل معارض یہ بات کہتے ہیں کہ مختصر مزنی پر رد بکار دیکھ کر طحاوی حنفی بن گئے، ان کذابین کی یہی متعارض باتیں ان کے کذاب ہونے کے ثبوت کے لیے کافی ہیں، ان کذابین نے "المرء يقيس على نفسه" کے مصداق بن کر اپنے اوپر ان محدثین ثقات کو بھی قیاس کیا ہے جنھوں نے طحاوی سے متعلق حقائق کا اظہار کیا ہے۔

بکار بن قتیبہ بکراوی ثقفی رائے پرست حنفی:

کتب رجال میں منقول ہے کہ بکار بن قتیبہ (مولود ۱۸۲ھ ومتوفی ۲۷۰ھ) اپنے دور کے ائمۂ حنفیہ میں سے تھے، جو ۲۴۶ھ میں عراق سے مصر کے قاضی بن کر آئے اور تا وفات ۲۷۰ھ تک قاضی رہے، یعنی چوبیس سال کے لگ بھگ موصوف بکار مصر کے قاضی رہے اور اپنے اسی چوبیس سالہ زمانۂ قضا مصر میں موصوف بکار کو امام مزنی سے ملنے کا بڑا شوق رہا، اس شوق کے باوجود معلوم نہیں کیوں موصوف بکار امام مزنی سے ملنے نہیں آئے تھے، بس ایک بار اتفاق سے ایک جنازہ میں امام مزنی سے ان کی ملاقات ہو گئی اور ایک ہی مسئلہ یعنی نشہ آور نبیذ کی حلت وحرمت کے موضوع پر بکار کی امام مزنی سے بہت مختصر سی گفتگو ہوئی، امام مزنی کے ایک ہی جملہ نے رائے پرست بکار کو حنفی مذہب کی حمایت میں کچھ بولنے سے لاجواب کر دیا اور بکار نے اسی دم اس مسئلہ میں حنفی موقف سے تائب ہو کر موقف اہل حدیث اختیار کرنے کا بالصراحت اقرار کر لیا۔[2]

بکار کے حنفی مذہب میں وقف جائیداد جائز نہیں مگر بکار کی روزی روٹی کا دار ومدار بکار ہی کی تصریح کے مطابق وقف کی آمدنی پر تھا۔[3] بکار اپنے مسلک کے مطابق اپنے گھر والوں سمیت حرام خوری ہی کرتے رہے۔ بکار سے امام موسیٰ بن عبد الرحمٰن بن قاسم نے پوچھا کہ کیا کسی مجبوری کے باعث سرکاری قاضی بن گئے ہیں؟ بکار نے کہا نہیں، اس پر بکار کو امام موسیٰ نے خوب

[1] الحاوي (ص: ١٤)
[2] كتاب الولاة والقضاة لأبي عمر محمد بن يوسف كندى (ص: ٥١١)
[3] سير أعلام النبلاء (١٢/ ٦٠١)

ڈانٹا پھٹکارا کہ ان کی بولتی بند ہوگئی۔[1]

ہمارا خیال ہے کہ حنفی مذہب وحنفی کتابوں سے طحاوی کی وارفتگی دیکھ کر طحاوی پر امام مزنی نے فہمائش ونصیحت کے انداز میں ڈانٹ پھٹکار اپنی عمر کے بالکل اواخر میں کی، جس کی قدر کر کے نصیحت پذیری کے بجائے طحاوی نے مزنی اور مذہب مزنی سے برافروختہ ہو کر حنفی ائمہ اور کتابوں سے شغف واشتغال اختیار کر لیا، ادھر طحاوی کو اپنی اس پھٹکار کے جلد ہی بعد ۲۶۴ھ میں امام مزنی فوت ہو گئے اور طحاوی کو کھیل کھیلنے کا خوب موقع مل گیا، وفاتِ مزنی کے بعد تقریباً چار سال تک وہ بکار بن قتیبہ اور دوسرے ائمہ احناف سے روابط وحصول تعلیم کا سلسلہ قائم کیے رہے پھر ۲۶۸ھ میں شامی ائمہ احناف سے مزید در مزید رائے پرستی کے گر سیکھنے کے لیے گئے اور شائد اسی سفر میں وہ عراق بھی گئے جو رائے پرست اماموں کا مرکز تھا، سال بھر شام وعراق کے ائمہ احناف سے ملتے رہنے کے بعد ۲۶۹ھ میں طحاوی پھر مصر پہنچے، جہاں ان کے رائے پرست استاذ خاص بکار قید وبند وحبس کی زندگی گزار رہے تھے مگر اپنا درس قید خانہ میں بھی جاری رکھے ہوئے تھے اور قضا کے معاملات بھی دیکھتے تھے، اپنی کتابوں میں طحاوی نے بکار سے بہت زیادہ روایات نقل کی ہیں۔ روایت میں راوی کی حیثیت سے بکار اگرچہ ثقہ ہیں لیکن یہ چیز اس کے منافی نہیں کہ رائے پرستی والے اپنے مذہب کی حمایت میں اہل حدیث کے خلاف بدعنوانیوں سے معمور باتیں نہ لکھتے ہوں۔

مصنف انوار کی مزید بدعنوانی:

مصنف انوار طحاوی کے اہل حدیث سے حنفی ہونے کی اپنی اور کوثری اور اراکین تحریک کوثری کی وجہ مذکور لکھ کر کہتے ہیں:

> ''چونکہ مذہب شافعی سے مذہب حنفی کی طرف منتقل ہونے کی یہ وجہ خود امام طحاوی سے بسند صحیح مروی ہے، اس لیے یہ معتمد وصحیح ہے، باقی دوسری حکایات بے سند وخلاف درایت ہیں، مثلاً حافظ ابن حجر نے لسان میں نقل کیا کہ وجہ یہ ہوئی کہ ایک دفعہ امام طحاوی اپنے ماموں سے سبق پڑھ رہے تھے کہ ایک ایسا مسئلہ دقیق آیا کہ انھوں نے طحاوی کو بار بار سمجھایا مگر وہ نہ سمجھ سکے، اس پر امام مزنی تنگ دل ہو کر غصہ سے فرمایا کہ واللہ تم کسی قابل نہ ہوگے، اس پر طحاوی ناخوش ہو کر احمد بن ابی عمران قاضئ مصر کی مجلس میں چلے گئے جو قاضی بکار حنفی کے بعد دیار مصر کے قاضی القضاۃ ہوئے وغیرہ...الخ۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار نے جس معجم البلدان کی عبارت کاٹ چھانٹ کر اپنی تلبیسات کے ساتھ نقل کی ہے اس میں صراحت ہے کہ امام مزنی سے الگ ہونے کے کئی سال بعد طحاوی احمد بن ابی عمران سے رابطہ قائم کر کے اہل حدیث سے حنفی بن گئے، یہ بات معجم البلدان میں طحاوی سے ابوسعید بن یونس جیسے ثقہ مؤرخ ومحدث کے حوالہ سے منقول ہے، اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ناظرین کرام ذرا غور سے سوچ کر بتلائیں کہ طحاوی اپنے ماموں کی پھٹکار سننے کے بعد اپنی غلط روی کے باعث ماموں کی عمر کے اواخر میں حنفی ہوئے تھے، یعنی کہ احمد بن عمران کے یہاں جانے سے پہلے اور اپنے ماموں کی پھٹکار سننے کے بعد والی مدت میں طحاوی اہل حدیث ہی رہے تھے، دونوں کی درمیانی مدت مصنف انوار اور تحریک کوثری کے ارکان اور کوثری کتنی مانتے ہیں؟ ہمارا اپنا خیال یہ ہے کہ جس سال مزنی فوت ہوئے اسی سال طحاوی کی بے راہ روی وبدعنوانی دیکھ کر انھوں نے بطور

[1] ملاحظہ ہو: سير أعلام النبلاء (۱۲/ ۶۰۱)
[2] مقدمہ انوار (۲/ ۶۴ و ۶۵)

فہمائش وخیر خواہی طحاوی کو ڈانٹا پھٹکارا کہ کتب اہل حدیث سے بے رخی اختیار کر کے امام ابوحنیفہ کی مجموعۂ اکاذیب واباطیل قرار دادہ کتب حنفیہ کو تم کیوں پڑھتے ہو جن سے اشتغال کے سبب درس سے متعلق یہ مسئلہ میرے لاکھ سمجھانے کے بعد تم سمجھ نہیں پا رہے ہو؟ دریں صورت مزنی کی پھٹکار سننے اور احمد بن ابی عمران کے پاس جا کر حنفی بن جانے کی مدت کم از کم تیرہ سال قرار پاتی ہے، اسی تیرہ سالہ مدت کو معجم البلدان کی حجت بنائی ہوئی عبارت مصنف انوار میں ''سنین'' (کئی سالوں) کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

کیا ۲۷۰ھ میں بکار کی وفات کے بعد سات سال تک مصر میں کوئی قاضی ہی نہیں تھا؟

مصنف انوار اور ان کے سربراہ نیز جملہ ارکان تحریک کوثری کی تحریروں میں یہ تاثر دینے کی از راہ تلبیس کاری و دروغ بافی کوشش کی گئی ہے کہ قاضی بکار کی ۲۷۰ھ میں موت کے بعد احمد بن ابی عمران کے ۲۷۷ھ میں قاضی بن کر مصر آنے سے پہلے مصر کا کوئی قاضی ہی نہیں تھا، حالانکہ یہ بات بہت زیادہ خلاف قیاس ہے کہ کوئی بھی حکومت سات سال تک اتنے لازمی وضروری کام سے بے اعتنائی برتے۔ عام کتب رجال وتاریخ میں متفقہ طور پر کہا گیا ہے کہ قاضی بکار کے زمانہ میں مصر کے بعض سرکاری عہدوں پر محمد بن عبدہ بن حرب بصری عبادانی ابو عبید اللہ (مولود ۲۱۸ھ ومتوفی ۳۱۳ھ) فائز رہے، پھر جب ۲۷۰ھ میں قاضی بکار مر گئے تو ان کی جگہ پر کوئی مستقل قاضی تو نہیں مقرر کیا گیا مگر محمد بن عبدہ بن حرب کو اپنے دوسرے عہدوں کے کام انجام دینے کے ساتھ قاضی کے فرائض بھی سونپ دیے گئے اور محمد بن عبدہ بن حرب ۲۷۰ھ سے لے کر ۲۷۷ھ تک اپنے دوسرے امور مفوضہ کے ساتھ قاضی کے فرائض بھی انجام دیتے رہے، چوں کہ محمد بن عبدہ مستقل قاضی نہیں تھے بلکہ شعبہ قضاء انھیں قائم مقام قاضی کے طور پر سونپا گیا تھا جسے وہ ۲۷۰ھ سے ۲۷۷ھ تک انجام دیتے رہے، اس لیے مورخین نے کہہ دیا کہ قاضی بکار کے مرنے کے بعد سات سال تک مصر کا کوئی قاضی نہیں مقرر تھا جس سے مورخین کی مراد صرف یہ ہے کہ ۲۷۰ھ سے ۲۷۷ھ تک مصر کا کوئی مستقل قاضی نہیں مقرر تھا ورنہ حنفی کتاب جواہر المضیہ تک میں یہ صراحت ہے:

"محمد بن عبدة ولي قضاء مصر، واستكتب أبا جعفر الطحاوي، واستخلفه وكان أبو الجيش (يعني خمارويه بن أحمد بن طولون الذي ولى مصر سنه ٢٧٠هـ) يعظمه ويبجله ويجري عليه في كل شهر ثلاثة آلاف دينار، وكان ينظر في القضاء والمظالم والمواريث والأحباس والحسبة... إلى أن قال: وأقام في القضاء ست سنين وسبعة أشهر إلى أن استتر وبقي مستترا عشر سنين"[1]

''وفاتِ بکار کے بعد ۲۷۰/ ۲۷۱ھ میں محمد بن عبدہ کو دیگر عہدوں کے ساتھ ضمنی طور پر عہدۂ قضاء مصر بھی سونپ دیا گیا، محمد بن عبدہ نے طحاوی کو عہدۂ قضا کے سلسلے میں اپنا معاون ونائب بنا لیا، ابو الجیش (یعنی خمارویہ بن احمد بن طولون) جو ۲۷۰ھ میں مصر کا والی (امیر وحاکم) بنایا گیا تھا، محمد بن عبدہ کی بہت تعظیم وتکریم کرتا تھا اور محمد بن عبدہ کو ماہوار تین ہزار دینار تنخواہ دیتا تھا، محمد بن عبدہ قضا ومظالم ومیراث واوقاف وکوتوالی ومحاسب کے کاموں کی دیکھ بھال

[1] الجواهر المضية (٣/ ٢٤٢ تا ٢٤٤ كا مخلص بقدر حاجت) و الولاة والقضاة للكندي (ص: ٥١٤ تا ٥١٨) وعام كتب تاريخ مصر.

کرتے تھے، محمد بن عبدہ مصر کے عہدۂ قضا کو چھ سال سات مہینے سنبھالے رہے، یہاں تک کہ انھیں یعنی محمد بن عبدہ پر ۲۷۷ھ میں ایسی آفتوں کا سلسلہ جاری ہوا کہ انھیں دس سالوں تک روپوش رہ کر اپنی زندگی گزارنی پڑی۔''

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اپنے اور دوسرے سرکاری امور مفوضہ کے ساتھ وفات بکار کے بعد ۲۷۰ھ میں محمد بن عبدہ کے سپرد عہدۂ قضا کی دیکھ بھال سپرد کی گئی جسے وہ چھ سال سات مہینوں تک سنبھالے رہے، اسی چھ سالہ اور سات ماہیہ مدت کو جبر کسر کے ساتھ عام مؤرخین نے سات سال کی مدت بتلائی ہے، نیز اسی تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک طرف امراء وحکام وخلفاء ان کی بہت تعظیم وتوقیر کرتے دوسری طرف ان پر بہت زیادہ رقوم کی داد ودہش بھی کرتے ہیں، بعض روایات کے مطابق محمد بن عبدہ کو خمارویہ کی طرف سے جو تین ہزار دینار ماہوار ملتے تھے وہ ان کی مقرر تنخواہ کے علاوہ تھے، مقرر تنخواہ کی مقدار بھی اگر صرف تین ہزار دینار ماہوار ہی فرض کی جائے تو چھ ہزار دینار آج کے حساب سے کم سے کم پچیس ہزار روپے ہوئے اور ناجائز طور پر رشوت وامور مفوضہ میں گھپلہ بازی خصوصاً اوقاف کی جائیدادوں میں حرام تصرفات کی آمدنی تو لاکھوں روپوں سے متجاوز ہوکر کروڑوں روپے ماہوار تک پہنچ جایا کرتی تھی، اور جس کی حرام وغیرہ حرام متجاوز ہوکر کروڑوں روپے ماہوار تک پہنچ جایا کرتی تھی، اور جس کی حرام وغیر حرام ماہانہ آمدنی کروڑوں روپے اور سلاطین وامراء وحکام کی تعظیم وتکریم وداد دہش الگ سے ہوا سے دیکھ کر طحاوی کے منہ میں پانی آجانا اور مذہب اہل حدیث جیسے سادگی پسند مذہب کو چھوڑ کر حنفی بن جانا اور انتہاءِ شوق کا دامن گیر ہو جانا بالکل قرین قیاس ہے۔

اس کا اندازہ صرف اس بات سے ہوسکتا ہے کہ طحاوی جب محمد بن عبدہ کے معاون وسکریٹری تھے اور اپنے اہل حدیث مذہب ہی پر قائم تھے حنفی نہیں بنے تھے اسی زمانۂ ونیابت میں ایک نکاح وشادی کے موقع پر انہیں مجلس نکاح میں شریک ہونے کی بدولت بارہ سو دینار نقد اور دوسرے ساز وسامان مع قیمتی سینی وعطریات ملے تھے۔[1] طحاوی نے دیکھا کہ حنفی بن کر رہنے میں بڑا مزہ ہے تو موصوف طحاوی نے اپنا سادگی والا مذہب اہل حدیث چھوڑ کر ۲۷۷ھ میں قاضی احمد بن ابی عمران کے قاضیِ مصر بن کر آنے کے موقع پر حنفی المذہب بن کر سرکاری وسائل عیش وعشرت سے زیادہ سے زیادہ بہرور ہونے کے لیے حنفی بن گئے، حالانکہ معاملہ یہ تھا کہ اپنے ماموں کی ڈانٹ پھٹکار سے طحاوی کو ماموں کی مخالفت میں حنفی ہونے کا شوق وجذبہ دامن گیر نہیں ہوا تھا بلکہ وفات مزنی کے ایک طویل عرصہ کے بعد جب محمد بن عبدہ کے امور قضا میں معاون وسکریٹری بنے تو انھیں حنفی المذہب ہونے کے دنیاوی فوائد شدت سے محسوس ہونے لگے، بنا بریں وہ محمد بن عبدہ کے سات سال سکریٹری سلفی المذہب بن کر رہنے کے بعد احمد بن ابی عمران کی آمد پر حنفی المذہب بن گئے اور اپنے آبائی وذاتی مذہب اہل حدیث سے دست کش ہو گئے۔

طحاوی کے مربی و ولیٔ نعمت محمد بن عبدہ ائمہ رجال کی تصریحات کے مطابق راوی کی حیثیت سے نہایت بے حیا قسم کے کذاب ومفتری وبد دیانت خدا ناترس آدمی تھے۔[2] اپنی اسی فطری بے روی کے باعث موصوف محمد بن عبدہ اپنے زمانہ حکومت میں حرام و ناجائز مال سمیٹنے میں بہت زیادہ مشغول ومنہمک رہے اور طحاوی بھی ان کے اس کاروبار میں معاون ومشارک رہے، جس طرح بظاہر امور قضا میں بھی طحاوی معاون ونائب رہے۔

[1] الولاة والقضاة (ص: ٥١٧)

[2] كتاب الولاة والقضاء (ص: ٤٧٩ و ٤٨٠ تا ٥١٨) ولسان الميزان (٥/ ٢٧٢ و ٢٧٣) والكامل لابن عدي (٦/ ٢٣٠٢) وخطيب (٢/ ٣٧٩ و ٣٨٠) وعام كتب رجال.

آخر محمد بن عبدہ وطحاوی کی بے راہ روی رنگ لائی اور دونوں بری طرح قید و بند ومحبوس ومقید ہوئے کیونکہ محاسبہ سے دونوں کی بد دیانتی وخیانت ظاہر ہوگئی، اس کی تفصیل کتاب الولاۃ والقضاۃ اور دوسری کتب اہل اسلام میں موجود ہے، اپنے اس ولیٔ نعمت ومربی محمد بن عبدہ کذاب سے طحاوی نے اپنی کتابوں میں بکثرت روایات نقل کرکے ان سے اپنے رائے پرستی والے حنفی مذہب کے لیے دلیل بنا رکھی ہے، اسی سے طحاوی کے طریق استدلال کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

ان روایات میں سے متعدد روایات معتبر وصحیح ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ طحاوی اپنے ماموں مزنی کی ڈانٹ پھٹکار کے سبب اپنے محسن ومربی ومعلم اہل حدیث امام سے برافروختہ ہوکر حنفی بن گئے مگر بعض ثقہ رواۃ سے طحاوی پر مزنی کی ڈانٹ ڈپٹ کو طحاوی کے حنفی ہو جانے کا سبب بتلانے میں صدور خطا ہوگیا، اس طرح کی غلط فہمی کا شکار کبھی کبھار امت کے ثقہ ترین صحابہ کرام حتی کہ خلفائے راشدین تک ہو جاتے تھے۔ یہ بہت مشہور ومعروف متواتر المعنی حدیث ہے کہ حضرت عمر فاروق نے ریشمی لباس جو سونے کے بٹنوں سے بھی مزین تھا نبی ﷺ کے لیے خریدنے کا ارادہ کیا مگر آپ ﷺ نے وضاحت کر دی کہ مردوں پر ریشمی لباس وسونا کا استعمال حرام ہے، یہ بات تمام صحابہ میں مشہور ہوگئی مگر اس کے بعد ایک بار خدمت نبوی میں سونے کے بٹن لگے ہوئے کچھ ملبوسات آئے جنھیں آپ ﷺ نے صحابہ میں تقسیم کر دیا حضرت عمر فاروق سمجھے کہ یہ لباس آپ ﷺ نے مجھے پہننے کے لیے دیا ہے جب کہ اس کے پہلے آپ ﷺ اسے حرام قرار دے چکے ہیں، اسی طرح حضرت علی مرتضی نے بھی سمجھا اور اسے پہن کر خدمت نبوی میں آئے حضرت علی مرتضی کے اس طرز عمل پر آپ ﷺ نے خشمگیں نگاہ ڈالی جس سے ان کی غلط فہمی دور ہو گئی اور انھوں نے فورا اپنے گھر جا کر اس ملبوس کے کئی ٹکڑے کرکے عورتوں کو اوڑھنی بنانے کے لیے دے دیا، اور حضرت عمر فاروق نے دربار نبوی میں آ کر کہا کہ آپ ﷺ نے اس طرح کا ملبوس حرام قرار دیا تھا، پھر یہ مجھے دینے کی بات ناقابل فہم ہے آپ ﷺ نے فرمایا اسے میں نے تمہیں پہننے کے لیے نہیں دیا تھا بلکہ اس لیے دیا تھا کہ یا تو اسے فروخت کرکے اس کی قیمت اپنے کام میں لاؤ یا عورتوں کو استعمال کے لیے دیدو یا کسی غیر مسلم رشتہ دار کو بطور ہدیہ دے دو، حضرت عمر نے اسے اپنے ایک غیر مسلم بھائی کو تحفۃً دیدیا۔ یہ حدیث معنوی طور پر متواتر ومشہور ہے، صحیحین میں بھی ہے، حوالہ دینے کی ضرورت ہم محسوس نہیں کرتے۔

طحاوی اگر اپنے اہل حدیث ماموں مزنی کی اس پھٹکار سے فورا حنفی بن گئے ہوتے تو ۲۶۴ھ میں اس سے بھی پہلے حنفی بن گئے ہوتے حالانکہ موصوف طحاوی جس زمانہ میں اپنے ولیٔ نعمت محمد بن عبدہ کے معاون ونائب کے طور پر سرکاری نوکر تھے اس زمانہ میں عدالت میں کوئی معاملہ ومقدمہ آتا اور محمد بن عبدہ طحاوی سے اس معاملہ میں عدالتی فیصلے کے متعلق پوچھ گچھ کرتے تو طحاوی کہتے کہ آپ کے حنفی مذہب کے مطابق اس کا فلاں فیصلہ ہونا چاہیے اور میرے اہل حدیث مذہب کے مطابق اس کے خلاف دوسرا فیصلہ ہونا چاہیے، اس طرح کی بات طحاوی اتنی کثرت سے کرتے رہے کہ ان پر ان کے ولیٔ نعمت محمد بن عبدہ بے حد ناراض ہوکر ڈانٹ پھٹکار کرنے لگتے کہ تم حنفی واہل حدیث کا فرق اتنی کثرت سے عدالتی امور میں کیوں کھڑا کرتے رہتے ہو؟ اس کی تفصیل کتاب الولاۃ والقضاۃ اور متعدد کتب تاریخ ورجال حتی کہ حافظ ابن حجر کی کتاب لسان المیزان (۱/ ۲۷۸) و رفع الإصر عن قضاة مصر (ص: ۱۱۶) والتلخيص (ص: ۹۱) میں موجود ہے۔ پھر ایسا ہوا کہ حنفی مذہب کی طرف وسائل عیش وعشرت دیکھ کر طحاوی کا ایسا میلان ہوا کہ وہ ۲۷۷ھ میں باقاعدہ مذہب اہل حدیث کو خیر باد کہہ کے حنفی

المذہب بن گئے، اسی زمانہ میں احمد بن ابی عمران مصر کے قاضی بن کر آئے تھے، بعض رواۃ کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ اپنے ماموں امام مزنی کی پھٹکار سے برافروختہ ہوکر خدمت احمد بن ابی عمران میں حاضر ہوکر طحاوی اپنے مذہب اہل حدیث دست کش ہوکر حنفی بن گئے، غلط فہمی کے شکار ان بعض رواۃ نے اپنی غلط فہمی پر مبنی یہ بات لوگوں میں بیان بھی کر دی، حالانکہ اصل حقیقت اس کے برخلاف ہے، جیسا کہ ہم نے توضیح کی۔

مصنف انوار و ارکان تحریک کوثری اور قائد تحریک کوثری کا حافظ ابن حجر کے خلاف محض ان بعض روایات معتبرہ کے نقل کرنے کے جرم میں بیہودہ گوئی وہذیان سرائی، بدتمیزی و بے ادبی و گستاخی و بدزبانی و شتر بے مہار والی حرکات ناشائستہ پر اتر آنا انتہائی قبیح ورذیل قسم کی بے راہ روی و بدعنوانی ہے، حافظ ابن حجر اور اس طرح کے دوسرے ائمہ رجال تو ان روایات کے ناقل محض ہیں، ان کی نقل روایات کو اپنی بیہودہ گوئی کا شکار بنانا فرقۂ کوثریہ کی انتہائی قبیح شرارت ہے کیونکہ علمائے رجال کی ذمہ داری ہے کہ جس راوی کی بابت جتنی باتیں منقول ہوں انھیں وہ نقل کریں، اپنے طریق عمل میں اختصار و تفصیل میں سے کوئی بھی صورت اختیار کرنے کے وہ مجاز ہیں۔

اپنی ابتدائے عمر میں اہل حدیث ہونے ہی کی بنیاد پر خصوصا اوائل زندگی میں امام سفیان بن عیینہ جیسے جارحین مذہب حنفی کے تلامذہ، نیز دوسرے ائمہ اہل حدیث، مثلاً امام ابن وہب وابراہیم بن ابی داود اور اپنے ماموں امام مزنی نیز دوسرے ائمہ اہل حدیث کی درسگاہوں ہی میں طحاوی پڑھتے رہے، حافظ ابن حجر نے طحاوی کے معاصر ثقہ مؤرخ ابوسعید بن یونس کی طحاوی سے متعلق یہ بات نقل کردی کہ امام طحاوی اور ان کے ہم درس امام مزنی کے لاکھ سمجھانے کے باوجود ایک مسئلہ دقیقہ نہ سمجھ سکے (یا ہم کہتے ہیں کہ حنفیت کی طرف میلان کے سبب امام مزنی کی بات نہ سمجھ سکنے کا متجاہلانہ مظاہرہ کرتے رہے) جس پر بحیثیت استاذ امام مزنی نے طحاوی پر غیظ وغضب کا اظہار کیا جس سے برافروختہ ہوکر طحاوی خدمت احمد بن ابی عمران میں پہنچ کر حنفی ہو گئے۔ حافظ ابن حجر کی ابوسعید بن یونس سے نقل کردہ یہ بات ناظرین کرام حافظ بن حجر کی کتاب لسان المیز ان (۵/۲۷۴ و ۲۷۵) میں بغور توجہ سے دیکھیں، جس کے بعد حافظ ابن حجر نے ابواسحاق شیرازی والی بات اسی معنی کی نقل کی۔ یہ روایات حافظ ابن حجر سے بہت پہلے حافظ ابن عساکر وابن خلکان وغیرہ اپنی کتابوں میں نقل کر چکے تھے۔[1] حتی کہ اسے فرقۂ کوثریہ کے ہم مذہب امام عبد القادر قرشی نے بھی نقل کیا ہے۔[2] لیکن فرقۂ کوثریہ بشمول مصنف انوار نے حافظ ابن حجر سے پہلے والے حنفی وغیر حنفی اماموں پر بیہودہ گوئی کرنے کے بجائے صرف حافظ ابن حجر کو اپنی جہمیت زدہ مرجیت ورائے پرستی کا نشانۂ نقد ونظر بنایا، یہ دوغلی و دورخی ومتضاد منافقانہ پالیسی نہیں تو پھر کیا ہے؟

حافظ ابن حجر پر مذکورہ بالا جہمیانہ مرجی رائے پرستی والی شرر باری و ہذیان سرائی سے مصنف انوار کی طبیعت سیر نہیں ہوئی تو اپنے ہم مزاج کذابین وتلبیس کاروں کی طرح مزید ہرزہ سرائی کرتے ہوئے مندرجہ ذیل عنوان قائم کیا۔

---

[1] ملاحظہ ہو تاريخ ابن عساكر مخطوطه (٢/ ١٧٦ تا ١٧٨) و وفيات الأعيان (١/ ١١٧ و ١١٨) وسير أعلام النبلاء (١٥/ ٢٧ و ٢٨) والبداية والنهاية (١١/ ١٩٨) واقعات (٣٢١) وعام كتب تاريخ ورجال.

[2] الجواهر المضية (١/ ١٩٥) ترجمة أحمد بن عبد المنعم القاضي الآمدي (١/ ٢٧٣ ترجمة طحاوى) وعام كتب رجال حنفية.

امام طحاوی اور حافظ ابن حجر:

اپنے قائم کردہ اس عنوان کے تحت مصنف انوار نے یہ طوفان بدتمیزی کھڑا کیا کہ ''پورے قصے کو جس رنگ آمیزی کے ساتھ حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے وہ بقول کوثری قابل عبرت ہے، اور اس میں سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وفاتِ بکار وفاتِ مزنی کے زمانہ بعد ہوئی اور حسب اقرار حافظ ابن حجر وموافق تصریح ذہبی ابن ابی عمران بکار کے بعد قاضی ہو کر عراق سے مصر آئے، پھر یہ کہنا کہ امام طحاوی ناخوش ہو کر ان کے پاس چلے گئے کس طرح صحیح ہوسکتا ہے؟ دوسرے یہ کہ طحاوی کی ذکاوت و جدت طبع سبھی کو تسلیم ہے اور کتب طحاوی سے ظاہر بھی ہے، پھر کسی غبی طالب علم کا استاذ کے بار بار سمجھانے کے باوجود نہ سمجھ سکنا اور آگے چل کر اتنی ساری کتابوں کا لکھ پانا کیوں کر ممکن ہے؟''[1]

کیا طحاوی بتصریح خویش اپنی نظر میں تعصب پرست اور غبی وبلید تھے؟

ہم کوثریہ کی ان تلبیسات کا رد بلیغ کر چکے ہیں، حافظ ابن حجر اپنی ذمہ داری کے مطابق صرف ان روایات کی نقل کے ذمہ دار ہیں۔ حافظ ابن حجر نے بسند صحیح طحاوی کے لڑکے ابوالحسن علی سے یہ بھی نقل کیا ہے:

"سمعت أبي يقول، و ذكر فضل أبي عبيد بن حربويه وفقهه، فقال: كان يذاكرني بالمسائل فأجبته يوما في مسئلة، فقال لي: ما هذا قول أبي حنيفة؟ فقلت له: أيها القاضي أو كل ما قاله أبو حنيفة أقول به؟ فقال: ما ظننتك إلا مقلدا لأبي حنيفة، فقلت له: هل يقلد إلا عصبي، أو غبى، قال فطارت هذه الكلمة بمصر حتى صارت مثلا، وحفظها الناس"[2]

''میرے باپ طحاوی نے ابوعبید بن حربویہ کے فضل وفقہ کا ذکر کیا کہ ابوعبیدہ بن حربویہ مجھ سے مسائل کا مذاکرہ کیا کرتے تھے، ایک دن میں نے ابوعبید کے پیش کردہ ایک مسئلہ کا جواب دیا تو ابوعبید نے کہا کہ آپ نے جو جواب دیا ہے وہ ابوحنیفہ کا قول نہیں ہے؟ طحاوی نے ابوعبید سے کہا کہ اے قاضی صاحب! یہ ضروری نہیں کہ میں ابوحنیفہ کی کہی ہوئی ہر فقہی بات کو مان ہی لوں، ابوعبید نے کہا میں تو تمہیں یعنی طحاوی کو مقلد ابی حنیفہ ہی سمجھتا تھا، طحاوی نے جواب دیا کہ صرف تعصب پرست ہی مقلد ابی حنیفہ ہوسکتا ہے، اس پر ابوعبید نے کہا اور غبی وبلید وکند ذہن احمق ہی مقلد ہوسکتا ہے۔ ابوعبید کی یہ بات پورے مصر میں پھیل گئی اور یہ مثل بن گئی، اسے تمام لوگوں نے یاد کر لیا۔''

اپنے اس بیان میں طحاوی نے تقلید پرست کو تعصب پرست کہا اور تقلید پرست کو جو ابوعبید نے غبی وبلید واحمق کہا تو اس پر بذریعہ سکوت طحاوی نے بھی تسلیم کر لیا کہ تقلید پرست علی الاطلاق تعصب پرست ہونے کے ساتھ غبی و بلید واحمق وگھامڑ ہوتے ہیں، اور مصنف انوار اور ان کی کوثری دیوبندی پارٹی تقلید پرستی کو فرض کہتی اور اسی کو اپنا دین وایمان بھی بنائے ہوئے ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ اپنے ممدوح حنفی امام طحاوی کی تصریح کے مطابق پورے فرقۂ کوثریہ دیوبندیہ کے سارے افراد بشمول کوثری ومصنف انوار وارا کین تحریک کوثری اور بانیان دار العلوم دیوبند اور فرقۂ دیوبندیہ کے سارے ائمہ وعلماء اور مصنف انوار کے امام العصر انور شاہ اور سارے حنفی دیوبندی عوام وخواص تعصب پرست وغبی وبلید واحمق وگھامڑ ہیں جن کی کھوپڑیوں میں صحیح سالم دماغ وبھیجا

[1] ملخص از مقدمه انوار (٢/ ٦٥)　　[2] لسان الميزان (١/ ٢٨)

وگودانہیں، اور طحاوی کے زمانہ میں آج کل کی مصطلح تقلید پرستی اگر چہ طحاوی کا مذہب نہیں تھا مگر اپنے زمانہ کی مصطلح تقلید ان کا دین ومذہب ضرور تھا جیسا کہ ان کی کتابیں اس کی شاہد عادل ہیں، طحاوی کے شاگرد مسلم بن القاسم اندلسی (مولود ۲۹۰ھ ومتوفی ۳۵۳ھ) نے کہا: "كان يذهب مذهب أبي حنيفة وكان شديد العصبية فيه... إلى أن قال: كان لا يرى حقا في خلافه" یعنی طحاوی حنفی المذہب اور ابوحنیفہ کی حمایت میں متشدد وتعصب پرست تھے اور قول ابوحنیفہ کے علاوہ کسی بھی قول کو حق نہیں مانتے تھے۔ [1]

اس معنی کی کئی باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اپنے زمانہ کی اصطلاح والی تقلید ابی حنیفہ طحاوی کا دین وایمان تھا، لہٰذا موصوف طحاوی اپنی ہی تصریح کے مطابق تعصب پرست غبی کند ذہن کوڑ مغز بلید واحمق تھے، دریں صورت مصنف انوار وجملہ کوثریہ ودیوبندیہ کا یہ کہنا کہ سب کے نزدیک طحاوی ذہین وفطین وذکی تھے خود طحاوی کی اپنی تصریح کے مطابق مکذوب محض قرار پاتا ہے۔

ترجمۂ امام ابوعبید علی بن حسین المعروف بابن حربویہ:

امام ابوعبید علی بن حسین بن حرب بن عیسی بغدادی قاضی مصر (متوفی ۳۱۹ھ) کے ساتھ علمی مذاکرہ کے دوران طحاوی نے اپنا تعصب پرست وغبی وبلید وگھامڑ ہونا تسلیم کر لیا تھا، وہ بہت ثقہ اور اہل حدیث امام تھے اور کئی سال مصر کے قاضی رہے، پھر اسے سخت ناپسند کرتے ہوئے مستعفی ہو گئے۔ [2] بڑے تعجب کی بات ہے کہ اتنے غالی تقلید پرست وتعصب پرست وتشدد پرست حنفی طحاوی نے اتنے بڑے اہل حدیث امام کے فضائل ومناقب کے معترف کیسے ہو گئے؟ ان سے ان کی اپنی کتابوں میں روایات کثیرہ بھی پائی جاتی ہیں، ایک طرف بوقت ضرورت موصوف امام مزنی کی کتاب کو اتنا پختہ وٹھوس قرار دیا جس کا کوئی جواب احناف کے بس سے باہر ہے، یہ اس زمانے کی بات ہے جب طحاوی پر طحاوی کے اہل حدیث استاذ وماموں بڑے احسانات بھانجہ ہونے کے سبب کر رہے تھے، پھر جب انھیں محسوس ہوا کہ ائمہ اہلحدیث کی نوازشات کے بغیر حنفیہ کے داد ودہش سے بھی ہم کو کہیں زیادہ عیش عشرت کے وسائل مل سکتے ہیں تو مذہب اہل حدیث وائمہ اہل حدیث کے خلاف طحاوی نے محاذ آرائی شروع کر دی اور حنفیہ مذہب کی مدح سرائی کو شیوہ وشعار بنا لیا، پھر ان کے حاکم علی ابن حربویہ جیسے اہل حدیث امام بنے تو ان کی مدح سرائی کو موصوف طحاوی نے اپنا دین ومذہب قرار دے لیا اور ان کے سامنے یہ بناوٹی بات ظاہر کرنے لگے کہ میں مذہب ابی حنیفہ کا پرستار نہیں ہوں، پھر جب حالات نے دوسرا رخ اختیار کیا تو مذہب اہل حدیث وائمہ اہل حدیث کے خلاف کتابیں لکھنے میں مصروف ہو گئے۔ اپنی مذکورہ بالا تلبیسات کے بعد مصنف انوار نے یہ عنوان قائم کیا ہے۔

تذکرۂ امام شافعی وامام مزنی:

مصنف انوار نے حافظ ابن حجر پر اپنی تلبیسات والی شرر بازی کر چکنے کے بعد مذکورہ بالا عنوان قائم کر کے یہ بدعنوانی کی ہے: "تیسرے یہ کہ امام مزنی امام شافعی کے اخص تلامذہ میں سے تھے جو اعلیٰ درجہ کے ذہین وفطین تھے، اور اپنے تلامذہ کی تعلیم

---

[1] لسان الميزان (١/ ٢٧١)

[2] سير أعلام النبلاء (١٤/ ٥٣٦ تا ٥٣٨) وكتاب الولاة والقضاة (ص: ٥٢٣ تا ٥٣١) وخطيب (١١/ ٣٩٥ تا ٣٩٨) وطبقات شيرازى (ص: ١١٠) رفع الأخر عن تاريخ مصر (٢/ ٣٨٩، ٣٩٠) والبداية والنهاية (١١/ ١٦٢) وتهذيب التهذيب (٧/ ٣٠٣، ٣٠٤) وطبقات الشافعية للسبكى (٣/ ٤٤٦ تا ٤٥٥) ومتعدد كتب تاريخ ورجال.

وتفہیم کے بہت حریص تھے اور ان کی بلادت وکم فہمی پر بڑے صابر تھے اور تلامذہ کی بلادت سے ملول خاطر ہونے والے نہیں تھے، ان کے شاگرد ربیع مرادی بڑے بلید تھے، ایک مرتبہ انھیں امام شافعی نے ایک مسئلہ چالیس بار سمجھایا مگر نہ سمجھ سکنے کے سبب شرمندہ ہوکر درس گاہ سے چلے گئے، انھیں بعد میں امام شافعی نے تنہائی میں یہ مسئلہ سمجھایا تو سمجھ گئے۔[1] مزنی بھی امام شافعی کی یہ خصلت پائے ہوئے تھے، طحاوی ان کے شاگرد ہونے کے ساتھ بھانجہ بھی تھے، وہ طحاوی کے ساتھ کیسے اس بے صبری کا مظاہرہ کرتے جو اس قصہ میں گھڑا گیا ہے؟[2]

ہم کہتے ہیں کہ بسند صحیح امام مزنی کا طحاوی پر خفا ہوکر پھٹکار کا ثبوت ہے اور قرائن احوال سے پتہ چلتا ہے کہ مسئلہ مذکورہ کو سمجھنے کے باوجود حنفیہ سے سانٹھ گانٹھ کے سبب اپنے محسن وسرپرست مربی استاذ وماموں امام مزنی کے سامنے نہ سمجھ سکنے کا جعلی مظاہرہ طحاوی کر رہے تھے، امام مزنی کی جس بہت بڑی ذکاوت وذہانت کا فرقہ کوثریہ بشمول مصنف انوار کو اعتراف ہے، اس کی بنیاد پر وہ طحاوی کی کج بحثی وکج روی کے احساس کے باعث طحاوی پر برس پڑے، اس قسم کے مواقع پر صابر ترین استاذ کا مظاہرہ بلادت کرنے والے بھانجہ کی اہل الرای کی سی کج بحثی کے سبب طحاوی پر برس پڑنا اور سخت وست کہنا عین قرین قیاس ہے۔ مصنف انوار نے جملہ کوثریہ کی طرح امام ربیع مرادی کی بلادت اور امام مزنی کی ذہانت کا ذکر محض اپنی تقلیدی ضرورت کے تحت کیا ہے ورنہ ہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ مصنف انوار فرقہ کوثریہ سمیت جہمیت زدہ مرجی رائے پرست اماموں کے علاوہ عالم اسلام کے تمام غیر حنفی ائمہ خواص وعوام کی بلید وناسمجھ اور قابل صد ہزار لعنت وملامت کہتے ہیں، آخر اس حنفی شعر کا کیا مطلب ہے؟

فلعنة ربنا أعداد رمل   على من رد قول أبي حنيفة

اس حنفی ملعون شعر کی زد میں نعوذ باللہ تمام صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم بھی آتے ہیں کیونکہ کوئی بھی صحابی وتابعی ابوحنیفہ کے جہمی، مرجی، رائے پرستی حنفی مذہب کی موافقت کرنے والا نہیں خصوصاً نصوص شرعیہ کی خلاف ورزی کے معاملہ میں۔

حافظ ابن حجر کے خلاف کوثریہ بشمول مصنف انوار کی ہرزہ سرائی:

مصنف انوار نے حافظ ابن حجر پر مزید تقلیدی جھپانہ زنی کرتے ہوئے کہا:

''حافظ ابن حجر نے امام مزنی کے حلف کی توجیہات میں ایک وجہ بعض فقہاء سے یہ بھی نقل کی ہے کہ ان کا مقصد تھا کہ جو شخص اہل حدیث کا مذہب ترک کر کے اہل الرای کا مذہب اختیار کرے گا وہ فلاح نہ پائے گا۔''[3]

ہم کہتے ہیں کہ حافظ ابن حجر بعض ائمہ اہل حدیث سے اس بات کے صرف ناقل ہیں اور یہ بہت ظاہر بات ہے کہ امام ابوحنیفہ کے مجموعۂ اکاذیب واغلاط واباطیل وشرور وفتن قرار دیے ہوئے مذہب کو پکڑ کر نصوص شرعیہ پر قائم مذہب اہل حدیث کا چھوڑنے والا تصریحات شرعیہ کے مطابق ہرگز فلاح یاب نہیں ہوسکتا۔

فراست امام مزنی کے خلاف مصنف انوار کی مزید ہذیان سرائی:

''بغرض صحت واقعہ امام مزنی نے جس وقت حلف کے ساتھ وہ جملہ امام طحاوی کو فرمایا ہوگا اس وقت انھیں کیا معلوم تھا کہ

[1] فتاوی قفال مروزی.
[2] ملخص از مقدمه انوار (٢/ ٦٥) بحواله الحاوی للكوثري (ص: ١٨)
[3] مقدمه انوار (٢/ ٦٥)

یہ مذہب تبدیل کر دیں گے، پھر جبکہ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تبدیلئ مذہب کافی عرصہ بعد اور دونوں فقہ کے مطالعہ وموازنہ کے بعد عمل میں آتی ہے۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ طحاوی کے بے راہ رو ہونے کے آثار واضحہ دیکھ کر امام مزنی جیسے صاحب فراست امام کو محسوس ہو گیا کہ یہ شخص نصوص پر قائم مسلک اہلحدیث کو چھوڑ کر امام ابو حنیفہ کے مجموعۂ اکاذیب واباطیل قرار دیے ہوئے مذہب کا ضرور پیرو ہو جائے گا، اور مسلک اہل حدیث چھوڑ کر اس طرح کے مذہب رائے وقیاس کی پیروی فلاح یابی کے لیے مانع ہے، طحاوی نے دونوں فقہ کے مطالعہ وموازنہ سے حنفی مذہب نہیں اختیار کیا تھا بلکہ جس بنیاد پر طحاوی نے ایسا کیا تھا اس کی وضاحت ہم کر آئے ہیں۔

اہل حدیث کون ہیں؟

مذکورہ بالاعنوان کے تحت اپنی بدعنوانی کا سلسلہ دراز سے دراز تر کرتے ہوئے کوثری اور ارکان کوثری تحریک کوثری (جن میں خود مصنف انوار اور اس کے فرقہ دیوبندیہ کے سبھی لوگ شامل ہیں) نے مزید ہذیان سرائی کی:

''رہی یہ تعریض کہ اہل حدیث وہی لوگ ہیں دوسرے نہیں تو علامہ کوثری نے اس کا بہت معقول جواب دیا ہے کہ اس بے دلیل دعوی کو ہم ان لوگوں کی زبانوں سے سننے کے عادی ہو چکے ہیں جو سلامت فکر سے محروم ہو چکے ہیں، وہ اگر اچھی طرح سے سوچتے سمجھتے کہ خود ان کے اصحاب مذہب نے قیاس شبہ ومناسبہ ورد مرسل میں بہت توسع سے کام لیا ہے اور قبولیت حدیث میں اتنا تساہل کہ ہر کہ ومہ کی روایت لے لی، اگر وہ پوری طرح مسند ابی العباس اصم کا مطالعہ کرتے تو یقیناً اپنے اس ادعا سے باز آ جاتے، اہل سنت کے طبقات میں سے کون سا طبقہ ایسا ہے جو حدیث کو استنباط اصول کا دوسرا درجہ نہیں دیتا؟ یہ ضرور ہے کہ حدیث کے متن وسند کو نقد تقویم کی چھلنی میں ضرور چھانٹنا پڑے گا، ہر ناقل حدیث کی روایات کو بغیر بحث وتنقیب قبول کرنے کی آزادی نہیں ہو سکتی۔'' واللّٰه ولي الهداية[2]

امام ابو حنیفہ اور ان کے متبعین اہل حدیث واہل سنت نہیں بلکہ اہل الرای مرجیہ ہیں، ہم کہتے ہیں کہ خلیفہ راشد عمر فاروق کا قول اور اس پر تمام صحابہ کا اجماع سکوتی ہم نقل کر آئے ہیں کہ اہل الرای نہ صرف یہ کہ متبع نصوص شرعیہ نہیں ہوتے بلکہ دشمنان سنن نبویہ ہوتے ہیں، ان میں نصوص شرعیہ کے حفظ کی صلاحیت ہی نہیں ہوتی، نقل نصوص کی بات تو مستبعد سے مستبعد ہے، اپنے اس وصف کے باوجود اہل الرای فتوی بازی کے بہت شوقین ہوتے ہیں، بنابریں خلاف نصوص فتاوی بازی کے اپنے محبوب مشغلہ کے خود گمراہ ہونے کا مدعی ہے، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حنفیہ کو اہل الرای اور ان کے حریف سلفی المسلک لوگوں کو اہل حدیث لکھتے ہیں، اور شاہ ولی اللہ سے سینکڑوں سال پہلے یہی بات علامہ ابن خلدون بھی اپنے مقدمۂ تاریخ میں لکھ گئے ہیں، فرقۂ اہل الرای اہل سنت کے طبقات میں سے کوئی بھی طبقہ ایسا نہیں جو حدیث کو اصول استنباط کا دوسرا درجہ دے، وہ تو بقول ابو یوسف قاضی القضاۃ شاگرد ابی حنیفہ اہل سنت سے خارج بلکہ مخالف اہل سنت ایک جہمی مرجی رائے پرست فرقہ ہے جسے نصوص شرعیہ سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا، وہ صرف اپنے اختراعی آراء وقیاسات کو اپنا دین ومذہب بنائے ہوئے ہے، ابو یوسف ہی نے کہا کہ ابو حنیفہ سے مروی روایات سے تم کوئی سروکار اس لیے نہ رکھو کہ وہ مرتے دم تک جہمی مرجی معتقد خلق قرآن تھے جو طبقہ اہل سنت

---

[1] مقدمه انوار (٢/ ٦٥)
[2] مقدمه انوار الباري (٢/ ٦٦، بحوالۂ الحاوی للكوثري)

سے خارج ایک بدترین بدعت پرست فرقہ ہے اور جس مسلک ولی اللہ کے اتباع کا فرقۂ دیوبندیہ مدعی ہے اس کے سربراہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ سے سلسلۂ روایت احادیث ہی نہیں جاری ہو سکا، بنابریں ان کی کوئی بھی روایت کتب صحاح ستہ میں نہیں ہے اور ابوحنیفہ نے اپنے ہم مذہب تلامذہ کو علی الاطلاق کذابین کا گروہ کہا، جو مجموعۂ اکاذیب پر مشتمل کتابیں لکھنے کا کاروبار کرتا تھا، اور اسی مجموعۂ اکاذیب کو اپنا دین ومذہب بنائے ہوئے تھا، اسی گروہ کذابہ کی پیروی اسی زمانہ سے متبعین مذہب حنفی کرتے آرہے ہیں جن میں فرقۂ کوثریہ ودیوبندیہ کے تمام ائمہ وعلماء وخواص وعوام سبھی شامل ہیں، اور مسخ حقائق وترویج اکاذیب کی منصوبہ بند سازش کے تحت تحریک چلانے میں بہت زیادہ سرگرم عمل ہیں۔

فرقۂ کوثریہ دیوبندیہ کو ہمارا چیلنج:

معاصرین ابی حنیفہ میں سے کسی ایک بھی سنی المذہب امام وعالم سے ابوحنیفہ کا سنی المذہب ہونا فرقہ کوثریہ دیوبندیہ صحیح سند سے ثابت کردے تو ہم سمجھیں کہ یہ فرقۂ کذابہ کسی اتفاقی موقع پر کوئی سچی وصحیح بات بھی کہہ دیتا ہے، سارے کے سارے ائمہ اہل سنت بلفظ دیگر ائمہ اہل حدیث کو سلامت فکر سے محروم بتلانا اور انھیں جھوٹی باتیں بکنے اور بولنے کا عادی کہنا اور رد قیاس شبہ ومناسبہ ورد مرسل میں توسع پسند قرار دینا اور قبول حدیث میں پرلے درجہ کا متساہل کہنا جو ہر کہ ومہ کی روایت قبول کرنے کی عادت رکھتے ہیں، اتنے بھاری اتہامات وبہتان وافتراءات ہیں جن کو شیوہ وشعار بنانے میں اس فرقہ کو محض اس لیے کوئی خوف خدا اور مواخذۂ اخروی نہیں کہ ان کے امام ابوحنیفہ کا کہنا ہے کہ شرک وکفر وکبائر ترین جرائم کے ارتکاب سے بھی ایمان میں کسی طرح کی کمی نہیں آنے پاتی، ایسے لوگوں کا ایمان انبیاء کرام علیہم السلام اور ملائکہ مقربین وصحابہ معظمین کے ایمان کے برابر ہی رہتا ہے، کما قدمناہ مرارا وکرارا۔ ائمہ اہل سنت ہر کہ ومہ کی روایت قبول کرنے میں اتنے متساہل کیسے ہیں جتنا متساہل انھیں فرقہ کوثریہ دیوبندیہ مع ان کے کمانڈر انچیف کوثری کہتے ہیں جبکہ تمام اہل سنت متفقہ طور پر امام ابوحنیفہ کی حدیث بلکہ رائے بھی قبول کرنے سے لاکھوں کوس گریزاں ہیں؟

محض رائے وقیاس پر قائم مسائل ابی حنیفہ جسے خود ابوحنیفہ نے مجموعۂ رائے وقیاس ومجموعۂ اکاذیب واباطیل واغلاط کہا ہے اس کے مقلدین کوثری وکوثریہ کا مذکورہ بالا بیان عجیب ہے، بہت سارے کذابین امام ابوحنیفہ کے مجموعۂ رائے وقیاس والے مسائل کی موافقت میں وضع احادیث کا شیوہ وشعار رکھتے تھے خصوصا جہمی حکومت کے امراء وحکام حنفی مذہب کی حمایت میں احادیث وضع کرنے کی حوصلہ افزائی کرتے تھے جس کی طرف ہم اوائل کتاب میں ناظرین کرام کو توجہ دلا چکے ہیں، جس مجموعۂ رائے وقیاس مذہب کو موافق نصوص ثابت کرنے کے لیے سینکڑوں نہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں کذاب رواۃ اپنا شیوہ وشعار وپیشۂ معاش ومعیشت بنائے ہوئے تھے اسے موافق نصوص ہونے کا دعوی کذابین ہی کر سکتے ہیں، بہت سارے نصوص قرآنی ونبوی میں ایمان میں عمل کو داخل کہا گیا ہے اور اس میں کمی بیشی کی صراحت کی گئی ہے، سارے صحابہ اسی کے معتقد تھے مگر ان سارے نصوص شرعیہ کی مخالفت کرکے حنفی مذہب نے اپنا دوسرا مسلک ایجاد کر لیا اسی طرح تمام مسائل شرعیہ میں کیا ہے، حنفی مسائل وعقائد کو موافق نصوص ثابت کرنے کے کوشاں کذابین کی شریعت کے خلاف منصوبہ بند سازش کو ائمہ اہل حدیث واہل سنت ومحدثین کرام نے مکمل طور پر ناکام بنا دیا ہے، ارکان تحریک کوثری وکوثری مذہب حنفی کی خلاف نصوص حلال کردہ نشہ آور نبیذ کی کتنی

بوتلیں چڑھا کر بدمست ومدہوش ہوکر کسی برے اور بیہودہ خیالات کے شکار ہیں؟ کیا پوری دنیا انھیں کی طرح "حبك الشيء يعمي ويصم" کی مصداق ہوگئی ہے جو اکاذیب کوثریہ کی حقیقت نہ سمجھ سکے؟

کوثری وکوثریہ نے جو یہ کہا ہے کہ حدیث کے متن وسند کو نقد تقویم کی چھلنی سے ضرور چھاننا پڑے گا اور ہر ناقل حدیث کی روایات کو بغیر بحث وتنقیب کے قبول کرنے کی آزادی نہیں ہوسکتی۔ تو تمام ائمہ اہل سنت واہل حدیث ومحدث وناقدین فن وماہرین حدیث نے بحث وتنقیب اور چھان بین کر کے امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مسلک اصحاب کو متروک وغیر ثقہ کہہ کر یہ کام فرقۂ کوثریہ کے اس شور وشغف سے کہیں پہلے کر دیا ہے، انھوں نے احناف کے علاوہ دوسرے فرقوں اور خود اپنے ہم مذہب اہل حدیث رواۃ میں سے ہزاروں کو مجروح کہہ کے کوثری اور ارکان کوثری کی ولادت اور کوثری سے پہلے والے کوثری کے ہم مزاج لوگوں کے کہنے کے مطابق وہ کام کر دیا ہے جس کے خواہاں کوثری اور کوثری جیسے لوگ ہیں۔

تذکرۂ مسند ابی العباس الاصم:

کوثری وکوثریہ نے جو مسند ابی العباس محمد بن یعقوب بن معقل بن سنان کے مطالعہ کا حکم دیا ہے تو ہماری رسائی "مسند اصم" تک نہیں ہوسکی، یہ فرقہ ہمیں مسند اصم دکھلائے تو ہم مسند اصم ہی سے امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب اصحاب کا مخالف نصوص ہونا ثابت کریں گے۔

مصنف انوار نے امام مسلمہ بن قاسم اندلسی کی کتاب "الصلۃ" کے حوالہ سے طحاوی کا ثقہ ہونا بڑے فخر کے ساتھ نقل کیا ہے۔[1] لیکن امام مسلمہ بن قاسم کی اسی کتاب میں یہ صراحت بھی ہے:

"قال لي أبو بكر محمد بن معاوية بن الأحمر القرشي: دخلت مصر قبل الثلاث مائة وأهل مصر يرمون الطحاوي بأمر عظيم فظيع، يعني من جهة أمور القضاء أو من جهة ما قيل أنه أفتىٰ به أبا الجيش..."[2]

"مجھ سے ابوبکر بن معاویہ بن احمر قرشی نے کہا کہ میں ۳۰۰ھ سے پہلے مصر گیا اور تمام اہل مصر کو کسی استثنا کے بغیر طحاوی پر نہایت خوفناک تجریحِ عظیم کرنے پر متفق پایا کیونکہ طحاوی امور قضا میں یا ابوالجیش کے موافق مزاح فتوی دینے کے سبب تمام اہل مصر کی نظر میں مجروح وغیر ثقہ قرار پائے۔"

نیز طحاوی نے متفق علیہ ناجائز قسم کے نکاح کو جائز قرار دینے کے واسطے امیر مصر احمد بن طولون کو خوش کرنے کے لیے ایک کتاب ہی لکھ ڈالی، یہ روایت امام مسلمہ نے جن امام ابوبکر محمد بن معاویہ بن احمد قرشی اندلسی (متوفی ۳۵۹ھ) سے نقل کی ہے وہ ثقہ ہیں۔[3] مگر تقلید پرست وتعصب پرست کوثری وتحریک کوثری کے ارکان اندھے بہرے ہونے کے سبب یہ اعتراض کر بیٹھے کہ ابوبکر محمد بن معاویہ کا ذکر کتب رجال میں نہیں اس لیے یہ مجہول ہیں بنابریں یہ روایت غیر معتبر ہے۔[4] نیز ان اندھے بہرے ارکان

[1] مقدمہ أنوار (٢/ ٦٦ کی آخری دو سطریں) [2] لسان الميزان (١/ ٢٧٦)

[3] سير أعلام النبلاء (١٦/ ٦٨) وتاريخ علماء اندلس (٢/ ٦٧، ٦٨) وجذوة المقتبس (ص: ٨٨ تا ٩٠) وبغية الملتمس (ص: ١٢٧، ١٢٨) والعبر (٢/ ٣١٢) والنجوم الزاهرة (٤/ ٢٨)

[4] مقدمہ ارکان تحریك کوثري بر شرح معاني الآثار (١/ ٤٨)

تحریک کوثری نے یہ بھی کہا کہ ابوبکر محمد بن معاویہ نے جن اہل مصر سے طحاوی کا مجروح ہونا نقل کیا، وہ بھی مجہول ہیں۔[1] حالانکہ ابوبکر محمد بن معاویہ نے اہل مصر میں سے کسی کو مستثنیٰ کیے بغیر سبھی سے طحاوی کا مجروح ہونا نقل کیا ہے اور تمام اہل مصر میں مصر کے تمام ائمہ ثقات وعلماء واصحاب جرح وتعدیل فقہاء ومحدثین سب شامل ہیں، پھر سارے ائمہ ثقات مصر کو ارکان تحریک کوثری کا مجہول کہنا جھوٹ اور قبیح ترین تلبیس کے علاوہ کیا ہے؟ حقیقت امر یہ ہے کہ طحاوی ان دونوں ہی امور کے مرتکب تھے بلکہ ان دونوں امور سے کہیں زیادہ امور قبیحہ وکردار رذیلہ کے مرتکب تھے کیونکہ محمد بن معاویہ نے بصیغۂ جمع کہا ہے کہ تمام اہل مصر ''امور فظیعہ'' کا الزام طحاوی پر لگانے میں متفق ہیں اور ''امور فظیعہ'' جمع کا صیغہ ہے جس کا مطلب ہے کہ دو سے کہیں زیادہ بھیانک، خوفناک وقبیح سے قبیح تر جرائم سے اہل مصر بشمول ائمہ ثقات اہل مصر متفقہ طور پر طحاوی کو تجریحات کثیرہ قادحہ سے مجروح ومقدوح وغیر ثقہ قرار دیتے تھے، تمام ہی اہل مصر کو جن میں ائمہ ثقات وائمہ جرح وتعدیل وائمہ فقہاء ومحدثین سبھی شامل ہیں، ارکان تحریک کوثری کا مجہول قرار دے ڈالنا ارکان تحریک کوثری کی نہایت جاہلانہ وتلبیس کارانہ شیطانی بیہودہ گوئی وغلط روی وغلط کاری وبدقماشی وبیہودگی ہے۔

ان بدتمیزوں وبدقماشوں نے ایک بہت بڑی بدتمیزی وبدقماشی یہ بھی کی کہ کہا کہ محمد بن معاویہ جیسے ثقہ امام سے یہ روایت جس امام مسلمہ بن قاسم قرطبی نے روایت کی ہے انھیں ذہبی نے ضعیف کہا اور مشبہ فرقہ کی طرف منسوب کیا، کوثری وکوثریہ نے تو عام کتب رجال میں اپنے کذاب و غیر ثقہ ومجروح رائے پرست مرجی وجہمی ائمہ کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے اکاذیب وتلبیسات سے معمور حواشی وتعلیقات چڑھا کر سمجھے کہ بڑا شیر مار لیا مگر ائمہ اہلحدیث کی طرف سے دفاع کیا معنیٰ؟ مزید در مزید اکاذیب وتلبیسات کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ انھیں مجروح قرار دینے کی مہم چلا رکھی ہے، جہاں تک امام مسلمہ کو مشبہ کی طرف منسوب کرنے کی بات ہے تو جہمیہ مرجیہ قدریہ معتزلہ حنفیہ کوثریہ دیوبندیہ علمائے اہل حدیث کو مشبہ وحشویہ وغیرہ القاب بیہودہ سے متہم کرنے کے عادی ہیں، اور امام احمد وشیخ جیلانی نے بدعت پرستوں کی یہ خاص علامت بتلائی ہے کہ یہ نجار بدعت پرست اسی قسم کے افتراءات اہل حدیث پر باندھنے کے عادی ہیں جیسا کہ ہم اپنی کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں واضح کر چکے ہیں، حافظ ابن حجر نے مشبہ کی طرف امام مسلمہ کو منسوب کرنے والی بات کی تکذیب کرتے ہوئے کہا: ''قلت: هذا رجل كبير القدر ما نسبه إلى التشبيه إلا من عاداه'' یعنی امام مسلمہ جلیل القدر کبیر المنزلت امام ہیں، انھیں مشبہ کی طرف منسوب کرنے والے وہ لوگ ہیں جو ان سے عداوت رکھتے ہیں۔''[2]

نیز امام ذہبی نے محض بصیغۂ تمریض ''وقیل'' کے ساتھ انھیں ''مشبہ'' میں سے کہا جس کا مطلب یہ ہے کہ ان پر الزام مذکور غیر صحیح اور مکذوب ہے، امام مسلمہ بن قاسم جس تاریخ سے طحاوی کی بات بواسطۂ محمد بن معاویہ ثقہ امام تمام اہل مصر سے یہ بات نقل کی اسے حافظ ابن حجر نے ''کثیر الفوائد اور جامع العلوم'' بتلایا اور کہا کہ جب موصوف مسلمہ تمام بلاد اسلامیہ سے علوم جمع کر کے ایک خواب اور اس کی تعبیر کی بنا پر بعجلت تمام اپنے وطن اندلس واپس جارہے تھے تو بحری راستہ ہی میں ایک آنکھ سے محروم ہو گئے، اور اپنے وطن پہنچ کر دوسری آنکھ سے بھی محروم ہو گئے اور کچھ اندلسی لوگ ان پر تحامل یعنی بیجا کلام کرتے اور بعض تو ان پر الزام کذب بھی لگاتے، ظاہر ہے کہ مسلمہ پر تحامل کرنے والے اور الزام کذاب لگانے والے البتہ مجہول ہیں جن کا کوئی اعتبار نہیں ہوسکتا، ان بعض مجہولین کی کہی ہوئی اس بات کے متعلق امام محمد بن یحییٰ بن مفرج سے تحقیق کی گئی تو انھوں نے صاف

[1] مقدمه شرح معاني الآثار (ص: ٤٨)
[2] لسان الميزان (٦/ ٣٥)

کہا کہ "لم یکن کذابا" امام مسلم کذاب نہیں تھے، یعنی کہ موصوف صدوق تھے اور صدوق قرار دینا توثیق کے ہم معنی ہے، ابن الفرضی نے مزید کہا کہ مسلم کذاب تو نہیں تھے لیکن "لا یعقل" تھے اور نقل روایت میں صدوق راوی کا "لا یعقل" ہونا کوئی تجریح نہیں ہے، عبد اللہ بن یوسف ازدی نے ابن الفرضی ہی سے نقل کیا کہ "كان صاحب رأي وسر وكتاب ونقل عنه كلام سوء من التشبيهات" صاحب رائے وسر ومصنف کتاب ہونا کوئی تجریح نہیں اور "نقل عليه كلام سوء" خالص جرح مبہم ہے اور یہ جرح مبہم کرنے والے بھی مجہول ہیں، اسی لیے حافظ ابن حجر نے اس کی تغلیط کر کے اسے کالعدم کہہ دیا، امام مسلمہ کئی کتابوں، مثلاً "تاريخ كبير وحليه وما روى الكبائر عن الضعفاء وكتاب في الخط في التراب" کے مصنف ہیں، جن سے کتب رجال اور رواۃ میں نقول بکثرت موجود ہیں جس سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام مسلمہ کے کلام کو ائمہ کرام بطور حجت نقل کرتے رہے ہیں، یہ بھی دلیل توثیق ہے۔

ارکان تحریک کوثریہ نے کہا کہ مسلمہ بن قاسم نے کہا کہ امام بخاری نے امام ابن المدینی کی کتاب "العلل" حیلہ کے ذریعہ چرالی تھی، جسے حافظ ابن حجر نے غیر معتبر بات کہی اور انھیں مسلمہ کی طحاوی کی بابت بات قبول کر لی۔[1] اس کا جواب حافظ ابن حجر نے یہ دیا کہ مسلم نے اس روایت کی سند نہیں بیان کی، اس لیے یہ بات قابل قبول نہیں۔[2] اور طحاوی کی تجریح والی سند مسلمہ نے بیان کر دی ہے اور وہ معتبر ہے، یہ ہے ان کذابین کوثریہ کی تلبیس کاری!!

کیا مستند و غیر مستند بات یکساں ہوتی ہے کہ کوثریہ نے یہ شورش یہاں کر رکھی ہے؟ طحاوی پر ایک جرح یہ بھی ہے کہ امام ابن جریر طبری محدث ومورخ وفقیہ ومفسر کی لکھی ہوئی اصول کی ایک کتاب چرا کر اور سرقہ کر کے اپنے نام سے شائع کر دی۔[3] اس روایت کی سند معتبر ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ طحاوی اہل علم کی کتابیں چرا کر اپنے نام سے حسب منشا ترمیم کر کے شائع کرنے کے عادی تھے، طحاوی وطبری کے درمیان ان کذابین نے ملاقات کا انکار کیا ہے، حالانکہ طحاوی کا ملک شام وعراق آنا متحقق ہے اور اس زمانہ میں طحاوی کا مصر وشام وحجاز کے سفر پر جانا اور طبری کا مصر جانا بھی متحقق ہے، پھر دونوں کی ملاقات کو اور طبری کی کتابوں میں طحاوی کے چرا لینے میں کون سی بات مانع ہوسکتی ہے؟ امام ابوحنیفہ بھی تو اسی طریق پر چلتے تھے جیسا کہ انھوں نے یمانی کی کتابیں متعدد کتب کی تصریح کے مطابق حاصل کر لیں تھی، ہم بتلا آئے ہیں کہ امور قضا کے سلسلہ میں طحاوی کی خیانت وبد دیانتی ورشوت وغیرہ کے ذریعہ سرکاری خزانہ میں خرد برد اور بھاری غبن کا الزام ثابت ہوگیا تھا، اور یہ بھی صحیح ہے کہ طحاوی موافق مزاج حکام بالا کو فتوی دیتے تھے، بنابریں عہدۂ قضا سے معطل کر کے محبوس ومقید کر دیے گئے۔

کسی شاعر نے امام ابوحنیفہ وزفر کے خلاف یہ شعر کہا:

"إن كانت كاذبة الذي حدثتني فعليك إثم أبي حنيفة أو زفر"

''اگر مجھ سے تمھاری بیان کردہ بات جھوٹی ہے تو تم پر ابوحنیفہ یا زفر کے گناہ لاد دیے جائیں۔''

اس شعر کو سن کر طحاوی نے کہا کہ کاش ان کے گناہ میرے سر پر لاد دیے جاتے اور ان کی نیکیوں کا ثواب مجھے مل جاتا۔[4]

---

[1] مقدمه شرح معاني الآثار (١/ ٤٨، ٤٩) [2] تهذيب التهذيب (٩/ ٢٤٦)

[3] مقدمه شرح معاني الآثار (ص: ٤٩) [4] لسان الميزان (١/ ٢٧٦)

ہم بتلا آئے ہیں کہ زفر اہل حدیث تھے، شاعر کو ان کے شاگرد ابی حنیفہ ہونے کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی کہ وہ ابوحنیفہ کے ہم مذہب تھے مگر معدوم الوجود چہل رکنی مجلس تدوین فقہ حنفی کے بہت سارے ارکان کا امام ابوحنیفہ کے غیر سنی جہمی المذہب ومرجی المسلک اور اہل اسلام کے مابین خانہ جنگی کا مخالف ہونا ثابت شدہ امر واقع ہے، ان حقائق سے طحاوی کا لاعلم ہونا مستبعد سے بھی زیادہ مستبعد ہے، اس کے باوجود امام ابوحنیفہ کے اقوال کے علاوہ کسی بھی قول کو طحاوی کا حق وصواب ماننے کا منکر ہونا طحاوی کی انتہائی بے راہ روی کی واضح دلیل ہے۔

حنفی امام محمد بن عبدہ اور ان کے اصحاب نے طحاوی کو خائن وبد دیانت ثابت کر کے عہدہ سے معطل کرا کے محبوس ومقید کرایا، حافظ ابن حجر نے ثقہ امام ابن زولاق حسن بن ابراہیم بن حسین المعروف بابن زولاق (مولود ۳۰۵/ ۳۰۶ھ ومتوفی ۳۸۰/ ۳۸۱ھ) معاصر طحاوی کی کتاب تاریخ قضاۃ مصر سے نقل کیا کہ طحاوی کے ولی نعمت ومحسن محمد بن عبدہ اور ان کے اصحاب نے طحاوی پر الزام بد دیانتی وخیانت باقاعدہ ثابت کر کے مقید ومحبوس ونظر بند کرادیا۔[1] حافظ ابن حجر نے ابن زولاق کو صدوق قرار دیا ہے اور متعدد ائمہ رجال نے بھی۔[2]

امام ابوعبید علی بن حسین بن حربویہ کی تجریح طحاوی:

یہ بات گزر چکی ہے کہ امام ابوعبید علی بن حسین ابن حربویہ کے سامنے طحاوی نے اپنے آپ کو تعصب پرست غبی وبلید ہونا تسلیم کیا تھا، انھیں امام ابوعبید نے طحاوی کو اور طحاوی کے استاذ احمد بن ابی عمران کو مجروح وبد دیانت قرار دیا، امام ابوعبید نے استاذ طحاوی ابن ابی عمران کو "ليس بذاك" قرار دیتے ہوئے کہا اس شخص کی عراق میں کوئی وقعت نہیں تھی مگر مصر میں آ کر گدھ بن گیا۔[3] حافظ ابن حجر کے انھیں نقول صحیحہ سے طحاوی کا خائن وبد دیانت ومجروح وغیر ثقہ ہونا لازم آتا ہے، اس لیے انھیں کوثری وکوثریہ بشمول مصنف انوار مطعون کرتے ہیں، یہ لوگ اپنی بلادت وغباوت اور شدت تعصب سے اندھا بہرہ ہونے کے سبب اتنا بھی نہیں سمجھ پاتے کہ پہاڑوں سے اپنے سر ٹکرانے کا انجام انھیں کے لیے تباہ کن ہوگا۔ غالب شاعر اگرچہ شراب خوری کے سبب ہمیشہ بدمست رہا کرتا تھا مگر اس نے کہا ؎

لڑکپن میں مجنون پہ اسد　　سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد[4]

اسد غالب کا دوسرا تخلص ہے، اسے بقول خویش عالم بدمستی میں صرف پتھر کے کسی ٹکرے سے اپنا سر ٹکرانے کا سودا سوار ہوا مگر فوارا ہی یہ ہوش آ گیا کہ پتھر سے سر ٹکرانے کا انجام میرے لیے بے حد خطرناک ہوگا اور ناکامی بھی حاصل رہے گی، اس لیے اس نے پتھر سے اپنے سر کو ٹکرانے کا خیال چھوڑ دیا مگر کوثری وکوثریہ مع مصنف انوار تقلید پرستی وتعصب پرستی میں اتنے بدمست اور راندھے بہرے ہیں کہ پہاڑوں سے اپنے سر ٹکرا کر اپنی عاقبت خراب کرنے اور پوری دنیا میں رسوائی کا ہدف بننے کے مشاغل ہی میں مصروف رہنے کو دینی وعلمی خدمت وکار ثواب سمجھتے ہیں۔

---

[1] لسان الميزان (١/ ٢٨٠) وعام كتب رجال مصر.

[2] خلكان (٢/ ٩١، ٩٢) وسير أعلام النبلاء (١٦/ ٤٦٢، ٤٦٣) والمختصر في أخبار البشر (٢/ ١٣٣) و حسن المحاضرة (١/ ٥٥٣، ٥٥٤)

[3] لسان الميزان (١/ ٢٨٠، ٢٨١) و عام كتب تاريخ مصر.　[4] ديوان غالب.

مصر کے اہل علم طحاوی کی تعدیل وتوثیق کے لیے آمادہ نہیں تھے اور انھیں معتبر گواہ تک ماننے کو تیار نہیں تھے۔[1] جس طحاوی کو غیر عادل وغیر ثقہ اور مجروح وخائن وبددیانت اور حکام کی رضا جوئی کی خاطر ناجائز کام کے جائز ہونے کا فتویٰ قرار دینے والا کہا، ان کے فضائل ومناقب وتوثیق وتعدیل میں کوثری وکوثر یہ مع مصنف انوار کے اس قدر رطب اللسان ہونا عجوبہ ہے۔ طحاوی اور ان کے استاذ احمد بن ابی عمران کو مجروح قرار دینے والے امام ابوعبید کی طحاوی نے بذات خود بڑی مدح سرائی وثنا خوانی وتعدیل وتوثیق کی ہے۔[2] ان امور کے باوجود چونکہ روایت حدیث میں طحاوی کو متعدد اہل علم نے ثقہ کہا ہے، اس لیے ان علماء کی توثیقِ طحاوی کے احترام میں ہم بھی محض روایتِ حدیث میں انھیں ثقہ مانتے ہیں ورنہ حقیقت امر یہ ہے کہ طحاوی نے از راہ تلبیس روایات غیر معتبرہ بلکہ مکذوبہ سے حنفی مسائل کی حمایت کی ہے۔ كما سيأتي

امام طحاوی بسلسلۂ امام اعظم:

مصنف انوار نے کوثری وکوثر یہ کی تقلید میں مذکورہ بالاعنوان کے تحت بدعنوانی کرتے ہوئے یہ ہذیان سرائی کی:

> ''طحاوی بواسطہ امام مزنی امام شافعی کے اور ان دونوں کے واسطہ سے امام مالک وامام محمد کے اور ان تینوں کے واسطہ سے امام اعظم کے تلمیذ تھے، طحاوی کے شیوخ بکثرت ہیں جن میں تمام ممالک اسلامیہ کے ائمہ شامل ہیں، ساری دنیا سے ہر مسلک وخیال کے لوگ طحاوی سے استفادہ کے لیے مصر آتے اور طحاوی کے بے نظیر تبحر علمی وجامعیت سے حیرت میں پڑ جاتے تھے۔''[3]

ہم کہتے ہیں جن امام مزنی کے واسطہ سے طحاوی کو مصنف انوار نے امام شافعی کا شاگرد کہا ہے، ان امام مزنی کا یہ بیان گزر چکا ہے کہ طحاوی جیسے بلید وغبی وگستاخ وبے راہ رو کبھی بھی کسی کام میں کامیاب نہیں ہو سکتے، وہ ہر معاملہ میں ناکارہ ہی ناکارہ رہیں گے، لہٰذا امام مزنی کا تلمذ طحاوی بالکل ہی غیر مفید بلکہ باعث تجریح اور سخت قادح قسم کا کلام ہے، جن امام مزنی کے واسطہ سے طحاوی کو مصنف انوار نے امام شافعی کا شاگرد کہا ہے ان مزنی کے ان استاد امام شافعی نے خود اور حنفی امام محمد بن حسن نے متفقہ طور پر امام ابوحنیفہ کو نصوص شرعیہ کے علوم سے بالکل جاہل مطلق وناآشنائے علوم دینیہ کہا ہے، نیز امام ابوحنیفہ اور ان کے حنفی مذہب پر سخت ترین تجریح کر کے پورے حنفی مذہب کو اسی طرح مجموعۂ اغلاط واباطیل کہا جس طرح خود امام ابوحنیفہ نے اپنے فقہی مذہب اور جملہ علوم کو مجموعۂ اغلاط واکاذیب واباطیل وشرور وفتن کہا ہے، اسی کی شہادت عام ائمہ کرام کے ساتھ معدوم الوجود جہل رکنی مجلس تدوین فقہ حنفی کے بہت سارے اراکین نے صراحت کر دی ہے۔ كما مر بعض تفصيله منا وأعرضنا عن كثيرة لمصالح نراها.

ان دونوں (امام مزنی وشافعی) کے واسطہ سے جن امام محمد وشافعی کا شاگرد طحاوی کو کوثری وکوثر یہ مع مصنف انوار نے کہا ہے ان میں سے محمد بن حسن شیبانی کا کذاب جہمی مرجی ہونا ثابت کر آئے ہیں اور امام شافعی نے امام ابوحنیفہ اور ان کے فقہی مذہب اور دیگر علوم کو جو کچھ کہا ہے اس کا تھوڑا سا حصہ ہم اپنی اس کتاب کے مختلف ومتعدد صفحات پر ذکر کر آئے ہیں، اور جن امام مالک کے سلسلۂ تلامذہ میں کوثر یہ نے طحاوی کو ذکر کیا ہے ان امام مالک کے متعلق تجریحی کلمات کا تذکرہ ہم گزشتہ صفحات میں کر آئے

---

[1] لسان الميزان (١/ ٢٨٠) بحوالۂ كتاب ابن زولاق.

[2] كتاب الولاة والقضاة ترجمة أبو عبيد ولسان الميزان ترجمة طحاوي.

[3] ملخص از مقدمہ، انوار (٢/ ٦٦)

ہیں، طحاوی بذات خود خواہ کتنے ثقہ ہوں مگر انھوں نے مذہب ابی حنیفہ کا جو علم حاصل کرکے اسی کے پیرو و متبع بلکہ اس زمانے کی اصطلاح کے مطابق مقلد تھے، وہ علم کوثری وکوثریہ کی ولادت سے سینکڑوں سال پہلے بقول نووی مندرجہ ذیل سند سے حاصل کیا تھا:

"عن أحمد بن أبي عمران عن محمد بن سماعة عن أبي يوسف عن أبي حنيفة وعن أبي حازم عن أبي عيسى بن أبان عن محمد بن الحسن عن أبي حنيفة." [1]

جن امام ابوحنیفہ کے فقہی وغیر فقہی مذہب کے طحاوی متبع تھے، انھوں نے اپنے فقہی وغیر فقہی مذہب کی بابت جو کچھ کہا ہے اس کا ذکر کئی بار ہماری کتاب میں آ چکا ہے اور مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق ابوحنیفہ سے جن ابو یوسف ومحمد بن الحسن کو مذہب ابی حنیفہ کا ناقل کہا گیا ہے، ان دونوں کے کذاب ہونے کی کسی قدر تفصیل بھی گزشتہ صفحات میں آ چکی ہے، پہلی والی سند کے مطابق ابو یوسف سے مذہب ابی حنیفہ کے ناقل محمد بن سماعہ اگر چہ ثقہ ہیں مگر جواہر المضیہ میں طحاوی سے منقول ہے:

"سمعت أبا حازم القاضي سمعت بكر العمي يقول: إنما أخذ ابن سماعة وعيسى بن أبان حسن الصلوة من محمد بن الحسن." [2]

''بکر بن محمد عمی کہا کرتے تھے کہ محمد بن سماعہ وعیسی بن ابان نے اچھی نماز پڑھنے کا طریقہ محمد بن حسن سے سیکھا تھا۔''

اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ محمد بن حسن جہمی مرجی کذاب تھے اور امام ابوحنیفہ نے بشمول نماز اپنے پورے مذہب کو مجموعۂ اکاذیب واغلاط کہا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حنفیہ خصوصا کوثریہ دیوبندیہ کی نماز مجموعۂ اکاذیب کے مطابق پڑھی جاتی ہے، نیز دوسرے امور بھی اسی طرح انجام پاتے ہیں، اور دوسری سند کے مطابق محمد بن حسن عن ابی حنیفہ کے ناقل مذہب حنفی عیسی بن ابان جہمی ومرجی ومجروح تھے، بقول کوثری وکوثریہ بشمول مصنف انوار طحاوی سے پڑھنے ہر مسلک کے لوگ آتے اور ان کے تبحر علمی سے حیرت زدہ ہوتے تھے تو اس کی حقیقت آئندہ صفحات میں آ رہی ہے۔

ذکر امانی الاحبار:

مصنف انوار نے عنوان بالا کے تحت کہا:

''حضرت مخدوم ومعظم مولانا محمد یوسف کاندھلوی دام ظلہم رئیس ادارۂ تبلیغ نظام الدین دہلوی نے حال ہی میں اپنی شرح معانی الآثار مسمی ''امانی الاحبار'' کی ایک جلد شائع فرمائی ہے جو کتاب مذکورہ کی بہترین محققانہ شرح اور علماء کے لئے نہایت قابل قدر علمی تحفہ ہے پہلی جلد بڑی تقطیع کے چار سو چوالیس (۴۴۴) صفحات میں شائع ہوئی ہے جس کے شروع میں اڑسٹھ (٦٨) صفحہ کا مقدمہ ہے، اس میں امام طحاوی کے حالات پوری تحقیق وتفصیل سے لکھے ہیں معانی الآثار مشکل الآثار اور دوسری تالیفات امام طحاوی کے شیوخ کا مکمل تعارف کے عنوان سے حسب ذیل اقوال جمع کیے ہیں۔'' [3]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار کے ''حضرت مخدوم ومعظم مولانا یوسف کاندھلوی رئیس ادارۂ تبلیغ نظام الدین دہلی'' جو کئی سال

---

[1] مقدمه شرح معاني الآثار مرتبه ايمان تحريك كوثري (ص: ٧)

[2] الجواهر المضية ترجمة محمد بن سماعة (٣/ ١٦٥)　[3] مقدمه انوار (٢/ ٦٦)

پہلے فوت ہو چکے ہیں کا ''مقدمۂ شرح معانی الآ ثار بتحقیق محمد زہری النجار مصر رکن تحریک کوثری کے ساتھ بھی بیروت لبنان ۱۴۰۲ھ۔ ۱۹۸۲ء میں چھپا ہے۔ ہم نے ہندی طبع اور بیروتی طبع والا یہ مقدمۂ شرح معانی الآ ثار موسوم بامانی الاحبار دیکھا ہے، ہماری مذکورہ بالا تحریر میں اس تحریک کوثری والے مقدمۂ شرح معانی الآ ثار اور کوثری کی کتاب الحاوی سیرت طحاوی کے اکاذیب وتلبیسات وتدلیسات ومکروفریب کاریوں کا پوسٹ مارٹم بخوبی کر دیا ہے اور باقی کا آئندہ صفحات میں پوسٹ مارٹم آ رہا ہے۔ ان شاءاللہ

فرقہ کوثریہ کذابہ دیوبندیہ کی بولتی ہمارے رد اکاذیب کوثریہ سے قیامت تک کے لیے بند ہو جائے گی۔ اگر کسی پرستار کوثری وکوثریہ میں دم ہو یا پوری کوثری پارٹی میں دم ہو تو قیامت تک کے لیے ہمارا چیلنج ہے کہ سارے کوثریہ مل کر ہماری اس تحریر کا شریفانہ رد اہل علم کے اصول متفق علیہا کے مطابق لکھیں، ہم ابھی کہہ دے رہے ہیں کہ دائرۂ شرافت وحدود اصول میں رہتے ہوئے کوثریہ دیوبندیہ اس سلسلہ میں نیز پوری اللمحات کے سلسلہ میں کوئی شریفانہ وعالمانہ لفظ بول سکیں گے، یہ بات دوسری ہے کہ جامع الاکاذیب والتلبیسات کوثری کی تقلید میں اکاذیب وتلبیسات سے معمور باتیں مزید دسیسہ کاری کو ملا کر اپنی تاریخ گزشتہ کی راہ پر چلتے ہوئے اور اراکین تحریک کوثری پھر دہرا دیں مگر یہ معنوی حقیقی جواب کے بجائے پرستش اکاذیب وتلبیسات کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتیں۔ فرقۂ کوثریہ دیوبندیہ یہ نہ سمجھیں کہ حامیان سنت قرب قیامت کی علامات کثیرہ کے ظہور کے سبب روئے زمین پر نہیں رہ گئے ہیں، ابھی قیامت اتنی قریب نہیں آ گئی ہے کہ اہل حدیث فرقۂ کوثریہ دیوبندیہ کے اکاذیب ودسائس وتلبیسات وتدلیسات وعیاریوں وفریب کاریوں ومکاریوں ومغالطہ اندازیوں کا پردہ فاش نہ کر سکیں۔

ثنائے اکابر علماء ومحدثین:

عنوان مذکورہ کے تحت مصنف انوار نے کوثریہ کی باتیں دہرا دی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ طحاوی کے ثقہ وثبت ومحدث وحافظ وعاقل وفہم وجہبذ وبارع الفقہ والحدیث ونقد حدیث وذہانت وامانت میں خالق تھے، بالخصوص معرفت رجال وکثرت شیوخ احد الاعلام، امام العصر بلا مدافعہ اور متفق طور پر امام بخاری ومسلم دوسرے اصحاب وسنن کی طرح بڑے پایہ کے امام حدیث ثبت، ثقہ وحجت تھے۔ (1)

ہم کہتے ہیں کہ اس کلام کوثریہ دیوبندیہ میں تضاد وتعارض بھی ہے ایک طرف طحاوی کو اصحاب صحاح کے بالمقابل علی الاطلاق کہیں زیادہ اثبت وفائق کہا گیا اور اصحاب صحاح میں امام بخاری ومسلم وابن خزیمہ وابن السکن واسماعیل ابوعوانہ وغیرہ سبھی شامل ہیں، دوسری طرف ان سے کہیں زیادہ اثبت وفائق کے خلاف صرف انھیں کی طرح کا ثبت وثقہ وحجت کہا گیا، ایک طرف یہ اقرار کہ بہت سارے ائمہ اسلام وغیر ائمہ اسلام خواص وعوام طحاوی کو مجروح ومطعون قرار دیتے تھے، دوسری طرف ان کا اثبت واوثق وافقہ ہونا متفق علیہ بتلایا گیا، یہ متضاد باتیں کوثریہ کی تکذیب کے لیے کافی ہیں، بات صرف اتنی ہے کہ طحاوی بذات خود صرف کام چلاؤ قسم کے معتبر وثقہ تھے، ثبت حجت ناقد، جہبذ، ویکتائے روزگار، حدیث وعلل وناسخ ومنسوخ میں ''بڑا علم'' اور ''ید طولیٰ'' رکھنے والے شیخ الاسلام امام العصر بلا مدافعہ ومتفق ہرگز ہرگز نہیں تھے، طحاوی نے اپنے غیر ثقہ بلکہ کذاب اساتذہ نیز ساقط الاعتبار سندوں سے مروی روایات سے اپنی کتابوں بشمول شرح معانی الآ ثار کو بھر دیا ہے، کیا اصحاب صحاح خصوصا امام بخاری ومسلم نے بھی یہی کیا ہے؟

(1) ماحصل از مقدمه انور (٢/ ٦٦، ٦٧)

حد یہ ہے کہ جس مقدمہ شرح معانی الآ ثار ''امانی الاحبار'' کی مدح سرائی وثنا خوانی میں مبالغہ آرائی وہذیان سرائی کر رکھی ہے، اس میں بھی بہت سارے ایسے مجروح یا مجہول نام گنائے ہیں اور ان کے مجروح ومجہول ہونے کی صراحت بھی کی گئی ہے جن کی بکثرت روایات سے طحاوی نے اپنی کتابوں کو بھر دیا ہے، اور ان کے شیوخ کے اسانید میں بکثرت مجروح ومجہول حتی کہ کذاب رواۃ کی بھر مار ہے ایسے طحاوی کی اتنی مدح سرائی وثنا خوانی کو کوثریہ کا اپنا شیوہ وشعار دین وایمان ومسلک ومذہب بنا لینا انتہائی درجہ کی شرارت اس وجہ سے بھی ہے کہ طحاوی کو ائمہ تصنیف صحاح سے اعلی وارفع واثبت واوثق وافقہ واعلم قرار دینے کی بد عنوانی کی گئی ہے، بعض حنفی المذہب پرستاران تقلید وپرستاران اکاذیب کے حوالہ سے طحاوی کی اور بھی زیادہ مبالغہ آمیز جھوٹی ثنا خوانی وہذیان سرائی کی گئی ہے، تبلیغی جماعت کے کمانڈر انچیف مصنف انوار کے مخدوم ومعظم شیخ کاندھلوی جو تمام امور شرعیہ سے دست کش ہو کر لوگوں کو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تعلیم وتلقین کو اپنا شیوہ وشعار زندگی بھر بنائے رہے، ان سے توقع تھی کہ علمی وتحقیقی وفقہی وعلم الرجال والرواۃ میں اللہ کی توحید ربوبیت واطاعت اور رسول اللہ ﷺ کا اتباع ملحوظ رکھیں گے مگر افسوس یہ ''حضرت جی'' بھی درجۂ شرک کو پہنچی ہوئی تقلید پرستی کے سیلاب میں غوطہ زنی کرتے ہوئے امواج تقلید پرستی میں ڈوب کر مر گئے اور زندگی بھر نصوص قرآنیہ ونصوص نبویہ کی مخالفت پر رائے پرستی کے پرستار بنے رہے، بس تقلیدی مذہب نے اتفاق سے جہاں اتباع نصوص کر لیا ہے ان میں تحقیق کی بنیاد پر نہیں تقلید کی بنیاد پر نصوص کی مدافعت کی ہے، فرقۂ کوثریہ دیوبندیہ کے ممدوح طحاوی جن کی مدح سرائی میں ممنوعہ مبالغہ آرائی کرنے میں یہ فرقہ رطب اللسان ہے اور جو اوصاف طحاوی میں نہیں انھیں بڑی رنگ آمیزی سے طحاوی کی طرف منسوب کرنے میں فتنہ انگیزی سے اس فرقہ نے کام لیا جیسا کہ ہماری مذکورہ تفصیل سے بھی کس قدر واضح ہے۔ طحاوی کی جس کتاب ''شرح معانی الآ ثار'' کو یہ فرقہ قولاً صحیحین اور دوسری صحاح کے برابر اور عملاً ان سے فائق قرار دیے ہوئے ہے اور اس کے مندرجات کو اپنا دین وایمان بنائے ہوئے ہے اور اس کی جو بات اس کے خلاف مزاج ہے اس کی زور دار مخالفت میں بھی بہت مشغول ہے، ہم اس شرح معانی الآ ثار میں مندرج پہلے ہی مسئلہ کو بطور نمونہ مع اپنی تعلیق ذکر کر رہے ہیں جس سے طحاوی کے اثبت واوثق وحجت ومتبع سنن نبویہ اور ناقد وماہر فن حدیث وجہبذ وفہیم، فقیہ ودیانت علمی وفضیلت تحقیقی معرفت رجال وعارف علوم عقلیہ کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

طحاوی نے طہارت کی بحث چھیڑتے ہوئے سب سے پہلے "باب الماء يقع فيه النجاسة" قائم کیا جس کے تحت بئر بضاعہ کے پانی کو وضو وغسل وکھانے پینے کے لیے پاک ہونے پر دال چار ان احادیث نبویہ کا ذکر کیا جن میں صراحت نبویہ یہ ہے:

"إن الماء لاينجس وفي رواية: إن الماء طهور لا ينجسه شيء وفي رواية: الماء لا ينجسه شيء"
وفي رواية عن الإمام محمد بن أبي يحيى الأسلمي: دخلنا على سهل بن سعد في أربع نسوة فقال: لو سقيتكم من بئر بضاعة لكرهتم ذلك، وقد سقيت رسول الله ﷺ منها بيدي."

ان میں سے اول الذکر تین منقولہ روایات دوسرے محدثین کرام کی نقل کے مطابق تو صحیح وحسن ومعتبر ہیں مگر طحاوی کی نقل کردہ اسانید سے صحیح ہیں نہ حسن ومعتبر کیونکہ پہلی والی سند طحاوی کے راوی عبید اللہ بن عبد الرحمان سے مشہور ثقہ مدلس امام المغازی محمد بن اسحاق نے معنعن نقل کیا ہے اور ثقہ مدلس کی معنعن روایت بالاتفاق ساقط الاعتبار ہوتی ہے، نیز طحاوی والی اس سند میں دوسری بھی علل قادحہ ہیں جن کی تفصیل ہم بنظر اختصار نظر انداز کرتے ہیں، البتہ ان علل قادحہ میں سے ایک یہ ہے کہ محمد

بن اسحاق وعبید اللہ بن عبدالرحمان کے درمیان ایک راوی سلیط بن ایوب کو محمد بن اسحاق نے بوجہ تدلیس ساقط کر دیا ہے، یعنی کہ اس سند میں انقطاع کی علت قادحہ بھی ہے۔

طحاوی کی نقل کردہ دوسری والی سند میں بھی محمد بن اسحاق کی تدلیس والی علت قادحہ موجود ہے اور ابن اسحاق نے اسے جس سلیط بن ایوب سے نقل کیا ہے وہ تصریح تقریب التہذیب مقبول یعنی ایک طرح کے مجہول ہیں جن کی روایت معتبر متابع ہی کے ذریعہ معتبر ہوسکتی ہے اور طحاوی نے سلیط کا نہ کوئی قوی متابع پیش کیا نہ علت تدلیس ابن اسحاق دفع کی۔

طحاوی کی بیان کردہ تیسری سند میں خالد بن ابی انوف واقع ہے جو بتصریح تقریب التہذیب مقبول ہیں، بلا قوی متابع ان کی روایت غیر معتبر ہے مگر طحاوری نے ان کا کوئی قوی یا غیر قوی متابع نہیں ذکر کیا، نیز خالد موصوف نے اسے جس ابن سعید خدری سے نقل کیا وہ عبد الرحمان بن ابی سعید خدری ہیں موصوف کو اگرچہ متعدد اہل علم نے ثقہ کہا مگر امام ابن ابی سعد نے کہا "ولیس هو بثبت ویستضعفون روایته ولا یحتجون به." [1] نیز اسی سند میں عیسی بن ابراہیم بن یسار بر کی شعیری بھی واقع ہیں جنھیں یحییٰ بن معین نے "لیس بشيء لا یساوی شیئا لیس برضي" کہا۔ [2] نیز عیسی سے اس کے جو ناقل ابراہیم شیخ طحاوی ہیں، وہ غیر متعین ہونے کے باعث بمنزلۂ مجہول ہیں، اس نام کے متعدد رواۃ غیر ثقہ ہیں، لہٰذا یہ روایت بھی ساقط الاعتبار ہے۔ طحاوی کی نقل کردہ چوتھی روایت کی سند میں محمد بن ابی یحییٰ اسلمی کی ماں مجہولہ ہیں اور محمد بن یحییٰ اسلمی سے اس کے ناقل حاتم بن اسماعیل نے محمد سے تصریح تحدیث وسماع نہیں کی اور بقول ابن المدینی حاتم مراسیل مراد منقطع روایات نقل کرتے ہیں، لہٰذا یہ روایت بھی ساقط ہے۔

ایسی ساقط الاعتبار روایات سے اپنی کتاب کو بھر دینے والے طحاوی کی کتاب کو صحیحین کا درجہ دینا انتہائی درجہ کی بے راہ روی وغلط کاری ہے، نیز اسی سے طحاوی کا بلید وغبی وکوڑ مغز وتعصب پرست بھی ہونا ثابت ہوتا ہے کہ بزعم خویش اپنے مخالفین کے رد میں ایسی روایات نقل کیں جو ساقط الاعتبار ہیں۔ طحاوی نے پانچویں روایت یہ نقل کی:

"عن جابر أو أبي سعيد قال: قال: كنا مع رسول اللهﷺ في سفرنا فانتهينا إلى غدير وجيفة فكففنا وكف الناس حتى أتانا رسول اللهﷺ فقال: مالكم لا تستقون؟ فقلنا: يا رسول الله هذه الجيفة! فقال: استقوا، فإن الماء لا ينجسه شيء، فاستقينا وارتوينا"

''حضرت جابر بن عبداللہ یا ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ ہم لوگ معیت نبوی میں ایک سفر پر تھے، ہم آپ سے پہلے راستہ میں ایک تالاب پر پہنچے جس میں ایک مردار بھی پڑا تھا، اس لیے اس کا پانی استعمال کرنے سے ہم باز رہے، جب آپ ﷺ آئے تو فرمایا تم لوگ پانی کیوں نہیں پیتے؟ ہم نے عرض کیا کہ اس میں مردار پڑا ہوا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اس کا پانی پیو پانی کو کوئی بھی نجس چیز نجس نہیں کرسکتی، لہٰذا ہم نے اس کا پانی آسودہ ہو کر پیا۔''

طحاوی نے اپنی نقل کردہ اس روایت کی یہ سند بیان کی ہے:

---

[1] تهذيب التهذيب ترجمه عبد الرحمن بن أبي سعيد وطبقات ابن سعد.

[2] تهذيب التهذيب ترجمة عيسى بن إبراهيم بركي.

"حدثنا فهد بن سليمان بن يحيىٰ قال محمد بن سعيد الأصبهاني قال أخبرنا شريك بن عبد اللّٰه النخعي عن طريف البصري عن أبي نضرة عن جابر أو أبي سعيد."

ابونظرہ عبدی سے اس کے ناقل طریف بن شہاب ابوسفیان سعدی کو امام ابن عبدالبر نے کہا: "أجمعو على أنه ضعيف الحديث" ان کے ضعیف ہونے پر تمام اہل علم کا اجماع ہے امام نسائی نے "متروك الحديث ليس بثقة" امام ابو داود نے "ليس بشيء واهي الحديث" امام احمد نے "ليس بشيء ولا يكتب حديثه" امام یحییٰ قطان و عبدالرحمان نے متفقہ طور پر انھیں "متروك" کہا اور تمام ائمہ نے ساقط الاعتبار کہا۔[1] ان سے روایت کرنے والے شریک بن عبداللہ نخعی آخری عمر میں مختلط ہو کر متروک الحدیث ہو گئے تھے۔[2] لہٰذا طحاوی کی ذکر کردہ یہ حدیث بھی ساقط الاعتبار ہے۔

شرح معانی الآثار کے جن شارح امیر تبلیغی جماعت یوسف کاندھلوی کی نہایت مبالغہ والی ثنا خوانی مصنف انوار نے کی، انھوں نے ان احادیث غیر معتبرہ کے غیر معتبرہ ہونے کی وضاحت نہیں کی، نہ ان کی اسانید اور ان کے رجال پر کوئی معقول بحث وتمحیص کی، اس کتاب کے معلق جو موسوم بمولوی وصی احمد ہیں، اس نے کوئی تعلیق ان اسانید کے غیر معتبر ہونے پر چڑھا کر کسی قسم کی وضاحت نہیں کی، غرض یہ پورا گروہ کوثر یہ دیوبندیہ ایک ہی گھڑے کا نہایا ہوا ہے۔

"بئر بضاعة" والے پانی کا معاملہ اسی طرح پانچویں روایت نقل کردۂ طحاوی کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ چونکہ نص نبوی میں یہ اصول شرعی صراحت سے بیان کر دیا گیا ہے کہ "إذا بلغ الماء قلتين لم يحمل الخبث" پانی جو دو قلہ بھر ہو تو نجاست پڑنے سے نجس نہیں ہوتا، اور حدیث نبوی میں یہ اصول صریح بیان کر دیا گیا کہ "إلا أن غير لونه أو طعمه أو ريحه" یعنی دو قلہ یا اس سے زیادہ پانی میں اگر نجاست پڑ کر اس کا رنگ، مزہ اور بو سب تبدیل کر دے یا ان میں سے کوئی چیز بدل دے تو وہ ناپاک ہو جائے گا ورنہ نہیں، چونکہ "بئر بضاعه" اور تالاب مذکور کا پانی دو قلہ سے کہیں زیادہ تھا اور نجاست پڑنے سے نجاست کا رنگ یا بو یا مزہ اس پانی پر غالب نہیں آیا تھا، اس لیے ان کے پانی کو آپ ﷺ نے طاہر ومطہر وقابل خورد ونوش قرار دیا، پھر ان احادیث سے اس فرقۂ کذابہ کو دردسر کیوں ہو رہا ہے؟

اس تفصیل سے طحاوی کی نقل روایت میں انتہائی بے راہ روی وغلط کاری وبلادت وغباوت ظاہر ہو گئی کیونکہ عقل ودانش بنی وذہانت کا تقاضا ہے کہ معرض استدلال میں غیر معتبر روایات نہ ذکر کی جائیں۔ مگر غبی وبلید طحاوی نے کچھ سمجھے بوجھے بغیر یہ دعوی مکذوبہ عادت اہل الرای کے مطابق کر دیا کہ "بئر بضاعة" کنواں ہونے کے بجائے ایک نہر جیسی چیز تھی جس کا پانی ہر وقت رواں دواں رہ کر باغات ومزارعات کی آبیاری کرتا رہتا تھا اور وہ کنواں نہیں تھا جس کا پانی چشمہ سے ہر وقت نکلتا رہتا ہے مگر کنواں چونکہ ہر چہار جانب سے گھرا رہتا ہے اس کا پانی بہہ کر دوسری جگہ منتقل نہیں ہوتا ہے اگر گھرا ہوا کنواں ہو تو اس میں نجاست پڑنے سے رنگ، بو، مزہ بدلے بغیر بھی ناپاک ہو جائے کیونکہ جس پانی کو نجاست پڑنے سے رنگ، بو، مزہ بدلے بغیر پاک کہا گیا ہے اس کا بہت زیادہ پانی والا ہونا ضروری ہے، جو کنوؤں کے پانی سے بہت زیادہ دہ دردہ ہو، حالانکہ بئر بضاعه یا کسی بھی کنویں کا پانی اتنا زیادہ نہیں ہوتا جس کی مقدار اتنی ہو۔

---

[1] تهذيب التهذيب ترجمة طريق بن شهاب بصري وعام كتب رجال.

[2] تهذيب التهذيب وعام كتب رجال ترجمة شريك.

اس بات سے بھی طحاوی کی جہالت وغباوت و بلادت بہت ظاہر ہے کیونکہ حدیث نبوی میں جس چیز کو بضاعہ نامی کنواں کہا گیا ہے اسے کنواں نہ قرار دے کر نہر یا نالی کی ہم معنی کوئی دوسری چیز کہنا انتہائی درجہ کی جہالت ہے، عربی زبان میں لفظ "بئر" کنواں کے معنی پر دلالت کے لیے وضع کیا گیا ہے، اس معنی سے عدول واعراض کر کے اس کا معنی دوسرا بیان کرنا حدیث نبوی واجماع صحابہ والے معنی میں تحریف ترمیم ہے جو یہود ونصاری کا شیوہ ہے، حدیث نبوی واجماع صحابہ کے خلاف اقدام انتہائی درجے کا مجرمانہ اقدام ہے، کسی بھی صحابی یا تابعی سے یہ معنی منقول نہیں، طحاوی کو اس کا یہ معنی کیسے معلوم ہو گیا؟ اجماع اہل لغت واجماع صحابہ وتابعین وتصریح نبوی کے خلاف دوسرے معنی کی ایجاد واختراع اہل اسلام وسلیم الطبع صحیح المزاج والدماغ کا شیوہ وشعار نہیں ہو سکتا، یہ غیر متبع سبیل المومنین وغیر مسلمین کا کاروبار ہے، اہل علم کا بیان ہے کہ اس کنویں کا قطر چھ ہاتھ تھا، پانی اس کا زیادہ سے زیادہ آدمی کی شرمگاہ تک ورنہ اس سے بھی کم ہوتا تھا، یہ بات امام قتیبہ بن سعید کے پوچھنے پر اس کنویں کے ذمہ دار نے بتلائی اور کہا کہ اس کنویں کی بناوٹ میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی عہد نبوی کے بعد نہیں ہوئی، امام قتیبہ کا انتقال ولادتِ طحاوی کے بعد زیادہ سے زیادہ سال بھر وقفہ کے بعد ہوا اور موصوف ۱۵۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے، اگر فرض کیا جائے کہ انھوں نے بیس سال کی عمر میں ذمہ دار بئر بضاعہ سے یہ بات پوچھی تو لازم آتا ہے کہ انھوں نے ۱۷۰ھ میں یہ بات پوچھی یہ تفصیل تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی ودیگر کتب حدیث میں ائمہ اسلاف سے منقول ہے، اس سے تو طحاوی کا غیر صدوق تک ہونا لازم آتا ہے۔

طحاوی نے اپنے اس جھوٹے اور خلاف اجماع اور خلاف اصول دعویٰ قبیحہ رذیلہ مذمومہ پر مندرجہ ذیل سند والی روایت پیش کی:

"حدثنيه أبو جعفر أحمد بن أبي عمران عن أبي عبد الله محمد بن شجاع الثلجي عن الواقدي أنها كانت كذلك."[1]

یہ قول زعم طحاوی کے مطابق جس واقدی محمد بن عمر بن واقد اسلمی (مولود ۱۲۹/ ۱۲۸ھ ومتوفی ۲۰۷ھ) سے مروی ہے وہ متفق علیہ کذاب اور وضاع ہے۔[2] اس کے باوجود واقدی سے بہت بعید ہے کہ اتنی بڑی جھوٹی خلاف نص وخلاف اجماع بات کہے بلکہ ان کی طرف اس جھوٹی بات کا منسوب کرنے والا محمد بن شجاع ابن الثلجی قاضی (متوفی ۲۶۶ھ) جہمی مرجی رائے پرست حنفی کو امام قواریری واسماعیل قاضی نے متفقہ طور پر کافر قرار دیا، اور امام زکریا ساجی نے کہا "فأما ابن الثلجي فكان كذابا، احتال في إبطال حديث رسول الله ﷺ ورده نصره لمذهبه" یعنی کذاب تھا، ظاہر ہے کہ جب وہ بقول قواریری واسماعیل قاضی کافر اور معاند اسلام تھا تو احادیث نبویہ کو اپنے اکاذیب کے ذریعہ مردود وباطل قرار دینے کے لیے حیلہ سازیوں کو اپنا شیوہ وشعار ضرور بنائے گا، یہ اس قدر بد قماش کذاب تھا کہ تشبیہ الٰہی کے اثبات کے لیے احادیث وضع کر کے "اصحاب الحدیث" کی طرف منسوب کرنے کا کاروبار اور پیشہ کرتا تھا حتی کہ ازدی جیسے غیر ثقہ شخص نے کہا کہ "كذاب، لا تحل الرواية عنه لسوء مذهبه وزيغه عن الدين" اس کذاب سے روایت کرنی جائز نہیں بایں وجہ کہ یہ بد مذہب اور دین اسلام سے منحرف تھا۔ یعنی اس کو ازدی وابن عدی نے بھی قواریری واسماعیل قاضی کی طرح کافر ومعاند اسلام قرار دیا، امام احمد بن حنبل نے بھی اس کی بابت معنوی طور پر یہی بات کہی ہے، اسے کافر قرار دینے میں امام احمد بن حنبل کے صاحب زادے امام

---

[1] شرح معاني الآثار (۱/ ۱۲) [2] عام كتب رجال.

عبداللہ نے بھی ائمہ مذکورین کی موافقت کی ہے۔ [1]

اس میں شک نہیں کہ اسی کذاب اور بد مذہب کا فرجہمی مرجی رائے پرست نے احادیث نبویہ وآثار صحابہ وتابعین بلکہ ان کے اجماع کے رد وابطال کی خاطر اپنی خانہ ساز مکذوب بات واقدی کی طرف منسوب کردی، اور اللہ رب العالمین وانجام آخرت کا ذرہ برابر خوف کھائے بغیر طحاوی نے اس کافر وکذاب معاندین حق کی مکذوبہ بات کو دلیل وحجت بنا لیا، جولوگ ثنائے طحاوی میں رطب اللسان ہیں وہ اس معاملہ کی نزاکت کا احساس نہیں رکھتے کہ عمداً وقصداً کذاب وکافر ومعاند کی دین حق کی تکذیب وتردید کی خاطر اختراع کردہ بات کو اپنا مذہب ودین وایمان بنا لیا، کیا کوئی سلیم الطبع مومن ایسے اقدام کی جرأت وجسارت کرسکتا ہے؟ پھر اس کافر معاند حق کذاب کی بات کو کسی طرح کا خوفِ خدا کھائے بغیر دلیری جرأت وجسارت سے کہہ دیا:

"خالفهم في ذلك آخرون، فقالوا: أما ما ذكرتموه من بئر بضاعة فلا حجة لكم فيه لأن بئر بضاعة قد اختلف فيها ما كانت، فقال قوم: كانت طريقا للماء إلى البساتين فكان الماء لا يستقر فيها، فكان حكم مائها كحكم ماء الأنهار، وهكذا نقول في كل موضع كان على هذه الصفة." [2]

''مذکورہ بالا احادیث کی بہت سارے دوسرے لوگوں نے مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ "بئر بضاعة" کے متعلق تمہاری بات پر کوئی بھی حجت نہیں کیونکہ بئر بضاعة کے معاملہ میں اختلاف ہے، وہ کنواں ہی تھا یا کچھ اور تو پوری ایک قوم کا کہنا ہے کہ وہ باغات کی آبیاری والا ایک نالہ تھا جس میں پانی رکتا نہیں تھا، اس لیے اس کا حکم نہروں کے پانی جیسا ہے اور اس صفت سے متصف ہر پانی کی بابت ہم اسی طرح کی بات کہتے ہیں الخ۔''

ناظرین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ ایک معاند دین کافر جو بظاہر اپنے آپ کو مسلم ظاہر کرتے ہوئے ابطال ورد شرائع کے لیے اکاذیب کا استعمال اپنا شیوہ بنائے ہوئے تھا، اس صفت والے ایک کذاب کی بات کو پوری ایک قوم کا قول طحاوی نے قرار دے لیا اور اس خانہ ساز بات کو اپنا دین ومذہب بنا لیا، جولوگ طحاوی کی ثنا خوانی میں مصروف ہیں وہ طحاوی کی یہ کارستانی ملاحظہ فرمائیں! اس اکاذیب پرستی کے ساتھ یہاں طحاوی نے طویل تلبیس کاری والی تحریک اپنی اور اپنے فرقہ کی عادت وفطرت کے مطابق چلائی۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ معاندین کذاب محمد بن شجاع کی واقدی کی طرف منسوب کردہ مکذوبہ بات کے بالکل خلاف امام بلاذری نے واقدی کا یہ قول نقل کیا کہ "كانت بئر بضاعة سبعا في سبع وعيونها كثيرة فهي لا تنزح"یعنی بئر بضاعہ سات مربع ہاتھ کے رقبہ والا تھا، اس میں کئی سوتے وچشمے تھے، اس کا پانی کثرت استعمال کے باوجود ختم نہیں ہوتا تھا۔ [3] طحاوی نے آخر واقدی سے مروی اس قول کو دلیل وحجت کیوں نہیں بنایا؟

اوپر بیان ہوا کہ بقول ابو داود بئر بضاعہ کا قطر چھ ہاتھ تھا، دریں صورت اس قول اور قول واقدی میں پوری موافقت ہے جس کنویں کا قطر چھ ہاتھ ہوگا وہ لامحالہ سات مربع ہاتھ ہوگا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بئر بضاعہ کا پانی عہد نبوی میں دو قلہ سے

---

[1] تهذيب التهذيب (٩/ ١٩٥، ١٩٦) وعام كتب رجال. [2] شرح معاني الآثار (١/ ١٢، ١٣)

[3] انساب الاشراف للبلاذری (١/ ٥٣٧، ٥٧٣)

کہیں زیادہ تھا، اسی بنا پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس پانی کو کوئی نجس چیز پڑ کر نجس نہیں کر سکتی الا یہ کہ دوسری حدیث نبوی کے مطابق اس کے اوصاف ثلاثہ یا ان میں سے کوئی ایک وصف بدل جائے۔

طحاوی نے اپنے اس سلسلۂ کلام میں کہا کہ "الماء لا ینجس" کا معاملہ ایسا ہی ہے جیسے "المؤمن لا ينجس" اور "إن الأرض لا تنجس" کا ہے کہ نجاست لاحق ہونے سے مومن اور زمین نجس نہیں ہوجاتی ہے، یہ طحاوی کی کتنی بڑی تلبیس کاری وعیاری ہے کہ آپ ﷺ نے بئر بضاعہ اور غدیر ''تالاب'' اور بڑے حوض کے پانی سے متعلق کیے گئے سوال صحابہ کا یہ جواب دیا کہ ان کا پانی محض نجاست لاحق ہونے سے نجس نہیں ہوتا کیونکہ دوسری تصریح نبوی ہے کہ دو قلہ پانی نجاست لاحق ہونے سے نجس نہیں ہوتا تو بئر بضاعہ یا تالاب مذکور یا حوض مذکور کا پانی دو قلہ سے کہیں زیادہ ہے، یہ محض وقوع نجاست سے کیونکر نجس ہوگا الا یہ کہ تیسری حدیث نبوی کے مطابق دو قلہ یا اس سے زیادہ پانی کے اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی وصف وقوع نجاست سے بدل جائے۔

طحاوی نے اپنے دعویٰ "إن الأرض لا ينجس" پر یہ دلیل دی ہے:

"حدثنا بذلك أبو بكرة بكار بن قتيبة قال: حدثنا أبو داود حدثنا أبو عقيل الدورقي قال: حدثنا الحسن أن وفد ثقيف لما قدموا على رسول اللهﷺ ضرب لهم قبة في المسجد، فقالوا: يا رسول الله قوم أنجاس! فقال رسول الله: إنه ليس على الأرض من أنجاس الناس شيء إنما انجاس الناس على أنفسهم."[1]

''حسن نے کہا کہ وفد ثقیف کے لوگ خدمت نبوی میں آئے تو آپ ﷺ نے ان کے لیے مسجد نبوی میں خیمہ لگوا دیا، لوگوں نے کہا یا رسول اللہ یہ نجس لوگ یعنی کفار ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ان لوگوں کی نجاست زمین پر تو ہے نہیں صرف ان کے بدن پر ہے، لہٰذا ان کے لیے مسجد میں خیمہ لگوانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔''

ہم کہتے ہیں کہ اولا یہ حدیث حسن بصری نے مرسلاً روایت کی ہے، اور حدیث مرسل حجت نہیں، پھر طحاوی کا اسے معرض استدلال میں پیش کرنا خالص بے راہ روی ہے۔

ثانیاً: یہ مرسل روایت "إن الأرض لا ينجس" پر بالکل دلالت نہیں کرتی اسے اس دعوی پر بطور دلیل پیش کرنا طحاوی کی دہری بدعنوانی وبے راہ روی ہے، ایک یہ کہ یہ روایت مرسل ہے، دوسرے یہ کہ یہ دعوی طحاوی پر دال نہیں، نیز تیسری بدعنوانی یہ ہے کہ کفار کا نجس ہونا صرف حکمی ہے، ظاہری طور پر جب تک وہ نجاست سے ملوث نہ ہوں یا جنبی نہ ہوں نجس نہیں، مشرکین عرب غسل جنابت کر کے طاہر ہو جایا کرتے تھے، اس لیے انھیں محض کافر ہونے کی بنا پر حکماً نجس کہا گیا ہے ورنہ آپ ﷺ انھیں مسجد میں نہ ٹھہراتے کیوں کہ آپ ﷺ ہی کا ارشاد ہے کہ میں مسجد میں حائضہ عورت اور جنبی کے داخل ہونے کو ممنوع وحرام قرار دیے ہوئے ہوں، جس سے ثابت ہوا کہ وفد ثقیف والے لوگ صرف کفر والی حکمی نجاست سے حکماً نجس تھے حقیقتاً نہیں، لہٰذا اس روایت سے استدلال کرنے میں طحاوی نے کئی بدعنوانیاں اور تلبیسات وبے راہ روی کی ہے، اس وصف والے طحاوی کی وہ مدح سرائی جو مصنف انوار و یوسف کاندھلوی سمیت سارے کوثریہ دیوبندیہ رائے

---

[1] شرح معاني الآثار (١/ ١٣)

پرست حنفیہ نے کی ہے وہ اکاذیب خالصہ ہے۔

اپنی بے راہ روی میں حد سے بہت تجاوز کرتے ہوئے طحاوی نے اس بحث میں مرسلاً روایت نقل کی کہ مسجد نبوی میں ایک بدوی اعرابی صحابی نے انجانے میں پیشاب کر دیا تو آپ ﷺ نے پیشاب سے تر اور متاثرہ زمین کو کھود کر مٹی پھینک دینے کا حکم دیا، مرسل ہونے کے باوصف اسے طاؤس سے نقل کرنے والے عمرو بن دینار متعین نہیں اور اس طبقہ کے کئی رواۃ اس نام والے مجہول وغیر ثقہ وغیر معتبر ہیں، اور عمرو بن دینار نے اسے طاؤس سے معنعن نقل کیا ہے، معلوم نہیں یہ معنعن راوی مدلس تھا یا کئی اور اوصاف کا حامل تھا، بھلا ایسے غلط کار طحاوی کی اتنی مدح سرائی جتنی بشمول مصنف انوار و یوسف کاندھلوی و کوثری وارکان کوثری وفرقہ دیوبندیہ ومقلدین حنفیہ نے کر رکھی ہے کیونکر روا ہے؟

اس مرسل ضعیف کی ہم معنی روایت طحاوی نے حضرت ابن مسعود سے مرفوعاً نقل کر کے دلیل بنائی ہے مگر اس کی سند میں سمعان بن مالک اسدی ساقط الاعتبار ہے۔[1] نیز اسی سند میں یحییٰ بن عبدالحمید حمانی بھی ساقط الاعتبار ہے۔[2] یحییٰ حمانی جیسے ساقط الاعتبار نے اسے جس ابوبکر بن عیاش سے نقل کیا وہ آخری عمر میں مختلط ہو گئے تھے، اس ساقط الاعتبار راوی نے ابوبکر سے اسے معلوم نہیں اختلاط سے پہلے سنا یا بعد میں؟ جو طحاوی اپنے موقف پر ساقط الاعتبار روایات بطور دلیل بکثرت پیش کرے اسے مصنف صحاح کا ہم مرتبہ قرار دینے والے مصنف انوار جیسے کذابین کی دیانت داری قابل دید ولائق شنید ہے!

تمام کتابوں میں طحاوی کا یہی طریق غالب ہے، ایسے تلبیس کار عیار وغلط کار و بے راہ رو طحاوی کی بابت کیا کہا جائے؟ ہم اس سلسلے میں اتنی ہی بات پر اکتفا کرتے ہیں اور فیصلہ معتدل نقطۂ نظر رکھنے والے اہل علم پر چھوڑتے ہیں۔

کیا طحاوی مجدد تھے؟

مصنف انوار نے کہا:

''حضرت الاستاذ المعظم شاہ صاحب قدس سرہ (انور شاہ ظلمات واکاذیب کے ترویج کار) نے فرمایا کہ علامہ ابن اثیر جزری نے طحاوی کو مجدد کہا، میں کہتا ہوں کہ وہ واقعی امام حدیث و مجتہد تھے، شرح حدیث، بیان محامل حدیث واسئلہ واجوبہ کے لحاظ سے وہ مجدد بھی تھے کیونکہ پہلے محدثین صرف روایت حدیث متناً وسنداً کرتے معانی حدیث ومحامل وغیرہ پر بحث نہیں کرتے تھے، طحاوی نے اس نئے انداز میں لکھا اور سیر حاصل لکھا کہ حق ادا کر گئے۔''[3]

ہم کہتے ہیں کہ اپنی کتابوں میں جامع الاکاذیب کے حامی و پرستار رائے پرستی وتعصب پرستی کے ریکارڈ توڑ طحاوی کو علامہ ابن اثیر جزری نے جہاں کہیں مجدد کہا ہو اس کا صحیح حوالہ فرقۂ کوثریہ دیوبندیہ رائے پرست جہمیت زدہ مرجیہ حنفیہ پیش کرے، طحاوی اکاذیب وتلبیسات اور مجموعۂ اباطیل وشرور پر مشتمل فقہ حنفی کی حمایت میں اکاذیب کو نصوص کہتے اور نصوص کی تکذیب وتردید کرنے والے غیر مسبوق النظیر قسم کے مجدد ضرور تھے، نیز اس کارنامے میں نئے طرز و سیر حاصل بحث ونظر کے عادی جہالت مرکبہ وبلادت وغباوت والی باتوں کے انبار کے جامع ہونے میں ضرور مجدد تھے جیسا کہ گزشتہ تفصیل سے ظاہر ہے۔

---

[1] لسان الميزان (٣/ ١١٤) [2] عام كتب رجال. [3] مقدمه انوار (٢/ ٦٨)

فن رجال اور طحاوی و جرح وتعدیل اور طحاوی:

مصنف انوار نے مذکورہ بالا دونوں ذیلی عناوین کے تحت کئی بدعنوانیاں کرتے ہوئے کہا:

''طحاوی کے فن رجال میں کمال و وسعت علم کا اندازہ ان مواقع میں ہوتا ہے جب وہ احادیث متعارضہ پر بحث کرتے ہیں، ان کی فلاں فلاں کتابوں میں بکثرت اس کی مثالیں ملتی ہیں افسوس کہ طحاوی کی تاریخ کبیر ناپید ہے مگر اس سے نقول کتب اکابر محدثین میں سے موجود ہیں جن سے ان کی عظمت ظاہر ہے۔''[1] ''معانی الآثار میں بھی بکثرت رواۃ کی جرح وتعدیل پر انھوں نے کلام کیا اور مستقل کتاب بھی لکھی اور نقض المدلسین، رد کرابیسی اور کتاب السنة لأبي عبيد کی اغلاط پر مستقل کتاب لکھی۔[2]

ہم کہتے ہیں کہ بذریعہ اکاذیب وتلبیسات اکاذیب کی تصدیق وحمایت اور نصوص کی تردید وتحریف معنوی کے امام طحاوی کی حقیقت فہمی کے لیے ہماری گزشتہ تفصیل کافی ہے، ہم تطویل سے بچتے ہوئے ایک مثال پر اکتفا کریں گے، اسی پر تمام حامیانِ طحاوی اور پرستاران طحاوی کا نقاب تقوی وطہارت ظاہر ہو جائے گا۔

محمد بن عمرو بن عطاء عامری کو غلطی سے بعض نے کہہ دیا کہ حضرت ابوقتادہ صحابی سے ان کی روایت مرسل ومنقطع ہوتی ہے کیونکہ وفات ابی قتادہ ۴۰ھ سے پہلے عہد خلافت حیدری میں ہوئی اور اسی کی حمایت طحاوی نے بھی کی، محمد مذکور نے محمد بن عبداللہ بن حسن کے ساتھ ۱۴۰ھ کے بعد خروج کیا تھا، لہٰذا ان کا لقا وسماع ابوقتادہ صحابی سے نہیں ہوسکتا، طحاوی کی بات کا حاصل یہی ہے، طحاوی کی اس غلط روی اور حمایت غلط روی میں شدت پر حافظ ابن حجر نے بھرپور رد بلیغ کیا اور طحاوی کی تلبیسات کو باطل قرار دیا، ان ساری باتوں کا ذکر کرتے ہوئے مصنف انوار وکوثریہ دیوبندیہ رائے پرست حنفیہ کے ممدوح ومعظم امام یوسف رئیس تبلیغی جماعت نے نقل کرکے کہا: ''وللكلام عليه موضع آخر إن شاء الله تعالى'' لکھ کر ظاہر کر دیا کہ یہ رئیس تبلیغی جماعت یوسف کاندھلوی تلبیسات واکاذیب طحاوی اور اکاذیب وتلبیسات طحاوی کی پردہ دری کرنے والے حافظ ابن حجر کی تحقیقات کی تکذیب کرنے والے ہیں۔[3] ''بُزبضاعۃ'' کے معاملہ میں واقدی کی طرف مکذوبہ بات کو کذابین جہمیت زدہ مرجیہ پرست حنفیہ کوثریہ دیوبندیہ نے حجت بنایا ہے، انھیں واقدی نے کہا:

> ''مات بالمدينة سنة أربع وخمسين، وله إثنان وسبعون سنة، ويقال: ابن سبعين قال: ولا أعلم اختلافا بين علمائنا في ذلك، وروى أهل الكوفة أنه مات بالكوفة، وعلي بها، سنه ثمان وثلاثين، وذكره البخاري في الأوسط فيمن مات بين الخمسين والستين، وساق بإسناده له أن مروان لما كان واليا من قبل معاوية على المدينة أرسل إلى أبي قتادة ليريه مواقف النبيﷺ وأصحابه فانطلق معه، وأراه، ويدل على تأخره أيضا ما أخرجه عبد الرزاق عن معمر عن عبد الله بن محمد بن عقيل أن معاوية لما قدم المدينة تلقاه الناس،

---

[1] مقدمه انوار (۲/ ٦٨ بحواله حاوی ومقدم معاني الأحبار ملخصا)

[2] ملحض از مقدمه انوار (۲/ ٦٨)

[3] ملاحظہ ہو تفصیل کے لیے: مقدمة معاني الأحبار (ص: ۳۵)

فقال لأبي قتادة: تلقاني الناس كلكم غيركم يا معشر الأنصار" [1]

''واقدی نے اپنے معاصر ائمہ کا اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ ابوقتادہ ۵۴ھ میں بعمر بہتر یا ستر سال مدینہ منورہ میں فوت ہوئے، اور کوفہ کے کذابین کا کہنا ہے کہ ابوقتادہ ۳۸ھ میں کوفہ میں فوت ہوئے اور امام بخاری نے ۵۰ھ کے بعد ۶۰ھ کے پہلے والے وقفہ میں فوت ہونے والوں میں ابوقتادہ کا ذکر اپنی تاریخ الاوسط میں کیا، اور بطور دلیل اپنی سند سے مروی یہ روایت پیش کی کہ مروان جب منجانب معاویہ مدینہ منورہ کا گورنر تھا تو اس نے ابوقتادہ سے درخواست کی کہ وہ اسے سفر حج کے دوران مواقف نبویہ وصحابہ کی زیارت کرادیں، چنانچہ ابوقتادہ نے ایسا ہی کیا اور اس پر وہ روایت معتبرہ نقل کردۂ عبدالرزاق بھی دلالت کرتی ہے کہ امیر معاویہ جب مدینہ منورہ آئے (یعنی ۵۰ھ کے بعد) تو ان سے سب لوگ ملنے آئے امیر معاویہ نے ابوقتادہ سے کہا کہ سب لوگ مجھ سے ملنے آئے مگر تمہارے بھائی انصار نہیں آئے۔''

اس تفصیل میں فرقۂ کوثریہ دیوبندیہ کے امام طحاوی کی بھرپور تکذیب موجود ہے، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ طحاوی نے واقدی کی طرف مکذوبہ بات کو دلیل بنالیا مگر واقدی کے نقل کردہ اس اجماع کی مخالفت کی اس سے بری بھی کوئی تلبیس کاری و بے راہ روی و اکاذیب پرستی ہوسکتی ہے جسے طحاوی اور پرستاران طحاوی خصوصا فرقہ کوثریہ کے ایک رکن یوسف کاندھلوی امیر جماعت تبلیغی نے اختیار کررکھا ہے؟

اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ بسند صحیح حضرت عبداللہ بن انیس صحابی کی صاحب زادی خالدہ سے امام بخاری نے بسند صحیح نقل کیا کہ میرے باپ عبداللہ بن انیس کا انتقال وفات ابوقتادہ کے پندرہ دن بعد ہوا۔ [2] اور عبداللہ بن انیس کا انتقال ۵۴ھ میں ہونا متحقق ہے، لہٰذا ابوقتادہ کا بھی انتقال ۵۴ھ میں ہونا متحقق ہے، اور محمد بن عمرو بن عطاء کا ۱۲۰/ ۱۲۱ھ میں بعمر نوے سال فوت ہونا متحقق ہے، یعنی کہ موصوف کی ولادت ۱۳۰/ ۱۳۱ھ میں ہوئی، لہٰذا وفات ابی قتادہ کے وقت محمد بن عمرو بن عطاء کی عمر بیس سال سے زیادہ ہونا بھی متحقق ہے، پھر دونوں کے درمیان انقطاع سند کا دعوی طحاوی و پرستاران طحاوی کا مکذوبہ ہونا بھی متحقق ہے، اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ فن رجال وتاریخ میں بھی طحاوی اکاذیب پرست ہی تھے۔ اسی مثال پر ہم اکتفا کرتے ہیں جو طحاوی کی حیثیت عرفی ظاہر کرنے کے لیے بہت کافی ہے۔

حافظ ابن حجر کا تعصب:

حافظ ابن حجر نے چونکہ جہمیت زدہ فرقہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ کے اکاذیب ودجل وتلبیسات ودسیسہ کاریوں کی بکثرت مدلل طور پر پردہ دری کی ہے، اس لیے یہ فرقہ حافظ ابن حجر سے شدت بغض وعداوت وکدورت وتنفر وتوحش وحشت زدہ گدھوں کی طرح رکھتا ہے خصوصا کوثری وکوثریہ دیوبندیہ تبلیغیہ بریلویہ۔ چنانچہ مذکورہ بالا ذیلی عنوان کے تحت مصنف انوار نے اپنے فرقے کی طرح کہا:

''طحاوی کی کتاب تاریخ وغیرہ نیز ان کے تلامذہ کی کتابیں اس دور میں موجود نہیں، حافظ ابن حجر جو کچھ رجال حنفیہ

[1] الاصابه (٤/ ١٥٨) وعام کتب تراجم صحابه. [2] تاريخ صغير للبخاري (ص: ٥٦)

کی بابت اوپر سے لیتے ہیں پوری عصبیت برتتے ہیں، خود ان کے شاگرد سخاوی نے تعلیقات درر کا منہ میں اس کا اعتراف کیا، تعصب شدید ہی کے باعث حافظ ابن حجر نے طحاوی وجلیل القدر شیوخ وتلامذہ طحاوی کا ذکر نہیں کیا، اگر کیا تو اس طرح کہ ان کی قدر ومنزلت کم ہو جائے، بنا بریں کوثریہ ودیوبندیہ کے امام العصر شاہ انور اکثر کہتے تھے کہ جس قدر رجال حنفیہ کو حافظ ابن حجر نے نقصان پہنچایا کسی نے نہیں پہنچایا، تہذیب الکمال مزی میں بکثرت ائمہ محدثین حنفیہ کا ذکر تھا جسے حافظ ابن حجر نے تلخیص تہذیب الکمال میں حذف کر دیا جس سے تمام محققین پرستاران اکاذیب وتلبیسات ودجل وفریب کو سخت عداوت وشکوہ ہے لیکن اکاذیب پرستوں اور تلبیسات ودجل وفریب کے خوگر لوگوں کی غوغہ آرائی سے تحقیقات وحقائق مخفی نہیں رکھے جا سکتے خواہ قیامت تک غوغہ آرائی کرتے کرتے یہ فرقہ کذابہ عیارہ لباسہ کئی کئی بار جنم لے کر اپنا یہ سلسلۂ غوغہ آرائی جاری رکھے۔“

مقدمہ امانی الاحبار:

مذکورہ بالا ذیلی سرخی کے تحت مصنف انوار نے اپنے فرقۂ کذابہ کی طرح کذب بیانی کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا:

”مقدمہ امانی الاحبار میں معانی الآثار ومشکل الآثار کے رواۃ پر کلمات جرح وتعدیل طحاوی امیر جماعت تبلیغیہ نے جمع کر دیے ہیں جس سے ایک نظر میں طحاوی کی بالغ نظری ووسعت علم کا اندازہ ہو جاتا ہے جزا اللّٰه المؤلف عنا وعن سائر أهل العلم خير الجزاء۔“[1]

ہم کہتے کہ ہماری مذکورہ بالا تحقیق وتفصیل سے مصنف امانی الاحبار ہی نہیں پورے فرقہ جہمیت زدہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ کوثریہ دیوبندیہ کا پرستار اکاذیب وتلبیسات وہذیات ومکر وفریب وعیاری ہونا ظاہر ہے، اور اس کا بدلہ دینے کے لیے اللہ تعالی نے ایک دن مقرر کر رکھا ہے اس دن ان تلبیس کار وعیار ودھوکہ باز پرستارانِ اکاذیب کو ان کی اکاذیب پرستی اور اس نوع کی تمام باطل پرستیوں کا بدلہ یقیناً ملے گا، قرآنی ارشادات کے مطابق قیامت کچھ دور نہیں ہے، یہ فرقہ بارگاہِ الٰہی میں جواب دہی اور بدلہ کی وصولیابی کے لیے مستعد رہے۔

ناقدین طحاوی اور امام بیہقی:

مذکورہ بالا دو ذیلی عناوین کے تحت اپنی بدعنوانیوں کا سلسلہ دراز کرتے ہوئے مصنف انوار نے اپنے اسلاف کی تقلید کرتے ہوئے کہا:

”اوراق سابقہ میں تحریر ہوا کہ اکابر محدثین نے طحاوی کی ہر طرح توثیق ومدح کی لیکن چند حضرات نے کچھ نقد بھی کیا ہے، ان میں سے ایک امام بیہقی نے کہا کہ طحاوی نے اپنی کتاب میں بہت ساری احادیث ضعیفہ کی محض رائے پرستی کی خاطر تصحیح اور احادیث صحیحہ کی تضعیف کی، اس کا جواب مصنف جواہر المضیہ نے اپنے استاذ قاضی القضاۃ علی الدین ماردینی کے فرمانے پر اپنی کتاب ”الحاوي في بيان آثار الطحاوي“ میں دیا، حاشا وکلا جو بات امام بیہقی نے طحاوی کی طرف منسوب کی وہ کتبِ طحاوی میں نہیں، اسی طرح صاحب کشف الظنون نے بھی کہا۔“[2]

[1] مقدمه انوار (٢/ ٦٩) [2] مقدمه انوار (٢/ ٦٩) بحواله مقدمه أماني (ص: ٥٥ كا خلاصه بقدر ضرورت)

ناظرین کرام کو امام بیہقی کی بات کی واقعیت کا اندازہ ہماری تحقیقات گزشتہ سے ہو چکا ہے، کیا یہ فرقۂ کذابہ چاہتا ہے کہ کتب طحاوی کا مکمل جائزہ لے کر ان کا مجموعۂ اکاذیب وتلبیسات واغلاط واباطیل ہونا ظاہر ہی کر دیا جائے، اگر ہماری زندگی اور صحت نے وفا کی تو یہ بھی ہو جائے گا۔

علامہ ابن تیمیہ:

مذکورہ بالا ذیلی عنوان کے تحت اپنے فرقہ والی تلبیس کاری کا سلسلہ دراز سے دراز تر کرتے ہوئے مصنف انوار نے کہا:

''طحاوی کے دوسرے ناقد علامہ ابن تیمیہ ہیں، انھوں نے منہاج السنہ میں حدیث ردشمس پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ حدیث موضوع ہے، اسے طحاوی نے روایت کر دیا، طحاوی نقد حدیث کے ماہر نہ تھے اور ایک حدیث پر دوسری کو ترجیح محض اپنی رائے سے دیتے تھے، انھیں اہل علم کی سی معرفت اسناد نہ تھی، اگر چہ وہ کثیر الحدیث، فقیہ عالم تھے۔ حالانکہ طحاوی سے پہلے اور بعد والے بہت سے محدثین نے اسے نقل کیا اور موضوع نہیں کہا۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ طحاوی کے تمام معاصرین اہل مصر بشمول ائمہ محدثین وفقہاء وماہرین جرح وتعدیل نے متفقہ طور پر طحاوی کو تجریحات کثیرہ شدیدہ سے مجروح قرار دیا اور انھیں سرکاری بیت المال میں بھاری غبن وخرد وبرد کرنے والا نیز ؎

حق کو ناحق کر دیا جب ہاتھ آیا سو پچاس　　　دل میں ان کے خوف محشر کا پتہ لگتا نہیں[2]

کا مصداق کہا ہے۔ معاصرین طحاوی میں سے ائمہ جرح وتعدیل وخواص وعوام کی تجریح سے اعراض کرتے ہوئے مصنف انوار کا صرف امام بیہقی وابن تیمیہ وغیرہ کا نام لینا انتہائی درجہ کی تلبیس وبے راہ روی ہے، معاصرین طحاوی کے بعض جروحِ طحاوی کا ذکر ہم کر آئے ہیں، ردشمس والی حدیث کا موضوع ہونا بجمیع طرق متحقق و واضح ہے، جس کی تفصیل کتب موضوعات و واہیات میں ہے اگر اتنی متحقق و واضح بات یہ فرقۂ بے راہ رو مصنف انوار سمیت نہ سمجھے تو پوری زندگی چمگادڑ و چھچھوندر بنے رہنے والوں کا کوئی علاج نہیں۔

علامہ ابن جوزی:

مصنف انوار نے اپنے فرقۂ کذابہ کی تقلید میں کہا:

''علامہ خفاجی مصری نے شرح شفا میں کہا کہ اسے بعض نے موضوع کہا حالانکہ حق اس کے خلاف ہے، انھیں کتاب ابن جوزی سے دھوکہ ہوا جس میں بے جا تشدد ہے، ابن صلاح نے کہا کہ ابن جوزی نے بہت سی احادیث صحیحہ کو موضوعات میں داخل کیا، اس تعدد طرق کی وجہ سے طحاوی نے اسے صحیح کہا، طحاوی سے پہلے بہت سے ائمہ نے اسے صحیح کہا اور اس کی تخریج کی، مثلاً ابن شاہین وابن مندہ وابن مردویہ نے اور طبرانی نے حسن کہا، سیوطی نے مستقل رسالہ میں اس کی پوری طرح تصحیح کی، اس سے معلوم ہوا کہ علامہ ابن تیمیہ وابن جوزی نے اسے موضوع کہنے میں تخمین وغیر تحقیقی رائے سے کام لیا۔''[3]

---

[1] مخلص از مقدمه انوار (٢/ ٦٩)　[2] دیوان گلشن هدایت.　[3] ماحاصل از مقدمه انوار (٢/ ٦٩، ٧٠)

اس روایت کا مکذوب ہونا اہل علم پر اتنا واضح ہے کہ ایضاح و وضاحت کی حاجت نہیں، یہ اکاذیب واوہام پرست قیامت کے دن اللہ ورسول وصحابہ وتابعین واسلاف کو کیسے منہ دکھائیں گے؟ بھلا اکاذیب پرست کب سے خدام نصوص نبویہ وماہرین رجال وناقدین فن ہو گئے؟ کیا کذابین وتلبیس کاروں وبددیانت لوگوں کو خدمتِ حدیث کی صحیح توفیق ہونی ممکن ہے؟

مشکل الآثار:

مصنف انوار نے مذکورہ بالا عنوان کے تحت کہا کہ اس کتاب طحاوی نے تضاد احادیث رفع کیے اور ان سے استخراج احکام کیے، یہ طحاوی کی آخری کتاب ہے، مکتبہ فیض اللہ شیخ الاسلام استنبول میں سات ضخیم مجلدات میں مکمل موجود ہے، حیدرآباد سے چار جلدوں میں نصف سے بھی کم حصہ شائع ہوا، کوثری نے کہا کہ جن لوگوں نے اختلاف الحدیث للشافعی، مختلف الحدیث لابن تیمیہ دیکھی ہوں وہ مذکور کتاب طحاوی بھی دیکھیں تو جلالت قدر و وسعت علم طحاوی کے ضرور قائل ہوں گے۔"❶

جامع الاکاذیب وتلبیسات طحاوی کی جلالت اور وسعت علم کے وہی قائل ہو سکتے ہیں جو طحاوی کی طرح اکاذیب پرست وجامع الاکاذیب ہوں۔

اختلاف العلماء:

مصنف انوار نے مذکورہ بالا عنوان کے تحت کہا:

"یہ تصنیف مکمل نہیں پھر بھی ایک سوتیس اجزائے حدیث میں بیان کی جاتی ہے کہ کوثری نے کہا کہ اس کی اصل میں نہیں دیکھ سکا، اس کا خلاصۂ ابی بکر رازی مکتبہ باکر اللہ استنبول میں موجود ہے، اس میں ائمہ اربعہ واصحاب ائمہ اربعہ، نخعی، اوزاعی، ثوری، لیث بن سعد، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ، حسن بن حسن وغیرہ کے اقوال مذکور ہیں۔ جن کی آراء آج مسائل خلافیہ میں معلوم ہوں تو بہت بڑا علمی فائدہ ہوگا، کاش وہ اصل یا مختصر ہی شائع ہو جائے۔"❷

افسوس کہ اس کتاب طحاوی تک ہماری رسائی نہیں ورنہ اس کی حقیقت زیادہ ظاہر ہوتی مگر حاصل شدہ کتب طحاوی پر اس کا بھی قیاس کر کے اس کی حقیقت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ہم اس فرقہ کذابہ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ صحیح حوالہ سے بتلائے کہ امام ابن شاہین وابن مندہ وابن مردویہ نے اپنی کس کتاب میں اس کی تصحیح وتخریج کی اور امام طبرانی نے تحسین کی، اس سلسلے میں رسالہ لکھ کر اس کی تصحیح کرنے والے سیوطی کو اس فرقۂ بے راہ رو کے امام کوثری نے کذاب وتلبیس کار کہا ہے، تفصیل ہماری اسی کتاب "اللمحات" میں ہے، اسے موضوع کہنے والے امام ابن تیمیہ وابن جوزی نے اگر تخمین وغیر تحقیقی رائے سے کام لیا تو طحاوی اور طحاوی جیسے اکاذیب پرست نے صحیح تحقیق سے اسے جس طرح صحیح کہا اسے پردۂ استتار سے سرعام یہ فرقہ باہر لائے تو ہم اس کی حقیقت واضح کریں۔

حافظ ابن حجر:

مذکورہ بالا ذیلی سرخی کے تحت مصنف انوار نے جو بدعنوانیاں کیں ان کی تکذیب وتردید ہماری طرف سے گزر چکی ہے ناظرین کرام صفحات الٹ کر دیکھ لیں۔

❶ ماحصل ازمقدمه انوار الباري (٢/ ٧٣) ❷ مقدمه انوار (٢/ ٧٣، بحوالۂ حاوی از کوثري)

امام طحاوی بڑے مجتہد تھے:

مصنف انوار نے عنوان مذکورہ کے تحت بحوالہ تعلیقات سنیہ بر فوائد بہیہ از شیخ عبد الحیٔ فرنگی محلی کہا کہ امام طحاوی مجتہد تھے اور ابو یوسف و محمد بن حسن کے ہم طبقہ تھے اس کا مرتبہ دونوں سے کم نہیں۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ ابو یوسف و محمد کا کذاب ہونا ہم واضح کر آئے ہیں، محمد بن حسن جہمی و مرجی رائے پرست تھے، اگر طحاوی ان جیسے مجتہد تھے، تو اس طرح کے لاکھوں کروڑوں اربوں کھربوں مجتہدین سینکڑوں سال کی زور آزمائی سے مسلک اہل سنت یعنی اہلحدیث کا کچھ بگاڑ سکے ہیں نہ تا قیامت کچھ بگاڑ سکیں گے بلکہ مسلک اہل سنت و اہل حدیث میں اس طرح کے مجتہدین بے توفیق سے مزید درمزید نکھار اور قوت دفاع پیدا ہوتی ہے ؎

گر مخالفت ہوا نہیں ہوتی اوس پڑجاتی ہے عزائم پر

نیز ؎

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے ابھرے گا یہ اتنا ہی جتنا کہ دبائیں گے

تالیفات طحاوی:

مذکورہ بالا شہ سرخی کے تحت کئی ذیلی سرخیاں قائم کرتے ہوئے مصنف انوار نے اپنے فرقۂ کذابہ کی طرح یہ راگنی شروع کی:

''طحاوی کی تمام تالیفات جمع وتحقیق وکثرت فوائد میں نہایت ممتاز ومقبول رہیں، فقہائے مدققین وعلمائے محققین نے انھیں ہمیشہ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا، بہ نسبت متاخرین متقدمین میں ان کا اعتنا زیادہ رہا اسی لیے یہ کم طبع ہو سکیں، ان میں سے اہم تالیفات مشہورہ یہ ہیں:

۱۔ معانی الآثار، حسب تحقیق ملا علی قاری سب سے پہلی تصنیف ہے، اسے بغور وانصاف مطالعہ کرنے والا بقول عینی اسے تمام کتب مشہورہ متداولہ مقبولہ پر ترجیح دے گا، اس میں شک کرنے والا جاہل ومتعصب ہوگا، جامع ترمذی، سنن ابی داود و سنن ابن ماجہ پر اس کی ترجیح اس قدر واضح ہے کہ کوئی عالم وعاقل اس میں شک نہیں کر سکتا، اس میں وجوہ استنباطات کا بیان، معارضات کا اظہار، ناسخ منسوخ کی تمیز وغیرہ ایسے امور ہیں جو دوسری کتابوں میں نہیں، اگر کوئی کہے کہ اس میں کچھ ضعیف روایات بھی ہیں تو کتب مذکورہ بھی اس سے خالی نہیں، اس کے مضامین عالیہ وتحقیقات فائقہ کو نمایاں نہیں کیا گیا، اس لیے وہ مخفی خزانوں کی طرح اکثر کی نگاہوں سے اوجھل رہے، کم ہمت وفہم متاخرین نے اس کے مطالعہ واستفادہ سے گریز کیا، مخالفین نے احناف وکتب احناف کے خلاف پروپیگنڈے کا سلسلہ جاری رکھا جس سے ان کے محاسن پوشیدہ رہے حقدار اپنے حق سے محروم رہے، خدا کا شکر ہے کہ اب ان دبی ہوئی چیزوں کے ابھرنے کا وقت وموقع آیا ہے۔

۲۔ علامہ ابن حزم اور معانی الآثار کی ترجیح موطأ مالک پر۔ ابن حزم اندلسی ظاہری اپنی رائے پر جمود وتشدد میں ضرب المثل ہیں، اپنے مخالف کی سخت الفاظ میں تجہیل وتحمیق ان کا خاص شعار ہے حتی کہ ائمہ ومحدثین کی تردید کرتے ہیں تو نہایت درشت ونازیبا الفاظ میں کرتے ہیں، ائمہ احناف سے بہت زیادہ تعصب رکھتے ہیں مگر بایں ہمہ طحاوی کی جلالت قدر سے

[1] مقدمہ انوار (۲/ ۷۰) بحوالہ مقدمہ أماني الأحبار (ص: ۵۹)

اتنے متاثر ہیں کہ اپنی کتاب مراتب الدیانہ میں مصنف طحاوی کو موطأ مالک پر ترجیح دی حالانکہ شاہ عبدالعزیز نے عجالۂ نافعہ میں موطا مالک کو صحیحین کی اصل وام قرار دیا، ہمارے شاہ انور بھی شرح معانی الآثار کو سنن ابی داود کے ہم درجہ فرماتے، عرض یہ امر نا قابل انکار ہے کہ اس کا درجہ سنن اربعہ سے کم نہیں بلکہ ان میں سے اکثر پر اس کی ترجیح ہے، افسوس کہ بعض نے ترجیح مذکور ابن حزم کو ان کی جلالت شاہ کے خلاف سمجھا۔[1]

ہم کہتے کہ فرقۂ دیوبندیہ بشمول مصنف انوار اور ان کے امام العصر شاہ انور مسلک ولی اللہ کا اپنے آپ کو پابند بتلاتا ہے، اس کے سر براہ اعلیٰ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ باب طبقات کتب الحدیث میں کتب حدیث کے پانچ طبقات کا ذکر کیا، طبقہ اولی میں صرف تین کتب حدیث موطأ مالک وصحیحین کا اور طبقۂ ثانیہ میں صرف چار کتابوں سنن ابی داود جامع ترمذی ومجتبیٰ نسائی ومسند احمد کا ذکر کیا اور طبقۂ ثالثہ میں متعدد حدیث کے ساتھ کتب طحاوی کو بھی شامل مانا، اور طبقہ اولی کے تحت یہ کہا:

"أما الصحيحان فقد اتفق المحدثون على أن جميع ما فيهما من المتصل المرفوع صحيح بالقطع، وأنهما متواتران إلى مصنفيهما... إلى أن قال: وإن شئت الحق الصراح فقسهما بكتاب ابن أبي شيبة وكتاب الطحاوي ومسند الخوارزمي و غيرهما تجد بينهما بعد المشرقين."

''تمام محدثین متفق ہیں کہ صحیحین کی تمام متصل مرفوع احادیث قطعی طور پر صحیح ہیں اور اپنے مصنفین تک یہ دونوں کتابیں متواتراً مروی ہیں، اگر تم حق صریح پر واقف ہونا چاہو تو صحیحین سے کتب ابن ابی شیبہ وکتب طحاوی ومسند خوارزمی (جسے فرقۂ دیوبندیہ تصنیف ابی حنیفہ کہتا ہے) اور اس نوع کی دوسری کتب حدیث کا موازنہ کر کے دیکھ لو، ان میں تم بعد المشرقین کا فرق پاؤ گے۔''

پھر طبقہ ثالثہ کے تحت کہا:

"مسانيد وجوامع ومصنفات صنفت قبل البخاري ومسلم، وفي زمانهما، وبعدهما، جمعت بين الصحيح والحسن والضعيف والمعروف الغريب والشاذ والمنكر والخطأ والصواب والثابت والمقلوب، ولم تشتهر في العلماء ذلك الاشتهار، وإن زال عنها اسم النكارة المطلقة، ولم يتداول ما تفردت به الفقهاء كثير يتداول، ولم يفحص عن صحتها وسقمها المحدثون كثير فحص... إلى أن قال: وكتب الطحاوى وكان قصدهم جميع ما وجدوه لا تلخيصه وتهذيبه وتقريبه من العمل."[2]

''صحیحین سے پہلے اور صحیحین کے زمانہ میں اور ان کے بعد بہت ساری کتب حدیث مدون کی گئیں جو احادیث صحیحہ حسنہ ضعیفہ معروفہ غریبہ شاذہ منکرہ، خطا وصواب ثابتہ اور مقلوبہ کی جامع ہیں، انھیں علماء کے یہاں صحیحین جیسی شہرت حاصل نہیں ہے اگرچہ نکارت مطلقہ کے نام کا اس پر اطلاق نہیں ہوتا، نہ ان کتابوں کی زیادہ پذیرائی ہوئی، وہ صرف

[1] مقدمہ انوار (۲/ ۷۰، ۷۱)

[2] حجة الله البالغة باب طبقات کتب حدیث (۱/ ۱۳۳ تا ۱۳۵)

کچھ فقہاء کے یہاں مروج ہیں، ان کی صحت وعدم صحت کی تحقیق پر محدثین نے کوئی زیادہ توجہ بھی نہیں دی، نہ علماء لغت میں سے کسی نے ان میں واقع الفاظ غریبہ کی تشریح کی نہ کسی فقیہ نے مذاہب سلف پر ان کی روایات کو منطبق ہی کیا، نہ کسی محدث نے ان کے مشکلات کی وضاحت کی، نہ کسی مورخ نے ان کے رواۃ کا ذکر کیا، میں موشگافی کرنے والے متاخرین سے کوئی مطلب نہیں رکھتا جو ان کتابوں سے اشتغال رکھتے ہیں، میری یہ گفتگو متقدمین علمائے اہلحدیث کی بابت ہے، ان قدمائے اہل حدیث کے مطابق یہ کتابیں پردۂ خمول وخفاء واستتار میں ہیں، یہ کتابیں بشمول کتب طحاوی متعدد لوگوں کی ہیں، ان کے مصنفین کا مطمح نظر صرف ان روایات کا جمع کرنا تھا جنھیں وہ پاسکیں ان روایات کی تحقیق وتہذیب اور عمل کے لیے قریب کرنا نہیں تھا۔''

فرقۂ دیوبندیہ جس مسلک ولی اللہ کی پیروی کا مدعی ہے اس کے سربراہ کی ان باتوں پر ذرہ برابر توجہ دیے بغیر دوسروں کی راگنی میں اپنی راگنی ملا کر نغمہ سرا ہے، اسی طرح کی بات شاہ ولی اللہ کے صاحب زادوں خصوصاً ان میں مشہور تر شاہ عبدالعزیز اور پوتے شاہ اسماعیل شہید اور ان کے شیوخ وتلامذہ نے بھی کہی ہے مگر فرقۂ دیوبندیہ بشمول مصنف انوار اور ان کے امام العصر واکابر محدثین کی بے راہ روی کی انتہاء ہے کہ جن کتب طحاوی کو خاندان ولی الٰہی نے انتہائی حقیر درجہ والی شمار کیا انھیں اور مسند خوارزمی کو اس فرقۂ بدعنوان نے صحاح وسنن پر ترجیح دے ڈالی، یہ فرقہ اپنی دورخی دوغلی منافقانہ متضاد پالیسی اختیار کرنے اور اسے اپنا دین وایمان قرار دینے کی بروز قیامت جواب دہی وسزایابی کے لیے مستعد ہے۔

ہم طحاوی کی اکاذیب اندوزی واکاذیب پرستی وحمایت تلبیسات ومزخرفات کی بعض مثالیں پیش کر آئے ہیں اور طحاوی جیسے غبی وبلید سے اس کے علاوہ توقع ہی کس کی کی جاسکتی ہے؟

معانی الآثار کے خصائص ومزایا:

مذکورہ بالا ذیلی عنوان کے تحت اپنے ہی جیسے تقلید پرست وتلبیس کار کے مقدمہ امانی الاحبار کے حوالہ سے مصنف انوار نے محاسن ومزایا وخصوصیاتِ معانی الآثار کا ذکر اس طرح کیا ہے:

۱۔ اس میں بہت سی وہ صحیح احادیث ہیں جو دوسری کتبِ حدیث میں نہیں۔

۲۔ طحاوی اسانید حدیث بکثرت نقل کرتے ہیں جس سے بیشتر روایات غیر سے اہم زیادات ملتی اور تعدد اسانید سے حدیث قوی ہو جاتی ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دوسروں نے حدیث ضعیف سند سے نقل کی طحاوی اسی کو قوی سند سے لاتے ہیں، یا دوسروں کے یہاں ایک طریق سے مروی تھی طحاوی نے بہت سے طرق ذکر کیے جس سے بہت سے نکات وفوائد مہمہ حاصل ہوتے ہیں، کہیں ایسا ہے کہ دوسروں نے حدیث بطریق تدلیس روایت کی، طحاوی نے عیب تدلیس مٹا دیا، کہیں ایسا ہے کہ دوسروں نے راوی سے مختلط ہونے کے بعد والی احادیث نقل کیں مگر طحاوی اختلاط سے پہلے کی روایات لاتے ہیں، کہیں دوسروں نے حدیث مرسل، منقطع یا موقوف نقل کی طحاوی نے متصل ومرفوع روایت کر دی، طحاوی دوسروں کے ہاں غیر منسوب رواۃ کی نسبت بیان کر دیتے ہیں مبہم کا تسمیہ، مشتبہ کی تمیز، مجمل کی تفسیر، اضطراب وشک راوی کا سبب بیان کرتے ہیں، اسی قسم کے فوائد کثیرہ متنوعہ اس میں ہیں۔

۳۔ کتاب طحاوی میں بکثرت آثار صحابہ وتابعین وائمہ مذکور ہیں جو معاصرین طحاوی کی کتابوں میں نہیں، پھر طحاوی احادیث ورجال کی تصحیح، ترجیح یا تضعیف میں کلام ائمہ نقل کرتے ہیں۔

۴۔ مسائل فقہ کے ابواب قائم کر کے احادیث لاتے اور ایسے دقیق استنباطات کرتے ہیں جن کی طرف اذہان بہت کم متوجہ ہوتے ہیں۔

۵۔ پوری کتاب فقہی ابواب پر مرتب ہے، بہت سے مقامات پر نہایت لطیف طرق سے خصوصی مناسبت پیدا کر کے ایسی احادیث لاتے ہیں جو بظاہر ان ابواب سے متعلق معلوم نہیں ہوتیں، جیسے فلاں فلاں باب۔

۶۔ ائمہ احناف کے ساتھ دوسروں کے دلائل بھی ذکر کرتے ہیں، تاہم اخبار وآثار پر سند ومتن، روایت ونظر کے لحاظ سے مکمل بحث وتنقیب کرتے ہیں، بایں اعتبار یہ کتاب تفقہ وتعلیم وملکۂ تفقہ کو ترقی دینے کے لیے بے نظیر ہے، اس کے بہت سے شیوخ وہی ہیں جو صحیح مسلم کے ہیں، اس کی بیشتر احادیث واسناد وہی ہیں جو صحاح ستہ ودیگر حفاظ کی ہیں، ان سے بھی کتاب مذکور کی مزید عظمت وافادیت واضح ہے، شارح بخاری ومعانی الآثار علامہ عینی نے برسوں جامعہ مؤیدیہ مصر میں درس معانی الآثار دیا، إلی آخر ما بغا وھذی وافتری۔[1] ہم کہتے ہیں کہ یہ سب تلبیسات واکاذیب فرقہ جہمیت زدہ مرجیہ رائے پرست کی ہیں۔ جن کی ہم واضح کر چکے ہیں۔

کتاب احکام القرآن:

مصنف انوار نے کہا:

''یہ کتاب بیس جزو پر تصنیف ہے، اکمال قاضی عیاض میں ہے کہ طحاوی کی ایک ہزار ورق کی کتاب تفسیرِ قرآن میں ہے۔''[2]

افسوس کہ اس کتاب تک بھی ہماری رسائی نہیں ورنہ اس کی حقیقت ظاہر کی جاتی مگر حاصل شدہ کتب طحاوی پر اس کا قیاس کر کے اس کی حقیقت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

کتاب الشروط الکبیر:

مصنف انوار نے کہا:

یہ چالیس جزو کی کتاب ہے، جس کا کچھ حصہ بعض مستشرقین نے طبع کرایا، کچھ قلمی اجزاء کتب خانہائے استنبول میں ہیں، اس کے علاوہ الشروط الاوسط والصغیر بھی ہیں، ان سے طحاوی کا شروط وتوثیق (یہ لفظ اصلاً دقائق ہے) میں بھی کمال ظاہر ہے۔''[3]

افسوس کہ ان کتب طحاوی تک بھی ہماری رسائی نہیں ورنہ ان کی حقیقت ظاہر کی جاتی مگر حاصل شدہ کتب طحاوی پر قیاس کر کے ان کی حقیقت کا اندازہ لگانا آسان ہے۔

اسی طرح مصنف انوار نے مختصر الطحاوي (۸ تا ۱۰) و نقض كتاب المدلسين(۱۱) والرد على أبي عبيد (۱۲) التاريخ الكبير (۱۳) كتاب النحل وأحكامها (۱٤) عقيده طحاوي (۱٥) سنن الشافعي (۱٦) شرح المغني (۱۷) النوادر الفقهية (۱۸) النوادر والحكايات (۱۹) جزو في حكم أرض مكة (۲۰) جزو

[1] ما حصل از مقدمہ انوار (۲/ ۷۱، ۷٤) [2] مقدمہ انوار (۲/ ۷۳ بحوالہ حاولی) [3] مقدمہ انوار (۲/ ۷۳)

في قسم الفئي (٢١) كتاب الأشربه (٢٢) الرد على عيسى بن أبان، (٢٣) جزو في الترويه (٢٤) شرح الجامع الصغير لمحمد (٢٥) شرح الجامع الكبير (٢٦) كتاب المحاضر والسجلات (٢٧) كتاب الوصايا (٢٨) كتاب الفرائض (٢٩) أخبار أبي حنيفة وأصحابه (٣٠) كتاب التسويه بين حدثنا وأخبرنا (٣١) كتاب صحيح الآثار (٣٢) اختلاف الروايات على مذهب الكوفيين (٣٣) کا ذکر کیا۔❶

ان میں عقیدۂ طحاویہ کے علاوہ کسی تک بھی ہماری رسائی نہیں۔

اس کے بعد مصنف انوار نے کہا:

''دورۂ حدیث کے درسی سلسلہ کی مناسبت سے اصحاب صحاح ستہ اور حالات طحاوی یکجا لکھنے کے بعد امام بخاری کے سال وفات ۲۵۷ھ سے شروع کر کے اب دوسرے اکابر محدثین کے حالات بہ ترتیب وفیات ذکر کیے جاتے ہیں۔''❷

ہم مصنف انوار کے دجل وتلبیس واکاذیب کا ایضاح کر چکے ہیں کہ امام بخاری کا سال وفات ۲۵۶ھ ہے ۲۵۷ھ نہیں، یہ فرقۂ دیوبندیہ کی خبط الحواسی ہے، ہم بھی مصنف انوار کے اکاذیب وتلبیسات کو آئندہ ظاہر کریں گے۔

۸۔ حافظ عبداللہ بن اسحاق ابومحمد جوہری معروف بحافظ بدعہ:

مصنف انوار نے عنوان مذکور کے تحت ڈھائی سطروں میں حافظ بدعہ کی بابت عبارت لکھی جس میں کوئی خاص جارحیت نہیں برتی، ان کے تعلق سے ہم ائمہ احناف ومذہب احناف پر بہت کچھ لکھ سکتے تھے مگر ہماری کتاب کی ضخامت بڑھتی جارہی ہے، اس لیے اختصار کے پیش نظر ہم تفصیل سے اعراض کرتے ہیں۔

۱۰ – ۱۷:

مصنف انوار نے دس تا سترہ مختلف حضرات کے مختصر تعارف لکھے اور خلاف عادت ان تراجم میں زیادہ اکاذیب نویسی وتلبیسات سے کام نہیں لیا اور جو اکاذیب لکھے بھی ان کی حقیقت کا اندازہ ہمارے صفحات گزشتہ سے بآسانی ہوسکتا ہے، ہم اس پر بنظر اختصار نظر نہیں ڈال رہے ہیں۔

۱۸۔ ابوعبداللہ محمد بن شجاع ثلجی بغدادی (مولود ۱۸۱ھ ومتوفی ۲۶۶ھ):

مصنف انوار نے کہا:

''محمد بن شجاع ثلجی مشہور ومحدث وفقیہ عراق متورع عابد زاہد قاری اور بحر العلوم تھے، فقہ وحدیث میں تخصص امام حسن بن زیاد سے کیا، ان کے دوسرے اساتذہ یہ ہیں، حسن بن ابی مالک واسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ وعبداللہ بن داود خریبی ومعلیٰ بن منصور وحبان صاحب ابی حنیفہ وابوعاصم النبیل وموسی بن سلیمان جوزجانی واسماعیل بن علیہ ووکیع وواقدی ویحییٰ بن آدم وعبداللہ بن موسی وغیرہم، فقہ وحدیث میں ان کے خصوصی تلامذہ یہ ہیں، قاضی قاسم بن غسان واحمد بن ابی عمران ویعقوب بن ابی شیبہ سدوسی وزکریا بن یحییٰ نیشاپوری وابوالحسن محمد بن ابراہیم بن جیش

❶ مقدمه انوار (٢/ ٧٤) ❷ مقدمه انوار (٢/ ٧٥)

بغوی مدون مسند حسن بن زیاد وغیرہم۔ ثلجی نسبت ہے ثلج بن عمرو کی طرف جس نے ابن الثلجی یا ابن الثلاج لکھا غلط ہے، اس طرح بلخی بھی غلط ہے، آپ نے تحصیل علم میں بڑی جانفشانی کی، بنا بریں تمام علوم خصوصاً فقہ وحدیث میں کامل ومکمل ہوئے اور بڑی شہرت پائی۔"❶

ہم کہتے ہیں کہ عام کتب رجال میں انھیں ابن الثلجی کہا گیا ہے، مصنف انوار نے جب اس کی تغلیط کی تو دلیل بھی دینی لازم تھی مگر فرقۂ کذابہ کو اکاذیب پرستی سے چھٹی نہیں وہ دوسرے کام کیسے کرے؟

ہم تذکرۂ طحاوی میں اس شخص کا کذاب وبدعت پرست ہونا ظاہر کر آئے ہیں، اسے امام قواریری واسماعیل قاضی وعبد الرحمان بن احمد بن حنبل نے کافر کہا، امام زکریا ساجی نے اسے کذاب کے ساتھ سنن نبویہ کا ابطال ورد کرنے والا کہا جو محض اپنی رائے پرستی کی حمایت میں کرتا تھا، ابن عدی نے کہا تشبیہ میں وضع روایات کر کے اصحاب الحدیث کی طرف منسوب کرتا تھا، ازدی نے کہا اس برگشتہ دین وبد مذہب کذاب سے روایت حلال نہیں۔ ابن عدی نے مزید کہا:

"وضع الأحاديث الكثيرة من هذا النحو يجب أن لا يشتغل به، لأنه ليس من أهل الرواية حمله التعصب على أن وضع أحاديث يثلب أهل الأثر بذلك"❷

''اس نے تشبیہ کا اثبات کرنے والی احادیث کثیرہ وضع کی اس سے اشتغال پسندیدہ نہیں کیونکہ یہ اہل الروایہ میں سے نہیں، اسے تعصب پرستی نے اہل الاثر (اہل حدیث) کی مذمت کے لیے وضع احادیث پر آمادہ کیا۔''

مصنف انوار نے جس حسن بن زیاد سے اسے تخصص فی الحدیث والفقہ کرنے والا بتلایا وہ بھی حد درجے کا وضاع کذاب جھوٹا وخبیث بدطینت فاسق وفاجر انتہا درجے کا فسق وفجور والا جامع الاکاذیب تھا جیسا کہ اس کے تذکرہ میں تفصیل گزری، اس جامع الاکاذیب سے سیکھ کر محمد بن شجاع بھی بہت بڑا جامع الاکاذیب ہوا، نیز مصنف انوار نے اس کے اساتذہ میں اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ وواقدی کے نام گنائے، یہ بھی بہت بڑے کذاب تھے، ان سے بھی محمد بن شجاع نے اکاذیب گھڑنے کی ٹریننگ حاصل کی، یہ شخص موجدین جہمیت سے بھی بڑھ کر جہمی تھا، امام احمد بن حنبل کی کتابوں کو کتب زندقہ کہتا تھا اور امام احمد نیز ان کے ہم مذہب اہل حدیثوں کو لائق ذبح ہونے کا فتوی دیتا اور ان پر اقامت سنت کے سبب نکیر وتجریح کرتا تھا، یہ اتنا بڑا بد بخت وبد باطن جہمی تھا کہ وصیت کر گیا کہ میرے ثلث مال میں سے حصہ معتقد خلق قرآن ہی کو دیا جائے غیر معتقد خلق قرآن کو ہرگز نہ دیا جائے، یہ زندگی بھر امام شافعی کو کو بر بر مغنی کا مصاحب کہتا رہا، خیریت ہوئی کہ بوقت موت اپنی اس بدتمیزی سے تائب ہوگیا۔❸ حافظ ابن کثیر نے اسے "أحد عباد الجهمية" کہا۔❹ اتنے بڑے کذاب، جامع الاکاذیب جہمی کو کیا محدث، فقیہ، متورع، عابد، زاہد، قاری بحر العلوم کہنا جائز ہے جو ایسے معبود کا عابد ہو جو صفات الوہیت سے معطل ہو؟

ثنائے اہل علم کے عنوان سے اپنے فرقۂ کذابہ کی تقلید میں مصنف انوار نے کہا کہ علامہ صیمری نے فقہ وحدیث وعبادت کے اعتبار سے عالی مرتبہ کہا، حالانکہ صیمری بھی محمد بن شجاع کے ہم مذہب جہمی مرجی تھے اور رائے پرست بھی۔

---

❶ مقدمه انوار (٢/ ٧٨)　　❷ الكامل (٦/ ٢٢٩٣)

❸ ميزان الاعتدال (٣/ ٥٧٧، ٥٧٨) تاريخ خطيب (٥/ ٣٥٠) وتهذيب التهذيب وغيره.　❹ البداية والنهاية (١١/ ٤٧)

مصنف انوار نے حافظ ذہبی کی کتاب سیر اعلام النبلاء کے حوالے سے اس کذاب فاسق وفاجر زندیق وبد مذہب کا فر کو احد الاعلام کہا اور اپنی عادت تلبیس کاری کے مطابق یہ نہیں بتلایا کہ سیر اعلام النبلاء کے مصنف حافظ ذہبی نے میزان میں اسے کذاب وکافر وفاسق وبد مذہب کہا ہے۔ مصنف انوار نے مزید کہا کہ ''محمد بن شجاع کی کتاب المناسک ساٹھ جزو سے زیادہ ہے۔'' ہم کہتے ہیں کہ اکاذیب وتلبیسات کا مجموعہ خواہ ساٹھ سو ہوا ابلیس ملعون کے وحی کردہ اکاذیب ہی رہیں گے، مصنف انوار نے بحوالۂ ابن ندیم اس کے فضائل مع تجریحات بر اہل حدیث نقل کیے، یہ کم بخت ابن ندیم رافضی کذاب تھا، کذابین کے اپنے کذاب کافر جہمی اور اس کے فاسق کذاب استاذ حسن بن زیاد کی سیرت پر ایک کتاب لکھی، مصنف انوار نے جامع الاکاذیب کے فضائل اس جامع اکاذیب کی وجہ سے بھی بیان کیے، کذابین بذریعہ اکاذیب کذابین کی طرف سے دفاع اور ان کے فضائل بیان کریں تو سمجھ لو وہ اپنے جہل مرکب وضلال میں اپنے مردود استاذ ابلیس کے بھی کان کاٹنے والے ہیں۔

مصنف انوار نے موفق کذاب کی مکذوبہ سند سے مروی روایت کی نقل اس طرح کی کہ اس کذاب محمد بن شجاع نے ستر ہزار سے زیادہ احادیث اپنی تصانیف میں جمع کیں، لیکن ہم کہتے ہیں ایسے کذابین اگر اپنی خانہ ساز سترہ لاکھ احادیث جمع کر دیں تو ان کی شیطنت واضح سے واضح تر ہوتی چلی جائے گی، اس مکذوبہ روایت پر کوثری کذاب کا تبصرہ خالص اکاذیب وتلبیسات ہے، مصنف انوار نے قرشی جیسے جامع الاکاذیب وبہت بڑے تلبیس کار کے حوالے سے کذاب محمد بن شجاع کو اپنے وقت کا یکتا فقیہِ عراق کہا۔ کیوں نہ ہو کذابین اپنے جیسے دجاجلہ کے فضائل نہ بیان کریں تو انھیں بھوک پیاس ونیند کیسے لگے؟ یہ اس اعتبار سے یکتائے فقیہ اہل عراق ضرور تھا کہ اس نے اکاذیب کو فقہ کے نام سے موسوم کر دیا، مصنف انور نے عینی حنفی کی کتاب بنایہ شرح ہدایہ کے حوالے سے بھی اس کذاب کی منقبت بیان کی، عینی بھی تو اس قماش کے آدمی تھے اور بذریعہ اکاذیب کذاب فقہائے حنفیہ کے مکذوبہ فضائل بیان کرنے میں مرجیہ رائے پرست کوفیہ کے کذاب اماموں کے ضال ومضل فاسق وفاجر کذاب وغیر ثقہ ہونے کی بات امام ابن عدی ائمہ سابقین سے نقل کردہ روایات کی روشنی میں کچھ کہتے تھے، اور صرف ابن عدی نہیں تمام ائمہ جرح وتعدیل بھی ایسا کیے ہوئے ہیں، یہ کذابین کذابین کی طرف سے دفاع نہیں اپنی جہالات مرکبہ کا مظاہرہ کیے ہوئے ہیں، جو لوگ سچوں کی تکذیب کریں ان سے بڑا کذاب کون ہے؟ مصنف انوار نے اس کذاب جہمی پر جرح کے سبب امام احمد بن حنبل وخطیب پر بدتمیزیاں کر کے اپنی اور اپنے فرقہ کی حیثیت عرفی اجاگر کی ہے۔

ابن عدی اور محمد بن شجاع:

اپنی مکذوبہ مندرجہ بالا باتیں لکھ کر مصنف انوار نے مذکورہ بالا عنوان قائم کر کے کوثری کے حوالے سے کہا:

''ابن عدی کو امام اعظم واصحاب امام اعظم سے بڑی سخت کدورت ونفرت تھی، اپنی کتاب کامل میں کسی ایک کے متعلق بھی کوئی کلمۂ خیر نہیں لکھا اور جرح ونقد وتشنیع وبہتان طرازی میں کمی نہیں کی...''[1] إلى آخر ما هذى وكذب وافترى هذا الكاذب الخاسر في الدنيا والآخرة.

بات یہ ہے کہ چوروں ڈاکوؤں بہتان طرازوں کو سچے سرکاری حکام سے بڑی کدورت ہوتی ہے، اسی بنا پر ملعون لؤلؤی

---

[1] مقدمه انوار (۲/ ۷٦)

نے حضرت خلیفہ راشد کو قتل کیا، کذابین کوفہ نے خروج وبغاوت کھڑی کر کے خلیفہ راشد عثمان غنی کو قتل کیا، انھیں خبیثوں نے خلیفہ راشد علی مرتضی کو قتل کیا، انھیں بد باطن عراقیوں نے خلیفہ راشد حضرت حسن بن علی مرتضی کے پیٹ میں خنجر گھونپے اور ان کے سامان چرا لیے یا لوٹ لیے، انھیں کذابین نے خاندان رسالت کو میدان کربلا میں بھوکا پیاسا رکھ کر قتل کیا، کذابین کوفہ صرف کذابین وتلبیس کار مکار وعیار ہی نہیں ہوتے تھے بلکہ بڑے بڑے فتنے اہل اسلام کے درمیان اٹھانے میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔

۱۹ تا ۲۱۔ حافظ محمد بن حماد طہرانی (متوفی ۲۷۱ھ) و حافظ عباس دوری و حافظ ابو حاتم محمد بن ادریس الحنظلی رازی (مولود ۱۹۵ھ ومتوفی ۲۲۷ھ):

مصنف انوار نے مذکورہ بالا حضرات میں اول الذکر کا مختصر ترجمہ لکھا جس میں کوئی خاص بدعنوانی نہیں کی مگر حافظ ابو حاتم رازی کے ذکر میں بدعنوانیاں کیں اور بعض کی بابت خود اعتراف کیا کہ ان کا دفاع ہو گیا، حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں کہا کہ امام بخاری کا ثقہ ہونا متحقق ہے خواہ کچھ زور آزمائی کی جائے، ابو حاتم رازی نے بھی علوم ابی حنیفہ کا مجموعۂ اکاذیب ہونا متعدد تراجم میں نقل کیا ہے اور بتلایا ہے کہ امام محمد بن حسن سے معروف ہے کہ امام ابو حنیفہ علوم دین میں جاہل مطلق و نا آشنائے محض تھے، ان کے صاحب زادے کی کتاب "آداب الشافعي ومناقبه" نیز جرح وتعدیل سے بھی یہ بات ظاہر ہے، ہم بنظر اختصار اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

۲۲، ۲۳۔ حافظ فقیہ ابو العباس احمد بن محمد بن موسی برتی (متوفی ۲۸۰ھ)، حافظ ابن ابی الدنیا (متوفی ۲۸۱ھ):

مذکورہ بالا دونوں حضرات کا بہت مختصر ترجمہ مصنف انوار نے لکھا، ہم ان کے تعلق سے بہت کچھ کہہ سکتے تھے مگر مصنف انوار نے ان کے تراجم میں کوئی خاص کوثریت نہیں ظاہر کی، اس لیے ہم بھی اغماض سے کام لیتے ہیں۔

۲۴۔ شیخ الشام حافظ ابو زرعہ دمشقی عبد الرحمان بن عمرو بن عبد اللہ نصری (متوفی ۲۸۱ھ):

مصنف انوار نے مذکور بالا امام شام ابو زرعہ کا ترجمہ صرف ڈیڑھ سطر میں کیا، انھوں نے یہ نقل کیا کہ امام سفیان ثوری ابو حنیفہ سے بات بھی کرنے کے روادار نہیں تھے۔[1] نیز یہ کہ ابو حنیفہ کو ارتکاب کفر کے سبب دو بار توبہ کرائی گئی اور انھیں اول درجہ کا معتقد خلق قرآن بتلایا گیا، اور اہل اسلام میں خانہ جنگی کی حوصلہ افزائی وگیر ثقہ وکفر سے توبہ کرائے جانے والا قیاس پرستی کو مسجد میں پیشاب کرنے سے مذموم تر باطل پرست دین اسلام میں خلل اندازی کرنے والا اسلام کے لیے بے حد مضرت رساں بتلایا گیا۔[2] نیز مخالف اجماع کہا گیا۔[3] یہ بات بہت واضح ہے کہ ابو حنیفہ حماد کی طرح غالی مرجی تھے كما تقدم، بلکہ جہمی بھی تھے۔ كما تقدم.

تنبیہ:

کتاب مذکور میں بسند صحیح منقول ہے کہ حماد استاذ ابی حنیفہ نے مغیرہ بن ابی عقیل یشکری کوفی کو سونے کے تاروں سے دانتوں کو منڈھنے والا دیکھا، جس کا ذکر حماد نے اپنے استاذ ابراہیم نخعی سے کیا تو ابراہیم نخعی نے اسے "لا بأس به" کہا[4] محشی نے

---

[1] تاريخ دمشق (١/ ٤٦٥ و ١/ ٥٠٥)　[2] تاريخ دمشق (١/ ٥٠٥ تا ٥٠٨)

[3] تاريخ دمشق (١/ ٦٤٦)　[4] تاريخ دمشق (١/ ٦٢٤، ٦٢٥)

ابراہیم سے لاعلمی ظاہر کی، حالانکہ یہ بہت ظاہر بات ہے کہ اس سے مراد ابراہیم نخعی ہیں اور ان سے مغیرہ والی بات کا ذکر کنندہ حماد ہیں مگر عجیب معاملہ ہے کہ محشی نے دونوں سے اپنی عدم معرفت ظاہر کی۔ إنا لله وإنا إليه راجعون.

۴۵ تا ۴۶ بشمول دولابی وابن ابی عوام:

مذکورہ بالا امور کے بعد مصنف انوار نے ۴۵ تا ۴۶ بعض حضرات کا مختصرا ذکر کیا اور کوئی خاص قابل تعلیق بات نہیں کہی، البتہ دولابی وابن ابی عوام کا غیر ثقہ وکذاب ہونا ہم ظاہر کر آئے ہیں۔

۴۷۔ ابو محمد عبد اللہ بن محمد حارثی بخاری حنفی (مولود ۲۵۸ھ ومتوفی ۳۴۰ھ)

مذکورہ بالا شخص کا کذاب ہونا ہم واضح کر آئے ہیں، مصنف انوار نے اسے امام محدث جلیل القدر فقیہ بحوالۂ شاہ ولی اللہ اصحاب وجوہ یعنی مجتہد فی المذہب مصنف مسند ابی حنیفہ اور نظرِ ابن مندہ میں ممدوح قرار دیا۔[1]

لیکن ہم کو نظر ابن مندہ میں اس کذاب کا ممدوح ہونا کہیں نظر نہیں آیا، فرقۂ دیوبندیہ اسے معتبر سند سے ثابت کرے۔

اس کذاب کی بابت مصنف انوار نے کہا:

''کچھ لوگوں نے ان پر تعصب سے کلام کیا، اور بڑا اعتراض یہ ہے کہ انھوں نے نجیرمی واباء بن جعفر سے مسند ابی حنیفہ میں روایات لیں اور یہ امر نظر انداز کر دیا کہ جن احادیث میں ان سے روایت لی ہے وہ منفرد نہیں بلکہ دوسرے بھی شریک ہیں، اسی طرح امام ترمذی نے بھی کیا لیکن تعصب کا برا ہو کہ وہ اندھا بہرہ بنا دیتا ہے۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار نے جس تقدمۂ نصب الرایہ کے حوالے سے یہ باتیں کہیں وہ ان کے کذاب لباس استاذ کوثری کا مجموعۂ اکاذیب ہے، کذاب حارثی پر سب سے بڑا کلام اس کا کذاب ہونا ہے، کتب رجال وضعفاء میں اس کا ترجمہ دیکھیں، اس کی بعض مکذوبہ مرویات کی متابع بھی اکاذیب ہی ہیں، اس سے اس کا وصفِ کذاب سے متصف ہونا ہرگز دور نہیں ہوسکتا۔

مصنف انوار نے کہا کہ ابن الجوزی نے بحوالۂ ابوسعید اسے وضاع کہا، اس پر قرشی (عبد القادر) نے لکھا کہ حارثی، ابن جوزی ورواس سے بہت زیادہ بلند مرتبت وعالی منزلت ہے۔''[3]

ہم کہتے ہیں کہ قرشی مذکور کے بالمقابل ابن جوزی ورواس کہیں زیادہ بلند مرتبت ثقہ ومقدم ہیں، لہٰذا اس کے اصول سے اس کی تکذیب ہوگئی، اور اس کذاب کے معاصر امام احمد بن علی بن عمرو سلیمانی (مولود ۳۱۱ھ ومتوفی ۴۰۴ھ) نے بھی تو اسے وضاع وکذاب ہی کہا ہے جو زماناً وقدراً ابن جوزی ورواس سے کہیں مقدم ہیں اور اس کذاب کے ہم وطن بھی، ان سے زیادہ اس کذاب کے حالات کون جانے گا؟ حافظ خطیب نے اسے صاحب عجائب وغرائب ومنا کیر غیر حجت و نا قابل اعتبار کہا۔[4] یہ تجریح خطیب بھی تو معنوی طور پر حارثی کو کذاب قرار دینے کے مترادف ہے۔ امام خلیلی نے اسے علی الاطلاق "ضعفوه وكان يدلس" کہا (ارشاد خلیلی ترجمۂ کذاب مذکور) امام حاکم صاحب مستدرک نے بھی اسے صاحب عجائب وافراد عن الثقات کہا جو کذاب کا مترادف لفظ ہے۔

---

[1] مقدمه انوار (۲/ ۸۷، ۸۸)
[2] مقدمه انوار (۲/ ۸۸ بحواله تقدمة نصب الراية)
[3] مقدمه انوار (۲/ ۸۸) بحوالۂ جواهر المضية (۱/ ۲۹۰)
[4] خطيب (۱۰/ ۱۲٦، ۱۲۷)

مصنف انوار اور اس کا فرقۂ کذابہ اس کذاب کی طرف سے استعمال اکاذیب کثیرہ کے ذریعہ لاکھ مدافعت کریں، اس کے کذاب ہونے کا وصف ہرگز نہیں دور کر سکتے۔

۴۸، ۴۹۔ امام ابوعمرو احمد بن محمد بن عبدالرحمان طبری (متوفی ۹۳۰ھ) وشیخ ابواسحاق ابراہیم بن حسن عزری نیساپوری (متوفی ۳۴۷ھ)

مذکورہ بالا دونوں حضرات کے مختصر سے ترجمہ میں خلاف عادت ایسی کوئی بدعنوانی نہیں کی جس پر بحث ونظر کی خاص ضرورت ہو۔

۵۰۔ شیخ ابوالحسن علی بن احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی حنفی (متوفی ۳۵۱ھ)

مذکورہ بالا حضرت طحاوی کے صاحب زادے اور ان سے روایت کنندہ وبعض کتابوں کے مصنف ہیں، لاکھ زور لگانے کے باوجود ان کا ثقہ ہونا فرقہ رائے پرست حنفیہ ثابت نہیں کر سکا، ان کا بھی اپنے باپ کی طرح جامع الاکاذیب ہونا متحقق ہے خواہ بذات خود وہ بہت صدوق ہی ہوں۔

۵۱۔ شیخ ابوالحسن احمد بن محمد بن عبداللہ نیساپوری حنفی قاضی الحرمین (متوفی ۳۵۱ھ)

مصنف انوار نے مذکورہ بالا اپنے ہم مذہب کا تذکرہ قدرے تفصیل سے کیا اور یہ قصہ نقل کیا کہ ایک مسئلہ توریث میں ان کے مناظرہ سے خوش ہوکر وقت کے وزیر وخلیفہ نے انھیں حرمین کا قاضی بنایا۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ ان کا ثقہ ہونا ثابت نہیں، حکایت مذکورہ قاضی ابوالحسین نامی مجہول شخص سے مروی ہے جس کا بہت بڑا کذاب ہونا بھی مستبعد نہیں۔

۵۲۔ حافظ عبدالباقی بن قانع بن مرزوق بن واثق حنفی (متوفی ۳۵۱ھ)

مصنف انوار نے انھیں فقہاء ومحدثین حنفیہ ومشاہیر حفاظ حدیث میں سے کہا، نیز یہ کہ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں انھیں "الحافظ العالم المصنف صاحب معجم الصحابة واسع الرحلة كثير الحديث" لکھا، دارقطنی نے لکھا گو ان سے کبھی کوئی بھول چوک ہوئی پھر بھی حافظہ اچھا تھا، وفات سے صرف دو سال قبل حافظہ پر اثر ہوگیا جسے بعض لوگوں نے مطلقا خرابیٔ حافظہ بنا دیا، تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجر نے کہا کہ خطیب نے کہا کہ میں نہیں سمجھتا ان کی تضعیف برقانی نے کیوں کی حالانکہ ہمارے اکثر شیوخ ان کی توثیق کرتے تھے، صرف آخر میں حافظہ متغیر ہوگیا، معجم صحابہ کے علاوہ وفیات پر بھی مشہور تصنیف ہے جس کے حوالے کتب رجال میں بکثرت آتے ہیں، آپ جصاص رازی صاحب احکام القرآن کے استاذ حدیث بھی ہیں، ان سے جصاص خصوصی تعلق رکھتے اور اپنی کتاب میں ان سے بکثرت روایت بھی کرتے ہیں۔[2]

ہم کہتے ہیں کہ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں انھیں ثقہ کہا نہ صدوق، برقانی سے صرف نقل کیا کہ بغدادی لوگ اگر چہ

---

[1] مقدمہ انوار (۲/ ۸۹) بحوالۂ جواهر المضية (ص: ۱۰۷) وحدائق.

[2] مقدمہ انوار (۱/ ۸۹، بحوالۂ بستان المحدثین، جواہر، ابن ماجہ وعلم حدیث)

ان کی توثیق کرتے ہیں مگر میں انھیں اپنی تحقیق کے مطابق ضعیف کہتا ہوں نیز موصوف بقول دارقطنی روایت میں خطائیں کرتے اور ان کے صحیح ہونے پر اصرار کرتے۔ تذکرۃ الحفاظ (۸۸۳/۳) میں تو ان پر بھاری تجریح ہے، حافظ ذہبی نے اپنی دوسری کتاب میزان الاعتدال (۵۳۲/۳، ۵۳۳) میں ان پر تجریحات وتوثیقات واختلاط کا ذکر کسی فیصلے کے بغیر کیا اور اپنی تیسری کتاب دیوان الضعفاء والمتر وکین (ترجمہ نمبر: ۲۳۶۸ وص: ۱۸۲) میں قول دارقطنی "یخطیء کثیرا"نقل کرکے سکوت اختیار کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ ذہبی موصوف دارقطنی کی اس تجریح قادح کے موافق ہیں، اپنی چوتھی کتاب العبر (۲۹۲/۲) میں بھی حافظ ذہبی نے معنوی طور پر دارقطنی سے یہی بات نقل کی۔

حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں "الصدوق إن شاء اللّٰه" کہا اور ان شاء اللہ کی قید کے ساتھ صدوق کہنا ثقہ ہونے کو مستلزم نہیں، خصوصاً انھوں نے دارقطنی والاقول "کان یحفظ ولکنه یخطیء ویصر" اور برقانی والاقول "البغدادیون یوثقونه وهو عندي ضعیف" اور ابوالحسن بن الفرات والاقول "کان قد حدث به اختلاط قبل موته بنحو من سنتین فترکنا السماع منه وسمع قوم منه في اختلاطه" کہہ کر سکوت اختیار کیا ہے۔[1]

امام ابن الجوزی نے "کان من أهل العلم والفهم والثقة غیر أنه تغیر في آخر عمره، وقال الدار قطني: کان یخطیء ویصر علی الخطأ" کہا۔[2]

مصنف انوار کا یہ کہنا کہ تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجر نے کہا کہ خطیب نے کہا " میں نہیں سمجھتا کہ ابن قانع کی تضعیف برقانی نے کیوں کی حالانکہ وہ اہل علم ودرایت میں سے تھے، اور ہمارے اکثر شیوخ ان کی توثیق کرتے تھے، البتہ صرف آخری عمر میں حافظہ متغیر ہوگیا تھا۔" قطعاً جھوٹ ومکذوب ہے، تہذیب التہذیب میں ان کا ترجمہ ہے ہی نہیں، یہ بات حافظ ابن حجر نے لسان المیز ان ترجمہ عبدالباقی بن قانع میں کہی ہے۔

خطیب نے ان کی بابت قول برقانی اس طرح نقل کیا ہے: "وسئل وأنا أسمع منه فقال: أما البغدادیون فیوثقونه وهو عندنا ضعیف" ان کی احادیث میں نکارت ہے اور میری موجودگی میں برقانی سے پوچھا تو انھوں نے کہا بغدادی لوگ ان کی توثیق کرتے ہیں حالانکہ وہ ہمارے نزدیک ضعیف ہیں۔[3] لیکن برقانی والی جرح کا یہ لفظ "في حدیثه نکارة" جرح قادح ہے اور ان پر دارقطنی والی جرح بھی قادح ہی ہے، یہ بغداد ہی کے تھے، ابوبکر بن عبدان نے کہا "لا یدخل فی الصحیح."[4] توثیق بغدادیین کی تطبیق یہ کہہ کر دی جاسکتی ہے کہ ثقہ کے معنی صدوق ہیں اور کثیر الخطا صدوق وثقہ راوی بھی مجروح ہی ہوتا ہے، اختلاط لاحق ہونے پر تو وہ بالکل ہی ساقط الاعتبار ہوجاتا ہے، ایسے راوی کی جس روایت میں وقوع خطا پر ثبوت نہ ہو اسے زیادہ سے زیادہ حسن کہہ سکتے ہیں جو اختلاط سے پہلے مروی ہو مگر ان کی تمیز کیسے ہو کہ فلاں روایات اختلاط سے پہلے اور فلاں بعد کی ہیں، اس لیے خطیب کے بالمقابل برقانی ہی کا موقف صحیح ہے، البتہ ان کی جن روایات کا قبل اختلاط مروی ہونا اور عدم وقوع خطا کا ثبوت ہو انھیں زیادہ سے زیادہ حسن کہہ سکتے ہیں جب کہ وہ ان سے زیادہ ثقات کے خلاف نہ

---

[1] سیر أعلام النبلاء (۱۵/ ۵۲۶، ۵۲۷)
[2] المنتظم (۷/ ۱۱٤)
[3] خطیب (۱۱/ ۹۹)
[4] خطیب (۱۱/ ۸۹)

ہوں ورنہ وہ منکر وغیر معتبر یقیناً ہیں، ہمارے خیال سے حافظ ابن کثیر کے قول "کان ثقة أمینا حافظا، قال الدار قطني: کان یخطئ ویصر علی الخطأ." [1] کا حاصل مطلب بھی یہی ہے کہ موصوف حسن درجہ کے ثقہ ہیں بشرطیکہ اپنے سے اوثق کے خلاف روایت نہ کریں اور یہ معلوم ہو کہ قبل اختلاط روایت کی ہے کیونکہ ان کے "منکر الحدیث ویخطئ ویصر علی الخطأ" کے وصف سے توثیق کرنے والوں کی نفی کا ثبوت نہیں۔ علاوہ بریں حافظ ابن فتحون نے کہا:

"لم أرا أحدا ممن ینسب إلی الحفظ أکثر أوهاما منه، ولا أظلم أسانید، ولا أنکر متونا، وعلی ذلك فقد روی عنه الأجلة، ووصفوه بالحفظ منهم الدار قطني فمن دونه، قال: وکنت سألت الفقیه أبا یعلی الصدفي في قراء ة معجمة علیه فقال لي: فیه أوهام کثیرة، فإن تفرغت إلی التنبیه علیها فافعل، فخرجت ذلك وسمیته الإعلام والتعریف مما لابن قانع في معجمه من الأوهام والتصحیف." [2]

''حفظ کی طرف منسوب ہونے والوں میں عبدالباقی بن قانع سے زیادہ اوہام ومظلم اسانید ومنکر متون والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا، بایں ہمہ ان سے جلیل القدر محدثین نے روایت کی اور انھیں حافظ ہونے کے وصف سے متصف کیا، انھیں جلیل القدر محدثین میں سے دارقطنی بھی ہیں اور ان سے کم تر لوگ بھی، اور فقیہ ابو یعلی صدفی سے میں نے معجم الصحابہ لابن قانع پڑھنے کے دوران ابن قانع کے متعلق پوچھا تو انھوں نے ابن قانع کو "أوهام کثیره" والا بتلایا اور مجھ سے فرمایا کہ اگر تم ان کے اوہام کثیرہ کی تنبیہ کے لیے موقع پاؤ تو ضرور یہ کام کرو، چنانچہ میں نے اس کی تخریج کی جس کا نام "الإعلام والتعریف مما لابن قانع في معجمه من الأوهام والتصحیف" رکھا۔''

اس تفصیل سے صاف ظاہر ہے کہ اختلاط سے پہلے ان کی لکھی ہوئی کتاب میں اوہام کثیرہ وتصحیفات کبیرہ ومناکیر کثیرہ واسانید مظلمہ واقع ہیں، لہٰذا ہمارا اختیار کردہ موقف ہی صحیح ہے۔ حافظ ابن حزم نے کہا: "اختلط ابن قانع قبل موته بسنة، وهو منکر الحدیث، ترکه أصحاب الحدیث جملة" حافظ ابن حجر نے کہا کہ علی الاطلاق ان کے متروک ہونے والی بات مجھے معلوم نہیں البتہ اختلاط کے بعد انھیں عام لوگوں نے متروک قرار دیا۔ [3]

ہم کہتے ہیں کہ حافظ ابن حزم کی بات کا مطلب بھی یہی ہے کہ بعد اختلاط لوگوں نے انھیں متروک قرار دیا، حافظ ابن حزم نے مزید کہا کہ ''ان کی اور محمد بن سفیان مالکی کی روایات میں کذب خالص وبلائے بین ووضع واضح ظاہر ہے، خواہ بوجہ اختلاط ہو یا بوجہ کذاب وغافل شیوخ کی مرویات کے سبب ہو۔ [4] حافظ ابن حزم کی اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ اختلاط کے بعد یہ ساری علل قادحہ ان کی مرویات میں موجود ہیں اور ہر حواس باختہ دیوانہ سے اسی کی توقع بھی رہتی ہے، اختلاط سے پہلے والی مرویات ابن قانع کا اوہام کثیرہ وتصحیفات کثیرہ ومناکیر کثیرہ واسانید مظلمہ سے معمور ہونا مصرح ومعلوم ہے، جیسا کہ ہماری پیش کردہ تفصیل

---

[1] البدایة والنهایة واقعات (۳۵۱: ۱۱ / ۲۷۶)
[2] لسان المیزان (۳/ ۳۸٤)
[3] لسان المیزان (۳/ ۳۸٤)
[4] لسان المیزان (۳/ ۳۸٤)

مذکورہ بالا سے واضح ہے۔ اسی سے مصنف انوار اور ان کے اساتذۂ کذابین کا کذاب وتلبیس کار ہونا بھی واضح ہے کہ لسان المیز ان کی عبارت میں ایسی کاٹ چھانٹ کی جو معنوی تحریف ہے۔

۵۳ تا ۵۶۔ حافظ ابن السکن وابن حبان وطبرانی ورامہرمزی:

ان نمبرات وعناوین کے تحت مصنف انوار نے مختصر تحریر لکھی اور یہاں بظاہر کوئی قابل گرفت بات نہیں کی مگر مصنف انوار کے اس فرقۂ کذابہ نے دوسرے مقامات پر خصوصاً حافظ ابن حبان کے خلاف بڑی شر انگیزی کی ہے، ان پر بحث ونظر ہم کرتے آرہے ہیں اور کرتے رہیں گے، یہاں مصنف انوار کے طرز تحریر کے مطابق کچھ بحث وتمحیص سے ہم گریز کر رہے ہیں، ہمیں حافظ ابن حبان کے خلاف خصوصی جہمی مرجی رائے پرستی والی حنفی شر انگیزی پر وعدہ کے مطابق تفصیلی تحقیق پیش کرنی چاہیے تھی لیکن اختصار کے پیش نظر جستہ جستہ کلام ہی پر ہم اکتفا کر رہے ہیں، وہ جستہ جستہ کلام بھی ردکوثریت دیوبندیت کے لیے کافی ہے۔

۵۷۔ شیخ ابوعبداللہ محمد بن جعفر طرخان استر آبادی حنفی (متوفی ۳۶۰ھ)

مصنف انوار نے مذکورہ بالا عنوان کے تحت بحوالۂ ابو سعد ادریسی لکھا: ایک جماعت محدثین نے ان سے روایت کی، فقہائے اہل الرای میں سے ثقہ فی الروایۃ تھے، یہ قرآن کو غیر مخلوق کہتے تھے، ان کے والد بھی کبار فقہائے اصحاب ابی حنیفہ میں سے ثقہ وصاحب تصانیف تھے۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ محمد بن جعفر بن طرخان کی بابت تاریخ جرجان للسھمی (ترجمہ: ۱۱۶۵، ص: ۶۳۴) میں صراحت ہے کہ "صحيح الديانة شديد المذهب يحكي أنه كان يقول القرآن كلام الله غير مخلوق والإيمان قول وعمل يزيد وينقص"، یعنی موصوف صحیح الدیانہ شدید المذہب معتقد عدم خلق قرآن، ایمان میں اعمال داخل ہونے اور ایمان کے گھٹنے بڑھنے کے معتقد تھے، جس جواہر المضیہ کے حوالے سے مصنف انوار نے ان کا ترجمہ لکھا ہے اس کے محشی نے صراحت کردی ہے کہ موصوف ایمان میں اعمال کے داخل ہونے اور ایمان کے گھٹنے بڑھنے کے معتقد تھے۔[2] ظاہر ہے کہ اسلاف صحیح الدیانۃ شدید المذہب اور معتقد عقیدۂ مذکور اہل حدیث کے لیے خاص قرار دیتے تھے اور اہل الرای مرجیہ کو اہل بدعت کہتے تھے، لہٰذا انھیں اور ان کے باپ کو مصنف انوار کا حنفی یعنی مرجی بدعت پرست کہنا صریح بدعنوانی ہے۔

۵۸، ۵۹، ۶۰۔ حافظ ابوجعفر محمد بن عبداللہ بلخی ومحدث ابوعمرو واسماعیل بن نجید:

مذکورہ بالا تینوں تراجم میں مصنف انوار نے اختصار سے کام لیا اور کوئی بدعنوانی نہیں کی۔

۶۱۔ الحافظ الامام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص بغدادی حنفی (متوفی ۳۷۰ھ):

مصنف انوار نے ترجمۂ مذکورہ بالا میں قدرے تفصیل سے کام لیا ہے اور ان کے حنفی ہونے کے سبب ان کے خوب فضائل بحوالہ کتب متعددہ بشمول خطیب بیان کیے۔[3] مگر ہم کہتے ہیں کہ بہر حال موصوف حنفی ہونے کے ساتھ معتزلی بھی تھے جیسا

[1] مقدمہ انوار بحوالۂ جواهر المضية (۲/ ۹۱)

[2] حاشیہ الجواهر المضية على ترجمة محمد بن جعفر بن طرخان (۳/ ۱۰۹، ۱۱۰) [3] مقدمہ انوار (۲/ ۹۱، ۹۲)

کہ ان کی تصانیف سے ظاہر ہے اور عام معتزلی وجہمی ومرجی ہوتے ہی ہیں، حافظ ذہبی نے بھی سیر اعلام النبلاء (۱۶/ ۳۴۰، ۳۴۱) میں یہ بات کہی ہے۔

۶۲ تا ۶۶۔ مختلف افراد کے تراجم:

مصنف انوار نے ۶۲ تا ۶۶ نمبرات کے تحت مختلف حنفی وغیر حنفی حضرات کا تعارف مختصرا کرا دیا، کوئی خاص قابل تعلیق بات یہاں نہیں کہی، جہاں کہی ہے وہاں اس کی حقیقت ہم نے واضح کر دی ہے، یہاں اسی پر اکتفا کرتے ہیں کیونکہ اختصار ہی ہمارے پیش نظر ہے۔

۶۷۔ حافظ ابوالحسن محمد بن مظفر بن موسی بغدادی حنفی (متوفی ۳۷۹ھ):

مذکورہ بالاعنوان کے تحت مصنف انوار نے محمد بن مظفر کو حنفی بھی کہا اور مسند ابی حنیفہ کا مصنف اور ثقہ بھی۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ ان کا جامع مسند ابی حنیفہ وثقہ ہونا تو مسلم ہے مگر حنفی ہونا ثابت نہیں، البتہ سیر اعلام النبلاء (۱۶/ ۴۲۰) میں ان کا رافضی ہونا بسند معتبر منقول ہے، رافضی المذہب عام طور پر غیر ثقہ ہوتے ہیں مگر ان کا ثقہ ہونا متحقق ہے، ان کے مصنف مسند ابی حنیفہ ہونے پر خاصی تحقیق گزر چکی ہے اور باقی آئندہ بھی آئے گی۔

۶۸۔ حافظ ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد العدل حنفی (متوفی ۳۸۰ھ):

مصنف انوار نے انھیں مسند ابی حنیفہ کا مصنف اور عدول وثقات واثبات میں کہا اور حنفی بھی۔[2]

یہ مصنف انوار کی کذب بیانی وتلبیس کاری ہے، یہ شخص بتصریح امام حسن بن محمد خلال "كان معتزليا داعية يجب أن لا يروى عنه" یعنی یہ معتزلی مذہب کا بہت بڑا داعی ومبلغ تھا، اس سے ترک روایت واجب ہے۔[3] یعنی کہ یہ شخص معتزلی اور متروک الحدیث ہے۔ اسے امام ابن الفوارس نے بھی "سيء الحال في الحديث كان يذهب إلى الاعتزال ويدعو إليه" کہا۔[4] امام ابن ابی الفوارس معنوی طور پر اسے وہی کہے ہوئے ہیں جو امام خلال نے کہا۔ امام ازہری نے اسے "ضعيف في روايته وفي مذهبه"[5] کہا۔ اس شخص کی کسی نے بھی توثیق نہیں کی، فرقۂ کذابہ کوثریہ البتہ اپنا ہم مذہب جہمی معتزلی ہونے کے سبب اسے خانہ ساز اکاذیب کے ذریعہ ثقہ کہتا ہوگا ورنہ یہ متروک ومبلغ بدعات ہے۔ مصنف انوار کوئی بات سچ بولنے سے پرہیز کا تہیہ کیے ہوئے ہیں، ایسے متروک وساقط الاعتبار مبلغ بدعات کے فضائل واوصاف ثقاہت بیان کرنا انتہائی درجہ کی اکاذیب پرستی وبے راہ روی وتلبیس کاری ہے۔

۶۹ تا ۸۳۔ متعدد حضرات:

مصنف انوار نے یہاں (۶۹ تا ۸۳) نمبرات کے تحت مختصر گفتگو کی اگرچہ بعض کے تعلق سے دوسرے مقامات پر ہذیان سرائی کی ہے، انھیں مقامات پر ہم نے ایضاح امر کر دیا ہے، اختصار کے پیش نظر ہم اسی پر اکتفا کر رہے ہیں۔

[1] مقدمه انوار (۲/ ۹۳) [2] مقدمه انوار (.../ ۹۳) [3] خطيب (۹/ ۳۵۱) ولسان الميزان (۳/ ۳۱۲)
[4] خطيب (۹/ ۳۵۱) [5] خطيب (۹/ ۳۵۱)

۸۴۔ حافظ ابونعیم اصبہانی:

مذکورہ بالاعنوان کے تحت مصنف انوار نے حافظ ابونعیم اصبہانی کے بعض اساتذہ وتلامذہ وتصانیف کا ذکر کرکے اپنی حیثیت عرفی پر اترا کر کہا:

''یہاں یہ امر بھی لائق ذکر ہے کہ ابونعیم اصبہانی نے باوجود اپنی جلالت قدر وخدمات عظیم المرتبت کے تعصب کی شان رکھتے تھے، اسی وجہ سے علماء نے انھیں دارقطنی وبیہقی وخطیب کے ساتھ رکھا ہے، علامہ ابن جوزی نے المنتظم میں لکھا کہ محدث اسماعیل بن ابی الفضل اصبہانی فرماتے تھے کہ تین حفاظ حدیث شدت تعصب وقلت انصاف کی وجہ سے ناپسند ہیں، اسماعیل نے سچ کہا وہ واقعی اہل معرفت میں سے تھے۔'' [1]

ہم کہتے ہیں کہ مسلک اہل سنت وجماعت یعنی مذہب اہلحدیث کی پیروی میں شدت وصلابت اور اس کی حمایت میں زیادہ سے زیادہ توجہ کو اگر کوئی لائقِ مذمت شدتِ تعصب وقلتِ انصاف کہتا ہے تو وہ خود غلط کار ہے دین حنیف میں مداہنت کا نام رواداری رکھ لینا محمود نہیں بلکہ مبغوض فعل ہے۔

مصنف انوار نے آگے بڑھتے ہوئے کہا:

''حافظ ابن عبدالہادی نے تنقیح التحقیق میں کہا کہ ہمارے مشائخ کا بیان ہے کہ جب دارقطنی بغداد آئے اور لوگوں نے جہراً بسم اللہ کے بارے میں تصنیف کی درخواست کی تو آپ نے ایک جزو لکھا، پھر بعض مالکیہ نے حلف دیا تو اعتراف کیا کہ جہراً بسم اللہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں، البتہ صحابہ سے دونوں طرح کے اقوال ثابت ہیں۔'' [2]

ہم کہتے ہیں کہ تذکرۂ حافظ ابونعیم اصبہانی میں مصنف انوار کا تقلید کوثریہ میں امام دارقطنی پر نیش زنی کرنا اور تذکرۂ دارقطنی میں اس سے اجتناب کرنا بذات خود کوثریہ کی بہت بڑی تلبیس کاری وغلط روی وکذب آفرینی ہے، ہماری تنقیح التحقیق لابن عبدالھادی تک رسائی نہیں لیکن ان کے جن مشائخ کا قول مذکور مصنف انوار نے اس کے حوالے سے نقل کیا ہے ان کا حال معلوم نہیں، اور یہ قصہ امر واقع کے بالکل خلاف بھی ہے۔ ہم نے اپنی کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقۂ نماز'' میں بدلائل واضحہ صحیحہ نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن زبیر خلیفۂ راشد کی نماز، نماز صدیقی کے مطابق ہوتی تھی اور نماز صدیقی نماز نبوی کے مطابق ہوتی تھی اور امام ابن ابی شیبہ نے کہا:

"حدثنا وكيع عن شعبة عن الأزرق بن قيس قال سمعت ابن الزبير قرأ بسم الله الرحمن الرحيم ثم قرأ الحمد لله رب العالمين، وسهل بن يوسف و معاذ بن معاذ عن بكر أن ابن الزبير يجهر بسم الله الرحمان الرحيم ويقول ما يمنعهم إلا الكبر."

''عبداللہ بن زبیر جہری قراءت والی نماز میں بسم اللہ بالجہر پڑھتے تھے۔'' [3]

ان دونوں احادیث کی سندیں صحیحین کی سندوں جیسی صحیح ہیں اور اس بات کی دلیل ہیں کہ ہمارے رسول ﷺ جہری قراءت

---

[1] مقدمه انوار (۲/ ۹۷)　[2] مقدمه انوار (۲/ ۹۷ بحواله تقدمة)

[3] مصنف ابن أبي شيبة (۱/ ۴۱۲)

والی نمازوں میں بسم اللہ بالجہر پڑھتے تھے اور آپ ﷺ کے خلیفہ اول حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حیات نبوی میں نبوی جان کنی والے مرض کے زمانہ میں اسی طرح نماز پڑھتے تھے، کسی کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوا نہ دربار نبوی میں شکایت ہوئی، گویا عہد نبوی وصدیقی میں اسی طرح نماز پڑھی جاتی رہی، اسی پر تمام صحابہ کا اجماع رہا اور امام ابن ابی شیبہ نے کہا:

حدثنا خالد بن مخلد عن عمر بن ذر عن أبيه عن سعيد بن عبد الرحمان بن أبزى عن أبيه أن عمر جهر بسم الله الرحمن الرحيم"[1]

''حضرت عمر فاروق جہری قراءت والی نماز میں بالجہر بسم اللہ پڑھتے تھے۔''

یہ بھی صحیح روایت ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اتباع نبوی وصدیقی میں حضرت عمر ایسا کرتے تھے، نماز نبوی وصدیقی وفاروقی پر کسی کو اعتراض نہیں ہوا اگر ہوا تو فرقہ کذابہ رائے پرست جہمیہ کوثریہ کو، تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان غنی تھے، خلیفہ راشد علی مرتضی سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔[2] البتہ یہ بھی ثابت ہے کہ کبھی آپ ﷺ اور آپ کے خلفاء بالجہر بسم اللہ نہیں بھی پڑھتے تھے، جس کا مطلب ہے کہ دونوں طرح جائز ہے۔

نیز امام دارقطنی نے اپنی سنن میں کہا:

"حدثنا أبو بكر النيسابوري حدثنا محمد بن عبد الله بن عبد الحكم حدثنا أبي وشعيب بن الليث قالا أخبرنا الليث بن سعد عن خالد بن يزيد عن سعيد بن أبي هلال عن نعيم المجمر أنه قال: صليت وراء أبي هريرة فقرأ بسم الله الرحمن الرحيم ثم قرأ بأم القرآن حتى بلغ غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال آمين، وقال الناس آمين، ويقول كلما سجد: الله أكبر، وإذا قام من الجلوس من اثنتين قال الله أكبر، ثم يقول إذا سلم: والذي نفسي بيده إني لأشبهكم صلوة برسول الله ﷺ. هذا حديث صحيح ورواته كلهم ثقات، ويحيىٰ بن بكير ح وحدثنا أبو بكر النيسابوري حدثنا محمد بن إسحاق الصاغاني حدثنا ابن أبي مريم قالوا حدثنا الليث عن خالد بن يزيد عن سعيد بن أبي هلال بهذا الإسناد ونحوه وكذلك رواه حيوة بن شريح المصري عن خالد بن يزيد عن سعيد بن أبي هلال بهذا الإسناد نحوه وقال الدارقطني حدثنا به دعلج بن أحمد حدثنا عبد الله بن سليمان حدثنا أحمد بن عبد الرحمن حدثنا عمي أخبرني حيوة بن شريح المصري حدثني خالد بن يزيد بهذا الإسناد مثله."[3]

''نعیم المجمر نے کہا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انھوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کے بعد سورہ فاتحہ پڑھی، پھر آمین کہی اور سارے مقتدیوں نے بھی آمین کہی، جب حضرت ابو ہریرہ سجدہ میں جاتے تو اللہ اکبر کہتے اور دو رکعت کے بعد والے قعدہ سے کھڑے ہوتے تو بھی اللہ اکبر کہتے، پھر سلام پھیرنے کے بعد

[1] مصنف ابن أبي شيبة (١/ ٤١٢)   [2] مستدرك حاكم ومتعدد كتب حديث.

[3] سنن دار القطني مع التعليق المغني (١/ ٣٠٥، ٣٠٦)

ابو ہریرہ نے کہا کہ جس ذات الٰہی کے ہاتھ میں میری جان ہے اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ نماز نبوی کے مشابہ تمہاری بہ نسبت زیادہ نماز پڑھتا ہوں۔"[1]

ناظرین کرام! دیکھ رہے ہیں کہ اس حدیث میں جہری قراءت والی نماز نبوی یہ بتلائی گئی ہے کہ آپ بالجہر بسم اللہ پڑھتے تھے، نیز بالجہر آمین بھی کہتے تھے اور مقتدی حضرات بھی بالجہر آمین کہتے تھے، یہ حدیث خالد بن یزید سے بہت ساری صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہے اور خالد بن یزید سے ابو ہریرہ تک کی سند بالکل صحیح ہے، اسی بنا پر امام دارقطنی نے بھی اسے "صحیح" کہا ہے، اور اسے صحیح کہنے میں امام دارقطنی منفرد نہیں بلکہ تمام ائمہ نے اسے صحیح کہا، کسی نے بھی اس کے صحیح ہونے سے اختلاف نہیں کیا، یعنی اس کے صحیح ہونے پر ائمہ کرام کا اجماع ہے، امام بیہقی نے اس کی بابت کہا: "رواته كلهم ثقات مجمع على عدالتهم محتج بهم في الصحيح."[2] امام بیہقی کے اس قول کا مطلب بہت واضح ہے کہ یہ حدیث اجماعی طور پر متفق علیہ صحیح ہے، انھوں نے اپنی یہ بات اپنی کتاب خلافیات میں کہی اور اپنی سنن کبری میں اسے نقل کر کے کہا: "إسناد صحيح وله شواهد" امام حاکم نے اسے مستدرک (۱/۲۳۳) میں نقل کر کے کہا: "هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه" یعنی یہ حدیث شرط بخاری ومسلم پر صحیح ہے، اس تصحیح حاکم کو ناقد مستدرک حافظ ذہبی نے برقرار رکھا اور کسی نے بھی اس کے صحیح ہونے سے اختلاف نہیں کیا، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ امام دارقطنی کہیں کہ اس سلسلے میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے؟

امام حاکم و دارقطنی اور متعدد ائمہ کرام نے مذکورہ بالا اجماعی طور پر صحیح حدیث کا ایک شاہد اس طرح پیش کیا:

"حدثنا أبو محمد عبد الله بن إسحاق العدل ببغداد حدثنا إبراهيم بن إسحاق السراج حدثنا عقبة بن مكرم الضبي حدثنا مسعر عن محمد بن قيس عن أبي هريرة قال كان رسول الله ﷺ يجهر بسم الله الرحمن الرحيم."[3]

''جہری نماز میں آپ ﷺ بالجہر بسم اللہ پڑھتے تھے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسے نقل کرنے والے تابعی محمد بن قیس مدنی صحیح مسلم اور متعدد کتب حدیث کے رواۃ میں سے ہیں اور صحیح مسلم کے رواۃ کا ثقہ ہونا متحقق ہے، انھیں یعقوب بن سفیان وابو داود و ابن حبان نے ثقہ کہا اور کسی نے ان کی تجریح قادح نہیں کی، ان سے اس روایت کے ناقل مستدرک کے مطابق مسعر بن کرام متفق علیہ ثقہ ہیں اور روایت دارقطنی کے مطابق ابو معشر زیاد بن کلیب ہیں جو صحیح مسلم کے رواۃ میں سے ثقہ ہیں۔ یعنی اسے محمد بن قیس سے نقل کرنے میں دو ثقہ رواۃ ایک دوسرے کے متابع ہیں اور ان دونوں تک پہنچنے والی سند بھی صحیح ہے۔

اس کا دوسرا قوی شاہد درج ذیل ہے:

"قال الدارقطني: حدثنا أبو طالب الحافظ أحمد بن نصر حدثنا أحمد بن محمد بن منصور بن أبي مزاحم حدثنا جدي حدثنا أبو أويس ح وحدثنا أبو عبد الله محمد بن

---

[1] رواه غير الدار قطني النسائي والحاكم والبيهقي وكثير من الأئمة. [2] التعليق المغني (۱/ ۳۰۶)

[3] مستدرك (۱/ ۲۳۲، ۲۳۳) رواه الدار قطني أيضا بهذا السند غير أنه قال أبو معشر بدل مسعر (۱/ ۳۰۲)

إسماعيل الفارسي حدثنا عثمان بن خرزاذ نا مصور بن أبي مزاحم من كتابه، ثم محاه بعد، ثنا أبو أويس عن العلاء بن عبد الرحمن بن يعقوب عن أبيه عن أبي هريرة أن النبيﷺ كان إذا قرأ وهو يؤم الناس افتتح الصلوة ببسم الله الرحمن الرحيم، قال أبو هريرة: هي آية من كتاب الله اقرؤا إن شئتم فاتحة الكتاب فإنها الآية السابعة، وقال الفارسي: إن النبيﷺ كان إذا أم الناس قرأ ببسم اللّٰه الرحمن الرحيم لم يزد على هذا.''[1]

''آپ ﷺ جب لوگوں کی امامت جہری قراءت والی نماز میں کرتے تو افتتاح نماز بالجہر بسم اللہ پڑھ کر کرتے ابو ہریرہ نے کہا کہ بسم اللہ قرآن مجید کی ہر سورت کے شروع میں سورت سے خارج ایک آیت ہے لہٰذا وہ سورہ فاتحہ کے شروع میں سورۂ فاتحہ سے خارج ایک ساتویں آیت ہے محمد بن اسماعیل فارسی یہ حدیث صرف ''أن النبيﷺ كان إذا أم الناس قرء بسم اللّٰه الرحمان الرحيم'' تک روایت کرتے اس پر مزید قول ابی ہریرہ نقل نہ کرتے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے ناقل عبدالرحمٰن بن یعقوب جہنی مدنی ثقہ تابعی صحیح مسلم کے رواۃ میں سے ہیں، اسے ان سے ان کے صاحب زادے علاء نے نقل کیا، یہ بھی رواۃ صحیح میں سے ثقہ ہیں، اور منصور سے اس کے دو ثقہ ناقل ہیں، ایک منصور کے پوتے احمد بن محمد اور دوسرے عثمان بن خرزاذ، عثمان بن خرزاذ کو عثمان بن عبد اللہ بن محمد بن خرزاذ کہا جاتا ہے یہ ثقہ ہیں۔[2] اور احمد بن منصور ان کے متابع ہیں، ان دونوں میں سے احمد بن منصور سے اسے حافظ ابو طالب احمد بن نصر نے روایت کیا جو ثقہ ہیں۔[3] اور عثمان سے اس کے ناقل محمد بن اسماعیل فارسی ابو عبد اللہ ثقہ ہیں۔[4] اور ان دونوں ہی حضرات سے اسے امام دارقطنی ومتعدد لوگوں نے نقل کیا، اس حدیث کے الفاظ مرفوعہ کا مقصود مذکور پر دال ہونا بہت واضح ہے، اور اس کا جتنا حصہ حضرت ابو ہریرہ کا اپنا قول ہے وہ بھی ہمارے ترجمہ کے مطابق صحیح ہے۔

اس حدیث کا ایک اور قوی شاہد ہم نقل کر رہے ہیں:

''قال الدارقطني: قرأت في أصل كتاب أبي بكر أحمد بن عمرو بن جابر الرملي بخط يده ثنا عثمان بن خرزاذ ثنا محمد بن المتوكل بن أبي السري قال: صليت خلف المعتمر بن سليمان من الصلوة ما لا أحصيها الصبح والمغرب فكان يجهر ببسم الله الرحمن الرحيم قبل فاتحه الكتاب وبعدها، وسمعت المعتمر يقول: ما آلو أن أقتدي بصلوة أبي، وقال أبي: ما آلو أن أقتدي بصلوة أنس بن مالك وقال أنس: ما آلو أن أقتدي بصلوة رسول اللّٰهﷺ.''[5]

''محمد بن المتوکل نے کہا کہ میں نے ان گنت نمازیں بشمول مغرب وفجر معتمر بن سلیمان کے پیچھے پڑھیں، وہ جہری

---

[1] سنن الدارقطني مع تعليق المغني (١/ ٣٠٦، ٣٠٧) وخطيب ترجمة أحمد بن محمد بن منصور بن أبي مزاحم (٥/ ٩٦)
[2] تقرير التهذيب وعام كتب رجال.
[3] خطيب (٥/ ١٨٢، ١٨٣) ومتعدد كتب تراجم.
[4] خطيب (٢/ ٥٠)
[5] سنن دار قطني (١/ ٣٠٨) والمستدرك (١/ ٢٣٣، ٢٣٤)

قراءت والی نماز میں بسم اللہ بالجہر پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ میں اپنے والد کی طرح نماز پڑھنے میں کوئی کسر نہیں رہنے دیتا، اور معتمر کے باپ سلیمان بن طرخان کہتے کہ میں اپنے باپ کی طرح نماز پڑھنے میں کوئی کوتاہی نہیں ہونے دیتا، اور سلیمان کے باپ طرخان تیمی کہتے کہ میں حضرت انس بن مالک کی نماز میں کوئی کسر نہیں رہنے دیتا اور حضرت انس کہتے کہ میں نماز نبوی کی طرح نماز پڑھنے میں کوئی کسر نہیں رہنے دیتا۔‘‘

اس روایت کی سند صحیح ہے، اس کے سارے رواۃ ثقہ اور سند متصل ہے، اس میں کوئی علت قادحہ نہیں، ان احادیث صحیحہ کے ہوتے ہوئے امام دارقطنی بھلا کیسے کہہ سکتے تھے کہ جہری قراءت والی نمازوں میں امام ومنفرد کے لیے بالجہر بسم اللہ پڑھنے کی کوئی صحیح حدیث نہیں، البتہ یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ اور متعدد صحابہ سرا بھی بسم اللہ پڑھتے تھے، دونوں میں تطبیق آسان ہے کہ دونوں طرح پڑھنا صحیح ہے، عام روایات صحیحہ میں یہ بھی منقول ہے کہ آپ ﷺ اور آپ کے خلفائے راشدین نماز ’’الحمد للّٰہ رب العالمین‘‘ سے شروع کرتے تھے، ان کا مطلب امام شافعی نے یہ بتلایا کہ ’’الحمد للّٰہ رب العالمین‘‘ سورۂ فاتحہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس میں بسم اللہ بھی داخل ہے جس کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ اور آپ کے خلفاء بسم اللہ بھی جہری نمازوں میں بالجہر پڑھتے اگر اسے سورہ فاتحہ میں داخل نہ مانیں تو ہر سورہ کے شروع میں سورۃ سے خارج بسم اللہ ایک آیت ہے، لہٰذا اسے پڑھا جائے سراً یا جہراً، بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ کے خلفاء الحمد للہ سے قراءت شروع کرتے، ان میں یہ مذکور نہیں کہ تکبیر تحریمہ بالجہر سے نماز شروع کرتے تھے، حالانکہ دوسری روایات میں تحریمہ بالجہر کا ثبوت ہے، اسی طرح دوسری روایات میں تسمیہ بالجہر کا بھی ثبوت ہے اور بالسر کا بھی، لہٰذا دونوں طرح جائز ہے۔

مصنف انوار نے کہا:

’’ابن جوزی کا یہ قول عینی نے نقل کیا کہ دارقطنی کسی کے طعن میں منفرد ہوں تو وہ طعن غیر مقبول ہوگا کیونکہ ان کا تعصب سب کو معلوم ہے، امام بیہقی نے طحاوی پر تعصب وناانصافی سے کلام کیا ہے، اس پر علامہ قرشی نے جواہر المضیہ میں ضروری تبصرہ کر دیا ہے اور جوہر النقی میں ان کا کامل ومکمل جواب ہے۔‘‘[1]

ہم کہتے ہیں کہ فرمان ابی حنیفہ کے بالمقابل کسی کے جرح وتعدیل کا اعتبار حنفی اصول سے درست نہیں، اور فرمان ابی حنیفہ یہ ہے کہ حدیث وفقہ سمیت میرے جملہ علوم مجموعۂ اغلاط واکاذیب واباطیل ہیں، ان سے کوئی واسطہ رکھو نہ انھیں نقل کرو نہ لکھو، یعنی انھیں متروک ومردود قرار دو، ہم تو امام ابوحنیفہ ہی کی بات مانتے ہیں فرقۂ جہمیہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ کوثریہ دیوبندیہ امام ابوحنیفہ کے خلاف بہت بڑا گستاخ ہے کہ ان کے اس فرمان کو چھوڑ کر ان کی باتوں کو اپنا دین ومذہب بنائے ہوئے ہے جبکہ ان کی طرف منسوب فقہ حنفی یا مذہب حنفی کا انتساب مکذوب محض ہے، بمطابق فرمان ابی حنیفہ ان کے علوم کی تدوین کرنے والوں کو امام ابوحنیفہ نے کہا کہ یہ لوگ میری طرف اکاذیب ہی اکاذیب منسوب کرتے ہیں، امام ابوحنیفہ کی تصریحات کے خلاف ابن الجوزی یا کسی کی بات ناقابل قبول ہے، البتہ جن کی بات موافق اقوال ابی حنیفہ ہے وہ متابعت ابی حنیفہ میں مقبول ہے۔

اگر فرقہ کذابہ کوثریہ حنفیہ اپنے اس دعوی میں سچا ہو تو ابن جوزی سے دارقطنی کی یہ بات بدلیل معتبر ثابت کرے، ابن

[1] مقدمه انوار (۲/ ۹۷)

جوزی سے اس کی ہرگز توقع نہیں کہ دارقطنی کی بابت ایسی بات کہیں گے، نیز ان رواۃ کے نام فرقہ کذابہ جہمیت زدہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ کوثریہ بتلائے جن کے طعن میں دارقطنی منفرد ہیں اور ان کا طعن غیر مقبول ہے، فرقہ کوثریہ دیوبندیہ خود شاکی ہے کہ ابن جوزی نے ابوحنیفہ پر بہت قادح تصریحات کی ہیں جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے۔ امام بیہقی نے طحاوی پر تنہا کلام نہیں کیا ہے، ہم بتلا آئے ہیں کہ طحاوی کے معاصر تمام اہل مصر نے طحاوی پر بہت سخت کلام کیا ہے، قرشی جیسے لوگ ائمہ فن پر تبصرہ کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے وہ کیا خاک کچھ کر پائیں گے، جو ہر النقی مجموعۂ تلبیسات واکاذیب وتضاد وتعارض ہے اسے کامل ومکمل کون کہے؟ بیہقی پر نقد کامیاب نہیں محض خائب وخاسر ہے، کوئی مثال دے کر فرقۂ کذابہ کوثریہ دیکھے؟ جوہر النقی کی باتیں فرمانِ ابی حنیفہ کے خلاف ہونے کے باعث ناقابل التفات ہیں، انھیں وجوہ سے اہل حدیث نے اس کے رد کی طرف کوئی توجہ نہیں دی کہ مجموعۂ اکاذیب کے رد کی کیا ضرورت ہے؟

مصنف انوار نے مزید کہا:

''نیز علامہ زبیدی نے عقود الجواہر المنیفہ میں لکھا کہ جو سنن بیہقی کا مطالعہ کرے گا وہ تعصب بیہقی سے حیرت زدہ رہ جائے گا، حافظ ذہبی شافعی نے اپنے رسالہ ''الرواۃ الثقات المتکلم فیھم بما لا یجب ردھم'' میں لکھا کہ خطیب، ابونعیم اصبہانی اور دوسرے بعض متاخرین کا بڑا گناہ میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ انھوں نے اپنی تالیفات میں بعض احادیث موضوعہ نقل کر دیں، جو سنن ہدیٰ پر بڑا ظلم ہے، خدا ہمیں اور انھیں معاف کرے۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ زبیدی کی عقود الجواہر المنیفہ مجموعہ اکاذیب ہے، ہمیں تو سنن بیہقی ہی نہیں بلکہ تمام حاصل شدہ کتب بیہقی دیکھنے سے کوئی حیرت نہیں، ان کی کتابیں خزینۂ علوم ہیں، ان میں روایات غیر معتبرہ کی سندیں بیہقی نے بیان کر کے واضح کر دیا ہے کہ ان اسانید کو دیکھ کر معاملہ فہمی کی کوشش کی جائے، کیا کوثریہ کذابہ کی طرح اکاذیب کو بیہقی نے بھی حجت بنایا ہے؟ حافظ ذہبی کی کتاب مذکور تک ہماری رسائی نہیں اور ائمہ کے اقوال نقل کرنے میں کوثریہ کی تحریف وکانٹ چھانٹ وغلط انتساب متحقق ہے، وہ کتاب ذہبی ہمارے سامنے لائی جائے تو کام بنے، ابوحنیفہ کی طرف سے دفاع ذہبی یا ذہبی جیسے سینکڑوں لوگوں کا دفاع فرمان ابی حنیفہ کے بالمقابل ناقابل التفات ہے، فرمان ابی حنیفہ یہ ہے کہ میرے جملہ علوم مجموعۂ اغلاط واباطیل ہیں، ان سے کوئی لگاؤ رکھو نہ انھیں لکھو نہ ان کو نقل کرو۔ خطیب وغیرہ محدثین نے اپنی نقل کردہ روایات کی سندیں بیان کر دی ہیں جس کو صلاحیت وشوق ہو وہ انھیں دیکھ کر ان پر حکم لگائے یہ ان محدثین کا کوئی گناہ نہیں ہے۔

مصنف انوار نے کہا:

''علامہ محمد معین سندھی نے دراسات اللبیب میں لکھا کہ دارقطنی نے ابوحنیفہ پر طعن کر دیا اور ان کے موافق مذہب احادیث کو ضعیف کہہ دیا، ایسے ہی خطیب حد سے بڑھ گئے، ان دونوں اور ان کے طریق پر چلنے والوں کو کون اہمیت دیتا ہے جبکہ امام صاحب کی جلالت قدر وتوثیق پر اتفاق واجماع ہو چکا ہے الخ۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے اپنے اوپر بہت سخت قسم کی تجریحات قادحہ کر کے کہہ دیا کہ میری کوئی علمی بات خواہ فقہی ہو

---

[1] مقدمہ انوار (۲/ ۹۷)　[2] مقدمہ انوار (۲/ ۹۷)

یا حدیث سے متعلق لکھنی جائز ہے نہ روایت کرنی جائز ہے، امام ابوحنیفہ کا یہ ارشاد تمام لوگوں کے اجماع کا قاطع ہے بشرطیکہ قول ابی حنیفہ کے خلاف اجماع ہوا ہو، نیز ہم کہتے ہیں کہ دارقطنی نے تنہا ابوحنیفہ پر طعن نہیں کیا بلکہ تمام ائمہ کا ابوحنیفہ کے مجروح قرار دینے پر اجماع ہے جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں، خطیب نے ابوحنیفہ پر مدح و ذم والی روایات جمع کردی ہیں جو جرح ابی حنیفہ پر ہونے والی جرحوں کا عشر عشیر بھی نہیں، تمام محدثین تو ابوحنیفہ کے ساقط الاعتبار ہونے پر متفق ہیں، خود امام ابوحنیفہ بھی اپنے جارحین سے متفق ہیں، جیسا کہ تفصیل گزری کہ موصوف نے اپنے تمام علوم فقہ وحدیث کو مجموعۂ اغلاط، اکاذیب واباطیل وشرور وفتن کہہ کر فرمایا کہ میری کوئی بھی علمی بات نہ لکھو نہ روایت کرو اور اس سے کوئی سروکار مت رکھو۔ مصنف انوار نے ذہبی ومحمد بن یوسف کی طرف منسوب کیا کہ خطیب کا طریق کار صحیح نہیں تم ایسا نہ کرنا۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ خطیب اور دوسرے جارحین ابی حنیفہ کا طریق اختیار کرنے سے قطع نظر کر لیجیے، امام ابوحنیفہ نے اپنے اوپر جو جروح قادحہ کی ہیں انھیں تو معتقدین ابی حنیفہ ومقلدین ابی حنیفہ کو ماننا لازم ہے۔

مصنف انوار نے کہا کہ ''علامہ جمال الدین مقدسی نے تنویر الصحیفہ میں لکھا کہ امام ابوحنیفہ سے تعصب رکھنے والوں میں دارقطنی کے علاوہ ابونعیم بھی ہیں کہ حلیۃ الاولیاء میں ذکر ابی حنیفہ نہیں کیا، ان سے کم تر لوگوں کا ذکر کیا۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ خطیب وابونعیم اصبہانی کی بات چھوڑیے، انھیں فی الواقع ابوحنیفہ سے تعصب رکھنے والا مان لیجیے مگر امام ابو حنیفہ نے جو خود اپنے اوپر بہت قادح جرح کی اور کہا کہ ہمارے گھر والوں کی تعلیم وتربیت زوجۂ جہم کے ذریعہ ہوئی، نیز یہ کہ انھوں نے اپنے استاذ حماد کو چالیس ہزار درہم دے کر مرجی بنا لیا وغیرہ جو باتیں گذشتہ صفحات میں آچکی ہیں انھیں تو ماننا مقلدین حنفیہ پر لازم ہے۔

مصنف انوار نے آگے بڑھتے ہوئے کہا کہ ''بیہقی نے اپنی سنن میں حاکم نے مستدرک میں ابوحنیفہ کی احادیث سے استشہاد کیا ہے وغیرہ۔''[3]

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار کی پوری پارٹی اس ہذیان سرائی کا معتبر ثبوت دے، ہم تو اس کی حقیقت واضح کر آئے ہیں اگر بیہقی وحاکم یا کسی نے بھی روایت ابی حنیفہ سے استشہاد کیا ہے تو انھوں نے امام ابوحنیفہ کے اس فرمان کی خلاف ورزی کی ہے کہ میرے جملہ علوم مع حدیث وفقہ مجموعۂ اغلاط واکاذیب وشرور وفتن واباطیل ہیں، تم ان سے کوئی سروکار رکھو نہ انھیں لکھو نہ ان کی روایت کرو۔

۸۵تا۹۴۔ متعدد حضرات وائمہ کرام:

مذکورہ بالا اکاذیب وتلبیسات کے بعد مصنف انوار نے (۸۵ تا ۹۴) نمبروں کے تحت دس حضرات کے مختصر تراجم بعض تلبیسات کے ساتھ لکھے مگر کوئی خاص قابل نقد ونظر بات نہیں لکھی، اور جو بعض قابل نقد ونظر باتیں ہیں ان کی حقیقت اپنے مقامات پر ظاہر کر دی گئی ہے، ہم اختصار کے پیش نظر اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

---

[1] ما حصل از مقدمه انوار (۲/ ۹۷)
[2] ما حصل از مقدمه انوار (۲/ ۹۷، ۹۸)
[3] مقدمه انوار (۲/ ۹۸)

۹۵۔ حافظ ابو محمد علی بن احمد بن حزم اندلسی (مولد ۳۸۴ھ ومتوفی ۴۵۷ھ)

مصنف انوار نے مذکورہ بالا عنوان کے تحت لکھا:

''حافظ ابن حزم فارسی النسل تھے، قرطبہ میں ولادت ہوئی، حفظ وذکاوت ووسعت مطالعہ میں بڑی شہرت پائی، پہلے شافعی تھے، پھر ظاہری ہوگئے، قیاس کے منکر تھے، مختلف زبانوں میں مہارت تھی، علوم اسلامیہ کے علاوہ بلاغت وشاعری میں بھی تمام اہل اندلس پر فائق تھے، آپ کی تصانیف میں سے المحلی، المجلی، کتاب الأحکام، الفصل في الملل والنحل زیادہ مشہور ومتداول ہیں۔''[1]

نصوص کے خلاف قیاس ورائے پرستی کی مذمت پر پوری امت اور نصوص شرعیہ متفق ہیں:

ہم کہتے ہیں کہ خلاف نصوص والے جملہ قیاس بالاجماع باطل ومردود ہیں حتی کہ جہمیہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ کوثریہ دیوبندیہ بھی اپنا یہی اصول بتلاتے ہیں لیکن اپنی دوغلی منافقانہ پالیسی کے مطابق اپنے اس اصول سے یکسر منحرف ہیں، انکار قیاس پر بہت سارے نصوص قرآنی ونصوص نبوی دال ہیں، معاندین اسلام سے ان کے موقف پر قرآن مجید نے بہت ساری آیات میں منصوص دلیل پیش کرنے کا مطالبہ کیا ہے، نصوص کے خلاف بعض اوقات بھول چوک سے صادر ہونے والی باتوں پر نکیر نبوی ونکیر صحابہ وتابعین واسلاف کرام نہایت واضح طور پر منقول ہیں، قیاس ورائے پرستی کی مذمت پر صحابہ کرام کا اجماع ہم نقل کر آئے ہیں، تمام تابعین واسلاف کا بھی یہی موقف تھا۔ (کما تقدم)

جن امور پر بظاہر نصوص نہیں ان میں بھی قیاس پرستی کے خلاف عام اسلاف ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ان کا حل نصوص میں موجود ہے، اس لیے نصوص ہی میں ان کا حل تلاش کرو اگر نہ پاؤ تو دوسرے اہل علم سے مدد حاصل کر کے منصوص حل معلوم کرنے کی کوشش کرو، ضرور ہی کوئی نہ کوئی منصوص حل مل جائے گا، بعض روایات میں اجتہاد سے کام لینے کا جو ذکر ہے انھیں وہ صحیح نہیں مانتے، ان کا مطلب یہ ہے کہ نصوص ہی میں ان کا حل تلاش کرنے کے لیے محنت صرف کرو ضرور حل ملے گا، اسلام نے نصوص کے خلاف فتنہ قیاس ورائے کو بہت بڑا فتنہ قرار دیا ہے اور رائے پرستی سے منع کیا ہے، اگر ساری تدابیر کے باجود منصوص حل نہ ملے تو نصوص پر قیاس کرنے کی اجازت ہے، رائے پرستوں والے قیاس کی اجازت نہیں دیتے، طریق اہل سنت وجماعت یعنی اہل حدیث کے طریق قیاس پر قیاس کی اجازت ہے، ظاہریہ بشمول حافظ ابن حزم اس کے منکر نہیں بلکہ مؤید ومقر ومعترف ہیں۔

بقول مصنف انوار حافظ ابن حزم میں نا قابل نظر انداز کمزوریاں تھیں:

مصنف انوار نے کہا:

''حافظ ابن حزم کی جلالت قدر بے شبہ ہے مگر چند کمزوریاں بھی ایسی ہیں جو نظر انداز نہیں ہوسکتیں مثلاً اپنی رائے پر بے حد جمود اپنے مخالف کی نہایت سخت الفاظ میں تجہیل وتحمیق حتی کہ ائمہ متبوعین اور اکابر محدثین بھی آپ کے نازیبا کلمات اور غیر موزوں تنقید سے بچ نہ سکے، اس لیے علماء نے لکھا کہ حجاج کی تلوار وابن حزم کی زبان یکساں تھی،

[1] مقدمہ انوار (۲/ ۱۰۰)

اس کی وجہ خود انھوں نے "مداواۃ النفوس" میں لکھی کہ میری تلی بڑھ گئی تھی، اس لیے میرے مزاج میں اس قدر تغیر ہو گیا کہ مجھے خود اس پر تعجب ہے۔"[1]

اس جہمی مرجی رائے پرستی والی حماقت پر ہمارا تبصرہ:

ہم کہتے ہیں کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ کوئی بھی انسان کمزوریوں سے محفوظ نہیں حتی کہ اکابر حضرات صحابہ بھی نہیں، افضل الصحابہ حضرت ابو بکر صدیق نے واقعۂ افک کے موقع پر افک میں ملوث اپنے بعض اقرباء کے وظائف بند کر لینے پر قسم کھالی تھی، قرآن مجید نے ان کی اس کمزوری پر سخت تنقید کی، اسی طرح کی اور باتیں بھی ہیں مگر ہم اکابر کی کمزوریوں کو گنانے نہیں بیٹھے ہیں، ایک مثال سے معاملہ فہم لوگ سمجھ جائیں گے، بلید وغبی واحمق وجاہل لاکھ مثالوں کے باوجود بھی نہیں سمجھ پاتے جیسے فرقۂ جہمیہ مرجیہ رائے پرست کذابہ ولباسہ فرقے کا شیوہ وشعار ہے کہ اپنی بلادت وحماقت وجہالت مرکبہ والے موقف پر بے حد جمود وتعصب پرستی اختیار کیے ہوئے ہے، اور حقیقت حال کو اپنی ان صفات رذیلہ کے سبب سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے ہیں، اتنے زیادہ غبی وبلید ہیں کہ یہ بھی نہیں سمجھ پاتے کہ ہم میں معاملہ فہمی کی صلاحیت نہیں، ہم کیوں امور شرعیہ میں دراندازی ودخل اندازی کریں؟ اپنے اختیار کردہ دینی موقف کو حافظ ابن حزم رائے نہیں مطابقِ نص سمجھتے ہیں اور موقف نص پر پامردی کے ساتھ قیام کو "انتہائی جمود" سے تعبیر کرنا جہل مرکب ہے، یہ خالی از امکان نہیں کہ اپنے موقف کو مطابق نص سمجھنے میں حافظ ابن حزم سے غلطی نہ ہوئی ہو، اس کا پورا اعتراف خود حافظ ابن حزم کو بھی ہے اور غلطی ظاہر ہونے پر اس سے انھوں نے رجوع بھی کیا ہے۔ یہ ڈھکوسلہ بازی وتلبیس کاری البتہ فرقہ جہمیہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ کوثریہ دیوبندیہ کی ضرور بہت زیادہ مذموم ومقبوح ہے۔

اپنے جس موقف کو حافظ ابن حزم منصوص سمجھتے تھے اس سے اختلاف کرنے والوں کو وہ مخالفین نصوص سمجھ کر ان پر کڑی سخت تنقید کرتے تھے، اور اس طریق کی مذمت الٹی کھوپڑی والے ہی کر سکتے ہیں، "ائمہ متبوعین واکابر محدثین" میں کیا حافظ ابن حزم خود نہیں تھے یا جن امام داود ظاہری کے مذہب کی طرف انھیں منسوب کیا جاتا ہے وہ ائمہ متبوعین واکابر محدثین میں سے نہیں تھے اور جملہ ائمہ ظاہر یہ کیا ائمہ متبوعین واکابر محدثین میں سے نہیں تھے؟ ان پر نہایت سخت تنقید کر کے اپنے ہی اصول سے بشمول مصنف انوار جہمیہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ کوثریہ دیوبندیہ مستحقِ مذمت ہوئے، عراقی خصوصا کوفی فتنہ سامانی سے نبرد آزمائی کرنے والے حجاج ثقفی وزیاد وعبید اللہ بن زیاد اور اسی قسم کے امراء کی ضرورت ہی تھی، حجاج اور اس قسم کے امراء میں بہت ساری خرابیوں کے باوجود کوفی عراقی فتنوں سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت تھی، تلوار حجاج ہی نے کوفیوں عراقیوں جیسے شر انگیزوں کو قابو میں رکھا، ہم کو تلوار حجاج کی بے اعتدالیوں سے انکار نہیں مگر کوفی شر انگیزی دبانے میں وہ کامیاب رہا لیکن جہمیہ مرجیہ رائے پرستوں میں شر انگیزی کے علاوہ حجاج جیسی بھی کوئی خوبی نہیں، یہ فرقہ سراپا شر ہی شر ہے جیسا کہ مدلل طور پر تفصیل گزری۔

کن علماء نے زبان ابن حزم کو تلوارِ حجاج سے یکسانیت والی بات کہی ہے؟ کتاب مداوۃ النفوس، المحلی وغیرہ لکھ چکنے کے بہت بعد تصنیف ہوئی اور تلی بڑھنے کے سبب تغیر مزاج والی بات بالکل عارضی تھی، عارضی بات کو دائمی وصف قرار دے لینا بھی غباوت کوثریہ میں سے ہے۔

شیخ عبد الحکیم اویس مصری کی کتاب سیرت ابن حزم کا ہمارا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے، اسے ملاحظہ فرمائیں۔

[1] مقدمہ انوار (۲/ ۱۰۰)

حافظ ابن حزم کی امام ترمذی سے ناواقفیت:

مصنف انوار نے کہا:

''مقدمۂ ابن صلاح کی تلخیص میں حافظ ذہبی نے اور امام ترمذی کے تذکرہ میں حافظ ابن حجر نے لکھا کہ ابن حزم اپنی وسعت اور آپ کی تصنیف سے ناواقف تھے۔''❶

ہم کہتے ہیں کہ اگر حافظ ابن حزم کو کتاب ترمذی نہیں مل سکی اور وہ اسے پڑھ نہیں سکے تو وہ ایشیائی ممالک سے کافی دور الگ تھلگ ملک اندلس میں رہتے تھے، انھیں کتاب ترمذی کا نہ ملنا بنا بریں اس سے واقف رہنا مستبعد نہیں، امام ابوحنیفہ زید بن ابی عیاش سے واقف نہیں تھے، جو مدینہ منورہ کے مشہور تابعی محدث تھے اور بدعویٰ فرقہ رائے پرست امام ابوحنیفہ چودہ پندرہ سال حجاز مقدس میں رہے اور مدینہ منور میں خصوصا بکثرت آتے جاتے رہے، پھر بھی اتنے مشہور ثقہ تابعی سے واقف نہ ہو سکے جبکہ اس فرقۂ دیوبندیہ کا یہ دعوی ہے کہ بہت سے صحابہ کے امام ابوحنیفہ شاگرد تھے۔

ائمہ احناف و مذہب احناف سے الزام تعصب بر حافظ ابن حزم:

مصنف انوار نے کہا:

''ابن حزم احناف و مذہب حنفی سے بہت زیادہ تعصب برتتے تھے، کافی دراز لسانی اور ناانصافیاں کی ہیں، ہمارے شاہ انور نے ایک روز درس بخاری میں فرمایا کہ صحیح مسلم کی ایک حدیث سے ثابت ہے کہ مکہ معظمہ میں آپ ﷺ نے ایک سعی پیدل کی، دوسری سوار ہو کر، اس سے احناف کا استدلال ہے کہ آپ صرف قارن تھے، ابن حزم نے اس کی توجیہ یہ کی کہ سعی ایک ہی کی کچھ شوط (چکر) پیدل اور کچھ سواری پر لگائے۔ میں نے توجیہ ابن حزم کی دھجیاں بکھیر دیں اور صریح احادیث سے موقف حنفی ثابت کر دکھایا، نیز فرمایا کہ ابن حزم بنئے کی لٹیا کی طرح حق و باطل پر احتمال کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔''❷

ہم کہتے ہیں کہ اہل اسلام کے یہاں مذاہب مروجہ میں سے حنفی مذہب و حنفی ائمہ کے یہاں نصوص شرعیہ کے خلاف قیاس پروری ورائے پرستی دوسروں کے بالمقابل کہیں زیادہ ہے، اس لیے حمایتِ نصوص کے جذبہ کے تحت حنفیہ کے خلاف نقد ونظر حافظ ابن حزم نے زیادہ شدت کے ساتھ کی۔

حج قران کرنے والے کے لیے ایک ہی طواف بیت اللہ اور سعی صفا و مروہ پر اجماع نصوص و اجماع صحابہ:

فرقۂ دیوبندیہ کے امام العصر اور جملہ فرقۂ جہمیہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ کوثریہ دیوبندیہ کو صحیح مسلم میں یا کسی بھی حدیث کی کتاب میں بسند صحیح یہ حدیث کہاں نظر آ گئی کہ قران کرنے والے کے لیے حج وعمرہ کے لیے الگ الگ طواف بیت اللہ و سعی صفا و مروہ واجب ہے؟ اس اکاذیب وتلبیسات پرست فرقہ کو ہمارا چیلنج ہے کہ اپنی اجتماعی محنت صرف کر کے قیامت تک اس کے اثبات کی کوشش کرے، پھر بھی خائب وخاسر و ناکام و نامراد ہی رہے گا، اگر اس میں واقعی ذرہ برابر دینی وعلمی وتحقیقی غیرت ہے تو

❶ مقدمه انوار (٢/ ١٠٠ بحواله تذكره وتهذيب) ❷ ملخص از مقدمه انوار (٢/ ١٠٠)

صحیح مسلم کی اس حدیث کی نشان دہی کرے جس سے اس کا موقف ثابت ہوتا ہے یا کسی بھی حدیث کی کتاب سے کوئی بھی صحیح حدیث اس موقف باطل پر دلالت کرنے والی پیش کرے۔

حافظ ابن حزم نے موقف نبوی وموقف صحابہ وموقف اہل حدیث پر بہت سارے نصوص شرعیہ پیش کئے ان میں سے ایک حدیث حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے بسند صحیح یہ مروی ہے:

"وأما الذين كانوا جمعوا بين الحج والعمرة فإنما طافوا طوافا واحدا"

دوسری قولی حدیث نبوی پیش کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"من قرن بين الحج والعمرة فليطف لهما طوافا واحدا"

حاصل یہ کہ عملاً وقولاً آپ ﷺ سے یہی ثابت ہے کہ حج قران کرنے والے پر ایک ہی بار طواف کعبہ اور ایک ہی بار سعی صفا ومروہ مشروع ہے، ان احادیث کثیرہ متواترہ کو نقل کر کے حافظ ابن حزم فرماتے ہیں:

"فهذه آثار متواترة متظاهرة توجب العلم الضروري."

''ایک دوسرے کی تائید وتقویت کرنے والی یہ احادیث متواترہ علم بدیہی کا اثبات کرتی ہیں۔''[1]

دریں صورت فرقہ کوثریہ دیوبندیہ خصوصاً اس کے امام العصر کو کہاں سے صحیح مسلم میں وہ حدیث نظر آ گئی جو جو موقفِ فرقۂ جہمیہ مرجیہ کوثریہ رائے پرست دیوبندیہ کا اثبات کرتی ہے؟ اور اس فرقہ کے ان امام العصر نے موقف اہل حدیث بشمول حافظ ابن حزم کی دھجیاں بکھیر دیں اور صریح احادیث سے جہمی مرجی رائے پرستی والے حنفی دیو بندی موقف کا اثبات کر دکھایا اور اپنے ان اکاذیب وتلبیسات کے باوصف حافظ ابن حزم پر بدتمیزی وبیہودگی کی بوچھاڑ کردی، افسوس ہے ایسے کذابین وتلبیس کاروں پر جو اکاذیب وتلبیسات کو دین وایمان وشیوہ وشعار اوڑھنا بچھونا اور مسئلۂ زندگی بنائے ہوئے ہیں، درس بخاری میں اتنے اکاذیب وتلبیسات کے مجرمانہ استعمال پر شرم نہیں آئی کہ ایسی مقدس کتاب کے درس میں اتنی بڑی ہذیان سرائی نہایت نامعقول ومذموم حرکت ہے۔

مصنف انوار نے مزید کہا:

''حضرت العلام مولانا مفتی سید محمد مہدی حسن صاحب صدر مفتی دار العلوم دیوبند کتاب الحجج لمحمد پر تعلیقات لکھ رہے ہیں جو ان شاء اللہ ادارۂ احیاء المعارف النعمانیہ حیدر آباد سے شائع ہوگی، ان تعلیقات میں آپ کے سامنے المحلی ابن حزم بھی ہے اور ان کی دراز دستیوں کا بوجہ احسن دفاع کیا ہے۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ کتاب مذکور مکمل طور پر شائع ہو کر ہمارے پاس آ گئی ہے وقت آنے پر اس کا حلیہ آشکارا کیا جائے گا۔

مصنف انوار نے کہا:

''حافظ ابن حزم نے شرح معانی الآثار طحاوی کو ابوداؤد ونسائی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔''[3]

ہم کہتے ہیں کہ حافظ ابن حزم کے ایسا کرنے سے طحاوی وکتب طحاوی کی حقیقت اپنی جگہ برقرار رہی ہے، ابھی اس پر ہم مزید تحقیقات پیش کرنے والے ہیں۔

---

[1] المحلى مع تعليقات علامه شاكر مطبوع دار الفكر (٧/ ١٧٤)

[2] مقدمه انوار (٢/ ١٠٠)　[3] مقدمه انوار بحواله سير أعلام النبلاء (٢/ ١٠٠)

۹۶۔ حافظ ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ بیہقی (مولود ۳۸۴ھ ومتوفی ۴۵۸ھ)

مصنف انوار نے ترجمۂ امام بیہقی کی ابتدائی سات سطر بحوالۂ بستان المحدثین از شاہ عبدالعزیز اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھیں، پھر اپنے امام العصر کا فرمان نقل کیا کہ ''ایک مقام پر حافظ نے فتح الباری میں بحوالہ بیہقی خلافِ حنفیہ بات لکھی، میں نے تقریبا اکیس سال ہوئے مولانا گنگوہی کے یہاں سنن بیہقی قلمی دیکھی جواب بھی موجود ہے، اس میں حنفیہ کے موافق پایا، بیہقی اب طبع بھی ہوگئی اس میں حافظ کے موافق درج ہے، میرا خیال ہے وہ نسخہ بھی غلط ہوگا جو حافظ کے پیش نظر تھا، اسی لیے حافظ کو غلط فہمی ہوئی، میں نے اس امر کے قرائن لکھنے شروع کیے ہیں کہ قلمی نسخہ مذکورہ صحیح ہے، یہ ملفوظ امام العصر ۱۹۳۱ء کا ہے، شاہ صاحب کا ریمارک مذکور نہایت اہم ہے، افسوس کہ وہ یاد داشت شاہ انور ہمیں نہیں مل سکی جس میں وہ قرائن رقم فرمائے تھے، ضرورت ہے کہ فتح الباری سے مقام مذکور متعین کر کے ان مواضع میں سنن بیہقی کے دونوں مطبوع وقلمی نسخوں کا مقابلہ کیا جائے پھر قلمی نسخہ کی صحت کے قرائن کو کھوج لگایا جائے ممکن ہے کچھ کامیابی ہوجائے، ورنہ حضرت کا سا تبحر، وسعت مطالعہ، بالغ نظری اب کہاں خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا۔ [1]

ہم کہتے ہیں مصنف انوار اور ان کے امام العصر نے فتح الباری کے مقام مذکورہ کی اشارۃ بھی نشان دہی نہیں کی ورنہ ہم بھی دیوبندی امام العصر کی صدق مقالی کا انوار الباری کے جائزہ میں جس طرح ایضاح کر رہے ہیں اس کا بھی ایضاح کرنے کی کوشش کرتے، اکیس سال کی طویل مدت تک کیا دیوبندی امام العصر جھک مارتے رہے کہ اپنے پاس موجود قلمی نسخۂ بیہقی کے قرائن مزعومہ مکمل نہیں کر سکے؟ مصنف انوار تو کئی سالوں پہلے عالم برزخ میں جا چکے، وہاں انوار الباری میں اپنی سیاہ کاری کا کچھ مزہ پارہے ہوں گے، اور ان کے امام العصر بھی، نیز جملہ کوثریہ دیوبندیہ بھی جو فوت ہو گئے وہ اصل مزہ عالم آخرت میں پائیں گے، یہ ممکن نہیں کہ بذریعہ اکاذیب وتلبیسات وتحریفات وتدلیسات اہل اسلام کو غلط راستہ پر ڈالنے کی جدوجہد کا بدلہ انھیں نہ ملے، البتہ اگر تائب ہوکر مرے ہوں تو بات دیگر ہے، فرقۂ کوثریہ دیوبندیہ اہل حدیث کے خلاف زور آزمائی کرتے کرتے فنا ہو جائے گا، اس کا کچھ بگاڑ نہ سکے گا، دیوبندی امام العصر ودیگر اکابر محدثین مع کوثری وکوثریہ کے حقائق ہماری اس کتاب سے واضح ہوتے جارہے ہیں، جس سے امام العصر ودیگر اکابر کا تبحر، وسعت مطالعہ، بالغ نظری ظاہر ہوتی جارہی ہے!!

مصنف انوار شان تعلی اور تقلیدی بدمستی ورائے پرستی والی اپنی خبط الحواسی سے بدحواس ہوکر فرماتے ہیں:

''حضرت کی علمی ریسرچ دور رس تحقیقات وتدقیقات کا یہ ادنی نمونہ ہے، انوار الباری میں ایسی بہت چیزیں پیش ہوں گی۔'' إن شاء اللّٰه [2]

دیوبندی وکوثری امام العصر حضرت کے اوصاف کی حقیقت واضح ہوتی چلی جارہی ہے اور بقیہ کی حقیقت آگے واضح ہوگی۔

مصنف انوار نے مزید بدمستی کا مظاہر کرتے ہوئے لکھا:

''امام بیہقی نے بھی مسائل خلاف میں شوافع کی تائید میں حنفیہ کے خلاف بہت تعصب سے کام لیا ''الجوهر النقي في الرد علي البيهقي'' کی دو جلدوں میں ابن الترکمانی حنفی نے امام بیہقی کا لاجواب رد لکھا ہے، جس

[1] مقدمه انوار (۲/ ۱۰۱) [2] مقدمه انوار (۲/ ۱۰۱)

کا ہر حنفی عالم کو مطالعہ کرنا چاہیے تمام جوابات محدثانہ محققانہ ہیں، یہ کتاب سنن بیہقی کے ساتھ بھی طبع ہوئی اور الگ بھی دو جلدوں میں دائرۃ المعارف حیدر آباد سے شائع ہوئی۔"❶

ہم کہتے ہیں کہ امام بیہقی اور جملہ ائمہ اہل حدیث نے تو بقول فرقۂ کوثر یہ دیوبندیہ تعصب سے کام لے کر حنفیہ کے خلاف لکھتے ہیں مگر اکاذیب وتلبیسات پرست پرستاران رائے وقیاس البتہ تعصب سے بالاتر ہو کر اکاذیب وتلبیسات نویسی ودروغ بیانی کرتے ہیں، الجوہر النقی نا قابل التفات اور اپنی تکذیب آپ کرنے والی مجموعۂ اکاذیب وتلبیسات ہے، صاحب تحفۃ الاحوذی نے اس کی مدح سرائی میں دروغ دیوبندیہ کے سبب اس کا رد لکھنا شروع کیا تھا مگر عمر اور امراض شدیدہ مانع ہوئے مگر فرقۂ کوثر یہ دیوبندیہ کی تقلیدی ہذیان سرائی کے پیش نظر اگر ہماری عمر وصحت نے وفا کی تو خاطر خواہ جائزہ الجوہر النقی کا ان شاء اللہ ضرور لے کر ایضاح حقائق کریں گے، پرستاران رائے وتقلید بھلا بیہقی یا کسی بھی امام اہل حدیث کا ''لا جواب رد'' لکھنے کی صلاحیت کہاں رکھتے ہیں کہ اپنی بدمستی ترجمان فرقۂ کوثر یہ دیوبندیہ مصنف انوار دکھا رہے ہیں؟

۹۷ و ۹۸۔ شیخ حسن بن علی دامغانی حنفی (متوفی ۴۶۱ھ) وشیخ ابوالحسن سندھی حنفی (متوفی ۴۶۱ھ):

مذکورہ بالا دونوں حضرات کا ذکر مصنف انوار نے مختصراً کیا اور کوئی خاص بدعنوانی نہیں کی جس پر ہمارا نقد ضروری ہو۔

۹۹۔ حافظ یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم نمیری قرطبی مالکی (مولود ۳۶۸ھ ومتوفی ۴۶۳ھ)

مصنف انوار نے مذکورہ بالا عنوان کے تحت امام ابن عبدالبر کی شہرت، جلالت قدر ومرتبت وعلم وفضل وحفظ واتقان، ان کی تصنیف تمہید شرح موطأ واستذکار وبعض دیگر تصانیف کے ذکر کے ساتھ لکھا کہ یہ ظاہری تھے، پھر تقلید پرست بنے، محققین کا فیصلہ ہے کہ ان کا علمی پایہ خطیب وبیہقی وابن حزم سے زیادہ بلند تھا، صدق، دیانت، حسن اعتقاد، اتباع سنت، نزاہتِ لسانی کے اعتبار سے زمرۂ علماء میں آپ کا خاص مقام ہے۔❷

ہم کہتے ہیں کہ کتب ابن عبدالبر خصوصاً تمہید واستذکار بیانگ دہل اعلان کر رہی ہیں کہ حافظ ابن عبدالبر تقلید پرست کے بجائے اہل حدیث امام تھے اور تقلید پرستی خصوصاً رائے پرستی والی جہمیت زدہ مرجیت کی جڑ کاٹنے والے تھے، وہ بھی عام ائمہ اہلحدیث جیسے تھے، صرف معاملہ یہ ہے کہ ''ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر است'' انھوں نے عام ائمہ اہل الرای خصوصاً امام ابوحنیفہ کو ساقط الاعتبار قرار دے کر رائے پرستی کے سارے تانے بانے بکھیر کر رکھ دیے ہیں۔

امام ابن عبدالبر نے اپنی کتاب جامع بیان العلم میں ایک باب ہی "باب فساد التقليد والفرق بين التقليد والاتباع" باندھا اور تقلید پرستی کی مذمت مختلف جہات ونواحی سے کی حتی کہ مذمت تقلید میں لمبے قصیدہ میں یہ شعر بھی نقل کیا:

"لا فرق بين مقلد و بهيمة تنقاد بين جنادل ودعاثر."❸

''چوپایہ جانوروں اور تقلید پرست میں کوئی فرق نہیں یہ بھی چوپایوں کی طرح گڑھوں اور دوسرے جانوروں میں گھٹتے چلے جاتے ہیں۔''

---

❶ مقدمه انوار (۲/ ۱۰۱) ❷ ما حصل از مقدمه انوار (۲/ ۱۰۲)

❸ جامع بيان العلم (۲/ ۱۱۵، مطبوع، بيروت)

یہ بحث جامع بیان العلم (۲/ ۱۰۹ تا ۱۲۰) میں پھیلی ہوئی ہے، پھر رائے پرستی کی مذمت میں احادیث نبویہ و آثار صحابہ وتابعین ودیگر اسلاف منقول ہیں۔

حد یہ ہے کہ حافظ ابن عبدالبر نے یہ روایت صحیحہ بھی نقل کی:

"قال خالد بن نذار: سمعت مالكا يقول: لو خرج أبو حنيفة على هذه الأمة بالسيف كان أيسر عليهم مما أظهر فيهم من القياس والرأي، وفي رواية: قال مالك: ما زال هذا الأمر معتدلا حتى نشأ أبوحنيفة فأخذ فيهم بالقياس، وقال سفيان بن عيينة: لم يزل أمر أهل الكوفة معتدلا حتى نشأ أبو حنيفة، قال موسى: وهو من أبناء سبايا الأمم، أمه سندية وأبوه نبطي."[1]

''امام مالک وسفیان بن عیینہ نے متفقہ طور پر کہا کہ اگر ابوحنیفہ تلوار سے پوری امت اسلامیہ کو ذبح کر دیتے تو ان کا یہ کام اہل اسلام میں اپنی اختراعی رائے پرستی پھیلانے سے بہتر ہوتا، موسی بن ھارون نے کہا کہ ابوحنیفہ لونڈی زادہ تھے ان کی ماں سندھی اور باپ نبطی تھے۔''

اس سلسلے میں ہماری بہت کچھ تفصیل ابوحنیفہ کی رائے پرستی کی مذمت سے متعلق اور ان کی جہمیت ومرجیت وبدعات پرستی سے متعلق گزر چکی ہے، اختصار سے کام لیتے ہوئے ہم تفصیل سے احتراز کر رہے ہیں، صرف اتنی ہی بات سے ابوحنیفہ اور پرستاران ابی حنیفہ کی حقیقت نگاہ ابن عبدالبر میں معلوم ہو جاتی ہے، الانتقاء میں حافظ ابن عبدالبر نے امام ابوحنیفہ کے پوتے کا قول نقل کیا کہ ابوحنیفہ اور ان کی اولاد و آباء واجداد معتقد خلق قرآن تھے، یا روایت یہ نقل کی کہ خلق قرآن کے مسئلہ میں وہ متوقف تھے، ایک میں یہ نقل کیا کہ ان سے کفر وخلق قرآن سے توبہ کرائی گئی اور ایک روایت یہ نقل کی کہ وہ خلق قرآن کے منکر تھے، ظاہر ہے کہ خلق قرآن سے اظہار توبہ کا دوسرا مطلب ہی یہ ہے کہ بظاہر وہ معتقد خلق قرآن نہیں رہ گئے مگر دوسری روایات کے مطابق موصوف محض تقیۂ خوف قتل سے عقیدۂ خلق قرآن سے ظاہری طور پر تائب ہوئے ورنہ وہ انشراح صدر کے ساتھ جہمی ہی تھے، معتقد خلق قرآن اور کتب جہم کو اپنا دین ومذہب بنائے ہوئے تھے اور غالی مرجی و داعیٔ مرجی مذہب تھے، اور رائے پرست تو خیر تھے ہی۔ ہم زیادہ تفصیل میں پڑے بغیر اسی پر بات ختم کرتے ہیں۔

۱۰۰۔ حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی خطیب بغدادی شافعی (متوفی ۴۶۳ھ)

اہل اسلام میں ترویج اکاذیب کی کوشش میں اپنے فرقہ کے کذابین سے بازی لے جانے کے لیے کوشاں مصنف انوار نے حافظ خطیب پر اپنی کتاب میں بہت زیادہ دروغ بافی وتلبیس کاری ونیش زنی کی، اس کی بہ نسبت خطیب کے تذکرۂ خاص میں کم بدعنوانیاں کیں، پھر بھی یہ دروغ بافی کر ہی ڈالی کہ تاریخ بغداد میں امام اعظم وامام احمد اور دوسرے اکابر ائمہ واہل علم کے خلاف اپنی جبلی تعصب سے جو کچھ لکھ گئے اسے سنجیدہ طبقہ میں کسی وقت بھی پسند نہیں کیا گیا، اس کے ردود وجوابات، مثلاً تانیب خطیب والسھم المصیب وغیرہ کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں۔[2]

یہ سب مصنف انوار اور ان کے فرقے کے اکاذیب قبیحہ میں سے ہے کہ علی الاطلاق خطیب کو کسی استثنا کے بغیر تمام اکابر ائمہ

[1] جامع بيان العلم (۲/ ۱٤۷، ۱٤۸)
[2] مقدمه انوار ملخصا (۲/ ۱۰۲)

بشمول امام احمد کے خلاف جعلی تعصب سے کام لے کر خطیب نے بہت کچھ لکھا، یہ جھوٹ اتنا واضح ہے کہ اس کے ایضاح کی کوئی ضرورت نہیں، مصنف انوار کے امام اعظم کی بابت مدح وجرح سے متعلق بہت ساری روایات مورخ کی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے خطیب نے جمع کر دیں اور ابوحنیفہ پر ان سے زیادہ شدید تجریحات کی نقل سے موصوف نے اغماض کیا، ہماری پوری کتاب اس کی شاہد عادل ہے، ہم تانیب الخطیب والسھم المصیب اور اس طرح کی مجموعۂ اکاذیب وتلبیسات کا اکٹھا ہی جائزہ لیں گے۔

۱۰۱۔ شیخ ابوالقاسم عبدالکریم بن ھوازن بن عبدالملک بن طلحہ بن محمد قشیری نیشاپوری (متوفی ۴۶۵ھ)

مصنف انوار نے مذکورہ بالا شیخ قشیری کے ترجمہ میں خلاف عادت دروغ بافی وزہر افشانی سے معلوم نہیں کیوں کام نہیں لیا؟

۱۰۲۔ شیخ علی مخدوم جلابی غزنوی ہجویری معروف بداتا گنج بخش لاہوری حنفی (متوفی ۴۶۵ھ)

مصنف انوار نے بعض اکاذیب کے ساتھ مذکورہ بالا شیخ ہجویری سے نقل کیا:

''میں ایک دفعہ ملک شام میں قبر بلال مؤذن نبوی کے سرہانے سویا تھا کہ مکہ معظّمہ میں گود نبوی میں بوڑھے ابوحنیفہ کو بچوں کی طرح لیٹے ہوئے پایا، پوچھنے پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ابوحنیفہ مسلمانان اہل سنت کے امام ہیں۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کا جہمی ومرجی ورائے پرست مخالف اہل سنت ہونا ثابت شدہ معاملہ ہے، معلوم نہیں کہ شیطان نے خواب ہجویری میں اپنے کو محمد رسول اللہ کہہ کر لوگوں کو گمراہ کرنے کا ایک اور حربہ ایجاد کیا، شیطان صورت نبوی تو نہیں اختیار کر سکتا مگر دھوکہ دینے کے لیے ایسے آدمی سے اپنے کو رسول اللہ ﷺ تو ضرور کہہ سکتا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ ہوں جس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا نہیں، مصنف انوار نے بہت فخر سے جو یہ کہا کہ ہجویری کے مزار واقع لاہور پر شب وروز میلہ کی طرح اجتماع خاص وعام رہتا ہے تو کسی کی قبر کو میلہ گاہ ومزار وسجدہ گاہ بنانے والوں پر اللہ ورسول وفرشتوں اور دوسری مخلوقات کی مسلسل لعنت برس رہی ہے، جیسا کہ بسند صحیح احادیث نبوی میں ثابت ہے۔

۱۰۳۔ شیخ ابوعبداللہ محمد بن علی بن محمد بن حسین بن عبدالملک بن عبدالوہاب دامغانی حنفی (متوفی ۴۷۸ھ)

مذکورہ بالا شیخ کے ترجمہ میں معلوم نہیں مصنف انوار نے اپنی فطرت کے خلاف اکاذیب وتلبیسات کچھ خاص انداز میں کیوں نہیں پھیلائے؟

۱۰۴۔ امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف ضیاء الدین نیشاپوری (مولود ۴۱۹ھ متوفی ۴۷۸ھ)

مذکورہ بالا امام الحرمین پر فرقہ کوثریہ دیوبندیہ کی خاص نظر ونقد وجارحیت ہے، انھیں مشہور محدث وفقیہ ورئیس الشافعیہ بڑے مناظر ومتکلم بلند پایہ خطیب وواعظ کہہ کر نیش زنی کرتے ہوئے مصنف انوار نے اپنے فرقہ والی فطری لغوطرازی کرتے ہوئے کہا:

''امام الحرمین ائمہ حنفیہ ومذہب حنفی سے بہت تعصب رکھتے تھے، تاریخی وفقہی لحاظ سے بہت سی غلط باتیں ان کی طرف منسوب کیں جن میں سے بعض کا ذکر ضمنا آچکا ہے، آپ کی فلاں فلاں تصانیف میں ''مغيث الخلق في اتباع الحق'' طبع ہو چکی ہے جس میں فقہ شافعی کو فقہ حنفی پر ترجیح دی اور فقہ حنفی وائمہ احناف کے خلاف ناموزوں

[1] مقدمہ انوار ملخصا (۲/ ۱۰۳)

الزامات عائد کئے اس کے جواب میں کوثری نے "إحقاق الحق بإبطال الباطل في مغيث الخلق" لکھی جونہایت تحقیقی وعلمی رد ہے... إلى آخر ما هذى وافترى۔"[1]

ہم امام الحرمین اور کوثری کی کتب مذکورہ کا بھرپور تحقیقی جائزہ آگے چل کر ترجمہ کوثری میں لیں گے، ناظرین کرام منتظر رہیں۔

بقول حافظ ذہبی امام الحرمین نے تقلید پرستی سے تائب ہو کر اثری اہل حدیث مذہب قبول کر لیا تھا اور اسی پر فوت ہوئے۔[2]

۱۰۵۔ امام ابوالحسن علی بن محمد بن حسین بن عبدالکریم بن موسی بزدوی حنفی (متوفی ۴۸۲ھ)

مصنف انوار نے مذکورہ بالا حنفی امام کی بابت کہا:

وہ فروع واصول میں اپنے زمانہ کے امام الائمہ شیخ حنفیہ مرجع علماء فقیہ کامل محدث ثقہ اور حفظِ مذہب میں ضرب المثل تھے، آپ کی فلاں فلاں تصانیف ہیں، عرصہ تک سمرقند میں درس وقضا کے فرائض انجام دیے، ان کے زمانہ میں ایک متبحر شافعی عالم آئے جو ہمیشہ مناظرہ میں غالب رہتے جس کے سبب بہت سے حنفی شافعی المذہب ہو گئے، حنفی مذکور سے مناظر شافعی کے ساتھ مناظرہ کے لیے ان کی ناپسندیدگی کے باوجود زور دیا گیا، آخر بڑے اصرار پر وہ شافعی مناظر کے پاس گئے، شافعی مناظر نے امام شافعی کے بعض فضائل بیان کیے انھوں نے کہا تم سرکاری دفتر کا دو سالہ خرچ وآمدنی کا حساب کتاب سناؤ، دفتر حساب لائے اس دفتر پر شاہی مہر لگوا کر مقفل کرا کے خود حج پر چلے گئے، چھ ماہ بعد واپس آئے تو دفتر مذکور منگوا کر زبانی سب کو سنایا، شافعی مناظر شرمندہ ہوئے اور دوسرے لوگ حیرت زدہ۔"[3]

ہم کہتے ہیں کہ یہ کہانی مصنف انوار نے بحوالہ حدائق الحنفیہ سنائی، مصنف حدائق الحنفیہ بھی مصنف انوار جیسے غالی تقلید پرست اور فرقۂ مقلدہ حرافہ کے ایک اکاذیب باف رکن تھے، اس قصہ میں شافعی مناظر سے کسی دینی علمی موضوع پر مناظرہ کا اشارۃً بھی ذکر نہیں، سرکاری دفتری حساب زبانی سنا دینے سے تقلید پرست ورائے پرست حنفی کا کمالِ مناظرہ کیسے ظاہر ہو گیا؟ یہ ایک بھاری عجوبہ ہے، یہ قصہ قصۂ مکذوبہ ہونے کے علاوہ کچھ نہیں، اگر فرقۂ کوثریہ دیوبندیہ میں کوئی دم ہے تو اسے بطریق محدثین معتبر ثابت کرے، اکاذیب نویسی سے کام بننے والا نہیں، ایسے اکاذیب جن کا کوئی تعلق علمی دینی موضوع سے نہیں ان سے حنفی مذہب کی کیا فضیلت ظاہر ہوئی جبکہ امام ابوحنیفہ ہی نے حنفی مذہب کو مجموعۂ کاذیب وشرور وفتن واباطیل کہا ہے؟ اپنی عادت کذب بیانی سے مجبور ہو کر مصنف انوار نے انھیں محدث ثقہ بھی کہا ہے حالانکہ ان کے ترجمہ کے جملہ مراجع میں سے کسی میں بھی ان کا ثقہ ہونا مذکور نہیں۔

۱۰۶۔ شیخ ابوالحسین قاضی القضاۃ محمد بن عبداللہ ناصحی نیشاپوری حنفی (متوفی ۴۸۴ھ)

مصنف انوار نے عنوان شیخ ناصحی کے تحت فرمایا:

''موصوف اپنے وقت کے مشہور محدث وفقیہ ومتکلم ومناظر وطبیب وعالم مذاہب فقہیہ تھے، حدیث ابوسعید صیرفی وغیرہ سے حاصل کی، بغداد وخراسان میں مدت تک درس حدیث دیا، مدرسہ سلطانیہ کے شیخ الحدیث ونیشاپور کے

---

[1] مقدمه انوار (۲/ ۱۰۳، ۱۰۴)
[2] سير أعلام النبلاء ترجمة امام الحرمين (۱۸/ ...)
[3] ماحصل از مقدمه انوار (۲/ ۱۰۴، بحوالۂ حدائق الحنفية)

قاضی رہے، ایسے فقیہ النفس، جید الفہم واسع المطالعہ تھے، امام الحرمین ابوالمعالی جوینی شافعی کے ساتھ مسائل خلاف میں بحث کرتے تو امام موصوف آپ کے حسن ایراد وقوت فہم کی تعریف پر مجبور ہوتے، محمد بن عبد اللہ وعبدالوہاب انماطی وغیرہ آپ کے تلامذہ حدیث میں سے ہیں۔"[1]

ہم کہتے ہیں کہ یہ باتیں مصنف انوار نے اپنے جیسے جامع الاکاذیب مصنف حدائق الحنفیہ سے نقل کی ہیں۔ حافظ ذہبی نے لکھا کہ موصوف ناصحی نے اپنے آپ کو اور اپنے ماتحت سرکاری حکام کو رشوت خوری کے لیے ایسا آزاد چھوڑ رکھا تھا کہ حقوق دہانۂ ہلاکت پر پہنچ گئے تھے، وہ تو حیرت ہوئی کہ انھیں قضائے نیشاپور سے ہٹادیا گیا۔[2] نیز موصوف عام حنفیوں کی طرح معتزلی بھی تھے جو بعض اعتبار سے جہمی مرجی بھی ہوتے ہیں۔[3] بعض نے کہا کہ معتزلی مذہب کی طرف ان کا میلان تھا۔[4] امام ابن کثیر کی بات ان سب پر بھاری ہے، وہ معتزلہ کی طرف صرف میلان ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ پکے معتزلی تھے آخر امام ابوحنیفہ بھی جہمی، مرجی اور بعض اعتبار سے معتزلی ہی تھے؟ ایسا غلط کار شخص تو ثقہ نہیں ہوسکتا اور نہ کسی نے انھیں ثقہ کہا ہی ہے۔

اسی طرح کے جتنے بھی حنفی ائمہ ہوں ان پر یہ قول ابی حنیفہ حجت قاطعہ ہے کہ میرے جملہ علوم مع فقہ حنفی مجموعہ اکاذیب واباطیل ہیں۔ یہ تفصیل گزر چکی ہے کہ معتزلی جہمی مرجی حکومت اپنا پیشوا امام ابوحنیفہ اور ائمہ احناف ہی کو کہتی تھی اور یہ بات صحیح بھی ہے۔

۱۰۷۔ شیخ ابوالحسن علی بن الحسن بن علی مندی نیشاپوری حنفی (متوفی ۴۸۴ھ)

مصنف انوار نے زیر عنوان صندلی حنفی نے کہا:

''موصوف مندی بڑے متبع سنت تھے اور یہ کہ ایک مرتبہ امام الحرمین ابوالمعالی نے مشہور کیا کہ نکاح بغیر ولی کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ اور رسول اکرم ﷺ کے درمیان اختلاف ہے، صندلی نے امام الحرمین کے مغالطہ پر افسوس کرتے ہوئے کہا کہ امام شافعی اور اللہ کے درمیان ذبح بغیر تسمیہ کے مسئلہ میں اختلاف ہے، کیونکہ نص قرآنی ہے: ﴿لا تاكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه﴾ یعنی بسم اللہ کہے بغیر ذبح کردہ جانور کا گوشت مت کھاؤ مگر امام شافعی اسے کھانے کی اجازت دیتے ہیں، اس قسم کے لطائف وظرائف بھی چلتے تھے، یہ طرز تنقید امام بخاری کا ایجاد کردہ ہے، جس کی تقلید امام الحرمین نے کی، امام بخاری نے جلد دوم (۱۰۳۲ مطبوع رشیدیہ دہلی "باب في الهبة والشفعة") میں قال بعض الناس سے ترقی کر کے کہا کہ بعض الناس نے نص نبوی سے مخالفت کی جس کا مکمل ومدلل جواب حافظ علامہ عینی وغیرہ نے دیا ہے، ہم بھی اس مقام پر پہنچ کر منتخب جواب درج کریں گے، یہاں صرف یہ کہنا ہے کہ ائمہ متبوعین خصوصا امام اعظم کے متعلق نازیبا حملے اور مغالطات کسی طرح مناسب نہیں، خصوصا جبکہ امام الحرمین اور امام بخاری کے اساتذہ نے امام اعظم کی زیادہ سے زیادہ مدح وتوثیق وتعظیم وتکریم کی، افسوس کہ بعد والے کچھ لوگ افراط وتفریط میں پڑ گئے۔"[5]

ہم کہتے ہیں کہ تجہم وارجاء واعتزال اور بتصریح ابی حنیفہ مجموعہ اغلاط واکاذیب واباطیل وشرور وفتن سے کشید کردہ مذہب حنفی

---

[1] مقدمه انوار (۲/ ۱۰٤ بحوالۂ حدائق الحنفية)
[2] سير أعلام النبلاء (۱۹/ ۲۰) والمنتظم لابن الجوزي (۹/ ٦٠)
[3] البداية والنهاية (۱۲/ ۱۷۰، واقعات ٤٨٤ھ)
[4] المنتظم لابن الجوزى (۹/ ٦٠) وفوائد البهيمة (ص: ۱۸۰)
[5] ما حصل از مقدمه انوار (۲/ ۱۰٤، ۱۰٥)

کے مقلدین یا متبعین کا متبع سنت ہونا محال در محال ہے، انھیں متبع سنت کہنا جرائم کبیرہ قبیحہ میں سے ہے، بلا ولی والے نکاح کے صحیح ہونے کا فتویٰ حنفیہ نصوص قرآنی ونصوص نبوی کے یقیناً خلاف ہے: ﴿لا تأكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه﴾ والا نص قرآنی غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے جانے والے گوشت کے غیر مباح ہونے کے ساتھ خاص ہے، بلاتسمیہ اہل اسلام کے ذبیحہ کی اباحت پر دلائل صحیحہ صریحہ موجود ہیں، البتہ حنفی مذہب میں غیر اللہ کے نام پر کیے گئے ذبیحہ اور بلاتسمیہ ذبح کیے ہوئے بعض صورتوں والے جانوروں کا گوشت حلال ہے جس کی قدرے تفصیل ہماری کتاب ''ضمیر کا بحران'' میں ہے، حنفی مذہب بھی نسیاناً تسمیہ کے بغیر والے ذبیحہ کو حلال کہتا ہے، نص قرآنی کے عموم واطلاق سے نسیان کے استثنا پر حنفیہ کے پاس قیاس کے علاوہ کوئی مثبت دلیل نہیں، نسیانا بحالت روزہ کھانے پینے پر بلاتسمیہ ذبیحہ کا قیاس مع الفارق ہونے کے ساتھ اصول احناف کے سراسر خلاف ہے، نسیانا نماز میں کلام کرنے یا کسی فریضہ کو چھوڑ دینے سے حنفی مذہب میں جو نماز باطل ہو جاتی ہے اس پر نسیانا ترک تسمیہ عند الذبح کا قیاس کیوں نہیں حنفی مذہب کرتا؟ پھر جب بتصریح ابی حنیفہ حنفی مذہب مجموعۂ اغلاط واباطیل ہے تو اس کی طرف سے دفاع کرنے والے خائب وخاسر ہونے کے علاوہ کیا ہو سکتے ہیں؟ امام بخاری کے بعض الناس کے جواب میں حافظ عینی جیسے جامع تلبیسات وتجاہلات کے جواب سلفی علماء نے رد بلیغ کر دیا ہے، انھیں ملاحظہ کریں، مشار الیہ مقام صحیح بخاری تک پہنچنے سے بہت دور رہ کر مصنف انوار عالم برزخ کو سدھارے، جسے بنایا ہوں وہ اس مقام پر پہنچ کر امام بخاری کے خلاف ہذیان سرائی کریں گے وہیں ہم بھی ان ہذیانیات کا جائزہ لیں گے بشرطیکہ زندگی وصحت وعافیت نے ساتھ دیا ورنہ حامیانِ سنت بہر حال موجود رہیں گے جو بدرجہ احسن ان شاء اللہ ہذیانیات دیوبندیہ کی خبر لیں گے۔

۱۰۸۔ شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی نصر حمیدی اندلسی (متوفی ۴۸۸ھ)

مذکورہ بالا امام حمیدی کے تذکرہ میں نہ جانے کیوں مصنف انوار نے مختصر بات لکھنے پر اکتفا کیا، ہم بھی تفصیل میں اختصار کے پیش نظر نہیں پڑیں گے۔

۱۰۹۔ شمس الائمہ ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی حنفی (متوفی ۴۹۰ھ)

مذکورہ بالا حنفی شمس الائمہ کے زیر تذکرہ انھیں مصنف انوار نے مشہور جلیل القدر متخصص محدث وفقیہ وامام وقت متکلم اصول ومناظر حفظ مسائل میں امام شافعی سے بدرجہا فائق صاحب کرامات قرار دیا۔[1]

غالی مقلدین کا مشہور جلیل القدر محدث وفقیہ وامام وقت شمس الائمہ وغیرہ ہونا محال در محال ہے، خواہ ان کے فضائل میں جمع اکاذیب کرے۔ فرقۂ مقلدہ کوثریہ کے یہ ممدوح کہتے تھے کہ امام شافعی کا حفظ میرے حفظ کے صرف زکوٰۃ برابر یعنی ڈھائی فیصد ہے۔[2] ائمہ اہل حدیث کی شان میں ایسی بدزبانی وبدتمیزی کرنے والے کس معنی کے مشہور جلیل القدر محدث فقیہ شمس الائمہ امام وقت ہیں جو اپنی کتابیں اکاذیب سے بھرے ہوئے ہیں؟

---

[1] ما حصل از مقدمه انوار (۲/ ۱۰۵، ۱۰۶)

[2] حواشی جواهر المضية، ترجمة سرخسی موصوف (۳/ ۷۲۸، ۸۱)

۱۱۰۔ حافظ ابو القاسم عبید اللہ بن عبد اللہ بن احمد بن محمد نیشاپوری حاکم حنفی (متوفی ۴۹۰ھ)

مذکورہ بالا حافظ ابو القاسم حاکم حنفی کے اپنے لکھے ہوئے مختصر دوسطری ترجمہ میں کوئی بدعنوانی خلاف عادت نہیں کی، ان کا ترجمہ سیر اعلام النبلاء (۱۸/ ۲۶۸، ۲۶۹) وتذکرۃ الحفاظ (۳/ ۱۲۰۰، ۱۲۰۱) میں بھی ہے، ان کی کتابوں تک تو ہماری رسائی نہیں، ہمارا خیال ہے کہ حنفی مذہب کی طرف ان کی نسبت محض رسمی ہے، انھیں امام ذہبی نے محدث بارع حافظ متقن ذوعناية تامة بعلم الحديث کہا، ایسے وصف والے محدث کا حنفی مذہب کا تقلید پرست ہونا وہ بھی جہمی مرجی معتزلی رائے پرستی والے مجموعہ اکاذیب مذہب کا مقلد ہونا بہت مستبعد ہے، بقول حافظ ذہبی ان میں تشیع پایا جاتا تھا۔

۱۱۱۔ حافظ ابو محمد حسن بن احمد بن محمد سمرقندی حنفی (متوفی ۴۹۱ھ)

مذکورہ بالا ترجمہ میں بھی مصنف انوار نے اختصار اور کذب پرستی والا طریق نہ جانے کیوں اختیار نہیں کیا، ان کا ترجمہ کتب رجال میں دیکھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقلید پرست حنفی نہیں تھے، ان کی کتاب "بحر الأسانيد" اور ان کے لیے حافظ ذہبی کے لقب "أقوام السنة" سے ان کے غیر مرجی وغیر جہمی وغیر رائے پرست وغیرہ تقلید پرست ہونے کا اشارہ ملتا ہے۔[1]

۱۱۲۔ شیخ ابو سعید محمد بن عبد الحمید بن عبد الرحیم خواہر زادہ حنفی (متوفی ۴۹۴ھ)

مذکورہ بالا عنوان کے تحت مصنف انوار نے خواہر زادہ کا ذکر مختصرا کیا، ہم بھی اختصار کے پیش نظر تفصیل میں نہیں پڑنا چاہتے ہیں۔

۱۱۳۔ محمد بن محمد بن محمد ابو الحامد الغزالی (مولود ۴۵۰ھ ومتوفی ۵۰۵ھ)

تذکرۂ غزالی میں مصنف انوار نے کہا:

> "مشہور عالم جلیل، شافعی المذہب، شاگرد امام الحرمین ابو المعالی جوینی وغیرہ ہیں، بہت علمی کتابیں تصنیف کیں، مثلا احیاء العلوم وغیرہ فقہ کے امام، اپنے اور دوسروں کے مذاہب کے پورے واقف کار تھے۔"[2]

تحصیل علوم سے فارغ ہو کر مدرسہ نظامیہ بغدادیہ میں درس دیا پھر ترک کیا، حج کے بعد دمشق گئے، دس سال وہاں مقیم رہے، پھر قدس واسکندریہ ہوتے ہوئے اپنے وطن پہنچ کر مشغول تصنیف ہوئے، منخول سمیت فلاں فلاں کتابیں لکھیں، منخول میں امام اعظم پر تشنیع کی اور بے حجت ودلیل الزامات لگائے جس سے تعصب ظاہر ہوتا ہے، یہ موصوف کے شان عالی کے مناسب نہیں تھا، اس کے جواب میں علامہ امیر کاتب اتقانی وغیرہ نے سخت انداز میں کتابیں لکھیں، یہ امام الحرمین کے تلمذ ومصاحبت کا اثر تھا جیسا کہ امام بخاری بھی امام صاحب کی بابت شیخ حمیدی ونعیم خزاعی وغیرہ سے متاثر ہوگئے تھے، خدا کا شکر ہے کہ امام غزالی نے بعد میں مدح ابی حنیفہ کر کے تلافیٔ مافات کر دی، ملا علی قاری نے طبقات میں لکھا کہ متوالی تین محمد والے نام شوافع میں امام غزالی وشمس الدین جزری ہیں حنفیہ میں علامہ رضی الدین صاحب المحیط ہیں، مولانا فرنگی محلی نے فرمایا حنفیہ میں ایسے بہت سے

---

[1] ان کے ترجمہ کے لیے ملاحظہ ہو سیر أعلام النبلاء (۱۹/ ۲۰۵، ۲۰۶) و تذكرة الحفاظ (٤/ ۱۲۳۰، ۱۲۳۱) والرسالة المستطرفه (ص: ۱۲۵)

[2] مرأة الزمان (۸/ ۳۹)

ہیں، مزید چار کا حنفیہ کے نام لکھے پھر لکھا کہ ایمن ابوالبرکات تونسی کے نام ونسب میں متوالی چودہ محمد جمع ہیں، آپ نے اپنا نام عاشق الٰہی رکھا مجاورت مدینہ طیبہ اختیار کی، وہیں ۳۴۷ھ میں فوت ہوئے۔ [1]

ہم کہتے کہ غزالی کے مقلد مذہبِ شافعی ہونے کی نفی ان کی کتابوں سے واضح طور پر معلوم ہوتی ہے، کذا بین کوثریہ کو کیسے معلوم ہوا کہ غزالی نے احیاء العلوم منخول کے بعد لکھی، ہم بیان کر آئے ہیں کہ احیاء العلوم میں بھی غزالی نے تجریح ابی حنیفہ ودیگر ائمہ احناف کی ہے، کذا بین کوثریہ کی خیال آرائی سے حقائق نہیں بدل سکتے، ہم احیاء العلوم سے وہ باتیں نقل کر آئے ہیں جو احناف خصوصا امام ابوحنیفہ کی تجریح وتنقید پر مشتمل ہیں، یہاں منخول کی مختصر سی عبارت جو خاتمہ کتاب پر امام غزالی نے لکھی ہے اسے ہم نقل کر رہے ہیں۔

"المنخول من تعليقات الأصول" کی ردِ حنفیہ پر مشتمل ایک عبارت:

''امام ابوحنیفہ نے شریعت کو بالکل الٹ پلٹ کر رکھ دیا اور طریق شریعت کو اضطراب واختلاف وتضاد کا شکار بنا دیا اور نظام شریعت کو بدل کر رکھ دیا، ہم جانتے ہیں کہ جن امور پر شریعت مشتمل ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ عمدہ و اچھے اخلاق وطور وطریقہ اختیار کرنے پر زیادہ زور اور معاصی وجملہ بے حیائی والی باتوں کو اختیار کرنے پر سخت زجر وتوبیخ اور تہدید وتوعید کی گئی ہے، تیسرے یہ کہ جرائم ومعاصی سے مستغنی ہونے پر فداکاری کو مباح کیا گیا اور اوامر شرعیہ کی پیروی وتابع داری کو متعین طور پر ضروری قرار دیا گیا ہے، مجموعی طور پر ان اوامر کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ تعبدات، ۲۔ معاملات، ۳۔ عقوبات،

عبادات کے چار ارکان ہیں نماز، روزہ، زکوۃ اور حج، اور نماز کی تفاصیل میں مذہب ابی حنیفہ کا فساد مخفی نہیں، مذہب حنفی کی تفاصیل فاسدہ پر کلام باعث تطویل ہے اور اس سلسلے میں حنفی مذہب کا خبط بہت واضح ہے، خصوصاً جن امور کا تعلق اس بات سے ہے کہ کم از کم کتنی باتوں کے انجام دینے سے نماز پوری ہو جاتی ہے، اگر حنفی مذہب کی اقل نماز والی بات کسی اجڈ گنوار کے سامنے بھی پیش کی جائے تو اس سے وہ متنفر ہو جائے گا اور مذہب حنفی کے اتباع سے باز آجائے گا کیونکہ حنفی مذہب کا کہنا ہے کہ غسل و وضو کی نیت کیے بغیر جو آدمی گندی نبیذ میں ڈوبنے کے بعد کتے کی مدبوغ کھال پہن کر ترکی یا ہندی زبان میں تحریمہ باندھ کر صرف ایک لفظ قرآنی ﴿مدهامتان﴾ کا ترجمہ ''دو برگ سبز'' یا ''دوہرے پتے'' کسی بھی زبان میں کہہ کر رکوع کیے بغیر دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ کے بغیر مرغ کی طرح زمین پر دو ٹھونگ مار لے اور تشہد پڑھے بغیر سلام پھیرنے کے عوض عمداً ریاح خارج کر دے تو نماز ادا ہو جائے گی، نیز حنفی مذہب کا یہ بھی کہنا ہے کہ دوران نماز اگر بلا قصد خروج ریاح ہو جائے تو دوبارہ وضو کرے پھر اس کے بعد عمداً وضو توڑ دے تو نماز ادا ہو جائے گی۔

جس بات پر ہر دیندار کا قطعی فیصلہ کرنا مناسب ہے وہ یہ ہے کہ ایسی نماز پڑھوانے کے لیے اللہ تعالی نے کسی بھی نبی کو مبعوث نہیں کیا، نہ آخری نبی محمد ﷺ ہی کو اس کی تعلیم دینے کے لیے مبعوث کیا، نماز تو دین کا محور اور ستون

[1] ماحصل از مقدمه انوار (۲/ ۱۰۶، ۱۰۷)

ہے امام ابوحنیفہ نے یہ خیال خام قائم کیا کہ بس اتنی ہی باتیں تکمیل نماز کے لیے واجب ہیں اور ان سے زیادہ باتیں آداب وسنن ہیں۔''

''اسلام کے دوسرے رکن روزہ کو تو حنفی مذہب نے جڑ سے اکھاڑ پھینکا، اسے بلا نیت بھی اگر رکھا جائے اور دو پہر بعد نیت کر لی جائے تو مذہب حنفی میں روزہ مکمل ہو جاتا ہے، اور زکوۃ کی ادائیگی میں تاحیات تاخیر کی مذہب حنفی میں رخصت ہے خواہ اس کی کتنی ہی زیادہ شرعی ضرورت ہو اور مساکین کی نگاہیں اس کی طرف پھیلی ہوں، اگر ادائیگی زکوۃ کے بغیر آدمی مر گیا تو زکوۃ حنفی مذہب میں ساقط ہو جاتی ہے، یہ ابطال شریعت کے علاوہ کوئی دوسرا بھی اقدام ہوسکتا ہے؟ لطف یہ کہ حج کے معاملہ کو زکوۃ کے بالمقابل بالکل حنفی مذہب میں الٹ دیا گیا جس کا کوئی تعلق کسی مسکین مسلمان کی ضروریات سے نہیں، اسے تو حنفی مذہب میں فوری طور پر ادا کرنے کا فتوی دیا گیا، یہ سب عبادات کے معاملہ میں امام ابوحنیفہ کی کارستانیاں ہیں۔

''عقوبات وسزاؤں کے مقاصد شرعیہ کا امام ابوحنیفہ نے ابطال کر دیا اور شریعت کے اصول وقواعد کو توڑ پھوڑ دیا، شریعت جن چیزوں کا بچاؤ چاہتی ہے یعنی عزت وآبرو جان ومال کا تحفظ انھیں بھی حنفی مذہب نے منہدم کر دیا، غیر دھاری دار آلہ سے قتل ناحق پر قانون قصاص شریعت کو توڑ کر امام ابوحنیفہ نے گلا دبا کر پانی میں ڈبو کر، مختلف قسم کے غیر دھاری آلات قتل سے قتل ناحق کا راستہ حنفی مذہب نے ہموار کر دیا اور ختم قصاص کا ذریعہ بنا دیا، اس پر مستزاد یہ کہ حس و بدیہی امور کا بھی امام ابوحنیفہ نے انکار کر دیا اور فرما دیا کہ ان صورتوں میں ارادۂ کیے بغیر ہی وقوع قتل ہوا ہے، یہ تو محض شبہ عمد ہے، کاش اس کا شعور ہو سکے، بھلا کوئی صاحب عقل ایسے حنفی مذہب کی تقلید کا روادار کیونکر ہوسکتا ہے؟ صرف انتہا درجہ کی غباوت وحماقت وبے حیائی پسندی ہی مذہب حنفی کی تقلید کے جواز پر کسی کو آمادہ کر سکتی ہے۔

''فروج یعنی شرمگاہوں کے معاملہ میں بھی ابوحنیفہ نے اسقاط حدود کے راستے ہموار کیے، اجرت پر زنا کاری، ماؤں سے نکاح وغیرہ کو ابوحنیفہ نے مباح کر دیا، اس خیال خام کے تحت کہ یہ حدود کو ٹالنے والے فتاوی ہیں جو آدمی بدکار عورت کے ساتھ زنا کاری کا خواہش مند ہو وہ بھلا اجرت پر زنا کے لیے عورتوں کو حاصل کر کے بدکاری سے کیوں باز رہے گا؟ اس طرح کے جرائم کی اجازت دینے والے کو کون معذور کہہ سکتا ہے؟ پھر ابوحنیفہ نے تدقیق سے کام لے کر ایجاب حد کے گوشے اسی خیال خام کے تحت قائم کیے کہ میں نے کسی خاص دقیقہ سنجی سے کام لیا، موصوف کا فتوی ہے کہ اگر زنا کاری پر چار گواہوں کی گواہی ہو اور مجرم صرف ایک بار اقرار کرے تو حد ساقط ہو جائے گی مگر شبہ والی وطی پر موصوف نے اقامت حد کو واجب قرار دیا، اس طرح کہ اگر اپنے بستر پر آدمی نے کسی اجنبیہ عورت کو لیٹا دیکھ کر اس سے وطی کی یہ سمجھ کر کہ یہ میری بیوی ہے تو حد واجب ہے جس کی حرمت متحقق ہے اور ادنیٰ ترین موجبات حد میں امام ابوحنیفہ کا وہ طرز عمل ہے مگر جس سے ذھول وخطا سے یہ فعل سرزد ہوا اس کو حرام کاری نہیں کہا جاسکتا اس میں یہ طرز عمل بھلا کیا معنی رکھتا ہے؟

''اموال کے معاملہ میں بھی حنفی مذہب کی اسی طرح کارستانیاں ہیں، حنفی مذہب کا کہنا ہے کہ مالِ مغصوب میں معمولی ترین تبدیلی کر دینے سے غاصب اصل مالک بن جائے گا، گیہوں غصب کر کے آٹا بنا لینے والا غاصب اس کا صحیح مالک بن گیا، پھر چال بازی سے کام لے کر رومال کے ایسے غاصب کے بالمقابل جس نے اسے طول یا عرض میں پھاڑ دیا گیہوں کے غاصب

کے درمیان تفریق کر دی، نیز مرطوب اموال اور اس معنی کی چیزوں میں حد سرقہ ختم کر دی، خواہ وہ مرطوب نہ بھی ہوں حتی کہ کہہ دیا کہ جس نے سونے کا کوئی برتن چرا کر اسے نقطہ برابر پانی سے تر کر دیا تو سرقہ کی حد نہیں ہوگی، جس کی حس بدیہی امور میں ایسی ہو اسے کیا کیا جائے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے اگر اس طرح کی بات پیش کی جاتی تو وہ ایسی صورت میں ابطال حد نہ کرتے مگر ایسے بے حس و بے عقل آدمی کا کیا کیا جائے؟

پھر بطور احتیاط اس معاملہ کو تدقیق سے کام لے کر الٹ بھی دیا، اس خیال خام کے سبب کہ چور پر ایک گواہ نے یہ گواہی دی کہ اس نے سفید گائے کی چوری کی، دوسرے گواہ نے کہا کالی گائے چرائی تو چور کا ہاتھ کٹے گا بایں احتمال کہ گائے چتکبری تھی، اس کا کچھ حصہ سفید اور کچھ کالا تھا، پھر تمام قواعد شریعت محمدیہ کو قطعی طور پر حنفی مذہب میں ختم کر دیا گیا ہے، اس طرح کہا گیا کہ کسی کی منکوحہ بیوی پر دو جھوٹے گواہ پیش کر کے کسی فاسق و بدچلن نے جھوٹی گواہی کے ذریعہ اپنی منکوحہ ہونے کا عدالتی فیصلہ کرالیا تو اس کے لیے یہ بیوی بطور زوجہ حلال ہوگئی اگر چہ وہ جانتا ہے کہ یہ دام تزویر ہے اور اللہ کے نزدیک یہ عورت مجھ پر حرام اور اس کے اصل شوہر کے لیے ہی حلال ہے، یہ ہے حنفی مذہب کی کارستانی؟ ہم نے صرف یہی مثالیں اس لیے پیش کیں کہ عوام کے لیے دوسرے امور حنفیہ کا سمجھنا ذرا مشکل ہوگا مگر یہ مثالیں ہر فریب خوردہ سادہ لوح احمق و بالغ و بچہ بآسانی سمجھ سکتا ہے، اگر تقلید پرستی پر لوگوں کو مانوس نہ بنا دیا گیا ہوتا اور قلوب کو ٹریننگ نہ دیدی گئی ہوتی اور قلت درایت وشدت عبادت نہ پائی جاتی تو کوئی سلیم الطبع حنفی مذہب کا مقلد بننا گوارا نہ کرنا، اسی وجہ سے تمام ائمہ سلف نے امام ابوحنیفہ کو مجروح وساقط الاعتبار قرار دیا ہے اور انھیں شریعت کا توڑنے پھوڑنے والا اقرار دیا ہے۔

قاضی باقلانی کی قتل مثقل (غیر دھار دار آلہ سے قتل) کے سلسلہ میں حنفی مذہب پر رد بلیغ بالکل حق ہے جو ایسا فتوی دیے ہو وہ اگر لاعلمی میں ایسا کیے ہو تو عقل والوں میں سے نہیں اور اگر جان بوجھ کر کیے ہو تو اس نے دین کو توڑ پھوڑ دیا ہے، امام شافعی نے ان قواعد حنفیہ کو رد کر دیا اور ایسی اچھی نظر فی الاصول اختیار کی جس کے اچھے ہونے کا منکر کوئی معاند ہی ہو سکتا ہے، اس فصل کا مطالعہ کرنے والا شاید یہ سمجھے کہ ہم امام شافعی کے طرف دار اور حنفیہ سے ناراض ہیں تو یہ بات حقیقت سے بہت بعید ہے، ہم صرف انصاف پرور و معتدل رویہ اختیار کرنے والے ہیں، ہم نے زیادہ بات کے بجائے تھوڑی سی بات پر اکتفا کیا، اس معاملہ میں نزاع رکھنے والے ہر شخص پر لازم ہے کہ انصاف اور عقل سے کام لے اور تقلید پرستی اور تقلید پرستی سے لگاؤ ومحبت ترک کرے الخ۔[1]

ناظرین کرام خصوصاً احناف امام غزالی سے بڑی عقیدت ظاہر کرتے ہیں، وہ حنفی مذہب اور ائمہ احناف کی بابت امام غزالی کی یہ تصریحات دیکھیں، سلطان محمود غزنوی کے دربار میں حنفی نماز اور نبوی نماز کا فرق ظاہر کرتے کے لیے امام قفال مروزی نے دونوں طریق پر نماز پڑھ کر دکھلائی تھی، بایں طور کہ کتے کی مدبوغ کھال پہن کر چوتھائی حصہ کو نجاست سے ملوث کر کے نبیذ سے وضو بلا نیت کر کے فارسی زبان میں تحریمہ باندھ کر قرآنی آیت ﴿مدهآمتان﴾ کا ترجمہ ''دو برگ سبز'' کہہ کر بلا فصل کوے کی طرح دو ٹھونگ مار کر تشہد پڑھے بغیر ہوا خارج کر کے کہا کہ یہی حنفی نماز ہے، احناف نے لاکھ انکار کیا مگر کتب حنفیہ منگوا کر سلطان محمود نے ایک نصرانی سے پڑھوا کر امام قفال کی بات کی تصدیق اور سارے احناف کی تکذیب معلوم کر لی، پھر

---

[1] المنخول مطبوع دمشق ١٤٠٠هـ، ١٩٨٠ء (ص: ٥٠٠ تا ٥٠٤)

وہ حنفی مذہب چھوڑ کر شافعی المذہب یعنی اہل حدیث ہو گیا۔[1]

فرقۂ کوثریہ کے بانی اور کوثریہ دیوبندیہ کے جہمی مرجی امام کوثری نے بزعم خویش مغیث الحق کا رد لکھا ہے، ہم ان شاء اللہ تعالی اس کی حقیقت ترجمۂ کوثری میں ظاہر کریں گے۔ حافظ ذہبی نے سلطان محمود غزنوی کی بابت کہا: "كان مائلا إلى الأثر إلا أنه من الكرامية" یعنی محمود غزنوی مذہب اہل حدیث کی طرح میلان رکھتا تھا الا یہ کہ وہ کرامی تھا۔[2] ہم کہتے ہیں کہ کرامیہ فروع میں اہل حدیث تھے، پھر بعد میں سلطان محمود پورا اثری المذہب ہو گیا تھا، جس کی تفصیل ہم نے دوسری جگہ پیش کی ہے۔

۱۱۴ تا ۱۱۹۔ مسند ہرات نصر بن احمد حنفی، حافظ یحییٰ بن مندہ وشمس الائمہ زرنجری ومحی السنۃ بغوی واسحاق بن محمد نسفی حنفی وابو المعالی مسعود بن حسین کشانی:

تذکرۂ غزالی کے بعد مندرجہ بالا نمبرات کے تحت مصنف انوار نے چھ حضرات کے تراجم مختصراً لکھے، کوئی قابل تعلیق بات ہم نہیں سمجھتے اور اختصار پیش نظر ہونے کے سبب ہم تفصیل سے اعراض کر رہے ہیں۔

۱۲۰۔ الشیخ المحدث ابو عبد اللہ حسین بن محمد بن خسرو بلخی حنفی (متوفی ۵۲۲ھ)

مذکورہ بالا حسین بن محمد بن خسرو بلخی کا ذکر متعدد جگہ آ چکا ہے، ان کا مستقل تذکرہ مصنف انوار نے عنوان مذکور کے تحت کیا، ہم بھی اللمحات (۱/ ۸۸) میں ودیگر متعدد مقامات میں ان کا ذکر کر آئے ہیں، یہ کذاب، وضاع، بہت بڑے فراڈی، رافضی، معتزلی، حنفی، بے راہ رو آدمی تھے جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں۔ اس جگہ مصنف انوار نے ایک مزید بات یہ کہی کہ حافظ ابن حجر نے اگرچہ کہا کہ اس کذاب نے اپنا تیار کردہ ایک مجموعۂ اکاذیب بنام مسند ابی حنیفہ قاضی مارستانی کی طرف مکذوب طور پر منسوب اور دوسرا اپنے نام سے شائع ومشتہر کر دیا، حالانکہ حافظ ابن حجر کے شاگرد سخاوی نے بذریعہ تدمری، میدومی، نجیب، ابن الجوزی اسے قاضی مارستانی تک متصل کر دیا، جس سے حافظ ابن حجر کی جسارت داد طلب ہو گئی۔[3]

ہم کہتے ہیں کہ فرقۂ کوثریہ دیوبندیہ رائے پرست واکاذیب پرست مقلدہ اگر کبھی کوئی سچ بات بولنے کا روادار ہے تو حافظ کے شاگرد سخاوی نے جن اسانید مکذوبہ متصلہ کا ذکر حافظ ابو بکر محمد بن عبد الباقی مارستانی تک کیا ہے ان میں سے کسی ایک سند کا معتبر ہونا ثابت کرے، حافظ ابن حجر نے مکذوبہ اسانید متصلہ کی نفی نہیں کی ہے بلکہ یہ صراحت کی ہے کہ قاضی مارستانی کی طرف مکذوب طور پر اسے منسوب کر دیا گیا ہے اور یہ رذیل وقبیح وذمیم ترین کام ابن خسرو کذاب رافضی معتزلی حنفی فراڈی نے کیا ہے۔ افسوس کہ یہ کذاب لوگ اہل علم بشمول حافظ ابن حجر کی باتیں سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہونے کے باوجود کاغذ قلم اٹھا کر جذبۂ اکاذیب پرستی سے مغلوب ہو کر داد تحقیق دینے بیٹھ جاتے ہیں، ہم پھر چیلنج کرتے ہیں کہ یہ فرقۂ کذابہ حرافہ حافظ مارستانی تک مسند ابی حنیفہ کی متصل ایک ہی سند معتبر پیش کرے، ابھی ہم بتلا رہے ہیں کہ تا قیامت اپنی اجتماعی قوت صرف کر کے بھی وہ ایسا نہیں کر سکتا۔

---

[1] مغيث الخلق في ترجيح القول الحق مطبوع فيصل آباد پاكستان ١٤٠٢هـ، ١٩٠٨ء (ص: ٥٦ تا ٥٩)

[2] سير أعلام النبلاء (١٧/ ٤٨٦ ترجمة سلطان محمود)

[3] مقدمه انوار (٢/ ١٠٨ بحوالۂ تقدمه نصب الراية وجواهر مضيه ورسالۂ مسطرفه)

۱۲۱ تا ۱۴۱۔ متعدد افراد بشمول شیخ ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل مرغینانی حنفی (متوفی ۵۹۳ھ)

مصنف انوار نے مندرجہ بالا نمبرات کے تحت بائیس افراد کے تراجم مختصرا بشمول صاحب ہدایہ شیخ ابوالحسن مرغینانی لکھے، ان کے تراجم میں یہاں کوئی قابل تعلیق بات نہیں کہی، جہاں کہیں کسی کی بابت کوئی بات کہی وہاں ہم نے توضیح کر دی ہے، صاحب ہدایہ کی بابت لکھا کہ اس کی احادیث کی تخریج مشہور کتاب نصب الرایہ للزیلعی میں کی گئی ہے جسے بہترین تعلیقات وتصحیح وتقدمہ کے ساتھ چار ضخیم جلدوں میں ۱۹۳۸ء میں مجلس ڈابھیل سورت کی طرف سے مصر میں طبع کرایا گیا ہے، حافظ ابن حجر نے نصب الرایہ کی تلخیص بنام درایہ لکھی مگر بقول شاہ انور جیسی توقع حافظ ابن حجر کے فضل وکمال سے تھی ویسی نہیں بلکہ بہت سی بہترین اونچی نقول ترک کر دیں جس سے کتاب مذکور بے وقعت ہوگئی۔❶

ہم کہتے ہیں کہ تہہ بہ تہہ ظلمات کی اندھیر نگری میں درایہ تلخیص نصب الرایہ ضرور ہی بے وقعت ہوگی کیونکہ اس میں مستدلات حنفیہ پر کسی قدر رد بھی ہے ورنہ یہ مختصر تلخیص نصب الرایہ سے بھی کئی نواحی سے بہتر ہے۔

مصنف انوار نے ترجمۂ احمد بن عبد الرشید میں کہا کہ صاحب ہدایہ نے آپ (احمد بن عبد الرشید) سے بسند متصل یہ حدیث نبوی روایت کی کہ بدھ کے روز جو چیز شروع کی جائے وہ ضرور پوری ہوگی، فوائد البہیہ میں ہے کہ اس حدیث کی صحت میں بعض محدثین کو کلام ہے مگر جلد اور بخیر وخوبی کسی کام کے انجام پانے کی حکمت دوسری احادیث سے مستنبط ہوتی ہے کہ بدھ کے دن ظہر وعصر کا درمیانی وقت اجابت دعا کا وقت ہے، اگر اس دن کے وقت مذکور میں کوئی کام شروع کیا جائے اور کام جلد پورا ہونے اور حسن انجام کی دعا کی جائے تو اس کے قبول ہونے کی امید غالب ہے۔❷

ہم کہتے ہیں کہ فوائد البہیہ ترجمۂ احمد بن عبد الرشید (ص:۲۴) میں یہ مذکور ہے کہ حدیث مذکور پر بعض محدثین کو کلام ہے حتی کہ بعض محدثین نے اسے موضوع کہا ہے، اور جس جواہر المضیہ کے حوالے سے مصنف انوار نے یہ بات کہی ہے اس کے حاشیۂ ترجمۂ احمد بن عبد الرشید میں بھی بحوالۂ الفوائد البہیہ یہی بات لکھی ہے مگر مصنف انوار نے حسب عادت اس میں منقول یہ بات چھپائی کہ اس حدیث کو بعض محدثین نے موضوع کہا ہے۔ اس طرح کی کارستانی کو قرآن مجید نے یہود ونصاری کے خصوصی اوصاف میں سے قرار دیا ہے۔❸ فوائد البہیہ ترجمۂ صاحب ہدایہ میں ہے کہ صاحب ہدایہ اسی موضوع حدیث کے مطابق ابتدائے سبق کو بدھ تک ملتوی رکھتے تھے، بدھ کو درس شروع کرتے تھے، صاحب ہدایہ کے اس طریق کی اقتدا بلکہ تقلید ان کے بعد والے بہت سارے ہمارے حنفی علماء کرتے آئے ہیں حتی کہ اس زمانہ میں بھی احناف کے یہاں یہ رواج جاری ہے لیکن ذات نبوی کی طرف منسوب اس حدیث پر یہ بات گزر چکی ہے کہ بعض محدثین نے اس پر کلام کیا ہے، یعنی کہ اسے موضوع کہا ہے۔ سخاوی نے مقاصد حسنہ میں کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ روایت کس اصل پر قائم ہے؟ یعنی کہ روایت مذکورہ بے اصل وموضوع ہے، اور یہ بے اصل روایت مرفوع حدیث "الأربعاء یوم نحس" یوم نحس مستمر کے معارض بھی ہے یعنی کہ بدھ کا دن نحوست کا دن ہے، یہ

---

❶ ما حصل از مقدمه انوار (۲/ ۱۱۲، ۱۱۳)

❷ ملخص از مقدمه انوار ترجمة أحمد بن عبد الرشيد (۲/ ۱۱٤ بحوالۂ جواهر وحدائق)

❸ [سوره بقره: ۱٤٦، ۱۵۹، ۱۷٤ وسورۂ آل عمران: ۱٦۷ سورۂ النساء: ۳۷ و سورۂ المائده: ٦۱]

حدیث ضعیف ہے یعنی کہ صاحب ہدایہ کی متدل موضوع حدیث کی طرح مکذوب نہیں بلکہ صرف ضعیف ہے۔

اس کلام سخاوی پر ملا علی قاری نے اپنے رسالہ "المصنوع في معرفة الموضوع" میں تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بدھ کا دن کفار کے لیے نحس مستمر کا دن ہے جس کا مفہوم یہ ہوا کہ مومنین ابرار کے لیے یہ مسعود دن ہے، اس حدیث، یعنی بدھ کے دن ابتدا کیا ہوا کام بحسن وخوبی جلد انجام پذیر ہوتا ہے، پر ہمارے حنفی ائمہ میں سے صاحب ہدایہ اور بعد والوں نے اعتماد وعمل کیا ہے۔عسقلانی نے کہا کہ مجھے میرے بعض صالحین ملاقاتی سے خبر ملی ہے کہ بدھ کے دن نے دربار الٰہی میں اپنی نحوست کا شکوہ کیا تو اللہ تعالی نے اسے وصف مذکور سے نوازا۔قول علی قاری نقل کر کے شیخ فرنگی محلی نے کہا کہ میں نے بدھ فضیلت مذکورہ کا استخراج ایک دوسرے لطیف اثر سے کیا جو الادب المفرد للبخاری ومسند احمد وبزار میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اتوار، دوشنبہ، منگل کو مسجد فتح میں دعا کی تو آپ ﷺ کی دعا بدھ کو ظہر وعصر کے درمیانی وقت میں مقبول ہوئی، حضرت جابر کا کہنا ہے کہ ہم نے ہر پیش آمدہ اہم معاملہ کے لیے وقت مذکور میں دعا کی سو مقبول ہوئی۔سیوطی نے اپنے رسالہ "سهام الإصابه في الدعوات المستجابة" میں جابر والی اس حدیث کی سند کو جید کہا اور سمہودی نے وفاء الوفاء میں اس کے رجال کو ثقات کہا، اس روایت سے مستفاد ہوا کہ بدھ کا وقت مذکور قبولِ دعا کا وقت ہے، اسی لیے ہمارے حنفی اماموں نے اسے مستحب قرار دیتے ہوئے اپنا یہ معمول بنایا کیونکہ اس دن سبق شروع کرنے سے دعائے مذکور کی برکت سے بآسانی وجلدی کام اختتام پذیر ہوتا ہے اور دعا بھی مقبول ہوتی ہے، یہ دن امم ماضیہ پر منحوس تھا مگر امت محمدیہ پر مسعود ہوگیا، اسی طرح طلبہ میں شہرت ہے کہ ختم کتاب قریب ہونے اور اوراق کی گنتی ہونے اور اختتام میں موانع کا اندیشہ ہونے پر وقت مذکور میں دعا کرنے سے کام بن جاتا ہے اور یہ میرا اور علماء کبار کا بھی مجرب نسخہ ہے۔[1]

مصنف فوائد البہیہ نے اپنی مذکورہ بالا پر طویل تحشیہ بھی لکھا جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت جابر کی طرف منسوب مرفوع حدیث معنوی طور پر حضرت علی مرتضی سے دوضعیف سندوں کے ساتھ ابن مردویہ نے اور ابن عباس سے خطیب نے نقل کی ہے، اور اس کا معنی مذکور محدثین کی ایک جماعت سمیت حلیمی نے اپنی کتاب شعب الایمان میں بتلایا ہے اور مسجد فتح میں تین روزہ دعائے نبوی میں صاحب ہدایہ کی متدل حدیث کے راز کے مخفی ہونے کا احتمال ہے، پھر میں نے تنزيه الشريعة عن الأحاديث الموضوعة لعلی بن محمد بن عرق میں اس کی ایک اور اصل بھی دیکھی کہ صحیح مسلم میں یہ حدیث نبوی مروی ہے کہ اللہ تعالی نے نور کو بدھ کے دن پیدا کیا۔اور علم بھی نور ہے، لہٰذا اسی پر قیاس کر کے موقف مذکور اختیار کیا جائے۔[2]

ہم کہتے ہیں کہ ذات نبوی کی طرف منسوب صاحب ہدایہ کی متدل ومروایت کردہ "ما من شيء بدئ يوم الأربعا إلا تم" کا موضوع وبے اصل ہونا باعتراف صاحب الفوائد البہیہ متحقق ہے، اسے سخاوی وصاحب تنزیہ الشریعۃ وعام محدثین نے موضوع وبے اصل ہی کہا، اسے روایت کرنے والے اور معمول بہ ومتدل بنانے والے صاحب ہدایہ راویٔ حدیث کی حیثیت سے غیر موثق ہیں اور ان کی کتاب ہدایہ میں بکثرت اوہام اور غلط انتسابات واقع ہوئے ہیں جن پر خود بعض احناف نے مستقل کتابیں لکھیں اور نصب الرایہ ودرایہ سے بھی یہ بات واضح ہے۔صاحب ہدایہ نے اپنے جس استاذ احمد بن عبدالرشید سے اسے

---

[1] ملخص از فوائد البهية (ص: ١٤٢ تا ١٤٤)　[2] ملخص از حاشيه الفوائد البهية (ص: ١٤٣)

نقل کیا وہ بھی بحیثیت راویٔ حدیث غیر موثق ہیں، اور چھٹی صدی ہجری کے احمد بن عبد الرشید سے لے کر ذات نبوی تک کی سند غیر معروف ومظلم ونامعلوم ہے، پھر اس کے موضوع ہونے میں شک کوئی ممسوخ الفطرۃ جہالت مرکبہ کا شکار آدمی ہی کر سکتا ہے اور صاحب ہدایہ کی یہ جسارت قبیحہ قابل صد ہزار افسوس ہے کہ اس موضوع حدیث پر امام ابوحنیفہ بھی عمل پیرا تھے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ صاحب ہدایہ کی طرف اس موضوع حدیث اور اس پر صاحب ہدایہ اور امام ابوحنیفہ کا عمل نیز دیگر ائمہ احناف کا عمل منسوب کرنے والے برہان الاسلام محمد بن محمد بن محمد رضی الدین السرخسی کو خود ائمہ احناف نے مجروح وکذاب قرار دیا ہے۔❶ بس اسی کذاب ومجروح نے یہ مکذوبہ بات صاحب ہدایہ وابوحنیفہ ونبی معصوم محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دی، افسوس کہ اس کا کذاب ہونا نقل کرنے والے فرنگی محلی نے اس موضوع ومکذوب بات کو قابل عمل قرار دینے کے لیے کافی اطناب وطویل بیانی سے کام لیا اور اس کے انشراح صدر کے ساتھ موضوع ہونے کا اعتراف نہیں کیا، بہر حال یہ روایت موضوع ہے اور اس پر عمل جائز نہیں۔ اور جس روایت کو اس کا معارض کہا گیا ہے یعنی "یوم الأربعاء یوم نحس مستمر" وہ معنوی طور پر اگرچہ تین صحابہ حضرت جابر بن عبد اللہ وحضرت علی مرتضی وحضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے لیکن ان میں سے ہر ایک کی سند بہت ضعیف ہے، ان کے مجموعہ سے بھی یہ روایت قابل استدلال نہیں لیکن اس کے مفہوم مخالف سے جو اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ کفار ومشرکین کے لیے یہ دن منحوس ہے مگر مومنین کے لیے منحوس نہیں بلکہ مسعود ہے تو اوّلاً یہ حدیث ہی جب ساقط الاعتبار ہے تو اس کے مفہوم مخالف یا مفہوم موافق سے استدلال جائز نہیں۔

ثانیاً: مفہوم مخالف بہت سارے اہل علم بشمول امام ابوحنیفہ کے نزدیک حجت ودلیل نہیں۔

ثالثاً: قرآن مجید نے کہا:

"قوم عاد پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن عذاب الٰہی جاری رہا جس سے یہ لوگ ہلاک وبرباد ہوگئے۔"❷

اور دوسری جگہ قرآن مجید میں ان سات راتوں اور آٹھوں دنوں کو ﴿أيام نحسات﴾ کہا گیا ہے۔❸ اس اعتبار سے شیخ فرنگی محلی اور ان کے جملہ موافقین مع فرقۂ کوثریہ بشمول مصنف انوار وفرقۂ دیوبندیہ کے اصول مزعومہ سے ہر دن و رات کفار ومشرکین کے لیے منحوس اور مومنین کے لیے مسعود ہیں، لہٰذا ہر دن اپنے ہر کام کو ہر مؤمن شروع کرے صرف بدھ کے دن کی کوئی تخصیص نہیں رہتی۔

رابعاً: امام ابوحنیفہ کا جہمی المذہب غالی مرجی ہونا متحقق ہے اور ان کی والدہ کا سندھی ہونا بھی متحقق ہے جیسا کہ تفصیل گزری، امام ابوحنیفہ کے والد نصرانی تھے جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ماں بھی نصرانیہ رہی ہوگی مگر یہ معلوم ہے کہ اس زمانہ کے سندھی وہندی باشندے زیادہ تر بدھشٹ مذہب کے پیرو تھے، خود امام ابوحنیفہ جس جہم بن صفوان کے ہم مذہب تھے وہ بدھشٹ مذہب سے بہت متأثر تھا اور بدھشٹ مذہب میں بدھ کا دن بہت مقدس ومتبرک ومبارک مانا جاتا ہے، بس بدھشٹ مذہب کے اس موقف کے زیر اثر ائمہ احناف بدھ کے دن کو مقدس ومتبرک مان کر اسی دن اپنے ہر کام شروع

❶ الفوائد البهية ترجمة محمد بن محمد بن محمد رضي الدين سرخسي زرنوجي (ص: ۱۸۸ تا ۱۹۱)

❷ [الحاقه: ۶، ۷]　❸ [حسم السجدة: ۱۵،۱۶]

کرنے کا التزام کرتے ہیں، حالانکہ اسلامی شریعت نے کفار ومشرکین کی مشابہت اختیار کرنے سے بڑی سختی کے ساتھ منع کیا ہے، اسلام نے اسی دن کو کوئی امتیازی وصف بخشا ہے جس پر نصوص دال ہوں اور کسی دن کے مقدس ومتبرک ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر مومن اپنا کام اسی دن شروع کرے تو خاتمہ بالخیر اور وہ کام جلد بحسن وخوبی انجام پذیر ہوگا، شرعی ثبوت کے بغیر اس طرح کی اوہام پرستی بلکہ کفار ومشرکین کے طریق کی پیروی کھلی ہوئی بدعت وضلالت اور جہنم رسید کرنے والی خطرناک چیز ہے، اس قسم کی اوھام پرستی اور بدعت پرستی وغیر مسلمین کی مشابہت سے ہر مسلم ومومن کو شریعت اسلامیہ نے شدت سے روکا ہے اور نہ ماننے والوں پر بہت زیادہ تہدید بلیغ کی ہے۔

مسجد فتح میں ہمارے رسول ﷺ نے اتوار کے دن دعا شروع کی تھی اور اتوار وسوموار ومنگل کو اپنی دعا جاری رکھی تھی جو منگل کو دو نمازوں کے درمیانی وقفہ میں مقبول ہونے سے مشرف ہوئی، حدیث نبوی سے صرف یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جب بھی کوئی بھاری معاملہ انفرادی واجتماعی شروع کریں تو کسی خاص دن کا ہرگز انتظار نہ کریں ورنہ اگر بدھ کا دن گزر کر رات میں مسلمانوں پر کوئی آفت وبلا دشمن کی طرف سے شدید جنگ پیش آئی اور اہل اسلام اس حنفی بدعتی موقف کے مطابق دفاعی کارروائی کے لیے بدھ کا دن آنے کا انتظار کریں تو اتنے دن میں سارے اہل اسلام تباہی وبربادی کے شکار ہو جائیں گے، اور آفت وبلا ٹلنے کے لیے دعائیں اتنے دن تاخیر کے نتیجہ میں آفت وبلا کا شکار ہو کر تباہ وبرباد ہو سکتے ہیں، احناف نے یہ کون سی بدعت قبیحہ ایجاد کی اور اسے اپنا شعار بنایا جو جہنم رسید کرنے اور برباد کرنے کا باعث بنے؟ اسی بدعت اور اس جیسی دوسری بدعات کی پرستش ہی سے تو اہل اسلام پر عرصۂ دراز سے تباہی وبربادی کا سلسلہ جاری ہے اور روز بروز اس میں غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے۔ نعوذ باللّٰه من شرور أنفسنا

مسجد فتح میں تین روز دعائے نبوی والی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے آخر میں جو حضرت جابر کا ذاتی فعل منقول ہے کہ وہ بدھ کے روز دو نمازوں کے درمیان پیش آنے والے اہم کاموں کے بحسن وخوبی انجام پذیر ہونے کے لیے دعا کرتے تھے اور کام پورا ہو جاتا تھا، تو اوّلاً دعا ایک عبادت ہے جیسا کہ "الدعاء هي العبادة" والی حدیث نبوی سے ظاہر ہے اور عبادت توقیفی چیز ہے، کوئی بھی عبادت خواہ مستحب ومسنون واجب وفرض سمجھ کر کی جائے اسے صریح نص شرعی کی اجازت یا حکم کے بغیر کرنا غلط ہے۔

ثانیاً: نص نبوی یا نص قرآنی کے خلاف کسی صحابی یا غیر صحابی کا ذاتی عمل اس صحابی یا غیر صحابی کا ذاتی اجتہادی عمل ہے جو نص شرعی سے مستنبط کر کے معمول بہ بن گیا ہے اور اس حدیث نبوی سے حضرت جابر کا استنباط مذکور ظاہر حدیث کے مدلول و مفاد کے بالکل خلاف ہے کیونکہ حدیث نبوی کا ظاہر معنی صرف یہ ہے کہ بے شان وگمان اچانک ناگہانی آفت وبلا وجنگ پیش آئے فوراً دعا میں مصروف ہو جانا چاہیے، کسی خاص دن کا انتظار رفع بلا وآفت وجنگ کے لیے نہیں کرنا چاہیے، وہ تو محض اتفاق کی بات تھی کہ اتوار کے روز مذکورہ بالا عظیم وآفت کبیرہ وخدشۂ جنگ پیش آجانے پر آپ ﷺ نے اتوار سے دعا شروع کر دی جو تیسرے دن بدھ کو مقبول ہوئی، اس سے یہ کیسے مستنبط ہو گیا کہ بدھ ہی کے دن اس طرح کی دعا کرنی چاہیے جبکہ متواتر المعنی حدیث نبوی میں صراحت ہے کہ روزانہ رات میں اللہ تعالی آسمان دنیا کی طرف نزول اجلال کر کے اعلان فرماتا ہے کہ جو شخص بھی استغفار وتوبہ اور قضائے حاجات کے لیے دعا کرے اس کی دعا میں قبول کروں گا

اس لیے کسی بھی دن بوقت نماز تہجد نماز پڑھ کر دعا کی جاسکتی ہے اور قبول بھی ہوتی ہے بشرطیکہ استجابت دعا سے کوئی چیز مانع نہ ہو، احادیث نبویہ میں بکثرت وارد ہے کہ جمعہ کے دن اللہ تعالی نے استجابتِ دعا کی ایک گھڑی رکھی ہے، اسی طرح ہر اذان واقامت کے درمیان کی گئی دعا کی بابت اور روزہ افطار کرنے کے وقت کی دعا کی مقبولیت کی بابت بہت ساری احادیث نبویہ باسناد صحیحہ مروی ہیں حضرت جابر والی حدیث میں تو بدھ کے روز کی ہوئی دعا کے مستجاب ہونے کا کوئی اشارہ تک نہیں بلکہ اس کا مفاد یہ ہے کہ متواتر تین دن کی جانے والی دعا مستجاب ہوتی ہے، خواہ یہ تینوں دن کوئی بھی ہوں۔

ثالثاً: یہ حدیث جابر جو بدعویٰ فرنگی محلی امام بخاری کی ادب المفرد ومسند احمد ومسند البزار میں مروی ہے جس کی سند کو بدعویٰ فرنگی محلی سیوطی نے ''جید'' اور اس کے رجال کو سمہودی نے ثقات کہا ہے، وہ مندرجہ ذیل سند سے مروی ہے:

''أبو عامر ثنا كثير بن زيد حدثني عبد الله بن عبد الرحمان بن كعب بن مالك حدثني جابر بن عبد الله.''[1]

حضرت جابر سے روایت کرنے والے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک انصاری کا ذکر امام بخاری نے تاریخ کبیر (۵/۱۳۳ ترجمہ نمبر ۳۹۲) اور ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل (۵/ ۹۵ ترجمہ نمبر ۴۳۸) میں کسی تجریح وتعدیل کے بغیر کیا اور حافظ ابن حجر نے تعجیل المنفعۃ (ترجمہ نمبر: ۵٦۰) میں کیا اور کہا: ''فيه نظر'' نیز یہ کہا کہ انھوں نے حضرت جابر سے مسجد فتح میں دعائے نبوی والی حدیث روایت کی اور ان سے کثیر بن زید نے، ان کے برعکس جن عبداللہ بن عبدالرحمان بن کعب بن مالک انصاری نے اپنے باپ عبدالرحمان بن کعب انصاری سے اور ان سے محمد بن عقیل نے دوسری حدیث روایت کی ہے وہ میرے خیال سے عبدالرحمان بن عبداللہ بن کعب بن مالک انصاری دوسرے راوی ہیں، جن کے نام میں قلب واقع ہو گیا ہے اور وہ امام زہری کے شیخ ہیں، ان کا ذکر تہذیب التہذیب میں ہے وہ دوسرے راوی ہیں۔ تہذیب میں عبدالرحمان بن عبداللہ بن کعب انصاری کو ثقہ کہا اور یہ کہا کہ ان کا ذکر حافظ ابن حبان نے ثقات میں کیا، اس کا حاصل یہ کہ زیر نظر حدیث جابر کو جابر سے نقل کرنے والے راوی کو حافظ ابن حجر نے ''فيه نظر'' کہہ کر مجروح وساقط الاعتبار قرار دیا۔[2] لہٰذا یہ روایت ساقط الاعتبار ہے اور اس میں صرف یہی ایک علت قادحہ نہیں بلکہ ان سے روایت کرنے والے کثیر بن زید اسلمی کی بابت اختلاف ہے، کچھ اہل علم نے کہا کہ یہ کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف زید بن طلحہ یشکری مدنی مزنی ہیں، یعنی کہ ان کے نسب سے راوی نے کسی بھی وجہ سے تین پشتوں (۱) عبداللہ بن (۲) عمرو بن (۳) عوف کو حذف کر دیا، یہ یشکری مزنی متعدد ائمہ جرح وتعدیل کی تصریح کے مطابق کذاب اور وضاع ومتروک ومنکر الحدیث وغیر ثقہ وساقط الاعتبار راوی ہیں جیسا کہ ان کے ترجمۂ کتب رجال خصوصا تہذیب التہذیب ومیزان الاعتدال سے ظاہر ہے، اور زیر نظر روایت کی اسانید وطرق پر گہری نظر ڈالنے سے محسوس ہوتا ہے کہ یہی صاحب اس کی سند میں واقع ہیں لیکن بالفرض یہ نہ ہوں بلکہ کثیر بن زید اسلمی ہی ہوں تو ان پر بھی خاصا کلام ہے انھیں ابن معین نے ایک قول میں اگرچہ ''لا بأس به'' یعنی ثقہ کہا مگر دوسرے قول میں ''ليس بشيء'' اور تیسرے میں ''ليس بذاك'' کہا

[1] مسند أحمد (٣/ ٣٣٢) والأدب المفرد للبخاري ومسند بزار وكشف الاستار عن مسند بزار)

[2] تعجيل المنفعة (ص: ٢٢٧، ٢٢٨)

اور چوتھے قول میں "صالح" کہا اور کلمہ صالح سے متصف راوی کی روایت بلا متابع مقبول نہیں اور "لا بأس به" کا لفظ ابن معین کبھی کبھی ایسے غیر کذاب صدوق راوی کے لیے استعمال کرتے ہیں جو کذاب تو نہ ہو مگر غیر معتبر ہو، لہٰذا ان کے چاروں اقوال کے پیش نظر ان کی نظر میں کثیر اسلمی غیر معتبر قرار پائے، قوی متابع یا شاہد کے بغیر معتبر نہیں، نیز انھیں امام یعقوب بن شیبہ نے "ليس بذاك الساقط وإلى الضعف ما هو" کہا اور ابوزرعہ رازی نے "صدوق في حديثه لين" ابوحاتم رازی نے "صالح ليس بالقوي يكتب حديثه" امام نسائی نے "ضعيف" امام طبری نے "عندهم ممن لا يحتج به" کہا، حافظ ابن حزم نے انھیں اور کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف بن زید طلحہ یشکری کو ایک راوی قرار دے کر کہا "ساقط متفق على إطراحه وإن الرواية عنه لا تحل" یعنی متفق علیہ متروک وساقط الاعتبار قرار دیا جن سے روایت حلال وجائز نہیں۔ ابن عدی نے "لم أر به بأسا وأرجو أنه لا باس به" کہا بعض نے ان کی توثیق بھی کی۔[1] تمام اقوال پر نظر ڈالنے سے ان کا غیر معتبر ہونا ہی راجح معلوم ہوتا ہے۔

اس تفصیل کا حاصل یہ ہوا کہ روایت مذکورہ معتبر نہیں، اسے سیوطی جسے حاطب اللیل کا جید کہنا اور سمہودی کا "رجاله ثقات" کہنا غیر صحیح ہے، کسی سند کے رجال کے ثقہ ہونے سے اس مروی حدیث کا معتبر ہونا لازم نہیں آتا اور جس حدیث میں نور کی تخلیق بدھ کو ہونا مذکور ہے وہ مطلوب زیر بحث پر دال نہیں، اور اس کی بابت امام بخاری ومتعدد اہل علم بشمول حافظ ابن کثیر کا کہنا ہے کہ اسے امام ابن المدینی وبخاری وبیہقی اور بہت سے حفاظ حدیث نے معلول وغیر معتبر کہا ہے، دراصل یہ کعب احبار کی اسرائیلی روایت ہے جسے کسی راوی نے وہم کا شکار ہوکر مرفوع حدیث نبوی بتا دیا۔[2] نیز اس کے معارض ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ بدھ کو اللہ نے کئی چیزوں کے ساتھ خرابات کو بھی پیدا کیا۔[3]

۱۴۲۔ حافظ جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمان بن ابی الحسن علی بن محمد بن علی (ابن الجوزی) حنبلی (متوفی ۵۹۷ھ)

مصنف انوار نے مذکورہ بالاعنوان کے تحت ترجمہ ابن جوزی میں کہا:

موصوف مشہور محدث واعظ وخطیب ڈھائی سو کتابوں سے زیادہ کے مصنف ہیں، جن میں سے زیادہ کتب مشہورہ فلاں فلاں ہیں مگر ان میں بھی ایک گونہ تشدد وتعصب تھا جس پر علمائے حق نے نکیر کی، مثلاً تلبیس ابلیس میں ہر مذہب وفرقہ کو ملزم ٹھہرایا، صوفیہ ومشائخ کے تو دشمن معلوم ہوتے ہیں حتی کہ شیخ جیلانی کی شان میں بھی سوء ادب سے پیش آئے، اسی طرح امام اعظم وغیرہ سے تعصب برتا جس کے لیے سبط ابن جوزی حنفی کو مرآۃ الزمان میں لکھنا پڑا کہ خطیب پر چنداں تعجب نہیں کہ اس نے ایک جماعت علماء کو مطعون کیا لیکن نانا جان ابن جوزی پر تعجب ہے کہ انھوں نے بھی خطیب کی پیروی میں قبیح فعل کا ارتکاب کیا۔ ابوحنیفہ سے تعصب رکھنے والوں میں دارقطنی وابونعیم اصبہانی بھی ہیں، ابوحنیفہ کا ذکر ابونعیم نے حلیہ میں نہیں کیا مگر ان سے کمتر لوگوں کا کیا ابن جوزی نے منتظم میں ابن معین سے نقل کیا، کہ امام ابوحنیفہ سے حدیث روایت نہ کرو وہ قابل اعتماد نہیں، یہ

[1] البداية والنهاية (١/ ١٧ و ١٨)

[2] تهذيب التهذيب وعام كتب رجال ترجمة كثير بن زيد اسلمى. [3] البداية والنهاية (١/ ١٩)

قطعاً غلط ہے، ابن معین کو تو بعض علماء حنفیہ کا حامی اور ان کے حق میں متعصب تک کہا، پھر وہ امام اعظم کی بابت ایسی غیر معقول بات کیوں کہتے؟ پھر اسناد قوی کے ساتھ مدح وتعظیم وتوثیق ہی منقول ہے، غالبًا یہاں امام شافعی کے بجائے امام ابوحنیفہ کا نام لکھ دیا کیونکہ ابن معین امام شافعی ہی پر جرح کرتے تھے نہ کہ ابوحنیفہ پر۔ حافظ ذہبی نے میزان ترجمہ ابان بن یزید العطار میں لکھا کہ ابن جوزی نے انھیں ضعفاء میں لکھا اور ان کی بابت اقوال توثیق نہیں لکھے، یہ ابن جوزی کے عیوب میں سے ہے کہ جرح تو سب پر نقل کرتے ہیں مگر توثیق سے سکوت کرتے ہیں صاحب کشف الظنون نے کہا کہ منتظم مجموعہ اوہام کثیر واوہام صریح ہے۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ سبط ابن الجوزی کذاب رافضی گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہنے والا حنفیت کا لبادہ اوڑھے گھومتا اور اکاذیب کی ترویج کرتا پھرتا تھا، مصنف انوار کے امام اعظم سے خطیب وابونعیم اصبہانی وابن جوزی اور دوسرے لوگ تعصب سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ مصنف انوار کے امام اعظم نے خود اپنے ساتھ تعصب سے بہت زیادہ کام لے کر صراحت کر دی کہ میرے بیان کردہ جملہ علوم فقہ وحدیث سمیت مجموعۂ رائے وقیاس وطومار اکاذیب واغلاط واباطیل وشرور وفتن ہیں، انھیں تجریحات ابی حنیفہ سے کچھ باتیں ائمہ مذکورین نے نقل کر دیں، ان پر بشمول مصنف انوار فرقۂ رائے پرست جہمیہ مرجیہ حنفیہ کوثریہ دیوبندیہ کی غوغہ آرائی خالص بدعنوانی وبے راہ روی ہے ہے، ابن جوزی کی ولادت سے صدہا سال پہلے امام ابوحنیفہ پر اساتذہ ابی حنیفہ کی تجریح کی تغلیط بشمول مصنف انوار تمام کوثریہ دیوبندیہ ہرگز نہیں ثابت کر سکتے اور اسانید قویہ سے دعویٔ توثیق ابن معین لابی حنیفہ تو محال سے بھی محال تر ہے، اس فرقہ کوثریہ دیوبندیہ نے منتظم کی پانچویں جلد سے پہلے والی وہ جلدیں کیوں نہیں شائع کیں جن میں امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب اصحاب کے تراجم موجود ہیں؟ فرقۂ کذابہ اس کی تعین کرے۔ ابن معین کی توثیق شافعی ہم نقل کر آئے مگر پرستاران اکاذیب بشمول مصنف انوار امام ابن معین پر بے جا الزام لگاتے ہیں، ابن جوزی نے اگر ابان بن یزید العطار کے سلسلے میں اقوال توثیق نہیں نقل کیے اور صرف تجریحات نقل کیں تو اس کا سبب ابن جوزی خود جانتے ہیں مگر ابوحنیفہ کے مجروح ہونے پر تو مجروحین حنفیہ وغیر حنفیہ کے علاوہ تمام اہل علم کا اجماع ہے جیسا کہ گزرا۔

اگر ابن جوزی صاحب اوہام کثیرہ واغلاط صریحہ ہیں تو امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب تلامذہ کی تجریح پر ولادت ابن جوزی سے بہت پہلے اجماع ائمہ معتبرین ہو چکا ہے، ابن جوزی کی تجریح ابی حنیفہ کی متابعت اجماع ائمہ معتبرین سے ہوتی ہے جو اوہام واغلاط سبط ابن جوزی کو کالعدم کر دیتی ہے، میدان تحقیق میں ثقہ ائمہ معتبرین کے اقوال کی ضرورت ہوتی ہے، کذاب وغیر معتبر لغو طرازیوں کی بالکل ضرورت نہیں۔

۱۴۳ تا ۱۴۵۔ شیخ ابوالحسن حسن بن خطیر نعمانی حنفی وامام حسام الدین علی بن احمد رازی حنفی وامام ابو الفضل محمد بن یوسف غزنوی حنفی:

مصنف انوار نے مذکورہ بالا تین حضرات کے عنوان کے تحت ان تینوں حضرات کے بہت مختصر تراجم لکھے جو حنفی المذہب ہیں، کوئی خاص قابل تعلیق بات ان کے تراجم میں نہیں۔

[1] ملخص از مقدمہ انوار (۲/ ۱۱۳)

۱۴۶۔ شیخ احمد بن عبدالرشید بن حسین بخاری قوام الدین (متوفی ۵۹۹ھ):

مصنف انوار نے مذکورہ بالا حنفی امام کی بابت کہا کہ موصوف امام فاضل شیخ کبیر محدث ثقہ متبحر فی العلم تھے، صاحب ہدایہ نے اس پر آپ سے بسند متصل روایت کی کہ ایسی کوئی چیز نہیں جو بدھ کے روز شروع کی جائے اور پوری نہ ہو، فوائد البہیہ میں ہے کہ اس حدیث کی صحت میں بعض محدثین کو کلام ہے مگر جلد بخیر وخوبی کام کے انجام پانے کی حکمت یہ ہے کہ دوسری احادیث سے مستنبط ہوتا ہے کہ بدھ کے روز ظہر وعصر کے درمیان اجابت دعا کا وقت ہے، لہٰذا بروز بدھ وقت مذکور میں شروع کردہ کام کے جلد پورا ہونے کی دعا اور حسن انجام کی دعا کی جائے تو امید غالب ہے کہ وہ دعا مقبول ہوگی۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ اس موضوع پر صاحب ہدایہ کے ترجمہ نمبر (۱۴۱) میں مفصل تحقیق گزر چکی ہے۔

۱۴۷ و ۱۴۸۔ شیخ ابوشجاع عمر بن محمد بن عبداللہ بسطامی وشیخ محمد بن عبداللہ صائغی قاضی مرو معروف بہ قاصی سدید حنفی:

مصنف انوار نے مذکورہ بالا دونوں تراجم میں خلاف عادت کوئی خاص قابل تعلیق بات نہیں لکھی۔

۱۴۹۔ حافظ ابومحمد عبدالغنی بن عبدالواحد بن علی بن سرور مقدسی جماعیلی حنبلی (مولود ۵۴۱ھ متوفی ۶۰۰ھ):

مصنف انوار نے حافظ ابومحمد عبدالغنی کے زیر ترجمہ لکھا:

''موصوف حافظ عبدالغنی علامہ موفق جماعیلی سے چار ماہ بڑے تھے اور ان کے پھوپھی زادہ بھائی تھے، ۵۶۰ھ میں دونوں تحصیل علم کے لیے بغداد پہنچے، انھیں حدیث سے اور موفق کو فقہ سے زیادہ شغف تھا، دونوں جلیل القدر محدث وفقیہ روزگار ہوئے، حافظ عبدالغنی کی سب سے مشہور کتاب "الكمال في معرفة الرجال" تراجم رجال کتب ستہ دس جلدوں پر مشتمل ہے، اس کا خلاصہ حافظ مزی شافعی نے بنام تہذیب الکمال لکھا، جس کا خلاصہ حافظ ابن حجر نے بنام تہذیب التہذیب لکھا، آپ بہت سے مصائب وپریشانیوں سے دوچار ہوئے، مثلاً اصبہان گئے وہاں معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم کی ایک سونوے (۱۹۰) غلطیاں پکڑیں، ابنائے خجندی نے اس پر مشتعل ہوکر انھیں قتل کرنا چاہا مگر آپ وہاں سے نکلے اور موصل گئے، وہاں جرح وتعدیل للعقیلی پڑھی جس میں ترجمہ ابی حنیفہ پڑھ کر برداشت نہ کر سکے اور اس کے وہ اوراق کاٹ دیے جو ترجمۂ ابی حنیفہ پر مشتمل تھے لوگوں نے تفتیش کی اور اوراق مذکورہ نہ پا کر آپ کے درپے قتل ہوئے، واعظ نے آپ کو بچایا، وہاں سے دمشق پھر مصر گئے، وہاں بھی اسی طرح کے ابتلاء پیش آئے۔ بڑے عابد زاہد تھے، دن رات میں تین سو رکعت پڑھتے، اکثر روزہ رکھتے، بڑے سخی تھے، ملی ہوئی دولت رات میں لے کر نکلتے اور بیواؤں اور یتیموں کے گھر خاموشی سے پھینک آتے، خود پیوند لگے کپڑے پہنتے بوجہ کثرت مطالعہ بینائی کمزور ہوگئی، علم حدیث میں یکتائے زمانہ تھے۔''[2]

---

[1] ما حصل از مقدمه انوار (٢/ ١١٤ بحواله جواهر وحدائق)

[2] ملخص از مقدمه بحواله مرأة الزمان (٨/ ٥١٩)

ہم کہتے ہیں کہ مصنف انوار نے اپنی مندرجہ بالا باتوں کے لیے مرآۃ الزمان کا حوالہ دیا ہے جو ایک رافضی المذہب جعلی قسم کا کذاب وڈینگ باز حنفی تھا، حالانکہ حافظ ابو محمد عبدالغنی کا ترجمہ بہت ساری کتب رجال میں موجود ہے، مستقل کتاب بھی ان کی سیرت پر لکھی گئی ہے، انھیں حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۲۱/ ۴۴۳، ۴۴۴) میں بالکل ابتدائے ترجمہ میں "الأثري المتبع" کہا، یعنی کہ موصوف اہل حدیث مذہب کے پیرو تھے، اس طرح کے ائمہ اہل حدیث کی بابت ہم بتلا چکے ہیں کہ اگر کسی فقہی مذہب کی طرف ان کی نسبت کی جائے، مثلاً شافعی یا مالکی یا حنبلی کہا جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ان فقہی مذاہب میں سے کسی کے مقلد تھے بلکہ یہ نسبت بالکل ایسی ہے جس طرح قاضی القضاۃ ابو یوسف شاگرد ابی حنیفہ کو حنفی کہہ دیا جاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ابو یوسف مقلد مذہب حنفی تھے، بالکل یہی حال اس طرح کے محدثین کرام کا ہے کہ وہ مذہباً اہل حدیث تھے اور ان کی حنبلی یا شافعی یا مالکی نسبت کا مطلب صرف یہ ہے کہ ان کی باتیں ان میں سے کسی ایک امام سے زیادہ موافق تھیں، یہ ملک شام کے مشہور مقام جماعیل نزد دمشق میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم جماعیل و دمشق اور شام کی مشہور درسگاہوں میں حاصل کی، پھر اپنے ماموں موفق بن قدامہ (متوفی ۶۲۰ھ) کے ساتھ تحصیل علم کے لیے بغداد آئے اور شیخ عبدالقادر جیلانی نے انھیں اپنے یہاں اپنا مہمان بنایا جب کہ وہ کسی اور کو اپنے یہاں قیام کی اجازت نہیں دیتے تھے، ہم نے اپنی کتاب "ضمیر کا بحران" کے اوائل میں شیخ جیلانی کا مذہباً اہل حدیث ہونا واضح کیا ہے، حالانکہ بعض لوگ انھیں بھی حنبلی مذہب کی طرف منسوب کر دیتے ہیں یہ مشہور اہل حدیث امام ابو طاہر سلفی کے بھی شاگرد ہیں۔

مصنف انوار نے اگرچہ یہ لکھا ہے کہ امام عبدالغنی اصبہان گئے تو معرفۃ الصحابہ لابی نعیم کی ایک سو نوے غلطی پکڑی مگر دو جلد پر مشتمل ان کی سیرت والی جو کتاب ان کے معاصر حافظ ضیاء الدین ابو عبداللہ مقدسی کی مرتب کردہ ہے، اس سے حافظ ذہبی نے نقل کیا ہے کہ حافظ عبدالغنی نے معرفۃ الصحابہ لابی نعیم کی دو سو نوے غلطیاں پکڑیں اور انھیں ابناءِ خجندی نے نہیں بلکہ صرف ایک شخص صدر خجندی نے قتل کرنا چاہا تھا مگر وہ خفیہ طور پر دوسری جگہ چلے گئے، خجندی کے گھر والے اشعری العقائد تھے جن سے اثری المذہب امام عبدالغنی کے عقائد میل نہیں کھاتے تھے اس لیے خجندی ان کے قتل کے درپے ہوا اور موصل میں ان کے ساتھ یہ معاملہ ہوا کہ موصوف امام عقیلی کی کتاب "الضعفاء الكبير" کو وہاں پڑھ پڑھا رہے تھے، جس میں ابو حنیفہ اور ان کے ہم مذہب ائمہ حنفیہ پر جرح وتعدیل موجود ہے، موصل کے حنفیوں نے اس کتاب کے پڑھنے پڑھانے کے جرم میں حنفی آدمی تلوار لے کر انھیں قتل کرنے آیا، ادھر تب تک بعض مخلصین امام عبدالغنی نے امام عقیلی کی کتاب مذکور سے امام ابو حنیفہ کے ترجمہ پر مشتمل اوراق نکال دیے اس آدمی اور دوسروں نے کتاب دیکھی تو اس میں ترجمہ ابی حنیفہ تھا ہی نہیں، اس لیے انھیں قتل نہیں کیا گیا۔[1]

اس سے واضح ہوا کہ مصنف انوار نے معاملہ کو الٹ کر بالکل مکذوب جھوٹی بات اپنے فرقۂ جہمیہ مرجیہ کوثریہ رائے پرست دیوبندیہ کی عادت کے مطابق لکھ دی۔ جب دمشق گئے تو وہاں کے مقلدین نے بھی اس اہل حدیث امام کے خلاف سازش کر کے فتنہ کھڑا کیا اور انھیں سازش رچنے والے حنفیوں نے مار پیٹ کر قتل کے لیے گھیر لیا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت خاصہ سے انھیں بچا لیا، وہاں سے موصوف شاہی شہر بعلبک چلے گئے۔[2] اہل بعلبک نے امام عبدالغنی سے کہا کہ اب اجازت دیں تو دمشق

[1] سير أعلام النبلاء (٢١/ ٤٥٩)

[2] سير أعلام النبلاء (٢/ ٤٥٩، ٤٦٠)

کے تقلید پرستوں سے ہم آپ کا بدلہ لیں مگر امام عبدالغنی نے انھیں ایسا کرنے سے روک دیا، اس پر اہل حدیثوں نے ان کی بڑی تعظیم وتوقیر کی اور مقلدین بھی ان کی طرف مائل ہونے لگے، اس لیے سازش کر کے مقلدین مصر نے بھی امیر مصر کو انھیں قتل پر آمادہ کیا، اس ارادہ سے وہ آ ہی رہا تھا کہ اپنے گھوڑے کے بدکنے سے امیر مصر گر کر خود تباہ ہو گیا اور مصر پر دوسرے امیر کا قبضہ ہو گیا، وہ امیر امام عبدالغنی کا بہت معتقد تھا، ان کا بڑا اعزاز واکرام کیا، پھر وہاں کا حکمراں سلطان کامل ہوا جو معاندین عبدالغنی کی باتوں میں آ کر انھیں جلا وطن کرنا چاہتا تھا، اس مقصد سے انھیں ایک مکان میں قید کر دیا گیا مگر امام عبدالغنی کی عملی وعلمی شان دیکھ کر وہ خود بھی ان کا گرویدہ ومعتقد ہو گیا۔[1]

ان حقائق کے ذکر سے عبرت پذیر ہونے کے بجائے مصنف انوار فرقہ کوثریہ جہمیہ مرجیہ سی مدح کو اپنا دین وایمان سمجھتے ہیں، تقلید پرستوں نے امام عبدالغنی کو قتل کرنے کے لیے حکام قلعہ برغش کو بذریعہ رشوت آمادہ کر لیا مگر اس میں بھی تقلید پرست ناکام رہے، اس جگہ خاص طور پر حافظ ذہبی نے فرقہ کوثریہ جہمیہ مرجیہ کے منظور نظر وممدوح سبط ابن الجوزی کے اکاذیب پرست ہونے کا شکوہ کیا ہے۔[2] اور بتلایا ہے کہ مصر اور دوسرے ممالک میں اچھی خاصی تعداد میں اہل حدیث مذہب کے پیرو تھے جو امام عبدالغنی کی تعظیم وتکریم اور حمایت وحفاظت کرتے تھے، پورے خاندان حافظ عبدالغنی کو اہل علم نے مذہباً اہل حدیث بتلایا ہے۔[3] پھر بھی فرقۂ کوثریہ، دیوبندیہ دعویدار ہے کہ چوتھی صدی ہجری کے سارے اہل اسلام تقلید پرست تھے، امام عبدالغنی صاحب کرامات کثیرہ نہایت کامیاب واعظ وخطیب اور مسلک اہل حدیث کی طرف لوگوں کو پھیر لینے والے تھے جیسا کہ تمام تراجم نگاروں نے کہا ہے، ہم اسی قدر بات پر اختصار کے پیش نظر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۵۰۔۱۵۸۔ متعدد علماء مع ملک معظم شرف الدین عیسی بن ملک عادل سیف الدین ابی بکر بن ایوب حنفی (متوفی ۶۲۴ھ)

مصنف انوار نے امام عبدالغنی کے بعد ۱۵۰ھ سے لے کر (۱۵۷) نمبرات کے تحت آٹھ ائمہ کا ذکر کیا ہے جن میں سے اکثر احناف ہیں، پھر نمبر (۱۵۸) کے تحت ملک معظم عیسی حنفی کا ذکر کیا جو مصنف انوار وکوثریہ کے ممدوح خاص ہیں، اس لیے ان کا ذکر ذرا تفصیل سے کیا اور فرمایا:

> ''ملک معظم عیسیٰ بڑے عالم فاضل محدث فقیہ، ادیب لغوی، شاعر مرد مجاہد تھے، مرآۃ الزمان میں سبط ابن الجوزی نے ان کے حالات مفصل لکھے، انھوں نے بذریعہ فقہاء امام اعظم کا مذہب اقوالِ صاحبین (ابو یوسف ومحمد) سے الگ کر کے جمع کر دیا جو دس جلدوں میں مرتب ہوا، انھیں ملک معظم عیسیٰ نے حفظ کیا اور سفر وحضر میں ساتھ رکھتے، جامع کبیر محمد کو بھی حفظ کیا اور اس کی شرح لکھی، اسی طرح مسعودی کے بھی حافظ تھے، مسند احمد کو بھی پڑھ کر یاد کر لیا، علماء کو ابواب فقہیہ پر مرتب کرنے کو کہا، اپنی مجلس کو علماء وفضلاء سے مزین رکھتے، آپ کے شاہی خاندان والے آباء واجداد شافعی تھے، صرف یہ اور اس کی اولاد حنفی ہوئی، ان کے والد ابو بکر بن ایوب کو ان کے حنفی ہو جانے پر اعتراض تھا مگر انھوں نے پرواہ نہ کی، انھوں نے رد خطیب میں "السهم المصيب" بہت معقول ومدلل کتاب

[1] سير أعلام النبلاء (٢١/ ٤٦١، ٤٦٢)　[2] سير أعلام النبلاء (٢١/ ٤٦٣، ٤٦٤)　[3] عام كتب رجال.

لکھی جو ایک دیوبندی فاضل کے ذریعہ مطبوع ہوئی، اس کا مطالعہ ہر حنفی عالم کو ضرور کرنا چاہیے۔"[1]

ہم کہتے ہیں کہ ملک معظم کی ثناخوانی کوثر یہ دیوبندیہ محض اس لیے مبالغہ آرائی سے کرتے ہیں کہ یہ بہت غالی حنفی مقلد تھے، ان کے باپ نے ان سے کہا کہ تمہارے آباء واجداد سبھی شافعی المذہب تھے، تم کیسے حنفی بن گئے؟ تو موصوف نے کہا کہ آپ چاہتے ہیں کہ ہمارے خاندان میں ایک بھی آدمی مسلم نہ رہے۔[2] اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ شخص نشۂ تقلید حنفی میں اس قدر بدمست تھا کہ غیر حنفی اہل اسلام کو مسلمان ہی نہیں سمجھتا تھا، اسی کی تقلید میں کوثر یہ دیوبندیہ بھی بشمول مصنف انوار غیر حنفیوں سے سخت بغض وعناد وعداوت ونفرت رکھتے ہیں، جس کی تقلیدی بدمستی کا یہ حال ہو اس کا دین وایمان بھی معرض بحث ونظر ہے، مصنف انوار نے جو یہ کہا کہ سبط ابن الجوزی نے اس کے مفصل حالات لکھے تو سبط ابن الجوزی کذاب رافضی بد مذہب تھا اور ملک معظم جیسے نشہ وتقلید مذہب حنفی میں بدمست سے دنیاوی فوائد کی خاطر لبادۂ حنفیت پہن کر اہل اسلام میں ترویج اکاذیب بڑے پیمانے پر کرنے کو اپنا دین وایمان بنائے ہوئے تھا، اس رافضی کذاب وجعلی حنفی سبط ابن جوزی اور اس کے ولی نعمت ملک معظم کی کتاب "السھم المصیب" اور کوثری کی "تأنیب الخطیب" اور اس نوع کی جملہ کتب مقلدہ کا تحقیقی جائزہ ہم مستقل طور پر لینے کا ارادہ رکھتے ہیں بشرطیکہ زندگی وصحت وعافیت ساتھ دے۔

ہر حنفی نے مصنف انوار کے اس مشورہ پر عمل کیا یا نہیں کہ "السھم المصیب" کا مطالعہ ہر حنفی کو کرنا چاہیے مگر ہم نے اس کا مطالعہ ضرور کیا ہے اور حاصل مطالعہ ان شاء اللہ تعالیٰ لکھ کر ہم حقائق واضح کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔ واللّٰہ المستعان

۱۵۹ تا ۱۶۴۔ الشیخ الامام العلامہ محمود بن احمد الحصیری جمال الدین البخاری (متوفی ۶۳۶ھ)

مصنف انوار نے ملک معظم کے بعد نمبرات مذکورہ کے تحت چھ علماء کا ذکر مختصراً کیا ہے، آخری مترجم محمود بن احمد حصیری ہیں، ان کی بابت لکھا:

> "شیخ مذکور فقہ وحدیث کے امام تھے، شام کے مدرسہ نوریہ میں درس دیتے، ان پر اس وقت مذہب حنفی کی ریاست ختم ہوئی، بہت مفید علمی کتابیں لکھی، ملک معظم نے ان سے جامع کبیر وغیرہ پڑھی، سبط ابن جوزی نے جامع صغیر وقدوری پڑھی، انھوں نے سبط ابن جوزی کو فنون وعلوم خصوصاً معرفت احادیث و مذاہب کی سند دی، بہت سخی، رقیق القلب، عاقل، متقی، عفیف تھے، ملک معظم اور ان کے بیٹے داود ان کا بے حد احترام واکرام کرتے۔"[3]

ہم کہتے ہیں کہ شیخ مذکور کے وفات نویس سبط ابن جوزی کذاب رافضی اور دنیا طلبی کے لیے لبادۂ حنفیت اوڑھ کر غالی حنفیہ کے ثنا خواں تھے تو جمع اکاذیب میں سبط ابن جوزی جیسے رافضی کذاب اور اس کے ولی نعمت ملک معظم نے کیا کچھ نہ کیا ہوگا جب کہ وہ غیر احناف اہل اسلام کو مسلمان ہی نہیں سمجھتا تھا، ہمیں یقین ہے کہ ملک معظم اور اس جیسے مالدار احناف سے دولت سمیٹنے کے لیے محض تقیتاً ومصلحتاً یہ کذاب رافضی اپنے آپ کو حنفی ظاہر کرتا تھا، یہی دیکھ لیجیے کہ اس کذاب سے شیخ حصیری نے صرف وہ فقہی کتاب جامع صغیر وقدوری پڑھی اور اس نے انھیں تمام علوم وفنون خصوصا علوم حدیث ومذاہب کی سند دے دی، اس سے مصنف انوار کے ابوالمجاہد حصیری کی بھی امانت داری ظاہر ہوتی ہے۔

---

[1] ملخص از مقدمه انوار (۲/ ۱۱۷ بحواله جواهر ، حدائق وامرآة الزمان) [2] الفوائد البهية (ص: ۱۵۲، ۱۵۳)
[3] ملخص از مقدمه انوار (۲/ ۱۱۸) بحواله مرأة الزمان سبط ابن جوزی (۲/ ۷۳۰) وجواهر المضية)

۱۶۵ تا ۱۶۸۔ بشمول شیخ حسان الدین حنفی (متوفی ۶۴۴ھ)

مصنف انوار نے مندرجہ بالا نمبرات کے تحت متعدد حضرات کے تراجم مختصراً لکھے، حسام الدین سے متعلق ایک خاص بات یہ لکھی کہ انھوں نے امام غزالی کی منخول کی مدلل ومکمل تردید ہر مسئلہ میں لکھی۔ [1]

ہم کہتے ہیں کہ ان کا اسم علم محمد بن محمد بن عمر وفرغابی تھا، ساتویں صدی کے یہ تقلید پرست حنفیہ منخولِ غزالی کا کیا رد لکھیں گے جب کہ خود امام ابوحنیفہ نے اپنے مذہب کو مجموعۂ اغلاط واکاذیب واباطیل وشرور وفتن ومجموعۂ رائے وقیاس قرار دیکر خود ہی مردود وباطل قرار دیدیا؟ کیا کسی حنفی شخص میں امام ابوحنیفہ کی اس بات کا رد کرنے کا دم ہوسکتا ہے؟

۱۶۹ تا ۱۷۱۔ بشمول شیخ ابو المظفر شمس الدین بن یوسف بن فرغلی، علی بن عبد اللہ بن عبد اللہ بغدادی حنفی سبط ابن جوزی (متوفی ۶۵۷ھ)

مصنف انوار نے مذکورہ بالا نمبرات میں سے اول الذکر کے مختصر تراجم لکھے پھر اپنے خاص الخاص ممدوح سبط ابن جوزی کے زیر ترجمہ کہا:

> ''سبط ابن جوزی مشہور محدث مؤرخ فاضل تھے، علامہ ابن جوزی حنبلی کے نواسے تھے، یہ بھی پہلے حنبلی تھے پھر شیخ جمال الدین حصیری اور ملک معظم عیسی کے زیر اثر حنفی بن گئے، یہ بڑے محقق وحق گو تھے، اپنے نانا ابن جوزی کی روش پر احتجاج کیا حالانکہ ابن جوزی ان کے اساتذہ میں بھی ہیں، ان کی فلاں فلاں مشہور تصانیف ہیں۔ "الانتصار و الترجیح للمذهب الصحیح" ترجیح مذہب حنفی میں محققانہ تصنیف شائع ہوگئی ہے، انھوں نے دمشق ومصر میں درس حدیث بھی دیا، ان کا وعظ بہت پر اثر تھا، ملوک وامراء وعوام وخواص ان کی مجلس وعظ سے مستفید ہوتے، منقول ہے کہ مشہور محدث موفق الدین بن قدامہ حنبلی بھی ان کے وعظ میں شریک ہوتے، جس روز ان کا وعظ ہوتا لوگ جامع دمشق میں رات ہی کو آ کر سوتے، ان کی ہر مجلس وعظ میں بکثرت لوگ تائب ہوتے، بہت سے کافر مشرف باسلام ہوتے۔'' [2]

ہم کہتے ہیں کہ امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں اسے رافضی کذاب ڈینگ باز راوی مناکیر غیر ثقہ اور رافضی مذہب کی حمایت میں کتاب لکھنے والا کہا، اسے شیخ محی الدین سوسی کے جد امجد نے کہا: "لا رحمه الله كان رافضیا" [3] یعنی اس پر اللہ رحم نہ فرمائے یہ رافضی تھا۔ حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں جگہ جگہ اس پر تجریح کی ہے اور اسے ناقل مناکیر وغیر ثقہ کہا ہے، حافظ ذہبی کی بات کو حافظ ابن حجر نے برقرار رکھا اور کہا کہ یہ بہت بڑا واعظ تھا اور صرف ظاہری طور پر حنفی بنا ہوا تھا، البتہ امام احمد بن حنبل کی بہت تعظیم کرتا تھا اور اس تعظیم میں مبالغہ آرائی بھی۔ [4] امام احمد کی تعظیم میں مبالغہ آرائی میں بھی اس کی رافضیت وڈھونگ بازی ومکاری ہی کا دخل تھا کیونکہ روافض تقیہ بازی میں سب کچھ کر سکتے ہیں۔

---

[1] مقدمه انوار (۲/ ۱۱۹)
[2] مقدمه انوار (۲/ ۱۱۹، ۱۲۰ بحواله جواهر المضية وفوائد وحدائق)
[3] میزان الاعتدال (٤/ ٤٧١ ترجمة نمبر ۹۸۸.)
[4] لسان المیزان (٦/ ۳۲۸)

۱۷۲۔ شیخ ابوالمؤید خطیب محمد بن محمود بن محمد بن حسن خوارزمی (متوفی ۶۵۵/ ۶۵۶ھ)

مصنف انوار نے اس شخص کے جمع کردہ اکاذیب سے اپنی کتاب کو بھر دیا ہے مگر اس کے زیر ترجمہ بہت مختصر بات کہی جس کا حاصل یہ ہے:

''یہ مشہور محدث وفقیہ اپنے زمانے کے کبار محدثین وفقہاء کے شاگرد قاضئ خوارزم دمشق و بغداد میں درس حدیث دینے والے جامع مسانید کے مصنف، اس تصنیف میں امام اعظم کی پندرہ مسانید کو جمع کیا، محققانہ ابحاث لکھے اور آخر میں تمام رواۃِ جامع مسانید پر کلام کیا۔''[1]

اکاذیب مصنف انوار بابت خوارزمی کا جائزہ:

ہم کہتے ہیں کہ اپنے زمانہ کے کذاب اعظم مصنف انوار نے اپنے اکاذیب وتلبیسات کو اور دوسرے عظمائے کذابین کے اختراعی اکاذیب کو بڑی عیاری کے ساتھ بنام انوار الباری بہت علمی دینی خدمت کے نام پر جمع کر کے لمبی چوڑی کتاب تیار کر دی اور اکاذیب پرستوں کے لیے ذخیرہ اکاذیب مہیا کر دیا، اسی طرح موصوف نے جامع المسانید کو خوارزمی کا مجموعہ کہا، حالانکہ جامع المسانید کو اپنے قلم سے بار بار مصنف انوار نے تصنیف ابی حنیفہ کہا، کذابین کو یہ بھی نہیں یاد رہتا ہے کہ ہم متضاد ومتعارض ومتناقض باتیں لکھتے ہیں، کذاب اعظم مصنف انوار کی ممدوح مکذوبہ کتاب "جامع مسانيد الإمام الأعظم والهمام والأفحم والأعلم " کے ٹائٹل پیج پر "تأليف العلامة الفهامة الشيخ الإمام الفقيه قاضي القضاة أبي المؤيد محمد بن محمود بن محمد خوارزمي المتوفى سنة خمس وستين وست مائة" لکھا گیا ہے، یعنی کہ یہ مجموعۂ اکاذیب علامہ فہامہ شیخ امام فقیہ قاضی القضاۃ (متوفی ۶۶۵ھ) کا یعنی ساتویں صدی ہجری کا تیار کردہ ہے، ساتویں صدی کی جس تصنیف کو اس کے طبع کرانے والے تقلید پرست احناف نے موصوف خوارزمی کی تالیف وتصنیف قرار دیا اسی کو مصنف انوار نے تصنیف ابی حنیفہ قرار دیا، مصنف انوار نے پہلے اپنے گھر کی خبر نہیں لی کہ ہمارے ہی جیسے تقلید پرستوں نے جب اسے تصنیف خوارزمی قرار دیا تو ہم اسے تصنیف ابی حنیفہ کیوں کہہ رہے ہیں؟ اور دوسری طرف تضاد بیانی کرتے ہوئے ہم اسے تصنیف خوارزمی بھی کہہ رہے ہیں تو ہماری متعارض بات جھوٹ ہے۔

اتنے بڑے کذاب خوارزمی کو ایسے القاب سے ملقب کرنا جرم عظیم ہے، اس کتاب کے سرورق پر حدیث نبوی "لو كان العلم بالثريا لتناوله رجال من أبناء فارس" لکھ کر انھوں نے بھی ظاہر کیا کہ اس فرمان نبوی کے مصداق امام ابوحنیفہ ہیں، حالانکہ امام ابوحنیفہ اولا "رجال" نہیں بلکہ "رجل" ہیں۔

ثانیاً: یہ تحقیق ہماری طرف سے گزری کہ امام ابوحنیفہ فارسی الاصل والنسل ہونے کے بجائے بابلی الاصل والنسل باپ کی طرف سے ہیں اور سندھی الاصل والنسل کے بجائے بابلی الاصل ماں کی طرف سے ہیں، لہٰذا یہ حدیث نبوی کسی بھی ناحیہ سے امام ابوحنیفہ پر منطبق نہیں ہوتی، کسی آدمی کو کسی غیر اصل ونسل کی طرف منسوب کرنا کبیرہ گناہوں اور بھیانک جرائم میں سے

[1] مقدمه انوار (۲/ ۱۲۰ بحوالۂ جواهر وفوائد وحدائق)

ہے، احادیث نبویہ میں اس کی صراحت ہے۔ جامع مسانید ابوحنیفہ کے ٹائٹل پیج پر خوارزمی کا سال وفات ۶۶۵ھ لکھا ہے اور مصنف انوار نے موصوف خوارزمی کے دو مختلف سال وفات ۶۵۵ھ اور ۶۶۵ھ لکھے، الفوائد البہیہ میں خوارزمی کا سال ولادت ۶۰۳ھ اور سال وفات ۶۵۵ھ اور جواہر المضیہ میں ۵۹۳ھ مرقوم ہے، حاشیہ جواہر المضیہ میں بحوالہ طبقات خوارزمی کو مصنف "جامع مسانيد الإمام الأعظم والهمام والأفخم والأعلم" اور بحوالہ کشف الظنون مصنف "زوائد مسند الإمام الأعظم" لکھا، ان متعارض باتوں کی تطبیق یا ترجیح مدلل طور پر واضح کرنے کے بجائے مصنف انوار کذب بیانی وتعارض گوئی میں اپنے سابقین اولین سے آگے بڑھنے کی کوشش میں زندگی بھر مصروف رہے۔

خوارزمی کے متعلق فرقہ کوثریہ دیوبندیہ سے ایک سوال؟

خوارزمی جیسے کذاب اعظم کو مشہور محدث وفقیہ گراں قدر تصنیف کا مصنف محققانہ ابحاث کا لکھنے والا اور "العلامه الفهامة الإمام الفقيه" کہنا کس نص شرعی سے صحیح ہے؟

خوارزمی کا دعوی اس کے عمل سے باطل ہے:

خوارزمی نے اپنی مسند کے شروع میں کہا:

"الحمد لله الذي سقانا بطوله من أصفى الشرائع وكسانا من أصفى المدارع الروائع.."[1]

''اللہ کے لیے ہر طرح کی حمد ہے جس نے ہمیں شرائع میں سے صاف ترین بحر شریعت کا پانی پلایا اور ہمیں بحر العقول قسم کے شفاف وچمکدار ترین ملبوسات پہنائے۔''

جن کذابین نے پاکیزہ ترین بحر شریعت کو اپنے اکاذیب کے ذریعہ گدلا بنانے کی ناپاک ترین سعی مذموم کو شعار زندگی بنا لیا ہو اور عمدہ ترین بہترین ملبوسات شریعت کو اختراعات وافتراءات کے ذریعہ گندا بنانے کی قبیح کوشش کو اپنا دین وایمان بنا لیا ہو اور حامل شریعت جناب محمد رسول اللہ ﷺ نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین ودیگر اسلاف عظام رحمہم اللہ کی طرف بہت سارے اکاذیب منسوب کرنے کو اپنا وطیرہ بنا رکھا ہو ان کی زبان سے کلمات مذکورہ کا نکلنا بھی کم مذموم نہیں ہے۔

اکاذیب خوارزمی کے اکاذیب ہونے پر بارہ ردود بلیغہ:

خوارزمی نے خطبۂ کتاب ہی میں یہ بھی کہا کہ اللہ تعالی نے امت محمدیہ میں علماء مجتہدین وفقہائے متبحرین ایسے پیدا کیے جو بقول نبوی انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام کے قائم مقام ہیں، حالانکہ اوّلاً: جس طرح کے فقیہوں ومجتہدوں کو خوارزمی اور اس جیسے کذابین انبیائے بنی اسرائیل جیسا کہتے ہیں انھیں حدیث نبوی میں انبیائے بنی اسرائیل جیسا نہیں کہا گیا کیونکہ جو فقہاء مجتہدین بذات خود کذاب وبدعقیدہ جہمی مرجی اور اپنی فقہ کو مجموعۂ رائے وقیاس واغلاط واکاذیب واباطیل وشرور وفتن کہتے رہے ہوں انھیں انبیائے بنی اسرائیل علیہم السلام جیسا کیوں کر کہا جا سکتا ہے؟

---

[1] جامع مسانيد خوازمي (١ / ٢)

کیا وفات نبوی کے تھوڑے عرصہ بعد دروازۂ اجتہاد بند ہوگیا؟

ثانیاً: جس قوم کا دین ومذہب یہ ہو کہ بعثت نبوی کے بعد صرف چند صدیوں تک سلسلۂ اجتہاد چل کر بند ہو گیا اور لاکھوں کروڑوں مجتہدین بشمول صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم میں سے صرف چار فقہاء میں سے کسی ایک کی تقلید فرض ہے جبکہ تقلید پرستی کو نصوص شرعیہ اور آثار صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین میں ممنوع وحرام کہا گیا ہے، اس کا مذکورہ بالا بیان خود اس کے طریق عمل سے مکذوب قرار پاتا ہے۔

ثالثاً: خوارزمی کے خطبۂ کتاب وتمہید ہی سے ظاہر ہے کہ جامع مسانید ابی حنیفہ اسی خوارزمی کی جمع کردہ ہے، پھر مصنف انوار اور ان جیسے لوگوں کا اسے تصنیف ابی حنیفہ قرار دے دینا پھر اسے تصنیف خوارزمی بھی کہنا کیا معنی رکھتا ہے؟

رابعاً: خوارزمی نے خطبۂ کتاب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "النجم الظلماء، سیوف الأولیاء وحتوف الأعداء" کہا ہے، انھیں چھوڑ کر خوارزمی اور گروہ خوارزمی کا امام ابوحنیفہ کی اس فقہ کو اپنا دین وایمان ومذہب بنا لینا جسے امام ابوحنیفہ نے مجموعۂ رائے وقیاس واغلاط واباطیل واکاذیب وشرور وفتن کہا ہے، کون سا طور وطریق ہے؟

خامساً: جو تقلید پرستی نصوص شرعیہ واقوال صحابہ وتابعین ودیگر اسلاف کرام سے ممنوع ہے اسے اس قوم کا اپنا مذہب ومسلک قرار دے دینا کون سا طریق عمل ہے؟

سادساً: خوارزمی نے اپنے خطبہ ہی میں امام ابوحنیفہ کو کسی قید واستثنا کے بغیر اسبق الاجتہاد، اطیب الاعتقاد، ابین الرشاد، اقوم الطریق والسداد، امام الائمہ، سراج الامۃ، شریعت کے رخ انور سے پردۂ استتار ہٹانے والا، جبین فقہ سے ظلمات کی بدلی چھانٹنے والا، اپنے ہم عصر ائمہ کی زبانیں اپنے بالمقابل بند کر دینے والا، قدموں کے پھسلنے والے کیچڑ میں سب سے زیادہ ثابت قدم رہنے والا، احکام شریعت کو مستحکم بنانے میں بذل المجھود کرنے والا اس صورت میں کیوں کہا جبکہ امام ابوحنیفہ نے اپنی فقہ سمیت اپنے سارے علوم کو مجموعۂ رائے وقیاس ومجموعہ اغلاط واکاذیب ومجموعہ اباطیل وشرور وفتن قرار دیا اور امام ابوحنیفہ کے عام اساتذہ ومعاصرین وتلامذہ وغیر تلامذہ نے امام ابوحنیفہ کو سخت مطعون ومجروح وبدعقیدہ کہا؟

امام ابوحنیفہ نے اپنی طرف منسوب جن علوم کو مجموعۂ اباطیل کہا انھیں خوارزمی اور اس کے گروہ نے اپنا دین وایمان بنا لیا:

سابعاً: جب امام ابوحنیفہ کے معاصرین اور ان کے بعد والے عام اہل علم نے انھیں متروک وناقابل التفات کہا اور خود امام ابوحنیفہ نے بھی ان کی تائید کی تو خوارزمی اور ان کے گروہ نے امام ابوحنیفہ کو متروک وناقابل التفات قرار دینے کے بجائے یہ کیوں کہا کہ امام ابوحنیفہ کے بعد والے فقہائے مجتہدین وعلمائے محدثین نے امام ابوحنیفہ کے علوم کے بحر ناپیدا کنار کے عمانی موتی غوطہ زنی کرکے حاصل کیے اور ان کے بے جوڑ موتیوں کے دیدار سے پیاس بجھائی، سارے فقہاء ومجتہدین دسترخوان ابی حنیفہ ہی سے لذیذ ترین غذائیں کھاتے اور انھیں سے حلال روزی مانگتے ہیں؟ اور انھیں کا محتاج فقہ اپنے کو بتلاتے ہیں؟ اگر بالفرض ایک امام شافعی نے "الناس عیال في الفقه علی أبي حنیفه" کہا ہو جبکہ امام

شافعی نے "الناس عيال في الرأى والقياس على أبي حنيفة" کہا تو سارے ہی علماء، ائمہ، فقہاء کو علی الاطلاق فقہ ابی حنیفہ کا دست نگر کہنا، جبکہ عام ائمہ فقہاء ان سے سخت متنفر و متوحش وگریزاں تھے، امانت داری کی کون سی قسم ہے؟

ثامناً: ابو المؤید موفق رافضی معتزلی تقلید پرست کذاب کو "أخطب الخطباء شرقا و غربا" کہنا اور ایسے کذاب سے منقول اس شعر کو مستدل بنانا کون سا وطیرہ ہے کہ پوری دنیا کے سارے ائمہ کرام بلا شک وشبہ فقہ میں ابوحنیفہ کے دست نگر ہیں، جبکہ امام ابوحنیفہ نے خود یہ فرما دیا کہ میری فقہی وغیر فقہی بات چونکہ مجموعۂ رائے وقیاس ومجموعۂ اباطیل ہے اس لیے اس سے کوئی سروکار رکھو نہ اس کی نقل وروایت وتخریج وترویج واشاعت کرو، دریں صورت امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب مسانید ابی حنیفہ وفقہی مسائل کی نقل وروایت وترویج واشاعت کو خوارزمی اور گروہ خوارزمی نے مشغلۂ زندگی اور اپنا دین وایمان کیوں قرار دے لیا؟

تاسعاً: جس فقہی وغیر فقہی باتوں کی ترویج واشاعت اور نقل وروایت سے امام ابوحنیفہ منع کر گئے تھے اسے بقول خوازمی تمام اکناف عالم میں حامیان ابی حنیفہ نے پہنچایا، یہ طریق کار حمایت ابوحنیفہ ہے یا مخالفت ابی حنیفہ ہے؟

عاشراً: اپنی تقلید سے جب بتصریح کتب حنفیہ امام ابوحنیفہ نے منع کر دیا تو ان کی تقلید کو اس قوم نے کیوں فرض وواجب قرار دے لیا؟

الحادي عشر: جب امام ابوحنیفہ نے خود اپنے کو مجروح ومتروک قرار دے لیا تو انھیں مجروح ومطعون ومتروک قرار دینے والوں کو خوارزمی نے اسی خطبۂ کتاب میں حاسد ومنکر، باغی وشریر وعداوت رکھنے والے وجامد ہونے کے اوصاف سے کیوں متصف کیا؟

جامع مسانید ابی حنیفہ اکاذیب کا ملغوبہ ہے:

الثاني عشر: جب امام ابوحنیفہ نے اپنی بیان کردہ احادیث کو مجموعۂ اباطیل و پادر ہوا ومجموعۂ اغلاط کہا، بنابریں انھیں نقل کرنے سے منع کیا تو بعض کے یہ کہہ دینے سے کہ امام بوحنیفہ کی حدیث میں کوئی کتاب نہیں خوارزمی نے اپنے زمانہ میں پائے جانے والے ان مسانید ابی حنیفہ کو کیوں یکجا مدون ومرتب کر دیا جن کو نقل وبیان کرنے سے امام ابوحنیفہ منع کر گئے تھے اور یہ مسانید ابی حنیفہ مرتب کرنے والے اکثر چوتھی پانچویں صدی کے غیر ثقہ افراد تھے، اور اگر ثقہ تھے تو ان کی طرف مسانید ابی حنیفہ کا انتساب غلط ہے، مثلاً خوارزمی نے بدعوئ خویش اس جامع مسانید ابی حنیفہ میں پندرہ مسانید ابی حنیفہ جمع کیے ہیں، ان میں ایک ابو یوسف شاگرد ابی حنیفہ دوسرا حسن بن زیادہ شاگرد ابی حنیفہ تیسرا وچوتھا محمد بن حسن شیبانی شاگرد ابی حنیفہ پانچواں حماد صاحب زادۂ ابی حنیفہ وشاگرد ابی حنیفہ کا جمع کردہ ہے اور اپنے ان تمام ہم مذہب تلامذہ کو مخاطب کر کے امام ابوحنیفہ نے کہا کہ "كم تكذبون علي في هذه الكتب؟" یعنی تم لوگ ان کتابوں میں میری طرف منسوب کردہ کتنی زیادہ جھوٹی باتیں لکھ رہے ہو۔ (کما تقدم) اس سے لازم آیا کہ چھ مسانید کے مرتبین کو خود امام ابوحنیفہ نے کذاب کہا اور اس بات کی تصدیق وتائید عام ائمہ اسلام محدثین وفقہاء وعلمائے جرح وتعدیل نے کی ہے۔

باقی نو (۹) مسانید ابی حنیفہ میں سے ایک کا مرتب تیسری صدی کا حارثی کذاب ہے جس کا تعارف گزر چکا، دوسری کا مرتب چوتھی صدی کا طلحہ بن محمد بن طلحہ ابو القاسم معتزلی شیعی غیر ثقہ تھا، اس کا ترجمہ گزر چکا، تیسری کا مرتب چھٹی صدی کا حسین

بن محمد بن خسر وکذاب ہے، چوتھی کا مرتب چوتھی صدی کا ابن ابی العوام باطنی روافض کا آلۂ کار تھا اور یہ جس سند کے ساتھ منقول ہے اس کے رجال مجہول ہیں جن کا بہت بڑا کذاب ہونا مستبعد نہیں، پانچویں کا مرتب عمر بن حسن اشنانی ہے جسے فرقۂ کوثریہ کے بانی کوثری نے غیر ثقہ وساقط الاعتبار کہا۔ (کما تقدم) چھٹی کے مرتب امام ابن عدی ہیں جو امام ابوحنیفہ کو غیر ثقہ وغیر معتبر قرار دینے میں عام اہل علم کے موافق ہیں، ان کا کہنا ہے: "عامة ما يرويه كذلك ولا يصح له في جميع ما يرويه إلا بضعة عشر حديثا... إلى أن قال: لأنه ليس من أهل الحديث" یعنی امام ابوحنیفہ کی عام روایات مجموعۂ اغلاط و تصحیف ہیں، اسانید ومتون میں اضطرابات اور رجال میں تصحیفات ہیں، ان کی عام روایات کا یہی حال ہے، ان کی روایات میں سے دس ہی سے کچھ زیادہ بطریق معتبر منقول ہیں ورنہ سب مجموعۂ اغلاط وتصحیفات ہیں جس کا اصل سبب یہ ہے کہ وہ اہل حدیث نہیں تھے، حدیث کے بجائے دوسرے امور سے اشتغال رکھتے تھے۔[1] ساتویں کے مرتب حافظ ابونعیم ہیں انھوں نے بھی امام ابو حنیفہ کو مجروح وغیر ثقہ کہا، آٹھویں کے مرتب محمد بن عبدالباقی کہے جاتے ہیں مگر حقیقت امر یہ ہے کہ حسین بن خسر وکذاب نے اپنے نام سے ایک مسند ابوحنیفہ لکھا تھا اور دوسری مسند ابی حنیفہ لکھ کر اس نے محمد بن عبدالباقی کی طرف منسوب کر دیا، نویں کے مرتب احمد بن محمد بن خالد بن حلی ابوبکر ہیں جن کی سند مجہول ہے۔

ایک مسند حافظ ابوالخیر محمد بن مظفر بن موسی بن عیسی کی طرف منسوب ہے مگر ان تک پہنچنے والی سند مجہول وغیر معتبر ہے، بعض اور مجموعات میں روایات ابی حنیفہ جمع ہیں، مثلاً امام ابن حبان نے امام ابوحنیفہ پر دو مستقل کتابیں لکھیں اور ان کی مرویات کا جائزہ لیا، انھوں نے امام ابوحنیفہ کو غیر ثقہ وغیر معتبر قرار دیا، اسی طرح امام دارقطنی نے ان کو غیر ثقہ وغیر معتبر کہا، امام ابن شاہین کی طرف بھی ایک مجموعۂ مرویات ابوحنیفہ مشہور ہے، ابن شاہین نے بھی امام ابوحنیفہ کو غیر ثقہ کہا، نیز امام حافظ خطیب کی طرف بھی ایک مجموعۂ مرویات ابی حنیفہ منسوب ہے مگر حافظ خطیب نے بھی امام ابوحنیفہ کو مجروح کہا۔

ابن عقدہ رافضی کا مجموعۂ مرویات ابی حنیفہ مشہور ہے، ابن عقدہ بذات خود رافضی کذاب ہے، زفر شاگرد ابی حنیفہ کی طرف بھی ایک مجموعۂ مرویات ابی حنیفہ منسوب ہے جس کا حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے، اسی طرح اور بھی مجموعات ومسندات مرویات ابی حنیفہ کے نام سے مروج ہوئے جن کا حال بھی اللہ ہی جانتا ہے۔

کذاب خوارزمی نے ان مکذوبہ مسانید ابی حنیفہ کو اس لیے جمع کیا کہ امام ابوحنیفہ بھی راویٔ احادیث کثیرہ تھے، معاملہ بالکل اس کے برعکس ثابت ہوا کیونکہ اس مجموعۂ خوارزمی میں لگ بھگ ساڑھے چھ سو روایات ہیں جن میں سے اکثر روایات دراصل کسی تبع تابعی کی طرف منسوب ہیں یا پھر بعض صحابہ کی طرف اور بمشکل تمام روایات مرفوعہ کی تعداد دو سو کے لگ بھگ ہے اور ان میں سے اکثر کا انتساب ابوحنیفہ کی طرف غیر صحیح ہے اور جن کا انتساب ابوحنیفہ کی طرف صحیح ہے انھیں بیان کرنے میں موصوف اغلاط وتصحیفات واوہام وخطاؤں کے شکار ہوئے۔

دریں صورت خوارزمی کذاب کی ساری محنت اکارت ہوگئی، پھر بھی یہ کذاب انواع واقسام والے اکاذیب کے ذریعہ مکذوبہ باتوں کو بکثرت مدح ابی حنیفہ کی دلیل بنائے ہوئے ہے، مثلاً اس نے امام ابن المبارک کی طرف جھوٹے دو اشعار

[1] ملخص از الكامل لابن عدي (٧/ ٢٤٧٩)

منسوب کر کے امام ابو حنیفہ کی مدح سرائی کی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ درجۂ ابی حنیفہ تک رسائی حاصل نہ کر سکنے والے لوگ محض حسن ظن کے سبب دشمنان ابی حنیفہ بن گئے اور انھیں مجروح کہنے لگے، جس طرح کسی حسینہ جمیلہ عورت کی سوکنیں اسے بدصورت کہتی پھرتی ہیں۔ کوئی بھی حنفی ہے ابن مبارک کا کہا ہوا نہیں ثابت کر سکتا، امام ابن المبارک نے تو امام ابو حنیفہ کو متروک قرار دے کر ان سے سروکار رکھنے سے لوگوں کو منع کر دیا تھا۔ كما تقدم تفصيله.

خوارزمی کذاب کی جہمیت پرستی:

خوارزمی کذاب نے کہا کہ صیمری نے مامون الرشید تک پہنچنے والی سند سے روایت کی کہ دور خلافتِ مامون میں احادیث کا ایک مجموعہ مامون کے ہاتھ میں دیکر کہا گیا کہ آپ نے ابو حنیفہ کے ہم مذہب جن لوگوں کو اپنا مقرب درباری بنا رکھا ہے وہ احادیث کے مخالف ہیں یہ قصہ طویل ہے، جس میں منقول ہے کہ عیسی بن ابان نے اس مجموعۂ احادیث کا رد "كتاب الحجة الصغير" کے ذریعہ لکھ کر مذہب اہل حدیث پر جہمی مذہب کی بالا دستی ثابت کر دکھائی جسے دیکھ کر مامون نے ابن مبارک کی طرف منسوب دونوں مکذوبہ اشعار پڑھے۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ مامون الرشید خود جہمی مرجی رائے پرست حنفی تھا جس نے ائمہ اہل حدیث پر فرعونی قسم کے مظالم ڈھائے جس کا ذکر کسی قدر آ چکا ہے، اس نے جہمیہ کو اپنے وزراء وامراء وقضاۃ و حکام مقرر کیا، خوارزمی کذاب کی متدل روایت مکذوبہ سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے، خوارزمی کی متدل یہ مکذوبہ روایت دو صفحہ پر پھیلی ہے، اسے صیمری نے "أخبار أبي حنيفه وأصحابه" میں اس سند سے نقل کیا ہے:

"أخبرنا عبد الله بن محمد قال أنبأنا أبو بكر الدامغاني الفقيه أنبأنا الطحاوي ثنا أبو حازم ثنا عبد الرحمن بن نائل قال: كان عيسى بن هارون الهاشمي قرب المامون... الخ."[2]

مذکورہ بالا روایت کو صیمری نے جس عبداللہ بن محمد سے نقل کیا وہ غیر معتبر اور غیر ثقہ ہے۔[3] اس غیر ثقہ اسدی نے جس ابو بکر دامغانی سے اسے نقل کیا اس کی کسی نے توثیق نہیں کی، یعنی کہ یہ مجہول ہے، اس سند میں واقع عبدالرحمٰن بن نائل بھی مجہول ہے، بنابریں یہ روایت مکذوبہ ہے۔

اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ عیسی بن ہارون ہاشمی مامون کا سوتیلا بھائی اور اس کا ہم سبق رفیق درس تھا، اس نے دیکھا کہ مامون نے اپنے شاہی دربار کے مصاحب جہمی لوگوں مثلاً اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ وبشر بن غیاث مریسی وغیرہ کا جم گھٹا لگا رکھا ہے جو نصوص نبویہ کی مخالفت کو اپنا دین ومذہب بنائے ہوئے ہیں، اس نے اسی طرح کا مجموعہ تیار کر کے کہا کہ یہ لوگ احادیث نبویہ کی مخالفت کو اپنا دین بنائے ہوئے ہیں، مامون نے ائمۂ جہمیہ سے اس مجموعہ احادیث کا جواب دینے کو کہا، پہلے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ نے اس کا جواب لکھا، جسے دیکھ کر مامون نے کہا کہ یہ جواب احادیث نبویہ کے خلاف سب وشتم کا

[1] ما حصل از جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٦)

[2] أخبار أبي حنيفة وأصحابه للصيمري (ص: ١٤١ تا ١٤٣)

[3] لسان الميزان (٣/ ٣٥٢، ٣٥٣ و متعدد كتب رجال)

مجموعہ اور بیکار سی چیز ہے، پھر اس کا جواب بشر مریسی نے لکھا جس کا حاصل یہ تھا کہ خبر واحد حجت نہیں، مامون نے اسے بھی مردود قرار دیکر کہا کہ یہ تو جہمیہ پر رد بلیغ ہے، پھر اس کا جواب یحییٰ بن اکثم سے لکھنے کو کہا مگر عرصہ دراز تک وہ جواب نہ لکھ سکے، مامون نے ان جہمیہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ صرف ایک اہل حدیث نے تمہارے خلاف ایک معمولی سی کتاب لکھی اور تم سب اس کے جواب سے عاجز ہو، تم اگر سو کتابوں کو اس کے جواب میں اسی طرح لکھو گے تو حقیقی جواب نہ ہوگا، پھر اس کا جواب عیسیٰ بن ابان جہمی نے امام محمد جہمی کذاب کی کتاب "الحجة الصغیر" کے ذریعہ دیا، جواہر المضیہ ترجمہ عیسیٰ بن ابان کے حاشیہ پر صراحت ہے کہ یہ کتاب حجت صغیر امام محمد کی تصنیف ہے، اور امام محمد جہمی بھی تھے اور کذاب بھی۔ (کما تقدم) کیا مجموعۂ اکاذیب کا احادیث نبویہ کے رد کے لیے استعمال کرنا ہی فرقۂ جہمیہ مرجیہ رائے پرست احناف کا شیوہ وشعار ہے؟

ہماری اس مختصر سی بات سے خوارزمی کذاب اور اس جیسے تمام حنفی کذابین کی تکذیب ہوگئی، یہ واضح رہے کہ اس روایت میں یحییٰ بن اکثم کا نام مکذوبہ طور پر اس مکذوبہ روایت میں لیا گیا ہے، وہ اہل حدیث تھے، پھر جہمیہ کی حمایت میں مجموعۂ احادیث نبویہ کے رد پر کتاب لکھنے کے لیے کیسے آمادہ ہو سکتے تھے؟

یہ ساری باتیں مصنف انوار اور ان جیسے کذابین کے ان مزاعم مکذوبہ پر رد بلیغ وارجا سے نفرت و وحشت ظاہر کرتی ہیں۔

خوارزمی کی اکاذیب پرستی:

خوارزمی کذاب نے اپنے مذکورہ بالا اکاذیب (جنھیں مصنف انوار اور ان کے ہم مزاج نوشتۂ ابی حنیفہ کہتے ہیں) کے بعد مکرم بن احمد کی کتاب سے نقل کیا کہ ابن معین جیسے امام الائمہ جن کے ہاتھ میں جرح وتعدیل کی زمام کار ہے، وہ امام ابن المبارک کی طرف منسوب مکذوبہ اشعار فضیلت ابی حنیفہ کے لیے پڑھا کرتے تھے۔[1]

اس کذاب خوارزمی نے اپنی ذات سے لے کر مکرم تک سند نہیں بیان کی جس کا مکذوب ہونا متحقق ہے، اور ہم کئی بار بتلا چکے ہیں کہ مکرم کی کتاب متعلق مناقب ابی حنیفہ مجموعہ اکاذیب ہے اور مکرم کو جس علی بن حسین بن حبان عن أبیہ سے روایت کنندہ ظاہر کیا گیا ہے، یہ دونوں باپ بیٹے مجہول ہیں، یعنی کہ خوارزمی اور اس کے گروپ کی مستدل روایت مذکورہ مکذوبہ ہے، اس روایت کے خلاف امام ابوحنیفہ پر ابن معین کی تجریحات قادحہ کا ذکر ہم کر آئے ہیں، صفحات الٹ کر ناظرین کرام اس فرقے کے اکاذیب وتلبیسات کا تماشہ دیکھیں، اس کذب بیانی کے باوصف اپنے سے بڑھ کر کذاب موفق خوارزمی کو ابو المؤید خوارزمی نے پھر "الصدر العلامة أخطب خطباء الشرق والغرب" کہہ کہ دو شعروں کے ذریعہ مکذوبہ طور پر مدح ابی حنیفہ کی۔[2] اس کذاب کو اتنی بھی تمیز نہیں کہ اکاذیب کو کسی مقصد پر دلیل بنانا جرم عظیم ہے۔

مذکورہ بالا اکاذیب کے بعد خوارزمی نے دعوی کیا کہ متعدد صحابہ سے یہ حدیث نبوی مروی ہے کہ جس نے میری چالیس احادیث میری امت کو فائدہ پہنچانے کے لیے یاد کر لیں وہ میری شفاعت کا مستحق اور مغفور وجنتی ہوگا۔[3]

خوارزمی نے جن اسانید سے اسے نقل کیا ان کے اعتبار سے یہ حدیث مکذوبہ ہے، منافقوں نے رسول اللہ کو رسول اللہ کہا تو

---

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي كذاب (١/ ٦)

[2] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٦، ٧)　[3] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي ١/ ٧ تا ١٠)

اسے اللہ رب العالمین نے سورۂ المنافقون میں منافقین کا جھوٹ قرار دیا، اس سے معلوم ہوا کہ گمراہ وگمراہ گر جہمی مرجی رائے پرست کذاب اگر کوئی معتبر حدیث بیان کرے تو اس کی بیان کردہ بات مکذوب قرار پائے گی ورنہ وہ حدیث فی نفسہ صحیح ہے۔ ہم نقل کر آئے ہیں کہ بتصریح امام ابن عدی امام ابوحنیفہ کو صحیح طور پر بیس حدیثوں سے بھی کم احادیث یاد تھیں، اس لیے اس حدیث نبوی کو امام ابوحنیفہ پر منطبق کرنا بھی صحیح نہیں۔

پھر اس کذاب خوارزمی نے اپنے جمع کردہ ان اکاذیب بنام جامع مسانید ابی حنیفہ کی بابت کہا کہ اسے میں نے چالیس ابواب پر فقہی ثبوت کے ساتھ منقسم کر رکھا ہے، جس کا پہلا باب ان فضائل ابی حنیفہ پر مشتمل ہے جن سے متصف ہونے میں امام ابوحنیفہ دوسروں کے بالمقابل منفرد ہیں، ان میں ان کا کوئی شریک وسہیم نہیں۔ ❶

پھر باب اول کے دس انواع گنواتے ہوئے دعوی کیا اور کہا کہ جن فضائل میں امام ابوحنیفہ بالاجماع منفرد ہیں ان کا شمار ناممکن ہے مگر ہم صرف بعض ہی فضائل گنوانے پر اکتفا کریں گے جن میں امام ابوحنیفہ بالاجماع منفرد ہیں، پھر اس کذاب نے ان دس انواع کا ذکر کیا، پھر اس کذاب نے اپنی طرح کے متعدد کذابین کی اختراع کردہ کئی مکذوبہ اسانید سے "أبو حنيفة سراج أمتي" والی جھوٹی مکذوبہ حدیث بیان کی جس کے موجدین ومخترعین کو نصوص شرعیہ میں جہنم رسید ہونے والا بڑی صراحت و وعید وتہدید بلیغ کے ساتھ کہا گیا ہے پھر اس کذاب اعظم نے اسی طرح کی اسانید سے "سيأتي من بعدي النعمان بن ثابت ليحيىٰ دين الله وسنتي" اور اس کی ہم معنی احادیث متعددہ بیان کرنے کے ساتھ نبی معصوم ﷺ اور صحابہ کرام وغیر صحابہ کی طرف منسوب کر دیں۔ ❷ یہ دعویٔ خوارزمی کذاب اور اس طرح کے جملہ کذابین کا دعوی واقعی ابوحنیفہ کے علاوہ کسی کے لیے نصوص شرعیہ وآثار صحابہ ودیگر اسلاف میں نہیں کہا گیا ہے کیونکہ اس طرح کے عظمائے کذابین روئے زمین پر پیدا ہی نہیں ہوئے، لہٰذا اس مکذوبہ فضیلت سے متصف ہونے میں امام ابوحنیفہ ضرور منفرد ہیں کہ پوری دنیا میں کسی اور کے ایسے روحانی کذابین چیلے نہیں پیدا ہوئے جس طرح کے کذاب روحانی چیلے ابوحنیفہ کے پیدا ہوئے۔

کذاب اعظم خوارزمی کی قبر پرستی کی حوصلہ افزائی:

اس موضوع کے اواخر میں امم سابقہ کی طرف امت محمدیہ کو بھی قبر پرست بنانے کے لیے اس کذاب اعظم نے مکرم بن احمد سے منقول یہ مکذوبہ روایت نقل کی کہ امام شافعی نے فرمایا کہ میں قبر ابی حنیفہ سے تبرک حاصل کرنے کے لیے قبر ابی حنیفہ کے پاس آ کر جو دعا بھی کرتا ہوں قبول ہوتی ہے۔ ❸

ہم بیان کر آئے ہیں کہ اس روایت مکذوبہ کی سند میں واقع مکرم کی کتاب مناقب ابی حنیفہ کو اہل علم نے مجموعۂ اکاذیب کہا ہے اور مکرم کو جس عمر بن اسحاق بن ابراہیم سے ناقل کہا گیا ہے اس کا کتب رجال میں پتہ نہیں، یعنی کہ مجہول ہے جو بہت بڑا کذاب بھی ہوسکتا ہے، اور اس عمر نے جن علی سے اسے روایت کیا ہے وہ واضع موضوعات ہے۔ ❹ یہ روایت مکذوبہ ہے اسے کوثری نے بھی تانیب (ص: ۲۵) میں نقل کر رکھا ہے، جامع مسانید ابی حنیفہ میں عمر کے نام میں تحریف یا تصحیف کرکے محمد بنا دیا

❶ جامع مسانيد أبي حنيفة (١/ ١٠ تا ١٢)
❷ جامع مسانيد أبي حنيفة (١/ ١٥ تا ٢٠)
❸ جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٢٠)
❹ لسان الميزان، ترجمة على بن مسجون.

گیا ہے، یہ بھی کذابین ہی کی کارستانی ہے، کوثریہ نے روایت مذکورہ کی بابت کہا کہ خطیب کے نزدیک اس سند کے سبھی رواۃ ثقہ ہیں۔[1] حالانکہ خطیب نے مکرم کی کتاب مناقب ابی حنیفہ کو مجموعۂ اکاذیب کہا۔[2] اصل روایت میں یہ صراحت بھی ہے کہ امام شافعی روزانہ قبر ابی حنیفہ پر حصول تبرک و دعا و دوگانہ نماز کے لیے آتے تھے جسے کذاب اعظم خوارزمی نے اپنی مقلدانہ جہمیانہ مرجیانہ مصالح کے تحت حذف کر دیا، امام شافعی مکہ مکرمہ کے باشندے تھے، البتہ طلب علم کے لیے اپنی عمر کے تیرہویں سال مدینہ منورہ گئے اور عرصہ دراز تک وہاں رہ کر امام مالک و دیگر اساتذۂ مدینہ سے پڑھتے رہے، وفات مالک کے بعد ہی انھوں نے مدینہ منورہ چھوڑا، البتہ کبھی کبھار مدینہ منورہ بھی چلے آیا کرتے، پھر وہ وطن کے کسی سرکاری عہدہ پر فائزہ ہوئے اور کچھ دنوں بعد ملزم کی حیثیت سے بغداد لائے گئے، وہاں اپنے کمالات کے ذریعہ الزام سے چھوٹے اور حنفیہ کی تردید وتکذیب میں تحریری وتقریری مشغلہ میں کچھ دن مصروف رہ کر وطن واپس گئے اور دوبارہ بغداد بہت تھوڑے دنوں کے لیے آئے اور مصر چلے گئے، وہیں فوت ہوئے، دریں صورت کیسے ممکن تھا کہ امام شافعی روزانہ قبر ابوحنیفہ پر حاضر ہوتے؟[3] ہم دیکھتے ہیں کہ مذہب حنفی کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے والے خصوصاً بریلویہ قبوریہ بڑے پیمانے پر قبر پرستی کا عادی ہے۔

خوارزمی کذاب اعظم کی انتہائی بدمستی:

اکاذیب پرستی کی بدمستی میں خوارزمی نے اپنی طرح دوسرے خوارزمی موفق بن احمد کے منظوم کردہ یہ اشعار لکھے

رسول الله فالسراج ديني	وافي الهداية أبو حنيفة
عدىٰ بعد الصحابة في الفتاوى	لأحمد في شريعته خليفة
سدى ديباج فتياه اجتهاد	ولحمته من الرحمان خيفة

’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے دین اور میری ہدایت یافتہ امت کے ابوحنیفہ سراج ہیں، صحابہ کے بعد شریعت محمدیہ کے ابوحنیفہ ہی میری نیابت کرنے والے ہیں، اپنے فتاوی کا تانا اگر ان کے اجتہاد نے ریشمی تاروں سے بنایا اور خوف الٰہی اس کا بانا ہے۔‘‘[4]

اس کذاب نے ایک طرف یہ جھوٹا دعوی کیا کہ ابوحنیفہ کو رسول اللہ ﷺ نے سراج الامۃ کہا، دوسری طرف یہ جھوٹ لکھا کہ صحابہ کے بعد نیابت نبوی کرنے والے ابوحنیفہ ہیں، صحابہ کے بعد تابعین کو نظر انداز کر کے اس کذاب نے ابوحنیفہ کو پوری نیابت نبوی کرنے والا بتلایا جبکہ ابوحنیفہ اتباع تابعین کے فرد ہیں انھیں لوگوں نے جہمی غالی مرجی معتقد خلق قرآن روایت میں بیحد غیر معتبر ومجروح اور نصوص کی بکثرت مخالفت کرنے والا اور اہل اسلام کے لیے بہت ضرر رساں کہا ہے، جس کی تفصیل گزر چکی ہے، اس کذاب کے بقول حدیث نبوی میں تمام فقہاء کو علی الاطلاق انبیاء کا سا کہا گیا ہے اور تمام علماء کو انبیائے بنی اسرائیل کی طرح کہا گیا ہے۔[5] اور اب یہ کذاب سارے صحابہ وتابعین کے بالمقابل صرف ابوحنیفہ کو نائب رسول کہتا ہے جبکہ عام اہل علم جو ابوحنیفہ کے معاصر تھے اور بعد بھی ہوئے ابوحنیفہ کو سخت مطعون قسم کا مبلغ بدعات ومجروح کہتے ہیں۔

---

[1] تانيب (ص: ٢٥)
[2] خطيب (٤/ ٢٠٩ ترجمة أحمد بن المغلس)
[3] نیز ملاحظہ ہو: التنكيل (ص ٦٣ تا ٦٥) وسلسلة الضعيفة حديث نمبر (٢٢)
[4] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٢٠)
[5] جامع مسانيد أبي حنيفة (١/ ٢، ٣)

کذاب اعظم خوارزمی کی انتہائی کذب بیانی:

اس کذاب اعظم خوارزمی نے نوع ثانی کے تحت کہا کہ جن فضائل ومناقب میں بالا جماع ابوحنیفہ اپنے بعد والے ارباب مذاہب پر فوقیت رکھنے میں منفرد ہیں وہ یہ ہیں کہ ابوحنیفہ عہد صحابہ میں پیدا ہوئے۔[1]

اس کذاب اعظم کو یہی نہیں معلوم کہ تقلید پرستوں نے ارباب مذاہب کی تعداد بارہ عدد بتلائی ہے جن میں سے اکثر ارباب مذاہب زمانۂ صحابہ میں پیدا ہوئے، زمانہ صحابہ ۱۱۰ھ میں ختم ہوا اور ارباب مذاہب میں سے امام اوزاعی استاذ ابی حنیفہ وامام سفیان ثوری استاذ ابی حنیفہ امام مالک استاذ اساتذۂ ابی حنیفہ اور متعدد حضرات ۱۱۰ھ سے پہلے پیدا ہوئے، مگر اس کذاب اعظم کی بدمستی والی ہرزہ سرائی دیکھیے کہ کیا ہذیان سرائی کیے ہوئے ہے؟ اس کذاب اعظم نے ایک طرف اس مکذوبہ روایت کو بھی دلیل بنایا کہ ابوحنیفہ ۶۱ھ میں پیدا ہوئے، دوسری طرف ان روایات کو بھی حجت بنایا کہ ابوحنیفہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، تیسری طرف یہ ہذیان سرائی کی کہ دوسرے اصحاب مذاہب ائمہ زمانۂ صحابہ کے ادراک سے محروم ہیں اور یہ اجماعی بات ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ کذاب اعظم اور اس کے ہم دم وہم قدم عظمائے کذابین بشمول مصنف انوار نہ یہ جانتے ہیں کہ اجماع کا کیا معنی ہے نہ یہ جانتے ہیں کہ عہد صحابہ کب ختم ہوا نہ یہ جانتے ہیں کہ دوسرے اصحاب مذاہب کب پیدا ہوئے؟ اور اس خبط الحواسی ومدہوشی میں اپنے ہی جیسے کذاب اعظم موفق خوارزمی کے یہ اشعار خوانی میں مشغول ہوئے ؎

مذاهب النعمان خير المـذاهب　　كذا القمر الوضاح خير الكواكب

تفقه في خير القرون مع النقي　　فمذهبه لا شك خير المـــذاهب

”حنفی مذہب تمام مذاہب سے اسی طرح فضیلت وخیریت میں برتر ہے جیسے ستاروں پر روشن چاند، موصوف ابوحنیفہ خیر القرون میں تقوی شعاری کے ساتھ علم فقہ سے آراستہ ہوئے، لہٰذا ان کا تقلیدی مذہب بلا شک تمام مذاہب مروجہ سے بہتر ہے۔“[2]

جس کو اتنی تمیز بھی نہ ہو کہ حنفی مذہب کے علاوہ دوسرے مروج مذاہب کے ائمہ بھی تینوں خیر القرون ہی میں ابوحنیفہ سے کہیں زیادہ تقوی شعاری کے ساتھ علوم دینیہ مع فقہ سے آراستہ ہوئے اس کی خرمستی جس قدر بھی بلند پرواز ہو کم ہے، ان سارے اکاذیب کو مصنف انوار اور ان کے ہم نوا امام ابوحنیفہ کا تحریر کردہ کہتے ہیں، کیا اس خرمستی کی کوئی انتہا بھی ہے؟ چھچھوندر، چمگاڈر وغیرہ اگرچہ دن میں نہیں دیکھتے مگر رات میں دیکھتے ہیں مگر یہ وہ جاندار ہیں جو بصیرت وبصارت سب سے ہمہ وقت محروم ہیں، نہ دن میں دیکھتے ہیں نہ رات میں!!

کذاب اعظم خوارزمی کی نوع ثالث: جس کے مطابق یہ اجماعی بات ہے کہ ابوحنیفہ شاگرد صحابہ ہونے میں اصحابِ مذاہب سے منفرد ہیں:

کذاب اعظم خوارزمی اور مصنف انوار جیسے خوارزمی کے روحانی چیلے کہتے ہیں کہ جن فضائل ومناقب میں ابوحنیفہ کے بعد

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة (١/ ١٠، ٢٠)　[2] جامع مسانيد أبي حنيفة (١/ ٢١، ٢٢)

والے اصحاب مذاہب سے کوئی بھی ابوحنیفہ کا شریک نہیں وہ یہ ہیں کہ ابوحنیفہ متعدد صحابہ کے شاگرد ہیں اور یہ اہل علم کی اجماعی متفق علیہ بات ہے، البتہ ان صحابہ کی تعداد بتلانے میں اختلاف ہے کہ ابوحنیفہ کتنے صحابہ کے شاگرد ہیں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں بشمول ایک صحابیہ عورت ان صحابہ کی تعداد آٹھ ہے، کچھ کہتے ہیں کہ سات ہیں، کچھ کہتے ہیں کہ چھ ہیں، پھر اس کذاب اعظم نے اپنی مکذوبہ اسانید سے آٹھوں یا ساتوں یا چھ صحابہ کی نقل کی اور جن صحابہ سے مکالمۂ ابی حنیفہ باعتبار زمانۂ ولادت ابی حنیفہ محال ہے، ان کے جوابات بھی بزعم خویش اس کذاب اعظم نے لکھے اور مصنف انوار جیسے کروڑوں اکاذیب پرستوں نے اس پر آمنا و صدقنا کہا، الغرض اس طرح کے گھناؤنے قبیح اکاذیب کا سلسلہ بہت طویل ہے۔[1] کیا یہ سارے اکاذیب ابوحنیفہ کے تحریر کردہ ہیں، جیسا کہ مصنف انوار اور ان جیسے کذابین کا دعویٰ ہے؟ ان سارے اکاذیبِ فرقۂ کذابہ پر ہماری نظر گزر چکی ہے اور ہم ان کا بھرپور جائزہ لے چکے ہیں ان کذابین نے یہ دعویٰ بھی کر دکھایا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ عہدۂ قضا قبول نہ کرنے کے سبب امام ابوحنیفہ ہلاک کیے گئے۔[2] اور ہم بتلا آئے ہیں کہ امام ابوبکر بن عیاش نے یہ کہنے والوں کو کذاب قرار دیا ہے۔

حافظ خطیب پر کذاب اعظم خوارزمی کی خرمستی:

کذاب اعظم خوارزمی نے کہا کہ میں نے امام ابوحنیفہ کے جو مناقب وفضائل اس انواع کے تحت باب اول میں ذکر کیے ہیں ان کے بالکل معارض تاریخ خطیب میں امام ابوحنیفہ کے خلاف مطاعن ومعائب ونقائص ومثالب منقول ہیں، ان کے پانچ جواب ہماری طرف سے دیے گئے ہیں، چار بطریق اجمال اور ایک بطریق تفصیل ...الخ۔[3]

ہم کہتے ہیں کہ اولا مصنف انوار اور ان کے ہم مزاج لوگ جب اس جامع مسانید ابی حنیفہ کو تصنیف ابی حنیفہ کہتے ہیں اور ابوحنیفہ ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے اور خطیب ۳۹۲ھ میں پیدا ہوئے، یعنی امام ابوحنیفہ کی وفات کے تقریباً ڈھائی صدی بعد خطیب پیدا ہوئے اور تاریخ خطیب ۴۶۳ھ میں مکمل ہوئی، اور ترجمہ ابی حنیفہ تاریخ خطیب کے اواخر میں ہے جس کا مطلب ان عظمائے کذابین کے مطابق یہ ہوا کہ امام ابوحنیفہ اپنے اوپر خطیب کے تحریر کردہ مطاعن و نقائص ومثالب کا رد کرنے کے لیے اپنی موت کے کم از کم تین سو سال بعد اپنی قبر سے اٹھ کر دنیا میں تشریف لے آئے، اور معلوم نہیں کتنے زمانہ تک موصوف ابوحنیفہ تاریخ خطیب میں وارد شدہ اپنے اوپر مطاعن ومثالب کا رد لکھنے میں مصروف رہے؟ ان کذابین کو اتنی واضح جھوٹی باتیں کہنے لکھنے میں ذرہ برابر نہ خوف الٰہی ومواخذۂ اخروی دامن گیر ہوا نہ دنیا والوں سے شرم وحیا محسوس ہوئی کہ ان اکاذیب نویسی وہذیانات سرائی پر ہمارا کیا حشر ہوگا؟ عام اہل اسلام عقیدہ تناسخ وآواگون کے مخالف ہیں مگر اسلام کی طرف اپنے کو منسوب کرنے والے بعض فرقے اس کے معتقد ہیں اور بعض فرقے اس کے معتقد ہیں کہ حضرت علی مرتضی اور ان کی اولاد میں سے بعض ائمہ قیامت سے پہلے دنیا میں آئیں گے اور اپنی سرگرمیاں جاری کریں گے۔

کیا امام ابوحنیفہ تناسخ وآواگون کا عقیدہ رکھتے تھے؟

اسے ملحوظ رکھتے ہوئے ناظرین کرام خطیب کی نقل کردہ درج ذیل روایت کا مطالعہ کریں:

[1] ملاحظہ ہو: جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٢٢ تا ٣٨)

[2] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٣٨) و عام كتب مقلدۂ حنيفة. [3] مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٣٨)

"حدثنا أبو حازم عمر بن إبراهيم العبدوي الحافظ بنيسا أخبرنا محمد بن أحمد بن غطريف العبدي بجرجان حدثنا محمد بن علي البلخي حدثني محمد بن أحمد التميمي بمصر حدثنا محمد بن جعفر الأسامي قال: كان أبو حنيفة يتهم شيطان الطاق بالرجعة، وكان شيطان الطاق يتهم أبا حنيفة بالتناسخ، قال فخرج يوما إلى السوق فاستقبله الشيطان الطاق، ومعه ثوب يريد بيعه، فقال له أبو حنيفه: أتبيع هذا الثوب إلى رجوع علي؟ فقال: إن أعطيتني كفيلا أن لا تمسح قردا بعتك فبهت أبو حنيفة، قال ولما مات جعفر بن محمد التقى هو وأبو حنيفة فقال له أبو حنيفة: أما إمامك فقد مات، فقال له شيطان الطاق: أما إمامك فمن المنظرين إلى يوم الوقت المعلوم."[1]

''امام ابوحنیفہ شیطان طاق کوعقیدۂ رجعت علی مرتضی کا معتقد کہتے تھے اور شیطان طاق ابوحنیفہ کو تناسخ (آ واگون) کا معتقد کہتا تھا، ایک دن ابوحنیفہ بازار گئے تو شیطان طاق کو کپڑا بیچتا ہوا پایا، اس سے ابوحنیفہ نے کہا کیا تم رجعت علی مرتضی تک کے لیے ادھار پر یہ کپڑا بیچو گے؟ شیطان طاق نے کہا کہ اگر آپ اس کی ضمانت دیں کہ آواگون کے طریق پر آپ بندر کی شکل میں متشکل ہو کر دوبارہ دنیا میں پیدا ہو کر نہیں آئیں گے تو شرط مذکور پر ہی آپ کے ہاتھوں یہ کپڑے فروخت کردوں گا اس پر ابوحنیفہ مبہوت و بدحواس ہو کر لا جواب ہو گئے، نیز امام جعفر بن محمد صادق کا انتقال ہو گیا تو امام ابوحنیفہ کی ملاقات شیطان سے ہوگئی، امام ابوحنیفہ نے شیطان طاق سے کہا کہ تمھارے امام جعفر صادق تو انتقال کر گئے، شیطان طاق نے کہا کہ آپ کا امام ابلیس ملعون تو قیامت تک زندہ رہے گا!''

شیطان طاق کا مختصر تعارف:

ہم کہتے ہیں کہ شیطان الطاق کا اصل نام محمد بن علی النعمان بن ابی طریفہ بجلی الکوفی ابوجعفر تھا، اس کے نام سے کبھی کبھار اس کے باپ کا نام حذف کرکے محمد بن النعمان بن ابی طریفہ بھی کہا جایا کرتا ہے اور کبھی غلطی سے اس کے باپ کا نام جعفر بتلایا جاتا ہے، اس نے اپنا لقب شیطان الطاق خود رکھا، دوسروں سے بکثرت مناظرے کرتا اور شاعری بھی کرتا تھا، ابوحنیفہ کے ساتھ اس کے مناظرات و مکالمات بسا اوقات ہوتے رہتے تھے۔

ترجمۂ شیخ ابوحازم احمد عبدوی:

حافظ خطیب نے یہ روایت اپنے جس شیخ ابو حازم عمر بن ابراہیم عبدوی نیشاپوری (متوفی ۴۱۷ھ) سے نقل کی وہ ثقہ و صدوق امام ہیں۔[2]

---

[1] خطیب (۱۳/۴۳۵، ۴۳۶)

[2] خطیب (۱۱/ ۲۷۲ و ۲۷۳) و انساب سمعاني مطبوع حيدر آباد هند ۱۳۹۸هـ، ۱۹۷۸ء (۹/ ۱۸۹) و تبيين كذب المفتري (ص: ۲٤۱) والمنتظم (۸/ ۲۷) تذكرة الحفاظ (۳/ ۱۰۷۲) والبر للذهبي (۳/ ۱۲۵) وطبقات الشافعية للسبكي (٥/ ۳۰۱ و ۳۰۲) النجوم الزاهرة (٤/ ۲٦٥) وسير أعلام النبلاء (۱۷/ ۳۳۳ تا ۳۳۷)

تنبیہ:

سیر اعلام النبلاء (۱۷/ ۳۳۵) میں ایک مکذوبہ روایت منقول ہے کہ امام حاکم صاحب المستدرک نے کہا کہ ہم کئی افراد جمع ہوئے کہ نیشاپور کے کذاب رواۃ کے نام گنیں تو ان کذابین میں ابو حازم مذکور کا نام بھی تھا، پھر اس کے بالکل برعکس اسی روایت میں ابو حازم کو ان رواۃ میں شمار کیا جن کی روایات بطور استشہاد لکھی جاتی ہیں، جس کی روایات بطور استشہاد لکھی جاتی ہوں وہ بہر حال صدوق اور کم درجے کا سہی مگر وہ ثقہ راوی ہوتا ہے لہٰذا اس مکذوبہ روایت میں دو متناقض ومتضاد باتیں جمع ہیں اس لیے اس کا مکذوبہ ہونا متحقق ہے کیونکہ ابو حازم کو ثقہ وصدوق قرار دینے پر اتفاق ہے، صرف اسی مکذوبہ روایت میں دو متضاد باتیں مرقوم ہیں، ان متضاد باتوں میں سے جو بات موافق عام اہل علم ہے وہ مقبول اور جو معارض ائمہ کرام ہے وہ مردود ہے۔

ترجمۂ زاہر بن طاہر:

اس مکذوبہ روایت کی سند میں زاہر بن طاہر نامی راوی واقع ہے جو متروک وغیر معتبر ہے۔[1] اس روایت میں اور بھی علل قادحہ ہیں جن کا ذکر ہم اختصار کے پیش نظر نہیں کر رہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ابو حازم مطلقا ثقہ وصدوق ومعتبر راوی ہیں۔

ترجمۂ حافظ غطریفی:

حافظ ابو حازم نے اسے حافظ محمد بن عمران بن احمد بن غطریف عبدی (مولود ۲۸۲ھ ۲۸۳ء متوفی ۳۷۷ھ) سے نقل کیا اور حافظ غطریفی کو عام ائمہ کرام نے متفق علیہ ثقہ ثابت کہا ہے مگر چودہویں صدی کے کذاب اعظم کوثری نے تانیب الخطیب میں زیر نظر روایت پر کلام کرتے ہوئے غطریفی موصوف کو مجروح کہا، حالانکہ کوثری کی تکذیب ولادتِ کوثری سے سینکڑوں سال پہلے لسان المیزان (۵/ ۳۵، ۳۶) میں اور دوسرے اہل علم نے کر دی ہے، ثبت کا درجۂ ثقاہت ثقہ سے بڑھا ہوا ہے۔ ان کا ترجمہ تذکرۃ الحفاظ (۳/ ۹۷۱، ۹۷۲) انساب سمعانی والعبر وتاریخ الاسلام للذہبی والوافی بالوفیات وسیر اعلام النبلاء (۱۶/ ۳۵۴، ۳۵۵) وتاریخ جرجان للسھمی وغیرہ میں بھی دیکھیے۔

ترجمہ حافظ محمد بن علی بن طرخان بلخی:

حافظ غطریفی نے اسے حافظ ابو بکر ابو عبد اللہ محمد بن علی بن طرفان بن حباش بلخی بیکندی (متوفی ۲۹۸ھ) سے نقل کیا جو ثقہ ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔[2] حافظ محمد بن علی بن طرفان نے اسے امام محمد بن احمد بن المثنی تمیمی موصلی (مولود ۱۸۲-۱۸۳ھ ومتوفی ۲۷۷ھ) سے نقل کیا جو ثقہ اور کئی تصانیف کے مصنف ہیں۔[3]

حافظ تمیمی موصوف نے یہ روایت محمد بن جعفر سامی سے نقل کی۔ یہ روایت اس امر پر دال ہے کہ امام ابو حنیفہ نے اپنی موت کے صدیوں بعد پھر پیدا ہو کر دنیا میں آ کر اپنے اوپر خطیب کے ذکر کردہ مطاعن ومثالب کا رد کیا ہو، ورنہ کوئی صاحب عقل اس کتاب کو تصنیف ابی حنیفہ قرار دینے کا روادار نہیں ہو سکتا۔

---

[1] لسان الميزان (٢/ ٤٧٠) ترجمة نمبر (١٨٩٢)

[2] تاريخ الإسلام للذهبي و تذكرة الحفاظ ٢/ ٦٩٦ و سير أعلام النبلاء۔

[3] طبقات الحنابلة (٢/ ٢٦٣) وسير أعلام النبلاء (١٣/ ١٣٩)

کذاب اعظم خوارزمی کی لغوطرازیوں کا قدرے ایضاح:

ثانیاً: کذاب اعظم خوارزمی جامع مسانید ابی حنیفہ کا مصنف ومرتب علم وفہم سے اس قدر بے بہرہ اور جہل مرکب کا شکار تھا کہ اسے یہ خبر نہیں کہ حافظ خطیب سے بہت پہلے تجریحات ابی حنیفہ ضبط تحریر میں بہت سارے ائمہ کرام لا چکے تھے۔ خطیب سے پہلے والے ائمہ کرام کی تجریحات ابی حنیفہ اگر جمع کی جائیں تو ایک سے زیادہ ضخیم جلدیں تیار ہوجائیں، حافظ خطیب سے پہلے والے ائمہ کرام کی یہ بات ہم حافظ خطیب کی تاریخ بغداد سے پیشتر لکھی جانے والی کتابوں کے حوالے سے نقل کرآئے ہیں کہ اپنے استاذ خاص حماد (متوفی ۱۱۹،۱۲۰ھ) کی زندگی میں امام ابوحنیفہ اپنے جہمی المذہب غالی مرجی ہونے کا اعلان کرتے پھرتے تھے اور اپنے جہمی مذہب کے انتہائی امتیازی وحساس اور فتنہ خیز شر انگیز عقیدۂ خلق قرآن کا اظہار برسرعام کرتے پھرتے تھے جن سے امام ابوحنیفہ کے استاذ خاص اس قدر برہم وبرافروختہ ومشتعل ہوئے کہ امام ابوحنیفہ پر فتوی کفر وشرک عائد کر کے اپنے تلامذہ ومعتقدین سے کہہ دیا کہ ابوحنیفہ کا مکمل بائیکاٹ کرو، ان سے سلام وکلام کے روادار نہ بنو، نہ انھیں اپنی مجلسوں میں بیٹھنے دو۔ صرف اسی پر اکتفا نہ کر کے حماد نے اس زمانے کی مرکزی راجدھانی میں قائم سب سے اعلی سرکاری اسلامی عدالت میں اپنے ثقہ رفقاء واصحاب کے ساتھ جا کر امام ابوحنیفہ کے معتقد خلق قرآن ہونے کا اعلان کیا اور ان کے اس جہمی عقیدہ پر عدالتی سرکاری کارروائی کا مطالبہ کیا، بھری عدالت میں قاضی وعدالت کے سامنے امام ابوحنیفہ نے اپنے معتقد خلق قرآن ہونے کا واشگاف انداز میں اقرار کیا اور سرکاری تہدید والے مشورہ کے مطابق امام ابوحنیفہ نے اپنے اس عقیدہ سے رجوع کرلیا مگر گھر آنے پر اپنے بیٹے حماد کے استفسار پر فرمایا کہ میں نے صرف تقیتاً ومصلحتاً خوفِ سرکار کی بنا پر بظاہر اس عقیدہ ومذہب سے رجوع کیا ہے ورنہ میں حقیقتاً انشراح صدر کے ساتھ اسی جہمی مذہب اور اس کے اس امتیازی حساس عقیدۂ خلق قرآن کا معتقد ہوں۔

ہم حافظ خطیب سے بہت پہلے حنفی المذہب امام ابن کاس نخعی کا بسند صحیح روایت کردہ یہ بیان نقل کرآئے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے باپ امام ابوحنیفہ کے پیدا ہونے سے پہلے اپنے اصل وطن انبار سے خراسانی شہر نساء میں منتقل ومتوطن ہوئے اور وہیں خراسانی شہر نساء میں امام ابوحنیفہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ [1] اور حنفی امام ابن کاس نخعی سے بہت پہلے امام بخاری نے امام ابوحنیفہ کے معاصر امام اسماعیل بن عرعرہ بن برند بصری سے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہ کے گھر والوں کی تعلیم وتربیت زوجۂ جہم بن صفوان اور باندئ جہم بن صفوان کے ذریعہ ہوئی جس سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے والدین اور گھر والے بشمول امام ابوحنیفہ جہمی تعلیم وتربیت سے جہمی المذہب وجہمی العقائد تھے، پھر جب امام ابوحنیفہ خراسان چھوڑ کر کسی بھی مصلحت سے اپنے والدین اور گھر والوں کے ساتھ عراق آئے اور کوفہ میں رہنے لگے تو ان لوگوں نے عراق خصوصاً کوفہ کو اپنے جہمی مذہب وجہمی عقائد کے لیے سازگار نہیں پایا بلکہ بہت زیادہ ناسازگار خطرناک پایا، اس لیے مصلحت اندیشی سے کام لیتے ہوئے کچھ دنوں تک اپنے جہمی المذہب والعقائد ہونے کے اظہار سے خاموش رہے مگر اپنے دل کی آواز کہاں تک دبا سکتے تھے؟ اس لیے اپنے جہمی جذبات سے مغلوب ہوکر موصوف امام ابوحنیفہ اپنے جہمی المذہب والعقائد ہونے خصوصاً معتقد خلق قرآن ہونے کا اظہار کرنے لگے۔

---

[1] اللمحات (۲/ ۱۳۱، ۱۳۲)

امام ابوحنیفہ دیکھ چکے تھے کہ جہمی مذہب وعقائد پر ثبات قدمی کے باعث جہمی مذہب وعقائد کے بانی امام جعد بن درہم امیر خالد قسری کے ہاتھوں برسر عام عید الاضحیٰ کے دن عیدگاہ ہی پر بری طرح قتل کیے جا چکے تھے، اس لیے امام ابوحنیفہ نے اسی میں عافیت سمجھ کر ظاہری طور پر تقیتاً ومصلحتاً جہمی مذہب وعقیدہ سے رجوع کر کے جان بچالی مگر وقتاً فوقتاً جہمی جذبات سے مغلوب ہو کر جہمی مذہب سے اپنی کی ہوئی ظاہری توبہ توڑ بیٹھتے اور پھر حکومت کی خطرناک کارروائی کے ڈر سے تقیتاً جہمی مذہب سے رجوع کرتے رہے۔

ایک طرف یہ معاملہ رہا دوسری طرف نصوص شرعیہ کے خلاف محض قیاس و رائے سے کام لے کر فتاوی دیتے اور مسائل بتلاتے اور مدون کراتے رہے جن میں ان کے مدون کرنے والے تلامذہ اکاذیب واغلاط واباطیل بکثرت شامل کرتے رہے، بنا بریں امام ابوحنیفہ پر فتوی دینے اور مسائل بتانے کی سرکاری پابندی بھی عائد کی گئی اور خوفِ حکومت سے موصوف امام ابوحنیفہ عراق چھوڑ کر لمبے عرصہ تک حجاز میں نہ جانے کہاں روپوش رہے اور بہت زمانہ کے بعد ہی پھر ظہور پذیر ہونے کی ہمت کر سکے۔ یہ ساری باتیں خطیب سے بہت پہلے بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ متعدد ائمہ احناف و دیگر ائمہ کرام قلم بند کر چکے تھے اور ان ساری باتوں کی تعبیر خطیب سے بہت پہلے امام بخاری نے اپنی عادت ایجاز واختصار کے مطابق نہایت سادہ الفاظ میں صرف ایک جملہ ”مرجئ سكتوا عن رأيه وعن حديثه“ کے ذریعہ کر دی یعنی امام ابوحنیفہ مرجی المذہب تھے، ان کی آراء اور روایات سبھی کو علی الاطلاق تمام اہل علم نے رد کر دیا اور انھیں متروک قرار دیا ہے۔

امام بخاری نے اس جملہ میں دریا بکوزہ کر دیا ہے۔ جن وجوہ سے تمام اہل علم نے امام ابوحنیفہ کے مذہب ارجاء وارائے جہمیت وفقہی نظریات وروایات کو متروک قرار دیا، ان سے متعلق کچھ روایات کو قدرے تفصیل سے حافظ خطیب نے ترجمۂ امام ابوحنیفہ میں نقل کر دیا، کوئی شہرت یافتہ قابل اتباع بنالیا جانے والا شخص خواہ کتنے ہی غلط عقائد ونظریات وآراء کا حامل ہو اس میں بعض فضائل حمیدہ واوصاف محمودہ لازمی طور پر پائے جاتے ہیں، اسی طرح کی بات امام ابوحنیفہ میں بھی موجود تھی۔ حافظ خطیب نے ترجمۂ ابی حنیفہ میں وارد شدہ اوصاف حمیدہ والی روایات مشتہرہ ومروجہ اچھی خاصی تعداد میں نقل کیں جو بتصریح حافظ خطیب باعتبار اسانید غیر معتبرہ وغیر محفوظہ ہیں، پھر انھوں نے امام ابوحنیفہ کی تجریحات پہلے سے منقول ومدون کتابوں کے حوالے سے نقل کر دیں، اور صراحت کر دی کہ میں جس کسی کی بات میں دو متضاد قسم کی روایات نقل کروں اس کی بابت موقف وہ ہے جو آخر میں منقولہ روایات سے مستفاد ہوتا ہے، اس کی صراحت حافظ خطیب کے ترجمہ میں لکھی جانے والی کتابوں میں موجود ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی جہمیت زدہ غالی مرجی حنفی تقلید پرست یہ دعویٰ کرتا ہے کہ امام ابوحنیفہ صحیح العقیدہ وثقہ اور تجریح سے محفوظ تھے تو اس کے کذاب ہونے میں کوئی شک نہیں اور جو یہ سمجھتا ہے کہ میں نے حافظ خطیب کی ذکر کردہ تجریحات کا رد لکھ دیا ہے تو یہ خبط الحواسی وجہالت مرکبہ والی واہی تباہی دعویٰ ہے، اس کے اس جاہلانہ خبط الحواسی والے دعوی کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے تمام ائمہ سابقین کی تردید کی ہے، اور ظاہر ہے کہ ایسی بات کوئی بدمست ہی کر سکتا ہے، خصوصاً اس صورت میں کہ امام ابوحنیفہ نے خود ہی یہ صراحت کر دی ہے کہ میرا مذہب خواہ فقہی مسائل سے متعلق ہو یا عقائد ونظریات سے متعلق ہو سب کا سب مجموعۂ رائے وقیاس والا یہ مذہب مجموعۂ اغلاط واباطیل واکاذیب وشرور وفتن بھی ہے۔

مزید برآں یہ کہ میرا مذہب بکثرت بدلتی رہنے والی میری آراء کا بھی میرا مذہب مجموعہ ہے، اس لیے اس کی تحریری یا

تقریری نقل و روایت کرنے کی کسی کو میری طرف سے اجازت نہیں، امام ابوحنیفہ نے اپنے مذہبی خیالات ونظریات و آراء و قیاسات وعقائد وفقہی مسائل وفتاوی کو متروک ومطروح قرار دے دیا، اوران کی اس بات کی وضاحت کرنے والی روایات کے کچھ اجزاء کو حافظ خطیب نے اوران سے پہلے والے ائمہ کرام و رواۃ ثقات نے نقل کر دیا تو خطیب کی نقل کردہ ان روایات کی خصوصاً اور ائمہ اسلاف کے اقوال کی عموماً تردید کرنے والا درحقیقت اپنے ممدوح ومعظم ومکرم امام ابوحنیفہ کی تردید وتغلیط بلکہ تکذیب کرنے والا ہے، وہ تقلید ابی حنیفہ وعقیدتِ ابی حنیفہ وحمایت ابی حنیفہ و دفاع عن ابی حنیفہ کے اپنے دعاوی میں بہت بڑا کذاب وافترا پرداز جھوٹا ہے اور یہ بات اتنی زیادہ واضح وظاہر ہے کہ اسے سمجھنے سے وہی محروم ہوگا جو معنوی طور پر اپنے ہوش وحواس کھوکر مدہوش وخبط الحواس ہوکر دیوانگی وجنون کی حدود میں داخل ہو چکا ہو۔

خوارزمی کے ذکرکردہ مناقب وفضائل ابی حنیفہ مجموعہ اکاذیب ہیں:

کذاب اعظم خوارزمی نے کہا کہ اگر یہ کہا جائے کہ تم نے یعنی کذاب اعظم خوارزمی نے سینتیس سے زیادہ صفحات پر امام ابوحنیفہ کے جو فضائل ومناقب ذکر کیے ہیں وہ امام ابوحنیفہ کی بابت خطیب کے ذکرکردہ مطاعن ومعائب ونقائص ومثالب کے معارض ہیں۔"[1]

ہم کہتے ہیں کہ کذاب اعظم خوارزمی نے امام ابوحنیفہ کے جو مناقب وفضائل ذکر کیے ہیں سب کا مکذوبہ وخلاف حقائق ہونا اللمحات کے ہزاروں صفحات میں ہم واضح کر چکے ہیں، نیز خوارزمی کے ذکرکردہ مناقب وفضائل ابی حنیفہ خود تصریحات ابی حنیفہ سے مکذوبہ ومردود قرار پائے ہوئے ہیں، لہٰذا کذاب اعظم خوارزمی کا یہ دعوی کہ امام ابوحنیفہ کی بابت خطیب کے ذکرکردہ مطاعن ومعائب ونقائص ومثالب ہمارے (خوارزمی کذاب کے) ذکرکردہ مناقب وفضائل ابی حنیفہ کے معارض ہیں خالص دروغ بے فروغ اور جھوٹ کا پوٹ ہے، معارضہ تو اس وقت ہوتا ہے کہ دونوں طرح کی روایات صحیح ومعتبر ثابت ہوں اور ان کے درمیان تطبیق وتوفیق یا ترجیح وتوجیہ ناممکن ومحال ہو، اکاذیب پر مشتمل مناقب وفضائل ذکرکردۂ خوارزمی کذاب مکذوبہ ہونے کے سبب کالعدم ہیں، دریں صورت اس کی بھی ضرورت نہیں کہ ان اکاذیب کے ساتھ خطیب کی ذکرکردہ تجریحات ابی حنیفہ کی تطبیق وتوفیق یا ترجیح وتوجیہ کی جائے۔

---

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٣٨)

امام ابوحنیفہ پر حافظ خطیب کے مطاعن کا جوابِ خوارزمی

پہلا جواب:

کذاب اعظم خوارزمی نے امام ابوحنیفہ پر وارد کردہ مطاعن کے بزعم خویش جوابات جن پانچ وجوہ سے دیے ہیں جن میں سے چار کو اجمالی اور ایک کو تفصیلی کہا ہے، پہلے اجمالی جواب کا ذکر کذاب اعظم خوارزمی نے اس طرح کیا کہ اگر ایک ہی معاملہ میں روایات متعارض ہوں تو وہ ساقط الاعتبار و بے وزن و بے کار اس طرح ہونگی گویا وہ کالعدم ہیں، اور امام ابوحنیفہ سے بہت بڑے حسد رکھنے والے خطیب نے امام ابوحنیفہ کے بہت سارے مناقب و مفاخر ومحامد و مآثر بھی ذکر کیے جنھیں پوری دنیا کے سبھی لوگ بیان کرتے پھرتے ہیں حتی کہ بیابانوں میں بیابانی لوگ اور عورتیں اپنے خلوت کدہ میں اور تمام لوگ اپنے اپنے ممالک ومواطن میں بیان کرتے ہیں یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ اس شعر کے مصداق ہیں کہ سورج اگرچہ آسمان میں رہتا ہے مگر اس کی روشنی تمام مشرقی ومغربی ممالک پر چھائی رہتی ہے الخ۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ حافظ خطیب نے یہ صراحت کر دی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے مناقب وفضائل ومحامد میں جو روایات منقول ہیں وہ غیر محفوظ وغیر صحیح ہیں۔ نیز انھوں نے یہ صراحت بھی کر دی ہے کہ میں جس کے زیر ترجمہ جو روایات پہلے نقل کروں ان کا کوئی اعتبار نہیں، اعتبار ان کا ہے جو بعد والی روایات ہیں۔[2]

اگر خوارزمی اور اس جیسے عظمائے کذابین میں دم ہے تو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب عقیدۂ تناسخ کے مطابق تا قیامت ہزاروں بار جنم لے کر امام ابوحنیفہ کا صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت ہونا ثابت کریں اور ان کے غیر جہمی وغیر مرجی وغیر رائے پرست اور نصوص کثیرہ کے بالمقابل اپنی رائے وقیاس سے وضع کردہ فتاوی ومسائل کی نفی ثابت کریں، اس حقیقتِ امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ امام ابوحنیفہ نے خود صراحت کر دی ہے کہ میری بیان کردہ ساری فقہی وغیر فقہی باتیں مجموعۂ رائے وقیاس ہونے کے ساتھ مجموعۂ اغلاط و اباطیل و اکاذیب وشرور وفتن ہیں، ان سے کوئی بھی آدمی کوئی سروکار رکھے نہ انھیں ضبط تحریر میں لائے کیونکہ مجھے پتہ نہیں رہتا کہ میری بیان کردہ کوئی بات صحیح بھی ہے بلکہ تمام تر غلط ہے کیونکہ میری رائے بار بار بدلا کرتی ہے۔

حافظ خطیب کے خلاف خوارزمی کی لغوطرازی:

کذاب اعظم خوارزمی نے صیغۂ مبالغہ کے ساتھ حافظ خطیب کو ''حسود'' (بہت حسد رکھنے والا) او رامام ابو حنیفہ کو ''محسود'' (جس سے حسد کیا جائے) بکثرت کہا ہے، اپنے مذکورہ بالا بیان میں بھی اس نے ایسا ہی لکھا ہے۔ مزید لکھا:

---

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٣٨ تا ٤٠)

[2] خطيب ترجمة إمام أبو حنيفة و سير أعلام النبلاء ترجمة خطيب.

''سارے عالم پر نور آفتاب کی طرح پھیلے ہوئے فضائل ابی حنیفہ کے حاسدین ومعاندین (عداوت رکھنے والے) سے تجریح ابی حنیفہ میں خطیب کی نقل کردہ تجریحات کے بالمقابل کئی گنا سے بھی زیادہ کئی گنا ہیں جنھیں خطیب نے اس خیال سے نقل کیا ہے کہ خطیب کا یہ عمل خطیب کو طالبین تجریحات ابی حنیفہ سے قریب کر دے گا لیکن جب خطیب کی نقل کردہ تجریحات ابی حنیفہ اپنے سے کئی گنا فضائل ابی حنیفہ کے معارض ہیں تو خطیب کی ذکر کردہ یہ روایات لغو ولایعنی وساقط الاعتبار ہیں، وہ فضائل ابی حنیفہ کے بالمقابل خطیب کی ہذیان سرائیوں اور روایات ساقطہ کو کالعدم کر دیتی ہیں گویا ان کا کوئی وجود نہیں۔''[1]

کذاب اعظم خوارزمی کی مذکورہ بالا ہرزہ سرائی کی تکذیب خود امام ابوحنیفہ کر چکے ہیں۔ اس کذاب اعظم نے امام ابوحنیفہ کے جو فضائل مکذوبہ مشتمل بر سینتیس، اڑتیس صفحات لکھے ہیں وہ مکذوب ہونے کے باوصف مشتمل تجریحات ابی حنیفہ میں وارد شدہ معتبر روایات کثیرہ کی عشر عشیر بھی نہیں، اکاذیب کو فضائل سے موسوم کرنا اور اپنے جیسے عظمائے کذابین کو ''سائر أئمه الإسلام و فحول الإسلام'' کہنا اتنی گندی بات ہے جسے اگر اس کی مکذوبہ کتاب اور اس طرح کی دوسری مکذوبہ کتابوں کی دبیز جلدوں میں بند کر کے مسدود الماریوں میں نہ رکھ دیا جائے تو ان کی بدبو سے سارا عالم معنوی طور پر الأماں والحفیظ کہنے پر مجبور ہو جائے کیونکہ ان اکاذیب میں بہت سارے اکاذیب وہ ہیں جو نبی معصوم ﷺ کی طرف منسوب کیے گئے ہیں جن کے مرتکبین کو نبی معصوم علیہ الصلاۃ والسلام نے جہنم رسید ہونے کی خوفناک تہدید سنائی ہے، نیز ان اکاذیب میں سے بہت سارے اکاذیب کو دوسروں کی طرف منسوب کیا گیا ہے یا کسی کی طرف منسوب کیے بغیر اختراع کیا گیا ہے، ان کی بابت ''الكذب يهلك'' کا فرمان نبوی اور اس کے ہم معنی نصوص قرآنیہ ونصوص نبویہ وآثار صحابہ وتابعین و دیگر اسلاف منقول ہیں۔

کیا دوران وضو مضمضہ واستنشاق فرض ہے؟ خوارزمی کی لغویات کا جائزہ:

اپنے دعاوی پر دلیل دیتے ہوئے خوارزمی نے کہا:

''ہم نے بیان کیا کہ تجریح پر اگر تعدیل راجح ہو تو تجریح کو کالعدم قرار دے کر تعدیل برقرار رکھی جائے گی، امام ابن الجوزی نے کتاب ''التحقيق في أحاديث التعليق'' کے کئی مقامات پر اسی طرح کی بات کہی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ کہا کہ حضرت ابن عباس سے جابر جعفی نے جو یہ مرفوع حدیث نقل کی کہ مضمضہ واستنشاق کے بغیر وضو صحیح نہیں ہوتا مگر خطیب اور خطیب کے امام شافعی مضمضہ واستنشاق کو فرض نہ مان کر سنت مانتے ہیں، اگر کہیں کہ اس کی سند میں جابر جعفی بقول ایوب سختیانی وزائدہ کذاب ہے تو ہم کہتے ہیں کہ جابر جعفی کو سفیان ثوری وشعبہ نے ثقہ کہا اور دونوں کی توثیق جابر جعفی کے ثقہ قرار پانے پر حجت ہے۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ جابر جعفی کو امام ابوحنیفہ نے اکذب الناس کہا ہے اور عام ائمہ کرام نے بھی اسے کذاب وغیر ثقہ کہا ہے، پھر مقلدین ابی حنیفہ بشمول خوارزمی جابر جعفی کو ثقہ مانیں گے یا غیر ثقہ؟ تاہم ہم بیان کر آئے ہیں کہ جابر جعفی و جعد بن درہم و

[1] جامع مسانيد خوارزمي (١/ ٣٨، ٣٩)
[2] جامع مسانيد (١/ ١٣٩)

حارث بن سریج نے جہم بن صفوان کے ساتھ مل کر جہمی مذہب کے اختراع کی سازش تیار کی تھی اور اس منصوبہ بند سازش کے مطابق جہمی مذہب مدون و مرتب کیا گیا، اور یہ بات بتلائی گئی ہے کہ امام ابوحنیفہ کی تعلیم وتربیت جہم بن صفوان کی نگہداشت میں جہم کی بیوی اور لونڈی وباندی کے ذریعہ ہوئی تھی، امام ابوحنیفہ جہم اور زوجۂ جہم اور باندی جہم کے اس قدر عقیدت مند تھے کہ جہم کی زوجہ و باندی جس اونٹنی پر سوار ہو کر سفر کرتی اس اونٹنی کی نکیل پکڑ کر چلا کرتے تھے اور جہم کی مدون کردہ کتابوں پر عمل کیا کرتے تھے، جابر جعفی مربی جہم حارث بن سریج کا بڑا معتقد تھا، کہا کرتا تھا کہ حارث بن سریج کے فضائل ومناقب کتاب اللہ میں موجود ہیں۔❶

ان سارے ائمہ جہمیت کے معتقد اور ان کے ایجاد کردہ مذہب جہمیت کے متبع امام ابوحنیفہ بھی تھے۔ اور جہمی مذہب کے رکن رکین جابر جعفی کے خاص شاگردوں اور معتقدین ومتبعین میں سے بھی امام ابوحنیفہ تھے، بنا بریں جابر جعفی سے مسائل معلوم کر کے عمل کیا کرتے تھے جس کی تفصیل اللمحات کے گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔❷ لیکن جب امام ابوحنیفہ کے معتقد مذہب جہم ومتبع مذہب جہم خصوصاً معتقد خلق قرآن ہونے پر استاذ ابی حنیفہ حماد اور ان کے ثقہ رفقاء نے دنیا کی سب سے بڑی حکومت یعنی اسلامی حکومت کی مرکزی راجدھانی کوفہ کی سرکاری عدالت بلفظ دیگر اس زمانے کی اسلامی حکومت کی سپریم کورٹ میں مقدمہ قائم کر دیا تو سرکاری دار و گیر سے خوف زدہ ہو کر امام ابوحنیفہ نے مذہب جہم سے ظاہری طور پر توبہ و رجوع و بیزاری کا اعلان کر دیا، پھر جابر جعفی سے رابطہ برقرار رکھنے میں بھی انھیں خطرہ ہی خطرہ نظر آیا، لہٰذا انھوں نے بھی جابر جعفی کو ائمہ اہل سنت کی طرح کذاب کہنا شروع کر دیا۔ (كما مر تفصيله) جس جابر جعفی کو عام ائمہ کرام کی متابعت کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ نے کذاب کہا اور اسے امام ابوحنیفہ کے اساتذہ میں سے امام عامر شعبی وایوب سختیانی وسعید بن جبیر ومسعر بن کرام اور متعدد ائمہ کرام نے کذاب کہا تو ان سب کا ہم خیال اپنے آپ کو ظاہر کرنے کے لیے بلکہ ان سب سے کچھ زیادہ بڑھ کر امام ابوحنیفہ نے جابر جعفی کو "أكذب الناس" کہنا شروع کر دیا، معلوم نہیں کہ امام ابوحنیفہ نے اسے تقیتاً ومصلحتاً اکذب الناس کہنا شروع کیا تھا جس طرح عقیدہ خلق قرآن سے تقیتاً ومصلحتاً ظاہراً رجوع کیا تھا یا انشراح صدر وحقائق جابر جعفی کے واضح ہونے کی تحقیق کے بعد کہنا شروع کیا تھا؟

کذاب اعظم خوارزمی کا یہ کہنا کہ جابر جعفی کو سفیان ثوری وشعبہ ثقہ کہتے تھے پرانے زمانے کی بات ہے۔ امام ابوعوانہ نے کہا: "كان سفيان و شعبة ينهياني عن جابر الجعفي"❸ یعنی سفیان ثوری وشعبہ مجھے جابر جعفی سے روایت کرنے کی ممانعت کرتے تھے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام سفیان ثوری وشعبہ جابر جعفی کو متروک الحدیث قرار دیتے تھے۔ لہٰذا اس کا حاصل یہ ہے کہ دونوں کسی زمانے میں جابر جعفی کو ثقہ کہا کرتے تھے بعد میں انھوں نے اسے متروک قرار دے دیا۔

امام عقیلی صحیح سند کے ساتھ ناقل ہیں کہ یحییٰ قطان فرماتے تھے:

"سألت سفيان عن حديث حماد عن إبراهيم في الرجل يتزوج المجوسية فجعل لا يحدث به، وقال يحيىٰ مرة أخرى: فمطلنى به أياما ثم قال: إنما حدثني به جابر عن حماد. ما ترجو به؟"❹

---

❶ كما تقدم تفصيله وانظر الضعفاء الكبير للعقيلي (١/ ١٩٦) و تهذيب التهذيب (٢/ ٤٤)

❷ نیز ملاحظہ ہو: كتاب الضعفاء لعقيلي (١/ ١٩٥، ١٩٦) و تهذيب التهذيب (٢/ ٤٤)

❸ تهذيب التهذيب (٢/ ٤٢، سطر ٢ و ٣) ❹ الضعفاء للعقيلي (١/ ١٩٥)

یعنی میں نے سفیان ثوری سے پوچھا کہ حماد عن ابراہیم والی اس روایت کہ مسلمان مرد کا مجوسیہ عورت سے شادی کرنا جائز ہے۔ کس سے سنا ہے؟ میرے اس سوال کا جواب دینے میں کئی روز تک سفیان ثوری نے ٹال مٹول کیا، پھر ایک دن فرمایا کہ یہ روایت مجھ سے جابر جعفی نے بیان کی، بھلاتم کو جابر جعفی سے کوئی سروکار رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟

اس سے صاف ظاہر ہے کہ سفیان ثوری بعد میں جابر جعفی کو متروک الحدیث ہونے کی حد تک مجروح قرار دیتے تھے، لہٰذا خوارزمی کذاب اعظم کا یہ دعوی باطل محض ہے کہ سفیان ثوری وشعبہ جابر جعفی کو تا زندگی ثقہ کہتے رہے تھے۔ حاصل یہ کہ جابر جعفی متفقہ طور پر کذاب وغیر ثقہ ہے پھر تو خوارزمی کذاب اعظم کی ساری چوکڑی وبیکڑی بے معنی ہو کر رہ گئی۔

حدیث "المضمضة والاستنشاق من الوضوء الذي لا تتم الصلوة إلا به" صحیح الاسناد ہے:

نیز ہم کہتے ہیں کہ جابر جعفی والی سند سے مروی یہ حدیث اگر چہ غیر معتبر ہے لیکن یہ حدیث صحیح سند سے بھی مروی ہے، امام عصام بن یوسف بن میمون بن قدامہ ابوعصمہ بلخی (متوفی ۲۱۵ھ) تک پہنچنے والی کئی معتبر سندوں کے ساتھ مروی ہے:

"قال الإمام عصام بن يوسف البلخي حدثنا عبد الله بن المبارك عن ابن جريج عن سليمان بن موسى عن الزهري عن عروة عن عائشة أن رسول اللهﷺ قال: المضمضة والاستنشاق من الوضوء الذي لا تتم الصلوةإلا به"[1]

یعنی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وضو میں مضمضہ واستنشاق اس قدر فرض موکد ہیں کہ ان کے بغیر کیے ہوئے وضو کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز ہی نہیں ہوگی۔

ترجمہ عصام بن یوسف بلخی:

امام عصام بن یوسف بلخی مصنفِ کتب بھی تھے، اس لیے ان کی کسی کتاب میں یہ حدیث ہمارے خیال سے ضرور منقول ہوگی، ان کا سال وفات کچھ حضرات نے ۲۱۵ھ اور کچھ نے ۲۱۰ھ لکھا ہے مگر یہ کوئی معنوی حقیقی اختلاف نہیں کیونکہ دہائی کے بعد والے عدد کو حذف کرنے کا رواج عام ہے، اسی کے مطابق حذف کر کے کچھ حضرات نے ان کا سال وفات ۲۱۰ھ لکھا ہے۔ انھیں حافظ ابن حبان نے "كان ثبتا في الرواية ربما أخطأ" کہا۔ امام خلیلی نے "صدوق" کہا۔ ابن سعد نے "كان عندهم ضعيفا في الحديث" کہا۔[2] "ثبت" کا لفظ بلند درجہ کی توثیق ہے، اس وصف سے متصف راوی ثقہ راوی سے بلند درجے کا معتبر راوی ہوتا ہے۔ "ربما أخطأ" کے وصف سے بڑے بڑے ائمہ ثقات بھی متصف ہوتے ہیں، کبھی کبھار صدورِ خطا درحقیقت اس راوی کے حق میں کوئی بھی تجریح نہیں جو "ثبت" کے وصف سے متصف ہو۔ کسی "ثبت" راوی کی بابت "كان

---

[1] سنن الدارقطني (١/ ٨٤) وأخرجه الإمام أبو بكر عبدالعزيز بن جعفر بن أحمد المعروف بغلام الخلال (المولود سنة ٣٢٨ه و المتوفى سنة ٣٦٣ه) في كتابه الشافي كذا ذكره الإمام ابن قدامة في المغني (ص: ١٦٨) أخرجه البيهقي في سننه الكبرى (١/ ٥٢)

[2] لسان الميزان (٤/ ١٦٨) والأنساب للسمعاني مطبوع حيدر آباد هند (٢/ ٣٠٤) ولباب الأنساب للجزري (١/ ١٤٠) والفوائد البهية (ص: ١١٦) وهدية العارفين (١/ ٦٦٣) وجواهر المضية في طبقات الحنفية (٢/ ٥٢٧، ٥٢٨)

ضعيفا في الحديث" بالاتفاق جرح مبہم غیر مفسر ہونے کے سبب کالعدم ہے، خصوصاً جبکہ وصف ''ثبت'' کے ساتھ اس کی توثیق ثابت ہو اور جس حدیث کی نقل میں وہ منفرد نہ ہو بلکہ اس کے متابع وشواہد بھی ہوں وہ زیادہ قوی ہے، اور کوئی شک نہیں کہ اس حدیث کی نقل میں عصام منفرد نہیں بلکہ ان کے معنوی شواہد ومتابع موجود ہیں۔

تصحیح حدیثِ عصام:

امام عصام نے یہ حدیث امام عبداللہ بن المبارک سے نقل کی ہے جن کا بہت زیادہ متقن وثبت وثقہ ہونا معروف ہے، وہ کئی کتب حدیث کے مصنف ہیں، ان کی کسی نہ کسی کتاب حدیث میں زیرنظر حدیث ضرور منقول ہے، دریں صورت ان سے نیچے والے رواۃ کا ثقہ ہونا ضروری نہیں رہ جاتا مگر ہم ذکر آئے ہیں کہ ان سے نیچے والے رواۃ ثقہ وثبت ہیں۔

امام ابن المبارک نے یہ حدیث امام ابن جریج سے نقل کی وہ متفق علیہ ثقہ راوی اور امام الائمہ ہیں، انھوں نے بھی تفسیر وحدیث کی کئی کتابیں تصنیف کی ہیں اور یقین کی حد تک ہم کو ظن غالب ہے کہ انھوں نے یہ حدیث اپنی کسی کتاب میں ضرور نقل کی ہے۔

امام ابن جریج نے یہ حدیث سلیمان بن موسی اموی شامی (متوفی ۱۱۵ھ یا ۱۱۹ھ) سے نقل کی جو صحیح مسلم اور عام کتب حدیث کے رواۃ سے ہیں، صغار تابعین میں سے ثقہ بالخصوص امام زہری سے نقل روایت میں زیادہ ثقہ ہیں۔ امام ابن معین نے کہا: "سليمان بن موسى ثقة، وحديثه صحيح عندنا" امام دارقطنی نے انھیں "من الثقات أثنى عليه عطاء والزهري" کہا۔ ابن سعد نے "كان ثقة أثنى عليه ابن جريج" کہا۔[1] ان کے ترجمہ پر ہم نے اپنی کتاب غایۃ التحقیق میں مفصل بحث کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ امام زہری سے نقلِ روایت میں یہ خاص طور پر بہت ثقہ ہیں۔

سلیمان نے یہ حدیث زہری ہی سے نقل کی ہے اور زہری نے عروہ بن زبیر سے اور عروہ نے ام المومنین حضرت عائشہ سے نقل کی ہے اور ام المومنین نے رسول ﷺ سے، لہٰذا یہ حدیث صحیح ومعتبر ہے جب کہ اس کی متابع وشواہد بھی بکثرت ہیں، نیز تفصیل کے لیے ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقۂ نماز'' (ص۹۰ تا ۹۳) بھی دیکھیں۔ اس میں اس حدیث کے بعض صحیح ومعتبر معنوی متابع وشواہد کا ذکر ہے، اس حدیث کا ذکر اختصار کے پیش نظر انداز کر دیا ہے، اور یہ بھی خیال تھا کہ اللمحات لکھتے ہوئے اس مقام پر پہنچ کر ہم کو اس حدیث پر تحقیقی بحث کرنی ہے، سو ہم نے اللمحات میں یہاں پہنچ کر یہ کام بحمداللہ کر دیا۔

یہ حدیث چونکہ صحیح ہے اور وضو میں مضمضہ واستنشاق کے فرض وواجب ہونے پر دال ہے، اس لیے بہت سے اہل علم انھیں وضو میں فرض مانتے ہیں جس کی تفصیل المغنی لابن قدامہ ونیل الاوطار وغیرہ میں دیکھیں، امام شافعی اگرچہ انھیں سنت مؤکدہ کہتے تھے جو حنفیہ کی اصطلاحِ واجب سے قریب تر ہے مگر امام شافعی کا فرمان ہے: "إذا صح الحديث فهو مذهبي" صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے، لہٰذا امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہوا لیکن خوارزمی اور ان جیسے عظمائے کذابین کا تقلیدی مذہب اس کے خلاف ہے، ان کا تقلیدی مذہب وضو میں دونوں باتوں کو مستحب ومسنون کہتا ہے اور غسل جنابت میں فرض کہتا ہے، لہٰذا حنفی مذہب ان احادیث نبویہ کا مخالف ہے اور وضو وغسل میں تفریق کر کے اور بھی زیادہ اپنے آپ کو ناقابل رہائی دلدل میں پھنسا دیا ہے۔

خوارزمی اور ان جیسے بہت سارے تضاد گو کذابین لوگوں کو راہ حق سے ہٹا کر عالم برزخ کو سدھارے لیکن ان کے موجودہ

[1] تهذيب التهذيب (٣/ ١٩٧) وعام كتب رجال.

مقلدین ومعتقدین اور حمایت کرنے والے بتلائیں کہ یہ کونسا دھرم ہے؟ خوارزمی اور اس جیسے کذابین کے موجودہ معتقدین مدلل طور پر بتلائیں کہ مذکورہ بالا مسئلہ قدح و جرح ابی حنیفہ میں روایات واردہ کے جواب سے کیا تعلق رکھتا ہے؟ خبط الحواسی میں غیر مربوط و بے جوڑ کذب بیانی وکذب آفرینی کا اہل اسلام کو کتنا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟

تجریح ابی حنیفہ میں روایات واردہ معتبرہ کے جواب میں کذاب اعظم کی ذکر کردہ حدیث "الأذنان من الرأس" پر بحث:

کذاب اعظم خوارزمی اور اس جیسے عظمائے کذابین نے کہا کہ بوقت وضو سر کے مسح کے ساتھ کانوں کا مسح بھی مشروع ہے، یہ بات احناف وشوافع وحنابلہ اور بہت سے اہل علم کے یہاں متفق علیہ ہے، اگرچہ بعض اہل علم کا کانوں کے مسح کے سلسلے میں نوع بنوع اختلاف ونزاع ہے لیکن سر کے ساتھ جو لوگ کانوں کے مسح کے مشروع ہونے کے قائل ہیں ان میں سے احناف کا کہنا ہے کہ سر کے مسح کے بعد نیا پانی لے کر کانوں پر مسح مستحب نہیں بلکہ نیا پانی لیے بغیر سر کے بعد کانوں کا مسح کر لینے پر اکتفا کرنا چاہیے نیا پانی کانوں کے مسح کے لیے نہیں لینا چاہیے، احناف اپنے موقف پر جن باتوں کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں ان میں "الأذنان من الرأس" والی حدیث نبوی بھی ہے کہ جب کان سر کے ساتھ مل کر ایک عضو قرار پائے تو ایک عضو کے مسح کے لیے نئے پانی لینے کی کیا حاجت ہے؟ امام شافعی اور ان کے موافقین کا کہنا ہے کہ سر کے مسح کے بعد کانوں کے مسح کے لیے نیا پانی لینے کے استحباب پر فعل نبوی دال ہے جو بسند صحیح مروی ہے، اس میں سر میں کانوں کے داخل ہونے یا خارج ہونے کی بحث کا کوئی اثر و دخل نہیں۔ اگرچہ بعض اہل علم نے "الأذنان من الرأس" والی حدیث کی سند میں کلام کیا ہے، اس حدیث کی بعض اسانید کا دارومدار سنان بن ربیعہ اور ان کے شیخ شہر بن حوشب پر ہے، بعض حضرات نے ان دونوں استاذ وشاگرد پر تجریح کر کے اس حدیث کو ساقط الاعتبار کہا ہے۔ اب بعض اہل علم کے اس طریق عمل پر خوارزمی کذاب اور ان کے ہم نوا حضرات نے نقد ونظر کر کے ان بعض اہل علم کے طرز عمل کی تغلیط کی ہے اور سمجھے کہ ہم نے بڑا زوردار تیر مارا ہے، حالانکہ جن بعض اہل علم نے سنان اور ان کے شیخ پر کلام کر کے اسے رد کر دیا ہے ان کی تغلیط عام محدثین وائمہ رجال نے کر کے سنان وشہر بن حوشب کی مطلقاً توثیق کر دی ہے اور ان کی بیان کردہ حدیث کی تصحیح یا تحسین کر دی ہے، خصوصاً اس کے معنوی متابع وشواہد کے پیش نظر خوارزمی کذاب اور اس کے ہم نواؤں نے خوامخواہ کے لیے سنان وشہر کی طرف سے دفاع کیا۔ سنان بن ربیعہ صحیح بخاری کے رواۃ میں سے ہیں اور شہر بن حوشب صحیح مسلم کے رواۃ میں سے ہیں، اس لیے ان کا ثقہ ہونا راجح ہے الا یہ کہ کسی حدیث کی روایت میں ان سے اضطراب وضبط کا صادر ہونا ثابت ہو تو وہ حدیث غیر معتبر ہوگی، یہ شروط سبھی ثقہ رواۃ کے ساتھ لگی ہوئی ہیں، سنان وشہر کے ساتھ خاص نہیں۔

شہر بن حوشب و سنان بن ربیعہ کی توثیق:

حافظ ذہبی نے شہر بن حوشب کو "کبار علماء التابعین" میں سے کہا، امام ابن معین نے شہر کو "ثقه ثبت" کہا اور ہم ایک سے زیادہ بار کہہ آئے ہیں کہ "ثبت" کا لفظ "ثقۃ" کے لفظ سے توثیق میں بالاتر ہے، امام احمد بن حنبل نے انھیں "ثقة و لا بأس به" کہا۔ امام بخاری نے انھیں "قوي الحديث و حسن الحديث" کہا، امام ترمذی نے ان کی حدیث کو

''حسن صحیح'' کہا، جس کا مطلب یہ ہے کہ امام ترمذی نے انھیں صحیح الحدیث ثقہ کہا، انھیں امام عجلی و یعقوب بن شیبہ و یعقوب بن سفیان و ابوزرعہ رازی وغیرہ نے ثقہ کہا، امام ابوالحسن بن قطان نے انھیں ثقہ کہا کہ ان کی تجریح کرنے والوں کے پاس کوئی دلیلِ تجریح نہیں، ساری کی ساری تجریحات کالعدم و بے اثر و بے معنی ہیں، امام ذہبی نے بھی اس پر تجریحات واردہ کی تغلیط کی اور انھیں ثقہ کہا، اور یہ فیصلہ کیا کہ ''الرجل غير مدفوع عن صدق وعلم والاحتجاج به مترجح'' یعنی ان کا صدوق و ثقہ و حجت ہونا راجح ہے۔[1]

شہر کے شاگرد سنان بن ربیعہ کا بھی یہی حال ہے کہ بطور راجح یہ ثقہ ہیں جیسا کہ عام کتبِ رجال میں ان کے ترجمہ پر نظر سے معلوم ہوتا ہے، یہ حدیث صرف ایک سند سے مروی بھی نہیں، اس کی کئی سندیں ہیں، جن میں سے بعض معتبر اور بعض غیر معتبر ہیں، انھیں باتوں کے پیش نظر آج ۱۳ رنومبر ۱۹۹۹ء سے بہت پہلے اپنی مطبوع کتاب (۱۴۱۷ھ، ۱۹۹۶ء) رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز (ص: ۱۰۴) میں ہم نے ''الأذنان من الرأس'' والی حدیث کی تصحیح کی ہے، اس مطبوع کتاب کی طباعت سے کئی سال پہلے ہم یہ کتاب لکھ کر فارغ ہو چکے تھے، کافی تاخیر سے اس کی طباعت کی باری آ سکی۔

دورانِ وضو کانوں کا مسح کرنے کے لیے نیا پانی استعمال کرنے کی مسنونیت:

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات متحقق ہوگئی کہ شریعت کی نظر میں کان سر ہی کے جزو ہیں، بنابریں قیاس کا مقتضی ہے کہ سر کا مسح جس پانی سے کیا گیا ہے اسی سے کانوں کا مسح بھی کیا جائے، اس قیاس کی تائید بعض احادیث نبویہ سے بھی ہوتی ہے، اس کے باوجود بسند صحیح حضرت عبداللہ بن زید صحابی سے مروی ہے: ''إنه رأى رسول الله ﷺ يتوضأ فأخذ لأذنيه ماء خلاف الماء الذي أخذ لرأسه'' یعنی رسول اللہ ﷺ کو میں نے دیکھا کہ کانوں کے مسح کے لیے آپ ﷺ نے سر کے مسح والے پانی کے علاوہ دوسرا پانی لے کر کانوں کا مسح کیا۔[2]

چونکہ قیاس کے مقتضی کے مطابق بعض احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کانوں کے مسح کے لیے دوسرا پانی نہیں استعمال کرتے ہیں، اس لیے مذکورہ بالا حدیث صحیح کو استحباب وغیر مؤکد سنت پر محمول کرنا لازم ہے، اس حدیث صحیح کی تصحیح بیہقی پر سنن بیہقی کے حنفی ناقد ابن ترکمانی کوئی نقد واعتراض نہیں کر سکے جب کہ ان کی عادت ہے کہ حنفی مسلک کے خلاف بیہقی کی نقل کردہ صحیح ترین متفق علیہ احادیث صحیحہ پر بھی نقد و جرح بلا سبب معقول کرتے رہتے ہیں، کوئی شک نہیں کہ اس حدیث کی سند کے جملہ رواۃ ثقہ ہیں اور سند متصل ہے، اس میں کوئی بھی علت قادحہ نہیں، لہٰذا کذاب اعظم خوارزمی کی موقف شافعی و دیگر ائمہ کے خلاف زور آزمائی کذب پرستی میں مبالغہ آرائی ہے۔

مس ذکر (شرمگاہ پردہ کے بغیر چھونے) سے نقض وضو:

خوارزمی نے اکاذیب پرستی کا طویل سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا:

''بلا پردہ شرمگاہ چھو جانے سے وضو ٹوٹ جانے کی جو حدیث نبوی حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب سے مروی ہے، اس کی

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: سیر أعلام النبلاء (٤/ ٣٧٨) و تهذيب ابن عساكر (٦/ ٣٤٥) و تاريخ ابن عساكر (٨/ ٦٩، ٧٠) و تهذيب التهذيب (٤/ ٣٢٤ تا ٣٢٦) و تذهيب التهذيب (٢/ ٨٢، ٨٣ وغيره)

[2] سنن البيهقي (١/ ٦٥)

سند میں واقع اسحاق بن محمد فروی راوی غیر ثقہ ہے، اسے امام نسائی نے "لیس بثقة" کہا ہے لیکن ہم نے اسی طرح علمائے حدیث نے تمام امور میں عمل کیا ہے کہ جب تجریح پر تعدیل غالب ہوتی ہے تو تجریح کو کالعدم قرار دے دیتے ہیں، لہٰذا جن لوگوں نے تمام دنیا کے قابل تقلید قرار دیے ہوئے امام ابوحنیفہ کی تجریح کی ہے ان کی تجریح کرنے والے حاسدین ومعاندین کی تجریح کالعدم وغیر معتبر ہے۔"[1]

ہم کہتے ہیں کہ کذاب اعظم خوارزمی کو یہ کیا سوجھی کہ اہل الرائے جہمیت زدہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ کوثریہ دیوبندیہ کے مسلک کے خلاف مسلک اہلحدیث کی موافقت کرنے والی حدیث نبوی کی تصحیح کر کے اپنے مذہب کے پاؤں میں کلہاڑی ماری، ان کی مسلک اہل حدیث کی موافقت میں مروی اس حدیث کی طرف سے دفاع کی ضرورت حامیان مسلک اہل حدیث کو بالکل نہیں ہے۔

ترجمہ اسحاق بن محمد بن اسماعیل فروی مدنی:

اسحاق بن محمد بن فروی کا پورا نام ونسب اس طرح ہے:

''اسحاق بن محمد بن اسماعیل بن عبداللہ بن ابی فروہ فروی مدنی اموی (متوفی ۲۲۶ھ) یہ صحیح بخاری کے رواۃ میں سے ہیں، امام ابوحاتم نے کہا: "کتبه صحيحة" امام بخاری نے ان کی کتب صحیحہ میں سے روایت لی ہے۔

ناظرین کرام ان کا ترجمہ الجمع بين رجال الصحيحين ومقدمہ فتح الباری میں دیکھیں، یہ حدیث نبوی صرف ایک صحابی اور ایک سند ہی سے مروی نہیں ہے بلکہ متعدد صحابہ کرام سے متعدد اسانید صحیحہ کے ساتھ مروی ہے، تفصیل جامع ترمذی مع تحفۃ الاحوذی وابکار المنن ومرعاۃ شرح مشکوۃ اور عام کتب حدیث وشروح میں موجود ہے، بھلا اس حدیث کی تصحیح اور اس کی سند پروارد شدہ تجریح سے تجریح ابی حنیفہ میں حافظ خطیب کی نقل کردہ روایات سے دفاع کا کیا تعلق ہے جو ولادت خطیب سے پہلے ائمہ اسلام کی کتب مدونہ میں منقول ہیں؟

تجریح ابی حنیفہ میں خطیب کی نقل کردہ روایات کا کذاب اعظم خوارزمی کا دوسرا مجمل جواب:

کذاب اعظم خوارزمی نے تجریح ابی حنیفہ میں خطیب کی نقل کردہ روایات کثیرہ معتبرہ کا دوسرا اجمالی جواب بزعم خویش ایک صفحہ میں دیا اور کہا کہ غیر عادل راوی کی شہادت و روایت مقبول نہیں، اور محدثین نے خطیب کے متعدد اوصاف کا ذکر کیا ہے جو خطیب کے غیر مقبول الروایۃ ہونے کے موجب ہیں، اگر خطیب کے غیر مقبول الروایۃ قرار دینے والے خصائل کی نقل میں تین موانع نہ ہوتے تو ہم ان کا ضرور ذکر کرتے ..الخ۔[2]

ہم کہتے ہیں کہ اللہ و رسول وصحابہ وتابعین ودیگر اسلاف کی طرف ہزاروں اکاذیب منسوب کرنے سے خوارزمی کے لیے کوئی چیز مانع نہیں ہوئی تو خطیب کے ان خصائل مذمومہ کے ذکر سے یہ تین موانع خوارزمی کے لیے کیسے مانع ہو گئے؟

پہلا مانع:

اپنے ذکر کردہ تین موانع میں سے پہلا مانع خوارزمی نے یہ بتلایا کہ ہم جس امام ابوحنیفہ کہ مقلد ہیں ان کا فرمان وطریق

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٣٩)	[2] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٤٠)

یہ ہے کہ اہل اسلام کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے اور ارتکاب کبائر کے باوجود کسی کو اسلام سے خارج نہ کیا جائے اور نہ کسی کو مجروح قرار دیا جائے۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے خود اپنے ساتھ حسن ظن قائم رکھنے کے بجائے اپنے تمام علوم و مسائل کو مجموعۂ اکاذیب واغلاط کہہ کر اپنے آپ کو مجروح کیا اور اپنے متعدد اساتذہ کو مجروح قرار دیا اور اپنے مذہب فقہ کے مدون کرنے والوں کو بہت بڑا جھوٹا کہا اور کتب احناف میں بکثرت بہت سارے رواۃ کو مجروح کہا گیا ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ خود خوارزمی کا بیان کردہ مانع اول بھی خوارزمی کے اکاذیب میں سے ہے۔

دوسرا مانع:

خوارزمی کے ذکر کردہ دوسرے مانع کا حاصل یہ ہے کہ حدیث نبوی میں مر جانے والے آدمی کا ذکر برائی کے ساتھ کرنے سے منع کیا گیا ہے، اس لیے ہم خطیب کے خصائل مذمومہ کا ذکر نہیں کر رہے ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ کتب خوارزمی نیز دوسری کتب احناف میں بکثرت بلا وجہ بھی لوگوں کی تجریح کی گئی ہے۔

تیسرا مانع:

خوارزمی کے ذکر کردہ تیسرے مانع کا حاصل یہ ہے کہ کثیر الغلط راوی، خواہ تقوی شعار ہو، ساقط الاعتبار ہوتا ہے، خطیب کے احوال کا ذکر سبط ابن الجوزی نے "السهم المصيب في الرد على الخطيب" میں کیا ہے جو کافی ہے، لہٰذا ہم موانع سابقہ کے تحت خطیب کا ذکر جرح کے ساتھ نہیں کریں گے۔[2] حالانکہ سبط ابن الجوزی کذاب راوی ہے اور کتب احناف بشمول خوارزمی میں ان وجوہ کی بہت خلاف ورزی کی گئی ہے۔

خوارزمی کا چوتھا اجمالی جواب:

خوارزمی نے کہا:

"خطیب نے جن سے مطاعن ابی حنیفہ نقل کیے ہیں انھیں ان مطاعن پر حسد نے آمادہ کیا ہے اور حسد سے بہت کم لوگ محفوظ رہتے ہیں، فضیلت رکھنے والے لوگ ہمیشہ محسود اور حاسد ہمیشہ مطرود ہوا کرتے ہیں، اس کا باعث یہ ہے کہ آدمی اپنے ابنائے جنس پر اپنے تفوق کا خواہاں ہوتا ہے، جب وہ اپنے اوپر کسی کو فائق دیکھتا ہے تو اندر ہی اندر جلا بھنا رہتا ہے، اگر وہ عاقل و تقوی شعار ہوتا ہے تو اپنے نفس اور زبان کو دبانے پر قابو رکھتا ہے اور اسی فائق وفاضل جیسے تفوق وفضیلت کی اپنے لیے تمنا رکھتا ہے، اس فائق وفاضل سے نعمت مذکورہ کے زوال کی تمنا نہیں کرتا، اسے غبطہ ورشک کہا جاتا ہے، حدیث نبوی میں ہے کہ صرف دو چیزوں میں رشک جائز ہے ایک ایسا مالدار جو اپنے مال راہ الٰہی میں خرچ کرتا اور دوسرا ایسا صاحب علم جو اپنے علم کے مقتضی پر عمل کرتا اور اس کی ترویج واشاعت کرتا ہے لیکن اگر وہ تقوی شعار نہ ہو تو اس پر نفس امارہ بالسوء غالب ہو جاتا ہے اور وہ محسود سے تعرض کرنے لگتا ہے،

---

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة (١/ ٤٠) [2] جامع المسانيد للخوارزمي (١/ ٤١)

ایسے حاسدین کی کئی قسمیں ہیں، کوئی محسود سے سیف و سنان کے ساتھ تعرض کرتا ہے، کوئی زبان سے تعرض کرتا ہے، کبھی کبھی تو اسے نفس امارہ مغلوب کر لیتا ہے کبھی وہ نفس امارہ کو مغلوب کر لیتا ہے، یہ علماء ہوتے ہیں، ان لوگوں نے کبھی امام ابوحنیفہ کی مدح اور کبھی قدح اسی وجہ سے کی، مومن کا یہی حال ہوتا ہے وہ نفس شیطانی پر کبھی غالب اور نفس شیطان سے کبھی مغلوب ہوتا ہے، قدح ابی حنیفہ کرنے والے ائمہ نے اس کی صراحت واعتراف کیا ہے جن میں ایک ابن ابی لیلیٰ بھی ہیں جو کبھی قدح ابی حنیفہ کرتے کبھی مدح، ابن ابی لیلیٰ سے اس متضاد طرز عمل کا سبب پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ ابوحنیفہ محسود ہیں۔"[1]

ہم کہتے ہیں کہ کبھی مدح اور کبھی قدح ابی حنیفہ کرنے والے علماء کے اس طرز عمل پر بہت نظر کے باوجود بھی ہم واقف نہ ہو سکے، مدح ابی حنیفہ والی روایت ائمہ بقول خطیب غیر محفوظ وغیر معتبر ہیں اور قدح والی روایت محفوظ و معتبر ہیں، نیز جن اوصاف میں وہ قابل مدح جن ائمہ کو محسوس ہوتے ان اوصاف کے ساتھ وہ ائمہ مدح ابی حنیفہ کرتے اور جن اوصاف میں وہ انھیں قابل قدح محسوس کرتے ان کے ساتھ انھیں مجروح کہتے، ان روایات میں کوئی تناقض و تضاد نہیں۔ اگر تمام کے تمام قادحین ابی حنیفہ کو حاسد و غیر متقی و ناخدا ترس فرض کر لیا جائے تو امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب تلامذہ کو ایسا نہیں کہا جا سکتا، یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اپنے اوپر سب سے زیادہ قدح خود امام ابوحنیفہ نے کی ہے، پھر ان کے ہم مذہب تلامذہ امام عبداللہ بن المبارک کو تلمیذ ابی حنیفہ و معتقد ابی حنیفہ و مقلد ابی حنیفہ کہتے ہیں اور ابن المبارک نے جس طرح کی تجریحات ابی حنیفہ کر کے انھیں متروک قرار دیا ہے اس کی تفصیل ہم بیان کر آئے ہیں، اسی طرح عام تلامذۂ ابی حنیفہ نے بھی کیا ہے جس کی قدرے تفصیل ہم بیان کر آئے ہیں، گزشتہ صفحات کی طرف ناظرین کرام مراجعت کریں۔

امام ابن ابی لیلیٰ نے امام ابوحنیفہ کے خلاف معتقد خلق قرآن وجہمی ہونے کی سچی شہادتوں اور اقرار ابی حنیفہ کے باوجود انھیں اس مذہب وعقیدہ سے توبہ و رجوع کا ہمدردانہ مشورہ دے کر ابوحنیفہ کی جان بچانے کی کوشش کی اور انھیں کے مشورہ پر عمل کر کے امام ابوحنیفہ نے اپنی جان بچائی۔ اس پر احناف کو قیامت تک کے لیے امام ابن ابی لیلی کا شکر گزار ہونا چاہیے مگر ایسا نہ کہہ کر حنفیہ انھیں حاسد و باغض و دشمن ابی حنیفہ کہہ کر بلا وجہ وسبب مطعون کرتے ہیں، امام ابوحنیفہ پر درس وتدریس وفتوی بازی کی پابندی امام ابن ابی لیلی نے اپنے سرکاری منصب کے فریضہ اور حکام اعلیٰ کے حکم سے دلائل وشواہد کی روشنی میں لگائی تھی، اس قسم کی باتوں کے سبب امام ابن ابی لیلی اور دوسرے ائمہ دین کو حنفیہ کا اکاذیب کے ذریعہ مطعون کرنا انتہائی بے راہ روی ہے۔

تجریحِ ابی حنیفہ میں خطیب کی نقل کردہ روایات کا خوارزمی کا پانچواں اور آخری جواب:

خوارزمی نے کہا:

"خطیب اور دوسروں نے ابوحنیفہ پر جو یہ تشنیع کی ہے کہ وہ حدیث کے بالمقابل اپنی رائے وقیاس پر عمل کرتے رہے وہ ان لوگوں کا کام ہے جو فقہ کی نہ کوئی معرفت رکھتے ہیں نہ فقہ کی بو تک سونگھ سکے ہیں، جس نے یہ اعتراف کیا ہے ابوحنیفہ احادیث کے بہت زیادہ جان کاروں اور آثار کا اتباع کرنے والوں میں سے ہیں اس نے البتہ

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٤١)

انصاف سے کام لیا اور خوشبوئے فقہ سونگھی۔ قادحین کی باتوں کے بطلان پر تین طرح کے دلائل ہیں الخ۔‘‘[1]

ہم کہتے ہیں کہ قادحین ابی حنیفہ اگر معرفت فقہ سے محروم اور خوشبوئے فقہ سونگھنے سے بھی محروم تھے تو امام ابوحنیفہ بدعویٰ خوارزمی و موافقین خوارزمی بہت بڑے فقیہ اور عطار، فقہ و احادیث کے بہت بڑے عالم و ماہر اور آثار کے بہت متبع تھے، انھوں نے یہ کیوں کہا کہ میرا مذہب محض رائے وقیاس کا مجموعہ ہے؟ یعنی نصوص سے ماخوذ نہیں، نیز میرا سارا علم وفضل مجموعۂ اغلاط واکاذیب واباطیل وشرور وفتن ورياح مذمومہ و وساوس قبیحہ ہے، ان سے کوئی سروکار نہ رکھو، نہ ان کی ترویج واشاعت کرو نہ انھیں قید تحریر میں لاؤ نہ ان کی زبانی نقل و روایت کرو، مجھے پتہ ہی نہیں رہتا کہ روزانہ بار بار بدلتے رہنے والی آراء پر مشتمل میرے مذہب کی کون سی بات قابل التفات اور کون سی لائق بے التفات ہے۔ (کما مر کرارا ومرارا) امام ابوحنیفہ کے ان فرامین کی تقلید حامیان تقلید ابی حنیفہ کیوں نہیں کرتے؟ دوسرے تمام اہل اسلام کو مطعون قرار دینے کو فریضۂ زندگی بنائے ہوئے ہیں۔

قادحین ابی حنیفہ کے رد پر خوارزمی کے تین دلائل (دلیل اول)

خوارزمی کذاب کا دعوی ہے:

’’امام ابوحنیفہ امام شافعی کے بالمقابل مرسل احادیث کو حجت مانتے اور انھیں قیاس پر مقدم قرار دیتے ہیں۔‘‘[2]

ہم کہتے ہیں کہ خوارزمی اور اس جیسے تمام ہی لوگوں کے اس دعوی مکذوبہ کی تکذیب ہم گذشتہ صفحات میں کر آئے ہیں۔

دلائل خوارزمی کی دوسری قسم پر نظر:

خوارزمی نے کہا:

’’قیاس کی چار قسمیں ہیں، ایک قیاس مؤثر جو اصل وفرع کے درمیان معنی مؤثر مشترک رکھتا ہے، دوسرا قیاس مناسب جو اصل وفرع کے درمیان معنی مناسب رکھتا ہے، تیسرا قیاس شبہ جو احکام شرعیہ میں فرع کے مابین صورت مشابہت رکھتا ہے، چوتھا قیاس طرد جو اصل وفرع کے درمیان معنی مطرد رکھتا ہے۔‘‘

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب ان چاروں اقسام قیاس سے دو اقسام قیاس قیاس شبہ وقیاس مناسب کو متفقہ طور پر باطل قرار دیے ہوئے ہیں اور قیاس طرد کے باطل ہونے میں بشمول ابی حنیفہ تمام ائمہ احناف کے درمیان اختلاف ہے، بعض نے اسے باطل قرار دیا اور بعض نے غیر باطل، ابوزید دبوسی کبیر نے صرف قیاس موثر کو حجت مانا ہے، باقی تینوں اقسام قیاس کو غیر حجت کہا ہے، امام شافعی نے چاروں اقسام قیاس کو حجت مانا اور قیاس شبہ کا بکثرت استعمال کیا ہے، انھیں میں سے مزہ میں منصوص ومطعومات پر غیر منصوص مطعومات کا قیاس کیا ہے، محض ذائقہ میں مشابہت کی بنا پر اگرچہ کھانا زیادتی ومقدار میں موثر نہ ہو جیسے وزن کیے جانے والی ناپی جانے والی مطعومات اسی قسم قیاس میں سے ہیں، امام شافعی کا یہ فرمان بھی ہے کہ قلیل جنایت (دوسرے کے ساتھ کی گئی زیادتی وظلم رانی) کی دیت کا بوجھ عاقلہ (دیت جس پر عائد ہو) اٹھائے گی کیونکہ قلیل جنایت جنایت کثیرہ کے مشابہ ہے اور اسی قسم قیاس میں سے یہ ہے کہ سرکہ سیال چیز ہے جس کے قطرہ کی بنا اس کی جنس پر امام شافعی کے

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٤١)

[2] جامع مسانيد أبي حنيفة (١/ ٤٢)

نزدیک نہیں ہوسکتی، لہٰذا وہ ازالۂ نجاست میں مؤثر نہیں ہوسکتا جیسا کہ روغن (تیل) ازالۂ نجاست نہیں کرسکتا، اس صورت میں سرکہ وتیل کے درمیان مشابہت کے سبب ابوحنیفہ سرکہ و پانی کو ازالۂ نجاست میں مؤثر مانتے ہیں، محاورت سے ترقیق کے سبب اور رگڑنے، ٹپکانے اور نچوڑنے سے رواں و پھیلنے کے سبب اس طرح کی بہت ساری مثالیں ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ قیاس کی چار قسموں میں سے صرف ایک قسم یا زیادہ سے زیادہ دو سے زیادہ قسموں کا امام ابوحنیفہ استعمال کرتے ہیں، اور امام شافعی چاروں کا استعمال کرتے ہیں پھر بھی استعمال قیاس میں ابی حنیفہ کو بدنام کیا جاتا ہے اور امام شافعی کو نہیں۔[1]

جامع مسانید ابی حنیفہ میں امام شافعی وابوزید دبوسی کا ذکر کہاں سے آیا؟

ہم کہتے ہیں کہ اولاً: جب بدعویٔ مصنف انوار اور ان کے ہم نوا جامع مسانید ابی حنیفہ تصنیف ابی حنیفہ ہے تو اس میں وفات ابی حنیفہ کے کئی سال پیدا ہونے والے امام شافعی اور وفات ابی حنیفہ کے سینکڑوں سال بعد پیدا ہونے والے ابوزید دبوسی کا ذکر کہاں سے اور کیوں آ گیا؟ صرف یہی چیز دعاوی مصنف انوار اور ان کے ہم نواؤں کی تکذیب کے لیے بہت کافی ہے۔

ثانیاً: جب یہ کتاب بدعویٔ مصنف انوار اور ان کے ہم نوا امام ابوحنیفہ کی بقلم خود تصنیف کردہ ہے تو اصول فقہ و اصول دین شرع کی جو کتابیں امام ابوحنیفہ نے بقلم خود لکھیں یا بذریعہ املا اپنے شاگردوں سے لکھوائیں جیسا کہ فرقہ جہمیت زدہ مرجیہ رائے پرست احناف کا دعوی ہے تو وہ کتب مصنفہ ابی حنیفہ کہاں ہیں؟ اور جن معتبر ذرائع سے ان کا مصنفۂ ابی حنیفہ ہونا ثابت ہے ان کا اتہ پتہ کیا ہے؟ جبکہ ثابت ہے کہ اپنے جمیع علوم کو امام ابوحنیفہ نے مجموعہ رائے وقیاس و مجموعۂ اغلاط و اکاذیب و اباطیل قرار دے کر ان کی تدوین و ترویج و نقل و روایت سے منع کر دیا تھا؟

ثالثاً: ابوزید دبوسی عبداللہ بن محمد بن عمر بن عیسی ابوزید دبوسی (مولود ۳۶۹ھ و متوفی ۴۳۲ھ) چوتھی یا پانچویں صدی کے امام اہل الرای تھے جو وفات ابی حنیفہ کے دو سو سال سے بھی زیادہ بعد میں پیدا ہوئے اور درجۂ امامت و تصنیف کو پہنچنے میں انھیں تیس سال سے کم نہیں لگے پھر بھی چوتھی نہیں بلکہ پانچویں صدی کے دبوسی صاحب کی تصنیف کردہ کوئی مجموعۂ اکاذیب کتاب اصول ابی حنیفہ کیسے بن گئی؟ جس کتاب میں دبوسی کے بیانات کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے وہ کتاب تصنیف ابی حنیفہ کیسے قرار پائی؟ اس قسم کے پیدا ہونے والے محیر العقول سوالات کا معقول جواب دیے بغیر فرقۂ کذابہ کوثریہ کا ترویج و اکاذیب و تدوین و اباطیل و تصنیف دجل و تلبیسات میں سرگرم عمل رہنا فقاہت کی کون سی قسم ہے؟ اقسام قیاس پر بحث و نظر کرنے والے اپنے اعمال کے اقسام پر بحث و نظر کیوں نہیں کرتے؟[2] دبوسی کے علوم کا اصل مرجع مجموعۂ اکاذیب استاذ عبداللہ بخاری ہیں جس کی صراحت الفوائد البهیه في تراجم الحنفیه (ص: ۱۰۹) وغیرہ کتب حنفیہ میں ہے۔ پھر ان مجموعہ ہائے اکاذیب کو اصول حنفیہ قرار دینے سے حنفی مذہب کی کون سی بالا دستی ثابت ہوئی؟ امام الصوفیاء محمد بن علی بن محمد بن عربی (متوفی ۶۳۸ھ) کی کتاب سراج المریدین میں دبوسی کی کتاب اصول والاسرار کا ذکر ہے۔[3] یہ معلوم ہے کہ ابن عربی فروع میں ظاہری المذہب اور تقلید پرستی خصوصا حنفیہ کی رائے پرستی سے بے حد بیزار تھے انھوں نے بشمول کتب دبوسی

---

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٤٢ و ٤٣)

[2] جواهر المضية (٢/ ٤٩٩، ٥٠٠ و ٤/ ٤٧، ٤٨) [3] جواهر المضية (٤/ ٤٧، ٤٨ مع الحواشي)

حنفیہ کی کتابوں کو مجموعہ اکاذیب ہی قرار دیا ہے۔

امام شافعی خواہ قیاس کے پچاس یا سو اقسام کو حجت مانتے ہوں اور امام ابوحنیفہ ایک بھی قیاس کو حجت نہ مانتے ہوں مگر امام شافعی نصوص کے بالمقابل ہر طرح کے قیاس کو باطل کہتے ہیں اور احناف نے اقسام قیاس کو حجت بنایا ہے یہ اسی لیے ہے کہ نصوص کی مخالفت کا جواز پیدا کیا جائے، ان اصول احناف کو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرنا بتصریح ابی حنیفہ جھوٹی بات ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو یہ کہتے ہیں کہ اہل الرای احادیث یاد رکھنے اور بیان کرنے کی صلاحیت سے محروم ہیں، اس لیے رائے قیاس کرتے ہیں۔ پھر خوارزمی کی مذکورہ باتیں کیسے صحیح ہیں؟

خوارزمی نے کہا:

''خطیب اور ان جیسے لوگوں کا کہنا ہے کہ ابوحنیفہ احادیث کے بجائے استعمال قیاس کرتے تھے، ان لوگوں کی یہ بات غلبۂ نفس پرستی اور فقہ سے قلت واقفیت کے سبب صادر ہوئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ دلائل ابوحنیفہ سے ناواقف ہیں اگر واقف ہوتے تو اپنی بات کے بطلان پر واقف ہوتے، بطریق تفصیل اس کا بیان یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نماز میں قہقہہ کو ناقض وضو اس حدیث کی بنا پر مانتے ہیں کہ ایک اندھا گڈھے میں گر گیا جس کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے والے صحابہ قہقہہ مار کر ہنس پڑے، بنا بریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ قہقہہ لگانے والے دوبارہ وضو کر کے نماز دہرائیں، یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس کے باوجود امام ابوحنیفہ نے خلاف قیاس اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے نماز میں قہقہہ لگانے والوں کو وضو و نماز دہرانے کا فتوی دیا اور امام شافعی نے اس کے خلاف قیاس سے کام لے کر ایسا فتوی نہیں دیا۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ یہ ضعیف حدیث نہیں بلکہ مکذوب ہے، مکذوب حدیث کو دلیل بنا کر سارے صحابہ پر بہتان بازی وافترا پردازی کی کہ وہ اقتدائے نبوی میں نماز پڑھنے کی حالت میں گڑھے میں اندھے کے گرنے کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاس ولحاظ اور نماز کا احترام وعزاز اور اللہ کے سامنے مسجد میں بلاخوف وخطر قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے یہ انتہا درجہ کی شرارت اور مقام صحابہ کی حرمت و عظمت پر نیشہ زنی وخنجر آزمائی ہے، پھر بحالت نماز دربار الٰہی میں مصروف خشوع وخضوع ہونے کے بجائے مسجد سے دور کسی گڑھے میں اندھے کے گرنے کے مشاہدہ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بہتان واتہام انتہائی درجہ کی بدعنوانی وغلط کاری ہے، کسی نص ثابت کے بغیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اس طرح کا الزام بے راہ روی ہے۔

خوارزمی کی دوسری غلط بیانی، نبیذ سے وضو کے جواز پر بحث:

خوارزمی نے کہا:

''نبیذ سے وضوئے نبوی والی روایت اگرچہ ضعیف ہے مگر امام ابوحنیفہ نے ترک قیاس کر کے حجت بنایا جب کہ امام شافعی نے اس معاملہ میں قیاس پر عمل کیا۔''[2]

حالانکہ بشمول امام شافعی ائمہ اہل حدیث نے اس معاملہ میں نص قرآنی ﴿فإن لم تجدوا ماء...﴾ پر عمل کیا اور نبیذ

[1] جامع مسانید أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٤٢)　[2] جامع مسانيد (١/ ٤٣)

سے جواز وضو کا اثبات جس روایت سے ہوتا ہے اسے خوارزمی نے اگر چہ صرف ضعیف کہا ہے مگر یہ روایت ضعیفہ نصوص صریحہ کثیرۃ کے بالکل خلاف ومعارض ہے بلاثبوت صحیح نصوص سے انحراف مجرمانہ حرکت ہے، بنا بریں اس روایت ضعیفہ کو ائمہ اہل حدیث نے رد کر دیا ہے۔ نصوص کو چھوڑ کر نصوص کے خلاف روایت ضعیفہ پر عمل کو ترک قیاس بمقابلہ حدیث کہنا بھی مجرمانہ کام ہے، احادیث بمقابلہ قیاس پر عمل کا یہ عجیب طریق ہے کہ ہزاروں احادیث صحیحہ ثابتہ کو بمقابلہ قیاس رد کر دیا جائے اور اس طرح کی بعض غیر ثابت روایات پر عمل کو عمل بالحدیث بمقابلۂ قیاس کہا جائے!!

خوارزمی کی مزید ہذیان سرائی (حدیث قلتین پر بحث)

اپنا سلسلۂ اکاذیب جاری رکھتے ہوئے مذکورہ بالا دونوں ساقط الاعتبار حوالوں کے بعد خوارزمی نے کہا:

''ان مثالوں سے معلوم ہوا کہ ابوحنیفہ قیاس پر احادیث ضعیفہ کو ترجیح دیتے ہیں لیکن خطیب اور ان جیسے لوگوں نے دیکھا کہ ابوحنیفہ نے ایسی احادیث پر عمل نہیں کیا جن پر امام شافعی نے کیا، بنابریں یہ لوگ سمجھے کہ امام ابوحنیفہ نے قیاس پر عمل کرتے ہوئے ان احادیث کو چھوڑ اور یہ نہ جان پائے کہ امام ابوحنیفہ نے شافعی کی مستدل احادیث کو محض اس لیے چھوڑا کہ ان احادیث متدلۂ شافعی سے کہیں زیادہ صحیح احادیث پر عمل کے سبب امام ابوحنیفہ نے انھیں چھوڑا مثلاً حدیث نبوی ''وإذا بلغ الماء قلتين لم يحمل خبثا'' کو امام ابوحنیفہ نے اس لیے ترک کیا کہ وہ صحیحین میں منقول نہیں نیز قلہ مشترک المعانی لفظ ہے، نیز اس کی سند مضطرب ہے اس مضطرب السند مشترک المعانی غیر صحیحین میں منقول حدیث مذکور کو چھوڑ کر امام ابوحنیفہ نے صحیحین میں منقول اس حدیث نبوی پر عمل کیا کہ ''لايبولن أحدكم في الماء الدائم ثم يتوضأ منه، ولفظ مسلم رحمه الله: ثم يغتسل منه.''[1]

خوارزمی کی مندرجہ بالا بات بھی خوب ہے۔ خوارزمی کو دنیا چھوڑ کر عالم برزخ میں گئے صدیاں گذر گئیں جہاں وہ اپنی اکاذیب پروری واکاذیب پرستی وحمایت اکاذیب واکاذیب بیانی واکاذیب کی ترویج خصوصا غیر احادیث نبویہ غیر آثار صحابہ و تابعین واقوال سلف کو احادیث نبویہ وآثار صحابہ وتابعین واقوال سلف قرار دینے کے مزے لے رہے ہوں گے، اور بروز قیامت مزید در مزید مزے چکھیں گے مگر کسی زندہ موجود معتقد خوارزمی اور اس جیسے کذابین کے معتقد میں ذرہ برابر دم ہے تو وہ ثابت کرے کہ امام ابوحنیفہ کی زندگی میں صحیحین کی تصنیف ہوئی تھی جس میں مندرجہ حدیث مذکور پر عمل کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ نے غیر صحیحین میں منقول حدیث قلتین کو اسباب مذکورۂ خوارزمی کے تحت چھوڑا۔ ایسا کر سکنا غالی ترین مقلدین خوارزمی کے لیے محال سے بھی محال تر ہے کہ وہ بسند معتبر یہ ثابت کریں کہ امام ابوحنیفہ نے خوارزمی کی بیان کردہ وجہ کی بنا پر حدیث قلتین کو چھوڑا اور صحیحین والی حدیث مذکور پر عمل کیا، نیز یہ مقلدین جامدین یہ بھی نہیں ثابت کر سکتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ قلہ کو مشترک المعانی لفظ کہتے ہیں اور قلتین کو مضطرب الاسناد ضعیف کہتے تھے اور اس کے بالمقابل صحیحین والی حدیث مذکور کا معنی سمجھنے اور اسے صحیح الاسناد ہونے اور اضطراب نیز دوسری علل قادحہ سے محفوظ سمجھنے کی بنا پر قابل عمل سمجھتے تھے۔

---

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٤٢)

کیا امام ابوحنیفہ فرمان نبوی میں واقع لفظ "قلتین" کو مشترک المعنی سمجھتے اور اس کے معنی کی تعین سے قاصر تھے؟

ہم کہتے کہ امام ابار ابوالعباس احمد بن علی بن مسلم (مولود ۲۰۳ یا ۲۰۴ھ ومتوفی ۲۹۰ھ) نے کہا:

"حدثنا أبو عمار المروزي قال سمعت الفضل بن موسى السيناني يقول سمعت أبا حنيفة يقول: من أصحابي من يبول قلتين. يرد على النبي ﷺ إذا كان الماء قلتين لم ينجس."[1]

"فضل بن موسیٰ سینانی کہا کرتے تھے کہ میں نے ابوحنیفہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میرے بعض اصحاب دو قلے پیشاب کر دیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ اس فرمان نبوی کو رد کرنے کے لیے یہ بات کہتے تھے کہ "إذا كان الماء قلتين لم ينجس" جب دو قلہ پانی ہو تو اس میں نجاست پڑنے سے رنگ و بو و مزہ بدلے بغیر وہ نجس نہیں ہوتا۔"

روایت مذکورہ کی تصحیح:

اس روایت کی سند نہایت درجہ کی صحیح ہے۔ فضل بن موسی سینانی (مولود ۱۱۵ھ ومتوفی ۱۹۲ھ) کو مصنف انوار نے چہل رکنی مجلس تدوین فقہ حنفی کے ثقہ وعظیم المرتبت رکن رکین قرار دیا ہے۔[2] موصوف فضل بن موسی سینانی صحیحین اور دوسری کتب حدیث کے ثقہ وثبت رواۃ میں سے ہیں۔[3] ان سے اس روایت کے ناقل امام ابوعمار مروزی حسین بن حریث خزاعی مروزی بھی صحیحین کے نہایت ثقہ وثبت وحجت ومتقن رواۃ میں سے ہیں۔[4] ان سے اسے امام ابار احمد بن علی بن مسلم نے اپنی کتاب سیرۃ ابی حنیفہ میں نقل کی جو متقن ثبت ثقہ اثری المذہب اہل حدیث امام تھے۔[5]

امام ابوحنیفہ قلتین کا معنی یقیناً جانتے تھے اور قلتین والی حدیث نبوی کو صحیح سمجھتے تھے:

اس روایت صحیحہ سے واضح ہے کہ امام ابوحنیفہ قلتین کے معنی ومطلب سے بخوبی واقف تھے اور قلتین والی حدیث نبوی کو حسب عادت اپنی رائے سے رد کر دیتے تھے بنا بریں اثری المذہب اہل حدیث امام فضل بن موسی سینانی امام ابوحنیفہ پر سخت برہم تھے اور انھیں احادیث نبویہ کا رد کرنے والا بتلاتے تھے، دریں صورت انھیں مصنف نوار اور ان کے موافقین کا یہ دعوی اخلاص سفید جھوٹ قرار پاتا ہے کہ وہ جہمیت زدہ مرجی رائے پرست حنفی مذہب کی تدوین کرنے والی چہل رکنی مجلس معدوم الوجود کے رکن تھے۔

مصنف انوار اور ان کے ہم نواؤں کے اصول سے صحیح قرار پائی ایک روایت میں ہے کہ امام ابوحنیفہ نے بطور امتحان اپنے شاگرد خاص ابو یوسف سے حدیث قلتین کا معنی پوچھا مگر لاکھ کوشش کے باوجود وہ صحیح جواب نہ دے سکے تو امام ابوحنیفہ نے انھیں بتلایا کہ دو قلہ پانی وقوع نجاست سے رنگ و بو و مزہ بدلے بغیر اس صورت میں طاہر ومطہر رہتا ہے کہ وہ جاری ورواں ہو۔[6]

---

[1] خطیب (۱۲/ ٤٠٥ طبع مصری) و (۳/ ۳۸۹) [2] مقدمہ انوار (۱/ ۲۰٦) واللمحات (٤/ ٤٩٤ تا ٤٩٩)

[3] تهذيب التهذيب وعام كتب رجال. [4] تهذيب التهذيب و سير أعلام النبلاء (۱۱/ ٤٠٠، ٤٠١) وعام كتب رجال.

[5] سير أعلام النبلاء (۱۳/ ٤٤٣) و تذكرة الحفاظ (۲/ ۳۹) وطبقات الحفاظ (ص: ۲۸۰) و العبر (۲/ ۳۰٦ وغيره)

[6] اللمحات (٤/ ۱۷۳ تا ۱۷٥)

دریں صورت کذاب اعظم خوارزمی اور اس جیسے دیگر عظمائے کذابین کا یہ کہنا کیا معنی رکھتا ہے کہ قلتین مشترک المعنی لفظ ہے جس کے معنی کی تعین سے امام ابوحنیفہ نے عاجز و قاصر ہونے کے سبب اسے متروک قرار دے کر صحیحین والی حدیث مذکور پر عمل کیا؟ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ حدیث قلتین کو صحیح و معتبر مانتے تھے جسے خوارزمی کذاب نے مضطرب وضعیف کہہ کر یہ کذب بیانی کی کہ اسے ضعیف و مضطرب ہونے کے سبب ابوحنیفہ نے ترک کر کے دوسرا فتوی دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ دو قلہ پانی بھی امام ابوحنیفہ کی نظر میں آب جاری ہوا کرتا ہے، اس لیے ہم کہتے ہیں کہ جس آب دائم وغیر جاری پانی میں پیشاب کرنے والے آدمی کو وضو یا غسل جنابت سے آپ ﷺ نے منع کیا وہ دو قلہ سے کم ٹھہرے ہوئے پانی کی بابت ہے، آب دائم اور ٹھہرے ہوئے پانی سے وضو و غسل کی ممانعت خاص ہے دو قلہ سے کم ٹھہرے ہوئے غیر جاری پانی کے ساتھ لیکن اگر وہ ٹھہرا ہوا پانی دو قلہ سے زیادہ ہو تو وقوع نجاست سے رنگ و بو ومزہ میں سے کسی کے بدلے بغیر طاہر و مطہر رہے گا اور اس میں پیشاب کرنے کی ممانعت آداب میں شمار کی جائے گی۔

ہماری اس تفصیل سے خوارزمی جیسے عظمائے کذابین کے سارے اکاذیب بے معنی ہو کر رہ گئے۔ قلتین والی حدیث پر تحقیقی تفصیل التنکیل (۲/ ۵ تا ۱۸) اور دوسری کتب شروح حدیث میں دیکھیں۔

حیرت ہے کہ اصحاب ابی حنیفہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے کہ دو قلہ بھر پیشاب کر ڈالتے تھے، ظاہر ہے کہ اس طرح کے لوگ اگر دو قلہ غیر جاری پانی میں پیشاب کریں گے تو اس کا مزہ و بو ضرور بدل جائے گا، خواہ رنگ و بو ومزہ نہ بدلے کیونکہ پیشاب کا رنگ عموماً پانی جیسا ہی ہوتا ہے لیکن رنگ و بو وغیرہ میں سے کسی کے بھی نہ بدلنے کی صورت میں اپنی صحیح قرار دی ہوئی قلتین والی حدیث نبوی کے رد کے لیے سوائے رائے پرستی کے اور کون سا عذر امام ابوحنیفہ اور ان کے متبعین ومقلدین کے پاس ہے؟

آخر جس "ماء دائم" میں پیشاب کرنے سے حدیث نبوی میں منع کیا گیا ہے اسے دو قلہ سے کم پانی کے ساتھ تقلید پرست ورائے پرست فرقہ مرجیہ دیوبندیہ حنفیہ خاص مقید کیوں نہیں مانتا بلکہ اس کی تخصیص وتقیید پر دو قلہ والی حدیث صحیح نص صریح ہے؟ اس طرح رد احادیث کثیرہ کے جرم عظیم سے یہ لوگ بھی بچ جائیں گے۔

جس پانی سے کوئی چیز تر کی گئی ہو اس سے وضو کا مسئلہ:

خوارزمی نے اپنے ہم نواؤں کی طرح کہا:

''ام ہانی (ہمشیرۂ علی مرتضی) ایسے پانی سے وضو مکروہ سمجھتی تھیں جس میں ڈبو کر کوئی چیز تر کی گئی ہو اور اپنے اس موقف پر حدیث نبوی سے استدلال کرتی تھیں لیکن ام ہانی کی اس حدیث پر ابوحنیفہ نے اس لیے عمل نہیں کیا کہ متفق علیہ حدیث اس کے خلاف ہے کہ آپ ﷺ نے فوت شدہ اپنی بعض بیٹیوں کو بیری کے پتوں کے ساتھ گرم کردہ پانی سے غسل کا حکم دیا، بنابریں فتوی ابی حنیفہ ہے کہ جس پانی میں کوئی طاہر چیز پڑ جائے، مثلاً بیری کے پتے، کافور، لوبان، صابون، زعفران وغیرہ اور اسے متغیر کر دے اس سے وضو جائز ہے مگر امام شافعی اس کے مخالف ہیں۔''[1]

[1] جامع مسانيد خوارزمي (١/ ١٤٤)

ہم کہتے ہیں کہ جس طاہر چیز کے پانی میں ڈالنے ڈبونے اور ڈال کر گرم کرنے اور اولٹانے سے پانی کا وصف زائل نہیں ہوتا جیسا کہ بیری کے پتے یا اس طرح دوسری چیزوں سے تو اس سے وضو وغسل کی پوری اجازت شریعت نے دی ہے، لیکن جس چیز کے ڈالنے ڈبونے، پکانے سے اس کا پانی والا وصف بدل کر نبیذ، شربت، شوربہ یا اس نوع کی کوئی بھی چیز ہو جائے تو نصوص ثابتہ صریحہ سے اس سے وضو وغسل ممنوع قرار پاتا ہے۔ اس کی تفصیل کتب شروح حدیث مصنفہ ائمہ اہل حدیث میں موجود ہے۔ اور اسی پر عمل نبوی وفرمان نبوی عمل صحابہ وتابعین وقول صحابہ وتابعین بکثرت منقول ہیں۔ خوارزمی جیسے کذابین کی عیاری، مکاری وتلبیس کاری وفریب کاری وتحریف کاری وتقلیدی زور آزمائی وسخن سازی وتاویل بازی و بدعنوانی سے حقائق نہ بدلے ہیں نہ بدلیں گے۔

ائمہ اہل حدیث کے درمیان اگر اس معاملہ اور متعدد معاملات میں جزوی قسم کے اختلاف ہوں اور ایک دوسرے پر نقد ونظر بھی کرتے ہوں تو اس طرح کی باتیں اہل الرای کے یہاں اہلحدیث کے بالمقابل کہیں زیادہ ہیں، امام شافعی کی یہ تصریح ہم نے کہیں نہیں دیکھی کہ بیر کی پتی وغیرہ جیسی چیزیں ڈال کر پانی گرمایا جائے تو اس سے وضو وغسل جائز نہیں بلکہ امام شافعی کی تصریح ہے:

"ولوصب فيه دهن طيب أو ألقي فيه عنبر أو عود أو شيء ذو ريح لا يختلط بالماء فظهر ريحه في الماء توضأ به لأنه ليس في الماء شيء منه يسمى الماء الخ"[1]

"اگر پانی میں خوشبودار تیل یا عنبر (نہایت خوشبودار بیش قیمت ومفید صحت چیز ہے) یا عود (یہ بھی نہایت خوشبودار مفید صحت قیمتی چیز ہے) یا کوئی بھی خوشبودار چیز ڈالی جائے اور وہ پاک ہو اور پانی میں اس کی خوشبو ظاہر ہو جائے تو اس سے وضو کرنا جائز ہے کیونکہ ایسا ہونے سے پانی والا وصف بدلتا نہیں لیکن اگر بدل جائے تو اس سے وضو جائز نہیں۔"

اسی طرح کی بات امام شافعی نے غسل میت کے سلسلے میں بھی کہی ہے کہ اسے بیر کی پتی سے گرم کر کے اس میں کافور وغیرہ جیسی خوشبودار چیز ڈال کر حدیث نبوی کے مطابق غسل دیا جائے۔[2]

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خوارزمی کذاب اعظم اور اس جیسے عظمائے کذابین نے امام شافعی ودیگر ائمہ اہل حدیث پر افترا پردازی کر کے کہہ دیا کہ اس طرح کے پانی سے امام شافعی وضو وغسل جائز نہیں مانتے۔ افسوس کہ

ہر بو الہوس نے حسن پرستی شعار کی　　اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

عورت کے غسل جنابت یا وضو کرنے کے بعد بچے ہوئے پانی سے مرد کے وضو وغسل کا مسئلہ:

خوارزمی نے کہا کہ عورت کے غسل جنابت یا وضو کرنے کے بعد بچے ہوئے پانی سے بعض اہل حدیث مرد کے لیے وضو وغسل کی ممانعت کرتے ہیں، حالانکہ ایسے پانی سے مرد کے غسل ووضو کرنے پر اگرچہ بعض غیر صحیح احادیث میں ممانعت آئی ہے مگر کئی احادیث صحیحہ میں اجازت منقول ہے، بعض اہل حدیث ممانعت والی حدیث پر عمل کرتے ہیں۔[3]

---

[1] كتاب الأم للشافعي (١/ ٦) و مختصر المزني (ج: ٣) وعام كتب شوافع.

[2] مختصر كتاب للمزني على هامش كتاب الأم (١/ ١٧٠، ١٧١) و عام كتب شافعية.

[3] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٤٤)

ہم کہتے ہیں کہ ایسے پانی سے مرد کو غسل یا وضو کی ممانعت بعض احادیث صحیحہ میں بھی وارد ہے جیسا کہ کتب حدیث میں منقول ہے مگر عام اہل حدیث انھیں نہی تنزیہی یا نسخ یا پھو ہڑ عورت کے غسل و وضو کے بچے ہوئے پانی کے ساتھ خاص کرتے ہیں، اس سے خوارزمی اور موافقین خوارزمی کو کیوں دردسر ہو رہا ہے؟ اکثر اہل حدیث مسلک خوارزمی ہی رکھتے ہیں۔

خون پینے والے جانوروں کے پانی میں پڑنے سے پانی کے نجس ہونے کا مسئلہ:

خوارزمی نے کہا کہ پانی میں حیوان کے مرنے کے سبب پانی کے نجس ہونے کے سلسلے میں احادیث عامہ منقول ہیں، جن کو امام ابوحنیفہ نے غیر سیال خون والے جانوروں، مثلاً مچھر، مکھی، زنا نیز وبچھو وغیرہ کے مرنے سے احادیث نبویہ ہی کی بنیاد پر مستثنیٰ مانا ہے، امام بخاری نے اپنی صحیح میں یہ حدیث نبوی نقل کی ہے کہ جس کے کھانے والے برتن میں مکھی پڑ جائے اسے پوری طرح ڈبو کر نکال کر پھینک کر استعمال کرلیا جائے۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ تمام کتب اہل حدیث میں منقول ہے کہ احادیث صحیحہ کی بنا پر غیر سیال خون والے جانوروں کے پانی میں پڑنے سے پانی یا کھانا ناپاک نہیں ہوتا، البتہ نجس جانوروں کے گر کر مرجانے یا نہ بھی مرنے سے نجس ہوتا ہے، خوارزمی کذاب اور اس جیسے کذابین نے یہ کیا لغو طرازی کر رکھی ہے؟

مردار جانور کی کھال کی دباغت کا مسئلہ:

خوارزمی نے کہا کہ مردار جانور کی حرمت کے سلسلے میں جو عمومی احکام وارد ہیں انھیں ابوحنیفہ نے ترک کر کے ان کے چمڑوں کی دباغت کو خصوصی طور پر امام بخاری و مسلم کی تخریج کردہ حدیث صحیح کے مطابق جائز قرار دیا، وہ حدیث حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ مردار بکری پر مرور نبوی ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے چمڑے کو کارآمد بنا کر اس سے تم لوگوں نے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ مردار بکری ہے، آپ ﷺ نے فرمایا صرف اس کے کھانے کو حرام قرار دیا گیا ہے، اس کی کھال دباغت سے پاک ہو کر قابل انتفاع ہو جاتی ہے، اسی پر عمل کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ نے مردار کے چمڑے کو بعد دباغت پاک کہا ایک جماعت کے برخلاف۔[2]

ہم کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے صرف ماکول اللحم مردار کے چمڑے کی کھال کی دباغت دے کر ان سے انتفاع ہے اور جن زندہ غیر ماکول اللحم جانوروں سے انتفاع کی اجازت ثابت نہیں، مثلاً درندے اور خنزیر و کتے ان کی کھال کی دباغت دینے اور بعد دباغت انتفاع کی اجازت بالصراحت کسی نص قرآنی یا نص نبوی سے نہیں ثابت ہے بلکہ درندوں کی مدبوغ کھال سے انتفاع کی ممانعت نصوص نبویہ سے بالصراحت ثابت ہے، اس پر قیاس کرتے ہوئے جن جانوروں سے بحالت زندگی انتفاع کا ثبوت نصوص میں ہے، ان کی کھالوں کو دباغت دے کر انتفاع کرنا قیاس جلی سے ممنوع قرار پاتا ہے، جو دراصل قیاس جلی نہیں بلکہ نص ہی پر عمل کے ہم معنی ہے، لہٰذا عام ائمہ اہل حدیث نے ان کی کھال کو دباغت دینے اور ان سے انتفاع کو ممنوع قرار دیا ہے، اس کے برعکس امام ابوحنیفہ خنزیر و کتے سمیت درندوں، سانپوں اور اس نوع کے مردار جانوروں کی کھالوں کو دباغت دے کر انتفاع کا فتوی دیے ہوئے ہیں بلکہ خنزیر اور آدمی کی کھالوں کو چھوڑ کر تمام جانوروں میں سے خواہ ماکول اللحم ہوں یا غیر ماکول اللحم اور

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٤٤)　[2] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٤٤، ٤٥)

بحالت زندگی خواہ قابل انتفاع قرار دیے گئے ہوں یا نہیں انھیں اگر باقاعدہ بسم اللہ پڑھ کر مسلمان یا کتابی نے ذبح کر دیا ہو ان سے انتفاع کا فتوی بلا دباغت بھی امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب اصحاب نے دیا ہے اور خنزیر کی مدبوغ کھال کو بھی طاہر قرار دیا گیا ہے، اس کی تفصیل ہماری مطبوع کتاب ''ضمیر کا بحران'' ۱۴۱۷ھ ۱۹۹۷ء (ص: ۵۹ تا ۶۷) میں کتب فقہ حنفی کے مدلل حوالوں سے موجود ہے۔

خوارزمی اور اس جیسے ہزاروں کذابین تو مر کر عالم برزخ میں گئے لیکن ان کے جو ہم مسلک حامی اس وقت موجود ہیں وہ اپنے اختیار کردہ ان امور پر شرعی دلائل معتبرہ تلبیس وتدلیس وعیاری کے بغیر پیش کریں، پوری امانت داری کو ملحوظ رکھتے ہوئے حتی کہ زندہ خنزیر کی کھال اور نامحرم عورت کے چہرے پر لگی دھول ومٹی پر ہاتھ مار کر تیمّم کر کے نماز پڑھنے کی اجازت حنفی مذہب میں دی گئی ہے، اور خنزیر کی مذبوح کھال کو بھی طاہر قرار دیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل ہماری مطبوع کتاب ضمیر کا بحران ۱۴۱۷ھ ۱۹۹۷ء (ص: ۵۹ تا ۶۷) میں کتب فقہ حنفی کے مدلل حوالوں سے موجود ہے، خوارزمی اور اس جیسے ہزاروں کذابین تو مر کر عالم برزخ چلے گئے لیکن ان کے جو ہم مسلک حامی اس وقت موجود ہوں وہ اپنے اختیار کردہ ان امور پر شرعی دلائل معتبرہ تدلیس وعیاری کے بغیر پوری امانت داری کو ملحوظ رکھتے ہوئے پیش کریں۔

مردار کے سلسلے میں عمومی احکام واردہ کا مسئلہ:

خوارزمی نے کہا کہ مردار کی بابت عمومی نصوص واردہ کو بھی امام ابوحنیفہ نے ترک کر دیا، کیونکہ نص خاص میں صرف اسے کھانے کو حرام کہا گیا ہے، لہٰذا مردار کے بال وہڈی وسینگ اور اون کو امام ابوحنیفہ نے امام شافعی کے برخلاف طاہر قرار دیا ہے۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ کتے اور خنزیر کو چھوڑ کر باقی ماکول اللحم مردار جانوروں کی اشیائے مذکورہ کے طاہر ہونے یا نہ ہونے میں خود ائمہ اہلحدیث کے یہاں اختلاف ہے، کسی نے اپنی دانست کے مطابق کسی نص پر قیاس کر کے حکم لگایا، کسی کے پاس ہمارے علم کے مطابق ان کے طاہر وغیر طاہر ہونے پر خاص نص صریح نہیں، اس لیے جس کے نزدیک جو بات راجح ہو اس پر عمل کرے اور باہم نزاع وبحث سے بچے، ایک دوسرے پر نکیر نہ کرے، خوارزمی نے بلا وجہ یہ بحث چھیڑی، اس کی بنیاد پر امام ابوحنیفہ کو کسی نے بھی مطعون نہیں کیا، نہ خطیب نے اس سلسلے میں کوئی روایت نقل کی۔ خوارزمی نے یہ فضول کام کیا۔

منی کی طہارت ونجاست کا مسئلہ:

خوارزمی نے کہا کہ منی دھونے کے عدم وجوب اور رقرص (کھرچنے) اور فرک (رگڑنے) کے جواز کے سلسلے میں احادیث وارد ہیں اور چونکہ امام ابوحنیفہ نے منی کو نجس کہا ہے اس لیے مخالفین ابی حنیفہ نے یہ گمان قائم کر لیا کہ ابوحنیفہ نے ان احادیث پر عمل ترک کر دیا، حالانکہ ابوحنیفہ نے ان حدیثوں پر عمل ترک نہیں کیا بلکہ ان سب پر اس طرح عمل کیا کہ خشک ہو جانے والی منی کو کھرچنے اور رگڑنے سے زائل کر کے طاہر بنانے اور تر منی کو دھو کر طاہر بنانے کا فتوی دیا، اس طرح تمام احادیث میں تطبیق بھی ہوگئی، امام بخاری ومسلم کی روایت کردہ صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ لباس نبوی سے منی کو کھرچ یا رگڑ کر زائل کرتیں جبکہ وہ خشک ہو، بنا بریں منی کو امام ابوحنیفہ نے نجس کہا برخلاف امام شافعی کے کہ انھوں نے اسے طاہر کہا ہے۔[2]

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٤٥) [2] ماحصل از جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٤٥)

ہم کہتے ہیں کہ امام شافعی اور بعض دیگر اہل حدیث ائمہ اگر چہ منی کو پاک وغیر نجس کہتے اور اسے دھونے، کھرچنے سے زائل کرنے والی احادیث کو طبعی تقذیر پر محمول کرتے ہیں مگر عام اہل حدیث علماء بھی منی کو نجس کہتے ہیں۔❶

بوقت رفع حاجت قبلہ کی طرف رخ یا پشت کرنے کا مسئلہ:

خوارزمی نے کہا کہ حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ میں نے بوقت قضائے حاجت رخ نبوی کو قبلہ رو اور پشت کو بجانب شام دیکھا، بنا بریں مخالفین ابی حنیفہ نے یہ ظن قائم کر لیا کہ ابوحنیفہ نے اس حدیث کو ترک کر دیا، حالانکہ ابوحنیفہ کا کہنا یہ ہے کہ اس حدیث میں احتمال ہے کہ قضائے حاجت کے لیے بیٹھتے وقت آپ ﷺ قبلہ رو تھے مگر قضائے حاجت کرنے لگے تو قبلہ کی طرف سے رخ پھیر لیا، دونوں طرح کی حدیثوں میں تطبیق دینے کے لیے جو صحیحین میں بروایت ابو ایوب انصاری فرمان نبوی ہے کہ بول و بزار کے وقت تم نہ قبلہ رخ ہو نہ قبلہ کی طرف پشت کرو بلکہ غیر قبلہ کی طرف رخ یا پشت رکھو، اسی قولی حدیث کی بنا پر امام ابوحنیفہ علی الاطلاق کھلے میدان یا عمارتوں میں بوقت بول و بزار قبلہ رو ہونے کو ممنوع قرار دیتے ہیں، امام شافعی اور بعض ائمہ اہل حدیث کے برخلاف۔❷

ہم کہتے ہیں کہ دوسروں پر افترا پردازی کرتے کرتے کذاب خوارزمی نے امام ابوحنیفہ پر بھی افترا پردازی کر ڈالی، جن کی تقلید کا وہ دم بھرتے ہیں اور کیوں نہ ہو؟ امام ابوحنیفہ ہی کا فرمان ہے کہ میرے اصحاب میرے اوپر بہت زیادہ افترا پردازی کیے ہوئے مسائل میری طرف منسوب کتابوں میں کرنے کے عادی ہیں، خوارزمی نے اپنے مذکورہ بالا بیان میں کہا کہ امام ابوحنیفہ قبلہ رو نہیں بلکہ قبلہ کی طرف پشت کر کے قضائے حاجت کا فتوی دیتے تھے، حالانکہ عام کتب احناف متفق ہیں کہ قبلہ رو یا قبلہ کی طرف پشت کر کے قضائے حاجت سے یعنی دونوں طرح سے امام حنیفہ منع کرتے تھے، خواہ میدان ہو یا عمارت، اور خوارزمی کذاب کو مخالفین ابی حنیفہ کی کس کتاب میں یہ نظر آ گیا کہ اس وجہ سے بھی مخالفین ابی حنیفہ امام ابوحنیفہ کو مطعون کرتے ہیں؟ اس معاملہ میں تو ائمہ اہل حدیث کا بھی باہم اختلاف ہے اور ہمارا موقف یہ ہے کہ زیادہ محتاط طریقہ یہ ہے کہ میدان و عمارت دونوں میں قبلہ رو و قبلہ کی طرف پشت کرنے سے بچا جائے، البتہ عمارت یا آڑ میں بضرورت ایسا کرنا جائز بھی ہے اگر چہ خلاف اولیٰ ہے۔

دوران وضو سر کا مسح تین بار مشروع ہونے کا مسئلہ:

خوارزمی نے کہا:

''احادیث میں وارد ہے کہ وضوئے نبوی تین تین بار ہوا کرتا تھا، جن احادیث کے سبب مخالفین ابی حنیفہ اس ظن میں مبتلا ہو گئے کہ مسح سر بھی تین بار مشروع و مسنون و مستحب ہے مگر ابوحنیفہ مسح سر ایک بار ہی مشروع مانتے، لہٰذا وہ ان احادیث کے تارک ہیں حالانکہ مسح سر صرف ایک بار ثابت ہے، اس کی دوبارہ سہ بارہ تکرار ثابت نہیں، حضرت علی مرتضی سے جامع ترمذی میں بطریق حسن صحیح مروی ہے کہ انھوں نے وضوئے نبوی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ

❶ ملاحظہ ہماری کتاب ''ضمیر کا بحران'' مطبوع ادارۃ البحوث الاسلامیہ جامعہ سلفیہ بنارس ۱۴۱۷ھ = ۱۹۹۷ء (ص: ۳۰۹) بحواله غاية لمقصود شرح سنن أبي داؤد وغيره.

❷ جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (۱/ ٤٥)

دھلے جانے والے اعضاء کوتو آپ ﷺ نے مکرر دھویا اور مسح سر صرف ایک بار کرنے پر اکتفا کیا۔"❶

ہم کہتے ہیں کہ اوّلاً: مصنف انوار اور ان کے ہم نوا کذابین جب جامع مسانید ابی حنیفہ کو تصنیف ابی حنیفہ کہتے ہیں اور وفات ابی حنیفہ کے پچاس سے زیادہ سالوں بعد امام ابو عیسی ترمذی ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے تو جامع ترمذی انھوں نے ضرور ہی تیس سال عمر ہونے کے بعد لکھی ہوگی، یعنی ۲۴۰ھ کے بعد جب کہ وفات ابی حنیفہ پر تقریباً سو سال گذر چکے تھے تو اس تصنیف ابی حنیفہ میں جامع ابی عیسی ترمذی کا ذکر کیسے آ گیا جو محال سے بھی محال تر ہے؟ صرف یہی بات مصنف انوار جیسے کذابین کے بھاری گروہ کے عظمائے کذابین ہونے کے ثبوت کے لیے بہت کافی ہے۔

ثانیاً: کذاب اعظم خوارزمی نے بذات خود اپنی جامع الاکاذیب کتاب مسانید ابی حنیفہ میں حضرت علی مرتضی ہی سے یہ حدیث نقل کہ تمام اعضائے وضو کو تین تین بار دھونے کے ساتھ آپ ﷺ نے سر کا مسح بھی تین بار کیا۔❷

خوارزمی کذاب کی جمع کردہ جامع مسانید ابی حنیفہ یقیناً مجموعہ اکاذیب ہے مگر کئی کتب حدیث میں باسانید صحیحہ مروی ہے کہ دھونے والے اعضاء کی طرح آپ ﷺ سر کا مسح بھی کبھی کبھی تین بار کرتے تھے، اسی طرح دھونے والے اعضاء کو بھی آپ ﷺ کبھی کبھی ایک ایک ہی بار دھونے پر اور کبھی کبھی دو، دو بار دھونے پر اکتفا کرتے اور کبھی کبھی تین بار دھوتے، اسی طرح مسح بھی کبھی ایک بار کبھی دو بار اور کبھی تین بار کرتے تھے۔❸

ظاہر ہے کہ کبھی ایک ہی بار مسح سر پر اکتفا اس کے منافی نہیں کہ دوسرے اوقات میں وضو کے دوران آپ ﷺ نے دو یا تین بار مسح سر نہیں کیا مگر کذابین و مکارین کے دجل و تلبیس کے طریقے نرالے ہیں۔

خوارزمی کذاب اعظم نے اپنے روحانی کذاب اعظم ابو محمد بخاری سے نقل کیا کہ مسح سر آپ ﷺ ایک ہی بار کرتے تھے لیکن کبھی کبھار سر کے تلوے پر پانی ڈال کر آپ ﷺ آگے پیچھے بھی ہاتھ پھیرتے تھے، اسی کو راوی نے تین بار مسح سمجھ لیا۔❹

ان کذابین کو احادیث نبویہ میں تحریف جیسے جرائم قبیحہ کے انجام کا کوئی خوف نہیں، ان کذابین کو آخرت پر ایمان تھا یا نہیں؟ جب ساری باتیں یہ جھوٹ ہی بکتے تھے تو جھوٹ موٹ ہی ایمان بالآخرہ رکھنے کا دعوی بھی کر لیا ہوگا ورنہ نصوص میں تحریف کاری کے بڑے پیمانے پر ارتکاب نیز اس طرح کے دوسرے جرائم کے ارتکاب سے یہ کذابین کچھ تو ڈرتے، سر پر تین بار مسح نبوی والی حدیث کا ذکر اس کذاب اعظم نے جامع مسانید ابی حنیفہ (۱/ ۲۳۶) پر بھی نقل کیا، نیز (۱/ ۲۳۸) اور دوسرے مقامات پر بھی کیا، نیز یہ جھوٹ بکا کہ اس روایت کی نقل میں ابو حنیفہ سے نہیں کسی اور سے تصحیف و غلطی ہوگئی، اگر ایسی غلطی ابو حنیفہ سے سرزد ہوتی تو مخالفین ابی حنیفہ اہل حدیث ابو حنیفہ کو دین اسلام ہی سے خارج قرار دے دیتے اور ان پر جہالت وقلت معرفت علم حدیث کا الزام لگاتے۔❺

---

❶ جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٤٦)

❷ جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٢٣٤، ٢٣٥)

❸ ملاحظہ ہو تفصیل کے لیے ہماری کتاب "رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز" (ص: ١٠٢، ١٠٣)

❹ جامع مسانيد أبي حنيفة (١/ ٢٣٧) ❺ جامع مسانيد أبي حنيفة (١/ ٢٣٧)

ہم کہتے ہیں کہ اس وجہ سے نہیں بلکہ وجوہ کثیرہ سے امام ابوحنیفہ کے کئی اساتذہ خصوصاً حماد نے امام ابوحنیفہ پر فتویٔ کفر و شرک ضرور لگایا تھا۔ (کما تقدم تفصیله)

نماز مغرب میں تاخیر کا مسئلہ:

خوارزمی نے کہا:

جو احادیث نماز مغرب جلد پڑھ لینے کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں اور اسے تاخیر سے پڑھنے کی ممانعت میں وارد ہوئی ہیں ان کے بارے میں مخالفین ابی حنیفہ نے سمجھا کہ ان پر امام ابوحنیفہ نے عمل نہیں کیا کہ موصوف ابوحنیفہ مغرب کے لیے تمام نمازوں کی طرح اول وآخر وقت مانتے ہیں، حالانکہ ابوحنیفہ ان احادیث کی بنا پر نماز مغرب میں تاخیر کو مکروہ سمجھتے ہیں لیکن تاخیر کرنے کی کراہت اس پر دال نہیں کہ اس کی ادائیگی میں تاخیر جائز ہی نہیں، جیسا کہ عصر کی تاخیر سورج کے پیلا پڑنے سے قبل تک بلا کراہت ہے۔ اس کے بعد غروب آفتاب تک ادائیگی عصر جائز تو ہے مگر مکروہ ہے، مغرب کی نماز غروب شفق سے پہلے تک اس صحیح حدیث کی بنا پر ابوحنیفہ نے جائز قرار دی ہے جس کی تخریج صحیحین میں کی گئی ہے کہ اگر شام کا کھانا سامنے آ گیا تو نماز مغرب سے پہلے اسے کھا لو اور شام کے کھانے سے پہلے عجلت کر کے نماز مغرب نہ پڑھ لو، اسی بنا پر مغرب کی نماز اول وقت کے بجائے آخر وقت میں پڑھنے کو امام ابوحنیفہ نے جائز قرار دیا ہے امام شافعی کے برخلاف۔ [1]

ہم کہتے کہ کذاب اعظم ہونے کے ساتھ خوارزمی اجہل الناس بھی ہے کہ اسے اتنا تک نہیں معلوم کہ سبب مذکور کے تحت امام شافعی اور دیگر ائمہ اہل حدیث غروب شفق سے پہلے تک تاخیر مغرب کے جواز کے قائل ہیں اور جمع صوری کے اجازت یافتہ معذورین کے لیے بدرجۂ اولی قائل ہیں، افسوس کہ اتنے بڑے کذاب اور جہل مرکب کے شکار خوارزمی کی تدوین اکاذیب اور خطیب کی جواب دہی پر فرقۂ کوثریہ دیوبندیہ بشمول مصنف انوار بڑا نازاں وفرحاں ہے، سبب مذکور یا کسی بھی سبب کی بنا پر وقت کے اندر اندر تک کسی بھی نماز کی تاخیر پر کوئی بھی اہل حدیث امام ابوحنیفہ وغیر امام ابوحنیفہ پر معترض نہیں بلکہ اہل حدیث ان پر اس لیے معترض ہیں کہ بعض نمازوں کا وقت نکل جانے کے بعد بھی کافی دیر تک اور بعض کا وقت ہو جانے کے کافی بعد بھی امام ابو حنیفہ احادیث نبویہ کے تارک اور قیاس محض پر عامل ہیں۔ اور جن اوقات میں نماز پڑھنے کو احادیث نبویہ میں افضل کہا گیا ہے ان کے خلاف اوقات میں نمازیں پڑھنے کو امام ابوحنیفہ افضل کہتے ہیں، کیا امام ابوحنیفہ کا یہ طرز عمل قابل اعتراض نہیں ہے؟ ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقۂ نماز'' میں اوقاتِ نماز پر تحقیقی بحث شائقین ملاحظہ فرمائیں۔

نماز فجر تاخیر کر کے پڑھنے کا مسئلہ:

خوارزمی کذاب نے کہا کہ احادیث میں اوقاتِ نماز پر نماز پڑھنے اور اول وقت میں نماز پڑھنے کی فضیلت میں احادیث منقول ہیں مگر مخالفین ابی حنیفہ کہتے ہیں کہ ان احادیث پر ابوحنیفہ عامل نہیں کہ وہ فجر کو زیادہ سے زیادہ اجالا کر کے پڑھنے کو افضل کہتے ہیں، حالانکہ یہ بات امام ابوحنیفہ نے دو قسم کی احادیث میں تطبیق کے لیے کہی ہے، جامع ترمذی میں قول نبوی منقول ہے کہ نماز فجر اجالے

---

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٤٦)

میں پڑھنا اضافہ ثواب کا باعث ہے اور یہ حدیث کہ نمازوں کا اول وقت رضائے الٰہی کا باعث اور آخر وقت عفو الٰہی ہے، موضوع ہے، جس کی طرف حافظ ابن الجوزی نے کتاب التحقیق میں اشارہ کیا ہے، اگرچہ بالصراحت اسے موضوع نہیں کہا ہے۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ اس سلسلے میں اکاذیب خوارزمی واکاذیب غیر خوارزمی پر واقفیت کے لیے ناظرین کرام ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقۂ نماز'' دیکھیں۔

نماز وسطیٰ کا معنی:

خوارزمی کذاب نے کہا:

احادیث میں وارد ہے کہ نماز وسطی سے مراد نماز فجر ہے مگر مخالفین ابی حنیفہ نے سمجھا کہ ان احادیث پر ابوحنیفہ کا عمل نہیں، حالانکہ صحیحین میں بروایت علی مرتضی رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ غزوۂ خندق کے موقع پر مشرکین نے غروب آفتاب ہوجانے پر بھی نماز عصر پڑھنے کی مہلت نہیں دی تو آپ ﷺ نے ان پر بددعا کی کہ انھوں نے ہمیں نماز وسطی یعنی نماز عصر نہیں پڑھنے دی، اسی حدیث صحیحین کی بنا پر ابوحنیفہ خلاف شافعی نماز وسطی سے مراد نماز عصر بتلاتے ہیں۔[2]

ہم کہتے ہیں کہ سبب مذکور کی بنا پر کسی بھی امام اہل حدیث نے امام ابوحنیفہ پر طعن واعتراض نہیں کیا ہے اور ہمارے نزدیک بھی صحیح یہی ہے کہ نماز وسطی سے مراد نماز عصر ہی ہے، تفصیل کے لیے ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقۂ نماز'' دیکھیں۔

جہری قراءت والی نماز میں بالجہر بسم اللہ پڑھنے کا مسئلہ:

خوارزمی نے کہا:

''جہری قراءت والی نماز میں امام ومنفرد کو بالجہر بسم اللہ سورۂ فاتحہ سے پہلے پڑھنے کی احادیث منقول ہیں اور چونکہ امام ابوحنیفہ ان کے مقتضی پر عامل نہیں، اس لیے مخالفین ابی حنیفہ نے سمجھا کہ ابوحنیفہ نے ان احادیث پر عمل کے بجائے قیاس پر عمل کیا، حالانکہ ان احادیث پر امام ابوحنیفہ نے اس لیے عمل نہیں کیا کہ یہ احادیث صحیح ومعتبر نہیں، ہاں بعض صحابہ سے یہ ثابت ہے، امام دارقطنی پر بہت بہت تعجب ہے کہ انھوں نے بر بنائے تعصب جہری قراءت والی نماز میں بسم اللہ بالجہر پڑھنے کے اثبات میں ایک کتاب لکھ ڈالی جس میں موصوف نے احادیث موضوعہ کا ذکر بطور دلیل کیا، دارقطنی کے اس طرز عمل پر سارے محدثین نے بوچھاڑ کر دی، جب وہ مصر آئے تو بعض مصری مالکیہ نے انھیں قسم دلا کر کہا کہ اس سلسلے میں کوئی حدیث نبوی صحیح بھی ہے؟ دارقطنی نے کہا نہیں، بنا بریں امام ابو حنیفہ نے بروایت انس بن مالک اس متفق علیہ صحیح حدیث پر عمل کیا جس میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ وخلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق وعثمان غنی کے پیچھے میں نے نماز پڑھی مگر یہ جہری قرات والی نماز میں بالجہر بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے، اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس نے کہا کہ میں نے کسی کو بسم اللہ پڑھتے نہیں سنا، اور ایک روایت میں ہے کہ یہ حضرات بسم اللہ سے قراءت شروع نہیں کرتے تھے، بنابریں ابوحنیفہ بالجہر بسم اللہ

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة (١/ ٤٦، ٤٧) [2] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٤٧)

نہیں پڑھتے تھے، امام شافعی اس کے خلاف موقف رکھتے ہیں۔[1]

ہم کہتے ہیں:

أولاً: امام دارقطنی کے ساتھ مصر میں پیش آمدہ اس واقعہ کی معتبر سند خوارزمی اور ان کے موافق کذابین پیش کریں اور یہ ثابت کریں کہ انھوں نے فی الواقع اس طرح کی کوئی کتاب لکھی تھی جس میں احادیث موضوعہ کی نقل بطور دلیل کی، بنابریں وہ محدثین کے اعتراضات کے نشانہ بنے۔

ثانیاً: امام دارقطنی کی سنن میں بعض احادیث صحیحہ مرفوعہ جہری قراءت والی نماز میں بالجہر قراءت بسم اللہ کا اثبات کرنے والی موجود ہیں، دریں صورت ہم کیسے مان لیں کہ امام دارقطنی نے اپنی کسی کتاب میں اس کا اثبات کرنے والی احادیث موضوعہ کا ذکر بطور دلیل کیا ہے؟ یا ہم یہ کیسے مان لیں کہ امام دارقطنی نے مصر میں یا کہیں بعض مالکیہ یا غیر مالکیہ کے سامنے قسم دلانے پر کہا کہ کوئی بھی صحیح حدیث مرفوع اس مدعا کے اثبات پر موجود نہیں۔

ثالثاً: اصل معاملہ یہ ہے کہ امام شافعی اور متعدد اہل حدیث ائمہ بسم اللہ کو سورہ فاتحہ میں داخل ایک آیت مانتے ہیں اور بعض ائمہ اہل حدیث ہر سورہ کے اندر داخل باستثنائے سورہ توبہ بسم اللہ کو ایک آیت مانتے ہیں، نیز سورۂ نحل میں تو اس کا ایک آیت ہونا متفق علیہ ہے، اور اس کی دوسری آیت مشروع میں داخل سورہ ہونا مختلف فیہ ہے، بنابریں یہ حضرات داخل سورہ مان کر جہری قراءت والی ہر رکعت کے ابتدائے سورہ میں فاتحہ بالجہر کے معتقد ہیں، یہ اپنے اثبات مدعا پر دلائل رکھتے اور مخالفین کے دلائل کا رد کرتے ہیں، ہمارا اپنا موقف یہ ہے کہ سورہ براءت کے علاوہ ہر سورہ کے شروع میں سورۃ میں داخل نہیں بلکہ سورۃ سے خارج بسم اللہ ایک آیت ہے اس لیے ہر سورۃ کے شروع میں اسے ہر رکعت میں پڑھنا فرض ہے، البتہ جہراً وسراً دونوں طرح پڑھنے کا اختیار اس لیے ہے کہ دونوں کے اثبات پر احادیث صحیحہ منقول ہیں، امام ابوحنیفہ ہر سورہ کے شروع میں نہ داخل نہ خارج اسے آیت نہیں مانتے بلکہ یہ مانتے ہیں کہ تبرکاً اسے ہر سورۃ کے شروع میں سورۃ سے خارج صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لکھا اور بسم اللہ وسورہ کے درمیان امتیاز کے لیے خط کھینچ دیا، امام ابوحنیفہ کا موقف نصوص صریحہ کے قطعاً خلاف ہے، اس سے قرآن مجید کی ایک سوتیرہ آیات کا انکار لازم آتا ہے۔

امام ابوحنیفہ کے اس موقف پر البتہ اہل اسلام کا شدید اعتراض ہے اور جہراً جہری قراءت والی نماز میں پڑھنے کے فرض ہونے سے انکار پر کسی بھی اہل حدیث امام کا ابوحنیفہ پر ترکِ فرض کا اعتراض نہیں ہے، کیا یہ معمولی بات ہے کہ قرآن مجید کی ایک سوتیرہ آیات کا انکار امام ابوحنیفہ نے نصوص کے خلاف اپنی رائے سے کر دیا؟

رابعاً: خوارزمی کذاب اعظم اور اس جیسے عظمائے کذابین کو صحیح بخاری میں وہ حدیث کہاں کس باب وصفحہ وسطر میں نظر آ گئی کہ حضرات مذکورین بالجہر بسم اللہ کی قراءت نہیں کرتے تھے؟ یہ ان کذابین کا صحیح بخاری کی طرف انتساب ہے اور کیوں نہ ہو امام ابوحنیفہ کا ارشاد ہے کہ میرے اصحاب میری طرف منسوب کتابوں میں بکثرت اکاذیب لکھ دیا کرتے ہیں؟ ان کذابین نے اپنی اسی عادت کو دوسروں کے ساتھ بھی جاری رکھا۔

---

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٤٧، ٤٨)

خامساً: حضرت انس رضی اللہ عنہ کے تنہا بالجہر قرأت بسم اللہ کی نفی سے علی الاطلاق بالجہر قراءۃ بسم اللہ کی نفی لازم نہیں آتی کیونکہ ہجرت نبوی کے وقت ان کی عمر نو دس سال تھی، نابالغ ہونے کے سبب حضرت انس بالغین سے پیچھے والی صف میں کھڑے ہوتے تھے، اس لیے ابتدائے امر میں ان کا نہ سن سکنا جبکہ ابتدائے امر میں امام کی جہری قراءت ہلکی وخفیف ہوتی ہے مستبعد نہیں، اور بالغ ہونے کے بعد حضرت انس سے مروی اس معنی کی احادیث بھی اسی پر محمول ہیں کہ امام کی خفیف جہری قراءت بسم اللہ نقل سماعت یا کسی بھی وجہ سے یہ نہیں سن سکے جب کہ اثبات جہر بسم اللہ والی احادیث صحیحہ بھی ہیں، سب سے زیادہ بہتر بات ہمارا اختیار کردہ موقف ہے کہ جہرا وسرا دونوں طرح جہری قراءت والی نماز میں قراءت بسم اللہ صحیح ہے، جس کا جب جی چاہے جہرا بسم اللہ پڑھے اور جب جی چاہے سرا پڑھے، اس موقف سے تمام احادیث صحیحہ کے درمیان تطبیق ہو جاتی ہے، اس پر مفصل تحقیقی بحث کا وعدہ ہم اس کتاب میں پہلے بھی کر آئے ہیں کہ شرح صحیح بخاری میں اس مقام پر پہنچنے پر ان شاء اللہ تعالی کریں گے بشرطیکہ عمر وصحت وعافیت اور حالات ساتھ دیں۔

نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے وجوب کا مسئلہ:

خوارزمی نے کہا:

جن احادیث نبویہ میں ”لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب“ اور ”كل صلوة لايقرأ بفاتحة الكتاب فيها فهي خداج غير تمام“ منقول ہے، انھیں ترک کرنے کا الزام ابوحنیفہ پر مخالفین ابی حنیفہ نے لگا رکھا ہے، حالانکہ معاملہ یہ ہے کہ ان مخالفین ابی حنیفہ کو معلوم نہیں کہ امام ابوحنیفہ نے اس طرح کی احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ جس نے عمداً نماز میں ترک قراءت فاتحہ کیا وہ عاصی و گنہگار ہے، اور اس کی نماز ناقص وغیر مکمل ہے مگر پھر بھی صحیح ہے، اور جس نے نسیاناً سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس نے ترک واجب نسیاناً کیا، اس لیے سجدۂ سہو سے اس کا کام بن جائے گا اور ”لا صلوة إلا بفاتحة الكتاب“ کا مطلب امام ابوحنیفہ نے یہ بتلایا کہ فاتحہ پڑھے بغیر نماز فضیلت والی نہیں ہوتی نہ یہ کہ باطل ہو جاتی ہے کیونکہ اس حدیث نبوی کی تخریج پر امام بخاری ومسلم متفق ہیں کہ اعرابی (بدوی) کو آپ ﷺ نے فرائض نماز کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہ تکبیر تحریمہ کر کے ”ما تيسر معك من القرآن“ پڑھو۔ اس حدیث پر عمل واجب ہے کیونکہ نص قرآنی ﴿فاقرؤا ما تيسر من القرآن﴾ کے موافق ہے، بنابریں شافعی کے برخلاف ترک فاتحہ سے نماز کو باطل نہیں مانتے۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ اس موضوع پر ہم نے عرصہ ہوا ایک ضخیم مبسوط تحقیقی کتاب لکھ رکھی ہے جس میں تلبیسات احناف کی بھرپور بخیہ دری کی گئی ہے، افسوس کہ یہ اہم ترین تحقیقی ضخیم کتاب زیور طباعت سے ابھی تک اس لیے محروم ہے کہ ہمارے پاس اتنے مالی وسائل نہیں کہ چھپوا سکیں اور وسائل رکھنے والے افراد جماعت کو اسے چھپوانے سے کسی قسم کی کوئی دلچسپی اس لیے نہیں کہ اس کے چھپوانے کے بدلے انھیں وہ منافع وفوائد حاصل ہونے کی امید نہیں جس کی توقع ان جاہ وجلال و مادہ پرست تجارت پیشہ اصحاب وسائل کو ہوا کرتی ہے، بات بھی صحیح ہے کہ جن دینی امور کو انجام دینے میں اپنی عظمت وجلالت شان میں ترقی اور مادی منافع محسوس نہ ہوں انھیں عظمت وجلالت و مادہ پرست لوگ کیوں انجام دیں جس سے کسی گم نام، خامل الوجود محروم وسائل اور طرح

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة (١ / ٤٨)

طرح سے مصائب وآلام وامراض کے شکار آدمی کی شہرت کا واہمہ پایا جاتا ہے؟

اللہ تبارک وتعالی اپنے خزانۂ غیب سے کوئی انتظام کرے تو یہ کتاب چھپے ورنہ میں اپنی تمام تر سعی میں ناکام ہو کر ایک محبوس قیدی کی سی زندگی امراض کے باعث گزارنے پر مجبور ہوں، یہ بھی جامعہ سلفیہ بنارس کے ارباب نظم ونسق کی بہت بڑی کرم فرمائی ہے کہ اس حالت میں بھی رہنے سہنے کی فراوانی وسہولت دے رکھی ہے، دوسرے ارباب جماعت کو معمولی سی بھی نظر عنایت ڈالنے کی ذرہ برابر توفیق نہیں۔ کاش اللہ تعالی میری زندگی میں اس کتاب متعلق سورہ فاتحہ اور میری دیگر غیر مطبوع کتابوں کو مطبوع بنا کر منصۂ شہود پر لائے۔ اب ہم محسوس کرتے ہیں کہ ائمہ متقدمین کی بہت ساری نہایت اہم کتابیں منصۂ شہود پر کیوں نہ آسکیں؟

خداوندان نعمت را کرم نیست　　کریماں را بدست اندر دم نیست[1]

خوارزمی کی جس تلبیس کارانہ عبارت میں بدوی کو تعلیم نماز نبوی کا ذکر دجل وفریب کے ساتھ کیا گیا ہے کہ اسے سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا، اس کی بخیہ دری کے لیے ہم ایک جملہ لکھنے پر اکتفا کریں گے کہ اسانید صحیحہ بدوی کو ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور "ما تیسر من القرآن" پڑھنے کا حکم نبوی صادر ہوا تھا۔[2]

تشہد ابن عباس یا تشہد ابن مسعود:

خوارزمی نے کہا کہ تشہد والی جو دعا حضرت ابن عباس سے موقوفاً مروی ہے اسے ابوحنیفہ کے چھوڑنے اور تشہد ابن مسعود پر عمل کرنے کے سبب ابوحنیفہ پر مخالفین ابی حنیفہ نے ترک حدیث کا الزام لگایا ہے، حالانکہ جس تشہد ابن مسعود کو ابوحنیفہ نے اختیار کیا وہ بقول امام ترمذی "اصح" ہے اور اکثر صحابہ وتابعین کا اسی پر عمل ہے۔[3]

ہم کہتے ہیں کہ یہ کذاب اعظم خوارزمی اور اس جیسے دیگر عظمائے کذابین کی کذب بیانی ہے، اس کے سبب اہل علم نے امام ابوحنیفہ پر کوئی طعن وقدح نہیں کیا ہے، دونوں طرح کا تشہد صحیح سند سے ثابت ہے، تشہد ابن مسعود کو ہم بھی راجح مانتے ہیں بوجہ اصحیت۔

نماز کے اندر بوجہ شک بنا کا مسئلہ:

خوارزمی کا کہنا ہے کہ حدیث نبوی میں منقول ہے کہ جسے نماز میں شک ہو وہ یقین پر بنا کرے، امام ابوحنیفہ ظن غالب پر بنا کرتے ہیں کہ (زیادہ سے زیادہ اصح بات معلوم کرنے کی کوشش) کر کے جو ظن غالب قائم ہو اسی پر بنا کرے کیونکہ حدیث نبوی سے (جس کو صحیحین میں امام بخاری ومسلم نے نقل کیا ہے) یہی مستفاد ہوتا ہے اور امام شافعی اس کے خلاف ہیں۔"[4]

ہم کہتے ہیں کہ اہل حدیث اس موقف ابی حنیفہ پر معترض نہیں ہیں بلکہ اس پر معترض ہیں کہ امام ابوحنیفہ کا فتوی ہے کہ اگر دوران نماز کبھی کبھار اس طرح کا شک ہو تو نماز ترک کر کے از سر نو پڑھے اور بکثرت ہو تو تحری کر کے ظن غالب پر بنا کرے، حالانکہ احادیث نبویہ میں اس کی کوئی تفریق نہیں ہے، یہ موقف احادیث نبویہ کی مخالفت کے علاوہ اور کیا چیز ہے؟

---

[1] گلستان سعدي.

[2] ملاحظہ ہو تفصیل کے لیے ہماری مطبوع کتاب "رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز" (ص: ٦٩، ٧١)

[3] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٤٨)　[4] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٤٨)

قنوت فجر کا مسئلہ:

خوارزمی نے کہا:

قنوت فجر کے سلسلے میں احادیث وارده پر عمل ابی حنیفہ نہ ہونے کے سبب ان پر مخالفین نے بذریعۂ رائے ترک احادیث کا الزام لگایا، حالانکہ امام ابوحنیفہ نے ایسا اس لیے کیا کہ یہ احادیث منسوخ ہیں، بروایت انس بن مالک صحیحین میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مہینہ قنوت فجر پڑھی پھر اسے ترک کر دیا۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ ایک مہینہ والی دعائے قنوت فجر میں آپ ﷺ نے جو پڑھی وہ قنوت نازلہ ہے، اسے فجر کے علاوہ دوسری نمازوں میں پڑھنے کا بھی ثبوت ہے مگر فجر میں زیادہ پڑھنے کا ثبوت ہے، ان احادیث کثیرہ صحیحہ کو ابوحنیفہ کا منسوخ کہنا غلط درغلط ہے، یہ ہمیشہ کے لیے مشروع ہے، اہل اسلام پر کوئی بھاری آفت اجتماعی طور پر نازل ہو تو اسے فجر میں اور دوسری نمازوں کی آخری رکعت رکوع کے بعد یا رکوع سے پہلے بھی پڑھنا مشروع ہے۔ البتہ جو دعائے قنوت بلا نازلہ کے بوقت فجر بالالتزام شوافع پڑھتے ہیں اس کا بالالتزام پڑھنا نمازوں میں فرض سمجھے بغیر التزاماً نہ پڑھے لیکن کبھی کبھار پڑھ سکتے ہیں، اس کی قدرے تفصیل ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقۂ نماز'' میں ہے، بات کو توڑ مروڑ کر تلبیسات شامل کر کے لکھنا خوارزمی جیسے کذابین احناف کا شیوہ وشعار ہے۔

تینوں اوقات مکروہہ اور رات میں نماز جنازہ وتدفین کا مسئلہ:

خوارزمی نے کہا کہ تینوں اوقات ممنوعہ (سورج نکلتے، ڈوبتے وکھڑی دوپہر کے اوقات) میں بھی نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت مخالفین ابی حنیفہ ان احادیث کی بنا پر دیتے ہیں کہ جن میں کسی قید کے بغیر نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت مستفاد ہوتی ہے، مگر مخالفین ابوحنیفہ ان احادیث کے ترک کا الزام ابوحنیفہ پر محض رائے کی بنا پر لگاتے ہیں، حالانکہ رائے کی بنا پر نہیں، صحیح مسلم میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ حدیث کی بنا پر ابوحنیفہ ان اوقات ممنوعہ میں نماز جنازہ پڑھنے کو مکروہ کہتے ہیں کہ ''ثلاث ساعات كان ينهانا رسول الله ﷺ أن نصلي فيهن وأن نقبر فيهن موتانا'' یعنی ان تینوں اوقات میں ہمیں نماز پڑھنے اور مردوں کو قبر میں دفن کرنے سے ہمیں رسول اللہ ﷺ نے منع کیا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ بعض معتبر احادیث میں صراحت ہے کہ جنازہ اگر انھیں اوقات میں تیار ہو تو انھیں اوقات میں نماز جنازہ پڑھ لی جائے۔ اور تدفین کر دی جائے۔ اس کی قدرے تفصیل ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز'' (ص: ۱۸۱ تا ۱۸۴) میں ہے، اسی طرح بروایت جابر بن عبداللہ صحیح مسلم (ص: ۳۰۶) میں ہے کہ بہت معمولی سا کفن دے کر بعض لوگوں نے رات میں نماز جنازہ پڑھ کر میت کی تدفین کر دی جس کے خلاف آپ ﷺ نے خطبہ دیا کہ رات میں مردے کے معمولی کفن کو لوگوں سے چھپانے کے لیے نماز جنازہ پڑھ کر دفن مت کر دیا کرو، اس فرمان نبوی میں رات میں نماز جنازہ پڑھ کر رات ہی میں تدفین سے ممانعت کی وجہ آپ ﷺ نے بتلا دی ہے جس کا مفہوم یہ ہوا کہ وجہ مذکور نہ ہونے کی صورت میں بوقت شب نماز جنازہ پڑھ کر تدفین میت جائز ہے، خود آپ ﷺ رات میں دفن ہونے والی بعض میتوں کی تدفین میں شریک رہے بلکہ بعض کی

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة (١/ ٤٩)

قبر میں بھی میت کو اتارنے کے لیے قبر میں اترے اور آپ ﷺ کی، نیز خلفائے راشدین ابی بکر صدیق وعمر فاروق وعثمان غنی کی نماز جنازہ رات ہی میں پڑھ کر تدفین کی گئی یہ محال در محال ہے کہ شرعی ممانعت کے باوجود ان کی تدفین رات میں ہوئی ہو، تقریری حدیث نبوی سے بھی حیات نبوی میں بوقت شب نماز جنازہ پڑھنے اور تدفین میت ہونے کی اجازت نبویہ ثابت ہے، اور امام نووی نے اجماع امت نقل کیا ہے کہ ان اوقات میں نماز جنازہ پڑھنے و تدفین میت کرنی جائز ہے۔

اس اجماع امت کے خلاف کوئی بھی دلیل شرعی نقطۂ نظر سے نہیں آتی، لہٰذا ان اوقات میں نماز جنازہ پڑھنی اور تدفین میت کرنی بلا کراہت مطلقا جائز ہے جبکہ کسی معقول سبب کے بغیر تاخیر یا تعجیل کر کے ان اوقات میں نماز جنازہ نہ پڑھی گئی اور تدفین نہ کی گئی ہو، یہاں اسی اختصار پر ہم اکتفا کرتے ہیں، تفصیل ہماری ایک مستقل غیر مطبوع کتاب میں ہے، اللہ اسے جلد طبع کرائے، آمین۔

ہم دیکھتے ہیں کہ کتب احناف میں ان اوقات میں اجازت نماز جنازہ و تدفین کی تصریحات موجود ہیں جبکہ عمداً تاخیر و تعجیل کر کے ایسا نہ کیا گیا ہو اور سبھی نمازیں پڑھنے کا ان اوقات میں حکم نبوی متواتر المعنی احادیث سے ثابت ہے، مثلاً انھیں اوقات میں سورج گرہن یا چاند گرہن ہو جائے یا بھول جانے والے کو یاد آ جائے یا سو جانے والے کی نیند کھل جائے یا مجنون و دیوانہ کا جنون و دیوانگی ختم ہو جائے یا عذر دور ہو جائے یا انھیں اوقات میں کوئی مسجد میں جائے تو تحیۃ المسجد پڑھ سکتا ہے یا سنت پڑھنے کا موقع نہیں مل سکا تو سنتیں پڑھ سکتا ہے وغیرہ، اگر احادیث صحیحہ سے ثابت ان امور کو امام ابوحنیفہ نے ممنوع و مکروہ کہا ہو تو رائے نہیں تو پھر کس دلیل شرعی کے سبب اتنی ساری احادیث کو موصوف نے رد کر دیا ہے؟

سواری کے گھوڑے اور غلام کی زکوۃ کا مسئلہ:

خوارزمی نے کہا کہ فرمان نبوی ہے: "عفوت عن أمتي صدقة الخيل والرقيق" میں نے گھوڑے اور غلام کی زکوۃ کو اپنی امت کے لیے معاف کر دیا ہے۔ لوگوں نے سمجھا کہ اس طرح کی احادیث کو امام ابوحنیفہ نے محض اپنی رائے سے ترک کر دیا ہے، حالانکہ امام ابوحنیفہ نے صحیحین کی متفق علیہ اس حدیث پر عمل کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے گھوڑے پالے کسی کا دست نگر نہ رہنے کی غرض سے اور حق اللہ وحقوق العباد کرنے سے مانع نہیں ہوا، یعنی ضرورت مندوں کو بطور مستعار انھیں استعمال کرنے سے مانع نہیں ہوا، وہ اس کے لیے بچاؤ کا ذریعہ ہوا، اس کے مفہوم پر امام ابوحنیفہ نے امام شافعی کے برخلاف عمل کیا۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ ذاتی سواری کے لیے پالے ہوئے گھوڑے جنھیں جہاد جیسے عظیم کام کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہو یا کسی دوسرے کو سواری یا جہاد کے لیے بطور مستعار دے دیا جاتا ہو اور جس غلام کو ذاتی خدمت وضروریات کے لیے رکھے ہوئے ہو ان میں زکوۃ تو بشمول امام شافعی عام ائمہ اہل حدیث بھی فرض نہیں کہتے مگر جو گھوڑے اور غلام بغرض تجارت ہوں ان میں زکوۃ فرض قرار دینے سے امام ابوحنیفہ کے لیے رائے کے علاوہ کون سی چیز مانع ہوئی جبکہ علی الاطلاق تمام اموال میں شریعت نے زکوۃ بہت ساری نصوص کے ذریعہ فرض قرار دی ہے؟ معاملہ فہمی سے یا تو خوارزمی اور ان جیسے لوگ محروم ہیں یا تلبیس و دجل سے کام لیتے ہیں۔

---

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٤٩)

پچھنا لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کا مسئلہ:

خوارزمی نے کہا کہ حدیث نبوی میں وارد ہے کہ "أفطر الحاجم والمحجوم" پچھنا لگانے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا، مخالفین ابی حنیفہ نے سمجھا کہ امام ابوحنیفہ نے یہ حدیث محض اپنی رائے سے چھوڑ دی، حالانکہ ان مخالفین ابی حنیفہ کو معلوم نہیں کہ ابوحنیفہ نے اس حدیث کا صحیح معنی و تاویل جاننے اور ترمذی کی صحیح حدیث پر عمل کے سبب ایسا کیا ہے کہ آپ ﷺ نے بحالت روزہ پچھنا لگوایا ہے۔❶

ہم کہتے ہیں کہ "أفطر الحاجم والمحجوم" والی حدیث نبوی دراصل ایک امر واقع کی خبر ہے کہ ایسا کرنے والے روزہ توڑنے پر مجبور ہو گئے ورنہ جنھیں اس کا خطرہ نہ ہو انھیں ایسا کرنے کی اجازت عام ائمۂ اہل حدیث بھی دیتے ہیں، مگر احتیاط بہر حال اسی میں ہے کہ ضرورت مند لوگ رمضان شریف میں رات میں پچھنا لگائیں اور لگوائیں، حنفی موقف واہل حدیث موقف میں باستثنائے بعض ائمہ حدیث کوئی خاص معنوی فرق نہیں، بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ "احتجم وهو صائم" والی حدیث میں اصلا "صائم" کے بجائے "محرم" کا لفظ تھا، کوئی راوی وہم کا شکار ہو کر "محرم" کے بجائے "صائم" کا لفظ کہہ بیٹھا۔ واللہ اعلم

بہرحال اس حنفی موقف پر ائمہ اہل حدیث نے ہماری دانست میں کوئی خاص اعتراض نہیں کیا ہے۔

حج مفرد کا مسئلہ:

خوارزمی نے کہا کہ صحیح مسلم میں وارد ہے کہ "أفرد الحج" آپ ﷺ نے حج مفرد کیا، مخالفین ابی حنیفہ کا کہنا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے یہ حدیث محض اپنی رائے سے ترک کی حالانکہ ابوحنیفہ نے صحیحین کی اس متفق علیہ حدیث پر عمل کیا کہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع میں "لبيك بحجة وعمرة" کہا، یعنی کہ حج قران کیا۔❷

ہم کہتے ہیں کہ "أفرد الحج" کا معنی بتلانے میں ائمہ کا اختلاف ہے، کوئی کہتا ہے کہ ابتداء میں آپ ﷺ حج مفرد ہی کی نیت سے احرام باندھ کر "لبيك بالحج" کہتے تھے، پھر بعد میں بوحی الٰہی سے قارن ہو گئے، کوئی کہتا ہے کہ قربانی کے جانور ساتھ لانے کے سبب آپ ﷺ نے حج مفرد کا جو ابتداءً ارادہ کیا تھا اسے قران سے بدل دیا، بہرحال یہ ثابت ہے کہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے حج قران ہی کیا تھا، مگر عام صحابہ کو حکم دیا تھا کہ جو قربانی کے جانور ساتھ نہیں لایا وہ اپنے حج مفرد یا قران کو حج تمتع سے بدل دے، عمرہ کر کے احرام کھول ڈالے، پھر آٹھویں ذی الحجہ کو احرام حج باندھ کر منیٰ جائے اور حج پورا کرے، بنا بریں حج کی تین قسموں میں سے کسی کو افضل قرار دینے میں اہل علم کا اختلاف ہے مگر کسی نے کسی پر یہ الزام نہیں لگایا کہ اس نے محض رائے پرستی کے سبب احادیث کو ترک کر کے اپنا موقف اختیار کیا، اس زمانے میں حج قران یا مفرد کرنے میں اتنے مزاحم ہیں کہ انھیں کرنا بہت مشکل امر ہے۔

سہل ترین صورت حج تمتع ہے اور شریعت نے عام امور میں بندوں کی سہولت کا بہت لحاظ رکھا ہے، اس لیے اس زمانے

❶ جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٤٩)　❷ جامع مسانيد أبي حنيفة (١/ ٥٠)

میں حج تمتع ہی حالات پر نظر رکھتے ہوئے افضل نظر آتا ہے، ان حالات سے پہلے حج قران کو افضل کہنے والوں کی بڑی دلیل یہ تھی کہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع میں قران ہی کیا اور یہ مستبعد ہے کہ آپ ﷺ کا حج دوسروں کے بالمقابل غیر افضل رہا ہو، نیز یہ کہ حضرت عمر فاروق وعثمان غنی وامیر معاویہ وغیرہ نے حج تمتع پر پابندی لگا کر حج قران یا مفرد ہی کا حکم دیا تھا، اس سے بھی حج قران کے افضل ہونے پر استدلال کیا جاتا رہا کہ حج قران پر کسی خلیفہ راشد وصحابی کو کوئی اعتراض نہیں تھا مگر حج تمتع پر کئی خلفائے راشدین وغیر خلفائے راشدین اولو الامر کو اعتراض رہا، اس لیے متفق علیہ حج افضل ہے اور مختلف فیہ مفضول ہے، اس کے بالمقابل حج تمتع کے افضل ہونے کے قائلین کا کہنا ہے کہ آپ نے عام صحابہ کو حج تمتع کا حکم دیا اور خود بھی تمنا ظاہر کی کہ قربانی والے جانور مجھے حج تمتع سے مانع نہ ہوتے تو میں بھی حج تمتع ہی کرتا، اور جن خلفائے راشدین نے حج تمتع پر پابندی لگائی وہ ان کی ذاتی اجتہادی رائے تھی جسے پوری امت نے قبول نہیں کیا اور فرمان نبوی کے مطابق حج تمتع کے قائل بلکہ اس کے افضل ہونے کے قائل رہے، نص کے بالمقابل خلفائے راشدین یا غیر خلفائے راشدین کی ذاتی اجتہادی رائے کالعدم ہے۔

بحالتِ احرام نکاح:

خوارزمی نے کہا:

''صحیح بخاری میں نہیں صرف صحیح مسلم میں فرمان نبوی منقول ہے: ''لاینکح المحرم ولا ینکح ولا یخطب'' یعنی احرام کی حالت میں نکاح نہ خود آدمی کر سکتا ہے نہ کرا سکتا ہے، نہ پیغام نکاح دے سکتا ہے۔ مخالفین ابی حنیفہ نے سمجھا کہ امام ابوحنیفہ نے یہ حدیث نبوی ترک کر دی، انھوں نے قیاس پر عمل کیا، حالانکہ یہ بات نہیں ہے بلکہ انھوں نے صحیحین کی متفق علیہ حدیث پر عمل کیا کہ آپ ﷺ نے ام المومنین حضرت میمونہ کے ساتھ بحالت احرام نکاح کیا۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ بحالت احرام منع نکاح و پیغام نکاح والی حدیث فرمان نبوی ہے اور کئی اسانید سے مروی ہے، اور جس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے بحالتِ احرام ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا وہ اولاً: فعلی حدیث ہے اور قول وفعل نبوی مختلف ہو تو قول نبوی کو اس لیے ترجیح حاصل ہے کہ فعل میں خصوصاً نکاح میں دوسروں کے بالمقابل آپ ﷺ کو اختصاص حاصل ہونا اظہر من الشمس ہے۔ آپ ﷺ کے لیے بیک وقت چار سے زیادہ نکاح مشروع تھے اور آپ ﷺ کی امت کے مردوں کے لیے چار سے زیادہ نکاح ممنوع وحرام ہے، نیز طلاق کے بعد عدت گزارے بغیر شاہدین کی شہادت کے بغیر آپ ﷺ کا نکاح عرش پر اللہ تعالیٰ نے کر دیا، پوری امت کے لیے اس کی اجازت نہیں، آپ ﷺ کی ازواج سے آپ ﷺ کی وفات کے بعد کسی کو نکاح کرنے کی اجازت نہیں بلکہ ممانعت ہے کیونکہ آپ ﷺ کی ازواج امت کی مائیں قرار پائیں اور ماؤں سے نکاح حرام ہے جبکہ امت کے لیے اس کی اجازت ہے کہ بیوہ عورتوں سے بعد عدت بیوگی نکاح حلال ہے۔

ثانیاً: فعلی حدیث کی روایت میں حضرت ابن عباس منفرد ہیں اور نکاحِ میمونہ کے وقت ان کی عمر دس سال سے کم پانچ چھ سال کی تھی اور امور نکاح کو وہ اتنی اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے تھے جتنی کہ خود حضرت میمونہ سمجھ سکتی تھیں، اس لیے کہ آپ ﷺ

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة (١/ ٥٠)

کے ساتھ نکاح سے پہلے وہ دوسرے کی منکوحہ رہ چکی تھیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ اپنے نکاح کی جتنی صحیح معرفت حضرت میمونہ کو ہوسکتی ہے وہ اظہر من الشمس ہے کہ پانچ چھ سال کے بچے یا کسی دوسرے جواں سال یا معمر آدمی کو نہیں ہوسکتی تھی، حضرت میمونہ کا اپنا بیان یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ میرا نکاح ایسی حالت میں ہوا کہ ہم دونوں حالت احرام میں نہیں تھے بلکہ حلال تھے، یہ بات بہت مستبعد بھی ہے کہ ایک طرف آپ ﷺ اپنے کو شامل کر کے پوری امت کے لیے یہ قانون شریعت بتلائیں کہ محرم کے لیے نکاح کرنا کرانا و پیغام نکاح دینا ممنوع ہے، دوسری طرف اپنے اختصاص کے بغیر اپنے جاری کردہ قانون کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوکر بحالت احرام اپنا نکاح کسی خاتون سے کریں۔

ثالثاً: حضرت میمونہ کی تصریح کی متابعت حضرت ابو رافع نے کی کہ میمونہ کا نکاح آپ ﷺ نے احرام کی حالت میں نہیں کیا بلکہ اس وقت کیا کہ دونوں حلال تھے اور ابو رافع دونوں کے درمیان نکاح کرانے کے بچو لیے (رابطہ قائم کرانے والے طرفین سے پیغام رسانی کا فریضہ انجام دینے والے اور معاملات کو طے کرانے والے) نیز اس کام کو انجام دلانے والے تھے۔ انھیں اس نکاح کے حقائق کی جتنی صحیح معلومات ہوسکتی تھی کسی پانچ چھ سالہ بچے کو نہیں ہوسکتی تھی، حضرت میمونہ و ابو رافع کے بیان کی متابعت دوسری صحابیہ صفیہ بنت شیبہ نے کی ہے، نیز ان تینوں کی متابعت کئی کبار تابعین کی مرسل روایات سے ہوتی ہے۔

رابعاً: حضرت میمونہ کے ساتھ نکاح نبوی والے فعل میں صحابہ کے بیانات میں اختلاف ہے اور حالت حلال میں نکاح ہونے کا بیان دینے والوں کی تعداد کہیں زیادہ ہے جبکہ بوقت نکاح پانچ چھ سالہ بچے حضرت ابن عباس اپنے اس بیان میں منفرد ہیں اور منفرد بیان مجتمع بیان کے بالمقابل مرجوح ہے، خصوصاً جبکہ یہ مرجوح بیان فرمان نبوی کے خلاف بھی ہے۔

خامساً: اتنے امور سے مرجوح قرار پائے ہوئے بیانِ ابن عباس کی کئی معقول تاویلات ہیں جب کہ قولی حدیث میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں۔

سادساً: دو مرفوع احادیث مختلفہ ہونے کی صورت میں جب کہ ایک فعلی دوسری قولی ہو اور فعلی پر قولی کے راجح ہونے پر متعدد دلائل معتبرہ صریحہ دال ہوں، خلفائے راشدین کا عمل دیکھا جانے کا اصول ہے کہ سنت نبویہ خلفائے راشدین کے اتباع کا حکم قرآن و حدیث کے بہت سارے نصوص میں ہے اور خلفائے راشدین حالت احرام کا نکاح باطل قرار دیتے تھے، ان امور کی تفصیل ہماری ایک دوسری غیر مطبوع کتاب میں ہے، لہٰذا ائمہ اہل حدیث کا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ نے نصوص کثیرہ کی مخالفت محض رائے پرستی کی بنا پر کی ہے۔

حق شفعہ کا مسئلہ:

خوارزمی نے کہا:

بہت ساری احادیث صحیحہ میں صراحت نبویہ ہے کہ بٹوارہ واقامت حدود کے بعد حق شفعہ ختم ہو جاتا ہے، ان احادیث کی مخالفت کا الزام ابو حنیفہ پر لگایا گیا ہے، حالانکہ ابو حنیفہ نے "الجار أحق بشفعته" والی حدیث نبوی پر عمل کیا کہ پڑوسی کو حق شفعہ حاصل ہے۔[1]

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٥٠)

ہم کہتے ہیں کہ بٹوارہ و حدود قائم ہونے کے بعد حق شفعہ کے ختم ہوجانے والی احادیث کثیرہ خاص ہیں۔ اور ''الجار أحق بشفعته'' والی حدیث میں بٹوارہ وحدود قائم نہ ہونے والے پڑوسی ہی کے مراد ہونے کا پورا احتمال ہے، خاص حکم والی احادیث کثیرہ صحیحہ کو ترک کر کے محتمل المعانی احادیث قلیلہ کو بخیال خویش معمول بہ بنانے پر قرآنی نکیر شدید موجود ہے۔ یعنی ﴿أما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تأويله﴾ لہٰذا امام ابوحنیفہ پر احادیث کثیرہ صحیحہ کے بالمقابل حدیث محتمل المعانی پر عمل کا الزام بالضرور عائد ہوتا ہے اور نص قرآنی کی مذمت شدیدہ کے منطبق ہونے کی بات بھی لازم آتی ہے، خوارزمی جیسے کذابین کی تلبیسات میدان تحقیق میں لغو ہی نہیں قطعاً مجرمانہ ہیں۔

نفلی عبادات پر نکاح کی فضیلت کا مسئلہ:

خوارزمی نے کہا کہ نفلی عبادات پر ابھارنے والی بہت ساری احادیث ہیں، مخالفین ابوحنیفہ یہ گمان قائم کر بیٹھے کہ امام ابو حنیفہ نے اپنی رائے سے ان احادیث کو ترک کر کے نکاح سے اشتغال کو افضل کہا، حالانکہ ابوحنیفہ نے اس صحیح حدیث پر عمل کرتے ہوئے یہ فتوی دیا کہ میں نفلی روزے رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا اور شادی بھی کرتا ہوں۔ جو میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ نفلی عبادات پر نکاح کے افضل ہونے کا فتویٰ ابی حنیفہ پر کسی بھی امام اہل حدیث نے نکیر نہیں کی لیکن فرائض جہاد وفرائض ارشاد وتبلیغ وفرائض اصلاح معاشرہ وفرائض عوامی امور میں مشغول رہنے والے جن لوگوں کو خدشہ ہو کہ نکاح کرنے سے ان فرائض میں خلل واضح طور پر ہوگا اور نکاح نہ کرنے سے نفس پر پورا کنٹرول کرنے پر قادر ہونے کا یقین وظن غالب ہو اور ظاہر ہے ایسے لوگ ہزار دو ہزار میں صرف ایک دو بمشکل تمام ہی ہو سکتے ہیں، ان کے لیے نکاح پر ان فرائض کی انجام دہی کو ائمہ حدیث نے افضل قرار دیا ہے، بایں ہمہ انھیں بھی نکاح کی ترغیب دیتے ہوئے ان فرائض کے انجام دیتے رہنے کا حکم دیا ہے، برسبیل استحباب ظاہر ہے کہ ائمہ اہل حدیث کے اس موقف سے خوارزمی کذاب کا تلبیس کارانہ بیان بہت مختلف ہے، عام لوگوں کے لیے ائمہ اہل حدیث نے نوافل میں مشغول ہونے کے بالمقابل شادی ہی کی ترغیب دی ہے بلکہ بعض صورتوں میں ان کے لیے شادی کو واجب قرار دیا ہے۔

خوارزمی کذاب نے اپنے جیسے کذابین کی طرح اس جعل سازی والی تلبیس کاری میں اپنی مہارت دکھلائی ہے یا اپنی جہالت مرکبہ کے سبب ایسا کہا ہے، نفلی عبادات کی ترغیب احادیث ہی میں نہیں نصوص قرآنیہ میں بکثرت دی گئی ہے، پھر بھی ائمہ اہل حدیث نے نوافل سے اشتغال پر نکاح کو ترجیح دی ہے جبکہ آدمی فرائض کی انجام دہی میں بھی پوری طرح مشغول رہے اور ان میں خلل نہ آنے دے۔

صحت نکاح میں شرطِ ولی:

خوارزمی نے کہا کہ صحت نکاح کے لیے شرطِ ولی کے لیے عمومی احادیث واردہ، مثلاً ''لا نكاح إلا بولي'' کے معاملے میں مخالفین ابی حنیفہ نے سمجھ رکھا ہے کہ ابوحنیفہ نے محض اپنے قیاس پر عمل کرتے ہوئے بالغہ لڑکی وعورت کے لیے نکاح کے صحیح

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٥٠)

ہونے میں ولی کی شرط نہیں رکھی۔"[1]

ہم کہتے ہیں کہ احادیث کثیرہ صحیحہ میں مطلقاً صحت نکاح کے لیے شرطِ ولی لگائی گئی ہے اور متعدد آیات کریمات سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے، اور جن احادیث صحیحہ یا آیات سے صحتِ نکاح بالغہ کا فتوی امام ابوحنیفہ نے بخیال خویش دیا ہے، ان سے صحت نکاح کے لیے شرط ولی کی نفی نہیں ہوتی، اس موضوع پر ہماری ایک غیر مطبوع کتاب بھی ہے، اللہ اس کی طباعت کا جلد انتظام کرے، دریں صورت لازم آتا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے احادیث کثیرہ صحیحہ ہی کو نہیں متعدد آیات کریمات سے بھی اعراض کیا ہے، یہ بات اگر ائمہ اہل حدیث نے کہی تو کیا غلط کہی؟

بوقت عقدِ نکاح مہر کی تقرری:

خوارزمی نے کہا:

"نکاح کے وقت مہر کی تقرری پر دلالت کرنے والی عمومی احادیث موجود ہیں مگر مخالفین ابی حنیفہ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ بلا تقرریٔ مہر کیے ہوئے نکاح کو صحیح مانتے ہیں اور محض اپنی رائے سے ان نصوص کو ترک کیے ہوئے ہیں، حالانکہ اس معاملے میں امام ابوحنیفہ جامع ترمذی میں بسند صحیح مروی اس حدیث ابن مسعود پر عامل ہیں کہ بلاتقرری مہر کیے ہوئے نکاح کرنے والے ایک شخص کی وطی ہونے سے پہلے موت ہوگئی، اس سلسلے میں پوچھے جانے پر حضرت ابن مسعود نے علم نص نہ ہونے کے سبب قیاس سے یہ جواب دیا کہ اس بیوہ عورت کو مہر مثل ملے گا اور میراث والا حصہ کل اور اس پر عدت گزارنی بھی لازم ہے، بعد میں حضرت معقل بن سنان اشجعی نے کہا کہ بروع بنت واشق اشجعیہ کے اسی طرح کے معاملے میں اسی طرح کا فیصلہ نبوی ہوا تھا، اسی بنا پر امام ابوحنیفہ اس طرح کے نکاح کو امام شافعی کے برعکس صحیح مانتے ہیں۔"[2]

ہم کہتے ہیں کہ حدیث معقل بن سنان اشجعی و بروع بنت واشق اشجعیۃ والی حدیث ہی سے نہیں بلکہ قرآنی آیت ﴿لا جناح عليكم إن طلقتم النساء ما لم تمسوهن أو تفرضوا لهن فريضة﴾[البقرہ: ۲۳٦] سے بھی بلاتقرریٔ مہر نکاح کا صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے، ایسے نکاح کو امام شافعی بھی آیت مذکورہ و حدیث مذکور کے سبب صحیح مانتے ہیں، خوارزمی اور اس جیسے کذابین نے امام شافعی پر یہ افترا پردازی کر رکھی ہے، ائمہ اہل حدیث امام ابوحنیفہ کے اس فتوی کے سبب نہیں محض رائے پرستی کے باعث احادیث کثیرہ صحیحہ کا تارک کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت ام المؤمنین صفیہ کے ساتھ نکاح کا مہر ان کی آزادی مقرر کی تھی مگر امام ابوحنیفہ اس طرح کے مہر کو کالعدم قرار دیتے ہیں، حتی کہ بعض روایات کے مطابق وہ یہ تمنا کرتے تھے کہ کاش آپ ﷺ حضرت صفیہ کا کوئی مہر آزادی کے علاوہ مقرر کیے ہوتے، کما تقدم۔ اہل حدیث اس طریقۂ ابی حنیفہ کی مذمت کرتے اور اسے شان نبوی میں بہت بڑی گستاخی کہتے ہیں، شان نبوی میں اتنی بڑی گستاخی تو موجب کفر بھی ہوسکتی ہے، اتنی ساری احادیث کثیرہ صحیحہ کے خلاف یہ حنفی زور آزمائی رائے پرستی میں بے حد مبالغہ آرائی ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ کا یہ کہنا کہ اگر مجھ سے لقاء نبوی ہوا ہوتا تو میری بہت ساری آلاء کو آپ ﷺ قبول کر کے دین میں شامل کر لیتے، کیا شان نبوی میں یہ حنفی

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة (۱/ ۵۰، ۵۱) [2] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (۱/ ۵۱)

جسارت وزورآزمائی معمولی قسم کی ہے؟ امام ابوحنیفہ دین کو مجموعۂ رائے کہا کرتے تھے۔[1] جب امام ابوحنیفہ کے نزدیک دین مجموعۂ رائے ہی ہے تو نزول کتب الہیہ واتباع انبیائے مرسلین کی کوئی ضرورت تھی اور نہ انبیاء ومرسلین علیہم السلام کو مبعوث کرنے کی حاجت تھی، سب لوگ اپنی آرا کو دین قرار دینے کے لیے آزاد ہوتے۔

بیک وقت تین طلاق کے بلا کراہت دینے کی مشروعیت کا مسئلہ:

خوارزمی نے کہا:

> ''تین طلاقوں کے بیک وقت دینے کے بلا کراہت مشروع ہونے پر عمومی نصوص وارد ہیں مگر امام ابوحنیفہ اسے مکروہ وحرام قرار دیتے ہیں، مخالفین ابی حنیفہ امام ابوحنیفہ پر ان نصوص کے ترک کا الزام لگاتے ہیں، حالانکہ ابو حنیفہ بحالتِ حیض حضرت ابن عمر کی دی ہوئی طلاق پر نکیر نبوی کے سبب بیک وقت طلاق ثلاثہ دینے کی طلاق کو حرام کہتے ہیں۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ بیک وقت طلاق ثلاثہ دینے کی حرمت پر متعدد نصوص قرآنیہ ونصوص نبویہ وارد ہیں، ایسی طلاق ثلاثہ اصول شریعت کی نظر میں مردود و باطل ہیں، اگر وہ غیر حیض و بلا وطی والے طہر میں دی گئی ہوں تو انھیں ایک طلاق رجعی مانا جائے گا ورنہ کالعدم، امام ابوحنیفہ ایسی طلاق کو حرام ماننے کے باوجود واقع مان کر نصوص قرآنیہ ونصوص نبویہ کی مخالفت کے مرتکب ہوئے ہیں، اس بنا پر ہم ضرور موقف حنفی کو نصوص کثیرہ کے خلاف سمجھتے ہیں، اور موقف امام شافعی یہ ہے کہ غیر حالت حیض میں جماع کے بغیر دی ہوئی طلاق ثلاثہ دینی بلا کراہت جائز ہے اور بحالت حیض یا بحالت طہر جماع کے بعد دی ہوئی طلاق ثلاثہ دینی اگرچہ ممنوع ہے لیکن اگر کسی نے دے دی تو تینوں واقع ہوں گی، اہل حدیث اس معاملے میں امام شافعی کو ائمہ اہل حدیث میں سے ماننے کے باوصف سمجھتے ہیں کہ امام شافعی سے اجتہادی غلطی سرزد ہوگئی ہے، اسی طرح متعدد ائمہ اہل حدیث سے بھی، نیز حنفیہ سے بھی غلطی ہوئی مگر سب سے بڑے امام اہل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام صحابہ کرام اور مشہور امام اہل حدیث داود ظاہری اور ان کے موافقین ہمارے ہی موقف کو صحیح بتلا گئے ہیں اور ہمارے موقف کے مطابق فیصلہ نبوی ہے، ہمارے موقف کی دلیل شرعی ہے، اس سلسلے میں بہت ساری احادیث نبویہ وآیات کریمہ موقف اہل حدیث کی تصدیق وتائید کنندہ ہیں، بنا بریں ہم حنفی لوگوں اور ان کے موافقین کو ان نصوص کا تارک بربنائے قیاس پرستی کہتے ہیں، امام شافعی اور ان کے موافق ائمہ اہل حدیث قیاس پرست نہیں مگر ان سے اس معاملہ میں اجتہادی غلطی صادر ہوگئی، اس لیے انھیں ہم معذور و ماجور دونوں سمجھتے ہیں۔ اس موضوع پر ہماری تصنیف کردہ کتاب ''تنویر الآفاق في مسئلة الطلاق'' فرقہ جہمیت زدہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ تقلید پرست کوثریہ دیوبندیہ خصوصاً نومولود فرقہ غازی پورہ کے لیے نہایت زیادہ دردسر کا باعث اور ان کی نیند ہی نہیں حواس بھی اڑا دینے والی ہے، اس کا مطالعہ تحقیق پسندوں کے لیے مفید ہوگا۔

---

[1] المجروحين لابن حبان ترجمة أبي حنيفة والكامل لابن عدي ترجمة أبي حنيفة.

[2] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٥١)

دانت توڑنے پر قصاص کا مسئلہ:

خوارزمی نے کہا:

''دانت توڑ دینے (بلکہ دھاردار آلہ کے بغیر عمداً قتل بھی کر دینے) پر قصاص جاری ہونے کے امام شافعی قائل ہیں، اس سلسلے میں احادیث واردہ کا اہل حدیث امام ابوحنیفہ کو مخالفت کہتے ہیں، حالانکہ امام ابوحنیفہ نے صحیح بخاری کی اس حدیث پر عمل کیا ہے کہ حضرت انس کی پھوپھی ربیع بنت نضر نے ایک جاریہ کو طمانچہ مار کر دانت توڑ دیا تھا جس کے مطالبۂ قصاص پر حضرت انس کی پھوپھی کی طرف سے دیت لے کر معاف کر دینے کی درخواست کی گئی مگر وہ فریق قصاص پر مصر تھا، آخر میں وہ دیت لے کر معاف کرنے پر آمادہ ہو گیا۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ خوارزمی کی مستدل ابی حنیفہ بتلائی ہوئی حدیث تو قصاص ہی کا اثبات کرتی ہے البتہ دیت پر صلح کے لیے اگر طالبین قصاص راضی ہو جائیں تو جائز ہے، یہی بات ائمہ اہل حدیث بشمول امام شافعی کہتے ہیں، یہ بات احادیث کے علاوہ نص قرآنی سورۂ مائدہ آیت نمبر (۴۵) سے بھی ثابت ہے، دریں صورت اگر واقعتاً امام ابوحنیفہ کا وہی موقف ہے جو خوارزمی اور اس جیسے کذابین بتلاتے ہیں تو امام ابوحنیفہ نص قرآنی ونصوص نبویہ کثیرہ کے محض رائے پرستی کی بنا پر مخالف قرار پاتے ہیں، اگر ائمہ اہل حدیث نے ان پر ترک نصوص کا الزام لگایا تو بالکل بجا ہے۔

مرتدہ عورت کے قتل کا مسئلہ

تلبیس کار اعظم وکذاب اعظم خوارزمی نے کہا:

''جو عمومی نصوص قتل مشرکین کی بابت وارد ہوئے مخالفین ابی حنیفہ ابوحنیفہ کو ان کا تارک ومخالف کہتے ہیں، محض رائے پرستی کے باعث امام ابوحنیفہ نے ایسا کیا، حالانکہ ابوحنیفہ نے عورت وشیخ فانی ورہبان واحبار کو امام شافعی کے بر خلاف قتل کرنے سے منع جامع ترمذی میں منقول اس صحیح حدیث کی بنا پر کیا ہے کہ آپ ﷺ نے بعض غزوات میں بعض مقتولہ عورتوں کو دیکھ کر فرمایا کہ عورتوں ونابالغ بچوں کو قتل نہ کیا جائے۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ ذمی ودار الامن کے مشرکین کو قتل کرنے سے شریعت نے بالیقین منع کیا ہے اور اس پر ائمہ اہل حدیث بشمول امام شافعی کا عمل وفتوی بھی ہے، اس کے خلاف امام شافعی کی طرف کوئی موقف منسوب کرنا خوارزمی اور اس جیسے عظمائے کذابین کی خالص افترا پردازی ہے، نیز حربی کفار ومشرکین کی عورتوں، نابالغ بچوں، فانی شیوخ اور گوشہ نشیں بے ضرر عباد وزہاد کے قتل سے بھی نصوص کی بنا پر بشمول امام شافعی ائمہ اہل حدیث منع کا فتوی دیتے ہیں، یہ جھوٹی بات کہہ کر خوارزمی وموافقین خوارزمی نے بھاری کذب بیانی یا جہل مرکب کا ثبوت دیا ہے، حربی مشرکین جو اسلام پر حملہ آور ہوں اور مسلمانوں سے بر سر پیکار ہوں انھیں بھی خوارزمی والی دلیل کی بنا پر اہل اسلام مجاہدین قتل نہ کریں؟ خوارزمی اور اس جیسے کذابین کیا فتوی دیتے ہیں؟

اصل معاملہ یہ ہے کہ مرتد ہو جانے والے مرد وعورت کو علی الاطلاق شریعت نے مہلت دے کر رفع شکوک کے باوجود توبہ ورجوع

---

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٥١، ٥٢)

[2] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٥٢)

نہ کرنے پر سزائے قتل کا حکم دے رکھا ہے مگر امام ابوحنیفہ کا فتوی ہے کہ مرتد ہوجانے والی مشرکہ کافرہ عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ کا یہ فتوی بہت ساری احادیث صحیحہ کے خلاف خالص رائے پرستی پر قائم ہے، کیا عورت اگر شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کا ارتکاب کرے یا کسی کو ناحق قتل کرے تو محض عورت ہونے کے سبب اسے بذریعہ سنگ ساری یا بطور قصاص قتل نہیں کیا جائے گا؟ اس میں امام ابوحنیفہ بھی نہ جانے اپنے کس اصول سے موقف اہل حدیث ہی کے موافق ہیں۔ مرتدہ عورت کے قتل نہ کیے جانے کا فتوی دے کر رائے پرستی کے سبب امام ابوحنیفہ مخالف نصوص قرار پا کر اہلحدیث کے یہاں مطعون قرار پائے، یہی مقلدین حنفیہ تسلط وغلبہ پاکر حدود وقصاص کو معطل کر کے عظمت اسلام کو ختم کرنے کے باعث ہوئے، اسی کی پاداش میں جملہ اہل اسلام آج تک ایک زمانے سے گرفتار آفات و بلیات ہیں، پھر بھی وہ اپنی ایسی مہلک تقلید پرستی سے دست بردار نہیں ہوتے بلکہ پوری دنیا کو اپنے جیسا تقلید پرست بنانے کے لیے کھربوں سے بھی زیادہ رقوم خرچ کر کے سرگرم عمل و جوشاں و کوشاں ہیں۔ اس مذموم وبلا خیز تقلید پرستی کے ذریعہ بے گناہ اہل حدیث کو بھی گیہوں کے ساتھ ساتھ پیسے جانے کی مثل کے مطابق مبتلائے بلا کر دینے کا خونِ مظلومیت انھیں مقلدین کے سر ہے، دنیا میں اگر نہیں تو آخرت میں اس کی سزا انھیں مل کر رہے گی، یہاں تو تقلید پرستی کی ترویج واشاعت کے بدلے یہ ائمہ تقلید پرستی خوب شکم پروری وعیش وعشرت کر رہے ہیں، اس کا بدلہ انھیں ضرور ہی ملنے والا ہے، خالص توبہ کر کے مریں تو بات دیگر ہے۔

شکار کے لیے سدھائے کتے کے شکار کا مسئلہ:

خوارزمی نے کہا:

> ''سدھائے کتے کے شکار کردہ جانور کے گوشت کے مباح ہونے پر احادیث وارد ہوئی ہیں، امام ابوحنیفہ کا فتوی ہے کہ شکار کردہ جانور میں سے اگر یہ کتا کچھ کھالے تو اس شکار کا کھانا مباح نہیں، امام شافعی کا ایک قول اس کے خلاف ہے، بنابریں اہل حدیث ابوحنیفہ کو رائے پرستی کے سبب احادیث کا تارک کہتے ہیں، حالانکہ امام ابوحنیفہ کا استدلال صحیحین میں منقول اس حدیث عدی بن حاتم طائی سے ہے کہ تمہارا سدھائے کتا اگر اپنا شکار کردہ جانور کھائے بغیر شکار کر لے تو اسے کھاؤ لیکن اگر اس میں سے کچھ کھالے تو مت کھاؤ۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ بعض احادیث صحیحہ میں سدھائے کتے کے اپنے شکار کردہ جانور میں سے کچھ کھا لینے پر بھی اسے کھانے کی اجازت منقول ہے، جن احادیث میں ممانعت ہے انھیں کراہت تنزیہی پر محمول کرتے ہوئے متعدد ائمہ اہل حدیث تمام احادیث میں تطبیق کی غرض سے کھانے کا فتوی دیتے ہیں اور کچھ ائمہ نہیں بھی دیتے، اس کی وجہ سے امام ابوحنیفہ پر ائمہ اہل حدیث نے ترک نصوص کا الزام نہیں لگایا نہ مطعون کیا بلکہ انھیں مطعون کرنے اور موردالزام قرار دینے کے بہت معقولہ اسباب ہیں، خوارزمی اور اس جیسے عظمائے کذابین نے ائمہ اہل حدیث پر یہ محض افترا پردازی کر رکھی ہے۔

شوہر یا بیوی پر میراث کے بچے ہوئے حصہ کو نہ لوٹانے کا مسئلہ:

خوارزمی نے کہا:

---

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٥٢)

''اہل میراث پر بچے ہوئے حصے کو بانٹنے اور شوہر یا بیوی کے لیے نہ باٹنے پرا حادیث منقول ہیں، امام شافعی کہتے ہیں کہ یہ حصہ زوجہ کو نہ دے کر بیت المال کو دیا جائے گا، بنابریں یہ لوگ یعنی ائمۂ محدثین ابوحنیفہ پر ترک احادیث کا طعنہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ انھوں نے محض قیاس پرستی کے سبب احادیث کو ترک کیا ہے۔ حالانکہ امام ابوحنیفہ نے صحیحین میں مروی ابو ہریرہ کی حدیث نبوی پر عمل کیا ہے کہ حاملہ عورت کو مار کر اس کے بچے کو ساقط کر دینے پر جو تاوان عائد ہوا اور وہ عورت مرگئی تو اس تاوان سے آپ ﷺ نے اس کے شوہر کو بھی حصہ دلایا اور دیت کی ذمہ داری عصبۂ قاتلہ پر ڈالی، اس طرح کی کئی حدیثوں کی تخریج میں امام مسلم امام بخاری کے بالمقابل منفرد ہیں۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ خوارزمی کا یہ بیان تلبیس وا کاذیب پر مشتمل ہے اور اس کی تحقیق تفصیل طلب ہے جسے ہم آگے چل کر پیش کریں گے۔

خوارزمی کی ڈینگ بازی:

مذکورہ بالا اکاذیب وتلبیسات کو ذکر کر کے خوارزمی نے اپنے جیسے دیگر عظمائے کذابین کی طرح کہا:

''خطیب اور ان جیسے دوسرے لوگوں نے جن باتوں کی بنیاد پر ابوحنیفہ کو قیاس پرستی کے سبب ترکِ احادیث کا الزام لگایا ہے وہ سب یہی ہیں اور ہماری پیش کردہ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ خطیب اور ان جیسے لوگوں کا امام ابوحنیفہ پر یہ طعن بہتان وافترا ہے، امام ابوحنیفہ واصحاب ابی حنیفہ ان الزامات سے بری ہیں، وہ صرف حدیث نہ ہونے کی صورت میں تمام مجتہدین کی طرح اجتہاد سے کام لیتے ہیں، خطیب کی ساری باتوں کا جواب میں نے دیدیا۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ خوارزمی اور اس جیسے عظمائے کذابین نے خطیب اور دوسرے ائمہ اہل حدیث کے اعتراضات کا جو جواب دیا ہے وہ اولاً بالکل ناکارہ وبیہودہ ولغو ولایعنی وجھوٹ ودجل وفریب ہے۔

ثانیا: خوارزمی کے ذکر کردہ امور میں سے شاید ہی کسی بات کا ذکر امام ابوحنیفہ کی تجریح میں حافظ خطیب نے کیا ہے، یہ ساری باتیں اکاذیب خوارزمی وموافقین اکاذیب خوارزمی میں سے خالص جھوٹ ہیں، حافظ خطیب نے جو تجریحی روایات ائمہ اسلام سے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کی بابت نقل کی ہیں ان میں سے اکثر کو دیکھ سن کر ہمارے قلب وجگر وذہن ودماغ اور اعصاب پر لرزہ طاری ہوتا اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اسی لیے ہم انھیں نقل کرنے سے اغماض وخاموشی اختیار کرتے ہیں ورنہ ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں کچھ تو پوچھو کہ مدعا کیا ہے؟

خوارزمی کی مزید لغو طرازیاں (عربی لغت دانیٔ ابی حنیفہ):

حافظ خطیب کے خلاف مندرجہ بالا انبار اکاذیب وتلبیسات جمع کرنے پر خوارزمی کذاب کو آسودگی نہیں ہوئی جبکہ وہ کہہ چکا کہ خطیب کی باتوں کا سب یہی جواب ہے تو خوارزمی نے خطیب کے خلاف اپنی مزید لغو طرازیوں کا طویل سلسلہ شروع کرتے ہوئے کہا:

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٥٢، ٥٣) [2] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٥٣)

''خطیب نے ابوحنیفہ کی عربی دانی میں غلطی کا شکار ہونا بتلاتے ہوئے جو یہ کہا کہ امام ابوحنیفہ نے غیر دھار دار وزنی ہتھیار سے قتل پر عدم قصاص کا فتوی بایں الفاظ دیا "ولو رماه بأبا قبيس" اس کا جواب تین طرح سے ہے، ایک یہ کہ یہ بھی عربی لغت کی مشہور بولی کے مطابق ہے، حارثی شاعر نے یہ کہا، سیبویہ نے یہ کہا زجاج نے یہ کہا الخ۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ یہ خطیب پر خوارزمی کا بہتان ہے، خطیب نے امام ابوحنیفہ کی بابت یہ بات نہیں کہی بلکہ بعض دیگر حضرات نے کہی ہے، خطیب صرف ناقل ہیں، امام ابوحنیفہ عربی النسل نہیں بلکہ عجمی تھے، اچھے خاصے عربی النسل لوگوں سے بعض صرفی لغوی نحوی غلطی صادر ہو جاتی ہے اگر امام ابوحنیفہ جیسے غیر عربی آدمی سے ایسی غلطی بالفرض ہوئی تو وہ معذور ہیں، اس کی بنا پر انھیں مطعون نہیں کیا جا سکتا، اصل مطعون کرنے کی بات ان الفاظ کے ساتھ ان کا فتوی ہے کہ غیر دھار دار آلہ خواہ کوہ ابی قبیس جیسا وزنی ہو تو اس پر قصاص لازم نہیں آتا کتاب وسنت میں قصاص کے لیے ایسی کوئی قید نہیں بلکہ اطلاق ہے، لہٰذا قتل عمد کے لیے دھار دار یا غیر دھار دار آلہ یا محض گلا دبا کر یا پانی میں ڈبو کر عمداً قتل کیا گیا ہو تو نصوص کتاب وسنت اور عمل خلفائے راشدین کے مطابق قصاص لازم آئے گا، اپنے اس فتوی سے امام ابوحنیفہ نے محض رائے کے ذریعہ نصوص شرعیہ کی خلاف ورزی کی ہے۔

خوارزمی کی مزید بدعنوانی:

اپنی کذب بیانی کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے خوارزمی کذاب اعظم نے کہا:

''بندۂ ضعیف (خوارزمی کذاب) کہتا ہے کہ میں نے امام المسلمین وامیر المؤمنین علی بن ابن ابی طالب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک تحریر دیار مصر میں دیکھی کہ حضرت تمیم داری اور ان کے بھائیوں کو فلاں فلاں شامی بستیاں بشمول قریۂ ابراہیمی بطور جاگیر عنایت کیں، اس تحریر کے آخر میں لکھا تھا کہ یہ تحریر ''علی بن ابو طالب'' کی ہے جس پر ابوبکر بن ابوقحافہ وفلاں فلاں ومعاویہ بن ابوسفیان گواہ ہیں۔''

امیر المومنین علی مرتضی آپ ﷺ کے بعد افصح العرب تھے جنھوں نے عربی قاعدہ کے برخلاف ''ابی طالب'' کی جگہ ''ابو طالب'' اور ''ابی قحافہ'' کی جگہ ''ابوقحافہ'' اور ''ابی سفیان'' کے بجائے ''ابوسفیان'' لکھا، اباقبیس اسم علم ہے جو فاعل کے سبب نہیں بدلتا، اس لیے ابوحنیفہ کے ''اباقبیس'' کہنے پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔''[2]

ہم کہتے ہیں کہ اپنے دور کے کذاب اعظم مصنف انوار اور ان کے ہم خیال عظمائے کذابین اس جامع مسانید ابی حنیفہ کو تصنیف ابی حنیفہ کہتے ہیں تو اس میں وفات ابی حنیفہ کے بہت بعد پیدا ہونے والے حارثی سیبویہ و زجاج کا ذکر کہاں سے آ گیا؟ اور خوارزمی جب بذات خود بہت بڑا کذاب ہے جو ساتویں صدی کا کذاب ہے، اس نے حضرت تمیم داری اور ان کے بھائیوں تک اس تحریر علی مرتضی کی صحیح سند بیان کیے بغیر اتنا بڑا مشتمل بر افترا دعوی کر دیا، کیا عہد نبوی میں ملک شام مفتوح ہو گیا تھا کہ آپ ﷺ اس کے قری بطور جاگیر تمیم داری کو دینے کی دستاویز لکھواتے؟ اس کذاب اعظم کا جھوٹ ودجل ودروغ بے فروغ صرف اسی بات سے اظہر من الشمس ہے، کیا اس سے بڑا بے حیا وکذاب کسی نے دیکھا سنا ہے؟

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة (١/ ٥٣)

[2] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٥٣، ٥٤)

خوارزمی کے دوسرے جواب پر نظر:

خوارزمی نے اس کا دوسرا جواب بزعم خویش بقلم خود یہ دیا کہ ''سبط ابن الجوزی نے کہا کہ ابو حنیفہ کی طرف اس لفظ کا انتساب افترا ہے، ثقہ اربابِ نقل نے کہا کہ ابو حنیفہ نے "بأبي قبيس" کا لفظ کہا تھا۔'' ❶

ہم کہتے ہیں کہ سبط ابن الجوزی کا رافضی کذاب ہونا ہم واضح کر آئے ہیں، اس کذاب کے ثقہ اربابِ نقل کا حال اسی کذاب پر قیاس کر کے معلوم کیا جا سکتا ہے، اس کذاب نے ان ''ثقہ اربابِ نقل'' کے نام اور سندوں کا ذکر کیوں نہیں کیا کہ ہم بھی ان کا حلیہ دیکھتے۔ ''کذاب رافضی'' کے ''ثقہ اربابِ نقل'' قرار دیے ہوئے اگر بالفرض واقعتاً ثقہ اربابِ نقل ہوں تو اس کا بنیادی ناقل یہی رافضی کذاب ہے، بدعویٰ مصنف انوار وہم نوایانِ مصنف انوار جامع مسانید ابی حنیفہ تصنیف ابی حنیفہ ہے تو ان کی طرف سے سبط ابن الجوزی وخوارزمی جیسے کذابین کے دفاع کا ذکر کیسے آ گیا، جو وفات ابی حنیفہ کے صدیوں بعد ہوئے؟

خوارزمی کے تیسرے جواب پر نظر:

خوارزمی نے کہا:

''جو شخص علم نحو و اعراب میں ابو حنیفہ کی مقدار معرفت جاننا چاہے اور دوسرے ائمہ کے ساتھ فصاحت ابی حنیفہ کا موازنہ کرنا چاہے وہ جامع کبیر لمحمد کے مسائلِ ایمان کا مطالعہ کرلے تو اسے علم الاعراب میں تبحر ابی حنیفہ کا پتہ چلے گا، امام محمد نے تو امام ابو حنیفہ کے بحر علم سے چلو چلو بھر آب علوم حاصل کیے، اس کی شرح ائمہ نحو مثلاً ابن جنی، قاضی ابو سعید صیرافی وابو علی فارسی نے لکھی اور معترف ہوئے کہ اس کے مصنف کو بڑی گہرائی و گیرائی واعلیٰ ترین مرتبت علم نحو میں حاصل تھی، اور یہ بات اس امر کی دلیل ہے کہ خطیب نے کتاب مذکور کے مسائل ایمان کا مطالعہ نہیں کیا ورنہ وہ مغلوب ہوا پرستی ہونے کے باوجود اس طرح کی جرأت نہ کرتا کیونکہ صاحب علم دوسرے عالم کی قدر کرتا ہے، طبعاً اسے قدح ومکابرہ کی ہمت نہیں ہوتی، البتہ جاہل اس طرح کے جہل کی جرأت کر سکتا ہے، فاضل وکامل سلطان ملک معظم عیسی بن ملک عادل ابی بکر بن ابی ایوب بادشاہ شام نے امام الائمہ وسراج الائمہ ابی حنیفہ کے اوپر طعن خطیب کا بہت خوب جواب دیا ہے اور قابل وضاحت باتوں کی وضاحت کی ہے، اللہ تعالی اسے اسلام کی طرف سے جزائے خیر دے۔'' ❷

ہم کہتے ہیں کہ خطیب نے تو اس نقطۂ نظر سے ابو حنیفہ پر کوئی تجریح کی نہیں، امام محمد کا فصیح و بلیغ ہونا مسلم ہے، پتہ نہیں یہ فصاحت و بلاغت انھوں نے ابو حنیفہ کی تعلیم سے پائی یا کسی اور کے فیض سے؟ امام ابو حنیفہ کی صحبت میں بقول ابن حبان و دیگر ائمہ امام محمد صرف چند روز رہے، چند روزہ صحبتِ ابی حنیفہ سے امام محمد اتنے بڑے فصیح و بلیغ ہوئے تو معجزہ سے کم نہیں، امام ابو حنیفہ اقوال کوثریہ کے مطابق چالیس پچاس سال سے بھی زیادہ عمر میں پڑھ کر نہ جانے کس عمر میں درس وافتا کے لائق ہو سکے کہ ان کی تدریسی وافتائی سرگرمیوں سے ہر چہار جانب سے ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوا اور وہ ائمہ معاصرین بلکہ اپنے اساتذہ کی تجریحات

❶ جامع مسانيد أبي حنيفة (١/ ٥٤)

❷ جامع مسانيد أبي حنيفة (١/ ٥٤)

جدیدہ کے شکار ہوئے، ہمیں امام ابوحنیفہ کی فصاحت و بلاغت پر کچھ کہنا سننا نہیں ہے، جسے کہنا سننا ہو وہ ارشاد الاریب، معجم الادباء جیسی کتابیں دیکھے۔

جب یہ جامع مسانید ابی حنیفہ بدعویٰ مصنف انوار وان کے ہم نوا تصنیف ابی حنیفہ ہے تو اس میں دفاع عن ابی حنیفہ کے لیے شارحین کتاب جامع کبیر لمحمد کے نام اور ملک معظم یا خطیب کے نام کیسے آئے جبکہ وہ وفات ابی حنیفہ کے صدیوں بعد ظہور پذیر ہوئے؟

خوارزمی کی مزید بدعنوانی: کیا امام ابوحنیفہ کو عہدۂ قضا نہ قبول کرنے کے سبب کوڑے مارے گئے؟

خوارزمی نے کہا:

''خطیب کو اللہ معاف کرے انھوں نے ابوبکر بن عیاش سے نقل کیا ہے کہ ابوحنیفہ عہدۂ قضا قبول نہ کرنے کے سبب نہیں بلکہ خزاز میں (ریشمی کپڑے بننے والے یا ریشمی کپڑوں کا کاروبار کرنے والوں) کے عریف بنائے جانے کے عہدہ کو قبول نہ کرنے کے سبب کوڑے مارے گئے، اس کے تین طریق پر جواب ہیں۔ اول یہ کہ خطیب نے امام ابوحنیفہ کو رسوا کرنا چاہا لیکن انھوں نے خود اپنے آپ کو رسوا کرلیا، حد تواتر کو پہنچنے والی روایات سے یہ مشہور و معروف بات ہے کہ امام ابوحنیفہ عہدۂ قضا نہ قبول کرنے کے سبب مارے گئے، ان روایات کو خود خطیب نے پوری ایک جماعت سے نقل کیا، پھر ان کا انکار کیسے ممکن ہے؟ بلکہ جو بھی یہ دیکھے گا وہ خطیب کے مغلوبِ ہوا پرستی وقلتِ حیا پر تعجب کرے گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ خطیب نے خود ابوبکر بن عیاش پر کئی جگہ طعن نقل کیا، اور کثیر الغلط کہا اور اسے ابونعیم وابن معین سے نقل کیا۔ پھر عجب معاملہ ہے کہ ایک جگہ خطیب نے توثیق ابوبکر بن عیاش کی اور دوسری جگہ تجریح کی، عاقل کی اقل ترین شان یہ ہوتی ہے کہ وہ متناقض الکلام نہیں ہوتا۔ تیسرا جواب یہ کہ عریف الخزازین ہونے سے انکار ابی حنیفہ اور ملوکِ بنوامیہ کے اس طرح کے حکم ماننے سے امام ابوحنیفہ کی سرتابی محض آل نبوی سے محبت ابی حنیفہ کے سبب امام ابوحنیفہ کے نقص پر دال نہیں بلکہ ان ظالموں کے علم کی قباحت پر دال ہے، اور یہ بات کیسے صحیح ہوسکتی ہے جبکہ خطیب نے خود ہی نقل کر رکھا ہے کہ ابن ھبیرہ حاکم بنوامیہ برعراق نے عہدۂ قضا نہ قبول کرنے پر امام ابوحنیفہ کو مارا۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ اولاً: حافظ خطیب نے جس کے متعلق جو روایت پائی اپنی صوابدید سے نقل کی، انھیں اس نقل سے کسی کی تذلیل مقصود نہیں بلکہ اہل تحقیق ان کی اسانید پر بحث ونظر کر کے جو چاہیں نتیجہ نکالیں، خوارزمی جیسے کذاب کے سب وشتم سے خطیب جیسے ثقہ جبل العلم کی رسوائی نہیں ہوسکتی بلکہ ثقہ عظیم المرتبت امام کے سب وشتم سے خود خوارزمی جیسے عظمائے کذابین کی رسوائی میں غیر معمولی اضافہ در اضافہ ہوگا، اور راوی سے متعلق خطیب کے مختلف روایات نقل کر دینے سے خطیب کی رسوائی کیونکر ہوسکتی ہے جبکہ قدیم ایام سے یہ سنت جاریہ چلتی آرہی ہے حتی کہ امام ابوحنیفہ بھی اسی سنت جاریہ پر بدعویٰ خوارزمی اور اس جیسے کذابین گامزن تھے، اگر سنت جاریہ پر چلنے سے خطیب کی رسوائی ہوسکتی ہے تو اس سے کہیں زیادہ امام ابوحنیفہ کی رسوائی اس لیے ہوگی کہ وہ خطیب سے بلحاظ زمانہ بہت مقدم ہیں۔

---

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٥٥)

ثانیاً: خوارزمی اور اس جیسے عظمائے کذابین کا یہ دعوی مکذوب محض ہے کہ حدتواتر کو پہنچنے والی روایات معروفہ ومشہورہ سے ثابت ہے حتی کہ خطیب سے بھی کہ عہدۂ قضا قبول نہ کرنے کے باعث امام ابوحنیفہ مارے گئے، کوئی ایک بھی صحیح ومعتبر روایت اس دعوئ مکذوبہ کے اثبات پر نہیں جسے دعوی ہو وہ دائرہ تحقیق وشرافت میں رہتے ہوئے اسے ثابت کرے، ہمارا دعوی ہے کہ یہ فرقہ اسے ثابت نہیں کرسکتا، عریف الخزارین بننے سے انکار پر امام ابوحنیفہ کے مارے جانے کی نقل ابوبکر بن عیاش سے خطیب نے اپنی تاریخ کے ترجمۂ محمد بن داود بن خلف اصبہانی (۳/ ٦٧) اور جلد (۱۳) ترجمہ ابی حنیفہ میں ذکر کی ہے اور مجموعی طور پر یہ روایت صحیح ہے۔

خطیب کی اس روش پر کیسے تعجب ہے؟ فرقہ کذابہ جہمیت زدہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ مقلدہ کو تعجب ہو تو کذابین کے تعجب پر کوئی تعجب نہیں، کذابین اپنے مقصد کی برآری کے لیے ہر قسم کے اکاذیب گھڑ سکتے ہیں۔

ثالثاً: ابوبکر بن عیاش صحیحین کے راوی ہیں جن کو خوارزمی جیسے کذابین اور فرقہ دیوبندیہ کے امام العصر لوگ ثقہ وصحیح الروایہ کہتے ہیں، ان پر اگر کوئی طعن خطیب نے یا کسی نے کسی سے نقل کیا تو وہ مدفوع ہے۔ جس روایت کی نقل میں ابوبکر سے صدور خطا ثابت ہو جائے اسے رد کر دیا جائے گا۔ باقی روایات مطلقاً معتبر مانی جائیں گی۔ ضرب ابی حنیفہ کی روایات میں کوئی تناقض نہیں بظاہر تناقض والی موصوف کی نقل کردہ روایات میں موجود تناقض اگر واقعتاً تناقض ہو تو اس کی کوئی ذمہ داری خطیب پر نہیں عائد ہوتی، وہ صرف صحت نقل کے ذمہ دار ہیں، کیا اس فرقہ کا کوئی شخص خطیب کی صحت نقل سے انکار کی جرأت کر سکتا ہے؟ اگر ہاں تو ثابت کرے کہ فلاں روایت کی سند ومتن کی نقل میں خطیب صحیح النقل نہیں ہیں؟

رابعاً: ہوا پرستی وتقلید پرستی واکاذیب پرستی سے مغلوب جہمیت زدہ فرقہ مرجیہ رائے پرست حنفیہ سے خطیب یا ان جیسے ثقہ ائمہ پر بے حیائی اور ایسے رذائل کا الزام مکذوب لگانے والا یہ فرقہ تو خود بہت بڑا بے حیا سوز واکاذیب پرست ہے۔

خامساً: فرقہ مرجیہ یہ نعرہ بہت لگاتا ہے کہ امام ابوحنیفہ آل رسول علیہ السلام سے محبت وعقیدت بہت رکھتے تھے، یہی دعوی عام اہل کوفہ کا بھی تھا مگر اہل کوفہ آل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جس طرح کا معاملہ غدر وبے فائی، ان کے ساتھ جھوٹے دعاوئ عقیدت رکھتے اور دوسری طرف ان کے خلاف سازشیں کرتے اور انھیں تنگ کرتے وہ کوئی مخفی چیز نہیں، حنفی مذہب میں پنج گانہ فرض نمازوں اور غیر فرض نمازوں میں قعدۂ اخیرہ میں رسول اللہ ﷺ وآل رسول ﷺ پر درود وسلام کا پڑھنا فرض نہیں بلکہ بعض روایات کے مطابق پوری زندگی میں ایک بار آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر محض ایک بار درود پڑھ لینا کافی ہے، حضرت امام ابن المبارک وغیرہ کا یہ بیان گزرا کہ مجلس ابی حنیفہ میں درود نہیں پڑھا جاتا تھا تو خارج درسگاہ بدرجۂ اولی نہیں پڑھا جاتا ہوگا، امام ابوحنیفہ کی طرف کذابین کا یہ انتساب کہ وہ ہمہ وقت قال اللہ وقال الرسول ﷺ پڑھا کرتے تھے، اس کی بابت امام ابن المبارک کی شہادت مذکور کافی ہے، ابن المبارک کا یہ بیان بھی ہے کہ دن بھر رات گئے تک امام ابوحنیفہ رائے و قیاس والے مسائل میں مستغرق رہا کرتے تھے۔ انھیں عبادت اور قال اللہ و قال الرسول ﷺ کا موقع ہی کہاں ملتا تھا؟ اکابر ائمہ معاصرین ابی حنیفہ کی شہادت ہے کہ امام ابوحنیفہ ہمہ وقت خصومات و نزاعات فقہیہ میں مستغرق رہتے، وہ فقیہ اور محدث کب اور کیسے ہو گئے؟ یہ ہم دوسرے ائمہ کی بات نقل کر رہے ہیں،

ہماری طرف یہ بات فرقۂ مرجیہ رائے پرست حنفیہ کوثریہ دیوبندیہ منسوب کرنے کا مجاز نہیں، دیوبندیہ فرقہ رائے پرست کسی معتبر سند سے ثابت کرے کہ امام ابوحنیفہ نے فی الواقع کبھی آل رسول کی زبانی عقیدت کے بجائے معنوی معاونت و حمایت بھی کی ہے؟

سادساً: خوارزمی کذاب نے جو یہ کہا کہ ابن ہبیرہ اموی گورنر نے عہدۂ قضا قبول نہ کرنے کے سبب امام ابوحنیفہ کو زدوکوب کیا، ہم دیکھتے ہیں کہ مار کے ڈر سے امام ابوحنیفہ نے بطور تقیہ اپنے عقیدۂ خلق قرآن تک سے ظاہراً رجوع کر لیا، وہ عہدۂ قضا نہ قبول کر کے اپنے آپ کو زدوکوب کرانے کے لیے کیوں تیار ہوئے؟

ہم دیکھتے ہیں کہ جولاہوں کا عریف بننے سے انکار پر جب امام ابوحنیفہ مارے گئے تو انھوں نے مزید سزا سے بچنے کے لیے یہ عہدۂ عریف جولاہ گیری قبول کر کے جولاہوں کے عریف بن گئے۔

امام ابن عدی نے کہا:

”حدثنا يحيىٰ بن زكريا نا ابن حيوة حدثنا أيوب بن سافري ثنا شاذان الأسود بن عامر ثنا أبو بكر بن عياش قال: كان أبو حنيفة عريفا على الحاكة بدار الخزازين.“[1]

”ابوبکر بن عیاش نے کہا کہ ابوحنیفہ ریشمی کپڑے بننے جانے والے سرکاری کارخانے میں جولاہوں کے عریف تھے۔“

اس روایت معتبرہ سے صاف ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ نے جولاہوں کا عریف بننے سے جو انکار کیا تھا اس انکار پر انھیں سخت سزا، زدوکوب وقید و بند وحبس وجیل دی گئی، اس کے نتیجے میں انھوں نے اپنی عافیت اس میں سمجھی کہ مزید پریشانیوں میں مبتلا ہونے سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے جولاہوں کا عریف بن ہی جائیں اور وہ جولاہوں کے عریف بن بھی گئے، امام ابوبکر سے اس روایت کے ناقل امام شاذان اسود بن عامر شامی صحیحین اور دوسری کتب حدیث کے نہایت ثقہ راوی ہیں۔[2] شاذان سے اس کے راوی ایوب بن سافری سے مراد ایوب بن اسحاق بن ابراہیم بن سافری بتصریح ابن ابی حاتم صدوق تھے۔[3] اور ابن حیوہ و زکریا بھی معتبر ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ خطیب نے ایک روایت یہ نقل کی ہے کہ ضرب منصور سے خوف زدہ ہو کر امام ابوحنیفہ نے عہدۂ قضا قبول کر لیا تھا، تین دن عدالت میں انھوں نے حاضری بھی دی، ابتدائی دو دنوں میں ان کے پاس کوئی کیس ہی نہیں آیا، تیسرے دن ایک کیس آیا مدعی کا دعوی تھا کہ مدعی علیہ وفریق ثانی پر میرے دو درہم قرض ہیں جس کا وہ منکر ہے، اس دعوی پر مدعی کے پاس شہادت نہیں تھی، مدعی کے مطالبہ پر مدعی علیہ سے قسم لینے کی نوبت آئی، مدعی علیہ کو امام ابوحنیفہ نے قسم نہیں کھانے دی بلکہ اپنی طرف سے مدعی کو دو درہم دے دیے اور قصہ ختم ہوگیا، اس کے بعد ابوحنیفہ بیمار ہو کر صرف چھ دن کے اندر فوت ہوگئے۔[4] ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ایک روایت کے مطابق ابوحنیفہ تعمیر بغداد کے لیے اینٹیں گننے کا سرکاری کام کرتے تھے۔[5] ان روایات کی بابت فرقۂ کذابہ کیا کہتا ہے؟ ابوبکر بن عیاش نے کہا کہ یہ کہنا غلط ہے کہ ابوحنیفہ عہدۂ قضا قبول نہ کرنے کے سبب مارے گئے، صحیح یہ ہے

---

[1] الكامل لابن عدي (٧/ ٢٤٧٦)
[2] عام كتب رجال، تهذيب التهذيب وغيره.
[3] الجرح والتعديل (٢/ ٢٤١)
[4] خطيب (١٣/ ٣٢٩)
[5] خطيب (جلد: ١)

کہ جولاہوں کے کارہائے بنائی کی نگرانی کے سرکاری حکم عدولی کے سبب وہ مارے گئے۔ اس روایت کی سند یہ ہے:

"قال الخطيب: أخبرني أبو عبد الله بن عبد الواحد أخبرنا محمد بن العباس حدثنا أحمد بن نصر الحافظ حدثنا إبراهيم بن عبد الرحيم حدثنا أبو معمر قال قال أبو بكر بن عياش." ❶

کوثری یا کسی آلۂ کار کوثری نے سند مذکور کے ایک راوی محمد بن عباس خزاز وغیرہ پر کلام کیا، جس کی تکذیب کر کے علامہ معلّمی نے طلیعۃ التنکیل (ص: ۴۰، ۴۱) اور التنکیل (۱/ ۴۵۰ تا ۴۵۳) میں خزاز کا ثقہ ہونا واضح کر دیا ہے، نیز اس کے دوسرے راوی ابومعمر اسماعیل بن ابراہیم ہروی کوفی پر بھی کلام کیا، جسے مکذوب قرار دے کر علامہ معلّمی نے ابومعمرم کا ثقہ ہونا واضح کر دیا۔ ❷ یعنی موصوف ثقہ ہیں، اس کے بقیہ رجال بھی ثقہ ہیں اور اس کی دوسری سند خطیب (ج:۳) میں ہے، وہ بھی قوی ہے۔

جن احادیث پر امام ابوحنیفہ ایک عرصہ تک عامل تھے، بعد میں ان سے منحرف ہو گئے:

خوارزمی کذاب نے کہا:

''خطیب نے ابوحنیفہ پر الزام لگایا کہ وہ احادیث پر عمل پیرا رہنے کے بعد ان سے منحرف ہو گئے، اس کے تین جواب ہیں، ایک یہ کہ غلطی سے حق کی طرف رجوع بہتر ہے، غلطی کے صحیح ہونے پر اصرار جبکہ معلوم ہو جائے کہ یہ احادیث منسوخہ ہیں یا قابل تاویل یا مرجوحہ یا مخالف کتاب اللہ ہیں غلط کاری ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جس طرح ابوحنیفہ نے اپنے بعض اقاویل سے رجوع کیا، امام شافعی نے بھی بکثرت رجوع کیا۔ تیسرے یہ کہ کسی دنیوی غرض کے بغیر محض دینی امور کے پیش نظر پہلے قول سے دوسرے کی طرف رجوع محمود ہے مذموم نہیں۔'' ❸

ہم کہتے ہیں کہ خطیب نے یہ نہیں کہا کہ احادیث پر ایک زمانہ تک عمل کے بعد ان سے ابوحنیفہ منحرف ہو گئے بلکہ اس معنی کی روایات نقل کیں کہ ایک رائے سے دوسری رائے کی طرف امام ابوحنیفہ بکثرت رجوع کرتے تھے، ان روایات کے خطیب صرف ناقل ہیں، ائمہ کرام نے البتہ اس طریق ابی حنیفہ پر نقد کیا ہے، احادیث بھلا کب مخالف کتاب اللہ ہوتی ہیں؟ یہ خوارزمی کی کذب آفرینی ہے، ایک رائے سے دوسری رائے کی طرف منتقلی اس بات کی دلیل ہے کہ امام ابوحنیفہ رائے پرست تھے، انھوں نے اپنے مذہب کو مجموعۂ رائے وقیاس کہا بھی ہے، مزید یہ کہا ہے کہ میرا مجموعہ رائے وقیاس والا مذہب مجموعۂ اغلاط و اکاذیب واباطیل وشرور وفتن ہے، خوارزمی جیسے کذابین کو سب وشتم کرنا ہو تو وہ امام ابوحنیفہ پر کریں، دوسروں نے صرف امام ابو حنیفہ کی کہی ہوئی باتوں کی معنوی تعبیر کر دی ہے، تمام ائمہ کرام سے کچھ نہ کچھ مسائل میں رجوع ثابت ہے لیکن یہ نہیں ثابت ہے کہ انھوں نے اپنے پورے مذہب کو مجموعۂ رائے وقیاس اور مجموعۂ اغلاط واکاذیب کہا ہے۔

''نحن مؤمنون عندنا وعند الله'' کا مسئلہ:

خوارزمی نے کہا:

''خطیب امام وکیع سے ناقل ہیں کہ ہم سفیان ثوری کی اس بات پر عامل ہیں کہ "نحن مؤمنون وما ندري ما لنا

---

❶ خطيب (١٣/ ٤٣٩)   ❷ التنكيل (١/ ٢٠٦، ٢٠٧)

❸ جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٥٥، ٥٦)

عند اللّٰہ" مگر ابوحنیفہ کا کہنا ہے کہ "نحن مؤمنون عندنا و عند اللّٰہ" ہمارے نزدیک قول ابوحنیفہ اللہ کے ساتھ جرأت ہے، اس کے چار جوابات ہیں، ایک یہ ہے کہ خطیب نے امام ابوحنیفہ کی مذمت کرنی چاہی مگر مدح کر بیٹھے کہ ذات الٰہی وصفات الٰہی کے معاملے میں ان کے اور اپنے درمیان فرق بتلایا اور علم کلام میں بھی ابوحنیفہ کے تبحر کا اعتراف کیا، دوسرے یہ کہ یہ علم کلام سے متعلق مسئلہ ہے، جو اہل علم پر مخفی نہیں اور کلامِ خطیب کی صرف ایسے جہال کے یہاں پذیرائی ہوسکتی ہے جنھیں روایت حدیث کے علاوہ علم کلام میں کوئی درک نہیں۔ تیسرے یہ کہ ایمان میں شک دین محمدی ہی میں شک ہے، حضرت حارثہ سے آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تمہاری صبح کیسی ہوئی؟ حارثہ نے کہا: "صبحت مؤمنا حقاً" یہ حدیث شک فی الایمان کرنے والوں پر رد ہے، سفیان ثوری کا اپنے اس قول سے نیز دوسرے اقوال سے اقوال ابوحنیفہ کی طرف رجوع ثابت ہے۔ چوتھے یہ کہ خطیب نے وکیع کو ضعیف کہا اور امام احمد سے نقل کیا کہ غیر وکیع میرے نزدیک وکیع سے اثبت ہیں، جسے خطیب نے ضعیف کہا اس کی روایت طعن ابی حنیفہ کے لیے کیوں نقل کی؟[1]

ہم کہتے ہیں کہ یہ سب اکاذیب وتلبیسات خوارزمی اور اس جیسے دیگر کذابین کے اکاذیب ہیں، خوارزمی ہی کی نقل کردہ روایات سے ثابت ہے کہ علم کلام کو زندقہ والحاد قرار دے کر اس میدان کو چھوڑ کر درس گاہِ حماد میں داخل ہوکر روزانہ تین فقہی مسئلے اٹھارہ سال یا بقول کوثریہ پچیس سال سے بھی زیادہ پڑھتے رہے اور کلام کی خدمت کرتے، جس علم کی خدمت تمام ائمہ حنفیہ کرتے رہے اسی کو خوارزمی کا ممدوح کہنا اور اس کو فضیلت ابوحنیفہ کی دلیل قرار دینا خوارزمی جیسے کذاب اعظم اور اس کے ہم نوا عظمائے کذابین کا شیوہ و شعار ہوسکتا ہے، پھر ابوحنیفہ نے اپنے ذرائع سے کام لے کر اپنے استاذ خاص کو مرجی بنا کر ہی دم لیا، دوسرے اساتذہ کو مرجی بنانے میں موصوف ابوحنیفہ کامیاب نہ ہوسکے۔

خطیب پر خوارزمی کا یہ افترا ہے کہ انھوں نے امام وکیع کو ضعیف قرار دیا، البتہ تمام ائمہ نے ضرور ابوحنیفہ کو بہت سارے مطاعن وجروح سے مطعون و مجروح کیا جو خطیب سے بہت پہلے مشہور ومعروف تھے، الٹی کھوپڑی رکھنے والے خوارزمی اور ان جیسے عظمائے کذابین امام ابوحنیفہ کی اس بات کا مطلب نہ سمجھ پائیں تو الٹی کھوپڑی والے سمجھ ہی کیا پاتے ہیں کہ اسے سمجھیں۔ امام ابوحنیفہ نے کہا میرا مذہب مجموعۂ رائے و قیاس ہے اور یہ مجموعہ رائے و قیاس مجموعۂ اغلاط و اکاذیب واباطیل ہے، نہ ان کی ترویج بذریعہ روایت زبانی کرو نہ بذریعہ تحریر کرو۔ حارثہ والی روایت کا صحیح الاسناد اور غیر مرجیہ کا خانہ ساز نہ ہونے کا ثبوت اسی فرقہ کذابہ پر ہے۔ جس کا یک رکن رکین یہ خوارزمی کذاب بھی ہے، اکاذیب کی کوئی پذیرائی میدان تحقیق میں نہیں، اگر تمام امور میں اپنے اقوال سے رجوع کر کے اقوال ابوحنیفہ کو امام سفیان ثوری نے قبول کرلیا تھا تو خبر مرگ ابی حنیفہ سن کر انھوں نے یہ تبصرہ کیوں کیا کہ اچھا ہوا کہ دین کی ایک ایک کڑی توڑنے والے سے دنیا پاک ہوگئی، اہل اسلام کے لیے اس سے زیادہ مضر کوئی پیدا ہی نہیں ہوا؟ (كما مر تفصيله)

مرتکب کبائر کے ایمان کا مسئلہ:

خوارزمی کذاب نے کہا:

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٥٦، ٥٧)

’’خطیب وکیع سے ناقل ہیں کہ سفیان ثوری، ابن ابی لیلیٰ، شریک، حسن بن صالح وابوحنیفہ ایک جگہ اکٹھے تھے کہ اول الذکر چاروں نے آخر الذکر ابی حنیفہ سے کہا کہ جو آدمی اپنے باپ کو قتل کرڈالے، اپنی ماں سے زنا کرے، اپنے باپ کی کھوپڑی میں شراب خوری کرے، تو کیا وہ ایمان سے خارج ہو جائے گا ؟امام ابوحنیفہ نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ وہ مومن ہی رہے گا، اس پر ابن ابی لیلیٰ نے ابوحنیفہ سے کہا کہ میں تمھاری شہادت کبھی قبول نہیں کروں گا، سفیان ثوری نے کہا کہ میں تم سے کبھی کلام نہیں کروں گا، شریک نے کہا کہ اگر میری حکومت ہوتی تو میں تم کو فلاں فلاں طرح کی سزا دیتا، حسن بن صالح نے کہا تمھارا چہرہ دیکھنا میں اپنے لیے حرام سمجھتا ہوں، اس نقل کردۂ خطیب والی روایت کے چار طریق پر جوابات ہیں۔ ایک یہ کہ خطیب نے ابوحنیفہ کی عیب گیری کرنی چاہی مگر اپنے اس طرزِ عمل سے خطیب نے ابوحنیفہ کی فضیلت بیان کی اور ابوحنیفہ نے حق کے ذریعہ ناحق کو پامال کردیا اور ان تینوں اماموں کی قدح کرڈالی کیونکہ مرتکب کبیرہ گناہ کو ایمان سے خارج کرنا خوارج کا کام ہے، اس کے برعکس جمہور کا مسلک یہ ہے کہ ایمان مطلق سے خارج نہیں ہوگا ورنہ کافر قرار پائے گا، لہٰذا قول ابی حنیفہ حق وصحیح ہے، اور باقی تینوں کا قول خوارج کا قول ہے، دوسرے یہ کہ خطیب نے وکیع کو ضعیف کہا اور یہاں تناقض اختیار کر کے طعن ابی حنیفہ کے لیے ان کی بات کو حجت بنالیا، تیسرے یہ کہ وکیع کی باتوں میں تناقض ہے، کہیں ان سے مدح ابی حنیفہ و مدح اصحاب ابی حنیفہ منقول ہے، کہیں قدح منقول ہے، لہٰذا ساقط ہے، چوتھے یہ کہ ان چاروں کی تجریحِ ابی حنیفہ دو وجہ سے معتبر نہیں، ایک یہ کہ ابوحنیفہ کا ان چاروں سے زیادہ علم وفقہ والا ہونے میں کوئی خفا۔ (پوشیدگی) نہیں، دوسری یہ کہ ان چاروں نے امام ابوحنیفہ سے حسد کی وجہ سے یہ بات کہی جس کا بعض اوقات انھوں نے اظہار بھی کیا کہ ہم ابوحنیفہ سے حسد رکھتے ہیں، دریں صورت ان کی بات کا کیا اعتبار؟‘‘[1]

ہمارا تبصرہ:

ہم کہتے ہیں کہ کذاب اعظم خوارزمی نے اپنے جیسے عظمائے کذابین کی طرح خطیب کی نقل کردہ روایت مذکورہ میں لفظی و معنوی تحریفات کی ہیں، اور یہ یہود ونصاریٰ اور بے راہ روفرقوں کا خصوصی شیوہ اور شعار ہے، ایسی بے راہ روی سے اہل اسلام کو سخت تنفر وتوحش ہے، اس شیوہ و شعار والوں کو نصوص کتاب وسنت میں ملعون ومطعون اور بہت بڑا مجرم و بے حد غلط کار کہا گیا ہے، اپنے اس ملعون ومطعون ومجرمانہ وصف پر ان مجرمین کا نازاں وفرحاں ہونا ان کے ان اوصاف مذمومہ رذیلہ وملعونہ ومطعونہ میں غیر معمولی اضافہ کرنے والا ہے، پہلے ناظرین کرام یہ روایت مع سند ومتن ملاحظہ فرمائیں، پھر اس بیہودہ کذابہ فرقہ کی بیہودگی واکاذیب پرستی پر لعنت بھیجیں، لعنت بھیجنے سے زیادہ بہتر ہے کہ اس کے لیے دعائے اصلاح کریں، اگرچہ ایسی امید نہیں کہ عمداً وقصداً اس قسم کے اوصاف کا شیوہ رکھنے والے اور اس پر نازاں وشاداں رہنے والے اس فرقۂ کذابہ کی اصلاح ہو سکے، کیونکہ ایسے لوگ اصلاح پذیر ہونے کی صلاحیت سے عموماً محروم ہوتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٥٧)

روایت زیر بحث کی اصل عبارت مع سند:

خطیب نے کہا:

"أخبرنا الخلال حدثنا علي بن عمر بن محمد المشتري حدثنا محمد بن جعفر الآدمي حدثنا أحمد بن عبيد حدثنا طاهر بن محمد حدثنا وكيع قال: اجتمع سفيان الثوري وشريك والحسن بن صالح وابن أبي ليلى فبعثوا إلى أبي حنيفة فأتاهم، فقالوا له: ما تقول في رجل قتل أباه، و نكح أمه وشرب الخمر في رأس أبيه؟ فقال: مؤمن، فقال له ابن أبي ليلىٰ: لا قبلت لك شهادة أبداً، وقال له سفيان الثوري: لا كلمتك أبداً، وقال له شريك: لوكان لي من الأمر شيء لضربت عنقك، وقال له الحسن بن صالح: وجهي من وجهك حرام أن أنظر إلى وجهك أبداً."[1]

اصل عبارتِ روایت کا اردو ترجمہ:

اب ناظرین کرام اصل روایت کا اردو ترجمہ ملاحظہ کریں:

''وکیع نے کہا کہ سفیان ثوری وشریک وحسن بن صالح وابن ابی لیلیٰ کہیں اکٹھے ہوئے، انھوں نے ابوحنیفہ کو بلوانے کے لیے آدمی بھیجا تو ابوحنیفہ آئے، ان حضرات نے ابوحنیفہ سے کہا آپ ایسے آدمی (جو مدعی ایمان واسلام ہو) کی باعث کیا کہتے جو اپنے باپ کو قتل کر ڈالے اور اپنی ماں سے نکاح کرے اور اپنے باپ کی کھوپڑی میں شراب پیے؟ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ وہ مومن ہے، ابوحنیفہ کا یہ جواب سن کر ابن ابی لیلیٰ نے کہا میں تمھاری شہادت کبھی قبول نہیں کروں گا، سفیان ثوری نے کہا میں تم سے کبھی نہیں بولوں گا، شریک نے کہا اگر میری حکومت ہوتی تو تمہیں سزائے قتل دیتا، حسن بن صالح نے کہا تمھارے سامنے آنا میرے لیے حرام ہے، میں تمھارا چہرہ دیکھنا حرام سمجھتا ہوں۔''

ایضاح:

ناظرین کرام! دیکھیں کہ اصل روایت میں ہے کہ یہ چاروں جمع تھے، پھر انھوں نے کسی کو ابوحنیفہ کے پاس بھیج کر بلوایا تو ابوحنیفہ آئے مگر خوارزمی کذاب نے اس کے بجائے کہا کہ پانچوں افراد اکٹھے تھے کہ اول الذکر چاروں نے مسئلۂ مذکورہ ابوحنیفہ سے پوچھا، سوال یہ تھا کہ جو مدعی ایمان واسلام اپنے باپ کو قتل کر ڈالے اور اپنی ماں سے نکاح کر بیٹھے اور اپنے باپ کی کھوپڑی میں شراب خوری کرے، اس کی بابت آپ کا کیا موقف ہے؟ مگر خوارزمی نے اصل سوال میں تحریف کر ڈالی اور ماں سے نکاح کرنے کے بجائے کہا کہ ماں کے ساتھ زنا کرے، اور ایمان سے خارج ہونے اور نہ ہونے کی بابت سوال نہیں تھا مگر خوارزمی نے کہا کہ سوال میں یہ پوچھا گیا تھا کہ ایسا شخص ایمان سے خارج ہو جاتا ہے یا نہیں؟

---

[1] خطیب (۱۳/ ۳۷۷، ۳۷۸)

سوال نامے کا صحیح جواب کیا ہے:

اس سوال کا مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ ایسے مجرم کے ساتھ شرعاً کیا اسلامی حکومت کی کاروائی ہونی چاہیے۔ جس کا جواب یہ ہونا چاہیے تھا کہ نصوص قرآنیہ ونبویہ کے مطابق قتل ناحق بذات خود قاتل کے لیے سزائے قتل کے لائق گناہ ہے، اور باپ کا قتل جرم میں کئی گناہ اضافہ کر دیتا ہے، پھر بھی صرف اسے قتل کی سزا دی جا سکتی ہے، اس لیے کہ اسے سزائے موت دی جائے، سزائے موت سے پہلے اسے بطور تعزیر دیگر تعزیری سزائیں بھی دینی ضروری ہیں، مثلاً بہت زیادہ قابل عبرت زدوکوب، کئی دن بھوکا پیاسا رکھ کر قید وبند کی نہایت جاں گزاز سزا دینی چاہیے اور ماں کے ساتھ نکاح کرنے والے کو نص نبوی میں سزائے موت دی گئی ہے، جس کی بنا پر بھی اسے سزائے موت ملنی چاہیے اور شراب خوری بھی کبائر گناہوں میں سے ہے، باپ کو قتل کرنے والا اگر اپنے قتل کیے ہوئے باپ کی کھوپڑی میں شراب پیے تو اس کبیرہ گناہ کی شناعت وقباحت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے، اس پر اسے حد شراب خوری اسّی کوڑے یا چالیس کوڑے لگانے کے ساتھ تعزیری طور پر مزید بھیانک سزا دینی چاہیے۔ مگر اس کا صحیح جواب نہ دے کر ابوحنیفہ نے صرف یہ جواب دیا کہ وہ مومن ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ابوحنیفہ جس جہمی مرجی مذہب کے تابع تھے اس کے مطابق اتنے جرائم کبیرہ وقبیحہ ورذیلہ کے مرتکب کا ایمان، ایمانِ انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین ومؤمنین صادقین وصدیقین وصالحین وشہداء علیہم السلام کے برابر ہی رہتا ہے، ذرہ برابر بھی اس کے ایمان میں ایمان انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین وشہداء وصالحین وصدیقین علیہم السلام سے کمی نہیں ہوتی لیکن اس طرح کے مدعی ایمان واسلام کے ایمان کو نصوص شرعیہ میں نہایت گھٹیا درجے کا ایمان واسلام کہا گیا ہے لیکن ایمان واسلام سے خارج نہیں کیا گیا ہے، اگر اس کے اسلام وایمان ہی کا حکم ابوحنیفہ کو لگانا تھا تو نصوص کے مطابق اسے نہایت گھٹیا درجے کا ایمان واسلام والا فاسق و فاجر بتلانا چاہیے تھا مگر انھوں نے اسے مومن علی الاطلاق کہا جس کا ایمان ان کے اصول جہمیت وارجاء کے مطابق انبیاء ومرسلین و ملائکہ مقربین علیہم السلام کی طرح کامل ومکمل تھا۔ جوابِ ابی حنیفہ کا متعین طور پر یہی مطلب ہے۔

کوثر یہ کہتے ہیں کہ حنفی مذہب میں کہا گیا ہے کہ ارتکابِ کبائر مومن کے لیے مضر ہو سکتا ہے، اللہ چاہے تو اسے بالکل بخش سکتا ہے ورنہ کچھ سزا دینے کے بعد معاف کر کے جنت میں داخل کرے گا، امام ابوحنیفہ کی کتاب فقہ اکبر (ہم بتلا چکے ہیں کہ اس کتاب کا انتساب ابوحنیفہ کی طرح مکذوب ہے) میں ہے کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ گناہ ایسے مومن کو ضرر نہیں پہنچاتے جو مرتکب کبائر ہو اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ داخل جہنم نہیں ہوگا، البتہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا، خواہ وہ فاسق ہو۔[1]

حالانکہ یہ جہالت مرکبہ کا مظاہرہ ہے، سوال یہ نہیں کہ کبائر گناہ مومن کو ضرر پہنچائیں گے یا نہیں؟ بلکہ سوال یہ کہ کبائر گناہ ایمان کو ضرر پہنچائیں گے یا نہیں؟ ان دونوں باتوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ احناف کا جواب ''سوال از آسمان و جواب از ریسماں'' اور ''پوچھی زمین کی تو کہی آسمان کی'' کے مترادف ہے، سوال یہ ہے کہ کہ ارتکاب کبائر سے بلکہ صغائر سے بھی ایمان میں کمی ہو جاتی ہے، حتی کہ ایمان گھٹ کر ایک ذرۂ ناچیز کے برابر ہو جاتا ہے، جیسا کہ نصوص شرعیہ کثیرہ کی تصریحات ہیں، اور جہالت مرکبہ کا مظاہرہ کرنے والے یہ اکاذیب پرست اور رائے پرست مرجیہ حنفیہ جواب یہ دیتے ہیں کہ ارتکاب کبائر سے

[1] ماحصل از حاشية خطيب (١٣/ ٣٧٨۔ ٣٧٩) و عام كتب حنفية.

مومن کو ضرر ہوتا ہے کیونکہ یہ فرقہ مبتدعہ ارتکاب کبائر سے ایمان میں کمی ہونے کا معتقد نہیں، اس لیے الٹی سیدھی سخن سازی کرتا ہے، جن الفاظ میں روایت زیر بحث کو خوارزمی کذاب نے حافظ خطیب کی طرف نقل کرنے کا انتساب کیا ہے ان الفاظ میں تو حافظ خطیب نے یہ روایت نقل نہیں کی بلکہ اس کی ہم معنی ایک روایت امام ابن عدی نے اس طرح نقل کی ہے:

"حدثنا إسحاق بن أحمد بن حفص ثنا يعقوب بن إبراهيم الدورقي حدثني أبو خالد يزيد بن حكيم العسكري وذكر من فضله حدثنا أبو عبد الرحمان السروجي وكان يحدث عن حماد وغيره قال أخبرني وكيع أنه اجتمع في بيت بالكوفة ابن أبي ليلى و شريك و الثوري و أبو حنيفة و ابن حي، قال أبو حنيفة: إيمانه على إيمان جبرئيل وإن نكح أمه، و كان شريك لا يجيز شهادته ولا شهادة أصحابه، وأما الثوري فما كلمه حتى مات، أخبرنا أبو القاسم بن زكريا قلت لعباد بن يعقوب: أسمعت شريكاً يقول: رأيت يدار في حلق المسجد يستتاب؟ فقال: نعم، سمعت شريكاً يقول هذا: ثنا عبد الملك نا أبو الأحوص ثنا موسى بن إسماعيل قال سمعت حماد بن سلمة يقول أبو حنيفة ثنا عبد الله بن عبد الحميد الواسطي ثنا ابن أبي برة قال سمعت المؤمل يقول سمعت حماد بن سلمة يقول: كان أبو حنيفة شيطاناً استقبل آثار رسول الله ﷺ يردها برأيه."[1]

"کوفہ کے ایک گھر میں ابن ابی لیلیٰ وشریک وثوری وابوحنیفہ وحسن بن صالح کوفی جمع ہوئے...امام ابوحنیفہ کے اسی طرح کے عقائد کے سبب شریک جو سرکاری عدالت کے سرکاری قاضی تھے، ابوحنیفہ اور ان کے ہم مذہب لوگوں کی شہادت جائز نہیں مانتے تھے، اور امام سفیان ثوری نے ان سے زندگی بھر بات نہیں کی، نیز قاضی شریک نے کہا کہ ہر حلقہ مسجد میں ابوحنیفہ کو گشت کرا کے اعلان ہوتا تھا کہ ابوحنیفہ نے اپنے کافرانہ عقائد سے توبہ کر لی ہے، امام حماد بن سلمہ کہتے تھے کہ ابوحنیفہ انسان نما درحقیقت شیطان تھے کہ ابوحنیفہ اپنے زور قیاس سے احادیث نبویہ کو رد کر دیا کرتے تھے۔"

مندرجہ بالا عبارت میں تین سندوں سے دو روایات منقول ہیں، ان میں سے پہلی روایت خوارزمی کی ذکر کردہ اور حافظ خطیب کی طرف منسوب کردہ روایت کے کسی حد تک مماثل ہے، اس میں صراحت ہے کہ امام ابوحنیفہ نے ماں سے نکاح کرنے والے کے ایمان کو ایمان جبرئیل کے برابر بتلایا اور تمام مرجیہ کا عقیدہ بھی یہی ہے، جبکہ حدیث نبوی میں ماں کے ساتھ نکاح کرنے والے کو مستحق قتل قرار دیا گیا ہے۔ نیز اس میں بتلایا گیا ہے کہ قاضی شریک ابوحنیفہ جیسے عقائد رکھنے والوں کی شہادت عدالت میں قبول نہیں کرتے تھے اور سفیان ثوری نے ابوحنیفہ سے تا زندگی کلام نہیں کیا اور دوسری والی روایت میں امام حماد کا قول نقل کیا گیا ہے کہ ابوحنیفہ دراصل ایک شیطان تھے جو اپنے زور قیاس سے احادیث نبویہ کو رد و باطل کر دیا کرتے تھے۔

پہلی روایت کے بنیادی راوی امام وکیع ہیں جنھیں فرقہ کوثریہ دیوبندیہ معدوم الوجود چہل رکنی مجلس تدوین فقہ حنفی کا رکن رکین قرار دیتا ہے اور شریک کو بھی اس معدوم الوجود مجلس کا رکن رکین کہا ہے، امام وکیع سے یہ روایت امام ابوعبدالرحمان سروجی

[1] الكامل لابن عدي (٧/ ٢٤٧٢، ٢٤٧٣)

(متوفی ۲۳۱ھ) نے نقل کی جو ثقہ ہیں۔[1] ان سے روایت مذکورہ ابو خالد یزید بن حکیم العسکری نے نقل کی جن کی فضیلت سند ہی میں مذکور ہے اور موصوف ثقہ ہیں۔

ابو خالد یزید سے اسے یعقوب بن ابراہیم دورقی نے نقل کیا، یہ صحیحین اور دوسری کتب حدیث کے بلند پایہ ثقات میں سے ہیں۔[2] الحاصل یہ روایت اپنے معنوی متابع وشواہد سے مل کر صحیح ہے، حافظ ابن حبان نے داود بن زبرقان تک پہنچنے والی سند کے ساتھ کئی احادیث نبویہ کا ذکر کرتے ہوئے نبیذ شدید کی حرمت سے متعلق بھی ایک حدیث امام ابوحنیفہ کو سنائی، امام ابوحنیفہ نے کہا کہ "ما أدري به بأسا" اسے پینے میں کوئی حرج نہیں، پھر انھوں نے مزید شدید نبیذ کی بابت امام ابوحنیفہ سے کہا کہ کیا اسے کھوپڑی میں پی سکتے ہیں؟ تو امام ابوحنیفہ نے کہا جب مختلف قسم کی نبیذ خواہ کیسے بھی پیٹ کے اندر جائے تو ٹھیک ہی ہے۔[3]

ان تمام روایات سے مستفاد ہوتا ہے کہ کبائر سے بھی کبائر گناہوں کے ارتکاب کو امام ابوحنیفہ ایمان کے لیے مضر نہیں مانتے تھے، اگر مومن کے لیے مضر مانتے ہوں تو لازم نہیں آتا کہ ایمان کے لیے بھی مضر مانتے تھے، بعض روایات میں ہے کہ امام ابوحنیفہ کہتے تھے کہ یہ کہنا غلط ہے کہ میرا و جبرئیل ومیکائیل فرشتوں اور نبیوں کا ایمان برابر ہے تو یہ معلوم ہے کہ امام ابو حنیفہ آئے دن اپنی باتیں بدلتے رہتے تھے، کبھی کچھ کہتے کبھی کچھ مگر مرجی اصول سے تو یقیناً کبائر کا ارتکاب ایمان کے لیے مضر نہیں ہے، غیر ذمہ دار مفتی کی بابت نصوص قرآنیہ ونصوص نبویہ میں جو تفصیلات منقول ہیں وہ کسی معمولی سے معمولی صاحب علم پر پوشیدہ نہیں خصوصا ملاحظہ ہو: (پ۲۸ سورۂ جمعہ، آیت نمبر ۵) و (پ۹ سورۂ الاعراف: ۱۷۶، ۱۷۹) دریں صورت امام ابوحنیفہ ان ائمہ اہل سنت کے بالمقابل کہیں زیادہ علم وفقہ والے کیسے ہو گئے؟

امام وکیع کا أفقہ وأعلم ہونا خطیب نے بطور حجت نقل کیا ہے:

خوارزمی کذاب کا یہ دعوی کہ خطیب نے وکیع کو ضعیف ومجروح کہا سو فیصد خالص جھوٹ ہے، خطیب نے امام ابن عمار سے بطور حجت نقل کیا کہ "وما كان بالكوفة في زمان وكيع أفقه ولا أعلم بالحديث من وكيع كان وكيع جهبذاً"، یعنی امام وکیع کے زمانہ میں وکیع سے بڑھ کر کوفہ میں نہ کوئی فقیہ تھا نہ کوئی علم حدیث کا زیادہ عالم، وکیع تو انتہائی درجہ کے ماہر علوم اسلامیہ تھے۔[4]

یہ معلوم ہے کہ زمانۂ وکیع ہی میں امام ابوحنیفہ بھی تھے، اس سے التزاماً ثابت ہوا کہ وکیع امام ابوحنیفہ سے کہیں بڑے فقیہ و علوم حدیث کے جان کار اور علوم اسلامیہ کے ماہر فنِ امام تھے، امام وکیع کا اتنا بڑا ثقہ ہونا خطیب نے نقل کیا کہ جو ان پر تجریح کرے وہ کذاب ہے۔[5] ثقہ ہی نہیں خطیب نے وکیع کا "أثبت" ہونا بھی نقل کیا ہے۔[6] بعض علمی غلطی جس طرح اثبات وثقات کبار سے سرزد ہو جاتی ہے اسی طرح امام وکیع سے بھی ہو جانا بعید نہیں۔

---

[1] انساب سمعاني (۷/ ۱۲۷) وتقريب التهذيب وعام كتب رجال.

[2] تهذيب التهذيب وعام كتب رجال. [3] المجروحين (۳/ ۶۷ تا ۶۹) [4] خطيب ترجمة وكيع (۱۳/ ۵۰۸)

[5] خطيب (۱۳/ ۵۰۰) [6] خطيب (۱۳/ ۵۰۶، ۵۰۷)

ترجمہ طاہر بن محمد بن ابی احمد زبیری کوفی:

امام وکیع سے اس روایت کے ناقل طاہر بن محمد بن ابی احمد بن عبداللہ زبیری کوفی ہیں، انھیں طبقات الثقات میں حافظ ابو حبان نے ''مستقیم الحدیث'' کہا۔❶ ان کا ذکر امام مزی نے تہذیب الکمال اور ابن حاتم نے الجرح والتعدیل میں کیا۔

حافظ ابن حبان کی اس توثیق ظاہر کے بالمقابل ان پر کسی قسم کی تجریح نہیں نقل کی، انھیں کذابین کے غالی مقلد فرقۂ کوثریہ کے سر کردہ کوثری نے اپنی جہالت مرکبہ شدیدہ کے باعث مجہول کہا۔❷ ظاہر ہے کہ کذابین اور کذابین کے پرستار اور اکاذیب پرست کوثری کی کسی بات کا پرکاہ کے برابر بھی وزن نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کے ناقل احمد بن عبید بن ناصح نحوی کو حافظ ابن حبان نے ثقات (۸/ ۴۳) میں ذکر کیا اور امام ابن عدی نے انھیں اہل صدق میں سے قرار دیا۔❸ اصمعی و محمد بن مصعب سے ان کی روایات کو مناکیر کہا گیا ہے۔❹ مگر اولا: موصوف احمد بن عبید کی زیر نظر روایت نہ اصمعی سے مروی ہے نہ محمد بن مصعب سے بلکہ مستقیم الحدیث ثقہ راوی طاہر بن محمد زبیری سے منقول ہے۔

ثانیاً: اصمعی و محمد بن مصعب سے ان کی روایت کے منکر ہونے کا سبب ان سے نیچے کے رواۃ ہیں یہ نہیں، جیسا کہ ان روایات کی سندوں پر نظر سے ظاہر ہوتا ہے۔

ثالثاً: ان کی زیر بحث روایت کے معنوی شواہد و متابع کئی ہیں، لہٰذا اپنے معنوی شواہد و متابع سے مل کر یہ روایت صحیح ہے۔

رابعاً: بعض حضرات نے جو یہ کہا کہ ان کی عام روایات کی متابعت نہیں ہوتی مگر ہم دیکھتے ہیں کہ موصوف کی روایات کے متابع و شواہد ہیں، خصوصا زیر نظر روایت کے، ان کی دوسری روایات کے بالفرض متابع نہ ہوں مگر اس زیر نظر روایت کے معنوی متابع وشواہد ہیں، لہٰذا یہ معتبر ہے، خصوصاً جبکہ ابن عدی نے انھیں صدوق اور ابن حبان نے ثقہ کہا، کوثریہ نے تقلید کوثری میں انھیں مجروح کہا مگر اس کا اعتراف کیا کہ یہ روایت فی نفسہ صحیح ہے۔❺ جب یہ معاملہ ہے تو اس کی تصحیح پر بحث کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔

ترجمہ محمد بن جعفر بن محمد بن فضالہ ابو بکر الآدمی:

احمد بن عبید سے اسے نقل کرنے والے محمد بن جعفر آدمی (مولود ۲۶۰ھ و متوفی ۳۴۸ھ) کا ترجمہ خطیب (۲/ ۱۴۷ تا ۱۴۹) میں ہے مگر ان کی توثیق صریح کہیں نظر نہیں آتی، البتہ یہ سرکاری عدالتوں میں شاہد عادل مانے جاتے تھے، اس اعتبار سے ثقہ ہیں، نیز امام ابن حبان اور ان جیسے اصول رکھنے والوں کے اعتبار سے بھی ثقہ ہیں کیونکہ ان سے کئی ثقات نے روایت کر رکھی ہے، آخری عمر میں موصوف اختلاط کے شکار ہو گئے تھے لیکن ان سے روایت کرنے والے کا اختلاط کے بعد سماع ثابت نہیں، نیز اس کے کئی معنوی متابع وشواہد ہیں جن کی بدولت یہ صحیح ہے۔

---

❶ ثقات ابن حبان (۸/ ۳۲۸) ❷ تانيب (ص: ٤٢) ❸ الكامل لابن عدي (١/ ١٩٢)

❹ خطيب (٤/ ٢٦٠ ترجمة أحمد عبيد) وعام كتب رجال.

❺ تعليق كوثريه بر خطيب (١٣/ ٣٧٧، ٣٧٨)

ترجمہ علی بن عمر بن محمد حمیری:

آدمی سے اس کے ناقل علی بن عمر بن محمد حمیری سکری صیرفی ختلی حربی صدوق ثقہ مامون صحیح السماع والروایہ والکتاب ہیں، ان پر بے وزن تجریح کی گئی جو کالعدم ہے۔[1] نیز اس کے کئی معتبر متابع وشواہد ہیں، بنابریں یہ صحیح ہے۔

ترجمہ حسن بن محمد بن حسن بن علی ابومحمد الخلال:

حمیری موصوف سے اس کے ناقل امام حسن بن محمد خلال ثقہ وصدوق وصحیح الروایہ ہیں۔[2] اور ان سے اسے حافظ خطیب نے نقل کیا، اس کا حاصل یہ ہوا کہ یہ روایت معتبر ہے خصوصاً اس لیے کہ اس کے کئی معنوی شواہد ہیں۔

کیا امام ابوحنیفہ بہت ساری احادیث کو رد کر دیتے تھے؟

خوارزمی نے کہا:

''خطیب نے علی بن عاصم سے نقل کیا کہ میں نے ابوحنیفہ سے ایک حدیث نبوی بیان کی تو انھوں نے کہا کہ میں اس پر عمل نہیں کروں گا، اس کا جواب تین طریق پر ہے، ایک یہ کہ خطیب نے علی بن عاصم کو مطعون کیا اور ابن معین سے کہا گیا کہ یہ ''لا بأس به'' ہیں کذاب نہیں ہیں تو امام احمد بن حنبل نے کہا کہ بخدا عاصم ابن معین کے نزدیک ثقہ نہیں، نہ انھوں نے عاصم سے تحدیث کی، پھر وہ ابن معین کے نزدیک ثقہ کیسے ہو گئے؟ دوسرے یہ کہ ہم واضح کر چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کہ مرسل وضعیف احادیث معتبر ہیں، چہ جائیکہ وہ احادیث صحیحہ پر عمل نہ کریں، تیسرے یہ کہ اگر روایت مذکورہ صحیح ہو اور ابوحنیفہ نے اس پر عمل نہ کیا تو اس کا سبب یہ ہے کہ وہ روایت صحیحہ منسوخ ہو گی یا قابل تاویل ہو گی یا معارض قرآن ہو گی، کتنی احادیث کو امام شافعی وامام مالک وغیرہ نے قبول نہیں کیا، ان کی بابت گمان نہیں کیا جاتا کہ احادیث کو قبول نہیں کیا۔[3]

ہم کہتے ہیں کہ اولا: علی بن عاصم مختلف فیہ ہیں، انھیں بعض ائمہ نے مجروح اور بعض نے ثقہ کہا، ہمارے نزدیک از روئے تحقیق وہ جن روایات کی نقل میں منفرد ہوں اور قرائن احوال و دوسری روایات معتبرہ ان کے خلاف ہوں تو وہ ساقط الاعتبار ہیں اور جن کی نقل میں موصوف منفرد نہ ہوں اور قرائن احوال و روایات معتبرہ کے خلاف نہ ہوں وہ جس درجہ کی معتبر ہیں اور جن روایات میں ان کے متابع وشواہد ہوں وہ صحیح ہیں، اور کوئی شک نہیں کہ زیر نظر روایت کے متعدد معنوی متابع وشواہد ہیں، لہٰذا یہ صحیح ہے۔

ثانیاً: یہ معلوم ہے کہ امام ابوحنیفہ بکثرت رائے و قیاس سے کام لیتے تھے، پھر اپنے مجموعۂ رائے و قیاس والے نظریات کو مجموعۂ اغلاط واکاذیب کہتے تھے۔

ثالثاً: حدیث مرسل وضعیف کے بالمقابل نصوص کتاب وسنت کو ترک کرنا فقاہت نہیں غلط روی ہے۔

حدیث قلتین مکرر:

حدیث قلتین پر خوارزمی نے مکرر طبع آزمائی کی جس پر ہمارا گذرا ہوا تبصرہ بہت کافی ہے۔

---

[1] خطیب (۱۲/ ٤٠ تا ٤٥) [2] خطیب (۷/ ٤٢٩) وسیر أعلام النبلاء (۱۷/ ٥٩٣، ٥٩٤)

[3] جامع مسانید للخوارزمي (۱/ ٥٧، ٥٨)

حدیث رفع الیدین:

خوارزمی نے رفع الیدین کے موضوع پر امام ابن مبارک سے مناظرہ میں امام ابوحنیفہ کی شکست اور لاجواب ہوجانے والے روایت معتبرہ کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ رفع الیدین والی حدیثِ براء بن عازب صحیح نہیں مگر ابن المبارک کے بالمقابل ابوحنیفہ نے اس کی علل کی وضاحت اپنے اس اصول کی بنا پر نہیں کی کہ مرجانے والے رواۃ کی تجریح مناسب نہیں، اس لیے انھوں نے اس مسئلہ کو مذاق میں ٹال دیا ورنہ امام اوزاعی کو اس موضوع پر مناظرہ میں ہرا دیا اور صحیح مسلم میں یہ فرمان نبوی منقول ہے کہ رفع الیدین ممنوع ہے، نیز امام ابوحنیفہ نے رفع الیدین کے بدعت ہونے والی روایات نقل کی ہیں جیسا کہ اس مسند خوارزمی میں مذکور ہے، علاوہ ازیں رفع الیدین والی حدیث مدنی ہے مگر مدنی امام مالک نے اسے ترک کر دیا۔❶

ہم کہتے ہیں کہ ان اکاذیب خوارزمی کا جائزہ ہماری کتاب ''رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقۂ نماز'' میں لیا گیا ہے، لوگ اس کا مطالعہ کریں۔

بقول یوسف بن اسباط ابوحنیفہ نے چارسو احادیث بلکہ اس سے بھی زیادہ احادیث کو رد کر دیا:

خوارزمی نے امام یوسف بن اسباط کے مذکورہ بالا قول کا ذکر کیا، اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ مال غنیمت میں پیدل مجاہد کے بالمقابل گھوڑ سوار کو مزید دو حصے ملیں گے، پھر اپنی طرف سے خوارزمی نے اس کے تین جواب دیے۔ ایک یہ کہ بعض احادیث کو رد کرنا واجب ہے، خواہ منسوخ ہونے کے سبب، خواہ معارض نص قرآن ہونے کے سبب جیسا کہ فرمان نبوی ہے کہ عنقریب میری طرف منسوب احادیث مختلفہ بیان کی جائیں گی، ان میں سے جو مخالف نص قرآن ہوں انھیں رد کر دو، دوسرے یہ کہ گھوڑے کے لیے دو حصہ ملنے والی روایت واقدی کی بیان کردہ ہے جو بتصریح ائمہ وضاع و کذاب ہے، تیسرے یہ کہ اسی کتاب کی کتاب السیر میں وہ تفصیل آرہی ہے جس سے مذہب ابی حنیفہ کی صحت معلوم ہوجائے گی۔❷

ہم کہتے ہیں کہ امام یوسف نے یہ بات اپنی معلومات کے مطابق کہی ہے ورنہ چارسو احادیث سے کہیں زیادہ امام ابوحنیفہ نے مخالفت کر کے رائے و قیاس سے فتوی دیا ہے بلکہ انھوں نے اپنے پورے مذہب ہی کو رائے و قیاس کا مجموعہ کہا اور اس مجموعہ کو مجموعۂ اغلاط و اکاذیب کہا۔ (کما مر) واقدی ضرور کذاب اور وضاع ہے مگر گھوڑے کے لیے دو حصہ اور پیدل مجاہد کے لیے ایک حصہ ملنے والی احادیث صحیحین و صحاح وستہ میں درجۂ تواتر کو پہنچنے والی منقول ہیں، ان کی مخالفت نصوص متواترہ کی مخالفت ہے، بنابریں اہل حدیث نے بشمول یوسف بن اسباط امام ابوحنیفہ کے طرز عمل پر نکیر کی، امام دارقطنی نے بسند صحیح یہ حدیث نبوی نقل کی:

"حدثنا أحمد بن محمد بن إسماعيل الآدمي ثنا محمد بن إسماعيل الحنيني نا معلى بن أسد نا محمد بن حمران حدثني عبد الله بن بشير عن أبي كبشة الأنماري قال لما فتح رسول اللهﷺ مكة كان الزبير على الناس على المجنبة اليسرى وكان المقداد على المجنبة اليمنى فلما دخل رسول اللهﷺ و هدى الناس جاء بفرسيهما فقام رسول اللهﷺ فمسح

❶ جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٥٩)　❷ جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٦٠)

الغبار عنهما فقال: إني قد جعلت للفرس سهمين وللفارس سهماً فمن نقص نقصه الله.[1]"

اس کا حاصل معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑے کے لیے دو حصے اور گھوڑ سوار کے لیے ایک حصہ ہے، یعنی اس کے کل تین حصے اور پیدل مجاہد کے لیے ایک حصہ ہے۔"

ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں واقدی نہیں ہے، اسے آپ ﷺ سے نقل کرنے والے صحابی ابو کبشہ انماری ہیں اور انماری سے نقل کرنے والے عبداللہ بن بشیر بن ابی بسر مازنی قیسی دونوں صحابی ہیں اور صحابہ کی ثقاہت منصوص ہے، بعض نے عبداللہ بن بسر کو حبرانی کہا ہے، انھیں عبداللہ بن ابی ایاس ابوسعید سکسکی حبرانی کہا جاتا ہے، انھیں حافظ ابن حبان نے ثقہ کہا۔[2] انھیں ابن عدی نے "ما أرى به بأسا" کہا اور ابو حاتم رازی نے "صالح" ابو زرعہ رازی نے "محلّہ الصدق" امام ابوداود نے ان کی مدح وثنا کی، بعض نے تجریح کی جو کالعدم ہے۔[3] نیز اس کے کئی متابع سنن بیہقی اور سنن دارقطنی ہی میں مذکور ہیں اور بیہقی نے اسے صحیح کہا اور یہ حدیث در اصل متواتر المعنی ہے، عام کتب حدیث میں مروی ہے جس سے خوارزمی اور حامیان خوارزمی کی تکذیب ہوتی ہے، خوارزمی نے یہ بھی کہا کہ اس کی کتاب السیر سے موقف ابی حنیفہ کی تصحیح ہوتی ہے، حالانکہ اس کتاب میں صرف یہ مکذوبہ روایت منقول ہے:

"أبو حنيفة عن زكريا بن الحارث عن المنذر بن أبي حنيفة أن عمر بن الخطاب استعمله على سرية فغنم فسهم للفارس سهمين و للراجل سهماً واحداً فبلغ ذلك عمر بن الخطاب، أخرجه الحافظ طلحة بن محمد في مسنده عن أبي العباس أحمد بن عقدة عن أبي العباس أحمد بن عبد الله بن الصباح عن أحمد بن يعقوب عن عبد الله بن خالد بن زياد عن الإمام أبي يوسف عن الإمام أبي حنيفة."

اس کا حاصل یہ ہے کہ منذر بن ابی حنیفہ نے مالِ غنیمت میں تقسیم اس طرح کی کہ گھوڑ سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ دیا، ہم کہتے ہیں کہ منذر بن ابی حنیفہ مجہول ہے جو کذاب بھی ہوسکتا ہے اور کتاب الآثار لمحمد بن حسن میں اسے منذر بن ابی حمصہ کہا اور حاشیہ جامع المسانید میں اسے منذر بن ابی منذر کہا اور یہ سب مجہول ہیں اور مجہول کذاب بھی ہوسکتا ہے بلکہ ہوسکتا نہیں یہ کذاب ہے کہ متواتر حدیث کے خلاف وضع حدیث کی، نیز اس سند میں واقع راوی زکریا بن حارث بھی مجہول یا ضعیف ہے۔[4] الغرض یہ روایت باطل وبے اصل ہونے کے ساتھ متواتر المعنی حدیث کے خلاف ہے، اور اس روایت کے اصل ناقل ابو یوسف و محمد بھی کذاب وغیر ثقہ ہیں اور خود امام محمد نے کہہ دیا کہ ہمارا عمل اس پر نہیں۔[5]

مصنف ابن ابی شیبہ ابواب تقسیم الغنائم میں بسند صحیح سلمہ بن کہیل نے کسی بھی صحابی کو مستثنیٰ کیے بغیر سب کا یہ مذہب بتلایا کہ گھوڑے کے دو حصے اور مجاہد کا ایک حصہ ہے۔

---

[1] سنن الدارقطني كتاب السير (٤/ ٤٠٤)
[2] ثقات ابن حبان (٩/ ٤٠)
[3] تهذيب التهذيب (٩/ ١١٠، ١١١)
[4] لسان الميزان (٢/ ٤٨٩، ٤٩٠ و ٣/ ٢٥٩)
[5] كتاب الآثار لمحمد.

مسئلہ اشعار

زیر بحث روایت میں ''اشعار'' کا بھی ذکر ہے جس کا مطلب ہے کہ حاجی قربانی کے لیے جو اونٹ اپنے ساتھ لے جائے ان کے کندھے وکوہان کی بائیں جانب خفیف زخم سوئی یا اسی جیسے کسی نوکدار ودھار دار آلہ سے کر دے اور نکلنے والے خون کو اونٹ پر نمایاں طور پر ملوث کر دے تاکہ اسے دیکھتے ہی لوگ سمجھ جائیں کہ یہ قربانی والے اونٹ ہیں، اشعار کی مسنونیت کا ثبوت احناف کو بھی تسلیم ہے مگر امام ابو حنیفہ اسے بدعت کہتے ہیں، امام ابو حنیفہ نے اشعار کو علی الاطلاق بدعت وممنوع کہا ہے مگر احناف تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ زمانۂ ابی حنیفہ میں لوگ اشعار کر کے اونٹ کو گھائل کر دیتے تھے، بنابریں اسے امام ابو حنیفہ نے ممنوع مثلہ و بدعت کہا، اسے ابراہیم نخعی بھی مثلہ وممنوع کہتے تھے، حالانکہ یہ ابراہیم نخعی پر احناف کا افترا ہے، اس طرح کی افترا پردازی کرنے والے ایک رائے پرست حنفی پر امام وکیع اپنی درسگاہ میں بہت خفا ہوئے اور کہا کہ تم قید خانہ میں ڈالے جانے کے لائق ہوتا آنکہ اپنے اس موقف سے توبہ کرو، یہ بات بسند صحیح جامع ترمذی ابواب الحج میں منقول ہے، ہزار تاویل کے باوصف خوارزمی کذاب کا بھی کہنا ہے کہ یہ اونٹوں پر ظلم تھا، اسی لیے امام ابو حنیفہ نے اسے ممنوع کہا حتی کہ اس کذاب نے ام المومنین پر افترا کرتے ہوئے کہا کہ وہ بھی کہتی تھیں کہ تمھارا جی نہ چاہے تو اشعار نہ کرو۔[1]

خرید وفروخت میں خیار مجلس:

امام یوسف بن اسباط کی زیر بحث روایت میں امام ابو حنیفہ کے رد احادیث کی مثالوں میں ایک یہ بھی ہے کہ حدیث نبوی میں اگرچہ بیع وشرا کے معاملہ میں خیار مجلس دی گئی ہے مگر امام ابو حنیفہ اسے بھی نہیں مانتے، خوارزمی کذاب نے اس کے بھی تین جواب دیے، وہ بھی اجوبہ سابقہ کی طرح لغو ولایعنی ہیں۔[2]

قرعہ اندازی:

روایت یوسف بن اسباط میں امام ابو حنیفہ کے رد احادیث کی مثالوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ احادیث صحیحہ میں بوقت سفر بیویوں میں سے کسی کے انتخاب کے لیے قرعہ اندازی کی جائے مگر خوارزمی کذاب نے اپنے ابنائے جنس کی طرح اس کے بھی تین لغو ولایعنی جواب دیے۔[3] اس کی وضاحت ہم نے آگے چل کر کی ہے۔

یہ دعویٔ ابی حنیفہ کہ نبی ﷺ نے اگر انھیں پایا ہوتا تو ان کی رائے سے استفادہ کرتے:

روایتِ یوسف بن اسباط میں یہ بھی منقول ہے کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ دین مجموعۂ رائے وقیاس ہے ہے، اگر نبی ﷺ نے مجھے پایا ہوتا تو میرے بہت سارے قیاس کو دین بنا لیتے حتی کہ احادیث متواترہ میں جو مروی ہے کہ ام المؤمنین صفیہ کے ساتھ نکاح کا مہر آپ ﷺ نے موصوفہ کی آزادی مقرر کیا تھا، اس پر امام ابو حنیفہ نے کہا کہ آپ ﷺ کو کوئی دوسری چیز مہر مقرر کرنی چاہیے تھی۔[4] کوثری وکوثریہ نے روایت مذکورہ کو مکذوبہ قرار دیا، الغرض اس قوم کا یہی شیوہ شعار ہے، امام یوسف بن اسباط

[1] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٦١)
[2] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٦٢)
[3] جامع مسانيد أبي حنيفة للخوارزمي (١/ ٦٢)
[4] الكامل لابن عدي ترجمة أبي حنيفة.

والی روایت قدرے اختصار کے ساتھ امام احمد بن حنبل کے ثقہ صاحب زادے عبداللہ نے بسند صحیح اپنی کتاب السنۃ (۱/ ۲۲۹ و ۳۹۷) میں نقل کی ہے۔[1] احناف نے اس روایت کی اس بات کہ ''ابوحنیفہ غیر فطرت پر پیدا ہوئے'' کی تردید میں کہا کہ حدیث نبوی میں صراحت ہے کہ ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے، حالانکہ معاملہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ گزشتہ تفصیل کے مطابق نصرانی المذہب والدین کے یہاں پیدا ہوئے، اسی بات کو کسی راوی نے غلطی سے غیر فطرت سے تعبیر کر دیا ورنہ یہ روایات صحیح ہیں، امام ابن ابی شیبہ سے منقول ہے کہ ابوحنیفہ نے چار سو اسی احادیث کو رد کر دیا، یہ باتیں دراصل اعتباری ہیں، جسے ابوحنیفہ کی جتنی احادیث کا رد کرنا معلوم تھا اس نے اتنی احادیث بتلایا۔

دور حاضر کے کوثر یہ امام ابوحنیفہ کے مسائل مدونہ کی تعداد لاکھوں بتلاتے ہیں جنھیں امام ابوحنیفہ نے خود مجموعۂ رائے و قیاس پھر مجموعۂ اغلاط واکاذیب کہا، یعنی کہ خود امام ابوحنیفہ نے انھیں خلاف نصوص ہونے کی بنا پر مجموعہ اکاذیب کہا، امام ابوحنیفہ نے اپنے دین کو مجموعہ رائے وقیاس پھر مجموعۂ اغلاط واکاذیب کہا، یعنی کہ خود امام ابوحنیفہ نے انھیں خلاف نصوص ہونے کی بنا پر مجموعہ اکاذیب کہا، امام ابوحنیفہ کا اپنے دین کو مجموعۂ رائے وقیاس کہنا کتاب السنۃ لعبداللہ بن احمد بن حنبل (روایت نمبر ۳۹۹، ۱/ ۲۳۶) میں منقول ہے، خوارزمی کا کہنا ہے کہ اس روایت میں لفظ ''النبي بفتح النون بعده الباء البتي بالباء في الأول وبعدها التاء'' کی تصحیف ہے اور یہی بات کوثری وکوثریہ نے بھی کہہ رکھی ہے۔[2] حالانکہ متعدد روایات میں ''النبی'' کے بجائے ''رسول اللہ'' کا لفظ ہے، جو اکاذیب خوارزمی وکوثری وکوثریہ کی تکذیب کرتا ہے، اس سلسلے میں اکاذیب حنفیہ کوثریہ کی حقیقت التنکیل للعلامہ المعلمی میں واضح کی گئی ہے۔

غیر انگوری نشہ آور شراب حنفی مذہب میں حلال ہے:

اس سلسلے میں بقدر ضرورت بحث ہم ضمیر کا بحران اور رد کتاب مجالس میں کر چکے ہیں، الغرض اسی طرح کی سخن سازی خوارزمی اور کوثریہ نے بکثرت کر رکھی ہے، اظہار حقیقت کے لیے اتنی مثالیں بہت کافی ہیں۔ اب آئندہ چھٹی جلد میں اکاذیب و تلبیسات کوثریہ و دیوبندیہ وحنفیہ کا حال دیکھیں۔ الحمد لله الذي تتم بنعمته الصالحات.

[1] نیز ملاحظہ ہو: الضعفاء للعقيلي (٤/ ١٢٨٣)

[2] جامع مسانيد للخوارزمي وتانيب الخطيب وغيره.